

تکمیل الايضاح

شرح اردو

نور الايضاح

تصنیف

شیخ حسن بن علی الشرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ

شرح اردو:

مولانا ابوالکلام وسیم صاحب (فاضل دیوبند)

مکتب رحمانیہ

اقرہ سنٹر، عرفی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور



تکمیل الايضاح

شرح اُردو

نور الايضاح

تصنیف

شیخ حسن بن علی الشرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ

شرح اُردو: مولانا ابوالکلام وسیم صاحب (فاضل دیوبند)

پسند فرمودہ: حضرت مولانا وحید الزمان کیرانوی

حضرت مولانا نظر شاہ صاحب کشمیری

مکتبہ رحمانیہ

اقرا سنٹر غزنی سٹریٹ - اُردو بازار - لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

نام کتاب — تکمیل الایضاح شرح نور الایضاح

نام شارح — مولانا ابوالکلام وسیم صاحب (فاضل دیوبند)

مطبع — علی اعجاز پرنٹرز

ناشر — مکتبہ رحمانیہ

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے، انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔

بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرمادیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لئے ہم بے حد شکر

(ادارہ)

گزار ہوں گے۔



فہرست



۸۹	اذان	۱۵	کتاب الطہارۃ
۹۴	نماز کی شرطیں اور ارکان	۲۱	جھوٹاپانی
۹۷	سمت کعبہ	۲۳	ناپاک کنویں کی پاکی
۱۰۸	واجبات نماز	۲۶	استنجاء
۱۱۲	سنن نماز	۳۲	وضو
۱۲۲	نماز پڑھنے کی ترکیب	۳۶	وضو کی سنتیں
۱۲۹	امامت	۳۸	آداب وضو
۱۳۴	معافی جماعت	۴۱/۴۰	مکروہات واقسام وضو
۱۳۵	مستحق امامت	۴۳	نواقض وضو
۱۳۵	ترتیب صفوف	۴۶	غسل واجب کرنے والی چیزیں
۱۳۹	جماعت کے بعد واجبات اور مستحبات	۴۹	جن چیزوں سے غسل واجب نہیں ہوتا
۱۴۲	مفسدات نماز	۵۰/۴۹	غسل کے فرائض و سنن
۱۶۱	سترہ کا بیان	۵۲	آداب غسل
۱۶۳	جو چیزیں نماز میں مکروہ نہیں	۵۴	تیمم
۱۶۵	نماز کو توڑنا	۶۱	موزوں پر مسح
۱۶۷	وتر کا بیان	۶۵	پٹی پر مسح
۱۷۲	نوافل کا بیان	۶۶	حیض و نفاس کا بیان
۱۷۸	سواری پر نماز	۷۳	ناپاکیاں اور ان سے پاکی
۱۸۰	کشتی پر نماز	۷۹	دباغت وغیرہ
۱۸۲	تراویح کا بیان	۸۰	کتاب الصلوٰۃ
۱۸۵	بیت اللہ میں نماز	۸۶	مکروہ اوقات

۲۹۸	وہ چیزیں جو روزے کو نہیں توڑتیں	۱۸۶	مسافر کی نماز
۳۰۱	جو چیزیں روزے کو توڑ دیتی ہیں	۱۹۲	مریض کی نماز
۳۰۴	جو چیزیں کفارہ کے ساقط کر دیتی ہیں	۱۹۷	نماز و روزہ کی معافی
۳۰۶	وہ چیزیں جو روزے کو توڑ دیتی ہیں	۱۹۸	قضاء نمازوں کی ادائیگی
۳۱۲	روزے کے مکروہات و مستحبات	۲۰۱	ادراک فریضہ
۳۱۴	عوارض کا بیان	۲۰۵	سجدہ مسہو
۳۱۹	نذر کے روزے	۲۱۱	شک کا بیان
۳۲۱	اعتکاف کا بیان	۲۱۲	سجدہ تلاوت
۳۲۷	کتاب الزکوٰۃ	۲۲۰	نماز جمعہ
۳۳۷	مصرف زکوٰۃ	۲۳۱	نماز عیدین
۳۴۱	صدقہ فطر	۲۴۳	سورج اور چاند گھن کی نماز
۳۴۴	کتاب الحج	۲۴۶	نماز استقاء
۳۵۱	حج کی سنتیں	۲۴۸	صلوۃ خوف
۳۵۸	حج کا طریقہ	۲۵۰	احکام جنازہ
۳۷۸	قرآن	۲۶۱	نماز جنازہ
۳۸۰	ختیج	۲۷۰	جنازہ اٹھانا اور دفن کرنا
۳۸۲	عمرہ	۲۷۷	زیارت قبور
۳۸۳	حج کی غلطی اور فرد گزشتہ	۲۷۹	احکام شہید
۳۸۸	ہدی	۲۸۲	کتاب الصوم
۳۹۰	زیارت مبارک حضور ﷺ کا	۲۸۵	روزہ کی چھ قسمیں
		۲۸۸	وہ روزہ جس کے لئے رات سے نیت کرنا
			ضروری ہے
		۲۹۱	یوم شک کے روزے

تقریظ

حضرت الاستاذ صدر المدر سین استاد حدیث مولانا نظر شاہ صاحب کشمیری

ایک باکمال انسان کی تعریف اسکے انتہائی کمال پر کی جاتی ہے بلکہ نگاہ خرد بین اس کے کمال کے مظاہر میں کچھ جھول بھی تلاش کرتی ہے جبکہ یہ منظر اس کے اعلیٰ کمالات کے معیار کے مطابق نہ ہو اگر معمولی معمار نے الناسیدھا مکان چن کر کھڑا کر دیا تو اس بے ہنگم تعمیر میں عمارتی خوبیاں کوئی اور کاہے کو تلاش کرے گا۔ عمارت کی زیبائی فن تعمیر کی رعنائی تاج محل میں ڈھونڈھی جائے گی یاد نیا کی کسی مشہور تاریخی عمارت میں۔

کہنا یہ ہے کہ بچے کا بڑا کمال تو یہی ہے کہ اس نے چلنے کی ہمت کی اس پر وہ بڑوں کی واہ واہ کا منتظر اور مستحق ہے لیکن بڑے اگر دوڑتے ہیں بھاگتے ہیں بڑھتے ہیں اور جھپٹتے ہیں تو اس تیز رفتاری بلکہ برق رفتاری پر نہ کوئی داد دیتا نہ کوئی تحسین کرتا ہے۔

مولوی ابوالکلام دسیم حعلیم دورہ حدیث دارالعلوم دیوبند جن کی ابھی فراغت بھی نہیں ہوئی فقہ کی پہلی بنیادی کتاب نور الایضاح کی سینکڑوں صفحات میں شرح تیار کر دیں اور یہ کارنامہ برائے نام نہیں بلکہ سجا سجا ہوا، قرینہ سے جمایا ہوا۔ اور پھر ان کی اس اولوالعزمی پر بے اختیار داد نہ دینا بڑا ظلم ہو گا۔

مجھے تو حیرت ہے کہ انھوں نے اتنے لمبے چوڑے طویل و عریض کام کی ہمت ہی کیسے کی، یہ سب برکت ہے دارالعلوم کے ساتھ نسبت و انتساب کی۔

سبحان اللہ! کہ طالب علمی ہی کے دور میں ایسا باعث فخر و قابل صد نازش کام ان سے بن آیا جس کی ہمت کم از کم مجھ جیسا بڑوں ہمت نہیں کر سکتا۔

نور الایضاح فقہ کی ایک معروف کتاب ہے اور ضرورت اور روزمرہ کے مسائل کو اس رسالہ میں بڑی خوبی سے جمع کیا گیا ہے اردو میں اس پر کوئی حاشیہ یا شرح نہ تھی، عزیز موصوف نے اپنے اس کارنامے سے اس کی کوپور کر دیا۔

احقر نے جتہ جتہ مطالعہ کیا تو الحمد للہ سرمہ نظر افروز اور قبیل مصفی پایا خدا تعالیٰ عزیز موصوف کے علم و عمل میں برکت تمام پیدا فرمائے اور ان کو ان کارناموں کی توفیق ارزانی ہو جو مدار علمی دارالعلوم کے لئے فخر و افتخار نازش و امتیاز کا موجب ہوں۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

انظر شاہ ۱۳۰۳ھ

رائے گرامی فضیلة الاستاذ مولانا وحید الزماں صاحب

کیرانوی استاذ ادب دار العلوم دیوبند

بسم الله الرحمن الرحيم

عزیز محترم مولوی ابوالکلام و سیم صاحب فاضل دیوبند سے میں صرف متعارف ہی نہیں بلکہ ان کی ذہانت علمی کاوش اور ذوق تصنیف سے بخوبی واقف ہوں۔

عزیز موصوف نے اپنے طالب علمی کے زمانہ میں جسکو زیادہ عرصہ نہیں ہوا اپنی درسی مصروفیات کے باوجود عربی کی بعض دقیق کتابوں کے تراجم اور درس نظامی کی متعدد شروح و حواشی کا کام جس برق رفتاری سے انجام دیا اس کی مثال میرے نزدیک موجودہ ماحول میں مشکل ہی سے ملتی ہے۔

ان کے علمی اور تصنیفی پروگرام سے مجھے دلچسپی رہی اور انھوں نے میری بہت سی ترمیمات اور مشوروں کو قبول کرتے ہوئے ان کی روشنی میں فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنی تصنیفی خدمت کو جاری رکھا اور آج خدا کے فضل و کرم سے ان کی متعدد کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آرہی ہیں۔

ایسے نوجوان، محنت کش اور باصلاحیت افراد کی علمی حلقوں میں حوصلہ افزائی کی جائے تو بلاشبہ یہ اہل علم اور ارباب مذاہب کے حلقوں میں نمایاں خدمات انجام دے سکتے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے حوصلوں کو بلندی اور ان کی علمی کاوش کو حسن قبول عطا فرمائے

آمین!

وحید الزماں

خادم دارالعلوم دیوبند

۱۸/۶/۱۴۰۴ھ

نوٹ:- طلبائے عزیز ذہن میں رکھیں کہ آنے والی عربی عبارتوں میں زیر تشدید کے نیچے اور زیر تشدید کے اوپر دیا گیا ہے جیسے " " پرانی کتابوں میں یہ زیر حرف کے نیچے اور زیر حرف کے اوپر آتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیْنَ وَعَلٰی اٰلِهِ الطَّاهِرِیْنَ وَصَحَابَتِهِ اَجْمَعِیْنَ

تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جو دونوں جہان کا پالنہار ہے اور صلوٰۃ و سلام ہو ہمارے سردار محمد پر جو نبیوں کے خاتم ہیں اور آپ کی پاک اولاد اور آپ کے تمام صحابہ کرام پر۔

تشریح و مطالب :- | متقدمین سے لے کر متاخرین تک یہ قاعدہ اور یہ طریقہ چلا آرہا ہے کہ وہ اپنی کتاب شروع کرنے سے قبل اصل مقصود اور اصل کتاب کے لکھنے اور اسے لوگوں کے سامنے

پیش کرنے سے پہلے چند باتیں اپنے قارئین کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ اولاً حمد باری کا ذکر کرتے ہیں، اس لئے کہ حدیث پاک میں آتا ہے کل امر ذی بال لم یبدأ بحمد اللہ فهو اقطع وابتر۔ یعنی ہر کام جو بلا اسم باری کے شروع کیا تو وہ دم کٹا اور ادھورا رہ جائے گا۔ اب اس کے ذکر کرنے اور لکھنے کی چند وجہیں ہو سکتی ہیں اولاً یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے مدد طلب کر رہا ہو (۲) برکت کیلئے ذکر کیا ہو (۳) مصاحبت کے لئے لکھا ہو۔ اس کے علاوہ بھی چند اغراض ہیں۔ لیکن مصاحبت کے علاوہ میں کچھ خرابیاں ہیں اور کچھ اسقام سے خالی نہیں، اس لئے کہ اگر استغاثت کے لئے مان لیا جائے گویا کہ اسم باری کو ایک چیز کے حصول میں آلہ کار بنایا گیا۔ اور جب ایک دنیا کار بننے والا انسان اس بات کو اپنے لئے کسر شان سمجھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ اس کے نام سے اور اسے وسیلہ بنا کر کوئی چیز اور مرتبہ حاصل کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس سے کہیں بالا و برتر ہے اسلئے اس میں سوء ادبی ہے۔ اور اگر صرف برکت کے لئے استعمال کیا گیا تو یہ بھی خرابی سے خالی نہیں اس لئے کہ ذکر باری سے مقصود صرف برکت ہی نہیں اور صرف اسمیں منحصر نہیں۔ ذکر باری دوسرے ناموں سے بھی ہو سکتا ہے مگر اس کے استعمال کی وجہ یہ ہے کہ یہ جملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام خطوط میں موجود ہے اس وجہ سے اس کے ذکر کرنے میں ایک طرح سے سنت نبوی پر عمل ہو جاتا ہے۔

بسم اللہ کے ب میں آٹھ احتمالات ہیں (۱) یہ کہ فعل ہو (۲) اسم ہو، لیکن فعل اور اسم دونوں کی دو قسمیں ہیں (۳) یا تو اسم خاص ہو گایا عام۔ اسی طرح فعل یا تو خاص ہو گایا عام۔ اب اگر اسے مان لیا جائے تو خاص ماننا پڑے گایا عام۔ اسی طرح اسم مانا جائے تو اس صورت میں بھی یا تو خاص ماننا پڑے گایا عام۔ اب اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ فعل کی صورت میں دو قسمیں ہوں گی اور اسم ماننے کی صورت میں بھی دو قسمیں ہو گئی۔ اب یہ چار قسمیں ہو گئیں اسے مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ لفظ زید ہے اسے بول کر یا تو خاص ذات زید مراد ہو گی یا عام اس لئے ہو سکتا ہے کہ زید نام کے کئی افراد ہوں اور وہ ان میں سے کسی کو خاص نہیں کر رہا ہے۔ فعل کی مثال یوں ہو گی کہ لفظ ضرب ہے اسے بول کر یا تو خاص فرد مراد لی جائے گی یا عام اسے جو بھی مانا جائے لیکن پھر بھی اس میں دو احتمال باقی رہ جاتا ہے کہ اسے مقدم مانا جائے یا مؤخر۔

لیکن اب دیکھنا یہ ہے کہ یہاں کیا مانا جائے۔ یہاں پر بہتر یہ ہے کہ فعل تسلیم کر لیا جائے اس لئے کہ اسم ماننے کی صورت میں ایک خرابی یہ ہو گی کہ اسم کا عمل مصدر کے ذریعہ ہوتا ہے اور جو عمل اسم مصدر کرتا ہے وہ بطریق افعال کے

ہوتا ہے اس لئے زیادہ لائق و مناسب اور آسانی و سہولت اسی بات میں ہے کہ اسے فعل مان لیا جائے۔ اب اس بات کا معلوم ہونا ضروری ہے کہ خاص اور عام سے کیا مراد ہے۔ پہلے یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ ہر انسان کا مقصد اور ارادہ الگ الگ ہوتا ہے اور ایک وقت میں وہ صرف ایک ہی کام انجام نہیں دیتا ہے اس لئے جو شخص سفر کر رہا ہو گا وہ تو اس طرح نیت کرے گا کہ بسم اللہ اسافر۔ یا پڑھنے والا نیت کرے گا اقرأ تو یہاں پر یہ خاص ہو گیا یعنی صرف ایک فعل خاص کے لئے بسم اللہ کر رہا ہے اور عام یہ ہیکہ مطلق نیت کرتا ہو۔ بسم اللہ کے بعد کسی خاص چیز کی نیت و ارادہ نہ کرے۔ اب رہی یہ بات کہ تقدیم و تاخیر سے کیا مراد ہے اس کے جاننے سے پہلے ایک مقدمہ سامنے رکھئے تاکہ اس کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ تقدیم کے بارے میں تو معلوم ہی ہو گا یہاں کسی کے مؤخر کرنے کے بارے میں چند وجہیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ جسے اولاً ذکر کرنا مناسب تھا اس کو مؤخر کرنے سے تخصیص کا ارادہ ہوتا ہے جسے بلاغت کی اصطلاح میں قصر سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن اس تخصیص کی چند وجہیں ہیں جن کی بنا پر یہ کام کیا جاتا ہے ایک قصر افراد ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں اور لوگ بھی شریک تھے مگر ایک کو صرف مراد لیا گیا ہے۔ اس وقت یہ بات نکلے گی کہ کفار مکہ جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتے اس وقت اپنے معبودوں کا ذکر کرتے اور ان کے نام سے شروع کرتے اس لئے یہاں پر مراد ایک ذات ہوگی اور کفار مکہ کے عقیدے سے نکلنا ہو گا اور ان کے اس عقیدے پر رد مقصود ہو گا۔ اور ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں پر قصر قلب ہو کہ مخاطب تو کچھ سمجھ رہا ہے مگر متکلم کچھ اور مراد لے رہا ہے اس وقت مطلب یہ ہو گا کہ کفار مکہ تو خیال کرتے تھے ان کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو چکی تھی کہ یہ مسلمان اللہ کے نام سے کسی کام کو شروع نہیں کرتے لیکن بسم کے بعد جب اللہ کو ذکر کیا تو یہ بات ثابت ہو گئی کہ ان کا یہ کہنا غلط ہے لیکن یہ توضیح عقل کو لگتی نہیں ہے، اس لئے کہ مؤخر ذکر کرنے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ قصر قلب ہی ہو اور اس لئے بھی کہ کفار مکہ صرف ایک بت کو نہیں ذکر کرتے تھے بلکہ ان کے بہت سے معبود تھے اور ہر بت الگ الگ کام کیلئے تھا لہذا قصر قلب مراد لینا صحیح اور مناسب نہ ہو گا۔ تیسری توضیح یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہاں مراد قصر تعین ہو کہ کس کو ذکر کیا جائے اور کس کا نام لیا جائے، آیا کہ اللہ سے شروع کیا جائے یا غیر اللہ سے لیکن یہ توضیح مسلمان سے بعید بلکہ ابعید ہے اس لئے کہ مسلمان کو کبھی اس معاملے میں شک ہو ہی نہیں سکتا۔ اس بیان سے اب یہ بات واضح طور پر کھل کر سامنے آگئی کہ یہاں پر قصر افراد مراد ہے ہکذا اخذت من حاشیة نور الابصار۔ شیخ الادب

فائدہ :- ان تمام توضیحات و تصریحات کی ضرورت صرف اس وجہ سے پیش آئی کہ جب مقصود ذکر اللہ ہے اور اسے مؤخر کیا گیا۔ اگر اللہ کو مقدم کر دیا جاتا تو ان توضیحات کی ضرورت ہر گز پیش نہ آتی۔

الحمد لله الخ جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ ہر مصنف چند چیزوں کو اولاً ذکر کرتا ہے، اولاً ہم نے اسم باری تعالیٰ کو بیان کر دیا اب یہاں حمد خدا کو مصنف نے ذکر کیا ہے اس کے بعد نعت رسول کو ذکر کریں گے۔ الحمد بلا عطف کے ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ ایک الگ برکت کا ذریعہ ہے اور بسم اللہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ الحمد پر الف لام کئی طرح کا ہو سکتا ہے، جیسا کہ الف لام کی کئی قسمیں ہیں (۱) الف لام جنس کا بھی ہو سکتا ہے اس وقت یہ معنی ہوں گے کہ تمام جنس حمد اس میں شامل ہیں اور یہی زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ یہاں پر مقصود حمد ہے اور

یہی اس مقام کے مناسب بھی ہے (۲) الف لام استغراق کا ہو، اس صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ تمام تعریفیں خواہ اس کا تعلق ذات خالق سے ہو یا مخلوق سے، سب اسی خدا کی مانی جائے گی، اس لئے کہ حقیقت اور اصل کے اعتبار سے تمام اچھائیوں اور برائیوں اور خوبیوں کا پیدا کر نیوالا اور بنانے والا وہی ہے اور اصل ہونے کی وجہ اسی کی طرف حمد منسوب کر دی گئی (۳) ایک احتمال یہ بھی ہے کہ الف لام معبود ذہنی ہو، اس وقت مطلب یہ ہو گا کہ جو حمد متکلم کے ذہن میں ہے وہ مراد ہے۔ اب یہاں ایک بات جان لینا ضروری ہے وہ یہ کہ مصنف نے یہاں حمد کو ذکر کیا حالانکہ شکر کو بھی بیان کر سکتے تھے لیکن اسے چھوڑ دیا آخر کیا وجہ ہے اب اسے جاننے کے لئے پہلے ان دونوں کی تعریفیں جان لینی ضروری ہوں گی۔

حمد۔ حمد کسی کی تعریف زبان سے بطور تعظیم کی جائے بعد کسی احسان کے، یعنی زبان سے کسی کی تعریف کرنا خواہ اس نے اس کے ساتھ کوئی احسان کیا ہو، یا کوئی احسان نہ کیا ہو۔ مختصر المعانی، تفسیر مدارک۔

شکر۔ کسی کی تعریف اس کے احسان کی وجہ سے خواہ زبان سے ہو یا اعضاء سے یا جوارح سے۔ مختصر آیوں سمجھ لیجئے کہ اگر کسی کی تعریف اسکے احسان کی وجہ سے بیان کی جائے خواہ کسی بھی طرح ہو تو اسے شکر کہیں گے، یہیں پر بطور خاص یہ بات یاد رکھئے کہ شکر تو خدا کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور شکر یہ انسان کے لئے، اور اگر کسی کی تعریف اس کے بڑے ہونے کی وجہ سے بیان کی جائے خواہ اس نے اس کے ساتھ کوئی احسان کیا ہو یا نہ کیا ہو، مگر حمد زبان سے ہوگی دوسرے اعضاء سے حمد کا تعلق نہ ہو گا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی تعریف تعظیماً بیان کی جاتی ہے، اس جگہ یہ اعتراض ہرگز نہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا احسان سب پر ہے اس لئے شکر کا لفظ استعمال کیا جانا چاہئے اس لئے کہ میں پہلے یہ بیان کر چکا ہوں کہ حمد کا تعلق دل سے ہے اور شکر کا تعلق احسان سے ہے، دوسرے حمد کو اس وجہ سے بھی بیان کیا تاکہ قرآن پاک سے مشابہت ہو جائے اس لئے کہ قرآن پاک میں ہے الحمد لله رب العالمین

رب۔ اس کی اصل رابب تھی الف کو حذف کر دیا گیا اور باء کو باء میں ادغام کر دیا رب ہو گیا۔ رب اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کے معنی ہوں گے پالنے والا، پرورش کرنے والا، اور اسی طرح اسے مصدر بھی مان سکتے ہیں لیکن اس صورت میں معنی یہ ہو گئے پالنا، پرورش کرنا۔ اسے بلا اضافت کے جس وقت استعمال کیا جائے گا اس وقت ذات باری مراد لی جائے گی اور جس وقت اضافت کے ساتھ استعمال کیا جائے گا اس وقت کسی اور کو مراد لیا جاسکتا ہے جیسے رب المال، رب الدار۔ لیکن حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے لایقل احدکم ربی ولیقل سیدی ومولائی (بخاری و مسلم) نیز اس جگہ یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا اِنَّه ربی احسن مثنوائی اسلئے کہ اس زمانہ میں درست اور جائز تھا، جس طرح دوسروں کو سجدہ کرنا لیکن شریعت مطہرہ نے اس سے روک دیا۔ ہکذا اخذت من العلامة

عالمین۔ عالم کی جمع ہے اور عالم ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ دوسری چیز کو جانا اور پہچانا جائے دنیا کو عالم اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس کے ذریعہ خالق دنیا کو جانا جاتا ہے، لیکن یہاں پر ایک بات بطور خاص جان لینا فائدہ سے خالی نہ ہو گا وہ یہ کہ جمع کی کئی قسمیں ہیں، شیخ الادب نے حاشیہ میں اسے بیان کیا ہے ہم انہیں سے یہاں نقل کرتے ہیں (۱) اسم جمع۔ اور اسم جمع اسے کہیں گے جو ایک جماعت پر بولا جائے جیسے قوم۔ کہ اس میں ہر طرح کے لوگ شامل ہیں مگر ایک ہی

لفظ سے تمام افراد کو بیان کیا جاتا ہے اور جس طرح جمع کو استعمال کیا جاتا ہے اور اسی کے تحت اس میں اس کے تمام افراد شامل ہو جاتے ہیں، اس طرح جمع لانے سے ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ الگ الگ ذکر کرنے سے انسان بچ جاتا ہے اور تطویل سے چھٹکارا جاتا ہے (۲) مطلق جمع۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی شئی کو یا ایک ہی اسم دوبار ذکر کرنا تھا اور اس صورت میں عطف کرنا پڑتا اس لئے ایک ہی میں بیان کر دیا جاتا ہے جیسے عمرین، حضرت ابو بکر و عمرؓ۔ شیخین حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کو (۳) اسم جنس مفرد۔ وہ ہے جو افراد پر بلا ماہیت کے دلالت کرے، یعنی جمع ذکر کرے مگر یہ نہ بتائے کہ کم ہے یا زیادہ جیسے پانی، مٹی، تیل (۴) اسم جنس جمعی۔ وہ یہ ہے کہ جمع ذکر بھی کرے اور اسکی تعداد کو بھی بتائے کہ کس مقدار میں ہے ان اقسام اربعہ کے ذہن نشین کر لینے کے بعد اب یہ دیکھئے کہ عالمین کس قسم میں ہے اسلئے کہ اس کے جمع کے بارے میں کافی اختلاف ہے مگر ان اقسام کے بعد کوئی خلیجان باقی نہیں رہ جاتی جو سمجھ میں نہ آئے۔ ابن مبارک وغیرہ کا یہ کہنا ہے کہ یہ اسم جمع خاص ہے اور خاص اس طور پر ہے کہ یہ ذی عقل کی جمع ہے لیکن اس کا مفرد نہیں آتا۔

والصلوة:- ہم نے ابھی ذکر کیا تھا کہ حمد کے بعد مصنف نعت رسول کو بیان کریں گے حمد خدا کے بعد اسی کے ساتھ بطریق عطف صلاۃ کو ذکر کیا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا تو احسان سب پر عام ہے خواہ وہ کافر ہو یا مسلم کسی کی کوئی تخصیص نہیں ہے اور منعم حقیقی وہی ہے، اس لئے اس کو پہلے بیان کیا، لیکن قاصد کا بھی انسان احسان مند ہوتا ہے اور اللہ کے احکامات جو بندوں پر اتارے گئے اور جس کے ذریعہ بندوں تک وہ احکام پہنچے وہ حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے اس لئے منعم حقیقی کے بعد ان کا ذکر کیا گیا۔ اہل لغت نے صلوٰۃ کے مختلف معانی ذکر کئے ہیں اور یہ اپنے اندر کئی معنی رکھتا ہے لیکن ہر ایک میں فرق ہے اس لئے کوئی پریشانی نہیں۔ صلاۃ کی نسبت جب ذات باری کی طرف ہو جاوے تو اس وقت رحمت کے معنی ہوں گے اگر یہ ملائکہ کی طرف منسوب ہو تو اس وقت اس کے معنی استغفار کے ہوں گے۔ لیکن اگر اہل ایمان کی طرف کی جائے تو اس وقت معنی دعا کے ہوں گے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ پوری زندگی میں درود بھیجنا فرض ہے ہر مجلس میں جب نام نامی آئے ایک مرتبہ درود بھیجنا واجب ہے اور ہر بار درود پڑھنا مستحب ہے درود نہ پڑھنے والوں کو حضور ﷺ نے بخیلوں میں شمار کیا ہے نیز ایک مرتبہ آپ مسجد نبوی میں منبر پر خطبہ دے رہے تھے حضرت جبرئیلؑ آئے اور کہا کہ وہ شخص ہلاک ہو جس کے سامنے حضور اکرم ﷺ کا نام نامی آئے اور وہ درود نہ پڑھے، آپ نے اس پر کہا آمین۔ اور ظاہر بات یہ ہے کہ اس سے بڑا بد نصیب کون ہو گا جس کیلئے حضور بد دعا کریں۔ والسلام:- یہ معنی میں تحیہ کے بھی ہو سکتا ہے اور سلامت کے بھی۔ بعض حضرات نے صلوٰۃ اور سلام میں فرق بیان کیا ہے کہ نبی در سل کیلئے علیہ الصلوٰۃ استعمال کیا جائے گا اور فرشتوں کے لئے علیہ السلام۔

سیدنا:- اسکی اصل سیود ہے واؤ اور یا ایک جگہ جمع ہو گئے، اس کا سکون دوسرے کو دیدیا اور واؤ کو یا کر دیا اور یا ع کو یا ع میں ادغام کر دیا سید ہو گیا۔ سید کے لغوی معنی آتے ہیں سردار کے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قوما السید کم اس لئے کہ حضرت سعد بن معاذ اس قوم کے رئیس اور سردار تھے اور آپ نے بھی ایک موقع پر ارشاد فرمایا انا سید ولد آدم ولا فخر۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً تمام انسانوں کے سردار ہیں

اسلئے ہر اعتبار سے آپ کیلئے سید کا لفظ استعمال کرنا صحیح ہے اور سید کا لفظ ہر بڑے کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے خواہ رتبہ کے اعتبار سے بڑا ہو یا بزرگی کے اعتبار سے بڑا ہو لیکن سید حضور پاک ﷺ کے خاندان والوں کو کہا جاتا ہے۔

محمدؐ: حضور اکرم ﷺ ابھی شکم مادر ہی میں تھے کہ فرشتہ نے ان کی ماں سے خواب میں آکر کہا کہ جو بچہ تمہارے پیٹ میں ہے اس کا نام احمد رکھنا لیکن جب عبدالمطلب نے سنا تو انھوں نے محمد نام رکھا۔ جب لوگوں نے ان سے سوال کیا تو کہنے لگے کہ میرا پوتا دنیا بھر کی ستائش و تعریف کا شایان قرار پائے لیکن قرآن پاک میں ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم۔ اس لئے مصنفؒ دوسرے ناموں کو چھوڑ کر اس جگہ محمد لائے تاکہ قرآن کے مطابق ہو جائے ویسے کتب سابقہ میں احمد موجود ہے اور قرآن نے بھی کتب سابقہ کو بیان کر کے احمد کا ذکر کیا ہے چنانچہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنی قوم کو اس بات کی خبر دی تھی یاتنی من بعدہ اسمہ احمد پ ۲۸۔ حضور کے اسمائے مبارکہ کی تعداد بعض حضرات نے تین سو لکھی ہے اور بعض نے ۹۹ خیر جو بھی ہوں مگر یہ دونوں اسمائے مبارکہ الہامی ہیں اور ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان دونوں اسماء کو عرب میں پہلے کسی نے نہیں رکھا تھا (ابن قیمؒ)۔

خاتم النبیین: آپ ﷺ کے من جملہ کمالات میں سے ایک کمال خاتم النبیین ہونا ہے کہ آپ کے بعد اب کوئی نبی و رسول نہیں آئے گا جیسا کہ خود حضور پاک ﷺ کا ارشاد گرامی موجود ہے جو اس کی طرف اشارہ کرتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا لا نبی بعدی اور یہ حضور کی ایک ایسی صفت ہے جو تمام صفات پر بھاری ہے اس لئے کہ نبی و رسول کے بعد شریعت پوری نہیں ہوتی تھی اس لئے یکے بعد دیگرے نبی و رسول آتے رہے۔ مگر حضور کو ایک ایسی شریعت دے کر بھیجا گیا کہ اس کے بعد کسی دوسری کتاب و شریعت کی ضرورت باقی نہ رہی اس لئے مصنفؒ نے اسی صفت کو اختیار کیا۔ یہ صفت کسی اور نبی کے ساتھ نہیں یہ صرف آپ کیلئے مخصوص ہے نیز یہاں پر نبی کو ذکر کیا رسول کو نہیں حالانکہ آپ جس طرح نبی تھے اسی طرح رسول بھی تھے پھر آخر نبی کو ذکر کرنے کی کیا وجہ تھی؟ اس کے جواب سے پہلے ایک بات جان لینی ضروری ہے کہ نبی و رسول میں کچھ فرق بھی ہے یا دونوں ایک ہیں۔ بعض حضرات نے ان کے اندر یہ فرق کیا ہے کہ رسول وہ ہے جو صاحب شریعت ہو اور اس کے پاس کتاب ہو اور نبی وہ ہے جس کے پاس نہ کتاب ہو اور نہ نئی شریعت بلکہ وہ دوسرے رسول کی شریعت لے کر آیا ہو، بلاشبہ نبی کے پاس وحی آتی ہیں لیکن وہ پہلی شریعت کی تبلیغ کرتا ہے نئی شریعت نہیں لاتا۔ یہاں پر مصنفؒ نے صفت نبی کو اس وجہ سے ذکر کیا ہے کہ یہ مقام نعت رسول میں ہیں اور درود و سلام کا تذکرہ کر رہے ہیں اور قرآن میں جہاں بھی صلاۃ کا ذکر کیا گیا وہاں صفت نبی ہے چنانچہ ارشاد باری ہے ان اللہ وملتکته یصلون علی النبی، یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما (سورہ جمعہ) مصنف قرآن کی اتباع کرتے ہوئے نبی کو ذکر کر رہے ہیں۔ نبی نباء سے ماخوذ ہے اور اسکے معنی خبر دینے کے ہیں، اور نبی مخبر یا خیر کے معنی میں ہے جیسے قاتل کے معنی قاتل اور مقتول دونوں آتے ہیں۔

آل: اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں کہ آل کا اطلاق کن لوگوں پر کیا جائے؟ (۱) حضرت جابر بن عبد اللہ اور ابوسفیان ثوری اور بعض شوافع تو یہ کہتے ہیں کہ آل میں وہ تمام لوگ شامل ہیں جو حضور پاک ﷺ کی اتباع کرتے ہیں اور آپ کے پیروکار ہیں (۲) حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ آل میں صرف بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب

شامل ہیں (۳) حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کا قول یہ ہے کہ صرف بنو ہاشم اس سے مراد ہیں (۴) بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اس میں صرف ازواج مطہرات، آپ کی صاحبزادیاں اور آپ کے داماد شامل ہیں، اور بعض لوگ تو اس طرف بھی گئے ہیں کہ آپ کے خدام اور اولاد کی اولاد بھی داخل ہیں (نوادر) مگر اس چوتھے قول کے قائل کا پتہ نہ چل سکا۔ یہاں پر آل سے مراد تمام مسلمان ہیں اس لئے کہ یہ مقام دعاء ہے مصنفؒ نے آل کو اس جگہ اس وجہ سے ذکر کیا کہ حضور پاکؐ نے درود میں خود لفظ آل کو بیان فرمایا ہے اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد الخ لہذا حدیث شریف سے مطابقت کے لئے اس جگہ ذکر کر دیا تاکہ حدیث کے مطابق ہو جائے۔

الطاہرین :- اس کا فائدہ یہ ہے کہ جیسا کہ حدیث شریف سے اس کا پتہ لگ سکتا ہے کہ آپ کی آل متقی ہے امراض باطنیہ اور ظاہریہ سے اس لئے کہ آپ کی آل وہی جماعت ہوگی جو شرک سے پاک ہوگی اور ظاہر ہے شرک سے بچنا اور اس سے پرہیز کرنا یہ امراض باطنی سے پاک ہونے کی دلیل ہے۔ اور فرقہ باطلہ پر رد بھی مقصود ہے جو ان کی عصمت کے قائل ہیں کہ ان لوگوں کا وہم و گمان غلط ہے اور اس کا صحت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ واللہ اعلم وصاحبہ :- اولاً آل کو ذکر کیا جس میں تمام امت محمدیہ (علیہ الف الف تحیۃ وسلام) آگئی تھی اور اس میں صحابہ کرام بھی شامل ہو گئے تھے، مگر حضرات صحابہ کا ایک الگ مقام و مرتبہ ہے اس لئے ان کا ذکر بطور خاص کر دیا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے رضی اللہ عنہم ورضوانہ کہہ کر ان کو تمام لوگوں سے ممتاز کر دیا ہے۔ لہذا مصنفؒ نے بھی ان کو بطور خاص بیان کر دیا صحابی صاحب کی جمع ہے لفظ ساقی کو کہتے ہیں مگر اصطلاح میں اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا جاتا ہے۔ صحابہ کی تعریف میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے، بعض حضرات کا کہنا ہے کہ جو حضور ﷺ کے ساتھ ایک مدت تک رہا ہو۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ صحبت نصیب ہو گئی ہو لیکن اسکی جامع تعریف یہ ہے کہ بحالت ایمان حضور ﷺ کی صحبت و رفاقت نصیب ہوئی ہو اور بحالت ایمان خاتمہ ہوا ہو۔

اجمعین :- صحابہ میں تمام صحابہ شامل ہو گئے تھے اس کے باوجود اجمعین لائے اس وجہ سے کہ حضرت عثمان غنیؓ کے شہید کئے جانے کے بعد سے لوگ ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے تھے چنانچہ بنو امیہ کا دور خلافت میں حضرت علیؓ کو برسر منبر برا بھلا کہا جاتا اور حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے اصحابی کالنجوم باہم اقتدیتم اقتدیتم اس لئے اجمعین لا کر ان لوگوں کی تردید کر دی جیسا کہ آج بھی لوگ اس قسم کے امراض میں مبتلا ہیں۔

قَالَ الْعَبْدُ الْفَقِيرُ إِلَى مَوْلَاهُ لِلْفَقِيرِ أَبُو الْإِخْلَاصِ حَسَنُ الْوَقَائِي الشَّرْبِلَاكِيُّ الْحَنَفِيُّ أَنَّهُ التَّمَسَّ مَنِي بَعْضُ الْأَخْلَاءِ (عَامِلَنَا اللَّهُ وَإِيَّاهُمْ بِلُطْفِهِ الْخَفِيِّ) أَنْ أَعْمَلَ مَقْلَمَةً فِي الْعِبَادَاتِ تَقَرُّبُ عَلَى الْمُتَبَدِّي مَا تَشْتَتِ مِنَ الْمَسَائِلِ فِي الْمَطْوَلَاتِ.

ترجمہ :- بندہ فقیر ابو الاخلاص حسن الوقائی حنفی خدائے بے نیاز کے دربار میں عرض پرداز ہے کہ کچھ دوستوں نے فرمائش کی (خدا ہماری اور ان کی بابت اپنی پوشیدہ مہربانیوں کو کام میں لائے) کہ میں چھوٹا سا رسالہ عبادات کے متعلق لکھوں (اور وہ رسالہ اس طرح کا ہو) کہ جو بڑی بڑی کتابوں میں پھیلے ہوئے مسائل ہیں وہ مبتدی کے ذہن نشین ہو جائیں۔
تشریح و مطالب :- یہاں سے مصنفؒ وجہ تصنیف بیان کر رہے ہیں کہ آخر کیا وجہ پیش آگئی کہ میں

نے اس قدر مختصر کتاب لکھنی شروع کی اور کتاب بھی عبادات میں۔ جب کہ اس موضوع پر بڑی بڑی کتابیں موجود تھیں اور مزید اس پر قلم فرسائی کی ضرورت نہیں تھی۔ ہاں ضرورت بعض دیگر موضوع پر تھی، کہ اسے منظر عام پر لایا جاتا لیکن دوستوں کی خواہش تھی اور ان کی دل شکنی بھی نہیں کرنی تھی اس لئے میں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور ساتھ ہی اللہ سے درخواست کی کہ اس کتاب کو پوری کر دے، نیز مصنف نے ایک بات بطور خاص بیان کی ہے تاکہ اس کتاب کے سمجھنے میں دشواری نہ ہو کہ یہ کتاب کس مسلک کی ہے اس لئے کہ اس میں جو مسائل بیان کئے جائیں گے وہ مطابق مسلک حنفی ہوں گے۔ اسی طرح اپنے نام اور کنیت کو بھی بیان کر دیا، اس سے چند باتیں اخذ کی جاتی ہیں اول یہ کہ آدمی کے لئے ضروری ہے کہ وہ جو کام انجام دے رہا ہے وہ کیوں؟ اور انسان کے لئے ایک مقصد کا ہونا ضروری ہے جس کے پیش نظر وہ منصوبے بنائے (۲) اگر کسی موضوع پر بہت سی کتابیں ہوں تو ضروری نہیں کہ اب اس موضوع پر کام نہ کیا جائے (۳) جائز و مباح امور میں دوستوں کی دل داری کی جائے، حتی الامکان ان کی دل شکنی نہ کی جائے، (۴) اگر کوئی کتاب تصنیف کی جائے تو اس میں نام اور جس مسلک پر لکھی جائے واضح کر دیا جائے، تاکہ قاری کو پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے (۵) اگرچہ اس پر قادر ہو مگر اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جائے تاکہ بآسانی ختم ہو جائے۔

فَاسْتَعْنُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی وَاجْتَنِبْ طَالِبًا لِلْثَوَابِ وَلَا اَذْكُرْ اِلَّا مَا جَزَمَ بِصِحَّتِهِ اَهْلُ التَّرْجِيحِ مِنْ غَيْرِ اِطْنَابٍ (وَسَمَّيْتُهُ) نُورُ الْاِيضَاحِ وَنَجَاةُ الْاَرْوَاحِ وَاللّٰهُ اَسْأَلُ اَنْ يَنْفَعَ بِهِ عِبَادَةً وَيُدَيِّمَ بِهِ الْاِفَادَةَ.

ترجمہ:- تو میں نے خدائے تعالیٰ سے مدد طلب کی اور ثواب کے تلاش و جستجو میں دوستوں کی خواہش پوری کرنے کو منظور کر لیا میں اس کتاب میں بلا طوالت کے ان ہی اقوال کو بیان کروں گا جس کی صحت پر اہل ترجیح نے وثوق و جزم کیا ہے اور میں نے اس کتاب کا نام نور الایضاح اور نجات الارواح تجویز کیا ہے اور اللہ سے درخواست ہے کہ وہ اپنے بندوں کو اس کتاب سے فائدہ پہنچائے اور اس کے فائدے کو دائم و قائم اور جاری و ساری رکھے۔

تشریح و مطالب:- اس جگہ سے مصنف بطور خاص ایک بات کو ذکر کر رہے ہیں اور وہ یہ کہ عام طور سے لوگ اس بات کا خیال نہیں رکھ پاتے کہ کس کے قول کو ذکر کریں اور کن لوگوں کے اقوال کو

ترک کر دیں اور اس سے صحیح و سقیم دونوں اقوال آجاتے ہیں اور کتاب بھی طویل ہو جاتی ہے اور پڑھنے والا بھی الجھن میں پڑ جاتا ہے اور اس کے درمیان کوئی فرق نہیں کر پاتا۔ اس لئے مصنف نے الاما جزم الخ سے اس بات کو واضح کر دیا کہ اس کتاب میں وہی باتیں اور انہی مسائل کو لایا جائے گا جس کے صحت پر اہل ترجیح نے اعتبار کیا ہے اور اسی کو اختیار کیا ہے۔ فقہ کے ماہرین کو سات طبقوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے پانچویں طبقہ کو اہل ترجیح کہا جاتا ہے اور وہ وہ حضرات ہیں جو ایک روایت کو دوسری روایت پر اس طرح ترجیح دیتے ہیں کہ یہ قول درایت کی رو سے اولیٰ یا صحیح ہے یا روایت کی رو سے اوضح۔ یا قیاس کے زیادہ مناسب ہے یا عوام الناس کے آسان اور سہل۔ اہل ترجیح میں سے علامہ ابن الہمام صاحب فتح القدیر، ابوالحسن صاحب قدوری وغیرہ شمار کئے جاتے ہیں۔ مصنف نے یہاں اہل ترجیح کا ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر اس کتاب میں کوئی ایسا مسئلہ نظر آجائے کہ جو روایت کی رو سے خلاف ہو تو اس وقت اعتراض نہ کیا جائے اس لئے کہ یہ مسئلہ اہل ترجیح کی

نظر میں روایت سے زیادہ درایت کی رو سے قوی تھا اس لئے یہاں وہی ذکر کر دیا گیا، اسی طرح اگر کوئی مسئلہ ایسا آجائے جو قیاس کے خلاف ہو اس وقت ہر گز یہ خیال نہ کیا جائے کہ غلط ہے بلکہ اہل ترجیح کے نزدیک عوام کیلئے زیادہ آسان تھا اگرچہ قیاس کے خلاف تھا اس لئے آسان کو وہاں پر بیان کر دیا لیکن یہاں پر یہ سوال ہر گز نہ کیا جائے کہ اہل ترجیح روایت کو کیوں ترک کر کے درایت پر عمل کرنے کو کہتے ہیں، جبکہ درایت روایت کے خلاف ہے۔ اہل ترجیح اس وجہ سے ایسا کرتے ہیں کہ دونوں صحیح ہے مگر ایک صورت مشکل ہے اور ایک آسان اس لئے وہ آسان صورت کو اختیار کرنے اور اس پر عمل کو کہتے ہیں نہ کہ اس بات کے کرنے کو کہتے ہیں جس کی شریعت میں اجازت نہیں ہے مصنفؒ اس سے قاری کو متنبہ کرنا چاہ رہے ہیں اور اس بات کو بتادینا مناسب خیال کر رہے ہیں اس لئے کہ اس کتاب کا مقصد ایک یہ بھی ہے کہ مبتدی طلبہ آسانی سے مسائل کا اختصار کر لیں اگر اسے نہ ذکر کرتے تو طلبہ اس جگہ پہنچ کر مشکلات کا سامنا کرتے۔ واللہ اعلم

ماہرین کے سات طبقے یہ ہیں (۱) مجتہد مطلق یا مجتہد فی الشرع۔ ایسا فقیہ جو بلا تقلید کے محض قرآن پاک اور احادیث مقدسہ اور اجماع کی روشنی میں قواعد اور اصول اساسی کو خود مرتب و مدون کرے اور فروعی احکام کو ان کے ذریعہ مستنبط کرے۔ جیسے امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ (۳) مجتہد فی المذہب یا مجتہد منتسب۔ ایسا فقیہ جس نے کسی مجتہد فی الشرع کے اصول لے کر احکام کا استنباط کیا ہو جیسے امام ابو یوسفؒ، امام زفرؒ۔ یہ اصول میں عموماً امام ابو حنیفہؒ کے تابع رہے ہیں لیکن فروعی احکام میں خود مجتہد رہے ہیں (۳) مجتہد فی المسائل یا مجتہد فی المذہب۔ ایسا فقیہ جو اپنے امام کے اصول لے کر صرف ایسے مسائل میں استنباط کرے جن کے متعلق کوئی روایت ان سے ثابت نہیں ایسے حضرات کسی ایسے مسئلے میں جس میں امام کی طرف سے کوئی تصریح ہو مخالفت نہیں کرتے خواہ یہ مسئلہ اصولی ہو یا فروعی، ان کا کام صرف یہ ہوتا ہے کہ ایسے مسائل میں جن میں امام سے کوئی روایت نہ ہو امام کے اصول و قواعد کو سامنے رکھ کر استنباط کریں مثلاً طحاوی، کرخی، شمس الانامہ حلوانی، شمس الانامہ سرخسی، فخر الاسلام بزدوی، قاضی خاں جیسے حضرات اسی درجہ کے ہیں (۴) اصحاب التخریج۔ وہ فقیہ جو محتمل اقوال اور ایسے مسائل کی تفصیل اور دلائل پیش کر سکیں جو چند احتمالات اور مختلف پہلو رکھتے ہوں جیسے ابو بکر رازیؒ (۵) اہل ترجیح اسکا تذکرہ پہلے کرچکا ہوں (۶) مفتی۔ یعنی ایسا عالم جو قوی، ضعیف، ظاہر روایت یا شاذ اور نادر میں امتیاز کر سکے جیسے صاحب کنز الدقائق، صاحب نقایہ، صاحب نور الایضاح، یا مصنف درمختار وغیرہ (۷) ایسے مقلد جو رطب و یابس صحیح و سقیم وغیرہ میں کچھ بھی امتیاز نہ کر سکیں، انکا مبلغ علم صرف اتنا ہو کہ مسائل حاضرہ کے متعلق نقول پیش کر سکیں جیسے دور حاضر کے مفتی صاحبان۔ (نور الایضاح، بحوالہ ردالمحتار) سمیتہ نور الایضاح الخ۔ علم ایک نور ہے اور اس پر عمل کرنے سے انسان فلاح یاب ہو سکتا ہے اس لئے مصنف نے اس کتاب کا نام نور الایضاح کے ساتھ ساتھ نجات الارواح رکھا، مصنف نے جس کی دعاء بارگاہ ایزدی میں کی تھی وہ بجمہ اللہ بارگاہ خداوندی میں مقبول ہو گئی اس لئے نور الایضاح ایک مقبول ترین کتاب درسیات میں مانی جاتی ہے اور ہر مدرسہ میں اسکی تعلیم دی جاتی ہے، بارگاہ صمدی میں احقر بھی تمنا لئے ہوئے عرض کرتا ہے کہ میری یہ کاوش بھی قبولیت کی نگاہ میں دیکھی جائے لوگ اس سے خوب استفادہ کریں، ساتھ ہی ساتھ نجات کا بھی ذریعہ بنے۔ آمین یا رب العالمین۔

کِتَابُ الطَّهَارَةِ

پاکی کے مسائل کا بیان

مقدمین کے یہاں ایک طریقہ اور قاعدہ رہا ہے کہ جب وہ کسی کتاب کو لکھتے ہیں تو اس میں عنوان کے طور پر چند چیزوں کو ذکر کرتے تھے۔ باب، فصل، کتاب۔ جہاں لفظ باب استعمال کرتے ہیں اسکے اندر متحد الانواع مسائل ذکر کرتے ہیں جیسے باب الوضوء اور جہاں لفظ فصل لکھتے ہیں وہاں متحد النصف مسائل لاتے ہیں اور جہاں کتاب کا تذکرہ کرتے ہیں وہاں مختلف الانواع مسائل لاتے ہیں لیکن کبھی کبھی باب کتاب کی جگہ استعمال کرتے ہیں (تقریر بخاری حضرت مدنی) کتاب اور کتابت دونوں کے معنی جمع کرنے کے آتے ہیں کتاب کو کتاب اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس میں بہت سی باتیں جمع ہوتی ہیں، کتاب کے اندر ہر طرح کا مسئلہ ذکر کیا جاتا ہے، طہارت اگر ”طاء“ کے کسرہ کے ساتھ ہو تو اس صورت میں آلہ طہارت مراد ہو گا یعنی جس سے پاکی حاصل کی جائے، اور اگر فتح کیا تھ ہے تو اس صورت میں مصدر ہو گا اور اسکے معنی ہوں گے پاک ہو نا، پاکی۔ اور اگر فتح کیا تھ ہے تو اس صورت میں وہ پانی ہو گا جو وضوء کرنے کے بعد بچ جائے۔ (مراتی الفلاح) اصطلاح میں طہارت کے معنی حدث اکبر اور حدث اصغر سے پاک ہونا۔

مصنف نے مقدمہ میں کہا تھا کہ یہ رسالہ عبادات کے بیان میں لکھا گیا ہے، اور یہاں پر طہارت کو بیان کر رہے ہیں حالانکہ طہارت کہاں عبادات کہاں؟ آخر مصنف نے ایسا کیوں کیا؟ اسکے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں ایک یہ کہ نماز ایک عظیم الشان عبادت ہے اور اس تک رسائی یوں نہیں ہو سکتی، اسی لئے قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے اِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ الْآيَةَ۔ یعنی جب نماز ادا کرنے کا ارادہ کرو تو اپنے چہرے کو دھوؤ! الخ صرف یہ نہیں فرمایا گیا کہ نمازیوں ہی پڑھ لو اس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ عبادت کے لئے طہارت ضروری ہے اس لئے پہلے طہارت ذکر کریں گے پھر بعد میں عبادت کا بیان کریں گے، نیز ایک حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ طہارت ایمان کا نصف (یا جزو) ہے (مسلم شریف) امام غزالی نے اس حدیث کی تشریح اس طور پر کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ طہارت کو نصف ایمان اسلئے کہا گیا کہ ایمان کے ہر درجہ میں نصف طہارت ہے (معارف مدنیہ جلد دوم) ابھی ایک بات باقی رہ گئی وہ یہ کہ اس کتاب الطہارت کے ذیل میں مختلف قسم کی طہارتوں کا ذکر کریں گے اس لئے ضروری تھا کہ اسکی جمع طہارات لاتے حالانکہ مصنف نے لفظ طہارت کو ذکر کیا ہے جو مفرد ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مصدر ہے اور مصدر تشبیہ اور جمع نہیں ہوا کرتا اور یہ اسم جنس ہوا کرتا ہے اور اسم جنس تمام کو علی الاطلاق شامل ہوا کرتا ہے اسی لئے یہاں پر جمع نہیں لائے۔ اسکا ایک جواب اور اس طرح دیا جاسکتا ہے کہ مصنف نے شروع ہی میں کتاب کا ذکر کر دیا ہے جس سے یہ بات خود ہی واضح ہو جاتی ہے کہ پاکی کی مختلف قسمیں بیان کی جائیں گی لیکن پہلا جواب زیادہ مناسب اور صحیح ہے صاحب شرح وقایہ نے اسی کو لیا ہے۔

الْمِيَاهُ الَّتِي يَجُوزُ بِهَا التَّطَهُّرُ سَبْعَةُ مِيَاهٍ مَاءُ السَّمَاءِ وَمَاءُ الْبَحْرِ وَمَاءُ النَّهْرِ وَمَاءُ الْبَيْتْرِ وَمَاءُ ذَابٍ مِنَ الثَّلْجِ وَمَاءُ الْبَرْدِ وَمَاءُ الْعَيْنِ .

ترجمہ:- وہ پانی جس سے پاکی حاصل کرنا جائز ہے وہ پانی سات قسم کا ہے (۱) آسمان کا پانی (۲) دریا کا پانی (۳) نہر کا پانی (۴) کنویں کا پانی (۵) برف سے پگھلا ہوا پانی (۶) اولے کا پانی (۷) چشمہ کا پانی۔

(ح-۱) آسمان کا پانی اس وجہ سے پاک ہے کہ قرآن کریم میں اس کے بارے میں صراحت تشریح و مطالب :- موجود ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا الخ اس آیت

سے بارش کا پانی پاک ہو گیا اور اس میں کسی قسم کا اشکال نہ رہا، سمندر کا پانی بھی پاک ہے اور اسے اس وجہ سے بیان کیا کہ اس پانی میں کڑوا پن ہوتا ہے اور اسکے مزے میں بھی ایک قسم کا تغیر ہوتا ہے اسی لئے صحابہ کرامؓ نے اس کے بارے میں سوال کیا اس لئے کہ اس میں جو جانور رہتے ہیں ان میں بعض ناجائز اور حرام ہیں اسی طرح اس میں باہر سے بھی گندگی ڈالی جاتی ہے اس لئے اس میں شک پیدا ہو گیا نیز ایک حدیث میں اس کو مار کہا گیا ہے اس لئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا هو الطهور ماء یعنی اس کا پانی پاک ہے۔ ترمذی

ماء ذاب من الثلج :- میں الثلج کی قید اس وجہ سے لگائی کہ اس پانی سے وضوء جائز نہیں جو نمک سے نکلا ہو اور نمک سے پانی نکلتا ہے اس لئے اس کو بطور قید کے ذکر کر دیا تاکہ اب احتمال باقی نہ رہ جائے میاہ ماء کی جمع ہے اصل میں مواء تھا اور امواہ جمع قلت ہے۔ پانی کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ وہ ایک جوہر ہے جو لطیف و شفاف اور سیال ہو۔
ثُمَّ الْمِيَاهُ عَلَى خَمْسَةِ أَقْسَامٍ طَاهِرٌ مُطَهَّرٌ غَيْرُ مَكْرُوهٍ وَهُوَ الْمَاءُ الْمَطْلُوقُ وَطَاهِرٌ مُطَهَّرٌ مَكْرُوهٌ وَهُوَ مَا شَرِبَ مِنْهُ الْهَرَّةُ وَنَحْوُهَا وَكَانَ قَلِيلًا وَطَاهِرٌ غَيْرُ مُطَهَّرٍ وَهُوَ مَا اسْتَعْمَلَ لِرَفْعِ حَدَثٍ أَوْ لِقُرْبَةٍ كَالْوَضُوءِ عَلَى الْوَضُوءِ بِنَيْتِهِ وَيَصِيرُ الْمَاءُ مُسْتَعْمَلًا بِمَجْرَدِ انْفِصَالِهِ عَنِ الْجَسَدِ .

ترجمہ:- پھر پانی کی پانچ قسمیں ہیں (۱) پاک ہو پاک کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ کرہیت سے خالی ہو اور وہ ماء مطلق ہے (۲) پاک ہو پاک کرنے کی اہلیت رکھتا ہو لیکن اس پانی میں کرہیت ہو اور وہ ایسا پانی ہے کہ جسے بلی نے پی لیا ہو یا بلی جیسے دوسری جانور نے اور وہ پانی تھوڑا رہا ہو (۳) خود پاک ہو مگر دوسرے کو پاک کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اور وہ ایسا پانی ہے جس کو حدث کے رفع کرنے یا قربت و ثواب کے قصد سے استعمال کیا گیا ہو جیسے وضوء پر وضوء ثواب کی

(حاشیہ ۱۰) جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ نماز کے لئے طہارت ضروری ہے تو اب یہ بتلادینا ضروری تھا کہ کن کن چیزوں سے طہارت حاصل کی جاسکتی ہے لہذا مصنفؒ نے سب سے پہلے ان چیزوں کا ذکر کیا جس سے طہارت حاصل کی جاسکتی ہے اس پر ایک اشکال پڑتا ہے کہ پانی کے علاوہ مٹی سے طہارت حاصل کی جاسکتی ہے اس لئے کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ فَاِنْ لَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا بِسَعِيدٍ طَيِّبٍ۔ اس لئے مصنفؒ کو مٹی کا بھی ذکر کرنا چاہئے تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں پہلے پانی کا ذکر ہے بعد میں مٹی کا اس لئے پہلے پانی کے احکام بیان کرتے ہیں بعد میں مٹی کا بیان کریں گے۔ مصنفؒ نے ماء العین کہا ہے یعنی پانی کو اضافت کے ساتھ ذکر کیا ہے تو یہاں پر کون سی اضافت مراد ہے آیا تعریف کے لئے ہے یا تسمیہ کیلئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر تعریف کیلئے ہے اور اسکی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ تسمیہ کے لئے ہوگی تو اسے پانی نہیں کہا جاسکتا بلکہ ماء گلاب کی طرح خاص کرنا پڑے گا۔ (حاشیہ نور الایضاح)

نیت سے۔ اور پانی مستعمل ہو جاتا ہے بدن سے جدا ہوتے ہی۔

تشریح و مطالب :- ثم المياه الخ اب یہاں سے مصنف پانی کے اقسام باعتبار طہارت، نجاست اور کراہت کے بیان کرنا چاہتے ہیں۔ مطلق پانی سے مراد وہ پانی ہے کہ جب صرف پانی کہا جائے تو اول مرحلہ میں ذہن اسی کی طرف جائے اس لئے دیگر پانیوں کو اضافت تفسیدی کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے جیسے سونف کا پانی، گلاب کا پانی (مراقی الفلاح) بلی کا جھوٹا مکروہ ہے اس لئے کہ یہ گھریں ہر وقت آتی جاتی رہتی ہے اگر اس کے جھوٹے کو ناپاک قرار دے دیا جائے تو اس سے بہت نقصان ہوں گے اس کے بارے میں ائمہ کے مختلف اقوال ہیں امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک سورہ ہرہ طاہر لیکن مکروہ ہے۔ بعض امام کا قول یہ ہے کہ مکروہ تحریمی ہے۔ اور امام کرخی کا مسلک یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے اور یہی مناسب بھی ہے لیکن امام مالک تو تمام درندوں کا جھوٹا ناپاک قرار دیتے ہیں الا خنزیر۔ اور امام شافعیؒ سوائے کتے اور خنزیر کے اور تمام کے جھوٹے کو ناپاک قرار دیتے ہیں اور سورہ ہرہ کو بلا کر اہت پاک مانتے ہیں، لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس وقت مکروہ ہو گا جب دوسرا پانی موجود ہو اور اگر سامنے چوہا کھا کر پانی میں منہ ڈال دے اس وقت نجس ہو جائے گا (معارف مدنیہ) (۱) بلی جیسے جانور سے مراد مرغی، شکاری پرندے، سانپ، چوہا اور ایسے حرام جانور جن میں بہتا خون ہو مگر ان سے بچنا مشکل ہے۔ ہاں رہے وہ جن میں بہتا خون نہیں ہے جیسے گھسی، مکڑی، مچھر وغیرہ تو ان کا جھوٹا ناپاک نہیں بلکہ اگر وہ مر بھی جائیں تب بھی پانی ناپاک نہیں ہوتا (ایضاح الاصابح) بحوالہ ط۔ م۔ مگر یہ خیال رہے کہ یہ احکام گھریلو بلی کے بارے میں ہیں جنگلی بلی کا جھوٹا ناپاک ہے۔

كان قليلاً:۔ یہ قید اس وجہ سے لگائی کہ اگر ماء کثیر ہو تو اس میں کوئی نقصان نہیں آتا، اس کے بارے میں ظاہر مذہب یہ ہے کہ جس کو دیکھنے والا قلیل سمجھے اس کی تفصیل آگے آرہی ہے وہاں بیان کی جائے گی۔

ظاہر غیر مطہر یعنی بنفس ذاتہ تو وہ ناپاک ہے مگر اس کے اندر اب اس بات کی اہلیت باقی نہیں رہی کہ اس سے پاکی حاصل کی جاسکے اور اسکی وجہ جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتی ہے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب مسلم یا مؤمن وضو کرتا ہے اور اپنے چہرے کو دھو تا ہے تو ہر خطا اس سے نکل جاتی ہے پانی ہی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطروں کے ساتھ، اس طرح اور اعضاء کے لئے ارشاد فرمایا ترمذی۔ اسی طرح نسائی کی ایک حدیث میں آتا ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم ہاتھ دھو تے ہو تو اس کے ساتھ ہی ساتھ ناخنوں سے بھی خطایا نکل جاتے ہیں اسی طرح اور اعضاء کے بارے میں فرمایا چنانچہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کی طرف ایک واقعہ منسوب کیا جاتا ہے اور آپ کے کشفی حالات کو بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک آدمی وضو کر رہا تھا آپ نے اس سے فرمایا کہ والدین کی نافرمانی چھوڑ دو اس لئے کہ امام صاحب دیکھ رہے تھے کہ تمام گناہ وضو سے نکل رہے ہیں مگر والدین کی نافرمانی باقی ہے اور اس کا گناہ اپنی جگہ برقرار ہے ان باتوں کے جان لینے کے بعد اب اس کے غیر مطہر ہونے کی وجہ سمجھ میں آگئی ہوگی۔

رفع حدث و بنیہ:۔ کی قید اس وجہ سے لگانے کی ضرورت پیش آئی نیز ایک بات جان لینی ضروری ہے اور وہ یہ کہ لگاتار وضو کرنا مکروہ ہے لیکن اگر مجلس بدل گئی ہو تو اس صورت میں کراہت سے بچ جائیگا (حاشیہ نور الایضاح)

وبصیر الماء مستعملاً الخ یہاں سے مصنف صرف ماء مستعمل کی تعریف کر رہے ہیں کہ پانی کب غیر مطہر ہوگا آیا ایک جگہ سے جدا ہونے کی وجہ سے یا بدن سے الگ ہو جانے کے وقت۔ چونکہ بعض حضرات اسی کے قائل تھے کہ ایک جگہ سے منتقل ہونے کے بعد پانی مستعمل کہلاتا ہے۔ لیکن حضرت مصنف ان لوگوں کی تردید کرتے ہیں کہ نہیں پانی اس وقت مستعمل کہلائے گا جب بدن سے جدا ہو جائے، یہاں پر ایک بات اور جان لینی ضروری ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر بنیت وضو یا بنیت ازالہ حدث کیا ہے اس وقت وہ پانی مستعمل کہلائے گا۔ امام شافعیؒ کے نزدیک بھی اگر ازالہ حدث کی نیت سے کیا ہے تو پانی مستعمل کہلائے گا۔

وَلَا يَجُوزُ بِمَاءٍ شَجَرٍ أَوْ ثَمَرٍ وَلَوْ خَرَجَ بِنَفْسِهِ مِنْ غَيْرِ عَصْرِ فِي الْأَظْهَرِ وَلَا بِمَاءٍ زَالَ طَبْعُهُ بِالطَّبَخِ أَوْ بَغْلَبَةٍ غَيْرِهِ عَلَيْهِ وَالْغَلْبَةُ فِي مُحَاظَةِ الْجَامِدَاتِ بِاخْرَاجِ الْمَاءِ عَنْ رِقَّتِهِ وَسِيلَانِهِ وَلَا يَضُرُّ تَغْيِيرُ أَوْصَافِهِ كُلَّهَا بِجَامِدٍ كَزَعْفَرَانٍ وَفَاكِهَةٍ وَوَرَقِ شَجَرٍ وَالْغَلْبَةُ فِي الْمَانِعَاتِ بِظُهُورِ وَصْفٍ وَاحِدٍ مِنْ مَنَاعٍ لَهُ وَصَفَانِ فَقَطْ كَاللَّبَنِ لَهُ اللَّوْنُ وَالطَّعْمُ وَلَا رَائِحَةً لَهُ وَبِظُهُورِ وَصْفَيْنِ مِنْ مَنَاعٍ لَهُ ثَلَاثَةٌ كَالْخَلِّ وَالْغَلْبَةُ فِي الْمَنَاعِ الَّذِي لَا وَصْفَ لَهُ كَالْمَاءِ الْمُسْتَعْمَلِ وَمَاءِ الْوَرْدِ الْمُنْقَطِعِ الرَّائِحَةِ تَكُونُ بِالْوَزْنِ فَإِنْ اخْتَلَطَ رَطْلَانِ مِنَ الْمَاءِ الْمُسْتَعْمَلِ بِرَطْلٍ مِنَ الْمُطْلَقِ لَا يَجُوزُ بِهِ الْوُضُوءُ وَبِعَكْسِهِ جَازٌ.

ترجمہ:- درخت اور پھل کے پانی سے وضو جائز نہیں ہے اگرچہ بلا نچوڑے نکلا ہو، ظاہر روایت کی رو سے اور اس پانی سے بھی وضو جائز نہیں ہے کہ جس کی ماہیت اصلی پکانے کی وجہ سے ختم ہو گئی ہو یا کسی دوسری چیز کے اس کے اوپر غالب آجانے کی وجہ سے۔ منجمد چیزوں کے ملنے میں غالب آنے کا مطلب یہ ہے کہ پانی کا وقت وسیلان بدل جائے اور جامد چیزوں کے ملنے کی وجہ سے اس کے تمام اوصاف کا بدل جانا کوئی مضر نہیں جیسے زعفران، پھل، درخت کا پتہ اور بننے والی چیزوں میں غلبہ کی صورت یہ ہوگی کہ اگر اس کے دو اوصاف ہیں تو ایک وصف پانی میں ظاہر ہو جائے جیسے دودھ کہ اس میں رنگ اور مزہ دونوں ہوتا ہے لیکن اس میں بو نہیں پائی جاتی، اور جس میں تین اوصاف ہوں اس میں دو کے بدل جانے سے غلبہ تسلیم کر لیا جاتا ہے جیسے سرکہ اور جس بننے والی چیز میں کوئی وصف ہی نہ ہو جیسے استعمال شدہ پانی اور عرق گلاب جس کی خوشبو ختم ہو گئی ہو اس میں غلبہ کا اعتبار وزن سے ہوگا تو اگر استعمال شدہ پانی کا دور طل ایک رطل ماء مطلق میں مل جائے تو اس پانی سے وضو کرنا جائز نہیں ہوگا ہاں اگر اسکے برخلاف ہو تو درست ہوگا۔

اب یہاں سے مصنف ان پانیوں کا ذکر اور ان کے احکامات کو بیان کر رہے ہیں جو اضافت تشریح و مطالب:- [تقییدی کے ساتھ موسوم ہیں گویا کہ جو احکامات یہاں سے بیان کر رہے ہیں وہ پانی کی تیسری قسم ہے اس لئے درخت سے نکلے ہوئے کو کوئی پانی نہیں کہتا بلکہ اس کو عرق اور رس کہا جاتا ہے۔

فی الاظہر:- کی بید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس کے خلاف بھی ایک قول ہے لیکن وہ درست اور قابل عمل نہیں ہے، درخت کا پانی جیسے کیلے کے درخت سے پانی نکلتا ہے، پھل کا پانی جیسے تربوز۔ پانی کی طبیعت اصلیہ یہ ہے جسے مرآت الفلاح نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے رقیق ہونا، بہنا، سیراب کرنا اور اگانا۔ پکانے کی صورت میں

اس وقت اس کے اندر اگانے کی صلاحیت رہ جاتی ہے نہ سیراب کرنے کی اسی طرح اس کے اندر رقت نہیں رہ جاتی نیز بالطح کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر اس میں چناو غیرہ کو بھگو دیا جائے تو اس پانی سے وضو کرنا اور حدث کو زائل کرنا جائز و درست ہو گا اور اسکے پاک ہونے میں کسی قسم کا شک نہیں رہتا۔ اس لئے کہ صرف بھگونے کی وجہ سے اس کا اثر اس میں نہیں آتا اور جب اس کا رس پانی میں پکادیا جاتا ہے تو وہ پکنے کی وجہ سے اس کے اثرات پانی میں آجاتے ہیں لیکن اگر پکانے میں یہ نیت ہو کہ پانی میں نکھار پیدا ہو جائے جیسے پیری کی پتی ڈال کر میت کے لئے پانی پکایا جاتا ہے تو اس صورت میں کوئی اشکال نہیں ہے اس لئے کہ اس سے مقصود پانی کی طہارت ہوتی ہے نہ کہ پیری کے پتی کے۔ اور چناو غیرہ میں جو پکایا جاتا ہے وہاں اصل مقصود چناو دال ہوتی ہے دوسری بات یہ ہے کہ پکانے کی وجہ سے اس چیز کے تمام اجزاء پانی میں آجاتے ہیں اور صرف پانی میں کسی چیز کے ڈال دینے سے یہ بات نہیں ہوتی۔

والغلبة الخ :- اب یہاں سے ان صورتوں کو بیان کرنا چاہ رہے ہیں کہ جو بلا پکائے ہوئے پیش آ جاتی ہیں اور اسکے ملنے کی وجہ سے پانی کا اثر بدل جاتا ہے لیکن یہ غلبہ صرف ایک طرح کا نہیں ہے بلکہ اسکے مختلف اقسام ہیں اسلئے اب یہاں انکی ہر اقسام کو الگ الگ ذکر کر رہے ہیں۔ اگر پانی میں کوئی جامد چیز مل گئی ہو جس کی وجہ سے اب پانی میں تغیر واقع ہو گیا ہو اس کی رقت باقی نہ رہی ہو مثلاً اگر اسے کپڑے میں ڈال کر چھانا جائے تو وہ اس سے نہ نکلے۔ اسی طرح اگر اسے کسی عضو پر ڈالا جائے تو وہ وہاں سے دوسری جگہ نہ جائے بلکہ وہ وہیں پر رکا رہے لیکن اگر ان دونوں اوصاف میں کوئی فرق نہیں آیا ہے تو اس صورت میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہی سمجھا جائیگا کہ شئی قلیل کی ملاوٹ ہوئی ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہکذا فی الجوہرۃ والغلبة فی المانع الخ :- اب یہاں سے ان چیزوں کو بیان کر رہے ہیں جو از قبیل مائعات ہیں لیکن مائعات کی کئی قسمیں ہیں لہذا ہر ایک کو الگ الگ بیان کر رہے ہیں۔ بعض وہ ہیں جن میں دو وصف ہے اس میں ایک وصف کے بدل جانے سے پانی کا حکم بدل جائے گا جیسے دودھ کہ اس میں صرف رنگ یعنی سفید ہوتا ہے اور مزہ ہوتا ہے اور ایک وہ ہے کہ اس کے تین اوصاف ہیں رنگ، مزہ، بو۔ جیسے سرکہ کہ اس میں یہ تینوں اوصاف پائے جاتے ہیں اب اگر سرکہ کے دو وصف پانی میں غالب آگئے تو پانی پانی نہ رہا بلکہ اب مقید ہو جائیگا اس لئے کہ ملنے والی شئی زیادہ ہوگی اور اکثر کا حکم کل پر لگادیا جاتا ہے لیکن بعض چیزیں وہ ہوتی ہیں کہ جن میں ان اوصاف میں سے کوئی دو وصف پایا ہی نہیں جاتا اس میں غلبہ کا اعتبار پیمائش اور ناپ تول کے ذریعہ کیا جائیگا جیسے استعمال شدہ پانی کہ اس میں نہ مزہ ہے نہ رنگ ہے اور نہ بو ہے یعنی اس میں کوئی تغیر نظر نہیں آ رہا ہے تو اب اس میں کثرت اور قلت کا اعتبار کیا جائے گا مثال کے طور پر یوں سمجھ لیجئے کہ اگر دو کلو ماء مستعمل ایک کلو ماء مطلق میں مل گیا تو اس سے وضو کرنا یا حدث کا زائل کرنا درست نہ ہوگا لیکن اگر بجائے ماء مستعمل دو کلو ہونے کے ایک کلو ہو اور ماء مطلق دو کلو تو وضو وغیرہ کرنا صحیح ہوگا۔

اسے یوں سمجھ لیجئے کہ جو چیز مل رہی ہے اس کی چند ہی صورتیں ہوں گی وہ یا تو منجمد ہوگی یا بہتی ہوئی ہوگی پھر اگر وہ تر ہے تو اس کی چند صورتیں ہوں گی یا تو اس کے اوصاف تین ہوں گے یا دو ہوں گے یا کوئی ایک وصف ہو گا یا کوئی دو وصف ہی نہیں ہوگا۔ اب اگر کوئی شئی منجمد مل جائے تو اس صورت میں صرف رقت اور سیلان کا اعتبار کیا جائے گا اگر

ان دونوں میں کوئی فرق اور تغیر نہیں آیا ہے تو اس سے وضو کرنا جائز ہے ورنہ جائز نہ ہو گا ہاں اگر ملنے والی چیز جامد نہیں ہے بلکہ بہنے والی ہے تو اب یہ دیکھا جائے گا کہ اگر اس کے تین وصف ہیں تو دو وصف اور اگر اس کے دو وصف ہیں یا ایک وصف ہے تو اگر صرف ایک وصف پانی میں سرایت کر گیا تو وضو جائز نہیں اور اگر وہ ملنے والی چیز اس قسم کی ہے کہ اس میں کوئی وصف ہی نہیں ہے تو ایسی صورت میں اجزاء کا اعتبار کیا جائے گا اور اگر ملنے والے اجزاء کم ہیں تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔ ہکذا فی ایضاح الاصباح لمولانا محمد میاں

وَالرَّابِعُ مَاءٌ نَجَسٌ وَهُوَ الَّذِي حَلَّتْ فِيهِ نَجَاسَةٌ وَكَانَ رَاكِدًا قَلِيلًا وَالْقَلِيلُ مَا دُونَ عَشْرِ فِئِ
عَشْرٍ فَيَنْجَسُ وَإِنْ لَمْ يَظْهَرْ الرُّعَا وَالْأَثَرُ طَعْمٌ أَوْ لَوْنٌ أَوْ رِيحٌ وَالْخَامِسُ مَاءٌ مُشْكُوکٌ فِي طَهْوَرِيَّتِهِ وَهُوَ مَا
شَرِبَ مِنْهُ جِمَارًا أَوْ بَغْلًا.

ترجمہ:- چوتھا ناپاک پانی وہ پانی ہے جس میں نجاست سرایت کر گئی ہو اور وہ ٹھہرا ہوا کھپانی ہو اور قلیل وہ پانی ہے جو دودھ سے کم ہو تو یہ پانی ناپاک ہو جائے گا خواہ اس میں نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو اور پانی بہنے والا ہو اور اس میں ناپاک کا اثر ظاہر ہو گیا ہو اور اثر سے مراد رنگ مزہ بویہ پانچویں وہ پانی جسے پاک ہونے میں شک ہو گیا ہو اور دودھ ہے کہ جسے گدھے یا خیر نے پی لیا ہو۔

تشریح و مطالب:- اب یہاں سے مصنفؒ جو تھی قسم بیان کر رہے ہیں راکد کیا تھا قلیل کی قید لگا دی اس لئے کہ مائع راکد کی دو قسمیں ہیں قلیل اور کثیر، یہاں پر جو قسم بیان کرنا چاہ رہے ہیں وہ قلیل ہے اس لئے یہ شرط لگا دی۔ مقدار قلیل اور کثیر میں مختلف اقوال ہیں امام شافعیؒ قلتین کے علاوہ سب کو قلیل کہتے ہیں امام مالکؒ کے نزدیک قلیل اور کثیر میں کوئی فرق و امتیاز نہیں ہے امام ابو حنیفہؒ کا قول یہ ہے کہ دیکھنے والا جس کو قلیل سمجھے وہ قلیل اور جسے کثیر گمان کرے وہ کثیر جیسا کہ امام اعظمؒ کی یہ عادت ہے کہ رائے مبتلا بہ پر چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ دودھ میں تحدید کرنے کا قول امام اعظمؒ کا نہیں ہے بلکہ امام محمدؒ کی طرف منسوب ہے جب اس کے بارے میں ان سے سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کصحن مسجد هذا (معارف مدنیہ) لیکن اس میں پریشانی تھی تمام لوگ ایک طرح کے نہیں ہوتے اس لئے آسانی کے پیش نظر ایک قاعدہ بنا کر ایک اندازہ کر لیا گیا اور اسے دودھ میں مقید کر دیا گیا۔ چونکہ مصنفؒ نے شروع میں بیان کر دیا ہے کہ انہی اقوال کو ذکر کر دوں گا جسے اہل ترجیح نے تسلیم کیا ہے اور اہل ترجیح کا ایک کام یہ بھی ہے کہ یہ بتائیں کہ عوام الناس کو آسانی کس میں ہے چونکہ آسانی اس میں تھی اس لئے اس کو ذکر کر دیا۔ اب حوض یا تالاب کی چند صورتیں ہیں یاد کر لیجئے تاکہ آسانی ہو اگر مربع ہو تو کم از کم دس ذرع لبادس ذرع چوڑا ہونا چاہئے لیکن اگر گول ہو تو اس کا دائرہ بیالیس ذرع ہونا چاہئے لیکن اگر سہ کونہ ہو تو اس صورت میں ہر جانب سے ساڑھے پندرہ گز ہونا چاہئے اور اگر ان صورتوں کے علاوہ اس کی صورت مستطیل کی ہیں تو اس وقت صرف یہ دیکھا جائے گا کہ ہر چہار جانب سے ملا کر دودھ دودھ ہوتا ہے یا نہیں اگر ہو جاتا ہے تو کثیر ہے۔ شرح نقایہ، نور الاصباح

یہ تمام صورتیں اس کے چوڑائی اور لمبائی کی تھیں لیکن گہرائی کی صرف یہ مقدار ہونی چاہئے کہ چلو بھرتے وقت زمین نہ کھل جائے۔ مرقا

او جار یا الخ :- لیکن اگر ٹھہرا ہو پانی نہیں ہے بلکہ وہ ماء جاری ہے تو اس صورت میں جب تک نجاست کا اثر اس میں نہ ظاہر ہو جائے وہ ناپاک نہیں ہو سکتا۔

والخامس :- مصنفؒ نے اس میں ماء مشکوک کا ذکر کیا ہے لیکن اس لفظ مشکوک کو ابو طاہر و یاسؒ نے پسند نہیں کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ شریعت کے کسی احکام میں شک نہیں۔ لیکن یہ بات ضرور ہے کہ احتیاط کیا ہے اگر پانی ہو تو اسے استعمال نہ کرے اور اگر پانی نہ ہو تو اسے استعمال کرے اور حقیقہ کرے۔ حاشیہ نور الایضاح

(فصل) وَالْمَاءُ الْقَلِيلُ إِذَا شَرِبَ مِنْهُ حَيَوَانٌ يَكُونُ عَلَى أَرْبَعَةِ أَقْسَامٍ وَيُسَمَّى سُورًا الْأَوَّلُ طَاهِرٌ مُطَهَّرٌ وَهُوَ مَا شَرِبَ مِنْهُ آدَمِيُّ أَوْ فَرَسٌ أَوْ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ وَالثَّانِي نَجِسٌ لَا يَجُوزُ اسْتِعْمَالُهُ وَهُوَ مَا شَرِبَ مِنْهُ الْكَلْبُ أَوْ الْخِنْزِيرُ أَوْ شَيْءٌ مِنْ سَبَاعِ الْبَهَائِمِ كَالْفَهْدِ وَالذَّنْبِ.

ترجمہ :- فصل۔ جھوٹا پانی۔ ماء قلیل سے جب کسی جاندار نے پی لیا ہو تو اس پانی کی چار قسمیں ہوں گی (۱) پاک ہو پاک کرنے والا ہو، اور وہ ایسا پانی ہے جسے کسی انسان نے پی لیا ہو یا گھوڑے نے پی لیا ہو یا اس جانور نے پی لیا ہو جس کا گوشت کھایا جاتا ہے (۲) دوسری قسم وہ ہے کہ ایسا پانی ہو جو ناپاک ہو کہ اس کا استعمال جائز نہ ہو اور وہ ایسا پانی ہے کہ جس کو کتے یا خنزیر یا درندوں نے پی لیا ہو جیسے چیتا، بھیریا۔

تشریح و مطالب :- اب تک مصنفؒ پانی کے اقسام بیان کر رہے تھے اب یہاں سے یہ بیان کر رہے ہیں کہ پانی پاک تھا مگر وہ کون کون جانور ہیں کہ اگر وہ اس سے پانی پی لیں تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔

مصنفؒ نے قلیل کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر پانی زیادہ ہو (جیسا کہ اس کی مقدار ہم ابھی مع اختلاف بیان کر چکے ہیں) تو اس صورت میں ناپاک ہونے کا کیا سوال۔ اس لئے کہ کسی کے پینے سے اوصاف میں کیا تبدیلی ہوگی۔ آدمی کو مطلق ذکر اس وجہ سے کیا کہ انسان خلودہ مسلم ہو یا کافر جنبی ہو یا طاہر، عورت حیض کی حالت میں ہو یا حالت طہر میں، آدمی بڑا ہو یا چھوٹا ہر ایک کا جھوٹا ناپاک ہے۔ ہاں اگر کوئی انسان ایسی چیز کا استعمال کرتا ہے جو مسلمانوں کے نزدیک ناجائز اور حرام ہے تو اس کا جھوٹا اس وقت ناپاک ہو گا جب کہ اس شئی ممنوعہ کے بعد فوراً پانی پیا ہو (مراتی الفلاح) ظاہر روایت میں گھوڑے کا جھوٹا ناپاک ہے امام ابو حنیفہؒ سے اس کے بارے میں چار اقوال منقول ہیں (۱) گھوڑے کے جھوٹے کے علاوہ سے وضو کرنا بہتر اور مناسب ہے (۲) اس کا جھوٹا استعمال کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ اس کا گوشت کھانا مکروہ ہے (۳) حمار کی طرح مشکوک ہے (۴) پاک ہے اس کا گوشت حلال ہے اس کا جھوٹا بھی پاک ہے۔ اس لئے کہ لعاب خون سے بنتا ہے اور گوشت بھی خون سے بنتا ہے اور پانی پینے کے وقت پانی میں لعاب ہی ملتا ہے اس لئے جب اس کا گوشت پاک ہے تو لعاب بھی پاک ہو گا۔ کتے اور خنزیر کا جھوٹا ناپاک ہے کتے کے جھوٹے کے بارے میں امام مالکؒ کے چار اقوال ہیں (۱) مطلقاً ناپاک ہے (۲) مطلقاً نجس ہے (۳) جس کتے کا پالنا جائز ہے اس کا جھوٹا بھی پاک ہے اور جس کا پالنا ناجائز ہے اس کا جھوٹا بھی ناپاک ہے (۴) کلب حضر کا جھوٹا نجس اور کلب بدوی کا طاہر۔ (معارف مدنیہ) امام شافعیؒ کتے کو نجس العین مانتے ہیں اس لئے اس کا جھوٹا بھی ناپاک۔ امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ کتا نجس العین تو نہیں ہے لیکن اس کا جھوٹا طاہر بھی نہیں ہے بلکہ وہ نجس شمار کرتے ہیں۔

وَالثَّالِثُ مَكْرُوهٌ اسْتِعْمَالُهُ مَعَ وُجُودِ غَيْرِهِ وَهُوَ سُورُ الْهَرَّةِ وَالذَّجَاجَةِ الْمُخْلَافَةِ وَسَبَاحِ الطَّيْرِ كَالصَّقْرِ وَالشَّاهِينِ وَالْجِدَادَةِ وَسَوَاكِنِ الْبُيُوتِ كَالْفَارَةِ لَا الْعَقْرَبِ وَالرَّابِعُ مَشْكُوكٌ فِي طَهْوَرِيَّتِهِ وَهُوَ سُورُ الْبَغْلِ وَالْجِمَارِ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ غَيْرَهُ تَوَضَّأَ بِهِ وَتَيَمَّمَ ثُمَّ صَلَّى.

ترجمہ:- تیسرے وہ کہ دوسرے پانی کے پائے جانے کے وقت اس کا استعمال کرنا مکروہ ہے اور وہ بلی یا کھلی پھرنے والی مرغی یا شکاری پرندوں مثلاً باز، شاہین، چیل یا گھروں میں رہنے والے جانور مثلاً چوہانہ کہ بچھو۔ چوتھا وہ کہ اس کے مطہر ہونے کے بارے میں شک ہے اور وہ خچر اور گدھے کا جھوٹا ہے تو اگر اس کے علاوہ اور پانی نہ ملے تو اس سے وضوء کر لے پھر تیمم کرے اس کے بعد نماز ادا کرے۔

تشریح و مطالب:- بلی کے جھوٹے کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ پاک ہے لیکن مکروہ ہے امام طاہویؒ کا مسلک یہ ہے کہ کراہت تحریمی ہے۔ امام کرخیؒ فرماتے ہیں کہ مکروہ تنزیہی ہے، امام مالکؒ تمام سباع کے جھوٹے کو پاک قرار دیتے ہیں۔ امام شافعیؒ سورہہ کو بلا کر اہت پاک قرار دیتے ہیں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس وقت مکروہ ہے جب دوسرا پانی موجود ہے لیکن اگر سامنے چوہا کھا کر پانی میں منہ ڈال دے تو اس صورت میں پانی نجس ہو جائے گا ہاں اگر دوسرا پانی موجود نہیں ہے تو اس وقت بلا کر اہت سورہہ پاک ہے (معارف مدنیہ) لیکن اس سے مراد صرف گھریلو بلی ہے کیونکہ ہر وقت گھر میں آتی رہتی ہے رہا جنگلی بلی کا سوال تو اس کا جھوٹا پاک ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انما ہی من الطوافین علیکم والطوافات اسلئے کہ اسے گھر میں آنے سے روکنا مشکل ہے اسلئے نجاست کے بجائے مکروہ قرار دے دیا گیا۔

چہارم ماء مشکوک۔ اس میں پہلے وضوء اس وجہ سے کیا جائے گا کہ اس کے ناپاک ہونے پر یقین کامل نہیں ہے اس لئے پہلے وضوء کیا جائیگا، تیمم اس وقت کے لئے ہے جب پانی نہ مل رہا ہو جیسا کہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے فان لم تجدوا ماء فتيمموا صعيدا طيبا۔

(فصل) لو اختلط او ان اكثرها طاهر تحرى للتوضؤ والشرب وان كان اكثرها نجسا لا يتحرى الا للشرب وفي الثياب المختلفة يتحرى سواء كان اكثرها طاهرا او نجسا۔

ترجمہ:- اگر برتن آپس میں مل جائیں اور زیادہ تعداد پاک برتنوں کی ہو تو تحرری کرے گا وضوء اور پینے کیلئے۔ لیکن اگر اکثریت ناپاک برتنوں کی ہو تو صرف پینے کے لئے تحرری کرے گا۔ اور ملے جلے کپڑوں میں تحرری کریگا۔ اور ملے جلے کپڑوں میں تحرری کرے اس بات کو بس پشت ڈال کر زیادہ تعداد طاہر کی ہے یا نجس کی۔

تشریح و مطالب:- اس فصل میں مصنفؒ یہ بیان کرنا چاہ رہے ہیں کہ اگر کچھ برتن رکھے ہوئے بچھے اور کتے نے آکر اس میں منہ ڈال دیا تو اس صورت میں دو حال سے خالی نہیں ہو گیا تو وہ برتن کثیر ہو گئے یا قلیل اگر قلیل ہیں تو سوچ بچار کر نکال لے اور اس سے صرف وضوء اور پانی پی سکتا ہے لیکن اگر ان برتنوں کی تعداد زیادہ ہو تو اس صورت میں صرف پینے کے لئے تحرری کرے گا کیونکہ پانی کا قائم مقام مٹی موجود ہے لہذا مٹی سے تیمم

کر لے گا لیکن بغیر پیاس بجھائے چھکارا نہیں ہے اس لئے اس میں تحری کرے گا لیکن اگر یہی صورت کپڑوں میں پیش آجائے تو وہاں پر قلیل اور کثیر کی رعایت نہیں کی جائے گی اس لئے کہ ستر واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(فصل) تَنْزَحُ الْبَنَرُ الصَّغِيرَةُ بِوُقُوعِ نَجَاسَةٍ وَإِنْ قَلَّتْ مِنْ غَيْرِ الْأَرْوَاثِ كَقَطْرَةِ دَمٍ أَوْ خُمْرٍ وَبِوُقُوعِ خَنْزِيرٍ وَلَوْ خَرَجَ حَيًّا وَلَمْ يُصِبْ قَمَهُ الْمَاءِ وَبِمَوْتِ كَلْبٍ أَوْ شَاةٍ أَوْ آدَمِيٍّ فِيهَا وَبِإِنْفَاحِ حَيَّوَانٍ وَلَوْ صَغِيرًا وَمَاتَنَا ذَلُّ لَوْ لَمْ يُمَكِّنْ نَزْحُهَا.

ترجمہ:- چھوٹے کنویں میں سے میٹھی کے علاوہ ہر نجاست کے گر جانے سے تمام پانی نکالا جائے گا مثلاً خون یا شراب کا ایک قطرہ۔ اور خنزیر کے گر جانے کی وجہ سے اگرچہ وہ زندہ ہی کیوں نہ نکل آئے اور اگرچہ اس کا منہ پانی تک نہ پہنچا ہو یا کتے یا بکری یا آدمی کے اس کنویں کے اندر مر جانے کی وجہ سے اور کسی جاندار کے پھول جانے کی وجہ سے اگرچہ وہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو ان صورتوں میں دو سو ذول نکالے جائیں گے اگر اس کنویں کا تمام پانی نکالنا ممکن نہ ہو۔

کنواں چھوٹا ہو اور جو نجاست گر رہی ہے وہ میٹھی کے علاوہ ہو۔ میٹھی کی قید لگا کر اس بات تشریح و مطالب:- اس کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر گرنے والی چیز غیر جاندار ہے تو اس کے علاوہ اور

کوئی چیز نہیں جو پاک ہو۔ قلیل کی قید اس وجہ سے لگانی پڑی کہ ماء قلیل میں جو بھی نجاست گر جائے خواہ اس کا اثر ظاہر ہوا ہو یا نہ ہوا ہو ہر صورت میں وہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے جیسا کہ ابھی گزرا لیکن یہاں پر لید کو اس وجہ سے الگ کر دیا کہ اس سے بچنا عموماً ممکن نہیں ہے اس لئے عموم بلوئی کی وجہ سے اسے مستثنیٰ کر دیا لیکن اسے کب کثیر کہا جائے گا اس کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں بعض لوگ اس طرف گئے ہیں کہ ہر ذول میں ایک میٹھی آئے۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ دو اور بعض کی رائے یہ ہے کہ تین، مگر امام صاحب کا صحیح مسلک یہ ہے کہ رائے مبتنیہ پر چھوڑ دیا جائے گا اگر وہ اسے کثیر سمجھ رہا ہے تو کثیر ہے ورنہ قلیل۔ چونکہ عام طور پر جنگل میں پانی کی پریشانی ہوتی ہے اور وہاں پر جانور ہوتے ہیں اور یہ بات بھی عام طور پر دیکھی جاتی ہے کہ ان کنوؤں میں من وغیرہ نہیں ہوتا سو وجہ سے اس میں گرنے کا امکان ہے اور وہاں پانی کی پریشانی ہوتی ہے اور شریعت مطہرہ انسان کو پریشانی میں مبتلا کرنا نہیں چاہتی اس لئے بھی اسے الگ کر دیا اب اگر گرنے والی چیز بے جان نہیں بلکہ گرنے والی چیز جاندار ہے تو اب دو چیزوں کا اعتبار کیا جائے ایک یہ کہ دیکھا جائے گا کہ وہ جاندار جو اس کے اندر گر رہا ہے وہ کس حالت میں نکلا ہے زندہ نکل گیا ہے یا مر گیا ہے یا مرنے کے ساتھ ہی پھول بھی گیا ہے۔ لیکن زندہ نکلنے کی صورت میں بھی یہ دیکھا جائے گا کہ اس کا بدن پاک ہے یا ناپاک۔ خنزیر چونکہ سرے سے ناپاک ہے اس لئے اسکے گرنے سے ہی پانی ناپاک ہو جائے گا و لو خروج حیاتی قید اس وجہ سے لگائی کہ گرنے میں اکثر اعتبار اس کا کیا جاتا ہے کہ اس کا منہ پانی میں چلا گیا ہوگا۔ لیکن یہ نجس العین ہے خنزیر کا بدن ہی ناپاک ہے، لہذا العاب کا اعتبار تو بعد میں کیا جائیگا۔

سوال:- کتے کے گرنے سے تمام پانی کے نکالنے کا حکم کیوں لگایا؟

جواب:- اس لئے کہ ظاہر روایت کے بموجب یہ نجس العین نہیں ہے اور یہ زندہ نکل گیا ہے نیز عام طور پر ہر جانور منہ کو پانی میں نہیں ڈالتا اور اس کا لعاب نہیں ملتا اس لئے جب وہ زندہ نکل آیا تو ہو سکتا ہے کہ اس کا منہ پانی میں

نہ گیا ہو اس لئے اس میں تخفیف کر دی گئی۔ یہ تو وہ جانور تھے جو حلال نہیں تھے لیکن اگر بکری گر جائے یا اسی طرح آدمی گر جائے تو اگرچہ اس کا منہ پانی میں کیوں نہ ڈوب گیا ہو اس کے باوجود ہٹاک نہیں ہوگا، بکری تو اس طور پر کہ اس کا لعاب پاک ہے اس لئے کہ اس کا گوشت حلال ہے لیکن انسان کا گوشت تو حلال نہیں ہے لیکن وہ ایک معظم مخلوق ہے اور اس کا گوشت اس کی شرافت کی وجہ سے حلال نہیں ہے۔ لیکن اگر یہ صورت نہیں ہے بلکہ اس میں وہ پھول بھی گیا ہے تو اس صورت میں تمام پانی نکالا جائے گا مگر ہر ایک کنواں ایسا نہیں ہوتا کہ اس کا تمام پانی نکال دیا جائے بلکہ بعض کنویں ایسے ہوتے ہیں کہ وہ خشک نہیں ہو سکتے لہذا اس کے لئے ایک مقدار متعین کرنی پڑی۔ اور وہ دو سو ڈول ہے اور ڈول میں اس ڈول کا اعتبار کیا جائے گا جو عام طور پر اس کنویں پر استعمال کیا جاتا ہے مرنے کی صورت میں تمام پانی نکالا جائے گا خواہ کنواں چھوٹا ہو یا بڑا ہو۔ اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے زمانہ خلافت میں زمرم میں ایک حبشی گر کر مر گیا ابن زبیرؓ نے صحابہ کرام کی موجودگی میں اس کے پانی کو نکالنے کا حکم دیا تین دن تک پانی نکالا جاتا رہا مگر اس کا پانی ختم نہ ہوا دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ کعبہ کی جانب سے ایک سوت آرہا ہے جو بند نہیں ہوتا، تین دن تک پانی نکالتے نکالتے عاجز ہو گئے بلا آخر اس کو چھوڑ دیا۔ ظاہر بات ہے کہ بیر زمرم میں پانی بہت تھا اس کے باوجود کسی صحابی نے نہیں ٹوکا اس لئے کہ ان کے نزدیک پانی ہٹاک ہو گیا تھا۔ (معارف مدنیہ)

وَإِنْ مَاتَ فِيهَا دَجَاجَةٌ أَوْ هِرَّةٌ أَوْ نَحْوُهُمَا لَزِمَ نَزْحُ أَرْبَعِينَ ذَلْوًا وَإِنْ مَاتَ فِيهَا فَارَةٌ أَوْ نَحْوُهَا لَزِمَ نَزْحُ عِشْرِينَ ذَلْوًا وَكَانَ ذَلِكَ طَهَارَةً لِلْبُئْرِ وَالذَّلْوِ وَالرِّشَاءِ وَيَدُ الْمُسْتَقْبَى وَلَا تَنْجِسُ الْبُئْرُ بِالْبُعْرِ وَالرَّوْثِ وَالْخِشْيِ إِلَّا أَنْ يَسْتَكْثِرَهُ النَّاطِرُ أَوْ أَنْ لَا يَخْلُو ذَلْوٌ عَنْ بَعْرَةٍ.

ترجمہ:- اور اگر اس میں مرغی یا بلی یا اس جیسا جانور مر جائے تو چالیس ڈول نکالا جائے گا اور اگر اس میں چوہا یا اس جیسا جانور مر گیا تو بیس ڈول نکالا جائے گا اور یہ نکالنے سے کنویں، ڈول اور رسی اور نکالنے والے کے ہاتھ کی پاکی مان لی جائے گی اور کنواں میٹھی، لید، گوبر کے گرنے سے ہٹاک نہیں ہوتا مگر جب دیکھنے والا کثیر سمجھے یا یہ کہ کوئی ڈول اس سے خالی نہ آئے۔
تشریح و مطالب:- چونکہ گرنے والے جانور برابر درجہ کے نہیں ہوتے اس لئے ہر ایک کا حکم الگ الگ بیان کر رہے ہیں لیکن اگر گرنے والے زیادہ ہیں مثلاً ایک چوہے کے گرنے سے بیس ڈول نکالا جائے گا تو اگر ایک سے زائد گرجائیں تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر چار چوہے گر گئے ہوں تو یہ چار مل کر ایک مرغی کے حکم میں ہو جائیں گے اور ایک مرغی کے گرنے سے چالیس ڈول نکالا جاتا ہے لہذا اب چالیس ڈول نکالا جائے گا، پھر چار سے نو تک ایک مرغی کا حکم رہے گا اور دس چوہے ایک بکری یا ایک کتے کے حکم میں ہو جائیں گے اور بجائے چالیس کے دو سو ڈول نکالنا واجب ہوگا لیکن امام محمدؒ تین چوہے کو ایک مرغی کے حکم میں مانتے ہیں اور چھ چوہوں کو ایک بکری کا (مراقی) لیکن اگر کوئی جانور ایسا ہو جو نہ چوہے کی طرح ہو اور نہ بلی کی طرح بلکہ چوہے سے بڑا اور بلی سے چھوٹا ہو تو اس کا حکم چوہے کا حکم ہوگا اور بیس ڈول نکالا جائے گا اسی طرح اگر کوئی جانور بلی سے بڑا ہے لیکن بکری سے چھوٹا ہے تو اسے بلی کے حکم میں رکھ کر چالیس ڈول نکالا جائے گا۔

وكان ذلك:- سے ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ بات

آجائے کہ جب اول دفعہ کنویں کی دیوار اور نکالنے والے کے ہاتھ میں بھی وہی پانی لگا ہے تو کیا اس مقدار کے نکال لینے کے بعد ان سب کو دوبارہ پاک کیا جائے گا، یا کنویں کی طرح یہ سب بھی پاک ہو جائیں گے؟ اسی کا جواب دیا کہ دوبارہ پاک کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی بلکہ کنویں کے ساتھ ہی ساتھ سب پاک ہو جائیں گے۔

وَلَا يَفْسُدُ الْمَاءُ بِخُرْوِ حِمَامٍ وَغُصْفُورٍ وَلَا بِمَوْتِ مَا لَا دَمَ لَهُ فِيهِ كَسَمَلِكٍ وَضَيْفَدٍ وَحَيَّوَانِ الْمَاءِ وَبَقِي وَذَبَابٍ وَزَنْبُورٍ وَعَقْرَبٍ وَلَا يَوْثُوعٌ أَدْمِيٍّ وَلَا يَوْثُوعٌ مَائِيٌّ كُلُّ لَحْمِهِ إِذَا خَرَجَ حَيًّا وَلَمْ يَكُنْ عَلَى بَدَنِهِ نَجَاسَةٌ وَلَا يَوْثُوعٌ بَغْلٍ وَحِمَارٍ وَسَبَاعٍ طَيْرٍ وَوَحْشٍ فِي الصَّحِيحِ وَإِنْ وَصَلَ لَعَابُ الْوَالِقِ إِلَى الْمَاءِ أَخَذَ حَكْمَهُ وَوُجُودُ حَيَّوَانٍ مَيِّتٍ فِيهَا يَنْجَسُهَا مِنْ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَمُنْتَفَخٍ مِنْ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ وَلِكَيْلِهَا أَنْ لَمْ يُعْلَمْ وَقْتُ وَقُوعِهِ.

ترجمہ:- اور پانی خراب نہیں ہوتا کبوتر اور گوریا کے بیٹ سے اور نہ ایسے جانور کے مر جانے کی وجہ سے کہ جس میں دم مسفوح نہ ہو جیسے مچھلی، مینڈک اور پانی کے جانور پسو، ککھی، بھڑ، بچھو اور نہ آدمی کے گرنے کی وجہ سے اور نہ مایو کل لحمہ کے گرنے کی وجہ سے اس صورت میں جبکہ زندہ نکل گئے ہوں اور ساتھ ہی ان کے بدن پر کوئی نجاست ظاہر نہ ہو اور اسی طرح فخر، گدھا، شکاری پرندوں اور وحشی جانوروں کے مر جانے کی وجہ سے صحیح قول کے بموجب اور اگر گرنے والے جانور کا لعاب پانی میں پہنچ گیا ہے تو اب اس کے لعاب کا حکم ہوگا۔ کسی مردار حیوان کا کنویں میں پایا جانا اس کو تین دن اور تین رات سے ناپاک قرار دیتا ہے اگر گرنے کا وقت معلوم نہ ہو اگر وہ پھٹ پھول گیا ہو ورنہ ایک دن سے کنویں کی ناپاکی کا حکم ہوگا۔

تشریح و مطالب:- کبوتر کے بیٹ کر دینے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا اس پر امت کا جماع ہے اس لئے کہ کبوتر مسجدوں میں رہتا ہے اور وہاں پر بیٹ کرتا ہے لیکن اسکو کوئی ناپاک قرار نہیں دیتا ایک حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ جس وقت بغرض ہجرت مکہ سے تشریف لے جا رہے تھے اس وقت غار پر کبوتر نے اپنا ٹھکانا بنار کھا تھا جس سے کفار کو یہ دھوکہ ہوا کہ اگر یہاں پر آپ ﷺ ہوتے تو کبوتر کیوں ہوتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اب اس کا ٹھکانا مسجد کو بنادیا اور اب مسجدوں میں کبوتر خوب رہتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف اس طرح ہے انھا او کورت علی باب الغار حتی سلمت فجازاها الله المسجد ماواها۔ نیز صحابہ کرام میں عبد اللہ بن مسعود نے ایک دفعہ اپنی انگلی سے اس بیٹ کو صاف کیا۔ اور حضرت ابن عمرؓ نے نکتری سے ایک پرندے کے بیٹ کو صاف کیا اور بلاد موحے ہوئے ویسے ہی نماز ادا کی۔ (مواقی الفلاح)

اس فصل میں ایک بات اور ذکر کی وہ یہ کہ جس جانور میں بہتا ہوا خون نہ ہو خواہ وہ بحری ہو یا بری اس کے مر جانے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ ولم یکن علی بدنہ نجاسة کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر اس کے بدن پر نجاست ہو تو اس صورت میں پانی ناپاک ہو جائے گا۔ فی الصحیح کہہ کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ اس میں دو قول ہے ایک یہ کہ فخر، گدھے وغیرہ کے گرنے سے پانی نکالا جائیگا مگر قول صحیح یہی ہے کہ ناپاک نہیں ہوتا۔ ووجود حیوان میت فیہا الخ:- حیوان کی قید اس وجہ سے لگائی کہ اگر غیر حیوان گر گیا تو اس صورت میں

اسی وقت سے ناپاک ہو گا جب سے وہ پایا گیا ہے۔ حیوان سے مراد وہ ہے جس کے اندر خون ہو، یہ اس صورت میں ہے جب کہ گرنے کا وقت نامعلوم ہو کہ کب گرا ہے اب جبکہ وہ کنویں کے اندر ملا تو دو حال سے خالی نہیں ہو گیا تو صرف مر اہو املا ہو گا، یا اس کے ساتھ ہی ساتھ پھول اور پھٹ بھی گیا ہو گا اس صورت میں کیا کیا جائے؟ تو اسکے بارے میں امام اعظم کا قول یہ ہے کہ اگر معلوم نہ ہو اور صرف مر اہو املا ہے تو اس صورت میں ایک دن اور ایک رات کی نماز قضا کر لی جائے گی اور اس سے جو کپڑے وغیرہ پاک کئے گئے ہیں سب دوبارہ پاک کئے جائیں گے لیکن اگر کسی نے وضو علی الوضو کیا تھا یا کپڑا پاک تھا اور اسے یوں ہی دھویا تھا تو اس صورت میں اعادہ کی ضرورت نہیں لیکن آئندہ کیلئے یہ کپڑے ضرور پاک کر لے (مراتی)

لیکن اگر پھول اور پھٹ گیا ہو تو اس صورت میں تین دن اور تین رات کی نمازیں لوٹائے گا اسلئے کہ پھولنا اور پھٹنا تقریباً اتنے ہی دیر میں ہوتا ہے۔ لیکن صاحبین اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں کہ اس وقت سے لوٹائے گا جب یہ بات ثابت ہو جائے کہ کب گرا ہے۔

فیہا :- یہ قید اتفاقی ہے احترازی نہیں مطلب یہ ہے کہ اگر باہر مار کر کنویں میں ڈال دیا گیا تو اس صورت میں بھی وہی حکم ہو گا۔ (موافی الفلاح)

فصل فی الاستنجاء

يَلْزَمُ الرَّجُلَ الْاِسْتِْبَاءُ حَتَّى يَزُولَ اَثَرُ الْبَوْلِ وَيَطْمَئِنُّ قَلْبُهُ عَلَى حَسَبِ عَادَتِهِ اِمَّا بِالْمَسْنِي اَوْ التَّحْنُحِ وَالِاضْطِجَاعِ اَوْ غَيْرِهِ وَلَا يَجُوزُ لَهُ الشَّرُوعُ فِي الْوُضُوءِ حَتَّى يَطْمَئِنُّ بَزَوَالِ رَشْحِ الْبَوْلِ.

ترجمہ :- پاکی حاصل کرنے کا طریقہ :- آدمی پر صفائی یہاں تک ضروری ہے کہ پیشاب کا اثر زائل ہو جائے اور اس کا دل مطمئن ہو جائے اس کی عادت کے مطابق خواہ یہ مطمئن ہونا چلنے کی وجہ سے ہو یا کھنکھارنے کی صورت میں ہو یا لیٹ کر اطمینان حاصل ہو، بلا اسکے وضو کرنا جائز نہیں تا آنکہ پیشاب کے قطروں کے ختم ہو جانے کا یقین کامل ہو جائے۔

مصنف نے اس سے قبل ان پانیوں کا تذکرہ اور ان کے احکامات کو بیان کر دیا اور یہ بتلادیا کہ کن کن پانیوں سے پاکی حاصل کی جاسکتی ہے اور کس کا کیا حکم ہے اس کے بعد ان باتوں کو بتا رہے ہیں کہ آدمی خود کس وقت وضو کرے، سب سے پہلے پیشاب کو اس وجہ سے بیان کیا کہ یہ نجس ہے اور انسان کو ہر وقت پیش آتا ہے۔ اور پانچخانہ میں یہ بات نہیں ہے پیشاب میں ٹپکنا ہوتا ہے اور انسان کے شب و روز کی زندگی میں یہ عمل روز پیش آتا ہے خون کی بھی یہی حالت ہے مگر عادت انسان میں سے نہیں ہے بلکہ وہ ایک عارض میں سے ہے اس لئے یہاں پر پیشاب کو مقدم کیا اس کے لئے تین الفاظ کو استعمال کیا جاتا ہے ایک استنجاء دوسرا استبراء سوم استنقاء اب ہر ایک کی تعریف معلوم کر لینی ضروری ہے۔ استنجاء اسے کہتے ہیں کہ جس میں نجاست کو پتھر اور پانی سے ختم کیا گیا ہو (۲) استبراء اس کو کہتے ہیں کہ آدمی چل کر یا کسی اور طرح سے قطرات کو زائل کرے اور اسکو اس بات کا یقین ہو جائے کہ اب قطرات ختم ہو گئے ہیں (۳) استنقاء اس صورت کو کہا جاتا ہے کہ آدمی استنجاء

کرتے وقت پتھر سے اپنے عضو مخصوص کو ملے یا ہاتھ سے دبا کر اسے نچوڑے تاکہ ظن غالب حاصل ہو جائے کہ اب قطرات ختم ہو گئے۔ اخذت من حایۃ شیخ الادب۔ یہاں پر مصنفؒ نے لفظ الرجل کو ذکر کیا ہے اس لئے کہ عورت کو ان صورتوں کی ضرورت نہیں وہ اس سے بری اور ان کی عادت نہیں ہے نیز ان کو قطرات بھی نہیں آتے۔

علی حسب عادۃ :- کی قید بڑھا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ ان وجہوں کو جنہیں ہم نے بیان کیا ہے ضروری نہیں کہ اس کے بعد زائل ہو جائے بلکہ اگر کسی کی عادت اس کے علاوہ ہے تو اس صورت میں بھی اسے پاکی حاصل ہو جائے گی نیز یہ باتیں حدیث میں مذکور بھی نہیں کہ انہی پر عمل کیا جائے بلکہ یہ تجربہ کی باتیں ہیں ہو سکتا ہے کہ کسی کا تجربہ اس کے برعکس ہو۔ واللہ اعلم۔

البول :- کی قید اتفاقی ہے یعنی ہو سکتا ہے کہ اس کا اثر باقی رہ جائے جب تک دل کو یقین کامل نہ ہو جائے اس وقت تک وضو جائز نہیں ہے اس لئے کہ اگر تری بھی باقی رہ گئی تو اس سے بھی وضو درست نہیں ہوتا اور وضو کا مقصد طہارت ظاہری ہے تاکہ اس کے بعد طہارت باطنی حاصل ہو اور قطرات کی صورت میں یا شک کی صورت میں طہارت ظاہری بھی حاصل نہیں ہوتا تو طہارت باطنی تو بعد کی چیز ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اور ایک یہ بھی ہے کہ وضو اس شخص کے لئے ہے جو حدیث اکبر سے پاک ہو اس لئے کہ وضو کے ذریعہ سے حدیث اصغر سے پاکی حاصل کی جاتی ہے اور پیشاب کے قطرات کی صورت میں حدیث اصغر ہے تو اصغر کہاں سے حاصل ہو جائے گی۔

وَالِاسْتِنْجَاءُ سُنَّةٌ مِنْ نَجَسٍ يَخْرُجُ مِنَ السَّيْلَيْنِ مَا لَمْ يَتَجَاوَزَ الْمَخْرَجَ وَإِنْ تَجَاوَزَ وَكَانَ قَلْبُ الدَّرْهِمْ وَجَبَ إِزَالَتُهُ بِالْمَاءِ وَإِنْ زَادَ عَلَى الدَّرْهِمْ افْتَرَضَ غَسْلُهُ وَيَقْتَرَضُ غَسْلُ مَا فِي الْمَخْرَجِ عِنْدَ الْإِغْتِسَالِ مِنَ الْجَنَابَةِ وَالْحَيْضِ وَالنَّفَاسِ وَإِنْ كَانَ مَا فِي الْمَخْرَجِ قَلِيلًا وَإِنْ يَسْتَنْجِي بِحَجَرٍ مُنْقٍ وَنَحْوِهِ۔

ترجمہ :- اور استنجاء کرنا سنت ہے ہر اس نجاست سے جو سیلین سے نکلے جب تک کہ مخرج سے آگے نہ بڑھے اور اگر مخرج سے آگے نکل گیا اور اسکی مقدار ایک درہم ہو گئی تو اس صورت میں اسکا ختم کرنا واجب ہو جائے گا اور اگر اسکی مقدار ایک درہم سے زیادہ ہو گئی تو اب اسکا دھونا فرض ہو گیا جنابت، حیض، نفاس کے غسل کے وقت اس ناپاکی کا دھونا بھی فرض ہے جو ابھی مخرج میں ہے اگرچہ اسکی مقدار کم ہی کیوں نہ ہو اور صاف کرنا والے پتھر اور اس جیسے سے استنجاء کرنا سنت ہے۔

اولاً اس بات کا جان لینا ضروری ہے کہ استنجاء کی کتنی قسمیں ہیں اس عبارت کو دیکھنے کے بعد یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ استنجاء کی تین قسمیں ہیں اول وہ ہے جو کہ سنت ہے، دوم وہ ہے جو واجب ہے، سوم وہ ہے جو فرض ہے اب اسکی تفصیل اس طرح ہو گی کہ اگر وہ چیز جو نکلی ہے اپنے مخرج ہی میں ہے اس سے باہر نہیں ہوئی اندر ہی رہ گئی تو اس صورت میں استنجاء کرنا سنت ہو گا لیکن اگر مخرج سے باہر آگئی تو اسکی مقدار کیا ہے آیا ایک درہم ہے یا ایک درہم سے زائد ہے اگر ایک درہم ہے تو اس صورت میں استنجاء واجب ہے لیکن اگر ایک درہم کی مقدار سے زائد ہو گیا تو اسوقت استنجاء فرض ہو گا۔ واجب اور فرض کی صورت میں ڈھیلا ناکافی ہو گا۔ استنجاء کی بڑی تاکید آتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ آپ نے فرمایا استنزهوا من البول فان عامة عذاب القبر مند۔

الاستنجاء سنة :- فرما کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود تھا کہ استنجاء مرد اور عورت دونوں کے سنت ہونے میں برابر ہے لیکن اس بات میں ذرا سافرق ہے کہ عورت ڈھیلا استعمال کرے یا نہ کرے شرح وقایہ میں لکھا ہے کہ عورت قبل میں ڈھیلا استعمال نہ کرے پھر یا اس کے مثل جو چیز بے ضرر ہو اور اس میں جذب کی صلاحیت ہو تو اس سے استنجاء کر سکتی ہے ہاں گو برلید وغیرہ سے نہ کرے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ گوبر دیا گیا تو آپ نے اسے پھینک دیا اسی طرح ہڈی سے بھی ممنوع ہے کیونکہ یہ جنااتوں کی غذا ہے، پھر کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

وَالْفَسْلُ بِالْمَاءِ أَحَبُّ وَالْأَفْضَلُ الْجَمْعُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالْحَجَرِ فَيُمَسَّحُ ثُمَّ يَغْسِلُ وَيَجُوزُ أَنْ يَقْتَصِرَ عَلَى الْمَاءِ أَوْ الْحَجَرِ وَالسُّنَّةُ إِنْفَاءُ الْمَحَلِّ وَالْعَدَدُ فِي الْأَحْجَارِ مَذْذُوبٌ لَأَسَنَةً مُؤَكَّدَةً فَيَسْتَنْجِي بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ نَذْبًا إِنْ حَصَلَ التَّنْظِيفُ بِمَا ذُوتَهَا.

ترجمہ :- پانی سے دھونا بہتر ہے، پانی اور پتھر کا جمع کرنا افضل ہے پہلے پونچھ لے پھر دھو لے اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک ہی کر لے، سنت تو یہ ہے کہ مقام نجاست کو صاف کرے۔ اور پتھروں میں تعداد مستحب ہے نہ کہ سنت مؤکدہ۔ استحباب پر عمل کرتے ہوئے تین پتھروں کو استعمال کر لے اگرچہ اس سے کم میں نجاست ختم ہو جائے۔

اب یہاں سے ان صورتوں کو بیان کر رہے ہیں کہ اگر ان دونوں کو یکجا کر دیا گیا تو کیا اس تشریح و مطالب :- سے کوئی حرج ہو گا یا بہتر ہو گا اور کس طرح جمع کیا جاوے استعمال میں کون مقدم اور کون مؤخر ہو اس کا طریقہ بتایا کہ پہلے پتھر کو استعمال کرے پھر پانی کو جس طرح ماء مشکوک میں کہا گیا تھا۔

والعدد فی الاحجار الخ :- یہاں سے یہ بتایا جا رہا ہے کہ پتھروں کے استعمال میں عدد واجب نہیں ہے جیسا کہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ تین پتھروں کا استعمال کرنا واجب ہے اس سے کم میں پاکی حاصل نہیں ہو سکتی لیکن امام ابو حنیفہ، امام مالک، داؤد ظاہری فرماتے ہیں کہ تثلیث واجب نہیں ہے اصل مقصود طہارت ہے اگر وہ اس سے کم میں حاصل ہو جائے تب بھی صحیح ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ تین ڈھیلے کو استعمال کرے۔

مندوب لاسنة مؤكدة :- کہہ کر ان لوگوں کی بھی رد کردی جو یہ فرماتے ہیں کہ سنت مؤکدہ ہے دونوں کے جمع کرنے میں افضلیت اس وجہ سے ہے کہ اس میں مقصود مبالغہ فی التعطیف ہے اور یہ ایک اچھی عادت ہے، جیسا کہ قرآن نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے وفیہم رجالٌ یحبون ان یتطہروا واللہ یحب المتطہرین اور ان لوگوں کی عادت دونوں کو جمع کرنا تھی۔

وَكَيْفِيَّةُ الْاسْتِنْجَاءِ أَنْ يُمَسَّحَ بِالْحَجَرِ الْأَوَّلِ مِنْ جِهَةِ الْمَقْدَمِ إِلَى الْخَلْفِ وَبِالثَّانِي مِنْ خَلْفِهِ إِلَى قُدَامِ وَبِالثَّلَاثِ مِنْ قُدَامِ إِلَى خَلْفِهِ إِذَا كَانَتِ الْخُصْيَةُ مُدَلَّاتٍ وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ مُدَلَّاةٍ يَتَّبِعُ مِنْ خَلْفِهِ إِلَى قُدَامِ وَالْمَرْأَةُ تَبْدِئُ مِنْ قُدَامِ إِلَى خَلْفِ خَشْيَةَ تَلَوِثِ فَرْجِهَا ثُمَّ يَغْسِلُ يَدَهُ أَوَّلًا بِالْمَاءِ ثُمَّ يَذَلُّكَ الْمَحَلَّ بِالْمَاءِ بِيَاطِنٍ إَصْبَعٍ أَوْ إَصْبَعَيْنِ أَوْ ثَلَاثٍ إِنْ احتَاجَ وَيُصَعَّدُ الرَّجُلُ إَصْبَعَهُ الْوُسْطَى عَلَى غَيْرِهَا فِي ابْتِدَاءِ الْاسْتِنْجَاءِ ثُمَّ يُصَعَّدُ بِنَصْرَةٍ وَلَا يَقْتَصِرُ عَلَى إَصْبَعٍ وَاحِدَةٍ وَالْمَرْأَةُ تُصَعَّدُ بِنَصْرَةٍ وَأَوْسَطُ أَصَابِعِهَا مَعَ

إِبْتِدَاءُ خَشْيَةِ حُصُولِ اللَّذَّةِ وَيَتَأَلَّغُ فِي التَّنْظِيفِ حَتَّى الرَّايِحَةَ الْكَرِيهَةَ وَلِىَ إِرْخَاءِ الْمَقْعَدَةِ إِنْ لَمْ يَكُنْ صَائِمًا فَإِذَا فَرَّغَ غَسَلَ يَدَهُ ثَانِيًا وَنَشَفَ مَقْعَدَتَهُ قَبْلَ الْقِيَامِ إِنْ كَانَ صَائِمًا.

ترجمہ:- اور استنجاء کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے پھر سے پوچھتا ہوا آگے سے پیچھے لے جائے اور دوسرے سے پیچھے کی طرف سے آگے لائے اور تیسرے میں آگے سے پیچھے لے جائے اگر خبیہ ڈھیلے ہوں اور اگر وہ ڈھیلے نہ ہوں تو پیچھے سے آگے لائے۔ اور عورت تلویت فرج کے خوف سے آگے سے پیچھے لے جائے پھر اپنے ہاتھ کو اولاً پانی سے دھو لے پھر مقام نجاست کو پانی سے ملے اور انگلیوں کے باطن سے ایک انگلی سے یاد دہن سے اگر ضرورت ہو۔ اور مرد اپنی بیچ کی انگلی کو اٹھائے رکھے ابتداء استنجاء میں پھر اس کے پاس کی انگلی اور صرف ایک انگلی پر اکتفا نہ کرے۔ اور عورت حصول لذت کے خطرہ سے بچنے کے لئے کنارے اور آس پاس والی انگلی کو ساتھ کر لے اور پاکی حاصل کرنے میں مبالغہ کرے تاکہ بدبو ختم ہو جائے اسی طرح مقعد کے ڈھیلا کرنے میں مگر روزہ دار نہ ہو جب ان مراحل سے گذر جائے تو پھر اپنے ہاتھ کو دھو لے اور کھڑے ہونے سے پہلے اپنے مقعد کو خشک کر لے اگر روزہ دار ہو۔

تشریح و مطالب:- اب یہاں سے یہ بیان کرنا چاہ رہے ہیں کہ ان ڈھیلوں اور پانیوں کا استعمال کس طرح کیا جائے اور اس کے استعمال کے اندر کیا مرد اور عورت برابر ہیں یا ان کے درمیان کسی قسم کا فرق ہے انہی چیزوں کو یہاں پر بیان کر رہے ہیں لیکن ایک بات کا خیال رہے کہ استنجاء دائیں ہاتھ سے نہ کیا جائے۔ اس میں انگلیوں کا ذکر آیا ہے اسلئے ضروری ہے کہ اولاً جان لیا جائے کہ کس انگلی کو عربی میں کیا کہا جاتا ہے انگوٹھا کو ابھام، شہادت کی انگلی کو مسبحہ یا سبابہ، بیچ کی انگلی کو وسطی اس کے برابر والی انگلی کو بنصر اور کتوا انگلی کو خنصر۔ ایضاً الا صبح حتی یقطع الخ:- اس لئے کہ بدبو بھی ناپاکی کا اثر ہے اس لئے اس کو بھی ختم کرنا ضروری ہے۔

ونشف مقعده الخ:- اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر توقف کر لیا اور اتنی دیر تک رکھا کہ اب وہ خشک ہو گیا تو صحیح ہے، روزہ دار ہونے کی قید اس وجہ سے لگانی پڑی کہ ہو سکتا ہے کہ اس طرف سے کچھ پانی چلا جائے جس کی وجہ سے روزہ میں فرق آجائے جس طرح روزہ کی حالت میں غلغلہ کرنا مستحب نہیں ہے اسلئے کہ ہو سکتا ہے کہ جب منہ میں پانی ڈالتا تو کچھ قطرات منہ میں چلے جاتے مقعد کے ڈھیل کرنے سے مقصد یہ ہے کہ کمال نظافت حاصل ہو جائے۔

فصل لا یجوزُ کشفُ العورةِ للإستنجاءِ وَإِنْ تَجَاوَزَتِ النِّجَاسَةُ مَخْرَجَهَا وَزَادَ الْمُتَجَاوِزُ عَلَى قَدْرِ الدَّرَجَةِ لَا تَصِحُّ مَعَهُ الصَّلَاةُ إِذَا وَجَدَ مَا يَزِيلُهُ وَيَحْتَاطُ لِإِزَالَتِهِ مِنْ غَيْرِ كَشْفِ الْعَوْرَةِ عِنْدَ مَنْ يَرَاهُ.

ترجمہ:- استنجاء کے لئے ستر کو کھولنا جائز نہیں ہے اور اگر نجاست اپنے مخرج سے آگے بڑھ گئی ہو اور یہ بڑھتی ہوئی نجاست ایک درہم کے مقدار ہو اس صورت میں نماز درست نہیں ہوگی جبکہ ان اشیاء کو پارہا ہو جس سے نجاست کو دور کر سکتا ہے ایسے شخص کے سامنے جو اسے دیکھ رہا ہے اور بلا ستر کھولے نجاست کو دور کرے۔

تشریح و مطالب:- اس سے قبل مصنف نے ان چیزوں کو بیان کیا کہ استنجاء کس طرح کیا جائے اب یہاں سے ان صورتوں کو بیان کر رہے ہیں کہ استنجاء کس طرح اور کہاں کیا جائے اگر گھر ہے اور وہاں

پر بیت الخلاء بنا ہوا ہے پردہ کا انتظام ہے تو اسکے متعلق کوئی بات نہیں یہ ان جگہوں اور مواقع کا بیان ہے کہ جہاں پر پردہ کا معقول انتظام نہ ہو اب اس کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ ہے کہ جہاں پردہ نہیں ہے اور نہ وہاں کسی کا گزر ہوتا ہے تو اس جگہ بھی کشف عورت میں کوئی مضائقہ نہیں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل یہ تھا کہ جب آپ قضائے حاجت کا ارادہ کرتے تو اس وقت کپڑوں کو اٹھاتے جب زمین سے قریب ہو جاتے۔ (ترمذی)

کشف ستر حرام ہے اسلئے اسے نہیں کھولا جائے گا اب یہاں پر ایک بات ذہن نشین کر لیجئے کہ مرد کے لئے کہاں سے کہاں تک ستر واجب ہے اور عورت کے لئے کہاں تک۔ مرد کے لئے مابین السرة الى الركبة ہے اور عورت کے لئے تمام اعضا مگر ہاتھ پیر اور چہرہ اس سے خارج ہیں۔ لیکن باندی کا حکم اس سے الگ ہے باندی کی پیٹھ اور پیٹ ستر ہے اس کے علاوہ من السرة الى الركبة بھی ہے۔

زاد المتجاوز الخ :- زیادتی کی قید اسوجہ سے لگائی کہ اگر مخرج میں نجاست ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہے جس مقدار میں بھی ہو اور اگر وہ نجاست جو باہر آگئی ہے ایک درہم سے کم ہو تو نماز درست ہو جائے گی اگر یہ صورت پیش آجائے کہ کچھ نجاست مخرج میں ہو اور کچھ باہر تو کیا مخرج کی نجاست کو اس نجاست کے ساتھ ملا کر حکم لگایا جائے گا یا دونوں کا الگ الگ، امام محمدؒ تو فرماتے ہیں کہ دونوں کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے گا مثلاً نصف درہم کے مقدار نجاست باہر ہے اور نصف کے مقدار اندر مخرج میں تو امام محمدؒ حکم لگائیں گے کہ نماز صحیح نہیں ہوگی۔ لیکن امام ابو یوسفؒ اور امام اعظمؒ کے نزدیک حکم صرف باہر والی نجاست پر لگایا جائے گا مخرج والی نجاست کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اسلئے کہ ان حضرات کے نزدیک مخرج داخل کے حکم میں ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک مخرج کا حکم ظاہر کا ہے اسلئے انکے یہاں دونوں کو ملا کر ایک کر دیا جائے گا۔ (مولانا اعجاز علیؒ)

لاتصح معه الصلاة الخ :- یعنی اگر نجاست ایک درہم ہے تو اس صورت میں نماز درست نہیں ہوگی بلکہ اس کا دھونا ضروری ہوگا لیکن دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے ایک یہ کہ وہ اس چیز کے پر قادر ہو کہ جس سے اس کو زائل کرے لیکن اگر اسے وہ چیز نہ مل سکی کہ جس سے وہ اسے ختم کرتا تو اس صورت میں اس کی نماز صحیح ہو جائے گی اور مایزیل بہ پر قادر ہونے کے وقت نماز کا اعادہ نہیں ہوگا۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اسکو ایسی جگہ مل جائے کہ جہاں وہ اسے دور کرے لیکن اگر کوئی ایسی خالی جگہ اسے میسر نہ ہوئی تو اب وہ لوگوں کے سامنے کشف ستر نہیں کرے گا اس لئے کہ کشف ستر حرام ہے (حاشیہ نور الایضاح مولانا اعجاز علیؒ) پانچخانہ اور پیشاب کے وقت اپنے ستر کو دیکھنا یہ سب باتیں خلاف ادب ہیں، ستر پانچخانہ کو دیکھنے میں یہ ضرر ہے کہ اس سے نسیان پیدا ہوتا ہے اسی طرح زیادہ دیر تک بیٹھنے سے بواسیر کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔ ہکذا رایت فی مراقی الفلاح۔

وَيُكْرَهُ الاسْتِحْجَاءُ بِعَظْمٍ وَطَعَامٍ لَّادْمِيٍّ أَوْ بَهِيمَةٍ وَآجُرٍ وَخَرْفٍ وَفَحْمٍ وَزُجَاجٍ وَجَصٍّ وَشَنِيِّ مَحْتَرَمٍ كَخِرْقَةٍ دِينَاجٍ وَقُطْنٍ وَبَالِيدٍ الْيُمْنِيِّ إِلَّا مِنْ عُنْدٍ وَيَدْخُلُ الْخَلَاءُ بِرَجْلِهِ الْيُسْرَى وَيَسْتَعِذُّ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ قَبْلَ دُخُولِهِ وَيَجْلِسُ مُعْتَمِدًا عَلَى يَسَارِهِ وَلَا يَتَكَلَّمُ إِلَّا لَاضْرُورَةٍ.

ترجمہ :- اور ہڈی اور آدمی یا چوپائے کے کھانے، کچی اینٹ، ٹھیکرے، کونکے، کاچ، گٹی اور قابل قدر اشیاء

سے استنجاء مکروہ ہے جیسے ریشم کے ٹکڑے اور روئی کے کپڑے سے اور دائیں ہاتھ سے مگر عذر کی بناء پر اور بائیں پیر کو بیت الخلاء میں پہلے داخل کرے اور داخل ہونے سے قبل شیطان رجیم سے پناہ طلب کر لے اور اپنے بائیں پیر پر ٹیک لگا کر بیٹھے اور بلا ضرورت کسی سے گفتگو نہ کرے۔

تشریح و مطالب :- اب یہاں سے مصنف ان چیزوں کو بیان کر رہے ہیں جن سے استنجاء کرنا مکروہ ہے بعظم اس لئے کہ حدیث میں بھی ہے عن عبد اللہ بن مسعود ان رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نہی ان یستطیب احدکم بعظم او روث۔ نسائی شریف۔ اس حدیث سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ یہ جنات کی غذا ہے اور ظاہر بات ہے کہ کسی کے غذا سے استنجاء کرنا کیسے صحیح ہو گا۔ اور اس حدیث کے پیش نظریہ بات بھی کھل کر سامنے آگئی کہ مکروہ تحریمی ہے۔

طعام :- یہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت کبریٰ ہے اس لئے اس سے استنجاء کرنا ہانت اور اضاعت نعمۃ اللہ ہے۔

بالید الیمنی الخ :- اسلئے کہ حدیث پاک میں ہے کہ قال النبی ﷺ اذا بال احدکم فلا یاخذ ذکرہ بیمینہ نسائی۔ اس لئے اسے مکروہ قرار دیا گیا، نیز انسان اسی ہاتھ سے کھانا کھاتا ہے اور پھر اسی ہاتھ سے اگر گندی چیزوں کو چھوئے تو اس کی طبیعت بھی گوارہ نہیں کرتی۔ لیکن اگر کوئی عذر ہو تو کر سکتا ہے اس وقت کراہیت باقی نہیں رہے گی جیسے بائیں ہاتھ میں پھوڑا نکلا ہوا ہے اب اگر دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرے تو پھر اس کو حرج لاحق ہو جائیگا۔

ویدخل الخلاء :- اب جبکہ یہ بات واضح ہو گئی کہ کن کن چیزوں سے استنجاء کر سکتا ہے تو اب یہ بتلادینا ضروری تھا کہ اس جگہ کس طرح سے جلیا جائے اور اس جگہ کس طرح داخل ہوا جائے۔ بائیں پیر سے داخل ہونے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کی ہے نیز اس میں جانے سے پہلے دعاء پڑھ لی جائے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا چنانچہ حدیث میں آتا ہے ان النبی ﷺ کان اذا دخل الخلاء قال اللهم انی اعوذ بک من اللخبث والخبائث۔ ترمذی۔ یہ دعاء دخول سے قبل پڑھی جائے گی امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر دخول کے وقت نہ پڑھا ہو تو جلوس کے بعد پڑھ سکتا ہے۔ اس جگہ تعوذ کی وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان مقامات نجاست میں شیطان موجود ہوتے ہیں اس لئے وہاں جانے سے قبل پناہ طلب کر لی جائے کہ وہ کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ دوسرے یہ کہ انسانی طبائع میں انفضالی مادہ بہت زیادہ ہے، اہل شر کی تھوڑی سی مصاحبت بھی شریہ پیدا کرتی ہے شیاطین سے ایسے مواقع میں متاثر ہونے کا اندیشہ ہے اس لئے آپ نے دعا بتلائی تاکہ ان کے اثرات سے محفوظ ہو سکیں (معارف مدنیہ)

وَيَكْرَهُ تَحْوِيْمًا اِسْتِیْقَالُ الْقَبْلَةِ وَاِسْتِدْبَارُهَا وَكُوْفِي الْبُنْيَانِ وَاِسْتِیْقَالُ عَيْنِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَمَهَبُ الرِّیْحِ وَيَكْرَهُ اَنْ یُّبَوَّلَ اَوْ یَتَغَوَّطَ فِی الْمَاءِ وَالظِّلِّ وَالْجَحْرِ وَالطَّرِیقِ وَتَحْتَ شَجَرَةٍ مُثْمِرَةٍ وَابْوَلٍ قَائِمًا اِلَّا مِنْ عَذْرِ وَیَخْرُجُ مِنَ الْخَلَاءِ بِرِجْلِهِ الْیُمْنِی ثُمَّ یَقُولُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِی۔

ترجمہ :- اور اس حالت میں مکروہ تحریمی ہے قبلہ کی طرف رخ اور پیٹھ کرنا اگرچہ گھر کے اندر ہی کیوں نہ ہو۔ اور شمس و قمر کی طرف رخ کرنا اور ہوا کی طرف منہ کرنا اور مکروہ ہے پانی اور سائے میں پانچخانہ اور پیشاب کرنا اور سوراخ اور

راستہ میں اور پھل دار درخت کے نیچے اور کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ ہے مگر کسی عذر کی بناء پر اور بیت الخلاء سے پہلے دیاں پاؤں نکالے اسکے بعد یہ دعا پڑھے، تمام تعریفیں اللہ کے لئے جس نے مجھ سے گندگی کو دور فرمایا اور نجات دلادی۔

تشریح و مطالب :- ابھی تک ان صورتوں کو بتلا رہے تھے جو پیش آنے کے قبل کے تھے اب یہاں سے یہ بتلا رہے ہیں کہ کس طرح بیٹھے اس کا رخ کس طرف ہو اور کہاں کہاں مباح اور درست ہے اور کہاں مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔

استقبال القبلة الخ :- اس کے بارے میں حدیث میں اس طرح آتا ہے عن ابی ایوب الانصاری قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اتيمم الغائط فلا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها ولكن شرفوا او غربوا (ترمذی) لیکن ائمہ کے اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں کہ یہ کن کن جگہوں پر ہے اور کیا کیا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک استقبال اور استدبار دونوں مکروہ تحریمی۔ دلوذ ظاہری کے نزدیک دونوں مباح۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک فضا میں یہ دونوں ممنوع اور بنیان میں دونوں مباح۔ امام محمدؒ کی ایک روایت ہے کہ استدبار مطلقاً جائز ہے اور استقبال مطلقاً ناجائز اور ایک روایت میں امام صاحب کے مطابق ہے۔ مصنفؒ یہاں استدبار بنیان وغیرہ لا کر ان ہی لوگوں پر رد کرنا چاہ رہے ہیں۔

استقبال عين الشمس :- سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اگر گھر میں ہو تو مکروہ نہیں ہے اور اسی طرح جب یہ دونوں چپے ہوئے ہوں۔ پانی میں پیشاب کرنے سے اس وجہ سے روکا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لا یبولن احدکم فی الماء الراکد۔ اسی طرح سائے میں پیشاب کرنے سے لوگوں کو تکلیف ہوگی اور نوبت مسلم حرام ہے اس لئے اس سے منع کیا گیا لیکن یہ اس سائے کا حکم ہے کہ لوگ وہاں پر بیٹھے ہوں مگر لوگ وہاں پر نہیں بیٹھتے تب بھی خلاف اولیٰ ہے۔

والجحر :- اس لئے کہ سوراخ میں پیشاب کرنے سے ہو سکتا ہے کہ اس کے اندر کوئی جانور ہو اور جب پیشاب اس تک پہنچے تو وہ نکل کر کاٹ لے، نیز سوراخوں کے اندر جنات بھی رہتے ہیں اسلئے اس سے منع کیا گیا کہ اس نادانستہ حرکت کی وجہ سے نقصان اٹھانا پڑے۔

طریق :- راستہ کے جس جانب بھی ہو مکروہ ہے۔
والبول قائماً لا من عذر :- یعنی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کرنا چاہئے لیکن اگر کوئی معذوری ہو تو اس صورت میں کھڑا ہو کر کر سکتا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(فصل فی الوضوء: اَرَكَّانُ الْوُضُوءِ اَرْبَعَةٌ وَهِيَ فَرَايَضُهُ الْاَوَّلُ غَسْلُ الْوَجْهِ وَحَذُّهُ طَوْلًا مِنْ مَبْدَأِ سَطْحِ الْجَنْبَةِ إِلَى اسْفَلِ الذَّقْنِ وَحَذُّهُ عَرْضًا بَيْنَ شَحْمَتَيْ الْأُذُنَيْنِ وَالثَّانِي غَسْلُ يَدَيْهِ مَعَ مِرْفَقَيْهِ وَالثَّلَاثُ غَسْلُ رِجْلَيْهِ مَعَ كَعْبَيْهِ وَالرَّابِعُ مَسْحُ رُبْعِ رَأْسِهِ وَسَبْهُ اسْتِباحَةً مَالًا يَحِلُّ إِلَّا بِهِ وَهُوَ حُكْمُهُ الدُّنْيَوِيُّ وَحُكْمُهُ الْآخِرِيُّ الثَّوَابُ فِي الْآخِرَةِ.

ترجمہ :- وضو کے رکن کا بیان۔ وضو کے چار رکن ہیں اور وہی اسکے فرائض ہیں پہلا چہرے کا دھونا اور اس کی حد طول میں پیشانی کے سطح کے شروع ہونے کی جگہ سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور لمبائی میں اس کی مقدار

دونوں کانوں کے لو کے درمیان کا حصہ، دوسرا رکن ہاتھوں کا کہنیوں سمیت دھونا، اور تیسرا رکن پیروں کا ٹخنوں سمیت دھونا اور چوتھا رکن چوتھائی سر کا مسح کرنا، اور وضو کا سبب ان چیزوں کا اپنے لئے مباح کر لینا ہے جو اسکے علاوہ سے مباح نہیں ہو سکتے تھے اور یہ تو دنیاوی حکم ہے اور آخرت کے اعتبار سے ثواب ہے۔

تشریح و مطالب :- اب جب کہ مصنف ان تمام چیزوں کے احکامات کو بیان کر چکے جن سے پاکی حاصل کی جاسکتی ہے تو اب وضو کو بیان کر رہے ہیں، وضو کے فرائض چار ہیں، جیسا کہ قرآن کی آیت اس کی طرف اشارہ کرتی ہے ارشاد باری ہے اِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ۔ لیکن قرآن میں صرف فاغسلوا وجوهکم تھا اس میں سوال پیدا ہو سکتا تھا اس لئے اس کو واضح طور پر بیان کر دیا۔

ربع واسم :- کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ قرآن میں تو صرف مسح راس کا ذکر ہے لیکن احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے ربع سر کا مسح فرمایا چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم سباطة قوم فبال وتوضا ومسح علی ناصیتہ اور ناصیہ ربع راس کو کہا جاتا ہے، مسح راس کے بارے میں ائمہ کے مختلف اقوال ہیں، مسح کو فرض سمجھی حضرات مانتے ہیں لیکن اس کی مقدار میں اختلاف کرتے ہیں امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر ایک بال پر بھی مسح کر لیا تو کافی ہو جاتا ہے اور فرضیت ختم ہو جائے گی، اسی طرح امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ پورے سر کا مسح فرض ہے بغیر اس کے فرض ساقط نہیں ہوگا، لیکن امام ابو حنیفہؒ بین بین ہیں اور وہ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ تو مصنفؒ نے ربع راس کی قید لگا کر انہی اقوال کی تردید کی ہے۔ ایک سوال ہے کہ سر میں مسح کیوں فرض ہوا غسل کیوں نہیں ہوا؟ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ وضو میں چار اعضاء کی تطہیر کا حکم ہے ان میں سے دو مرکز ہیں اور دو وسیلہ ہیں، سر قوت علمیہ کا مرکز ہے اور چہرہ اسکے عملہ میں سے ہے اسی طرح سے رجل قوت عملیہ کا مرکز ہے اور ہاتھ اس کا وسیلہ ہے، سر اور ہاتھ چونکہ مرکز ہیں اس لئے ان دونوں میں تخفیف کر دی گئی اس لئے کہ رعایا کے مقابلے میں بادشاہ کو سہولت و آسانی زیادہ دی جاتی ہے (۲) اس جگہ پانی پہنچانا مضر ہوتا ہے اس لئے اس میں مسح کرنے کا حکم دیا گیا۔ واللہ اعلم بالصواب

وسبہ الخ :- اس لئے کہ آدمی جب تک بے وضو تھا اس وقت تک قرآن پاک کو نہیں چھو سکتا ہے لیکن جب با وضوء ہو گیا تو اب اسے ہاتھ لگا سکتا ہے اور اسی طرح وہ نماز نہیں ادا کر سکتا تھا اب اس کی وجہ سے وہ فریضہ نماز کو ادا کر سکتا ہے اور اس کی وجہ سے جو آخرت میں ثواب ہے وہ الگ الگ ہے۔

وَشَرَطُ وَجُوبِهِ الْعَقْلُ وَالْبُلُوغُ وَالْإِسْلَامُ وَقُدْرَةُ عَلَى اسْتِعْمَالِ الْمَاءِ الْكَافِي وَوَجُودُ الْحَدَثِ وَعَدَمُ الْحَيْضِ وَالنَّفَاسِ وَضَيْقُ الْوَقْتِ وَشُرُوطُ صِحَّتِهِ ثَلَاثَةُ عُمُومٍ الْبَشَرَةِ بِالْمَاءِ الطَّهَوْرِ وَانْقِطَاعُ مَا يَنْفِيهِ مِنْ حَيْضٍ وَنَفَاسٍ وَحَدَثٍ وَزَوَالُ مَا يَمْنَعُ وَصُولُ الْمَاءِ إِلَى الْجَسَدِ كَشَمْعٍ وَشَحْمٍ۔

ترجمہ :- اور اسکے واجب ہونے کی شرط عاقل، بالغ اور مسلمان ہونا ہے، اور قدرت کار کھنا ہے اس قدر پانی کے استعمال پر جو کافی ہو اور حدت کا پایا جانا اور حیض و نفاس اور وقت کے تنگی کا نہ ہونا۔ اور اس کے صحیح ہونے کی شرطیں

تین ہیں جو اعضاء دھوئے جاتے ہیں ان پر پاک پانی کا پہنچ جانا، اور حیض اور نفاس اور حدث کا ختم ہو جانا اور اس کے منافی ہے اور اس چیز کا علیحدہ ہو جانا ہو پانی کے پہنچنے کے منافی ہے جیسے موم اور چربی۔

تشریح و مطالب :- اب مصنفؒ یہاں سے یہ بتلاتا چاہ رہے ہیں کہ یہ تمام چیزیں کب ہوں گی چاروں اعضاء کا دھونا تک واجب ہوگا، وہ کون کون سی صورتیں ہیں جن میں وضو واجب نہیں ہوتا، یہاں پر

ایک سوال اٹھتا ہے کہ وضو کو مقدم کیوں کیا غسل کو پہلے بیان کیوں نہیں کیا؟ اکا ایک جواب یہ ہے کہ ایک جزء ہے اور جزء کل سے مقدم ہوا کرتا ہے لہذا یہاں جزء کو مقدم کر دیا کل پر اور یہ کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ اسکا دوسرا جواب یہ ہے کہ وضو کی حاجت زیادہ ہوتی ہے بمقابلہ غسل کے اسلئے جس کی ضرورت زیادہ تھی اسے مقدم کر دیا۔ (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادب)

عاقلاً :- اس کی قید لگا کر ان لوگوں کو خارج کر دیا جو دیوانے اور پاگل ہیں اس لئے کہ وضو کیا جاتا ہے نماز کیلئے اور نماز دیوانے پر واجب نہیں اسی طرح دیوانے پاگل پر وضو بھی واجب نہیں ہوگی۔

بالغ :- اس قید کے ذکر کر دینے کے بعد وہ لوگ نکل گئے جو ابھی تک بالغ نہیں ہوئے اس لئے کہ ان پر نماز بھی واجب نہیں۔

الاسلام :- اس قید سے وہ تمام لوگ نکل گئے جو عاقل بھی ہیں بالغ بھی ہیں لیکن مسلمان نہیں ہیں، اس لئے کہ جہاں فرضیت وضو کی آیت ہے وہاں ارشاد باری ہے یا ایہا الذین آمنوا جس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ مسلمان ہی کیلئے ہے اس لئے کہ وضو ظاہری طہارت ہے اور ظاہری طہارت بدون باطنی طہارت کے کہاں حاصل ہوگی جب مسلمان لا الہ الا اللہ پڑھ لیتا ہے تو اس وقت اسے باطنی طہارت حاصل ہوتی ہے اور کافر کو ابھی یہ حاصل نہیں ہوتی۔

قدرة علی :- اسی طرح اگر پانی موجود ہے مگر اسکے استعمال کرنے پر قادر نہ ہو مثلاً پانی تو موجود ہے مگر اس قدر بیمار ہے کہ پانی اس کیلئے مضر ہے ڈاکٹر نے منع کر رکھا ہے یا یہ کہ پانی تو سامنے موجود ہے مگر دشمن سے خطرہ ہے اگر وہاں گیا تو حملہ کر دیا گیا یہ کہ سفر میں ہے دوسرے کے پاس پانی ہے مگر وہ اس قدر گراں لے رہا ہے کہ اسکے بس کی بات نہیں کہ یہ اسے خرید کر اسے استعمال کرے تو ان تمام صورتوں میں اسے قدرت نہیں ہے لہذا اسکے اوپر وضو واجب نہیں ہوگا۔

وجود الحدث :- اس سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر آدمی با وضو ہے تو اس پر وضو واجب نہیں ہاں مستحب ضرور ہے، یہاں حدث سے مراد حدث اصغر ہے۔

وعدم الحيض :- یہاں تک تو مسائل سب مشترک تھے اب یہاں سے دو مسئلے ایسے ذکر کر رہے ہیں جو صرف عورتوں کے لئے خاص ہیں یعنی اگر عورت کو حیض آ رہا ہو تو یا نفاس آ رہا ہو تو اس پر وضو کرنا واجب نہیں اس لئے کہ اس پر اس صورت میں نماز نہیں، اسلئے اس پر وضو واجب نہیں ہوگی۔

وشروط صحته :- شرط اسے کہتے ہیں جو عدم کو لازم کر دے وضو کے صحیح ہونے کی تین شرطیں ہیں اول دھوئے جانے والے اعضاء پر پاک پانی پہنچنا، اگر جو اعضاء وضو میں دھلے جاتے ہیں وہاں پانی نہیں پہنچا، یا پہنچایا لیکن پاک پانی نہیں تھا تو دونوں صورتوں میں وضو نہیں ہوگا، دوم ان چیزوں کا نہ پایا جانا جو وضو کے وجوب کے منافی ہیں

جیسا کہ ابھی گزر چکا۔ سوم ان چیزوں کا بدن سے جدا ہونا کہ جسکے وجود کی صورت میں پانی ظاہر جلد تک نہ پہنچ سکے۔

(فصل)۔ یَجِبُ غَسْلُ ظَاهِرِ اللَّحْيَةِ الْكَثَّةِ فِي أَصَحِّ مَا يُفْتَى بِهِ وَيَجِبُ إِيصَالُ الْمَاءِ إِلَى بُشْرَةِ اللَّحْيَةِ الْخَفِيفَةِ وَلَا يَجِبُ إِيصَالُ الْمَاءِ إِلَى الْمُسْتَرَسِلِ مِنَ الشَّعْرِ عَنْ دَائِرَةِ الْوَجْهِ وَلَا إِلَى مَا انكَثَمَ مِنَ الشَّقَتَيْنِ عِنْدَ الْإِنْضِمَامِ وَلَوْ انْضَمَّتِ الْأَصَابِعُ أَوْ طَالَ الظُّفْرُ فَقَطَعُوا الْأَنْمِلَةَ أَوْ كَانَ فِيهِ مَا يَمْنَعُ الْمَاءَ كَعَجَجِينَ وَجِبَ غَسْلُ مَا تَحْتَهُ وَلَا يَمْنَعُ الدَّرَنُ وَخَرُّ الْبَرَاغِيثِ وَنَحْوُهَا وَيَجِبُ تَحْرِيكُ الْخَاتَمِ الضَّيِّقِ وَلَوْ ضَرَبَهُ غَسْلُ شَفْوَقِ رَجُلِهِ جَازَ إِمْرَارُ الْمَاءِ عَلَى الدَّوَاءِ الَّذِي وَضَعَهُ فِيهَا وَلَا يَعَادُ الْمَسْحُ وَلَا الْغَسْلُ عَلَى مَوَاضِعِ الشَّعْرِ بَعْدَ حَلْقِهِ وَلَا الْغَسْلُ بَعْدَ قَصِّ ظَفَرِهِ وَشَارِبِهِ.

ترجمہ:- گھنی داڑھی کے ظاہری حصہ کو دھونا واجب ہے صحیح قول کے بموجب جس پر فتویٰ ہے اور ہلکی داڑھی کے چمڑے تک پہنچانا واجب ہے، اور جو بال چہرے سے لٹکے ہوتے ہیں وہاں پہنچانا واجب نہیں ہے اور نہ وہاں کہ جو چھپ جاتا ہے دونوں ہونٹوں کے ملانے کے وقت، اور اگر انگلیاں مل گئی ہوں یا ناخن بڑے ہو گئے ہوں اور ان سے انگلیاں چھپ گئی ہوں یا ہاتھ میں کوئی ایسی چیز لگی ہوئی ہے جو پانی کو نہیں پہنچنے دیتی جیسے آٹا، تو اسکے نیچے کا دھونا واجب ہے، مجھڑ کی بیٹ اور میل مانع نہیں اور اس جیسا، اور انگھوٹھی کے چھلہ کا ہلانا واجب ہے اگر تنگ ہو، اور اگر پیر کے پھن پر دھونا مضر ہو تو صرف پانی کا اس دوا پر سے گزار لینا جائز ہے اور نہ ہی مسح دوبارہ کیا جائے گا اور نہ دوبارہ دھویا جائے گا، بال کی جگہ کو جب اسے بنوایا ہو اور اسی طرح نہیں لوٹایا جائے گا دھونے کو جبکہ ناخن اور مونچھ کو کٹوایا ہو۔

تشریح و مطالب:- اب یہاں سے ایک ایسے مسئلہ کو بیان کر رہے ہیں جو ذرا سا اختلافی نظر آتا ہے، یعنی قرآن نے تو کہہ دیا فاغسلوا وجہکم لیکن انسان کے چہرے پر بال نکل جاتے ہیں جسے ہم داڑھی کہتے ہیں تو کیا بال نکلنے کے بعد اب دونوں کو دھویا جائے یا صرف ایک کو اگر بال کو بھی بھگوایا جائے تو کہاں تک اور کس مقدار میں؟ اب اسی مسئلہ کو یہاں سے بیان کر رہے ہیں۔ داڑھی کی دو قسمیں ہیں ایک داڑھی وہ ہے جو خوب گھنی ہوتی ہے، پانی اس میں نہیں جاسکتا، اس میں پانی پہنچانا اور اسکے نیچے کا تر کرنا دشوار اور مشکل کام ہے انسان اس سے حرج میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ داڑھی کی ایک قسم وہ ہے جس میں کم بال ہوتے ہیں جسے ہم خشخشی کہتے ہیں اسکے اندر پانی کا پہنچانا کوئی دشوار کام نہیں ہوتا اور انسان اس سے حرج میں نہیں پڑتا آسانی اسے کر سکتا ہے تو اس آخری والی قسم میں کوئی اختلاف نہیں ہے، بالاتفاق اسے دھویا جائے گا لیکن اگر پہلی قسم ہے تو اس میں دھونے کے مقدار میں اختلاف ہے کہاں تک دھویا جائے گا آیا اس بال کو دھویا جائے گا جو چمڑے سے قریب ہے یا اس بال کو جو لٹکے ہوتے ہیں۔

مصنف فی اصح المخ لا کر اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ ظاہر لہجہ کو دھویا جائے گا، اس سے اس بات کی طرف بھی اشارہ کر دیا کہ اس میں علماء کا اختلاف ہے، آگے مصنف خود ہی اس بات کو بیان کر رہے ہیں کہ لٹکے ہوئے بال کا دھونا واجب نہیں ہے، اسی طرح ان جگہوں کا دھونا جو عادتاً جب انسان دونوں ہونٹوں کو ملاتا ہے تو بند ہو جاتے ہیں اس لئے کہ وہ خارج کے حکم میں نہیں ہیں، بلکہ داخل کے حکم میں ہیں اور اس طرح اگر دو انگلیاں اس طور پر مل گئیں کہ

وہاں خود سے پانی نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ انسان خود وہاں نہ پہنچائے تو اس صورت میں وہاں پانی پہنچانا واجب ہے، اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ دو انگلیاں آپس میں اس طرح مل گئی ہیں کہ وہاں پانی کسی طرح نہیں پہنچ سکتا۔ اگر یہ بات ہے تو اس صورت میں پانی کا پہنچانا اس جگہ سے ساقط ہو جائے گا اور وہ داخل کے حکم میں ہو جائیں گی جس طرح بعض لوگوں کو اس طرح ہو جاتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ خلقی نہ ہو بلکہ گوشت وغیرہ کے زیادہ ہو جانے کی بناء پر ہو۔ ہکذا

فہمت من الشیخ الاستاذ معراج الحق۔

ولا يمنع الدون :- یہاں سے ایک اشکال کو دفع کرنا چاہ رہے ہیں کہ انہوں نے پہلے یہ بیان کیا تھا کہ اعضاء پر کوئی ایسی چیز نہ ہو جس کی بناء پر وہاں تک پانی نہ پہنچ سکتا ہو اب اس قاعدے میں میل بھی آ رہا تھا اس لئے الدون لا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ میل اس میں شامل نہیں ہے اس لئے کہ یہ انسان کی خلقی چیز ہے اور عام طور سے ہوتی ہے اس لئے اس سے بچنا ممکن نہیں۔

تحريك الخاتم الضيق :- ضیق کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر انگوٹھی کشادہ ہے اور اس میں پانی بلا ہلائے ہوئے عام طور پر چلا جاتا ہے تو اس کا ہلانا واجب نہیں ہے لیکن اگر یہ بات نہیں ہے بلکہ وہ تنگ ہے اس میں پانی بلا ہلائے نہیں پہنچ سکتا تو اب اس کا ہلانا واجب ہو جائے گا، اگر اس نے اسے نہیں ہلایا اور وہ جگہ خشک رہ گئی تو وضوء نہیں ہوگا و لوضوء :- یہاں سے یہ بیان کر رہے ہیں کہ اگر آدمی کے پیر میں پھٹن ہو اور وہ اس پر دوڑا رکھے ہوئے ہے تو کیا اس دوا کے نیچے پانی کا پہنچانا ضروری ہے یا صرف اوپر سے گزار لینا کافی ہوگا مصنفؒ نے اس مسئلہ کو صاف کر دیا کہ صرف اس کے اوپر سے گزار لینا کافی ہے نیچے پہنچانا واجب نہیں۔

ولا یبعد :- یہاں سے ایک سوال کا جواب دے رہے ہیں کہ اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ اس سے پہلے غسل کیا یا وضو کیا اسکے بعد بال بنو الیایا خن کو کوالیا تو کیا پھر وہ ان چیزوں کو لوٹائے گا یا نہیں؟ مصنفؒ اسی کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ اس کے ذمہ سے فرضیت ساقط ہو گئی اور اب نہیں لوٹائے گا اگرچہ غسل جنابت اور وضوء حدث ہی کیوں نہ ہو واللہ اعلم بالصواب۔ (حاشیہ شیخ الادب)

(فصل :-) یَسْنُ فِي الْوُضُوءِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ شَيْئًا غَسْلُ الْيَدَيْنِ إِلَى الرُّسْغَيْنِ وَالتَّسْمِيَةُ ابْتِدَاءَ وَالسَّوَاكُ فِي ابْتِدَائِهِ وَلَوْ بِالْأَصْبَعِ عِنْدَ فَقْدِهِ وَالْمُضْمَضَةُ ثَلَاثًا وَلَوْ بِغُرْفَةٍ وَالِاسْتِنْشَاقُ ثَلَاثَ غُرَفَاتٍ وَالْمُبَالَغَةُ فِي الْمُضْمَضَةِ وَالِاسْتِنْشَاقِ لِغَيْرِ الصَّائِمِ وَتَخْلِيلُ اللَّحْيَةِ الْكَثَّةِ بِكَفِّ مَاءٍ مِنْ أَسْفَلِهَا وَتَخْلِيلُ الْأَصَابِعِ وَتَثْلِيثُ الْغَسْلِ وَاسْتِيعَابُ الرَّأْسِ بِالْمَسْحِ مَرَّةً وَمَسْحُ الْأُذُنَيْنِ وَلَوْ بِمَاءِ الرَّأْسِ وَالذَّلْكَ وَالْوَلَاءُ وَالنِّيَّةُ وَالتَّرْتِيبُ كَمَا نَصَّ اللَّهُ تَعَالَى فِي كِتَابِهِ وَالْبَدَاءُ بِالْيَمَانِ وَرُؤُسِ الْأَصَابِعِ وَمُقَدَّمَ الرَّأْسِ وَمَسْحُ الرُّقْبَةِ لِأَلْحَلْقُومِ وَقِيلَ إِنَّ الْأَرْبَعَةَ الْآخِرَةَ مُسْتَحَبَّةٌ.

ترجمہ :- سنن وضو کا بیان۔ وضو میں اشارہ چیزیں سنت ہیں، ہاتھ کا گٹوں تک دھونا، شروع میں بسم اللہ پڑھنا، شروع میں مسواک کرنا، مسواک کے گم ہو جانے کے وقت انگلی سے ہی مسواک کر لینا، تین مرتبہ کلی کرنا، اگرچہ

ایک ہی چلو سے کیوں نہ ہو، اور ناک میں پانی ڈالنا تین چلو سے، اور کلی کرنے اور ناک میں پانی میں مبالغہ کرنا اگر روزہ سے نہ ہو اور گھنی داڑھی کا ایک چلو پانی سے اس کے نیچے کی جانب سے خلال کرنا، اور انگلیوں کا خلال کرنا، اور ہر ہر عضو کا تین تین مرتبہ دھونا اور ایک مرتبہ پورے سر کا مسح کرنا اور کانوں کا مسح کرنا، اگرچہ سر ہی کے پانی سے کیوں نہ ہو اور ملنا اور پے در پے کرنا، اور نیت کرنا، اور اس ترتیب سے وضو کرنا جیسا کہ نص دارد ہوا ہے کتاب اللہ میں، اور دائیں سے شروع کرنا اور انگلیوں کے سروں کی طرف سے شروع کرنا اور سر کے اگلے حصے سے ابتداء کرنا اور گردن کا مسح کرنا نہ کہ حلق کا اور کہا گیا ہے اخیر کی چاروں چیزیں مستحب میں سے ہیں۔

تشریح و مطالب: ابھی تک مصنف "فرائض وضو اور واجبات وضو کو بیان کر رہے تھے اب جب کہ اس کو بیان کر چکے تو سنن وضو کو بیان کر رہے ہیں لہذا یہ پہلے جان لینا ضروری ہے کہ سنت کسے کہتے ہیں، سنت کے معنی لغت میں طریقہ، روش، عادت کے ہیں خولہ وہ صحیح ہوں یا غلط (حاشیہ مولانا اعجاز علی) لیکن اصطلاح شرع میں سنت اس روش کو کہا جاتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے قول یا فعل سے ثابت ہو اور اس کے چھوڑنے پر عذاب کی دھمکی نہ دی گئی ہو خولہ وہ فعل عبادات سے تعلق رکھتا ہو خولہ عادات سے، لیکن سنت کی دو قسمیں ہیں (۱) سنت ہدیٰ (۲) سنت زائدہ۔ سنت ہدیٰ وہ فعل ہے جس کا عبادات سے تعلق ہو اور بجز ایک دو مرتبہ کے اس پر بیشکی رہی ہو۔ سنت زائدہ وہ تمام طبعی اور عادی افعال ہیں اور نیز عبادات جن پر بالمعنی المذکور بیشکی حضور ﷺ سے مذکور نہ ہو۔ (ایضاح الاصحاح مولانا محمد میاں) تنبیہ:- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے افعال اور اقوال سنت ہی کا مرتبہ رکھتے ہیں، بشرطیکہ وہ اجتہادی امور نہ ہوں (مولانا محمد میاں) سنت مؤکدہ اور واجب عمل کے لحاظ سے دونوں برابر کا درجہ رکھتے ہیں لیکن ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ واجب کے ترک پر عذاب کی وعید ہوتی ہے اور سنت کے ترک پر یہ بات نہیں مگر عتاب کا خطرہ یقینی ہے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو میری سنت کو چھوڑے گا وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا۔ (نور الاصحاح) الرسفین:- یہ اس وقت کا بیان کر رہے ہیں کہ جب شروع کرے ورنہ بعد میں تو پورا کہنیوں تک دھویا جائے گا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص بیدار ہو تو اسکو اپنے ہاتھوں کو دھو لینا چاہئے۔ الحدیث۔ اس لئے کہ یہ ایک طرح سے آلہ کا کام دیتا ہے اس لئے پہلے اسے صاف ہونا چاہئے جس طرح جب کھانا نکالا جاتا ہے تو پہلے چمچے کو دھویا جاتا ہے۔

والتسمیۃ:- مصنف نے اس میں ابتداء کی قید اس وجہ سے لگائی کہ حدیث میں آتا ہے کل امر ذی بال لم یبدأ بسم اللہ فهو اقطع او کما قال جیسا کہ اس پر پہلے روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ تسمیہ عند الوضوء میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ واجب ہے یا سنت؟ اہل ظاہر اور علامہ ابن ہمام صاحب فتح القدیر کے نزدیک تسمیہ عند الوضوء واجب ہے اور ان کی دلیل ترمذی کی وہ حدیث ہے کہ لا وضوء لمن لم يذكر اسم الله عليه۔ لیکن جمہور حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اسکے خلاف ہیں، امام اتحقق "فرماتے ہیں کہ اگر بھول کر یا یہ تاویل کر کے کہ نفی کمال مراد ہے تسمیہ چھوڑ دیا تو وضو ہو جائے گا لیکن اگر عمدتاً تاویل چھوڑ دیا تو وضو نہیں ہوگا، لیکن جمہور کے نزدیک تسمیہ عند الوضوء سنت ہے۔ معارف مدنیہ

وَالسَّوَاكُ فِي ابْتِدَائِهِ :- ابتداء کہ قید اس وجہ سے لگایا کہ شوافع کے نزدیک سواک عند الصلوٰۃ مسنون ہے، سواک کے بارے میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِيْ لَا مَرْتَهَمَ بِالسَّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَوةٍ (ابوداؤد) اس لئے سواک سنت قرار دیا گیا اور سواک اس لئے بھی کر لینی چاہئے کہ انسان ایک بڑے دربار میں جانا چاہ رہا ہے تو جس طرح اس نے اپنے ہاتھ اور پیر کو دھویا ہے اسی طرح سے اسے اپنا منہ بھی صاف کر لینا چاہئے تاکہ منہ سے بدبود وغیرہ نہ آئے اس وجہ سے مصنفؒ نے گم ہونے کے وقت فرمایا کہ اپنی انگلی سے اس کو ادا کرے، اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ وَمَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ (نسائی) کہ رب کی خوشنوی کا ذریعہ سواک ہے نیز بعض آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ جو نماز سواک کر کے پڑھی جائے اس کا ثواب ستر گنا زیادہ ہو جاتا ہے اس نماز کے مقابل جو بلا سواک کے پڑھی جائے وغیرہ ذالک۔

لغیر الصائم :- اس کی قید اس وجہ سے لگائی کیونکہ جب روزہ کی حالت میں مضمضہ کرے گا تو ہو سکتا ہے کہ غفلت میں مضمضہ کرتے وقت بلا ارادہ اسکے اندر پانی چلا جائے، اسلئے احتیاط کی حالت پر عمل کرتے ہوئے اس سے روک دیا گیا، نام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک مضمضہ الگ الگ چلو سے کیا جائیگا لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک ایک ہی چلو سے سنت ہے۔

استیعاب الراس الخ :- امام مالکؒ کے نزدیک تو پورے سر کا مسح فرض ہے لیکن حنفیہ کے نزدیک ربع سر کا مگر ایک مرتبہ پورے سر کا مسح کرنا سنت ہے ایک مرتبہ اس طرح مسح کیا جائے گا کہ دونوں ہاتھ میں پانی لے کر ہر ہاتھ کی تین تین انگلیاں سر پر رکھے ابہام اور مسہ کو بچائے رکھے پھر آگے سے سر کے پیچھے لے جائے پھر اپنی ہتھیلی کو سر پر رکھ کر آگے لائے پھر ان دونوں انگلیوں میں سے کانوں کا مسح کرے۔ (از حاشیہ شیخ الادب)

والنية :- نیت کے معنی لغت میں ارادہ کے ہوتے ہیں یعنی دل سے کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرنا، اور اصطلاح میں قلب کو متوجہ کرنا۔ وضو میں نیت اس وقت کی جاتی ہے جب استبراء سے فارغ ہو جائے تاکہ تمام چیزیں قربت میں داخل ہو جائیں، اور وضو میں نیت یہ کرے کہ اس سے دفع حدث ہو جائے اور اس سے نماز پڑھ سکے دل سے وضو کرنے کی نیت کرے، زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے لیکن اگر دل میں نیت کر کے زبان سے بھی کہہ دے تو بہتر ہے۔ (از حاشیہ)

الترتيب :- ترتیب یہ ہے کہ پہلے چہرے کو دھوئے پھر اپنے ہاتھ کو پھر اپنے سر کا مسح کرے کما فی الآیۃ الْكَرِيمَةِ وَالْبَدَانَةَ بِالْمِيَامِنِ۔ دائیں طرف سے شروع کرنا سنت ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نعل مبارک اور ٹنگھی کرنے میں بھی دائیں کو ترجیح دیتے تھے اسلئے وضو میں بھی سنت ہے۔

فصل۔ مِنْ آذَابِ الْوُضُوءِ أَرْبَعَةٌ عَشَرَ شَيْئًا الْجُلُوسُ فِي مَكَانٍ مُرْتَفِعٍ وَإِسْتِقْبَالُ الْقِبْلَةِ وَعَدَمُ الْإِسْتِعَانَةِ بِغَيْرِهِ وَعَدَمُ التَّكَلُّمِ بِكَلَامِ النَّاسِ وَالْجَمْعُ بَيْنَ نِيَّةِ الْقَلْبِ وَفِعْلِ اللِّسَانِ وَالِدَّعَاءُ بِالْمَأْثُورَةِ وَالتَّسْمِيَةُ عِنْدَ كُلِّ عَضْوٍ وَإِدْخَالُ خِنْصِرِهِ فِي صَمَاحِ أُذُنَيْهِ وَتَحْرِيكُ خَاتَمِهِ الْوَاسِعِ وَالْمَضْمَضَةُ وَالِاسْتِنْشَاقُ بِالْيَدِ الْيُمْنَى وَالِامْتِخَاطُ بِالْيُسْرَى وَالتَّوَضُّعُ قَبْلَ دُخُولِ الْوَقْتِ لِغَيْرِ الْمَعْذُورِ وَالِاتِّبَانُ بِالشَّهَادَتَيْنِ بَعْدَهُ وَأَنْ يَشْرَبَ مِنْ فَضْلِ الْوُضُوءِ قَائِمًا وَأَنْ يَقُولَ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ۔

ترجمہ :- وضو کے آداب۔ وضو کے آداب چودہ ہیں۔ کسی اونچی جگہ پر بیٹھنا، قبلہ کی طرف رخ کرنا، کسی کی مدد نہ طلب کرنا، لوگوں جیسی باتیں نہ کرنا، دل سے ارادہ اور زبان سے تکلم کرنا، اور دعائے مسنونہ کا پڑھنا، اور ہر عضو کے دھونے کے وقت بسم اللہ پڑھنا، اور اپنی خضر کو کان کے سوراخ میں ڈالنا، اور کشادہ انگوٹھی کو حرکت دینا، اور ناک اور منہ میں داسپے ہاتھ سے پانی ڈالنا، اور بائیں ہاتھ سے ناک کو صاف کرنا، اور وقت کے آنے سے قبل غیر معذور کے لئے وضو کرنا، اور وضو کے بعد شہادتین کا پڑھنا، اور کھڑے ہو کر بچے ہوئے پانی کا پینا، اور پیتے وقت یہ کہنا اے اللہ مجھے ان لوگوں میں کر دے جو بہت توبہ کرنے والے ہیں اور پاکیزگی والے ہیں۔

تشریح و مطالب :- سنن کو شمار کرانے کے بعد اب آداب کو بیان کر رہے ہیں۔ پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ ادب کسے کہتے ہیں، اس کی تعریف میں مختلف اقوال ہیں بعض لوگوں نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے کہ کسی چیز کو اسکے مقام میں رکھنے کو ادب کہتے ہیں، بعض کا کہنا یہ ہے کہ اچھی خصلتوں کو ادب کہا جاتا ہے بعض لوگ اس طرف گئے ہیں کہ ورع کو ادب کہا جائے، ہدایہ کی شرح میں اسکی تعریف یوں کی گئی ہے کہ جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ یاد و مرتبہ کیا ہو اور اس پر ہمیشگی نہ کی ہو اس کا حکم یہ ہو گا کہ اسکے کرنے پر ثواب ہو گا اور نہ کرنے پر کوئی ملامت نہ ہوگی اور سنت وہ ہے کہ جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مداومت فرمائی ہو مگر کبھی ایک کبھی دو مرتبہ بلا عذر کے ترک کر دیا ہو۔ اس کا حکم یہ ہو گا کہ اسکے کرنے پر ثواب ہو گا اور ترک پر ملامت کی جائے گی مگر سزا نہیں ہوگی۔ (ہکذا فی مرقی الفلاح و حاشیہ شیخ الادب، نور الاصباح)

الجلوس :- اونچی جگہ بیٹھنے سے ایک بات یہ حاصل ہوگی کہ آدمی ماء مستعمل کے چھیننے سے بچ جائے گا۔
وعلم الاستعانة :- استعانت کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ آدمی خود کچھ نہ کرے دوسرے لوگ اسکے اعضاء کو صاف کریں، دوسری صورت یہ ہے کہ دھو تو خود رہا ہو مگر پانی اس پر دوسرے لوگ ڈال رہے ہوں۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کے ہاتھ پر پانی ڈالا گیا اور آپ نے خود دھویا، یہ صورت مکروہ کی نہیں اسلئے کہ ایسا نبی کریم ﷺ نے بھی کیا ہے، لہذا استعانت سے مراد یہاں پر وہی ہے کہ مکمل طور پر دوسرے سے کرائے۔ واللہ اعلم بالصواب
وعدم التکلم الخ :- کی قید بڑھا کر اس بات کو واضح کر دیا کہ عام لوگوں کی بات نہ کی جائے بلکہ اسکے اندر جو دعائیں مسنون ہیں وہ پڑھی جائیں تاکہ ثواب زیادہ ہو اس لئے کہ یہ اب تیاری کر رہا ہے محبوب سے بات کرنے کی تو اس کو چاہئے کہ خوب اچھی طرح سے پہلے ہی سے سنت پر عمل کرے، نیز حدیث میں آتا ہے کہ جب انسان وضو کرتا ہے اس وقت اسکے گناہ نکلتے ہیں اور ظاہری بات ہے کہ ایک طرف اسے پاک کیا جاتا ہے اور دوسری اس کی زبان سے ایسے کلمات نکلیں جو اس وقت کے مناسب نہ ہوں یہ کیسا ادب ہو گا۔

والجمع بین نية القلب الخ :- نیت در حقیقت ارادہ قلبی کا نام ہے اس کیلئے زبان سے کہنا یا کچھ رٹے ہوئے کلمات ادا کرنا کسی چیز میں بھی ضروری نہیں، نیت کا مقصد صرف یہی ہے کہ جس کام کو کیا جا رہا ہے اسکا ارادہ دل سے کر لیا جائے، البتہ اگر دلی ارادہ کیساتھ زبان سے بھی اسکے مناسب الفاظ ادا کر دیئے جائیں تو بہتر ہے۔ واللہ اعلم (ماخوذ از ایضاح)

الدعاء بالماثورة :- دعاء ماثورہ سے مراد وہ دعا ہے کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہوں اور اسی طرح صحابہ اور تابعین سے۔ (شیخ الادب)

والتسمية :- اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہر عضو کے دھونے کے وقت دعا پڑھی جائے اسی طرح بسم اللہ بھی ہر عضو کے دھوئے جانے کے وقت پڑھی جائے، چنانچہ جب مضمضہ کرے تو اس وقت یہ دعا پڑھے بسم اللہ اللھم اعنی علی تلاوة القرآن وشکرك وذكرك وحسن عبادتك۔ اسی طرح جب استنشاق کرے تو اس وقت یہ دعا پڑھے بسم اللہ اللھم ارحنی رائحة الجنة ولا ترحنی رائحة النار اور جس وقت چہرہ دھونے لگے اس وقت یہ دعا کرے بسم اللہ اللھم بیض وجهی يوم تبيض وجوه وتسود وجوه اور جس وقت دایاں ہاتھ دھوئے اس وقت یہ دعا پڑھے بسم اللہ اللھم اعطنی کتابی بيمينی وحاسبنی حسابا يسیر اور جس وقت بایاں ہاتھ دھوئے اس وقت یہ دعا زبان سے ادا کرے بسم اللہ اللھم لاتعطنی کتابی بشمالی ولا من وراء ظہری اور جس وقت سر کا مسح کرنے لگے اس وقت کی یہ دعا ہے بسم اللہ اللھم اظلنی تحت ظل عرشک يوم لا ظل الا ظل عرشک اور جس وقت کانوں کا مسح کرے اس وقت یہ دعا پڑھنی چاہئے بسم اللہ اللھم اجعلنی من الذين يسمعون القول فيتفون احسنه اور جس وقت گردن کا مسح کرے اس وقت یہ دعا پڑھے بسم اللہ اللھم اعتق رقبتی من النار اور جس وقت دایاں پیر دھلے اس وقت بسم اللہ اللھم ثبت قدمی علی الصراط يوم تزل الاقدام پڑھے اور جس وقت بایاں پیر دھلے اس وقت بسم اللہ اللھم اجعل ذنبی مغفوراً وسعی مشكوراً وتجارتی لن تجور پڑھے۔ ہکذا فی مراقی الفلاح وطحطاوی علی مراقی الفلاح، واحذت هذه الادعیاء من حاشیة شیخ الادب۔

لغير العذر الخ :- کہہ کر ایک بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر کسی کو ایسی بیماری ہے کہ جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے جیسے نکیر، سلسل البول تو وہ وقت کے اندر وضو کرے اور اس کا وضو اسی وقت تک رہے گا ایک وضو سے دو وقت کی نمازیں نہیں پڑھ سکتا، ان کے اوقات میں دوسری نمازیں پڑھ سکتا ہے ہاں امام شافعی کے نزدیک اس کا وہ وضو اسی نماز کے لئے مخصوص ہے اگر اس وقت دوسری نماز ادا کرنا چاہے تو دوبارہ وضو کرے گا، لیکن امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ اس وقت میں جس قدر چاہے پڑھ سکتا ہے۔

(فصل) وَيَكْرَهُ لِلْمُتَوَضِّئِ شَيْءُ اَسْرَافٍ فِي الْمَاءِ وَالتَّقْيِيرُ فِيهِ وَضَرْبُ الْوَجْهِ بِهِ وَالتَّكَلُّمُ بِكَلَامِ النَّاسِ وَالِاسْتِعَانَةُ بِغَيْرِهِ مِنْ غَيْرِ عَذْرِ وَتَثْلِيثُ الْمَسْحِ بِمَاءٍ جَدِيدٍ۔

ترجمہ :- وضو کے مکروہات۔ وضو کرنے والے کیلئے چھ چیزیں مکروہ ہیں پانی زیادہ خرچ کرنا، اور پانی خرچ کرنے میں کمی کرنا، اور پانی سے چہرے پر مارنا، اور دنیاوی بات چیت کرنا، اور بلا عذر کسی سے مدد لینا، اور سر کا تین مرتبہ نئے پانی سے مسح کرنا۔
تشریح و مطالب :- اب یہاں سے ان صورتوں کو بیان کر رہے ہیں کہ کون کون سے افعال ایسے ہیں کہ جن کا کرنا مکروہ ہے۔

الاسراف :- اسراف کہتے ہیں کسی چیز کو اس کے حد سے زیادہ خرچ کرنا، مثلاً اگر انسان ایک لوٹے پانی میں سنت

کے مطابق وضو کر سکتا ہے اسکے باوجود وہ دو لوٹا خرچ کرتا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوسعہؓ سے ارشاد فرمایا **ما هذا السرف** یا سعدائے ابوسعہ یہ فضول خرچی کیوں؟ حضرت سعدؓ نے کہا اے اللہ کے نبی کیا وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے اگرچہ نہر کے کنارے ہی کیوں نہ ہو۔ ایک قاعدہ ہر وقت مد نظر رکھئے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔ مکروہ کی دو قسمیں ہیں ایک مکروہ تحریمی، دوسری قسم مکروہ تنزیہی ہے۔ جب فقہاء مکروہ مطلقاً ذکر کرتے ہیں اس وقت مکروہ تحریمی مراد لیتے ہیں مکروہ تنزیہی کا نہ بہتر ہوتا ہے بمقابل کرنے کے۔ (حاشیہ شیخ الادب)

اسراف سے مراد یہاں پر یہ ہے کہ عدد مسنون سے زیادہ دھوئے نیز اگر وقف کا مال ہے جیسے مدرسوں وغیرہ کا ہوتا ہے تو اگر اس میں اسراف کرے گا تو حرام ہوگا۔ (شیخ الادب) بہر حال اگر خود مالک ہے اور اپنی ملکیت سے خرچ کرتا ہے تو بھی کراہت سے خارج نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب (وسیم)

فصل۔ الوضوء علی ثلاثہ اقسام الاول فرض علی المحدث للصلوة ولو كانت نفلًا وللصلاة الجنابة وسجدة التلاوة ولمس القرآن ولو آية والثاني واجب للطواف بالكعبة والثالث مندوب للنوم علی طهارة واذا استيقظ منه وللمداومة عليه وللوضوء علی الوضوء وبعد غيبة وكذب وتيممة وكل خطيئة وانشاد شعر وفقهه خارج الصلوة.

ترجمہ :- اور وضو کی تین قسمیں ہیں اول وہ ہے جو فرض ہے محدث پر نماز کے واسطے اگرچہ نفل ہی کیوں نہ ہو اور نماز جنازہ کیلئے اور سجدہ تلاوت کیلئے اور قرآن کو چھونے کیلئے اگرچہ ایک ہی آیت کیوں نہ ہو۔ دوسری قسم وضو واجب ہے طواف کعبہ کیلئے۔ اور تیسری قسم مستحب ہے، پاکی کی حالت پر سونے کیلئے اور جب نیند سے بیدار ہو، اور ہمیشہ با وضو رہنے کیلئے اور وضو علی الوضوء اور غیبت اور جھوٹ اور غلطخوری اور ہر گناہ اور برے شعر اور نماز کے باہر قبہ لگانے کے بعد۔ یہاں پر عدد حصر کیلئے نہیں ہے اس لئے کہ اس کے علاوہ وضو کی اور قسمیں بھی ہو سکتی

تشریح و مطالب :- | ہیں ایک حرام اور ایک مکروہ۔ مکروہ جیسے وضو پر وضو کرنا اور درمیان میں کوئی عبادت بھی نہ ہو نیز مجلس بھی نہ بدلی ہو۔ حرام جیسے وقف کے مال میں بے جا تصرف کرنا، مسجد اور مدرسہ کے مال میں اسراف کرنا، یعنی اسکے پانی کو حاجت سے زیادہ خرچ کرنا۔ **ہکذا فہمت من حاشیہ شیخ الادب و طحاوی**

فرض :- یہاں فرض سے مراد وہ ہے جو نص قطعی سے ثابت ہو جیسا کہ قرآن پاک سے وضو ثابت ہے، لیکن اسکی مقدار اجتہادی ہے۔ مرآۃ، حاشیہ شیخ الادب ۱۲ محدث کے اوپر وضو اسوجہ سے فرض ہے کہ نماز بلا طہارت کے نہیں ہوتی۔ سجدۃ التلاوة :- اسلئے کہ یہ بھی نماز کے مشابہ ہے، نیز اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنا ہے پھر اگر بلا طہارت کے ہو تو یہ ایک طرح سے بے ادبی ہے اسلئے اسکے سامنے سر رکھنے سے پہلے پاک ہو جانا ضروری ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

ولمس القرآن :- اس لئے کہ محبوب کا کلام ہے اور جس طرح سے اس کے سامنے بلا وضوء کے جانا جائز نہیں اسی طرح اسکے کلام کو بھی ہاتھ لگانا درست نہیں، نیز ایک بات کا خیال رہے کہ اسی حکم میں قرآن کا ترجمہ بھی شامل

ہے۔ (مراقی الفلاح وایضاح الایضاح) چنانچہ خود قرآن پاک کی آیت بھی اسی طرف اشارہ کرتی ہے لایمسه الا المطہرون اس بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے کہ اس حصہ کو مس کر سکتا ہے یا نہیں کہ جہاں پر لکھا ہوا نہیں ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ مکروہ ہے اور ایک قول کے بموجب حرام۔ مراقی

بعد غیبة :- اس کی تعریف یہ ہے کہ اگر اسکے سامنے وہ بات کہی جائے جو اسکے عدم موجودگی میں کہی گئی ہے تو وہ اسکو پسند نہ کرتا اور وہ بات اسے ناگوار گزرتی۔ مولانا محمد میاں نیز صاحب در مختار نے ایک بات اور لکھی ہے کہ اگر کوئی کسی کی حرکت نقل کرتا ہے تو یہ بھی غیبت میں داخل ہے لیکن حرکت سے مراد وہ حرکت ہوگی جو مذاق کے لئے نقل کی جائے اس لئے کہ اچھی حرکت کا نقل کرنا مذموم نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

خارج الصلوٰۃ :- یہ اس وجہ سے لگائی پڑی کہ قہقہہ اگر نماز میں لگایا گیا ہے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اور وضو اور نماز دونوں لوٹانی پڑتی ہے۔

وَعَسَل مِيتٍ وَحَمَلَةٍ وَلَوْ قَدْ كُلُّ صَلَوةٍ وَقَبْلَ غُسْلِ الْجَنَابَةِ وَلِلْجَنَابِ عِنْدَ أَكْلِ وَشَرْبٍ وَنَوْمٍ وَوُطْئٍ وَلِغَضَبٍ وَقُرْآنٍ وَحَدِيثٍ وَرَوَايَةٍ وَدِرَاسَةِ عِلْمٍ وَأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ وَخُطْبَةٍ وَزِيَارَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوُفُوفٍ بِعَرَفَةَ وَلِلْسُفَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَأَكْلِ لَحْمٍ جَزْزٍ وَلِلْخُرُوجِ مِنْ خِلَافِ الْعُلَمَاءِ كَمَا إِذَا مَسَّ امْرَأَةً.

ترجمہ :- اور میت کو غسل دینا اور اس کا اٹھانا اور ہر نماز کے وقت کیلئے اور غسل جنابت سے پہلے اور جھبی کو کھانے، پینے، سونے اور وطی کیلئے، اور غصہ آنے کے وقت، اور قرآن پڑھنے اور حدیث پڑھنے کیلئے اور روایت حدیث اور علم پڑھنے کیلئے، اور اذان کیلئے اور اقامت کے واسطے اور خطبہ دینے کیلئے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے وقت اور عرفہ میں ٹھہرنے کیلئے اور صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنے کیلئے، اور اونٹ کے گوشت کھانے کے بعد اور علماء کے اختلاف سے نکلنے کیلئے جیسے مس امرأۃ.

غسل میت :- اسکا مطلب یہ ہے کہ جب با وضو ہو کر غسل دیا ہو، ورنہ تو نماز کیلئے وضو کرنا ہی پڑیگا۔ (طحاوی) لغضب :- اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غصہ شیطان کا اثر ہے، اور شیطان آگ سے ہے اور آگ کو پانی بجھا دیتا ہے تو جب غصہ آئے تو چاہئے کہ وضو کرے۔

قرآن :- اس سے قبل اس کے متعلق روشنی ڈالی جا چکی ہے، یہاں پر یہ مراد ہے کہ قرآن کو مس نہیں کر رہا ہے بلکہ حفظ کر رہا ہے یا قرآن تو کھلا ہوا ہے دیکھ کر پڑھ رہا ہے مگر اسے مس نہیں کرتا۔ واللہ اعلم بالصواب

دراسة علم :- یعنی دینی علوم کے پڑھنے اور پڑھانے کے وقت وضو کر لینا مستحب ہے اور باعث برکت ہے اس لئے کہ علم ایک نور ہے اور وضو سے بھی ایک نور حاصل ہوتا ہے اس لئے وضو کر لینا چاہئے۔

وزیارة :- اس لئے کہ وہاں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے جا رہا ہے اور آپ کے مزار اقدس پر حاضر ہوگا اور بلا وضو کے جانا خلاف ادب ہے۔

واکل لحم :- اس لئے یہاں پر خاص طور سے بیان کیا کہ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے، جمہور کے نزدیک جو

جمع مماست النار ہے، یہی لحوم اہل کا بھی ہے لیکن امام احمد، اسحق، ابن خزمیہ وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اور کچھ صحابہ کرام کا بھی اس پر عمل رہا ہے، لیکن حنفیہ کے نزدیک صرف مستحب ہے۔

فصل۔ يَنْقُضُ الْوُضُوءُ اثْنَا عَشَرَ شَيْئًا مَّا خَرَجَ مِنَ السَّبِيلَيْنِ إِلَّا رِيحُ الْقَبْلِ فِي الْأَصَحِّ وَيَنْقُضُهُ وَلَادَةٌ مِنْ غَيْرِ رُؤْيَا دَمٍ وَنَجَاسَةٍ سَائِلَةٍ مِنْ غَيْرِهِمَا كَدَمٍ وَقَيْحٍ وَلَقْنَى طَعَامٍ أَوْ مَاءٍ أَوْ عُلْقَى أَوْ مِرَّةً إِذَا مَلَأَ الْقَمَّ وَهُوَ مَلَأَ يَنْطَبِقُ عَلَيْهِ الْقَمُّ إِلَّا بِتَكْلُفٍ عَلَى الْأَصَحِّ وَيَجْمَعُ مُتَفَرِّقُ الْقَنَى إِذَا اتَّخَذَ سَبِيَّهُ وَدَمٌ غَلَبَ عَلَى الْبُزَاقِ أَوْ سَاوَاهُ.

ترجمہ :- وضو کو توڑنے والی بارہ چیزیں ہیں۔ جو کچھ بھی سبیلین سے نکلے مگر اصح مذہب کے مطابق وہ ہوا ناقض نہیں جو پیشاب کی راہ سے نکلے، اور وضو ٹوٹ جاتا ہے ولادت کی وجہ سے اگرچہ خون نظر نہ آیا ہو اور ایسی نجاست جو ان دونوں کے علاوہ ہو اور بدن سے بہتے نکلے مثلاً خون، پیپ، کھانے، پانی، یا خون بستہ، یا پت کی قئی، جبکہ منہ بھر کر آئے یعنی اس مقدار میں ہوں کہ بلا تکلف منہ بند نہ کر سکے اصح مذہب کے بموجب اور جب سبب ایک ہو تو مختلف قئی کو جمع کیا جائے گا اور ایسے خون سے کہ وہ غالب آگیا ہو تھوک پر یا اسکے برابر ہو۔

تشریح و مطالب :- ابھی تک مصنف ان چیزوں کو بیان کر رہے تھے کہ جن سے وضو مکمل ہوتا ہے لیکن اس کا بھی جان لینا ضروری ہے کہ وہ کون کون وجوہات ہیں جن سے وضو ختم ہو جاتا ہے۔

بنقض :- اگر نقض کی اضافت اجسام کی طرف کی جائے تو اس وقت اس سے مراد اس کی بناوٹ کا خراب ہونا ہوگا، جیسے نقض الحائط اس سے مراد یہ ہوگا کہ دیوار تھی اور اب ختم ہو گئی۔ اور اگر اس کی اضافت معانی کی طرف ہو جیسے وضو اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ جس چیز کیلئے اسے کیا گیا تھا اب اس سے وہ فائدہ نہ رہا جیسے وضو کہ اسے نماز کیلئے کیا گیا تھا لیکن جب وضو ختم ہو گیا تو اب نماز نہیں ادا کر سکتا، (ماخوذ از حاشیہ)

ماخرج من السبيلين :- ہر وہ چیز جو پاخانہ اور پیشاب کے راستے سے نکلے وہ ناقض وضو ہے، خواہ وہ عادتاً ہو جیسے پاخانہ اور پیشاب، یا عادتاً نہ ہو بلکہ کبھی پیش آگیا ہو جیسے کڑے وغیرہ کا نکلنا۔

الا ریح القبلي :- اس لئے کہ یہ ریح نہیں ہے بلکہ اختلاج ہے لیکن دبر کی ریح مقام نجس سے ہو کر گزرتی ہے اس وجہ سے وہ ناقض ہے اسی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ورنہ فی نفسہ اس سے کچھ نہیں ہوتا۔ مگر حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ناقض ہے اور ان کا قیاس دبر پر ہے اور وہ دونوں کو ایک حکم میں مانتے ہیں۔ (حاشیہ)

ولادة الخ :- اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد جب نفاس ختم ہو جائے اس وقت عورت غسل کرے اور یہ غسل بالاتفاق سب کے نزدیک واجب ہے اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ خون نہ آئے تو کیا کیا جائے؟ کیا بچہ پیدا ہونے کے بعد غسل کر لے یا بلا غسل کے پاک سمجھی جائے گی اس میں اختلاف ہے امام اعظم ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ احتیاطاً غسل واجب ہے لہذا غسل کر لینا چاہئے۔ لیکن امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ یہ ولادت ناقض وضو نہیں ہے اس لئے غسل واجب نہیں ہوگا۔ اخذت من مرآتی الفلاح و نجاسة سائلة :- بچنے کا مطلب یہ ہے کہ جس جگہ سے نکلا ہے وہاں سے چل کر کسی ایسی جگہ آگیا جس کا وضو

میں دھلا جانا فرض یا واجب یا کم مستحب ہے اس وقت وضو ٹوٹ جائے گا لیکن اگر وہ ایسی جگہ ہے جس کا وضو میں دھلا جانا مستحب بھی نہیں ہے جیسے آنکھ کہ اس میں خون آگیا مگر اس کا وضو میں دھلا جانا مستحب بھی نہیں ہے اس لئے وضو نہیں ٹوٹے گا لیکن یہ بات غیر سبیلین کی ہے اگر یہ بات سبیلین سے پیش آجائے تو وضو ٹوٹ جائے گا چنانچہ اگر عضو کے سرے پر آگیا تب بھی وضو ختم ہو جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

ودم غلب علی البزاق :- اگر خون ناک سے نکلا اور اس جگہ تک آگیا کہ جہاں تک پانی پہنچایا جاتا ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا، لیکن اگر خون منہ سے نکلا تو دو حال سے خالی نہ ہو گا ایک وہ کہ تھوک اس خون کی وجہ سے بدل گیا یعنی خون غالب آگیا مثلاً تھوک کا رنگ زیادہ سرخ ہو جائے تو اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ خون غالب آگیا یا خون اور تھوک برابر ہو گا مثلاً جب تھوک سرخ ہو جائے تو کہا جائے گا کہ خون اور تھوک برابر ہو گیا، ان دونوں صورتوں میں وضو ٹوٹ جائے گا، لیکن یہ یاد رہے کہ یہ تمام باتیں اس وقت ہوں گی جب خون مسوڑھوں سے نکلا ہو لیکن اگر مسوڑھوں سے نہیں بلکہ اوپر سے خون آیا ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا سو وقت غلبہ اور برابر ہونے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ مراقی الفلاح

وَنَوْمٌ لَّمْ تَمْتَكِنْ فِيهِ الْمَقْعَدَةُ مِنَ الْأَرْضِ وَإِرْتِفَاعٌ مَّقْعَدَةِ نَائِمٍ قَبْلَ انْتِبَاهِهِ وَإِنْ لَمْ يَسْقُطْ فِي الظَّاهِرِ وَأَعْمَاءٌ وَجُنُونَ وَسُكْرٌ وَفَهْقَهَةٌ بَالِغٌ يَقْضَانِ فِي صَلَوةٍ ذَاتِ رُكُوعٍ وَسُجُودٍ وَلَوْ تَعَمَّدَ الْخُرُوجَ بِهَا مِنَ الصَّلَوةِ وَمَنْ فُرِجَ بِذِكْرِ مُنْتَصِبٍ بِلَا حَائِلٍ.

ترجمہ :- اور ناقض وضو میں سے ہے ایسا سونا کہ مقعد زمین پر نہ ٹکا ہو اور سونے والے کی مقعد بیدار ہونے سے قبل اٹھ گئی ہو اگرچہ سونے والا زمین پر گرنا نہ ہو ظاہر مذہب کے اعتبار سے اور بیہوشی کا طاری ہو جانا، جنون کا ہو جانا، اور نشہ میں دھت ہو جانا، اور بالغ کا بیدار کا قبضہ لگانا ایسی نماز میں جو رکوع و سجود والی ہو اگرچہ اس سے ارادہ نماز سے نکلنے ہی کا کیوں نہ کیا ہو، چھوٹا فرج کا منتشر ذکر سے بلا کسی حائل کے۔

تشریح و مطالب :- نوم :- جو شخص سو رہا ہے یا تو وہ لیٹا ہو گیا نہیں، اگر وہ لیٹا ہوا ہے تو اس صورت میں بالاتفاق وضو ٹوٹ جاتا ہے لیکن وہ لیٹا ہوا نہیں ہے بلکہ ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا ہے اور اس طرح سے ٹیک لگائے ہوئے ہے کہ اگر سے ہٹا دیا جائے تو وہ گر جائے گا تو اس وقت یہ دیکھا جائے گا کہ اس کی مقعد زمین سے اٹھی تو نہیں ہے اگر اٹھی ہوئی ہے تو بالاتفاق وضو ٹوٹ جائے گا، لیکن اٹھی ہوئی نہیں ہے تو اس صورت میں بھی صاحب قدوری اور صاحب طحاوی کے نزدیک وضو ٹوٹ جائے گا، مگر صحیح مذہب یہ ہے کہ وضو نہیں ٹوٹے گا اب ایک بات یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی نماز پڑھ رہا تھا اور رکوع یا سجدہ یا قیام کی حالت میں وہ سو گیا تو کیا وضو ٹوٹ جائے گا یا نہیں اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے سب یہی فرماتے ہیں کہ ٹوٹے گا، لیکن اگر کسی کی یہی حالت نماز کے باہر ہے کہ وہ سجدے میں گیا ہوا ہے یعنی سجدہ کی طرح اپنی پیشانی کو زمین پر رکھے ہوئے ہے تو کیا یہ ناقض وضو ہے یا نہیں؟ تو اس میں صحیح مذہب یہ ہے کہ یہ ناقض وضو نہیں ہے، لیکن سونے کی ہیئت یہ ہونی چاہئے کہ اپنی رانوں سے پیٹ کو اٹھائے ہوئے ہو اور ہاتھ کو پہلو سے ملائے ہوئے ہو لیکن اگر یہ صورت نہیں ہے تو یہ ناقض ہو جائیگا، اگر کوئی بیمار ہے اور وہ لیٹ کر نماز ادا کر رہا ہے اور اسی حالت میں سو گیا تو صحیح مذہب یہ

ہے کہ وضو ختم ہو جائے گا، اور اونگھ کی دو صورت ہے ایک یہ کہ اسکے پاس اگر کوئی کچھ کہے اور وہ اسے سن لے تو اس صورت میں وضو نہیں ٹوٹے گا لیکن اگر وہ اسکی بات نہیں سنتا تو اسکا وضو ٹوٹ جائے گا۔ ھكذا فہمت من حاشیہ شیخ الادب۔

اغماء :- پہلے اس کی تعریف جان لینی ضروری ہے وہ یہ ہے کہ جس میں قوی کام نہ کرے عقل زائل ہو جائے۔ جنون ایک مرض ہے اس میں عقل تو ختم ہو جاتی ہے مگر قوی زائل ہو جاتے ہیں۔ سکر اس کی تعریف میں مختلف اقوال ہیں ویسے سکر اس حالت کو کہتے ہیں کہ اس میں آدمی یہ نہ جان سکے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے یہی وجہ ہے کہ آدمی نشہ کی حالت میں یہ نہیں سمجھتا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اس لئے اسے ام النجاشہ کہا گیا ہے، نشہ کی حالت میں کب وضو ٹوٹے گا اس میں دو قول ہیں ایک قول صدر الشہید اور بعض مشائخ کا ہے کہ جب وہ مرد اور عورت میں فرق نہ کر سکے۔ اور ایک قول شمس الائمہ حلوانی کا ہے کہ اس کی چال میں ہلنپایا جائے۔ اور زیادہ صحیح یہی ہے۔ شبلی علی الكنز حاشیہ شیخ الادب

فی صلوة ذات رکوع وسجود :- کہہ کر نماز جنازہ کو نکال دیا سئلے کہ نہ اس میں رکوع ہے اور نہ سجدہ۔

فقہہ :- اگر ایک ایسا آدمی نماز پڑھ رہا ہے جو عاقل اور بالغ ہے اور بیداری کی حالت میں ہے اب اگر اس صورت میں قہقہہ لگا کر ہنس دیا اور وہ نماز جنازہ کے علاوہ ہے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا نیز نماز بھی فاسد ہو جائے گی، ہنسنے کے لئے عربی میں تین لفظ استعمال کئے جاتے ہیں (۱) فقہہ اس کی تعریف یہ ہے کہ وہ اس قدر زور سے ہنسنے کہ اسکے بغل کے لوگ اسے سن لیں (۲) ضحك اسکے بغل کے لوگ آواز نہ سن سکیں اس صورت میں صرف نماز فاسد ہوگی (۳) تبسم اس میں نہ آواز ہوتی ہے اور نہ ہی دانت ظاہر ہوتے ہیں اس میں نہ وضو ٹوٹے گا اور نہ ہی نماز فاسد ہوگی۔

بالغ :- اسکی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر لڑکا نابالغ قہقہہ لگائے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔

یقظان :- اس قید سے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر نماز کی حالت میں سو گیا اور سونے کی حالت میں قہقہہ لگایا تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

ومس الخ :- مس ذکر کے بارے میں اختلاف ہے، امام شافعی، احمد، اسحق کے نزدیک ناقض وضو ہے، نیز صحابہ میں حضرت عمر بن خطاب، عبد اللہ بن عمر، ابویوب انصاری، زید بن خالد، ابو ہریرہ وغیرہ کا مسلک یہی ہے امام مالک کا بھی ایک قول یہی ہے لیکن امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک مطلقاً ناقض وضو نہیں، نیز صحابہ میں حضرت علی، عبد اللہ بن مسعود، عمار بن یاسر، عمران بن حصین، سعد بن وقاص، ابن عباس رضی اللہ عنہم کا قول یہی ہے۔ لیکن امام شافعی کے نزدیک ایک شرط ہے کہ باطن کف سے ہو اور بلا پردہ مس ہو اس صورت میں ناقض ہو گا اگر اسکے خلاف ہے تو نہیں۔ تلخیص معارف مدنیہ۔

فصل۔ عشرۃ اشیاء لا تنقض الوضوء ظہور دم لم یسل عن محلہ وسقوط لحم من غیر سیلان دم کالغرق المدنی الذی یقال له رشنہ وخروج دودۃ من جرح وأذن وأنف ومس ذکر ومس امرأة وقتی لا یملا الفم وقتی بلغم ولو کثیراً وتمايل نائم احتمل زوال مقعدتہ وتوهم متمکن ولو مستنداً الى شئی لو أزيل سقط علی الظاهر فیہما وتوهم مصل ولو راکعاً أو ساجداً علی جهة السنۃ واللہ الموفق۔

ترجمہ :- دس چیزیں ایسی ہیں کہ ان سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ خون کا نکل کر اپنی جگہ سے نہ بہنا، اور بغیر خون

کے خبے ہوئے گوشت کا کٹ کر گرنا، جیسے عرق مدنی جسے رشتہ کہا جاتا ہے اور کیڑے کا زخم سے، کان سے، ناک سے، نکلنا اور مس ذکر اور مس مرآۃ سے اور ایسی قئی جو منہ بھر کر نہ ہو، اور بلغم کی قئی سے اگرچہ بہت زیادہ ہو اور سونے والے کا جھکنا کہ اسکے مقعد کے ہٹ جانے کا احتمال ہو اور اس طرح سونا کہ اس کی سرین زمین پر ٹکی ہوئی ہو اگرچہ وہ کسی ایسی چیز سے ٹیک لگائے ہوئے ہو کہ اگر اسے ہٹا دیا جائے تو وہ گر جائے ظاہر مذہب پر ان دونوں مسئلوں میں، اور نماز پڑھنے والے کا رکوع یا سجدے کی حالت میں، سنت کے طریقہ پر۔ واللہ الموفق

تشریح و مطالب :- | خروج دم :- یعنی خون نکلا ظاہر ہوا مگر جہاں ظاہر ہوا وہاں ہے ابھی آگے نہیں بڑھا اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

عرق مدنی :- یہ ایک بیماری ہے جسے اردو میں نارو کہتے ہیں اس میں صرف گوشت کٹ کر گرتا ہے خون نہیں نکلتا۔ خروج دودۃ :- اس لئے کہ جو نجاست کیڑے میں ہوتی ہے وہ مقدار میں کم ہوتی ہے لیکن اگر یہی کیڑا دبر سے نکلا ہو تو ناقض وضو ہو جائے گا۔

مس ذکر وامرأة :- مس ذکر کی تفصیل گزر چکی۔ مس امرأة سے وضو نہیں ٹوٹا اگرچہ بحسبہ ہی کیوں نہ ہو چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے عن عائشة قالت ان کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیصلی وانی لمعترضۃ بین یدیه اعتراض الجنازۃ حتی اذا اراد ان یوتر مسنی برجلہ اسی طرح ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ میں سوتی رہتی تھی حضور ﷺ میرے پیر کو دباتے میں اسکو سکڑ لیتی۔ (نسائی) اس سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ مس امرأة ناقض وضو نہیں۔

علیٰ جہۃ السنۃ :- اس کا مطلب یہ ہے کہ حالت نہ بدلی ہو بلکہ جس طرح رکوع اور سجدہ کی حالت میں رہا جاتا ہے اسی طرح رہے اور اس کی علامت ہے کہ رکوع کی حالت میں سنت کے طریقہ سے زیادہ جھک جائے اگر مسنون صورت میں نہ رہے گا بلکہ اس کی ہیئت بدل گئی ہوگی تو وضو ٹوٹ جائے گا، مطلب یہ ہے کہ نیند کے ہوتے ہوئے اعضاء میں چستی باقی رہے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (مراقی الفلاح وایضاح)

فصل ما یوجب الاغتسال: یفترض الغسل بواحد من سبعۃ اشیاء خروج المنی الی ظاہر الجسد اذا انفصل عن مقرہ بشہوة من غیر جماع وتواری حشفۃ وقدرہا من مقطوعہا فی احد سبیل آدمی حتی وانزال المنی بوطنی مینۃ او بهیمۃ ووجود ماء رقیق بعد النوم اذا لم یکن ذکرہ منتشر قبل النوم ووجود بلل ظنہ منیا بعد إفاقیہ من سکر وأغماء۔

ترجمہ :- فصل ان چیزوں کے بیان میں جن سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔ سات چیزوں میں سے کسی ایک کے پائے جانے کے وقت غسل فرض ہو جاتا ہے، منی کا ظاہر بدن کی طرف نکلتا جب کہ اپنے مقر سے شہوت کی وجہ سے بلا جماع کے نکلی ہو، اور حشفہ کا چھپ جانا، اور اسکی مقدار حشفہ کٹے ہوئے شخص کی زندہ انسان کے سبیلین میں چھپ جانا اور منی کا وطنی کی وجہ سے نکلتا، مردار سے ہو یا چوپائے سے، اور سونے کے بعد پتے پانی کا پیا جانا جب کہ اس کا ذکر سونے

سے قبل منتشر نہ ہوا ہو، اور نشہ اور بے ہوشی سے افاقہ کے بعد ایسی تری کا پایا جانا کہ وہ منی معلوم ہوتی ہو۔

تشریح و مطالب :- ابھی تک وضو کے احکامات کو بیان کر رہے تھے اب غسل کے احکامات کو بیان کر رہے ہیں چنانچہ سب سے پہلے ان چیزوں کو بیان کر رہے ہیں کہ کن کن وجوہات کی بناء پر غسل واجب ہوتا ہے۔

الفصل :- الاغتسال اسکو کہتے ہیں کہ آدمی اپنے پورے بدن کو دھوئے، نیز اس پانی کو بھی کہا جاتا ہے جس سے غسل کیا جاتا ہے لیکن غسل زیادہ تر اس معنی میں مشہور ہے کہ آدمی اپنے پورے بدن کو دھوئے جنابت کی وجہ سے، عورت دھوئے جنابت اور حیض کی بناء پر۔

خروج المنی :- خروج کے وقت شہوت کا ہونا ضروری نہیں بلکہ جب منی اپنی اصل جگہ سے ہٹتی ہے تو اس وقت شہوت ہونی چاہئے (ایضاح الاصابح) منی کی تعریف یہ ہے ماء ابيض ثخين ينكسر الذکر بخروجہ وہ سفید سخت پانی ہے اس کے خارج ہونے کے بعد انسان کا عضو تناسل ڈھیلا پڑ جاتا ہے لیکن عورت کی منی رقیق ہوتی ہے نیز اس کا رنگ پیلا ہوتا ہے، اب اگر عورت غسل کر رہی تھی کہ منی نکل آئی اور شہوت بھی نہیں تھی تو اب اس کا رنگ دیکھا جائے گا اگر وہ اصفر ہوگا تو دوبارہ غسل کرے گی ورنہ نہیں۔ طحاوی علی مراقی الفلاح، حاشیہ شیخ الادب

غیر جماع الخ :- یہ شرط لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر انزال ہو گیا ذکر کی وجہ سے یا کسی عورت کی طرف دیکھنے کی وجہ سے یا سوراہا تھا کہ احتلام ہو گیا ان تمام صورتوں میں جماع نہیں پایا جاتا مگر خروج منی پائی جاتی ہے، نیز شہوت کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر کسی کو منی نکل گئی اس وجہ سے کہ اس نے بھاری بوجھ اٹھایا تھا یا کسی اونچی جگہ سے گر گیا اس بنا پر خروج منی پایا گیا تو ان تمام صورتوں میں نہ جماع پایا گیا نہ شہوت اس لئے غسل فرض نہیں ہوگا اس بارے میں ذرا اختلاف ہے کہ شہوت کا اعتبار کس وقت کیا جائے گا امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جس وقت منی اپنی جگہ سے چلی ہے اس وقت کی شہوت کا اعتبار کیا جائے گا یعنی جب منی اپنے مقام اصلی سے چلی اس وقت اگر شہوت نہ ہو تو غسل فرض نہیں لیکن امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ خروج کے وقت کی شہوت معتبر ہے نہ کہ جدائیگی کے وقت کی اور فتویٰ بھی امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے۔ مراقی الفلاح

تواری حشفة :- حشفہ کی تعریف قاموس میں یہ کی ہے مافوق الختان اور مراد ذکر کا سرا ہے یعنی اگر حشفہ قبل یاد بر میں چھپ گیا یا جس کے حشفہ نہیں ہے تو حشفہ کی مقدار ہو اس وقت غسل فرض ہو جائے گا جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے اذا التقى الختان وغابت الحشفة وجب الغسل انزل اول لم ينزل۔ یعنی مراد یہ ہے کہ کم مقدار کا بھی چلا جانا غسل کو فرض کر دیتا ہے۔ آدمی کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر یہ صورت بہائم کے ساتھ پیش آئے تو غسل واجب نہ ہوگا سیطر ح ج کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر مردے کے ساتھ یہ صورت پیش آگئی تب بھی غسل فرض نہ ہوگا۔

انزال المنی :- یعنی اگر کسی جانور نما انسان نے جانور سے اپنی خواہش پوری کر لی تو صرف حشفہ کے داخل ہونے کی وجہ سے غسل واجب نہ ہوگا بلکہ انزال بھی شرط ہے۔ (ایضاح الاصابح)

وجود دماء رقیق :- یعنی ایک انسان سویا اور جب سو کر بیدار ہوا تو اس نے اپنے کپڑے پر تری کو پایا، اب کیا کرے آیا وہ غسل کرے یا نہ کرے، صاحب بحر الرائق نے اس کی بارہ قسمیں بیان کی ہیں ہم ان کو یہاں ذکر کر رہے ہیں خوب غور سے سمجھ لو تاکہ پریشانی نہ ہو۔

بیدار ہونے والے کو اس بات کا یقین ہو گا کہ یہ منی ہے۔ یا یہ یقین ہو گا کہ یہ مذی ہے، یا یہ یقین ہو گا کہ یہ ودی ہے، یا یہ ہو گا کہ اس کو شک واقع ہو گیا ہو گا کہ منی ہے یا مذی یا یہ کہ منی ہے یا ودی یا اس میں شک ہو گیا کہ مذی ہے یا ودی، یہ چھ صورتیں ہو گئیں اور تمام صورتوں میں یا تو اس کو احتلام کا خیال ہو گیا نہیں، اس طور پر بارہ صورتیں ہو گئیں، اب یہ دیکھئے کہ کس کا کیا حکم ہے جب اس پر یقین کامل ہو گیا کہ یہ منی ہے چاہے اسے احتلام کا خیال ہو یا نہ ہو باتفاق غسل فرض ہو جائے گا اب اگر اسے اس بات پر یقین ہو گیا کہ مذی ہے اور اسے احتلام بھی یاد ہے تو اس پر غسل فرض ہے، اور اگر اسے اس بات پر یقین ہو گیا کہ یہ ودی ہے تو باتفاق غسل واجب نہیں لیکن امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر منی اور مذی میں اس کو شک ہو گیا تو اس پر غسل نہیں جب تک کہ منی پر یقین نہ ہو جائے اور طرفین کے یہاں واجب ہے ایک بات یاد رہے کہ یقین سے مراد غلبہ نظر ہے۔

اب ہر ایک کی تعریف جان لینی ضروری ہے، منی کی تعریف تو معلوم ہو چکی، مذی اس پتلی قسم کی رطوبت کو کہتے ہیں جو شہوت کے وقت خارج ہوتی ہے اسکی رنگت سپید ہوتی ہے اور اس میں اور منی میں فرق یہ ہے کہ مذی کے خروج کے وقت کوئی شہوت یا لذت حاصل نہیں ہوتی اور منی میں حاصل ہوتی ہے (ب) منی کا خروج قوت اور جست کے ساتھ ہوتا ہے اسکے خروج کے بعد انتشار ختم ہو جاتا ہے مذی میں یہ سب باتیں نہیں ہوتیں علاوہ ازیں منی کی رنگت زیادہ صاف ہوتی ہے اور کچے چھوڑے کی سی بو اس میں آتی ہے۔

ودی بھورے رنگ کی ہوتی ہے جو پیشاب کے بعد اور کبھی اس سے پیشتر خارج ہوتی ہے اور پیشاب سے گاڑھی ہوتی ہے ہکذا سمعت من الاستاد۔ اسی طرح احتلام، احتلام ظلم سے ماخوذ ہے ظلم کے معنی ہیں خواب اور احتلام یعنی خواب دیکھنا، اور اصطلاح میں اس خواب کو کہتے ہیں جس کا نتیجہ انزال ہوتا ہے، اس قسم کے خواب شیطانی اثر سے ہوتے ہیں اس لئے انبیاء کرام اس سے محفوظ رہتے ہیں۔ (ایضاح الاصابح)

وَبَحِیْضٌ وَنَفَاسٌ وَلَوْ حَصَلَتْ الْأَشْيَاءُ الْمَذْكُورَةُ قَبْلَ الْإِسْلَامِ فِي الْأَصَحِّ وَيُفْتَرَضُ تَغْسِيلُ الْمَيْتِ كِفَايَةً

ترجمہ :- حیض، نفاس اگرچہ یہ اشیاء قبل اسلام پیدا ہو گئے ہوں اصح مذہب کے بموجب میت کو غسل دینا بطور فرض کفایہ ہے۔

تشریح و مطالب :- یعنی حیض اور نفاس جب ختم ہو جائے اس وقت غسل کرنا واجب ہو گا، وجوب کیلئے شرط انقطاع ہے نہ کہ خروج۔

قبل الاسلام الخ :- ایک آدمی پہلے کافر تھا اب اسے دولت ایمانی نصیب ہو گئی تو اسکے غسل کے بارے میں علماء کے دو قول ملتے ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس پر غسل واجب نہیں اس لئے کہ احکام شریعت کا مخاطب نہیں اور یہ ایسا

ہی ہے کہ جیسا کہ ایک عورت کا فرحتی پھر اسے حیض ختم ہی ہوا تھا کہ مسلمان ہو گئی تو اس پر غسل واجب نہیں اور ایک روایت یہ ہے کہ اس پر غسل واجب ہو گا، اس لئے کہ اس پر نماز فرض ہو گئی اور وہ ابھی تک ناپاک ہے اور نماز کے لئے پاک ہونا ضروری ہے یعنی غسل نماز کیلئے کرے گا زلیعی، شہاب الدین، احمد شععی فرماتے ہیں کہ غسل فرض ہو گا اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کا قول وان كنتم جنبا فاطهروا اب اس کو شامل ہے اور اب مخاطب ہو گیا۔

المیت :- یہاں پر مطلق ذکر کیا لیکن یہ مقید ہے کہ میت مسلمان ہو لیکن شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا جیسا کہ شہداء بدر کو حضور ﷺ نے ویسے ہی دفن کر دیا اور نہ ان کا کپڑا اتارا جائے گا اس کی تفصیل آگے آرہی ہے اسی طرح اگر خوشی مشکل ہو تو اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ تیمم کر دیا جائے دوسرا غسل دیا جائے، لیکن پہلا اولیٰ ہے۔ مولانا اعزاز علی

فصل. عَشْرَةُ أَشْيَاءَ لَا يَغْتَسِلُ مِنْهَا مَذْيٌ وَوَدْيٌ وَاحْتِلَامٌ بِلَا بَلَلٍ وَوِلَادَةٌ مِنْ غَيْرِ رُؤْيَةِ دَمٍ بَعْدَهَا فِي الصَّحِيحِ وَإِيلَاجٌ بِعَرْقَةٍ مَانِعَةٍ مِنْ وَجُودِ اللَّذَّةِ وَحَفْنَةٍ وَادْخَالٌ إَصْبَعٍ وَنَحْوِهِ فِي أَحَدِ السَّبِيلَيْنِ وَوَطْؤٌ بِهَيْمَةٍ أَوْ مِيتَةٍ مِنْ غَيْرِ انْزَالٍ وَأَصَابَةٌ بِكُرٍّ لَمْ تَزَلْ بُكَارَتُهَا مِنْ غَيْرِ انْزَالٍ.

ترجمہ :- دس چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے غسل واجب نہیں ہوتا، مذی اور ودی اور احتلام بلا تری کے اور ولادت جسکے بعد خون نہ دکھائی دے صحیح مذہب کے بموجب اور کسی ایسے کپڑے کے ساتھ ادخال کرنا جو حصول لذت سے مانع ہو، حقنہ کرانے سے، اور انگلی یا اس چیز کے مثل ہو سبیلین میں داخل کرنے سے اور چوپائے یا مردے سے وطی کرنا بغیر انزال کے، کسی باکرہ عورت سے ایسا جماع کرنا جو اسکے بکارت کو زائل نہ کر سکے بشرطیکہ انزال نہ ہو۔

تشریح و مطالب :- مصنف اس فصل میں ایسی دس چیزوں کا ذکر کر رہے ہیں کہ جن کی وجہ سے انسان پر غسل واجب نہیں ہوتا، مذی ودی احتلام ان سب کی تعریفیں گزر چکیں۔

ایلاج الخ :- یعنی ذکر پر اس طرح سے کپڑا پیٹ لیا ہو کہ اب اس کے بعد لذت حاصل ہی نہیں ہو سکتی حالانکہ جماع سے ایک لذت حاصل ہوتی ہے تو اس صورت میں اس پر غسل واجب نہیں ہو گا۔

اصابة :- یعنی کسی ایسی لڑکی سے جماع کیا کہ ابھی تک اسکا پردہ بکارت ختم نہیں ہوا تھا لیکن اسکے باوجود وہ زائل نہیں ہوا اور ساتھ ہی ساتھ بھی انزال بھی نہیں ہوا تو اس وقت اس جماع کرنے والے پر غسل واجب نہیں ہو گا، لیکن اگر انزال ہو گیا تو پھر اس صورت میں اس پر غسل واجب ہو جائے گا۔

فی الصحيح :- کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ولادت کے بغیر رویت دم میں دو قول ہیں ایک واجب ہے امام اعظم ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ غسل واجب ہو گا کیونکہ کچھ نہ کچھ خون کا اثر پیدا ہونے کے وقت ضرور ہو گا۔

فصل يَفْتَرَضُ فِي الْإِغْسَالِ أَحَدُ عَشَرَ شَيْئًا غَسْلُ الْفَمِ وَالْأَنْفِ وَالْبَدَنِ مَرَّةً وَدَاخِلُ قُلْفَةٍ لِأَعْسَرٍ فِي فَسْخِهَا وَسُرَّةٍ وَثَقَبٍ غَيْرِ مَنْظُمٍ وَدَاخِلُ الْمَضْفُورِ مِنْ شَعْرِ الرَّجُلِ مُطْلَقًا لَا الْمَضْفُورُ مِنْ شَعْرِ الْمَرْأَةِ إِنْ سَرَى الْمَاءُ فِي أَصُولِهِ وَبَشْرَةُ اللَّحْيَةِ وَبَشْرَةُ الشَّارِبِ وَالْحَاجِبِ وَالْفَرْجِ الْخَارِجِ.

ترجمہ :- غسل میں گیارہ چیزیں فرض ہیں۔ اندر سے منہ کا اور ناک کا اور پورے بند کا ایک مرتبہ دھونا،

تلفہ کے اندرونی حصہ کا دھونا جس کے کھولنے میں دقت و دشواری اور تکلیف نہ ہو، ناف کا اور اس کا جو جڑ گیا ہو، بلا قید کے مرد کو اپنے جوڑے کے اندر کا دھونا، عورت کے گندھے ہوئے بالوں کا دھونا فرض نہیں ہے اگر پانی اسکے جڑوں تک پہنچ جائے، داڑھی کے نیچے کا، مونچھوں اور بھوؤں کا دھونا اور فرج خارج کا دھونا۔

تشریح و مطالب :- اب یہاں سے ان چیزوں کو بیان کر رہے ہیں کہ غسل میں جو فرض ہیں۔ ویسے تو پانی کا پہنچانا پورے بدن پر فرض ہے یعنی جو ظاہر بدن کا حکم رکھتی ہو۔

الفم والانف :- اسکی تخصیص اس وجہ سے بیان کر دی کہ حضرت امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اس بات کے قائل ہیں کہ منہ اور ناک میں پانی ڈالنا مسنون ہے اس سے اسی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے، اب اگر بدن پر کوئی ایسی چیز لگی ہے کہ جس سے بدن کا وہ حصہ نہیں تر ہو تا کہ جہاں پر وہ ہے جیسے چربی، موم وغیرہ تو اسکا ختم ضروری ہے اگر اسی طرح غسل کر لیا تو غسل نہ ہوگا، لیکن اگر کوئی ایسی چیز ہے کہ وہ لگی ہوئی تو ہے مگر پانی وہاں تک پہنچ جاتا ہے جیسے زنگ وغیرہ تو غسل صحیح ہو جائے گا، اسی طرح ناخن کے اندر کی میل بھی ضروری نہیں کہ اسے نکالے اسی طرح اگر پچھر کی بٹ لگ جائے تب بھی اس کا نکالنا ضروری نہیں۔

لاعسر :- اس سے مراد وہ شخص ہے جس نے ختنہ نہیں کر لیا ہے اب وہ غسل کرتا ہے تو کیا کرے، دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ بلا کسی پریشانی کے اس چمڑے کو ہٹا سکتا ہوگا تو اس صورت میں اس کے اندر پانی لے جائے لیکن اگر اس کے ہٹانے میں دشواری ہے تو اب تنگی میں نہ پڑے بس اسے اسی حالت پر چھوڑ دے۔ تلفہ اس کھال کو کہا جاتا ہے جس کی مقدار ختنہ میں کافی جاتی ہے۔

ثقفہ غیر منضم :- جیسے عورتیں اپنی ناک اور اپنے کان میں سوراخ کرا لیتی ہیں تو اگر وہ سوراخ بند نہ ہوئے ہوں تو اس میں پانی پہنچایا جائے۔

داخل المصفور :- اس کی دو صورتیں ہیں یا تو مرد نے بالوں کو گوندھوا لیا ہو گیا عورت نے، اگر مرد نے ایسا کیا ہے تو بہر صورت خواہ پانی بلا کھولے پہنچ جائے اس کا کھولنا ضروری ہے اس لئے کہ اس میں کوئی پریشانی نہیں اس لئے کہ مرد کا مینڈر می باندھنا زینت کیلئے نہیں، ہاں اگر عورت نے بالوں کو گوندھ لیا ہے تو اب اس کا کھولنا ضروری ہے لیکن اسکے اندر پانی کا چلا جانا ضروری ہے بال کا تر ہونا ضروری نہیں اس لئے کہ کھولنے کی صورت میں اسے حرج لاحق ہو جائے گا اور عورت کا بال زینت کیلئے ہے اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے کہ جس میں حضرت ام سلمہؓ نے بیان کیا ہے قلت یا رسول اللہ انی امرأة اشد ضفر رأسی افانقضه لغسل الجنابة قال انما یکفیک ان تحشی علی رأسک ثلاث حیات من ماء ثم تفبضی علی سائر جسدک الماء فتطهرین۔

الفرج الخارج :- اس سے مراد وہ جگہ ہے کہ جس کا استنجاء میں دھونا ضروری نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

فصل۔ یُسَنُّ فی الإغتسال اثنا عشر شیئاً الا ابتداء بالتسمیة والنیة وغسل الیدین الی الرُءُفَین وغسلُ نجاسة لو كانت بانفراذها وغسلُ فرجہ ثم یتوضأ کوضوئہ للصلاة فیثلثُ الغسلُ یمسحُ الرأسُ ولکنه یؤخرُ غسلُ الرجلین ان کان یقفُ فی محلٍّ یجتمعُ فیہ الماءُ ثم یرفُضُ الماءَ علی یدیه ثلاثاً ولو

انْفَسَ فِي الْمَاءِ الْجَارِي أَوْ مَافِي حُكْمِهِ وَمَكَثَ فَقَدْ اكْمَلَ السَّنَةَ وَيَتَدَيُّ فِي صَبِّ الْمَاءِ بِرَأْسِهِ وَيَغْسِلُ بَعْدَهَا مَنَكِبَهُ الْأَيْمَنَ ثُمَّ الْأَيْسَرَ وَيَذَلُّكَ جَسَدَهُ وَيُؤَالِي عَسَلَهُ.

ترجمہ:- غسل میں بارہ چیزیں سنت ہیں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرنا، اور نیت کرنا، کٹوں تک دونوں ہاتھوں کو دھونا، اور نجاست کا دھونا اگر وہ بدن پر لگی ہوئی ہو، اور اپنے فرج کا دھونا، پھر نماز ادا کرنے کی طرح وضو کرنا، پس اس میں ہر اعضاء کا تین تین بار دھونا اور سر کا مسح کرنا، لیکن پیر دھلنے کو مؤخر کیا جائے گا اگر غسل کرنے والا کسی ایسی جگہ ہے کہ جہاں پانی جمع ہو جاتا ہے پھر اپنے بدن پر تین مرتبہ پانی ڈالے، اور اگر گھس گیا بہتے ہوئے پانی میں یا جو اس کے حکم میں ہے اور اس میں ٹھہرا ہوا تو اس سے سنت ادا ہو گئی، اور پانی ڈالنے کو اپنے سر سے شروع کرے اور اسکے بعد پہلے دائیں مونڈھے اور پھر بائیں مونڈھے کو دھوئے، اور اپنے بدن کو ملے اور لگاتار غسل کرے۔

تشریح و مطالب:- | غسل کے فرائض اور واجبات کو بیان کرنے کے بعد اب اس کے سنن کو بیان کر رہے ہیں کہ اس میں سنت کیا ہے۔

الابتداء بالتسمية:- اسلئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ کل امر ذی بال الخ۔ اسکی پوری تفصیل گزر چکی نیت:- اسلئے کہ نیت سے قرب حاصل ہوتا ہے اس میں بھی وہی تفصیل ہوگی جو اوپر گزر چکی وہاں دیکھ لیا جائے۔
وغسل الیدین الی الرسغین:- اسلئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کی تفصیل اس طرح ہے عن عائشة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا غسل من الجنابة بدأ فغسل یدیه ثم يتوضا كما يتوضا للصلاة ثم يدخل اصابعه في الماء فيخلل بها اصول الشعر ثم يصب على رأسه ثلاث غرف بيده ثم يفيض الماء على جسده كله۔ (بخاری) حضرت عائشہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ حضور پاک ﷺ جب غسل جنابت کیا کرتے تھے تو پہلے ہاتھوں کو دھوتے تھے پھر نماز کی طرح وضو کرتے تھے پھر اپنی انگلیوں کو پانی میں کر کے بال میں خلل کرتے تھے پھر اپنے سر مبارک پر تین مرتبہ اپنے دست مبارک سے پانی ڈالتے پھر اپنے پورے جسد مبارک پر تین مرتبہ پانی ڈالتے تھے، اسی حدیث کو پیش نظر رکھ کر مصنف نے ان مسائل کا استخراج کیا ہے۔

وغسل نجاسة:- یہ عبارت بظاہر زائد معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ نجاست کا دھونا تو ضروری ہے پھر اس کو سنت میں شمار کرانے کی کیا ضرورت تھی اسکا جواب یہ ہے کہ یہاں پر غسل سے پہلے نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ وضو سے قبل کا بیان ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ بدن پر پانی ڈالنے کے بعد نجاست کے پھیلنے کا اندیشہ ہوتا ہے اور اس صورت میں پریشانی ہو جاتی ہے اس لئے پہلے اس کو دھو لیا جائے، اب اس صورت میں یہ عبارت زائد نہیں ہوگی بلکہ اس سے یہ فوائد حاصل ہو جائیں گے اور یہاں پر اسی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (شیخ الادب)

كوضونه للصلاة الخ:- اس سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ جس طرح نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے اس صورت میں سر پر مسح کیا جاتا ہے لیکن اس وقت جو وضوء کیا جا رہا ہے اس میں اختلاف ہے بعض حضرات تو کہتے ہیں کہ یہاں پر غسل پایا جاتا ہے لہذا مسح کی ضرورت نہیں لیکن مذہب یہ ہے کہ مسح کیا جائے گا

اور اس عبارت سے اسی اختلاف کی طرف اشارہ ہے۔

ولكنه يؤخر الخ :- لیکن حضرت عائشہؓ کی حدیث میں کوئی تخصیص نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ پہلے پیر مبارک کو دھویا کرتے تھے، لیکن حضرت میمونہؓ حضورؐ کے غسل کی حالت بیان کرتی ہیں تو خدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو نہ للصلوة غیر رجليہ (بخاری) لہذا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ غسل رجليں بعد میں فرماتے تھے، لیکن دونوں کے درمیان تطبیق بھی دیا جاسکتا ہے بایں طور کہ حضرت عائشہؓ جو واقعہ بیان کر رہی ہیں وہ ایسی جگہ ہے جہاں پانی جمع نہیں ہوتا تھا، اور حضرت میمونہؓ کا واقعہ اس جگہ کا ہے کہ جہاں پانی جمع ہو جاتا تھا، لہذا اب دونوں حدیثوں میں تعارض نہ رہے گا اور اسی تطبیق کی طرف مصنفؒ بھی مجتمع فیہ سے اشارہ کر رہے ہیں۔

ولو انغمس :- یعنی اتنی دیر تک اکسیں رہا کہ جتنی دیر میں وضو اور غسل کیا جاسکتا ہے، (طحاوی) اسی طرح اگر بارش ہو رہی تھی اور یہ شخص اس میں کھڑا ہو گیا اور پانی تمام بدن پر پہنچ گیا تو اس کا غسل ہو جائے گا اس لئے کہ پورے بدن پر پانی چلا گیا۔ دانی حکمہ سے مراد وہ پانی ہے جو وہ درودہ ہوا سٹے کہ اگر جنبی اس سے کم پانی میں داخل ہو گیا تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔ واللہ اعلم

ويتبدى صب الماء برأسه :- جیسا کہ ابھی حدیث میں آیا کہ دھویا تو حضورؐ نے دست مبارک کو لیکن جب پانی کے بہانے کا وقت آیا تو پہلے سر پر ڈالا۔

ويغسل بعدها الخ :- یعنی پانی کس طرح ڈالے اس کا طریقہ یہ ہو گا کہ پہلے اپنے دائیں کندھے پر تین مرتبہ پانی ڈالے پھر اسی طرح بائیں پر تین مرتبہ ڈالے پھر اسکے بعد سر پر تین مرتبہ ڈالے پھر سارے بدن پر تین مرتبہ اور بعض حضرات نے کہا کہ سر سے شروع کرے۔ (ماخوذ از حاشیہ) جیسا کہ یہی طریقہ نبی کریمؐ کا معلوم ہوتا ہے۔ کذا فی المراتی

فصل و آداب الإغتسال هي آداب الوضوء إلا أنه لا يستقبل القبلة لأنه يكون غالباً مع كشف العورة وكرة فيه ما كره في الوضوء.

ترجمہ :- غسل کے آداب وہی ہیں جو وضو کے آداب ہیں مگر غسل کی حالت میں قبلہ رخ نہیں ہو گا اس لئے کہ اکثر وہ کشف عورت کی حالت میں ہوتا ہے اور اس میں بھی وہ چیزیں مکروہ ہیں جو وضو میں مکروہ ہیں۔

تشریح و مطالب :- اس فصل میں ان چیزوں کو بیان کر رہے ہیں کہ جن کا غسل میں کرنا آداب میں شامل ہے۔ الا انه لا يستقبل القبلة کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا اور تو آداب میں وہی

ہیں جو وضو میں ہیں اور وضو میں استقبال قبلہ آداب میں سے ہے لیکن غسل میں چونکہ آدمی کشف ستر کی حالت میں ہوتا ہے اس لئے ایسا کرنا آداب میں نہیں ہے۔

علماء نے بیان کیا ہے کہ یہ چیزیں آداب میں داخل ہیں (۱) نام نہ کرنا (۲) زبان سے دعاء وغیرہ کا نہ پڑھنا (۳) خالی اور تنہا مکان میں جہاں کسی کے آنے کا احتمال نہ ہو اس جگہ بھی لنگی باندھ لینا، اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے ان الله حيي ستر يحب الحياء والستر فاذا اغتسل احدكم فليستر. ابوداؤد، اور اگر کسی کے سامنے غسل کر رہا ہے تو

اس صورت میں ستر فرض ہے، غسل سے فارغ ہونے کے بعد دو رکعت نماز ادا کر لینی چاہئے۔ مراقی الفلاح

فصلُ یَسْنُ الْإِغْتِسَالُ لِأَرْبَعَةِ أَشْيَاءَ صَلَوةُ الْجُمُعَةِ وَصَلَاةُ الْعِيدَيْنِ وَالْحَرَامِ وَالْحَاجِّ فِي عَرَفَةَ بَعْدَ الزَّوَالِ وَيَنْدُبُ الْإِغْتِسَالُ فِي سِتَّةِ عَشَرَ شَيْئًا لِمَنْ أَسْلَمَ طَاهِرًا وَلِمَنْ بَلَغَ بِالسَّنِّ وَلِمَنْ أَفَاقَ مِنْ جُنُونٍ وَعِنْدَ حَجَامَةِ وَغَسَلَ مَيِّتٍ وَفِي لَيْلَةِ بَرَاءَةِ وَلَيْلَةِ الْقَدْرِ إِذَا رَاهَا وَلِدُخُولِ مَدِينَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِلْوُقُوفِ بِمَزْدَلَفَةِ غَدَاةِ يَوْمِ النَّحْرِ وَعِنْدَ دُخُولِ مَكَّةَ وَلَطَوَافِ الزِّيَارَةِ وَلِصَلَاةِ كُسُوفٍ وَاسْتِسْقَاءٍ وَفَرْعٍ وَظَلَمَةٍ وَرِيحٍ شَدِيدَةٍ.

ترجمہ :- چار چیزوں کے لئے غسل مسنون ہے جمعہ کی نماز کیلئے اور عیدین کی نماز کیلئے اور احرام باندھنے کیلئے اور میدان عرفہ میں حاجی کیلئے زوال کے بعد، اور سولہ چیزوں میں غسل مستحب ہے اس شخص کے لئے جو طہارت کی حالت میں مسلمان ہوا تھا اور اس کے لئے جو بالغ ہوا اور جس کو جنون سے آفاقہ ہوا پچھنے لگوانے کے بعد اور میت کے غسل کے بعد اور شب براءت اور شب قدر کو جب دیکھے، اور مدینۃ النبی ﷺ میں داخل ہونے کیلئے اور مزدلفہ میں ٹھہرنے کیلئے یوم النحر کی صبح کو اور مکہ میں داخل ہونے کے وقت اور طواف زیارت کیلئے، صلوة کسوف اور استسقاء کیلئے اور گھبراہٹ کے وقت اور دن میں تاریکی کے وقت اور سخت ہوا کے چلنے کے وقت۔

تشریح و مطالب :- ابھی تک ان چیزوں کو بیان کر رہے تھے جن سے غسل واجب یا فرض ہو جاتا تھا اب ان چیزوں کو بیان کر رہے ہیں کہ جس کیلئے غسل سنت یا صرف مستحب ہے۔

صلوة الجمعة الخ :- اس بارے میں اختلاف ہے کہ یہ غسل یوم جمعہ کیلئے ہے یا صلوة جمعہ کیلئے؟ امام حسن اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یوم جمعہ کیلئے ہے اس لئے کہ سید الانام نے ارشاد فرمایا سید الایام یوم الجمعة، اس لئے اور دنوں کے مقابل میں اسے فضیلت ہے لہذا نیت غسل یوم جمعہ کیلئے ہوگی لیکن امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ مشروعیت غسل صلوة جمعہ کیلئے ہے اور اسی کی طرف مصنفؒ نے اشارہ کیا ہے اس لئے کہ یہ اور وقتوں کے مقابل میں افضل ہے اور اس لئے بھی کہ طہارت جمعہ کیلئے ضروری ہے اس لئے سنت جمعہ کی نماز کیلئے ہوگا، بظاہر اس اختلاف سے کوئی ثمرہ ظاہر نہیں ہوتا لیکن اس کا فائدہ اس وقت ظاہر ہوگا کہ ایک آدمی نے غسل کیا پھر اسے حدث اصغر پیش آگیا یا حدث اصغر کے بعد وہ وضو کرے گا لہذا اب وہ غسل سے نماز جمعہ کو نہیں ادا کر رہا ہے بلکہ درمیان میں وضو کر رہا ہے اور امام حسن وغیرہ کے نزدیک جو صورت بھی ہو جائے وہ غسل جمعہ کے دن کیلئے ہے یہی اختلاف صلوة عیدین میں بھی ہے جو ابھی گزر چکا۔

وللحاج بعد الزوال :- حاجی کی قید اس وجہ سے لگانی پڑی کہ غیر حاجی پر عرفہ میں غسل کرنا سنت نہیں ہے، نیز بعد الزوال کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ دونوں زمانوں کے درمیان فصل ہو جانے پر غسل کرنا مسنون نہیں ہے۔ (مولانا اعجاز علیؒ)

ظاہراً :- یہ قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر کسی کو دولت ایمانی نصیب ہوئی لیکن اس نے طہارت کی حالت میں اسلام قبول نہیں کیا بلکہ وہ غیر ظاہر تھا تو اس صورت میں تو اس پر غسل واجب ہوگا سنت اس وقت ہے جب طہارت کی حالت میں اسلام قبول کیا ہو۔

بلغ بالسن الخ :- یہ قید لگا کر اس بات سے احتراز کیا ہے کہ اگر کوئی احتلام کی وجہ سے بالغ ہو گیا یا جماع کیا اور حمل قرار پایا، یا لڑکی کمن تھی اور اسے حیض آگیا تو ان صورتوں میں غسل واجب ہو جائے گا، لیکن اگر سن بلوغ کو نہیں پہنچا تو اس صورت میں غسل سنت ہو گا، سن بلوغ قول مفتی بہ کے مطابق پندرہ سال ہے اگرچہ کوئی علامت ظاہر نہ ہوئی ہو، اور اگر علامت پہلے ظاہر ہو گئی تو اسی وقت سے بالغ مانا جائے گا۔ (مراتی)

ليلة البراءة الخ :- شعبان کی پندرہویں رات کو کہا جاتا ہے براءۃ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رات میں بندوں کو گناہوں سے بری کر دیتے ہیں اور معافی کا پروانہ تحریر کر دیتے ہیں اس مناسبت سے اس کو لیلۃ البراءۃ کہا جاتا ہے۔

بَابُ التَّيَمُّمِ

يَصِحُّ بِشَرْوْطٍ ثَمَانِيَةِ الْأَوَّلِ النَّيَّةُ وَحَقِيقَتُهَا عَقْدُ الْقَلْبِ عَلَى الْفِعْلِ وَوَقْتُهَا عِنْدَ ضَرْبِ يَدِهِ عَلَى مَا يَتَيَمَّمُ بِهِ وَشَرْوْطُ صِحَّةِ النَّيَّةِ ثَلَاثَةُ الْإِسْلَامِ وَالتَّمْيِيزُ وَالْعِلْمُ بِمَا يَنْوِيهِ وَيَشْتَرِطُ لِصِحَّةِ نِيَّةِ التَّيَمُّمِ لِلصَّلَاةِ بِهِ أَحَدُ ثَلَاثَةِ أَشْيَاءَ إِمَّا نِيَّةَ الطَّهَّارَةِ أَوْ اسْتِبَاحَةَ الصَّلَاةِ أَوْ نِيَّةَ عِبَادَةٍ مَقْصُودَةٍ لَا تَصِحُّ بِدُونِ طَهَّارَةٍ فَلَا يُصَلِّي بِهِ إِذَا نَوَى التَّيَمُّمَ فَقَطْ أَوْ نَوَاهُ لِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَلَمْ يَكُنْ جُنُبًا.

ترجمہ :- تیمم کرنے کا باب۔ تیمم کے صحیح ہونے کیلئے آٹھ شرطیں ہیں پہلی شرط نیت ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ کسی فعل کے کرنے پر دل کو پختہ کر لینا، اور نیت کا وقت یہ ہے کہ جس وقت اس چیز پر ہاتھ مارے جس سے تیمم کر رہا ہے اور نیت کے صحیح ہونے کے واسطے تین شرطیں ہیں، مسلمان ہونا اور تمیز ہونا اور جس کی نیت کر رہا ہے اس کا جاننا اور نماز کیلئے تیمم کے صحیح ہونے کی تین شرطوں میں سے کسی ایک کا پایا جانا ضروری ہے یا تو طہارت کی نیت کیا ہو یا نماز جائز ہونے کی نیت کی ہو یا عبادت مقصودہ کی نیت کی ہو، کہ بغیر طہارت کے صحیح نہ ہوتی ہو تو اگر صرف تیمم کی نیت کی ہے تو نماز نہیں پڑھ سکتا، یا ترآن پڑھنے کی نیت کی ہے اور وہ جنبی نہیں تھا۔

تشریح و مطالب :- مصنفؒ نے سب سے پہلے وضو من المباء کو بیان کیا جو اولیٰ ہے یعنی پانی سے طہارت حاصل کرنا، اب اگر وہ نہ ملے تو اس کے قائم مقام مٹی ہے اس لئے اس کو پہلے اور اس کے نائب کو بعد میں بیان کیا اس لئے کہ کلام پاک میں موجود ہے فان لم تجدوا ماءً فیمموا صعیداً طیباً کہ اگر پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی سے طہارت حاصل کرو۔ لیکن ایک اشکال رہ جاتا ہے کہ مسح خضین کو کیوں مؤخر کیا حالانکہ وہ پانی سے کیا جاتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ تیمم کا ثبوت قرآن سے ہے اور مسح خضین کا ثبوت روایت سے لہذا اس کو مقدم رکھا جائے گا جس کا ثبوت قرآن سے ہو۔

التیمم :- تیمم کے معنی لغت میں قصد و ارادہ کرنا ہے لیکن شریعت کی اصطلاح میں یہ تعریف ہوگی کہ چہرے اور ہاتھ پاؤں پر پاک مٹی سے مسح کرنا، تیمم اس امت کی خصوصیات میں سے ہے اس سے قبل کی امتوں میں تیمم نہیں ہے یہ ایک طرح سے ایک رخصت ہے اور ہر وقت رخصت پر ہی عمل نہیں کیا جاتا بلکہ رخصت پر کبھی کبھی عمل کیا جاتا ہے اس لئے پانی کی موجودگی میں تیمم نہیں کیا جائے گا لیکن اس کے صحیح ہونے کے لئے کچھ شرطیں بھی ہیں، جب وہ شرطیں

موجود ہوں گی اس وقت تیمم کر سکتا ہے۔

النبة :- اس کیلئے کوئی مخصوص الفاظ متعین نہیں ہیں کہ انہی کو پڑھا جائے اور اگر اسے نہ پڑھا جائے تو نیت صحیح نہ ہوگی، بلکہ جو کام کرنے کا ارادہ کر رہا ہے اسکی نیت جن الفاظ میں چاہے کرے، نیت کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ جو کام کرنا چاہ رہا ہے اسے الفاظ سے کہہ دے اگر زبان سے ادا کر دیا تو دونوں ایک جگہ جمع ہو گئے یعنی ارادہ قلب اور اس کی ادائیگی زبان سے بہتر ہے اگر دل سے نیت نہیں کی بلکہ زبان سے رٹے ہوئے کلمات بلا سوچے سمجھے ادا کر دیئے تو نماز نہ ہوگی اور اگر زبان سے نہیں کہا بلکہ صرف دل سے نیت کر لی اور ارادہ پختہ بجا لیا تو نماز ہو جائے گی (تلخیص ایضاح الاصابح) تیمم میں اس وقت کی نیت کا اعتبار ہو گا جب وہ ہاتھ اس چیز پر مار رہا ہے جس سے تیمم کر رہا ہے اس کے پہلے کا اعتبار نہ ہو گا لیکن نیت یوں نہیں صحیح ہوگی بلکہ اسکے صحیح ہونے کیلئے بھی تین شرطیں ہیں اول یہ کہ مسلمان ہو اس لئے کہ تیمم بن چیزوں سے کیا جاتا ہے اس کے مکلف کفار بحالت کفر نہیں ہوتے اس لئے اسلام کی شرط لگا دی۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اتنی سمجھ اور ہوش ہو کہ جو وہ کہہ رہا ہے اس کو سمجھے یعنی اگر دیوانہ اور پاگل ہے یا نشہ کی حالت میں ہے اور اگر اس کو یہ خبر نہیں ہے کہ میں کیا کر رہا ہوں تو اس کا تیمم صحیح نہیں ہوگا۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اسے اس بات کا علم بھی ہو کہ میں کس لئے تیمم کر رہا ہوں اس لئے کہ تیمم میں ایک عمل کو متعین کرنا ضروری ہے اور اس لئے بھی کہ تیمم کی چند صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ ایسے کام کیلئے تیمم کیا جائے کہ جن افعال کیلئے وضو نہ فرض ہے اور نہ واجب بلکہ صرف مستحب ہے جیسے حفظ کلام پاک پڑھنے کیلئے، دینی تعلیم حاصل کرنے کیلئے، روایت حدیث کیلئے، سلام کرنے کیلئے، یا سلام اور اذان کا جواب دینے کیلئے۔ دوسری قسم ہے کہ اس کے لئے وضو تو ضروری ہے مگر وہ کوئی عبادت مقصودہ نہیں جیسے کلام پاک کے مس کرنے کیلئے یہ دو صورتیں ایسی ہیں کہ اگر ان کی نیت سے تیمم کیا گیا تو اس سے نماز ادا نہیں کی جاسکتی، نماز اس تیمم سے ادا کی جاسکتی ہے کہ جس تیمم کے کرنے کے وقت یہ نیت کی ہو کہ میں اس سے طہارت حاصل کر رہا ہوں یعنی اس سے مقصود یہ ہو کہ وضو یا غسل جیسی طہارت حاصل ہو جائے اگرچہ اس سے یہ نیت نہ کی ہو کہ میں نماز ادا کروں گا اور دوسری صورت یہ ہے کہ نماز ہی کی نیت سے تیمم کیا، ظاہر بات ہے کہ اس صورت میں کسی تاویل کی کیا ضرورت۔ تیسری صورت یہ ہے کہ اس سے نیت عبادت مقصودہ ہو اور ایسی عبادت ہو کہ بغیر طہارت کے ادا ہی نہ ہو یعنی جو بذات خود فرض ہے جیسے نماز کا ادا کرنا وغیرہ۔

ولم یکن جنبا الخ :- اس قید کے لگانے کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ اگر وہ جنبی ہو گا تو اسکی نیت اس سے طہارت ہوگی، اور جو تیمم طہارت کی نیت سے کیا جائے اس سے نماز ادا کی جاسکتی ہے لیکن اگر کوئی مسجد میں سو رہا تھا اور اس حالت میں اس کو احتلام ہو گیا، اب اس نے وہاں پر تیمم کیا تو اس تیمم سے وہ نماز ادا نہیں کر سکتا اس لئے کہ اسکی نیت اس سے مسجد سے باہر آنا تھا تاکہ طہارت اس طرح کہ اس سے نماز ادا کر سکے۔ واللہ اعلم بالصواب

الثانی العذر المبیح للتیمم کبعده میلاً عن ماء وکوفی البصر وحصول مرض وبرذ یخاف منه التلّف أو المرض وخوف عدو وعطش واحتیاج لعجن لا یطبخ مرق وللفقد آله وخوف فوت صلوۃ حنازة أو عید ولو بناء وليس من العذر خوف الجمعة والنوقت

ترجمہ :- ایسا عذر جو تیمم کو مباح کرنے والا ہو جیسے اس شخص کا پانی سے ایک میل دور ہونا، اگرچہ شہر ہی میں کیوں نہ ہو یا مریض یا ایسی ٹھنڈک کہ اس سے عضو کے تلف ہو جانے کا خطرہ ہو یا مریض کے بڑھ جانے کا یا دشمن یا پیاس کا خطرہ ہو، یا آٹا کے گوندھنے کی ضرورت ہو شور یا پکانے کی نہیں اور آلہ نہ ہونے کے وقت، اور نماز جنازہ کے چھوٹ جانے کا خطرہ یا عید کی اگرچہ بنا کے طریقہ پر ہی ہوں اور جمعہ کی نماز اور وقتیہ نماز فوت ہو جانا عذر نہیں ہے۔

تشریح و مطالب :- | میل :- مطلقاً استعمال کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگرچہ شہر میں ہونے کے ساتھ پانی ایک میل ہو تو اس شہر کی کیلئے بھی تیمم جائز ہو گا، ہاں میل کی مقدار میں علماء کا اختلاف ہے چنانچہ صاحب مرقی الفلاح نے میل کی مقدار چار ہزار قدم بیان کی ہے اور ایک قدم کی مقدار ڈیڑھ ہاتھ بیان کیا ہے لہذا اس تعریف کی بناء پر ہر ایک میل چھ ہزار ہاتھ لمبا ہو گا لیکن صحیح تعریف یہ ہے کہ آدمی کو اس بات کا غالب گمان ہو جائے کہ پانی تقریباً تین میل دور ہے۔

حصول مرض الخ :- مریض کی چار صورتیں ہیں، ایک وہ ہے کہ جس کو نفس پانی سے تکلیف ہوتی ہے یا نفس پانی سے تو نہیں لیکن وضو کرنے میں جو حرکت ہوتی ہے اس سے اسے تکلیف ہوتی ہے، تیسری صورت یہ ہے کہ نہ اسے پانی کے استعمال سے تکلیف ہوتی ہے اور نہ حرکت کرنے سے لیکن وہ بذات خود پانی کے استعمال پر قادر نہیں ہے نیز یہ صورت دو حال سے خالی نہیں، یا تو اس کے پاس کوئی ایسا شخص ہو گا جو اسے وضو کر دے، اگر کوئی موجود نہیں ہے تو اس صورت میں بلا کسی اختلاف کے تیمم کر لینا جائز ہو گا اور اگر کوئی اس کے پاس موجود ہے اس وقت بھی دو صورتیں ہوں گی یا تو وہ اس کا آدمی ہو گا جیسے اس کا لڑکا یا اس کا غلام یا اس کا خادم یا یہ لوگ نہیں ہوں گے، پس اگر اس کے لوگ ہیں تو اس صورت میں مشلخ کا اختلاف ہے اور اگر وہ لوگ نہیں ہیں کہ جن کے اوپر اس مریض کی اطاعت ضروری ہو اور یہ لوگ بلا مزدوری کے اس کی خدمت نہ کرنے کو تیار ہوں تو اس صورت میں تیمم جائز ہو گا۔ لیکن یہ صرف ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے صاحبین فرماتے ہیں کہ اس کیلئے تیمم جائز نہیں ہو گا۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ ایسا مریض ہے کہ نہ وضو پر قادر ہے نہ تیمم پر ہی نہ خود ہی کر سکتا ہے اور نہ دوسرے کے کرانے سے تو اس صورت میں بعض حضرات کہتے ہیں کہ وہ نماز ہی نہیں پڑھے گا لیکن امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ وہ نماز پڑھے گا لیکن بعد میں جب قادر ہو جائے گا لیکن امام محمدؒ کا اس بارے میں قول مضطرب ہے۔

وہود :- اس کی ایک صورت یہ ہے کہ اگر اسے گرم پانی مل جائے یا وہ پانی کے گرم کرنے پر قادر ہو نیز گرم پانی کے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہ ہو تو وہ گرم پانی سے وضو کرے گا۔

و خوف عدو :- عدو مطلق ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ دشمن چاہے جانور ہو جیسے شیر، بھیڑ یا کوئی اور درندہ یا آدمی ہو کہ وہ اگر پانی کے پاس جاتا ہے تو وہ اسے مار دیک، اسی طریقے سے اگر اسے اس بات کا خوف ہو کہ اگر میں پانی لینے چلا گیا تو کوئی شخص میرے مال کو اٹھالے جائے گا تو اس صورت میں بھی اس کیلئے تیمم کرنا جائز ہو گا۔ لیکن اگر مال ایسا ہو کہ اپنے ساتھ لے جا سکتا ہے اور پانی پر کوئی خطرہ نہ ہو تو اس صورت میں اس کیلئے تیمم جائز نہ ہو گا۔ و عطش :- اسے بھی مطلق ذکر کیا ہے لئے کہ اگر ایک قافلہ ہے جو سفر طے کر رہا ہے اور پانی کے ملنے کی کوئی

امید نہیں ہے تو اس صورت میں پورے قافلہ کی رعایت کی جائے گی، لیکن اگر یہ امید ہے کہ اگلی منزل پہ پانی مل جائے گا تو اس کیلئے تیمم جائز نہ ہوگا۔

(ف) :- اگر ایک انسان ایسا ہے کہ اسکے پاس پانی موجود ہے لیکن وہ دوسرے کو نہیں دے رہا ہے حالانکہ دوسرا ایسا ہے تو اس صورت میں اس سے زبردستی لے سکتا ہے، اگر پانی والے نے اس سے قتال کیا اور پانی والا مارا گیا تو اس صورت میں قصاص واجب نہ ہوگا، لیکن اگر پانی والے نے اسے مار دیا تو اس کا ضامن ہوگا۔ ماخوذ از طحاوی و شیخ الادب لالطبخ مرق :- گوشت کو بھون کر بھی کھایا جاسکتا ہے اس لئے اگر گوشت پکانے کیلئے پانی رکھے ہو اور تیمم کر رہا ہو تو تیمم جائز نہ ہوگا لیکن اگر اسکے پاس صرف اتنا پانی ہے کہ اس سے آٹا گوندھا جاسکتا ہے تو اس سے آٹا ہی گوندھے گا اس لئے کہ آٹا گوندھے نہیں پکایا جاسکتا اس لئے اس صورت میں تیمم کرے گا۔

لفقد آلة :- اس لئے کہ کوئیں سے پانی بلا کسی آلے کے نکالا نہیں جاسکتا، خواہ رسی نہ ہو یا ڈول نہ ہو یا اور کوئی صورت ہو، بہر حال اگر پانی نکالنے کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو اس صورت میں اس کے لئے تیمم جائز ہوگا۔

و خوف الخ :- صلوٰۃ جنازہ اور عید کو اس وجہ سے مخصوص کیا کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ان دونوں نمازوں کا اعادہ نہیں ہے لیکن یہ صورت اس شخص کیلئے ہے جو جنازے کا دل نہ ہو اس لئے کہ عموماً اس کا انتظار کیا جاتا ہے لیکن ظاہر روایت یہ ہے کہ اس کیلئے بھی تیمم جائز ہوگا لیکن تیمم اس وقت جائز ہوگا جب اسے اس بات پر یقین ہو کہ اگر میں وضو کرنے چلا جاؤں گا تو جماعت کے کسی جز میں شرکت نہ کر سکوں گا، لیکن اگر اسے اس بات کا اندیشہ نہ ہو بلکہ اسے امید ہو کہ سلام پھیرنے سے قبل آجاؤں گا تو اس کیلئے تیمم جائز نہ ہوگا۔

ولو بناء :- بناء کا مطلب یہ ہے کہ کچھ رکعتیں پڑھ چکا تھا اور درمیان میں کچھ ایسی صورت پیش آگئی کہ جس سے وضو ٹوٹ گیا اور ایسی صورت ہو کہ نماز کے اعادے کی ضرورت نہ ہو بلکہ جب دوبارہ پڑھنے لگے تو وہیں سے شروع کرے جہاں سے پڑھ چکا تھا۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص امام کے ساتھ نماز میں شریک تھا اور اس کا وضو درمیان میں ٹوٹ گیا، لیکن اس وضو ٹوٹنے سے نماز نہ ٹوٹی ہو، اب اگر عید یا جنازے کی نماز میں یہی صورت پیش آگئی اور اسکو یہ گمان ہے کہ اگر میں وضو کرنے کیلئے جاؤں تو نماز ختم ہو جائے گی تو اگرچہ بنا کی شکل ممکن ہو سکتی ہے مثلاً وہ وضو کے بعد آکر چھوٹی ہوئی رکعتیں تنہا پڑھ لے اس کے باوجود امام ابو حنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ وہ تیمم کر لے اور آنے جانے کی زحمت سے بچ جائے اس لئے کہ اس وقت ہجوم زائد ہوتا ہے اگر وہ بلا زحمت اور بلا کسی تکلیف اور پریشانی کے وضو کر سکتا ہے تو اس صورت میں امام صاحب بھی یہی فرماتے ہیں کہ اس کیلئے تیمم جائز نہ ہوگا۔ (مرآۃ المفلاح، طحاوی و ایضاح الاصابح)

ولیس الخ :- اس لئے کہ یہاں پر اگر جمعہ کی نماز چھوٹ جائے تو ظہر کی پڑھ سکتا ہے اسی طرح وصیۃ نماز کی قضا کر سکتا ہے۔

وَالثَّالِثُ أَنْ يَكُونَ التَّيْمُمُ بظَاهِرٍ مِنْ جَنْسِ الْأَرْضِ كَالثَّرَابِ وَالْحَجَرِ وَالرَّمْلِ لَا الْحَطَبِ وَالْفِصَّةِ وَالذَّهَبِ وَالرَّابِعُ اسْتِغَابَ الْمَحَلِّ بِالْمَسْحِ وَالْخَامِسُ أَنْ يُمْسَحَ بِجَمِيعِ الْيَدِ أَوْ بِكَثْرَتِهَا حَتَّى لَوْ مَسَحَ

بِاصْبَعَيْنِ لَا يَجُوزُ وَلَوْ كَثُرَ حَتَّى اسْتَوْعَبَ بِخِلَافِ مَسْحِ الرَّأْسِ وَالسَّادِسُ أَنْ يَكُونَ بِضَرْبَتَيْنِ بِيَاظِنِ الْكَفَّيْنِ وَلَوْ فِي مَكَانٍ وَاحِدٍ وَيَقُومُ مَقَامَ الضَّرْبَتَيْنِ إِصَابَةُ التُّرَابِ بِجَسَدِهِ إِذَا مَسَحَهُ بِيَّةَ التَّيْمَمِ وَالسَّابِعُ انْقِطَاعُ مَا يَنْفِيهِ مِنْ حَيْضٍ أَوْ نَفَاسٍ أَوْ حَدَثٍ وَالثَّامِنُ زَوَالُ مَا يَمْنَعُ الْمَسْحَ كَشَمْعٍ وَشَحْمٍ

ترجمہ:- تیسری شرط یہ ہے کہ تیمم کسی پاک چیز سے ہو اور وہ جنس ارض سے ہو جیسے مٹی، پتھر، بالونہ کہ لکڑی، چاندی، سونا۔ چوتھی شرط مسح کی جگہ پر پورا مسح کرنا، پانچویں شرط تمام ہاتھ یا اسکے اکثر سے مسح کرنا یہاں تک کہ اگر دو انگلیوں سے کیا تو مسح جائز نہ ہو گا اگرچہ کئی مرتبہ کر کے تمام عضو پر مسح کرے، سر کا مسح اسکے خلاف ہے۔ چھٹی شرط یہ ہے کہ دو ضرب ہاتھ کے باطن سے ہوں، اگرچہ ایک ہی جگہ کیوں نہ ہو اور مٹی کا بدن پر ہونا قائم مقام دو ضربوں کے ہو جاتا ہے جب کہ بنیت تیمم اس پر ہاتھ پھیرا ہو۔ ساتویں شرط حیض نفاس یا حدث کا ختم ہو جانا جو تیمم کے منافی ہوں۔ آٹھویں شرط ان چیزوں کا ختم ہو جانا جو مسح کو روکتی ہوں جیسے موم، چربی۔

تشریح و مطالب :- | طاهر :- اسلئے کہ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے فان لم تجدوا ماءً فتييموا اصعباً طيباً۔ طاهر اسے کہیں گے کہ اس پر نجاست نہ لگی ہو۔

من جنس الارض :- ہر وہ چیز جو جلانے سے خاک ہو جائے اور راکھ ہو جائے یا آگ میں ڈالنے کے بعد پکھل جائے یا زمین میں ڈال دینے کے بعد سڑ جائے تو وہ جنس ارض سے نہیں ہے جس طرح سونا، چاندی، لوہا، رانگا وغیرہ کہ اگر انکو آگ میں ڈالا جائے تو یہ پکھل جاتے ہیں، اسی طرح لکڑی وغیرہ کہ یہ جل کر راکھ ہو جاتے ہیں لہذا جب یہ جنس ارض سے نہیں تو ان سے تیمم بھی نہیں، لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف ریت اور مٹی سے تیمم کر سکتا ہے اسکے علاوہ سے نہیں۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کے نزدیک ہر اس چیز سے جو زمین کے جنس سے ہو تیمم جائز ہے۔ قدوری ہدایہ وغیرہ

استیعاب :- یعنی جن جن جگہوں پر ہاتھ پھیرنا چاہئے وہاں پوری طرح پھیرے تاکہ بال کے برابر جگہ باقی نہ رہے پنانچہ اگر انگلیوں میں انگوٹھی ہو تو اس کو ہلایا جائے اسی طرح انگلیوں کا خلال کر لیا جائے، چہرے پر مسح کیا جائے، بعض علماء کا قول یہ ہے کہ اکثر چہرے کا مسح کر لینا کافی ہے۔

ولو :- اگر کسی نے دو انگلیوں سے مسح کیا اور پورے ہاتھ پر کیا تب بھی مسح نہیں ہو گا، اس لئے کہ مسح میں پورے ہاتھ کا ہونا یا اکثر کا ہونا شرط ہے اور یہاں شرط مفقود ہو رہی ہے لہذا صحیح نہیں ہو گا۔

بخلاف :- اس سے اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ سر کے مسح میں تو اگر دو انگلیوں سے مسح کر لیا تب بھی صحیح ہو جائے گا لیکن تیمم میں صحیح نہیں ہو گا۔

ان يكون الخ :- دو ضرب کی قید اس وجہ سے لگائی کہ حدیث شریف میں آتا ہے التيمم ضربتان ضربة للوجه وضربة للذراعين۔ (حاکم، دار قطنی)

اصاب الخ :- یعنی مٹی میں ہاتھ مارنا ضروری نہیں بلکہ اگر مٹی بدن پر لگی ہوئی ہو اور اس پر تیمم کی نیت سے ہاتھ پھیرے تو تیمم صحیح ہو جائے گا۔

کشمع :- اسلئے کہ اگر موم یا چربی وغیرہ بدن پر ہے تو اس صورت میں جب مسح کرے گا تو بدن پر نہیں ہوگا بلکہ وہ ان چیزوں پر ہوگا حالانکہ بدن پر ہونا چاہئے۔

وَسَبَّهٖ وَشَرَّوْطُ وَجُوْبِهِ كَمَا ذَكَرْ فِي الْوُضُوْءِ وَرُكْنَاهُ مَسْحُ الْيَدَيْنِ وَالْوُجْهَ وَسُنُّ التَّيْمِ سَبْعَةُ التَّسْمِيَةِ فِي اَوَّلِهِ وَالتَّرْتِيْبُ وَالْمُوَالَاةُ وَاَقْبَالُ الْيَدَيْنِ بَعْدَ وَضْعِهِمَا فِي التَّرَابِ وَاَذْبَارُهُمَا وَنَفْضُهُمَا وَتَفْرِيجُ الْاَصَابِعِ وَتَذَبُّبُ تَاخِيْرِ التَّيْمِ لِمَنْ يَرْجُو الْمَاءَ قَبْلَ خُرُوْجِ الْوَقْتِ وَيَجِبُ التَّأْخِيْرُ بِالْوَعْدِ بِالْمَاءِ وَلَوْ خَافَ الْقَضَاءُ وَيَجِبُ التَّأْخِيْرُ بِالْوَعْدِ بِالثُّوْبِ اَوْ السَّقَاءِ مَا لَمْ يَخَفِ الْقَضَاءُ وَيَجِبُ طَلْبُ الْمَاءِ اِلَى مَقْدَارِ اَرْبَعِمِائَةِ خُطْوَةٍ اِنْ ظَنَّ قُرْبَهُ مَعَ الْاَمْنِ وَالْاَمْنُ فَلَآ وَيَجِبُ طَلْبُهُ مِمَّنْ هُوَ مَعَهُ اِنْ كَانَ فِي مَحَلٍّ لَا تَشْخُ بِهِ النَّفْسُ وَاِنْ لَمْ يُعْطِهِ اِلَّا بِثَمَنِ مِثْلِهِ لَزِمَهُ شِرَاؤُهُ بِهِ اِنْ كَانَ مَعَهُ فَاضِلًا عَنْ نَفَقَتِهِ.

ترجمہ :- تیمم کے واجبات اور اسکے شرائط وہی ہیں جو وضو میں گذر چکے اور تیمم کے رکن ہاتھوں اور چہرے کا مسح کرنا ہے اور تیمم کی سات سنتیں ہیں اسکے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنا، ترتیب سے تیمم کرنا، پے درپے کرنا، مٹی میں ہاتھوں کو رکھنے کے بعد آگے کی طرف کھینچنا اور پیچھے کو جانا، اور ہاتھوں کو جھاڑنا، انگلیوں کا کھولنا، اور وقت نکلنے سے پہلے جسے پانی کی امید ہو اسے تیمم کو مؤخر کرنا، اور پانی کے وعدے پر تیمم کا مؤخر کرنا واجب ہے اگرچہ قضاء کا خوف ہو اور کپڑے اور پانی کے وعدے پر مؤخر کرنا جب تک کہ قضا ہونے کا خطرہ نہ ہو اور اگر امن ہو اور ظن غالب ہو تو چار سو قدم تک پانی کا تلاش کرنا واجب ہے، اگر امن نہ ہو تو نہیں، اگر ایسی جگہ ہو جہاں لوگ پانی میں بخل نہ کرتے ہوں وہاں جسکے پاس پانی ہے اس سے طلب کرنا واجب ہے اور اگر وہ ثمن مثل سے دینے پر تیار ہے تو اس سے خریدنا لازم ہے بشرطیکہ اسکے پاس نفقہ سے زیادہ خرچہ ہو۔

تشریح و مطالب :- | وجوبہ :- آٹھ چیزیں ہیں عاقل ہونا، بالغ ہونا، مسلمان ہونا، حدث کا پایا جانا، حیض و نفاس کا نہ ہونا، ضیق وقت کا نہ ہونا، جس سے تیمم جائز ہے اس پر قادر ہونا۔ ماخوذ از حاشیہ

تأخیر الخ :- یعنی وہ شخص کہ اسکے پاس پانی نہیں ہے لیکن اسے امید ہے کہ پانی مل جائیگا تو اس صورت میں مؤخر کریگا۔ الوقت :- یہاں پر وقت سے کیا مراد ہے کیا وقت مستحب یا جواز کا آخری وقت؟ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہاں مستحب وقت مراد ہے، یعنی وقت استحباب تک مؤخر کرے اور بعض لوگ کا کہنا یہ ہے کہ وقت جواز مراد ہے لیکن قول اول زیادہ صحیح ہے۔

ويجب الخ :- اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے وعدہ کیا کہ میں پانی لا کر دوں گا لیکن اس میں دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ یا تو پانی اسکے پاس موجود ہو یا اس سے ایک میل کی دوری سے کم ہو ورنہ واجب نہیں ہوگا کہ انتظار کرے۔

بالثوب الخ :- یعنی کوئی ایسا شخص ہے کہ اس کے پاس کپڑا موجود ہے اب اس سے ایک آدمی نے وعدہ کیا کہ میں تمہیں کپڑا لا کر دوں گا اسی طرح اگر کسی نے وعدہ کیا کہ میں ڈول یا رسی لا کر دوں گا تو اب اس وقت تک انتظار کرے گا جب تک کہ قضا ہو جانے کا خوف نہ ہو، لیکن اگر یہ صورت پیش آگئی کہ اس وعدہ کرنے والے نے اس قدر تاخیر کر دی کہ اب اگر یہ مزید انتظار کرتا ہے تو نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے تو اب نماز کو تیمم کر کے ادا کرے گا لیکن یہ مذہب

امام ابو حنیفہؒ کا ہے صاحبین فرماتے ہیں کہ انتظار کرے گا اگرچہ قضا ہو جانے کا خوف ہو۔

طلب الخ :- اسے مطلق لا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ چاہے تو خود تلاش کرے اور اگر اس کے خادم وغیرہ نے تلاش کیا تب بھی صحیح ہو جائے گا، پانی کا تلاش کرنا اس وقت ہو گا جب اس کو کوئی خطرہ نہ ہو وہ مامون و بے خطر ہو پانی کی تلاش میں اس جانب کا اعتبار ہو گا کہ جس جانب اس کا ظن ہے اگر ہر جانب ہے اور ایک میل سے کم میں ہو تو ہر جانب تلاش کرنا ہو گا۔ شیخ الادبؒ

الابشمن الخ :- قیمت خریدنے کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ اتنا پانی اسی قیمت میں ملتا ہے جس قیمت میں یہ دے رہا ہے یا قیمت میں زیادہ زیادتی نہیں ہے بلکہ کم ہی گراں ہے، تیسری صورت یہ ہے کہ قیمت دو گنی ہے اب اس صورت میں اس پر خریدنا واجب نہیں ہے ہاں دو صورتوں میں یتیم نہیں کرے گا، دو گنی قیمت کی صورت میں اس وجہ سے نہیں خریدے گا کہ اس صورت میں نقصان ہے اور حرمة مال المسلم كحرمة نفسه تو یہاں مال زائد خرچ ہو رہا ہے اور اس کا قائم مقام بھی موجود ہے اس لئے نہیں خریدے گا۔ (ماخوذ) لیکن خریدنے کیلئے ضروری ہے کہ وہ قیمت اسکے پاس موجود بھی ہو قرض وغیرہ نہ لینی پڑے (۲) اسکے کرایہ سالانہ کے اٹھانے کی مزدوری سے زائد ہو ورنہ اگر یہ صورتیں نہیں ہیں تو پانی خریدے گا۔ (مراقی الفلاح)

وَيُصَلِّي بِالتَّيْمَمِ الْوَاحِدِ مَا شَاءَ مِنَ الْفَرَائِضِ وَالتَّوَافِلِ وَصَحَّ تَقْدِيمُهُ عَلَى الْوَقْتِ وَلَوْ كَانَ أَكْثَرُ الْبَدَنِ أَوْ أَكْثَرُ جَرِيحًا تَيَمَّمَ وَإِنْ كَانَ أَكْثَرُهُ صَحِيحًا غَسَلَهُ وَمَسَحَ الْجَرِيحَ وَلَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْغُسْلِ وَالتَّيْمَمِ وَيَنْقُضُهُ نَاقِضُ الْوُضُوءِ وَالْقُدْرَةُ عَلَى اسْتِعْمَالِ الْمَاءِ الْكَافِي وَمَقْطُوعُ الْيَدَيْنِ وَالرَّجْلَيْنِ إِذَا كَانَ بَوَاحِجَهُ جَرَا حَةً يُصَلِّي بِغَيْرِ طَهَارَةٍ وَلَا يَعْيِدُ. ترجمہ :- اور ایک ہی تیمم سے جس قدر چاہے فرائض و توافل ادا کرے اور تیمم کا وقت سے پہلے کرنا صحیح ہے، اور اگر بدن کا اکثر یا آدھا حصہ زخمی ہو تو تیمم کر سکتا ہے، اور اگر نصف حصہ سے زائد صحیح ہو تو اس کو دھو ڈالے اور زخمی حصہ کا مسح کرے اور دھونے اور تیمم کرنے کو جمع نہ کرے اور تیمم کو وہ چیزیں توڑ دیتی ہیں جو وضو کو توڑ دیتی ہیں اور اس وضو کے پانی پر قادر ہونا جو اس کیلئے کافی ہو اور جسکے دونوں ہاتھ پیر کٹے ہوئے ہوں اور اسکے چہرے پر زخم لگے ہوئے ہوں تو وہ بلا طہارت کے پڑھے اور نہیں لوٹائے گا۔

ماشاء الخ :- یہ کہہ کر اس مسئلہ کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ایک تیمم سے ایک فرض نماز ادا کر سکتا ہے اب اگر اسی وقت میں دوسری فرض ادا کرنی ہے تو دوسرا تیمم کرے گا اسلئے کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تیمم تو طہارت ضروریہ ہے اور جب ایک نماز ادا کر لی تو اب ضرورت پوری ہو گئی لیکن وقت کے اندر ایک تیمم سے کئی نفل کی اجازت دیتے ہیں لیکن حنفیہ کہتے ہیں کہ قرآن کی آیت جس میں تیمم کو بتایا گیا ہے وہ مطلق ہے لہذا اسکو مقید کیوں کریں، نیز حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے الصعيد وضوء المسلم ما لم يجد الماء.

تقديم الخ :- اس میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے لیکن حنفیہ کہتے ہیں کہ مقدم کر سکتا ہے۔ قدوری، حاشیہ (ف) بہتر یہی ہے کہ ہر نماز کیلئے تیمم کرے تاکہ کوئی اختلاف نہ رہے۔

اکثر البدن الخ :- علماء نے کثرت کا اعتبار شمار کے لحاظ سے کیا ہے چنانچہ اگر سرچہ اور ہاتھوں پر پھوڑیاں یا زخم ہوں اور پیروں پر نہ ہو تو وضو کے اعضاء میں سے اکثر زخمی ہوں تو تیمم جائز ہو گا اور بعض علماء نے ہر عضو کے لحاظ سے کثرت کا اعتبار کیا ہے، انکے خیال کے مطابق تیمم اس وقت جائز ہو گا جب کہ چاروں اعضاء میں سے ہر ایک کا اکثر زخمی ہو۔ ایضاح الاصباح، مراقی الفلاح، حاشیہ

الکافی :- یعنی اس قدر پانی موجود ہو کہ اس سے ہر عضو کو ایک مرتبہ دھویا جاسکتا ہو۔

(ف) ایک آدمی مسافر تھا اور اسکے پاس پانی بھی موجود تھا مگر اسکو خیال نہیں تھا، اب اس نے تیمم کیا اور نماز ادا کر لی ابھی وقت ختم نہیں ہوا تھا کہ اسے وہ پانی یاد آگیا تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ نماز کا اعادہ نہیں کرے گا، امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ وہ نماز کا اعادہ کرے گا۔ قدوری

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

صَحَّ الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ فِي الْحَدِيثِ الْأَصْفَرِ لِلرَّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَلَوْ كَانَا مِنْ شَيْءٍ ثَخِينٍ غَيْرِ الْجِلْدِ سَوَاءً كَانَ لَهُمَا نَعْلٌ مِنْ جِلْدٍ أَوْ لَا وَيَشْتَرُطُ لِحَوَازِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ سَبْعَةُ شَرَائِطٍ الْأَوَّلُ لُبْسُهُمَا بَعْدَ غَسْلِ الرَّجْلَيْنِ وَلَوْ قَبْلَ كَمَالِ الْوُضُوءِ إِذَا أَتَمَّهُ قَبْلَ حَصُولِ نَاقِضٍ لِلْوُضُوءِ وَالثَّانِي سِتْرُهُمَا لِلْكَعْبَيْنِ وَالثَّالِثُ امْكَانُ مُتَابَعَةِ الْمَشْيِ فِيهِمَا فَلَا يَجُوزُ عَلَى خُفٍّ مِنْ زُجَاجٍ أَوْ خَشَبٍ أَوْ حَدِيدٍ وَالرَّابِعُ خُلُوعُ كُلِّ مِنْهُمَا عَنْ خَرَقٍ قَدَرِ ثَلَاثِ أَصَابِعٍ مِنْ أَصْفَرِ أَصَابِعِ الْقَدَمِ.

ترجمہ :- حدث اصغر میں موزوں پر مسح مردوں اور عورتوں کے لئے جائز ہے اگرچہ وہ دونوں موزے چمڑے کے علاوہ کسی گاڑھے چیز کے ہوں خواہ ان موزوں کے تلے چمڑے کے ہوں یا نہ ہوں اور موزوں پر مسح جائز ہونے کیلئے سات شرطیں ہیں۔ پہلی شرط، دونوں موزوں کو پیروں کو دھلنے کے بعد پہنا ہوا اگرچہ پورا وضو کرنے سے پہلے ہوا ہو، بشرطیکہ ناقض وضو سے وضو کو پورا کر لیا ہو۔ دوسری شرط دونوں موزوں کا ٹخنوں کو چھپانا۔ تیسری شرط ان دونوں کو پہن کر چلنا ممکن ہو تو کالج کے موزے، لکڑی کے موزے، لوہے کے موزے، پر جائز نہ ہوگا۔ چوتھی شرط ان دونوں کا پیر کی تین چھوٹی انگلیوں سے کم پھٹا ہوا ہونا۔

تشریح و مطالب :- جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ طہارت میں اصل پانی ہے اس لئے کہ وہی اولیٰ ہے لیکن پانی نہ ہونے کی صورت میں اس کا قائم مقام تیمم ہے اور ان دونوں کا ثبوت نص قرآنی سے ہے۔ موزے پر مسح کرنا عزیمت ہے اس کا ثبوت قرآن سے نہیں لیکن حدیث پاک سے اس کا ثبوت متواتر ملتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی سباطة قوم فبال وتوضأ ومسح علی الناصیة والخفین۔ موزے پر مسح کا ثبوت اس قدر احادیث کثیرہ سے ہے کہ جس کا تواتر اثبوت ہو جاتا ہے۔ صحیح سے مراد یہ ہے کہ اگر مسح نہ کیا تب بھی جائز ہو جائے گا۔

الاصغر موزے پر مسح اس وقت جائز ہوگا جبکہ حدث اصغر ہو یعنی جس سے وضو کرنا ضروری ہو جاتا ہو اس لئے کہ اگر کسی کو حدث اکبر یعنی غسل کی ضرورت پیش آجائے تو وہ موزوں پر مسح نہیں کر سکتا۔

ولو كان الخ اس عبارت سے ایک اشکال کا جواب دے رہے ہیں کہ مسح صرف چمڑے کے موزے پر درست نہیں بلکہ اس کے علاوہ ہر اس موزے پر جو کہ آنے والے شرائط پر پورا اترتا ہو جائز ہے اسی طریقہ سے جو رب پر جب وہ منعل یا مجلد ہو یا موٹا ہو اس وقت جائز ہوگا۔

مجلد اس موزے کو کہیں گے کہ جس کے اوپر اور نیچے چمڑا لگا ہوا ہو، اور منعل اس موزے کو کہیں گے جس کے نیچے صرف چمڑا لگا ہوا ہو امام ابو حنیفہؒ فرمایا کرتے تھے موزہ پنڈلی تک ہو اور ساتھ ہی پیر بلا باندھے رکھا ہو اور اسکے نیچے کی چیزیں دکھائی نہ دیتی ہوں لیکن امام ابو حنیفہؒ نے اپنی وفات سے تین دن قبل یا سات دن قبل رجوع کر لیا ہے اور اسی پر فتویٰ بھی ہے۔ موزے کی تین قسمیں ہوں گی ایک یہ کہ موزہ پتلا ہو ساتھ ہی منعل بھی نہ ہو تو بالا اتفاق اس پر مسح کرنا جائز نہ ہو گا دوسری قسم وہ ہوگی کہ دونوں موٹے ہوں اور منعل بھی نہ ہوں تو اسکیں علماء کا اختلاف ہے۔

بعد غسل الرجلین :- یہاں پر مطلق ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر پیروں پر زخم ہو اور اس پر مسح کر لیا ہو اور اسکے بعد موزے کو پہنا ہے تب بھی مسح جائز ہو جائیگا لیکن اگر ایک ہی پیر میں ہو تو مسح جائز نہیں ہوگا اس لئے کہ یہ جامع بین المسح والغسل ہے، یعنی شرط یہ ہے کہ پیر کو دھونے کے بعد پہنا ہو، یہ ضروری نہیں کہ وضو مکمل طور پر کر لیا ہو ہاں شرط یہ ہے کہ وضو پورا ہونے سے پہلے کوئی ایسی صورت نہ پیش آئی ہو جو ناقض وضو ہو۔

سترهما :- یعنی تختوں کو وہ موزہ چھپائے ہوئے ہو، نیز وہ بندھا ہوا نہ ہو خود ہی سے رکھا ہو اہو۔

متابعة :- یعنی وہ موزہ ایسا ہو کہ عادت کے اعتبار سے تین چار میل چل سکے۔

خلو الخ :- یعنی موزہ اس قدر پٹھا ہوا نہ ہو کہ جو پیر کی تین انگلیوں سے زائد ہو اگر تین انگلیوں سے زائد پٹھا ہے تو اس پر مسح جائز نہ ہو گا باقی رہی یہ بات کہ ایک موزہ اگر چند جگہ سے پٹھا ہوا ہے تو تمام کو ملا کر دیکھا جائے گا اگر اس کی مقدار تین انگلیوں کے برابر ہو جاتی ہے تو مسح جائز نہ ہو گا ہاں یہ بات ضرور ہے کہ سلائی کے سوراخوں کا اعتبار نہ ہوگا۔

وَالْخَامِسُ اسْتِمْسَاكُهُمَا عَلَى الرَّجْلَيْنِ مِنْ غَيْرِ شِدَّةٍ وَالسَّادِسُ مَنَعُهُمَا وَصُولَ الْمَاءِ إِلَى الْجَسَدِ وَالسَّابِعُ أَنْ يَبْقَى مِنْ مَقْدَمِ الْقَدَمِ قَلْبَرُ ثَلَاثِ أَصَابِعٍ مِنْ أَصْغَرِ أَصَابِعِ الْيَدِ فَلَوْ كَانَ قَاقِدًا مَقْدَمُ قَدَمِهِ لَا يَمْسَحُ عَلَى خُفِّهِ وَلَوْ كَانَ عَقَبُ الْقَدَمِ مَوْجُودًا وَيَمْسَحُ الْمُقِيمُ يَوْمًا وَلَيْلَةً وَالْمُسَافِرُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ بَلَيَا لَيْلِيَّهَا وَابْتِدَاءَ الْمُدَّةِ مِنْ وَقْتِ الْحَدَثِ بَعْدَ لَبْسِ الْخَفَيْنِ وَإِنْ مَسَحَ مُقِيمٌ ثُمَّ سَافَرَ قَبْلَ تَمَامِ مُدَّتِهِ أَتَمَّ مُدَّةَ الْمُسَافِرِ وَإِنْ أَقَامَ الْمُسَافِرُ بَعْدَ مَا يَمْسَحُ يَوْمًا وَلَيْلَةً نَزَعَ وَالْأَيْتَمُ يَوْمًا وَلَيْلَةً.

ترجمہ :- پانچویں شرط بلا باندھے ہوئے ان دونوں کا پیر پر رکھا ہوا ہونا۔ چھٹی شرط پانی کے اندر پہنچنے سے مانع ہونا۔ ساتویں شرط پیر کے اگلے حصے کا بقدر ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیوں کے صحیح و سلامت ہونا۔ تو اگر اس کے پیر کا اگلا حصہ موجود نہ ہو تو موزے پر مسح نہیں کر سکتا اگرچہ اس کی پنڈلی موجود ہو۔ اور مقیم مسح کرے ایک دن اور ایک رات

اور مسافر مسح کرے تین دن اور تین رات، اور اس کے مدت کی ابتداء پہنچنے کے بعد حدث کے پیش آنے کے وقت سے شمار کیا جائے گا اگر مقيم نے مسح کیا اور مدت کے ختم ہونے سے قبل سفر شروع کیا تو مسافر کی مدت کو پوری کرے۔ اور اگر مسافر نے اقامت اختیار کر لی اور وہ ایک دن اور رات پورا کر چکا تھا تو موزوں کو نکال دے اور اگر یہ صورت نہیں ہے تو ایک دن اور رات پوری کر لے۔

تشریح و مطالب :- من غیر شد: اس سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر موزہ ایسا ہے کہ وہ بغیر روکے ہوئے نہیں رکھتا تو اس پر مسح نہیں کر سکتا، اگرچہ اس میں تمام شرائط موجود ہوں۔ ان یقی :- اگر ٹخنوں کے اوپر کٹا ہوا ہے تو اس سے کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح اگر مقدم رجل سے کٹا ہے مگر وہ تین انگلیوں کے مقدار نہیں ہے بلکہ اس سے کم ہے تو مسح جائز ہو جائیگا۔

یوماً :- اسے مطلق ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اس میں لیلة ماضیہ اور لیلة مستقبلہ دونوں شامل ہیں مثلاً اگر موزوں کو سینچر کے دن طلوع آفتاب کے بعد پہنا تو اس صورت میں اس کے لئے جائز ہو گا کہ اتوار کی صبح تک اسے پہنے رکھے حالانکہ یہ رات جو درمیان میں آتی ہے یہ سینچر کے دن کے تابع نہیں بلکہ یہ اتوار کی رات ہے اس لئے کہ شریعت میں رات دن پر مقدم ہوتی ہے۔ شیخ الادب

من وقت الحدث الخ :- اس مسئلہ کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ امام صاحب اس بات کے قائل ہیں اور امام ابو حنیفہ کا مسلک یہی ہے کہ وقت حدث سے مدت کو شمار کیا جائے گا مثلاً ایک شخص نے ظہر کے وقت مسح کیا اور اس سے ظہر اور عصر کی نماز ادا کی پھر مغرب کے وقت جا کر اسے حدث پیش آیا اب امام ابو حنیفہ کہیں گے کہ اس وقت جب حدث لاحق ہوا ہے دوسرے دن اسی وقت تک مسح کرے گا اور صحیح مذہب بھی یہی ہے۔ ہاں امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ جو وقت پہنا ہے اس وقت سے شمار کیا جائے گا اور امام احمد فرماتے ہیں کہ جس وقت مسح کیا ہے اس وقت سے شمار کیا جائیگا۔

ویمسح المقیم الخ :- اس کی چار صورتیں ہوں گی ایک یہ کہ یا تو مسافر رہا ہو گا اور اب مقيم ہو گیا ہو گا یا مقيم رہا ہو گا اور اب مسافر اختیار کر لی ہو گی۔ اب ان دونوں صورتوں میں یا تو مقيم نے اقامت کی مدت سے قبل سفر شروع کر دیا ہو گا یا مسافر نے مدت سے قبل۔ لیکن صاحب نور الایضاح نے اور اسی طرح صاحب قدوری وغیرہ نے تین ہی صورتوں کا تذکرہ کیا ہے لیکن اس صورت کا تذکرہ نہیں کیا ہے اور اگر مقيم نے ایک دن اور رات کے پورا کرنے کے بعد سفر کیا ہو اس لئے کہ یہ ظاہر ہے کہ جب اس کی مدت پوری ہو گئی تو اس صورت میں موزے کا نکالنا واجب ہو گا۔ یہ صورت ظاہر تھی لہذا ظاہر کی وجہ سے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ تنقیح الضروری

وَقَرَضُ الْمَسْحِ قَدْرُ ثَلَاثِ أَصَابِعٍ مِنْ أَصْغَرِ أَصَابِعِ الْيَدِ عَلَى ظَاهِرِ مُقَدِّمِ كُلِّ رَجُلٍ وَسَنَةُ مَدِّ الْأَصَابِعِ مُفْرَجَةً مِنْ رُؤُوسِ أَصَابِعِ الْقَدَمِ إِلَى السَّاقِ وَيَنْقُضُ مَسْحُ الْخُفِّ أَرْبَعَةَ أَشْيَاءَ كُلُّ شَيْءٍ يَنْقُضُ الْوَضُوءَ وَنَزْعُ خُفٍّ وَلَوْ بَخْرُوجِ أَكْثَرِ الْقَدَمِ إِلَى سَاقِ الْخُفِّ وَإِصَابَةُ الْمَاءِ أَكْثَرَ أَحَدِي الْقَدَمَيْنِ فِي الْخُفِّ عَلَى الصَّحِيحِ وَمَضَى الْمُدَّةُ إِنْ لَمْ يَخْفُ ذَهَابَ رِجْلُهُ مِنَ الْبَرْدِ وَبَعْدَ الثَّلَاثَةِ الْآخِرَةِ غَسَلَ رِجْلَيْهِ فَقَطَّ وَلَا

يَجُوزُ الْمَسْحُ عَلَى عِمَامَةٍ وَقَلَنْسُوَةٍ وَبُرْقَعٍ وَفَقَّازِينَ.

ترجمہ:- اور مسح میں فرض ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیوں کے برابر پیر کے اگلے حصہ کے اوپر ہے اور مسح کی سنت کھلی ہوئی انگلیوں کا پیر کے اگلے حصہ سے پنڈلی کی طرف لے جانا ہے، مسح علی الخفین کو چار چیزیں توڑ دیتی ہیں ہر وہ چیز جو ناقض وضو ہو اور موزے کا نکل جانا اگرچہ موزے کے اکثر حصہ کا پنڈلی کی طرف نکل آنے سے ہو، دونوں پیروں میں سے کسی ایک کو زیادہ پانی لگ جانا صحیح مذہب کے اعتبار سے، اور مدت کا ختم ہو جانا اگر سردی کی وجہ سے اس کے پیر کو خطرہ نہ ہو اور ان تین اخیر کے بعد صرف اپنے پیر کو دھو لے گا اور پگڑی پر ٹوپی پر برقعہ اور دستانے پر مسح جائز نہیں۔

تشریح و مطالب:- اقدارثلث:- اس سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ دو ہی انگلیوں سے کیوں نہ ہو اور اس میں ہاتھ کی انگلیوں کا اعتبار کیا جائے گا نہ کہ پھن کی طرح پیر کی انگلیوں کا اعتبار ہوگا، نیز اس مقدار میں چھوٹی انگلیوں کا اعتبار ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کل رجل:- لفظ کل سے یہ بتلا رہے ہیں کہ اس مقدار کا ہر ایک پیر میں اعتبار ہوگا لہذا اگر ایک پر دو سے کر لیا اور دوسرے پیر پر چار سے تو اگرچہ مجموعی اعتبار سے چھ ہو گئے مگر اس کا اعتبار نہیں ہوگا اس لئے کہ ہر ایک پیر میں تین ضروری ہے، زیلعی علی الكنز۔ شیخ الادب

مد الاصابع:- یعنی فرض تو صرف اس مقدار میں ہے، ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیوں کے برابر پیر کے اوپر اور مقدم حصہ پر پھیر دے لیکن سنت یہ ہے کہ تین چھوٹی انگلیوں کو کشادہ کر کے پیر کی انگلیوں کے سرے سے پنڈلی کی طرف لے جائے ہاں صرف ایک مرتبہ اس طرح کر لینا سنت ہے ویسے مسح بھیجے ہوئے کپڑوں کو اس کے اوپر سے گزار لینے میں ہو جائیگا۔ واللہ اعلم

اربعة:- مصنف نے صرف جاری کو ذکر کر لیا ہے حالانکہ دو اور صورتیں ہیں کہ جن کی وجہ سے مسح علی الخف ناقض ہو جاتا ہے۔ ایک تین انگلی سے زیادہ پھٹا ہوا ہونا، نیز معذور کیلئے وقت کا نکل جانا، لیکن مصنف نے ان کو شمار نہیں کر لیا۔ خرق کثیر کو تو اسلئے کہ وہ نزاع کے حکم میں ہے اور معذور کے وقت کا نکل جانا گویا کہ مدت کا ختم ہو جانا ہے۔ واللہ اعلم الخف:- یہاں لفظ واحد لا کر یہ بتلانا مقصود ہے کہ جب ایک موزے کا نکل جانا ناقض مسح ہو تو دونوں کا نکل جانا بدرجہ اولیٰ ہوگا اس لئے کہ اگر ایک پیر کو دھوتا ہے اور ایک پر مسح کرتا ہے تو یہ جمع بین السح والغسل ہو جائے گا حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ اس کی تفصیل گذر چکی ہے ہکذا فی شرح الوقایہ وحاشیہ شیخ الادب۔

اصابة:- اس لئے کہ جب ایک پیر کو پانی بھی لگ گیا اور کچھ خشک ہے تو غسل اور مسح ہو گیا لہذا اب اسے اتار کر اس حصہ کو بھی دھوئے۔

وان لم یخف:- یعنی مدت کے ختم ہونے سے موزے پر مسح کرنا جائز نہیں، لیکن اگر اس بات کا خوف ہے اور اس قدر سردی ہے کہ اگر پیر کو موزے سے نکالے گا تو پیر کو نقصان ہوگا خواہ کل ہو یا بعض اس صورت میں اس کو مسح کرنا جائز ہوگا لیکن اس کے لئے کوئی مدت نہیں ہوگی بلکہ جب وہ اس بات سے مامون ہو جائے کہ اب خطرہ نہیں

ہے اس وقت دھولے۔ (طحاوی)

فقط :- اس لئے کہ اگر وہ بادضو ہے تو اس صورت میں اگر وہ پیروں کو دھولے تو اس کے لئے کافی ہو جائے گا تمام اعضاء کا دوبارہ دھونا ضروری نہیں۔

عمامة : مطلق نہیں بلکہ اگر اس قدر پتلا ہے کہ تری بالوں تک پہنچ جاتی ہے تو کافی ہے اسی طرح اگر پیشانی اور بالوں پر مقدار مسح کر لیا تو اب صرف مسح کافی ہو جائے گا۔

قلنسوة : ٹوپی پر مسح اس وجہ سے جائز نہیں کہ اسکے اتارنے اور رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔
برقع : ہر وہ چیز جس سے عورت پردہ کرے یعنی اپنے اعضاء کو چھپائے خواہ وہ چادر سے ہو یا کسی اور کپڑے سے اسے برقع کہا جائے گا۔

فصل. إِذَا اقْتَصَدَ أَوْ جَرَحَ أَوْ كَسِرَ عَضْوُهُ فَشَدَّهُ بِخِرْقَةٍ أَوْ جَبِيرَةٍ وَكَانَ لَا يَسْتَطِيعُ غَسْلَ الْعَضْوِ وَلَا يَسْتَطِيعُ مَسْحَهُ وَجَبَ الْمَسْحُ عَلَى أَكْثَرِ مَا شَدَّ بِهِ الْعَضْوُ وَكَفَى الْمَسْحُ عَلَى مَا ظَهَرَ مِنَ الْجَسَدِ بَيْنَ عَصَابَةِ الْمُقْتَصِدِ وَالْمَسْحِ كَالْغَسْلِ فَلَا يَتَوَلَّى بِمُدَّةٍ وَلَا يَشْتَرُطُ شَدُّ الْجَبِيرَةِ عَلَى طَهْرِ وَيَجُوزُ مَسْحُ جَبِيرَةٍ إِحْدَى الرَّجُلَيْنِ مَعَ غَسْلِ الْأُخْرَى وَلَا يَنْطَلُ الْمَسْحُ بِسُقُوطِهَا قَبْلَ الْبُرْءِ وَيَجُوزُ تَبْدِيلُهَا بِغَيْرِهَا وَلَا يَجِبُ إِعَادَةُ الْمَسْحِ عَلَيْهَا وَالْأَفْضَلُ إِعَادَتُهُ وَإِذَا رَمِدَ وَأَمَرَ أَنْ لَا يَغْسَلَ عَيْنَهُ أَوْ انْكَسَرَ ظَفَرُهُ وَجَعَلَ عَلَيْهِ دَوَاءً وَعَلَكًا أَوْ جِلْدَةً مِرَارَةً وَضَرَةً نَزَعَهُ جَازَ لَهُ الْمَسْحُ وَإِنْ ضَرَهُ الْمَسْحُ تَرَكَهُ وَلَا يَقْتَصِرُ إِلَى النِّيَّةِ فِي مَسْحِ الْخُفِّ وَالْجَبِيرَةِ وَالرَّاسِ.

ترجمہ :- فصل جب فصد کھلوائی ہو یا زخم آگیا ہو یا کوئی عضو ٹوٹ گیا ہو تو اسے خرقہ یا پھاہ سے باندھ لیا ہو اور اس عضو کے دھونے پر قادر نہ ہو اور نہ اسکے مسح ہی پر قادر ہو تو اس صورت میں اس عضو کے اس حصہ پر مسح واجب ہے جو زخم سے خالی ہو اور مسح کافی ہو جائے گا اس جگہ پر جو جسم پر فصد کے علاوہ جگہ ہے اور مسح کرنا دھونے کی طرح ہے، پس کسی مدت کے ساتھ موقت نہ ہو گا اور پٹی کا طہارت کی حالت پر باندھنا ضروری نہیں، اور جائز ہے ایک پیر کی پٹی پر مسح کرنا باوجود دوسرے پیر کے دھونے کے اور مسح باطل نہیں ہو تا بلا ٹھیک ہوئے پٹی کے گر جانے سے، اور پٹی کا بدلنا جائز ہے اور مسح کا اس پر اعادہ ضروری نہیں لیکن افضل اعادہ ہے اور جب آشوب چشم ہو اور اس سے یہ بات کہی گئی ہو کہ وہ نہ دھوئے یا اس کا ناخن ٹوٹ گیا اور دوا اور علك یا اس پر جھلی رکھی گئی ہو اور اس کا اتارنا نقصان دہ ہو تو ان تمام صورتوں میں مسح جائز ہے اور اگر اسکو یہ بھی نقصان دہ ہو تو مسح کو بھی چھوڑ دے اور نیت کی ضرورت نہیں ہے موزے پر مسح کرنے اور پٹی اور سر کے مسح کرنے میں۔

تشریح و مطالب :- ابھی تک مصنف ایک خاص قسم کا مسح بیان کر رہے تھے اب یہاں سے اس چیز کو بیان کر رہے ہیں کہ جو ایک عام ہے یہ جان لینا ضروری ہے کہ مسح علی الخفین اور مسح

علی الجبیرہ میں کیا فرق ہے۔ مصنف نے ان دونوں کے درمیان چھ قسم کا فرق بیان کیا ہے (۱) موزے کا طہارت پر پہننا ضروری ہوتا ہے لیکن پٹی کا طہارت پر باندھنا ضروری نہیں، دوسرا فرق یہ ہے کہ مسح علی الخفین ایک وقت متعین کے لئے ہوتا ہے لیکن مسح علی الجبیرہ کسی وقت متعین کے لئے نہیں ہوتا جب تک کہ زخم ٹھیک نہ

ہو جائے خواہ دو دن میں ہو یا چار دن یا اس سے بھی زائد میں، تیسرا فرق یہ ہے کہ اگر موزہ نکل جائے اگرچہ وقت ہی کے اندر کیوں نہ ہو اسی وقت مسح ختم ہو جاتا ہے لیکن اگر پٹی بلا زخم کے ٹھیک ہوئے گر جائے تو مسح ختم نہیں ہوتا۔
چوتھا فرق یہ ہے کہ اگر زخم ٹھیک ہونے کے بعد پٹی گر جائے تو صرف وہی جگہ دھوئی جائے گی جہاں پہ پٹی تھی لیکن انقضائے مدت کے بعد مسح علی الخفین میں یہ صورت باقی نہیں رہتی بلکہ تمام اعضاء کو دھویا جاتا ہے۔ پانچواں فرق یہ ہے کہ پٹی پر مسح کرنے میں حدث اصغر اور اکبر دونوں برابر ہیں لیکن مسح علی الخفین اسی وقت کر سکتا ہے جبکہ حدث اصغر ہو حدث اکبر میں موزے کو اتارا جائے گا۔

چھٹا فرق۔ پوری پٹی پر مسح کیا جائے گا بخلاف موزے کے کہ اس پر صرف تین انگلیوں کے مقدار کر لینا کافی ہوتا ہے۔ جبیرے کا استیعاب ظاہر روایت پر ہے۔

جبیرہ کی تعریف صاحب مراقی الفلاح نے یہ کی ہے کہ جبیرہ اس لکڑی کو کہتے ہیں جو ہڈی کے ٹوٹ جانے کے بعد اس پر رکھ کر اس کو بٹھانے کے لئے باندھا جاتا ہے، جسے آج کی اصطلاح میں پلاسٹر کہا جاتا ہے۔

وجہ المسح :- اس سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ پٹی باندھنے کے بعد جو اعضاء خالی رہ گئے ہیں جہاں پر پانی پہنچانے میں دشواری ہوتی ہے تو وہاں پر صرف مسح کر لینا کافی ہو گا لیکن اگر مسح کی صورت میں بھی نقصان ہو تو مسح بھی نہیں کیا جائے گا، اسی طریقہ سے زخمی حصہ کے علاوہ وہ عضو جو پٹی کے نیچے آگیا ہو اور وہ مسح سلامت ہو لیکن پانی پہنچانے میں یا پٹی کے کھولنے میں حرج واقع ہو تو صرف مسح کر لینا کافی ہو گا۔ لیکن اگر مسح کر لینے میں بھی دشواری ہو تو مسح بھی نہیں کیا جائے گا۔

علق :- ایک قسم کا گوند ہے۔

المی النیۃ الخ :- پٹی پر مسح کرنے میں نیت کی ضرورت اس وجہ سے نہیں ہے کہ یہ دھونے کا قائم مقام نہیں ہے بلکہ اس وقت فرض یہی ہے چنانچہ مصنف نے بھی کالغسل کہہ کر اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

بابُ الْحَيْضِ وَالنَّفَاسِ وَالْإِسْتِحَاظَةِ

يَخْرُجُ مِنَ الْفَرْجِ حَيْضٌ وَنَفَاسٌ وَاسْتِحَاظَةٌ فَالْحَيْضُ دَمٌ يَنْقُضُهُ رَحِمٌ بِالْعَةِ لِأَذَاءِ بِهَآ وَلَا حَمْلٌ وَلَمْ تَبْلُغْ سِنَّ الْإِبَاسِ وَأَقْلُ الْحَيْضِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَأَوْسَطُهُ خَمْسَةٌ وَأَكْثَرُهُ عَشْرَةٌ وَالنَّفَاسُ هُوَ الدَّمُ الْخَارِجُ عَقَبَ الْوِلَادَةِ وَأَكْثَرُهُ أَرْبَعُونَ يَوْمًا وَلَا حَدَّ لِأَقْلِهِ وَالْإِسْتِحَاظَةُ دَمٌ نَقَصَ عَنْ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ أَوْ زَادَ عَلَى عَشْرَةٍ فِي الْحَيْضِ وَعَلَى أَرْبَعِينَ فِي النَّفَاسِ وَأَقْلُ الطَّهْرِ الْفَاصِلُ بَيْنَ الْحَيْضَتَيْنِ خَمْسَةُ عَشَرَ يَوْمًا وَلَا حَدَّ لِأَكْثَرِهِ إِلَّا لِمَنْ بَلَغَتْ مُسْتَحَاظَةً.

ترجمہ :- حیض، نفاس، استحاضہ کا بیان۔ فرج سے نکلنے والا خون حیض، استحاضہ، نفاس ہے پس حیض وہ خون ہے جس کو بالغ عورت کا رحم خارج کرے نہ مرض کی وجہ سے ہو، اور نہ حمل ہو، اور نہ سن لیاں کو پہنچی ہو۔ اور حیض کی اقل مدت تین یوم ہے اور اس کا اوسط پانچ دن ہے اور اکثر مدت چالیس دن ہے۔ اور نفاس وہ خون ہے جو بچے

کے پیدا ہونے کے بعد آتا ہے اور اس کی اکثر مدت چالیس دن ہے اور کم کی کوئی مقدار نہیں ہے اور استحاضہ وہ خون ہے جو تین دن سے کم آئے حیض میں، یا دس دن سے زیادہ اور چالیس دن نفاس میں اور طہر کی اقل مدت جو دو حیضوں کے درمیان فاصل بن رہا ہو پندرہ دن ہے، اور اس کے اکثر کی کوئی تعداد نہیں مگر جو کہ حالت استحاضہ میں بالغ ہوئی ہو۔

تشریح و مطالب :- ابھی تک مصنف ان چیزوں کو بیان کر رہے تھے جو مرد و عورت کے لئے برابر تھے اب یہاں سے ایک خاص قسم کو بیان کر رہے ہیں جو صرف عورت کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔ ویسے ایک خون تو وہ ہوتا ہے جو کسی خاص جگہ سے نہیں نکلتا لیکن یہاں پر اس خون کا ذکر کر رہے ہیں جو ایک خاص جگہ سے نکلتا ہے مصنف نے یہاں پر صرف تین ہی صورتوں کو بیان کیا ہے لیکن بعض حضرات نے چار قسم بیان کی ہے تین تو یہی ہیں اور چوتھا خون ضائع کو بیان کیا ہے۔

ضائع :- اس خون کو کہتے ہیں جو عورت کو بالغ ہونے سے قبل آئے اور ضائع اسے اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یا تو اس پر کوئی حکم مرتب نہیں ہوتا یا اس وجہ سے کہ اگر یہ خون کپڑے میں لگ جائے تو اس سے کوئی حرج نہیں ہوتا۔ حیض شریعت کی اصطلاح میں اس خون کو کہا جاتا ہے جو بالغ عورت کے رحم سے آئے مصنف نے رحم کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر وہ خون رحم کے علاوہ سے نکلے تو اسے حیض نہیں کہا جائے گا۔

بالغة :- اگر لڑکی کو سات سال سے خون آنے لگے تو اسے حیض کا خون شمار کیا جائے گا، اس لئے کہ اگر اس سے کم میں خون آنا شروع ہو جائے تو اسے حیض کا خون نہیں کہا جائے گا بلکہ وہ کسی مرض کی بنا پر ہو گا اور اس خون کا حکم حیض کے خون کا حکم نہ ہو گا۔

لاداء :- اگر عورت کو خون کسی مرض کی بنا پر آتا ہے تو اسے حیض کا خون نہیں شمار کیا جائے گا۔
ولاحیل :- مصنف نے یہ قید اس وجہ سے لگائی کہ قدر تا یہ بات پائی جاتی ہے کہ جب عورت کو حمل ٹھہر جاتا ہے تو خون آنا بند ہو جاتا ہے اور یہی خون اس بچے کو پیٹ میں جانے لگتا ہے اس لئے اگر کوئی عورت حاملہ ہو اور اسے خون آنے لگے تو وہ رحم سے نہ ہو گا بلکہ کسی اور سبب سے ہو گا حالانکہ حیض میں رحم سے آنا شرط ہے۔

الایاس :- صاحب مراقی الفلاح نے لکھا ہے کہ ایاس کی مدت بچپن سال ہے اور اس کے بعد عورت کو حیض کا خون آنا بند ہو جاتا ہے لیکن صاحب عنایہ نے ساٹھ سال لکھا ہے لیکن اکثر لوگوں نے بچپن کو ترجیح دی ہے مگر اس زمانے میں فتویٰ پچاس پر ہے (شیخ الادب)

ثلاثة ایام :- یعنی حیض کی اقل مدت تین دن ہے اگر اس سے کم خون آیا تو حیض میں شمار نہ ہو گا لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دو یوم اور تیسرے یوم کا اکثر حصہ اقل مدت ہے لیکن امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اقل مدت ایک دن ہے۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک حیض کی اکثر مدت پندرہ یوم ہے۔

واکثره عشرة :- اس سے امام شافعیؒ کے اس قول کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ جو امام شافعیؒ فرماتے ہیں وہ حنفیہ کا مسلک نہیں۔ اور دس یوم کی دلیل حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قول ہے کہ جس میں آپؐ نے ارشاد فرمایا

اقل الحيض للجارية البكر واليب ثلاثه ايام ولياليها واكثره عشرة ايام.

والنفاس الخ :- نفاس کے معنی لغۃً ولادت کے ہیں اور شریعت میں نفاس اس خون کو کہا جاتا ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد آتا ہے اس کی اکثر مدت چالیس دن ہے اور اقل مدت کی کوئی حد نہیں ہے مثلاً ایک عورت کے بچہ پیدا ہوا اور اسے صرف دو دن خون آکر بند ہو گیا تو اسے نفاس ہی کہیں گے نہ کہ حیض کی طرح کہ اگر تین دن سے کم ہو تو اسے حیض میں شمار نہ کریں۔ اسی طرح اگر اس کو چالیس دن سے زائد خون آجائے تو وہ خون جو چالیس دن کے بعد آ رہا ہے اسے نفاس میں شمار کیا جائے گا لیکن امام شافعی کے نزدیک اس کی اکثر مدت ساٹھ یوم ہے (شرح وقایہ)

واقل الخ :- یعنی دو حیضوں کے درمیان کم از کم پندرہ یوم کا فاصلہ ہونا چاہئے اس کے بعد جو خون آئے وہ حیض ہو گا اس کا فائدہ اس صورت میں ظاہر ہو گا کہ کوئی عورت ایسی ہو کہ اس کو ان ايام میں بھی خون آتا ہو تو ہر ماہ میں پندرہ یوم طہر کا شمار کیا جائے گا۔ واللہ اعلم

والالمن :- یعنی پہلی مرتبہ میں جو خون آیا تو اس کا سلسلہ منقطع ہوا ہی نہیں حتیٰ کہ دس دن یا بصورت نفاس چالیس دن گزر گئے تو اس صورت میں طہر اور حیض کی مدت متعین کر دی جائے، یعنی پندرہ دن طہر کے اور دس دن حیض کے بھر پندرہ دن طہر کے۔ اور اگر ولادت ہوئی ہے تو اس صورت میں نفاس کے چالیس دن مانے جائیں گے اسکے بعد جو خون آئے گا اسکو استحاضہ مانا جائے گا، البتہ اگر کوئی بالغہ تھی اسکو حیض آتا تھا پھر استحاضہ شروع ہوا تو اگر حیض کے دن مقرر تھے مثلاً اسکو پانچ دن حیض آیا کرتا تھا تو اب پانچ یوم حیض کے مانے جائیں گے، باقی استحاضہ کے۔ (ماخوذ ایضاً الاصاب)

وَيَحْرُمُ بِالْحَيْضِ وَالنَّفَاسِ ثَمَانِيَةُ أَشْيَاءَ الصَّلَاةُ وَالصَّوْمُ وَقِرَاءَةُ آيَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ وَمَسْهَا بِلَا غِلَافٍ وَدُخُولُ مَسْجِدٍ وَالطَّوَافُ وَالْجَمَاعُ وَالِاسْتِمْتَاعُ بِمَا تَحْتَ السَّرَّةِ إِلَى تَحْتِ الرِّمَكَةِ وَإِذَا انْقَطَعَ الدَّمُ لَأَكْثَرَ الْحَيْضِ وَالنَّفَاسِ حَلُّ الرِّطْبِ بِلَا غَسْلٍ وَلَا يَحِلُّ أَنْ يَنْقَطَعَ الدَّمُ لِذَوْنِهِ لِتَمَامِ عَادَتِهَا إِلَّا أَنْ تَغْتَسِلَ أَوْ تَتَيَمَّمَ وَتُصَلِّيَ أَوْ تَصِيرَ الصَّلَاةُ دِينَاً فِي ذِمَّتِهَا وَذَلِكَ بَأَن تَجِدَ بَعْدَ الْإِنْقِطَاعِ مِنَ الْوَقْتِ الَّذِي انْقَطَعَ الدَّمُ فِيهِ زَمناً يَسَعُ الْغُسْلَ وَالتَّحْرِيمَةَ فَمَا فَوْقَهُمَا وَلَمْ تَغْتَسِلْ وَلَمْ تَتَيَمَّمَ حَتَّى خَرَجَ الْوَقْتُ وَتَقْضَى الْحَائِضُ وَالنَّفَسَاءُ الصَّوْمَ دُونَ الصَّلَاةِ.

ترجمہ :- اور حیض اور نفاس کے سبب آٹھ چیزیں حرام ہو جاتی ہیں، نماز روزہ اور قرآن کی ایک آیت کا پڑھنا، اور کلام پاک کا بلا جزدان کے چھونا اور مسجد میں داخل ہونا اور طواف کرنا اور جماع کرنا، اور ناف کے نیچے سے لیکر گھٹنے کے نیچے تک لذت حاصل کرنا اور حیض اور نفاس کے زائد مدت کے ختم ہو جانے پر بلا غسل کے جماع کرنا اور اگر خون اسکی عادت کے ختم ہونے سے قبل ہی رک گیا ہے تو جماع کرنا جائز نہیں، یہاں تک کہ وہ غسل کر لے یا تیمم کرے اور نماز ادا کرے یا نماز اسکے ذمہ قرض ہو جائے اور اس کی صورت یہ ہے کہ خون کے ختم ہونے کے بعد اسے اس قدر وقت ملا ہو کہ اس میں غسل کر سکتی ہو یا تحریمہ کر سکتی ہو یا ان دونوں سے زائد کی گنجائش ہو اور اس نے غسل نہیں کیا اور تیمم نہیں کیا یہاں تک کہ وقت چلا گیا اور حیض و نفاس والی عورت صرف روزے کی قضا کرے گی نماز کی نہیں۔

تشریح و مطالب :- [وقرآنۃ آیۃ۔ اس جگہ کچھ تفصیل ہے مگر مختصر اذکر کیا جا رہا ہے وہ یہ کہ حائضہ اور نفساء کا تلاوت کلام پاک کرنا حرام ہے جس طرح اس شخص کیلئے حرام ہے جو حالت جنابت میں ہو

اس لئے کہ حدیث میں آتا ہے لا تقراء الحائض والا جنب شیئاً من القرآن (ترمذی) امام کرنی فرماتے ہیں کہ ایک آیت اور اس سے کم سب برابر ہے اور دونوں کا حکم ایک ہی ہوگا اور یہی قول مختار بھی ہے لیکن امام طحاوی حنفی کے نزدیک ایک آیت سے کم تلاوت حلال ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن ایک بات کا خیال رہے کہ قرأت کا قصد نہ ہو بہر حال اگر ذکر اور ثناء کی نیت سے پڑھا ہے جیسے بسم اللہ الرحمن الرحیم یا الحمد للہ رب العالمین تو کوئی مضائقہ نہیں۔

صلوۃ :- اس میں تو سب متفق ہیں کہ حائضہ اور نفساء کے اوپر نماز نہیں ہے لیکن اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں کہ اس پر نماز واجب ہوتی ہے یا نہیں؟ بعض مشائخ ارشاد فرماتے ہیں کہ واجب تو ہوئی ہے جس طرح اوروں پر واجب ہوئی ہے مگر ان سے ساقط ہو جاتی ہے لیکن اکثر کا قول ہے کہ واجب ہی نہیں ہوئی۔ ماخوذ عمدہ و مستہا :- جس طرح اسکے لئے پڑھنا جائز نہیں اسی طرح اس کا چھونا بھی جائز نہیں اس لئے کہ قرآن میں ارشاد باری ہے لا یمسہ الا المطہرون اور اس وقت وہ طاہر نہیں ہوتی۔

الابغلاف :- یعنی اگر کسی ایسی چیز سے جو اس کے بدن سے لگی ہوئی نہیں ہے اس سے مس کرنا جائز ہے اس سے ایک بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر آگ لگ جائے یا اسی طرح اور کوئی بات پیش آجائے تو اس وقت اسے ضرر سے بچانے کے لئے کسی چیز سے چھو سکتی ہے اسی طرح اگر قلم کے ذریعہ بلا مس کئے ہوئے اسکے اور ابق کو الٹا جائے تو درست ہے (شیخ الادب)

دخول مسجد :- یعنی اس حالت میں مسجد کے اندر جانا جائز نہیں دخول ہی کے حکم میں گذرنا، ٹھہرنا وغیرہ بھی ہے مگر عید گاہ کا یہ حکم نہیں بلکہ اس میں جاسکتی ہے اب اگر کوئی بھول کر مسجد کے اندر چلا گیا اسکو اس بات کا خیال نہیں تھا کہ میں جنابت کی حالت میں تھا تو اگر جلدی سے بھاگ آیا تو بھی جائز ہے اور اگر خروج پر قادر نہ ہو تو تیمم کر لے اور اب اس کو اس میں نہیں ٹھہرنا چاہئے۔ (طحطاوی، حاشیہ شیخ الادب)

والجماع :- اس لئے کہ قرآن میں آتا ہے یسئلونک عن المحیض قل هو اذی فاعتزلوا النساء الخ اس آیت پاک سے جماع کرنا حرام ثابت ہو اسی طرح نفاس کی حالت میں بھی جماع کرنا حرام ہے جس طرح جماع حرام ہے اسی طرح استمتاع بھی حرام ہے، لیکن استمتاع کرنا صرف مابین السرة الی الركبہ ہے خواہ شہوت سے خواہ بلا شہوت کے ہو اسکے علاوہ سے جائز ہے چنانچہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لک ما فوق الازار (ابوداؤد) یعنی آپ سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کے اوپر جو چاہو کر سکتے ہو۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ صرف جماع حرام ہے اسکے علاوہ تفخیذ اور بوسہ لینا اور ملاست ما فوق الازار سب حلال ہے (شرح وقایہ)

واذا انقطع الخ :- خون کے بند ہونے کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) دس دن پورے ہو گئے ہوں (۲) یا اس کی عادت کے مطابق یعنی اس کی عادت ہر ماہ میں یہ تھی کہ صرف پانچ دن اس کو حیض آتا تھا اور اب پانچ دن پورے

ہو گئے (۳) یا یہ دونوں صورتیں نہیں ہیں بلکہ یوں ہی بند ہو گیا ہو اب اگر دس دن گزرنے کے بعد بند ہوا ہے تو اس صورت میں بلا غسل کے اس سے جماع کرنا جائز ہے لیکن اگر اس کی عادت کے مطابق خون آنا بند ہو گیا تو اب جب تک کہ وہ غسل نہ کرے یا تیمم نہ کرے اس وقت تک اس سے جماع نہیں کر سکتا۔ یا یہ کہ ایک وقت نماز کا گذر جائے اور نماز میں اتنے وقت کا اعتبار کیا جائے گا کہ وہ اس وقت کے اندر غسل کر لے اور تحریرہ باندھ لے یا اس سے زائد وقت ملا ہو۔ حاصل یہ ہے کہ یا تو وہ غسل کرے یا اس کے اوپر ایک نماز کا وقت گذر جائے اور تیسری صورت میں وہ اگرچہ غسل کر لے پھر بھی اس سے جماع نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ ابھی نہ مدت ہی پوری ہوئی ہے اور نہ عادت ہی، لہذا ابھی خون کے آنے کا اعتبار کیا جائے گا اور اس سے جماع نہیں کیا جائے گا۔ (ماخوذ فتح القدیر)

الوقت :- یہاں پر مطلق ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اس وقت سے مراد اوقات خمسہ ہیں، اس لئے کہ اگر کسی عورت کا خون زوال سے قبل بند ہو گیا تو اب اس سے وطی نہیں کر سکتا جب تک کہ ظہر کا مکمل وقت نہ گذر جائے اس لئے کہ قبل الزوال کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور وہ وقت مہمل ہے۔ اس طرح اگر کسی عورت کا خون اس وقت بند ہوا جبکہ فجر کے وقت میں تحریرہ یا غسل کے مقدار وقت نہیں تھا تو اب جب تک ظہر کا وقت نہ گزر جائے اس سے جماع نہیں کیا جائے گا۔ (ماخوذ طحطاوی، شیخ الادب بتصرف)

وتقضى الحائض والنفساء الخ :- یعنی وہ عورت جس کو خون آتا ہے اگر وہ خون حیض یا نفاس کا ہے اور اسی حالت میں رمضان کا مہینہ آگیا تو روزہ نہیں رکھ سکتی، جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا، لیکن ان روزوں کی قضا واجب ہوگی اور وہ نماز جو ان ایام میں گزر گئی اسکی قضا نہیں ہوگی۔

وَيَحْرُمُ بِالْحَائِضِ خَمْسَةُ أَشْيَاءَ الصَّلَاةُ وَقِرَاءَةُ آيَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ وَمَسْهَا الْأَبْغْلَافِ وَدُخُولُ مَسْجِدٍ وَالطَّوَافُ وَيَحْرُمُ عَلَى الْمَحْدِثِ ثَلَاثَةُ أَشْيَاءَ الصَّلَاةُ وَالطَّوَافُ وَمَسُّ الْمُصْحَفِ إِلَّا بِغِلَافٍ وَدَمُ الْإِسْتِحَاضَةِ كَرَعَاةٍ دَائِمٍ لَا يَمْنَعُ صَلَاةً وَلَا صَوْمًا وَلَا وَطْئًا وَتَوَضُّؤًا الْمُسْتَحَاضَةُ وَمَنْ بِهِ عُذْرٌ كَسَلِيسِ الْبَوْلِ وَاسْتِطْلَاقِ بَطْنٍ لَوْ قَتَلَ كُلَّ فَرَسٍ وَيَصَلُّونَ بِهِ مَا شَاءُوا مِنَ الْفَرَائِضِ وَالنَّوَافِلِ وَيَبْطُلُ وَضُوءُ الْمَعْدُورِينَ بِخُرُوجِ الْوَقْتِ فَقَطْ وَلَا يَصِيرُ مَعْدُورًا حَتَّى يَسْتَوْعِبَهُ الْعُذْرُ وَقَتًا كَامِلًا لَيْسَ فِيهِ انْقِطَاعُ بِقَدْرِ الْوَضُوءِ وَالصَّلَاةِ وَهَذَا شَرْطُ ثُبُوتِهِ وَشَرْطُ دَوَامِهِ وَوُجُودُهُ فِي كُلِّ وَقْتٍ بَعْدَ ذَلِكَ وَلَوْ مَرَّةً وَشَرْطُ انْقِطَاعِهِ وَخُرُوجِ صَاحِبِهِ عَنْ كَوْنِهِ مَعْدُورًا خَلَوْ وَقْتٍ كَامِلٍ عَنْهُ.

ترجمہ :- جنابت کی وجہ سے پانچ چیزیں حرام ہو جاتی ہیں نماز، قرآن پاک کی کسی آیت کا پڑھنا، بلا غلاف کے قرآن پاک کا چھونا اور مسجد میں داخل ہونا اور طواف کرنا۔ اور محدث پر تین چیزوں کا کرنا حرام ہے نماز پڑھنا، اور طواف کرنا اور بلا غلاف کے قرآن پاک چھونا۔ اور دم استحاضہ اس رعاف کی طرح ہے جو ہمیشہ آتا رہتا ہے اس کی وجہ سے نہ نماز نہ روزہ اور نہ وطی کرنا ممنوع ہے، اور مستحاضہ اور ہر وہ شخص جسے عذر ہو جیسے سلسل بول کا مریض یا پیٹ کا چلنا یہ ہر وقت فرض نماز کے لئے وضو کریں گے اور اس سے جس قدر فرائض اور نوافل ادا کرنا چاہیں کر سکتے ہیں اور

رمعذروں کا وضو صرف وقت کے نکلنے سے ختم ہو جاتا ہے اور معذور نہیں سمجھا جائیگا جب تک پورے وقت نہ ہو بایں طور کہ وہ بقدر وضو یا نماز بھی ختم نہ ہوتا ہو اور اس تمام وقت میں وضو اور نماز کی مقدار خون کا انقطاع نہ ہو یہ ثبوت عذر کی شرط ہے اور دوام عذر کی شرط یہ ہے کہ اسکے بعد ہر وقت میں پایا جائے اگرچہ ایک ہی بار کیوں نہ ہو اور اس کے انقطاع اور صاحب عذر کے نکلنے کی شرط اس کا نماز کے ایک پورے وقت کا اس سے خالی ہو جانا ہے۔

تشریح و مطالب :- ابھی تک حیض و نفاس کا حکم بیان کر رہے تھے اب یہاں سے جنبی کا حکم بیان کر رہے ہیں چنانچہ جنبی کے لئے بھی نماز حالت جنابت میں حرام ہے۔

آیۃ من القرآن :- ایک آیت کو پڑھنے کے بارے میں تمام لوگ متفق ہیں کہ حرام ہے، لیکن ایک آیت سے کم کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں اسکی تفصیل ماقبل میں گذر چکی ہے، نیز من القرآن کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ جب قرآن کی ایک آیت جہاں کہیں بھی ہو خواہ وہ زبانی پڑھ رہا ہو جب وہ جائز نہیں تو قرآن سے پڑھنا یعنی مس کر کے تو یہ بدرجہ اولیٰ جائز نہ ہو گا۔ یا یہ کہ قرأت کیا ہے اور دعاء کیا ہے اسکی تفصیل میں بیان کر چکا ہوں۔

مسھا بغلاف :- یعنی اگر کسی وجہ سے غلاف کے ساتھ مس کر رہا ہے تو جائز ہے، اب غلاف کسے کہا جائے اسکے بارہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں بعض حضرات تو غلاف کی یہ تعریف کرتے ہیں کہ قرآن کے مختلف اجزاء کو جس سے روکا جاتا ہے وہ غلاف ہے۔ اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ غلاف اس کو کہتے ہیں جو قرآن پاک کے اوپر ہوتا ہے اور قرآن کے ہدیہ کے وقت بلا اس کا ذکر کئے ہوئے اس میں شامل ہو جاتا ہے اور یہی قول صاحب ہدایہ نے بھی اختیار کیا ہے۔ ودخول مسجد :- دخول کو مطلق ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اس دخول میں گذرنا ٹھہرنا سب شامل ہے یعنی جس طرح دخول حرام ہے اسی طرح مرور اور مکث بھی حرام ہے مسجد کا ذکر کر کے مدرسہ عید گاہ نماز جنازہ کے پڑھنے کی جگہ کو خارج کرنا مقصود ہے۔

وعدم الاستحاضۃ :- یہ ایک ایسا خون ہے جو رحم سے نہیں آتا اور اسکی پہچان یہ ہوتی ہے کہ اس میں بو نہیں ہوتی، نیز یہ کبھی حیض سے کم آتا ہے یعنی تین دن سے کم میں بند ہو جاتا ہے اور کبھی دس دن سے زیادہ آتا رہتا ہے لہذا اس کا حکم نکیر کا حکم ہو گا کہ جس طرح اس میں خون آنے سے وضوء ختم نہیں ہوتا اسی طرح اس میں بھی ہو گا۔

لا یمنع الصلوۃ :- اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے عن عائشۃ قالت جاءت فاطمة بنت ابی حبیش الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ انی امرأۃ استحاض فلا اطهر الاذاع الصلوۃ قال لا انما ذلک عرق ولیست بحیضۃ (ترمذی) جب یہ ایک طرح کا خون ہے تو صرف حیض اور نفاس کی حالت میں عورت سے نماز روزہ ساقط ہو جاتا ہے اور اس سے وطی نہیں کی جاسکتی لیکن اسکا حکم ایسا نہیں ہے لہذا یہ نماز ادا کرے گی روزہ بھی رکھے گی، نیز اس حالت میں اس سے جماع بھی کیا جائے گا۔

وتتوضا :- اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال فی المستحاضۃ تدع الصلوۃ ایام اقرانہا الی کانت تحيض فیہا ثم تغتسل وتتوضا عند کل صلاۃ وتصوم

وتصلی (ترمذی) جمہور فقہاء اور ائمہ اربعہ کا مسلک یہ ہے کہ مستحاضہ پر غسل صرف ایک مرتبہ واجب ہوتا ہے جب وہ حیض سے پاک ہوتی ہے، پھر اس کے بعد ان میں آپس میں اختلاف ہے کہ وضوء مستحاضہ پر کس وقت واجب ہوتا ہے مالکیہ کے نزدیک تو دم استحاضہ سے وضوء ٹوٹا ہی نہیں کیونکہ یہ مقدار نہیں ہے ان کے نزدیک وضوء کا حکم جو بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ استحبالی ہے، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مستحاضہ پر استحاضہ سے بھی وضوء واجب ہوتا ہے پھر اس کے لئے وضوء ضروری ہے حنفیہ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ ایک وقت کی نماز کے لئے ایک وضوء کافی ہے اس وقت کے اندر جو چاہے فرائض اور نوافل پڑھ سکتی ہے (معارف مدنیہ)

سلسل :- بعض حضرات نے کہا ہے کہ سلسل اگر لام کے فتح کے ساتھ ہو تو اس سے مراد صرف نکلنا ہے لیکن اگر بکسر اللام ہو تو اس سے مراد وہ ہو گا جس کو یہ مرض لاحق ہے، یہ بیماری دو وجہ سے ہوتی ہے یا تو مثانہ کمزور ہوتا ہے جس کی بناء پر ہر وقت قطرات آتے رہتے ہیں، یا سردی کی بنا پر ہوتا ہے (مراتی)

بوقت :- لا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ جب تک نماز کا وقت باقی رہتا ہے اس وقت تک اس کا وضوء ہوتا ہے، لیکن اگر کوئی دوسرا حدث پیش آگیا تو اس وقت میں اس کا وضوء ختم ہو جائے گا۔ ماشاء من الفرائض والنوافل کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ حنفیہ کا مسلک یہی ہے اور امام شافعی پر رد مقصود ہے جیسا کہ ابھی یہ اختلاف گذر چکا ہے۔

بخروج الوقت :- یہ قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ امام ابو حنیفہ کا مسلک یہی ہے کہ خروج وقت سے وضوء ختم ہو جاتا ہے لیکن معذور کے وضوء کے ختم ہونے کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے امام محمد کا بھی یہی مسلک ہے کہ خروج وقت سے وضوء باطل ہو جاتا ہے امام زفر فرماتے ہیں کہ خروج وقت سے نہیں بلکہ دخول وقت سے وضوء ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ خروج اور دخول دونوں سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے لیکن اس شرہ کا اختلاف اس وقت ظاہر ہو گا کہ جب کسی نے وضوء کیا اور سورج نکل چکا تھا یعنی فجر کا وقت ختم ہو چکا تھا اب اس وضوء سے اگر درمیان میں اور کوئی حدث پیش نہ آیا تو امام ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک اس وضوء سے ظہر کی نماز ادا کر سکتا ہے اس لئے کہ ان حضرات کے نزدیک خروج سے وضوء ختم ہو جاتا ہے اور ابھی وقت ختم نہیں ہوا ہے لیکن امام ابو یوسف اور زفر کے نزدیک اس وضوء سے ظہر کی نماز نہیں ادا کر سکتا، اس لئے کہ امام زفر کے نزدیک دخول وقت سے وضوء ختم ہو جاتا ہے اور اب ظہر کا وقت داخل ہو گیا امام ابو یوسف کے نزدیک اس وجہ سے نہیں پڑھ سکتا کہ ان کے یہاں دونوں سے وضوء ختم ہو جاتا ہے اور ایک صورت یہ ہے کہ اس معذور نے فجر کے وقت وضوء کیا تو اب اس سے امام زفر کے نزدیک ظہر تک جو چاہے پڑھ سکتا ہے اس لئے کہ ان کے یہاں دخول وقت سے وضوء ختم ہو جاتا ہے اور ابھی ظہر کا وقت داخل نہیں ہوا۔ لیکن امام ابو یوسف امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک فجر کا وقت ختم ہوتے ہی وضوء ختم ہو جائے گا اسباب پہلے بیان کئے جا چکے ہیں۔

ولا يستوعب معذوراً :- اب ایک سوال یہ ہے کہ کسی کو معذور کب شمار کیا جائے گا مصنف نے فرمایا کہ اس کا عذر اس طرح کا ہو کہ پورے وقت میں گھرا ہوا ہو اس میں اس قدر بھی کمی نہ ہوئی ہو کہ وہ اس وقت میں وضوء کرے اور نماز ادا کر لے۔ الصلوۃ :- یہاں پر صلوۃ کو مطلق ذکر کیا ہے لیکن اس سے مراد فرض نماز کا وقت ہے۔

بَابُ الْاِنْجَاسِ وَالطَّهَارَةِ عَنْهَا

تَنْقَسِمُ النِّجَاسَةُ إِلَى قِسْمَيْنِ غَلِيظَةٍ وَخَفِيفَةٍ فَالْغَلِيظَةُ كَالْخَمْرِ وَالدَّمِ الْمَسْفُوحِ وَلَحْمِ الْمَيْتَةِ وَاهَابِهَا وَبَوْلَ مَا لَا يُؤْكَلُ وَنَجْوِ الْكَلْبِ وَرَجِيعِ السَّبَاعِ وَلُعَابِهَا وَخَرِّ الدَّجَاجِ وَالْبُطِّ وَالْأَوْزِ وَمَا يَنْقُضُ الْوُضُوءَ بِخُرُوجِهِ مِنْ بَدَنِ الْإِنْسَانِ.

ترجمہ :- ناپاکیاں اور ان سے پاکی۔ نجاست کی دو قسمیں ہوتی ہیں غلیظہ اور خفیفہ۔ تو غلیظہ جیسے شراب اور رہنے والا خون، مردار کا گوشت اور اس کا چمڑا اور حرام جانوروں کا پیشاب، اور کتے کا پاخانہ اور درندوں کا پاخانہ اور اس کا لعاب، مرغی اور بٹ اور مرغابی کی بیٹ اور ہر وہ چیز جو انسان کے بدن سے نکلنے کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

تشریح و مطالب :- ابھی تک مصنف "نجاست حکمی کو بیان کر رہے تھے، اب یہاں سے نجاست حقیقی کو بیان کرنا چاہ رہے ہیں، لیکن ایک سوال ذہن میں آتا ہے کہ جب یہاں سے نجاست حقیقی کو بیان کر رہے تھے تو ان کو چاہئے تھا کہ اس جگہ حقیقی کی قید لگا دیتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے نجاست حکمیہ کو بیان کر دیا لہذا اب جو رہا وہ نجاست حقیقی ہی رہا لہذا اب اسکو مقید کرنے کی ضرورت نہ رہی اور بظاہر جو اشکال پڑ رہا تھا اب وہ رفع ہو گیا، لہذا اب کوئی اشکال باقی نہ رہا۔

الطہارۃ :- لا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اس باب میں صرف نجاستوں ہی کا بیان نہیں ہے بلکہ اس کی طہارت کا بھی ذکر ہے، اگر لفظ طہارت نہ لاتے اور اس میں اسکے احکام کو بیان کرتے تو یہ اشکال ہو سکتا تھا کہ باب کسی اور کا قائم کیا اور بیان کچھ اور کر رہے ہیں۔

قسمین :- یہاں پر صرف دو قسموں کا ذکر کیا حالانکہ عقلاً تین قسمیں ممکن ہیں اور وہ تیسری قسم وہ ہوگی جو دونوں کے بین بین ہوگی لیکن چونکہ اس میں ایک طرح کی پریشانی ہے اور ہر انسان کے بس کی بات نہیں کہ ان دونوں قسموں سے اسکو ممتاز کر سکے اس لئے صرف دو قسموں کو بیان کیا۔ واللہ اعلم بالصواب

غلیظۃ :- غلیظہ کی تعریف امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ غلیظہ وہ ہے جسکی نجاست کا ثبوت قرآن سے ہو اور اسکے معارض کوئی دوسری آیت نہ ہو جیسے خون وغیرہ اور نجاست خفیفہ کی تعریف ان کے نزدیک یہ ہے کہ ایک نص تو اسکے طہارت پر دلالت کرتی ہو اور دوسری آیت سے اس کی نجاست معلوم ہو رہی ہو جیسے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ استزہوا من البول فان عامة عذاب القبر منه لیکن دوسری جگہ عربین کے بارے میں جو واقعہ پیش آیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پاک ہے یعنی بول مایو کل لحمہ، تو امام صاحب یہ فرمائیں گے کہ حرمت ولی روایت کو لی جائیگی۔ اخوذ الخمر :- تمام وہ نشہ آور چیزیں جو پی جاتی ہیں وہ حرام ہیں اس کے باوجود یہاں تخصیص کی کیا ضرورت پیش آئی مطلق ذکر کرنا چاہئے تھا اس کا جواب یہ ہے کہ اسکے علاوہ جو مشروبات ہیں جیسے طلاء، نفع زہیب وغیرہ اس میں تین روایتیں ہیں ایک روایت ہے کہ مغلظہ ہے دوسری روایت میں ہے کہ مخففہ ہے، تیسری روایت میں ہے کہ طاہر ہے اور

شراب کی حرمت نفس قطعی سے ہے اس وجہ سے اسکو تخصیص کے ساتھ بیان کر دیا کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔
المسفوح :- یہ قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگر خون نکلا مگر اپنی جگہ سے ہٹا نہیں تو
یہ اس حکم میں نہیں ہوگا لیکن اگر بہہ کر جم گیا تو اس کا حکم سائل کا حکم ہوگا، نیز یہاں پر مقید ذکر کیا حالانکہ اس میں شہید کا
خون شامل نہیں ہے اس لئے کہ ان کا خون ظاہر ہے۔ (شامی بتغیر)

لحم الميتة :- اسے مطلق ذکر کیا ہے مگر اس سے مراد وہ جانور ہے کہ جن کے اندر خون نہ ہو، جیسے مچھلی
وغیرہ اس لئے کہ ان کا کھانا جائز ہے اور اسکے معارض کوئی حدیث نہیں ہے۔

بول مالا یؤکل لحمہ :- اس سے مراد ہر چھوٹا اور بڑا جانور ہے اسی وجہ سے مطلق ذکر کیا ہے لیکن اس
میں اختلاف ہے۔

وما ینقض الخ :- یعنی ہر وہ چیز جو بدن انسانی سے نکلے اور وہ نجاستِ حقیقیہ ہو، لیکن علماء نے ریح کو اس میں
شمار نہیں کیا ہے اسی طرح سے اس میں نیند اور قہقہہ بھی شامل نہیں ہیں اس لئے کہ ان کی صفت طہارت نہیں آتی،
اسی طرح سے وہ تے جو منہ بھر کر نہ ہو اس لئے کہ جب منہ بھر کر نہ ہوگی تو وہ ناقض وضو نہ ہوگی لیکن بعض حضرات کا
قول یہ ہے کہ مانعات نجس ہیں اور جامدات پاک۔ واللہ اعلم

وَأَمَّا الْخَفِيفَةُ فَكَبُولُ الْفَرَسِ وَكَذَا بَوْلُ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ وَخُرْءُ طَيْرٍ لَا يُؤْكَلُ وَعَفَى قَدْرُ الدَّرْهِمِ
مِنَ الْمُغْلَظَةِ وَمَا دُونَ رُبْعِ الثَّوْبِ أَوْ الْبَدَنِ وَعَفَى رَشَاشُ بَوْلِ كَرُؤُوسِ الْأَبْرِ وَلَوْ ابْتَلَّ فِرَاشٌ أَوْ ثَرَابٌ
نَجَسَانِ مِنْ عَرَقٍ نَائِمٍ أَوْ بَلَّلَ قَدَمٍ وَظَهَرَ أَثَرُ النَّجَاسَةِ فِي الْبَدَنِ وَالْقَدَمِ تَنَجَّسًا وَالْأَفْ قَلَا كَمَا لَا يَنْجَسُ
ثَوْبٌ جَافٌ طَاهِرٌ لَفَّ فِي ثَوْبٍ نَجَسٍ رَطْبٌ لَا يَنْعَصِرُ الرُّطْبُ لَوْ عَصِرَ وَلَا يَنْجَسُ ثَوْبٌ رَطْبٌ بَنَشْرِهِ
عَلَى أَرْضٍ نَجَسَةٍ يَابَسَةٍ فَتَدَّتْ مِنْهُ وَلَا بَرِيحٌ هَبَّتْ عَلَى نَجَاسَةٍ فَاصَابَتْ الثَّوْبَ إِلَّا أَنْ يَظْهَرَ أَثَرُهَا فِيهِ

ترجمہ :- بہر حال خفیفہ تو وہ ہے جیسے گھوڑے کا پیشاب اسی طرح اس جانور کا پیشاب جس کا گوشت کھایا
جاتا ہے اور مردار پرندوں کی بیٹ۔ اور نجاستِ غلیظہ ایک درہم کے مقدار معاف ہے اور وہ جو چوتھائی کپڑے
اور چوتھائی بدن کے برابر ہو، اور پیشاب کی باریک چھیمٹیں جو سوئی کے سرے کے برابر ہوں اور اگر ناپاک بستریاں ناپاک
مٹی سونے والے کے پسینہ یا پیر کی تری سے تر ہو جائے اور نجاست کا اثر بدن اور پیر میں ظاہر ہو جائے تو دونوں ناپاک ہو
جائیں گے ورنہ ناپاک نہیں ہوں گے جیسے سوکھا ہوا کپڑا ناپاک گیلے کپڑے میں باندھ دیا جائے کہ اگر اسے نچوڑا جائے تو
وہ نہ نچوڑے، اور تر کپڑے کو نجس زمین پر پھیلا دینے سے اور وہ اس سے ننماک ہو جائے نجس نہیں ہوتا، اور نہ اس ہوا
سے جو کسی ناپاک جگہ سے ہو کر آئی ہو اور کپڑے پر لگ گئی ہو مگر یہ کہ اس کا اثر کپڑے پر نمایاں ہو گیا ہو۔

تشریح و مطالب :- کبول الفرس :- اسکو خاص طور پر ذکر کرنے کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی
اور مصنف نے یہاں پر اس وجہ سے بیان کیا کہ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اس کا گوشت نہ
کھایا جائے لیکن یہ گوشت کھانے کی ممانعت اسکے ناپاک ہونے کی بناء پر نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ وہ جنگ میں کام

آتا ہے، لہذا ذہن اس طرف جاسکتا تھا اور اشکال پڑ سکتا ہے کہ اس وجہ سے خاص طور پر ذکر کر کے اس اشکال کو دفع کر دیا۔
 بول مایو کل لحمہ :- بول کا لفظ لا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ بکری، اونٹ، گائے وغیرہ کی لید نجاست مغلطہ ہے یہ صرف ان کے پیشاب کا حکم ہے ان کے لید اور میٹنیوں کا نہیں نیز اس بات کی طرف بھی اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اس میں علماء کا اختلاف ہے اس لئے کہ میٹنیوں کے بارے میں اختلاف ہے لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ نجاست مغلطہ ہیں اور صاحبین کے نزدیک خفیفہ، تو بول کا لفظ لا کر اس طرف بھی اشارہ کرنا مقصود ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔
 وعفی :- اس سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر اس حالت میں نماز ادا کر دی تو صحیح ہو جائے گی، لیکن صحیح ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ مکروہ نہ ہو، لہذا اس حالت میں نماز پڑھنے سے نماز ادا ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی اب ایک بات اسکے اندر اور ہے وہ یہ کہ اگر ایک درہم سے کم ہو تو کیا ہوگا آیا اس صورت میں بھی مکروہ ہوگی یا نہیں؟ تو اس کی چند صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ نماز شروع کر دی ہے تو اگر اب وقت میں گنجائش ہے تو افضل ہے کہ اب اسکو دھو ڈالے اور پھر جا کر نماز ادا کرے اور اگر اسے اس بات کا خوف ہے کہ اگر میں نماز چھوڑ کر چلا جاتا ہوں تو یہ جماعت ختم ہو جائے گی اور مجھے یہ جماعت نہ مل سکے گی تو اب یہ دیکھا جائے گا کہ اسے پانی مل رہا ہے یا نہیں اب اگر پانی مل رہا ہے تو پھر یہ دیکھا جائے گا کہ اسے دوسری جگہ جماعت مل سکتی ہے یا نہیں، اگر دوسری جگہ جماعت نہ ملنے کی امید ہو تو اسی حالت میں نماز ادا کر لے گا۔ (ماخوذ بحر الرائق، وھکذا قال شیخ الادب)

قدر الدرہم :- نجاست دو طرح کی ہوگی ایک مجتہدہ ہوگی تو اس میں ایک درہم کی مقدار بیس قیرات ہوگی یعنی وزن کیا جائے گا لیکن اگر نجاست مائعہ ہے تو اس میں اعتبار وزن کا نہیں ہوگا بلکہ ایک درہم ہتھیلی کی گہرائی کی مقدار ہوگی یعنی جو ہاتھ میں گڑھا ہوتا ہے۔ (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادب)

وما دون الخ :- یعنی اگر نجاست ریح ثوب سے کم ہو تو وہ معاف ہے مگر ریح سے کیا مراد ہوگا؟ اس میں مختلف اقوال ہیں، بعض حضرات کا کہنا ہے کہ جس جگہ پر نجاست لگی ہوئی ہے اس کا ریح مراد لیا جائے گا مثلاً اگر آستین میں نجاست لگی ہے تو آستین کا ریح مراد لیا جائے گا، اسی طرح اگر ہاتھ میں لگی ہے تو ہاتھ کا ریح مراد لیا جائے گا نا کہ پوڑے جسم اور پورے کپڑے کا ریح۔ بعض حضرات نے کہا کہ ریح کا اعتبار پورے کپڑے اور پورے بدن پر کیا جائے گا یعنی اگر دامن میں نجاست لگی ہے تو اب صرف دامن کا ریح مراد نہیں ہوگا بلکہ پورے کپڑے کا ریح مراد ہوگا، بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ اس کپڑے کا ریح مراد ہوگا کہ اس میں نماز جائز ہو جائے لیکن قبول مفتی بہ یہی ہے کہ اس جگہ اور اس حصہ کا ریح مراد ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب (کذا فی الدر المختار)

رؤوس الابو :- اس سے مراد اقل کو بتلانا ہے کہ اسی قدر کم مقدار میں ہو تو معاف ہے اب اگر سوئی کے برابر پیشاب لگا تھا کہ پانی کا چھینٹا اس پر لگ گیا اور وہ پھیل گیا تو اس صورت میں اس کا دھونا ضروری نہیں ہے، اس مقدار میں اس کے اندر کوئی فرق نہیں ہے کہ اس کا پیشاب ہو یا دوسرے کا۔ (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادب)

ولو ابتل الخ :- اس کی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی سو گیا اور ایسے بستر یا ایسی زمین پر سویا کہ وہ تپاک تھی اور سوکھ

بھی گئی تھی لیکن اسکے سونے کے بعد اسکے جسم سے پسینہ نکلا اور اس سے وہ ناپاکی تر ہو گئی، اب یہ بات بھی ظاہر ہے کہ اسکا اثر اسکے جسم پر پڑا ہوگا، اب اسکو کہا جائے گا کہ تیرا بدن ناپاک ہو گیا، لیکن یہ شرط ہے کہ ناپاکی کا اثر ظاہر ہو گیا ہو۔ نوم کی تاکید احترازی نہیں ہے بلکہ اگر سویا نہیں تھا صرف اس جگہ پر بیٹھ گیا تھا تو اس صورت میں بھی ناپاک ہونے کا حکم لگادیا جائے گا۔
والا فلا :- یعنی اگر یہ صورت نہیں ہے اور نجاست کا اثر نمایاں نہیں ہوا ہے تو ناپاکی کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

کمالاتہ نجس :- اسکی چند صورتیں ہیں ایک یہ کہ پاک کپڑا اور ناپاک دونوں بھیکے ہوئے تھے اور اگر ان دونوں کو نچوڑا جاتا تو اس سے قطرات نکلتے تو اس صورت میں بالاتفاق ظاہر بھی نجس ہو جائے گا، لیکن اگر یہ صورت نہیں ہے بلکہ ان میں کوئی ایسا نہیں ہے تو اس صورت میں ظاہر نجس نہ ہوگا، یہ صورت بھی اتفاقی ہی ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ صرف ظاہر اس صورت میں ہے کہ اگر اس کو نچوڑا جائے تو اس سے قطرے نکلیں تو اس صورت میں ظاہر ناپاک ہو جائے گا، یا صرف ثوب نجس ہی اس صورت میں ہے کہ اگر اسکو نچوڑا جائے تو اس سے قطرات نکلیں تو بھی ثوب ظاہر نجس ہو جائے گا۔ (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادب بحذف و اضافہ)

وَيَطْهَرُ مَتَنَجَّسٌ بِنَجَاسَةٍ مَرِيئَةٍ بَزَوَالِ عَيْنِهَا وَلَوْ بِمَرَّةٍ عَلَى الصَّحِيحِ وَلَا يَصْرُقُ بَقَاءُ أَثَرِ شِقِّ زَوَالِهِ وَغَيْرُ الْمَرِيئَةِ بِغَسْلِهَا ثَلَاثًا وَالْعَصْرُ كُلُّ مَرَّةٍ وَتَطْهَرُ النِّجَاسَةُ عَنِ الثُّوبِ وَالْبَدَنِ بِالْمَاءِ وَبِكُلِّ مَانِعٍ مُزِيلٍ كَالخَلِّ وَمَاءِ الْوَرْدِ وَيَطْهَرُ الْخُفُّ وَنَحْوُهُ بِالدَّلَكِ مِنْ نَجَاسَةٍ لَهَا جَرْمٌ وَلَوْ كَانَتْ رَطْبَةً وَيَطْهَرُ السِّيفُ وَنَحْوُهُ بِالْمَسْحِ وَإِذَا ذَهَبَ أَثَرُ النِّجَاسَةِ عَنِ الْأَرْضِ وَجَفَّتْ جَارَتْ الصَّلَاةُ عَلَيْهَا دُونَ التَّيَمُّمِ مِنْهَا وَيَطْهَرُ مَا بَهَا مِنْ شَجَرٍ وَكُلِّ قَائِمٍ بِجَفَافِهِ وَتَطْهَرُ نَجَاسَةٌ اسْتَحَالَتْ عَيْنُهَا كَانَتْ صَارَتْ مِلْحًا أَوْ احْتَرَقَتْ بِالنَّارِ وَيَطْهَرُ الْمَنَى الْجَافُ بِفَرْكِهِ عَنِ الثُّوبِ وَالْبَدَنِ وَيَطْهَرُ الرُّطْبُ بِغَسْلِهِ.

ترجمہ :- اور نجاست مرئیہ پاک ہو جاتی ہے اس نجاست کے جرم کے زائل ہو جانے سے، اگرچہ ایک ہی مرتبہ سے کیوں نہ ہو صحیح مذہب کے بموجب، اور اس نجاست کے اثر کے باقی رہ جانے سے کوئی حرج واقع نہیں ہوتا جس کے ختم کرنے میں پریشانی ہو۔ اور نجاست غیر مرئیہ پاک ہو جاتی ہے تین مرتبہ دھودینے سے اور ہر مرتبہ نچوڑ دینے سے اور بدن اور کپڑے سے نجاست ختم ہو جاتی ہے پانی اور ہر اس چیز کے ذریعہ سے جس کے اندر زائل کرنے کی صلاحیت ہو جیسے سرکہ اور عرق گلاب۔ موزہ اور اسکے مثل پاک ہو جاتا ہے صرف رگڑ دینے کی وجہ سے ایسی نجاست سے جو ذی جرم ہو اگرچہ وہ تر ہی کیوں نہ ہو، تلوار اور اس جیسی چیزیں پونچھ دینے سے پاک ہو جاتی ہیں اور جب زمین سے نجاست کا اثر ختم ہو جائے اور نجاست خشک ہو جائے تو اس پر صرف نماز جائز ہے تیمم نہیں، وہ چیزیں جو زمین میں لگی ہوئی ہیں جیسے درخت، گھاس وہ صرف خشک ہو جانے کی وجہ سے پاک ہو جاتی ہیں اور وہ نجاست جس کی ذات ہی بدل گئی ہو جیسے نمک ہو جانا، آگ کا اس کو جلادینا اور خشک منی کپڑے اور بدن سے کھرچ دینے کی وجہ سے پاک ہو جاتی ہے اور تر منی دھودینے کی وجہ سے۔

تشریح و مطالب :- یہاں پر مطلق ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ وہ بطہر :- یہاں پر مطلق ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ وہ نجاست خواہ بدن پر ہو یا کپڑے پر یا کسی اور چیز پر سب پاک ہو جائے گا۔

نجاسة مریئۃ :- مریئہ کا ذکر اس وجہ سے کیا اس لئے کہ نجاست کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو بدن پر دکھائی دے اور وہ جو دکھائی نہ دے، تو یہاں پر جس نجاست سے طہارت حاصل کرنے کا مسئلہ ذکر کر رہے ہیں نجاست مریئہ کی ہے نجاست غیر مریئہ کی نہیں۔

بزوال عینہا :- زوال کا لفظ لا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اس میں اصل اسکے عین کا زوال ہے، نیز زوال کا لفظ لا کر اس طرف بھی اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ جس طرح سے بھی ہو اس میں صرف دھونا ہی ضروری نہیں ہے بلکہ اگر وہ کسی اور طرح سے بھی ختم ہو جائے تب بھی صحیح ہے۔

علی الصحیح :- لا کر اس طرف اشارہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے جیسا کہ امام ابو جعفر فرماتے ہیں کہ عین کے زائل ہونے کے بعد دو مرتبہ دھونا ضروری ہے، اور فخر الاسلام فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ ضروری ہے۔ (موافی الفلاح مع حذف و اضافہ)

شق زوالہ :- مشقت کی تعریف یہ ہے کہ وہ صرف پانی سے ختم نہ ہو بلکہ اس کو ختم کرنے کیلئے دوسری چیزوں کی ضرورت ہو جیسے صابون، اشان، ابالا ہو پانی۔ مطلب یہ ہے کہ اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں مگر صرف دھونے سے اس کا اثر نہ جائے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

غیر المریئۃ :- یعنی وہ نجاست جو لگی تو ہے مگر نظر نہیں آتی وہ صرف تین مرتبہ دھو دینے سے پاک ہو جاتی ہے اور ہر مرتبہ اسے نچوڑ دیا جائے، اور صاحب قدوری نے ایک لفظ کا اضافہ کیا ہے حتی یغلب عل ظن الغاسل انه قد طهر۔ یعنی اس میں اصل یہ ہے کہ صرف اس کو اس بات کا یقین ہو جائے کہ اب نجاست ختم ہو گئی ہے اور تین مرتبہ دھونے کا حکم اس وجہ سے دیا گیا ہے کہ بار بار دھونے سے وہ ختم ہی ہو گئی ہوگی۔ (کذا فی الجواہر)

وتطهر النجاسة :- یہاں پر نجاست سے مراد نجاست حقیقیہ ہے اور نجاست کو مطلق ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ نجاست میں نجاست مریئہ اور غیر مریئہ دونوں شامل ہیں اسی طرح یہاں پر ماء کو مطلق ذکر کیا اور اس میں صحیح قول کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ نجاست ماء مستعمل سے بھی زائل ہو جاتی ہے۔ (شیخ الادب)

بکل مانع مزیل :- مزیل کی قید سے اس طرف اشارہ ہے کہ اسکے اندر نجاست کے زائل کرنے کی صلاحیت ہو نیز اس سے تیل، گھی، دودھ وغیرہ کو نکالنا بھی مقصود ہے کہ ان کے اندر زائل کرنے کی صلاحیت موجود نہیں ہوتی، یہاں پر مزیل کو لائے حالانکہ اس کی جگہ پر طاہر کو لاسکتے تھے لیکن نہیں لائے اس لئے کہ اس میں اختلاف ہے (بحر الرائق مع حذف اجزاء) لیکن اشیاء مزیلہ کا خود طاہر ہونا ضروری ہے اس لئے کہ اگر وہ خود طاہر نہیں ہوگا تو دوسری کو کس طرح طاہر کر سکتا ہے۔ (کما فی شرح الوقایہ، وعمدة الرعاہ)

ویطهر الخف :- اگر جوتے یا موزے کو نجاست لگ جائے اور وہ ذی جرم ہو تو صرف اسے رگڑ لینے سے صاف ہو جائے گا اسے دھونے کی ضرورت نہیں، لیکن اگر وہ نجاست جسم والی نہ ہو تو دھونا ضروری ہے بلا دھوئے پاک

نہیں ہوگا، نیز اگر جسم والی ہے اور تر ہے تب بھی اس کا دھونا ضروری ہے، لیکن امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے کہ اگر اس کو رگڑ دیا جائے تو پاک ہو جائے گا اور امام محمدؒ کا مسلک یہ ہے کہ صرف دھونے سے پاک ہوگا اسکے علاوہ سے نہیں۔ حنفیہ کی دلیل وہ حدیث ہے جسے ابو داؤد وغیرہ نے نقل کیا ہے قال علیہ الصلوٰۃ والسلام اذا جاء احدکم المسجد فلینظر فان کان علی نعلیه قدر او اذی فلیمسہ ویصل فیہا۔ (او کما قال ﷺ)

ونحوہ :- اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو صیقل کی گئی ہوں یعنی اسکے اندر نجاست اثر انداز نہ ہو سکتی ہو۔

واذا ذهب الخ :- یہاں پر الارض لا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر نجاست کپڑے اور بدن پر لگ جائے اور خشک ہو جائے تو اسکے لئے دھونا ضروری ہے، وہ صرف خشک ہو جانے کی وجہ سے پاک نہیں ہو سکتے۔ جفاف :- مطلق فرما کر اس طرف توجہ دلانا ہے کہ جس طرح بھی سوکھا ہو یہ ضروری نہیں کہ سورج کی حرارت ہی سے خشک ہونا چاہئے جیسا کہ بعض فقہاء مثلاً صاحب قدوری وغیرہ نے الشمس کی قید لگائی ہے۔

دون التیمم :- یعنی اس زمین پر صرف نماز ادا کر سکتا ہے، تیمم نہیں کر سکتا اس لئے کہ تیمم کیلئے صعیداً طیباً فرمایا گیا ہے اور صعید طیب وہ ہے جو پہلے سے پاک ہو، اور یہ پہلے سے پاک نہیں لیکن اگر وہ جگہ دیکھنے میں پاک لگ رہی ہے مگر اس پر ناک کو رکھا تو اس جگہ سے بو آنے لگی تو اس صورت میں وہاں نماز بھی درست نہ ہوگی اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زکوة الارض یسہا اور خشک ہونے میں یہ بات شامل ہے کہ مکمل طور پر خشک ہو جائے اور جب یہاں پر بو آرہی ہے تو اس لئے معلوم ہوا کہ ابھی زمین خشک نہیں ہوئی ہے۔ واللہ اعلم

قائم :- یہ قید احترازی ہے یعنی اگر درخت کھڑا ہے اور اسی طرح گھاس کھڑی ہے اور اس پر نجاست گئی تو وہ اگر اسی حالت میں خشک ہو گئی تو بلاد دھوئے ہوئے پاک ہے لیکن اگر اس درخت کو کاٹ دیا گیا یا گھاس کو اس جگہ سے اکھاڑ دیا گیا تو اب اس کا دھویا جانا ضروری ہے بلاد دھوئے پاک نہیں۔

یطہر المنی :- مصنفؒ نے یہاں پر منی کو مطلق لا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس حکم میں مرد و عورت دونوں شامل ہیں یعنی جس طرح مرد کی منی خشک ہو جانے پر اس کو رگڑ دینے کی ضرورت ہے یہی حکم عورت کی منی کا بھی ہوگا، چنانچہ منی کے خشک ہو جانے کے بعد اس کو رگڑ دینے سے پاک ہو جانے کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے حدیث مروی ہے کہ حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا فاغسلہ ان کان رطباً وافرکیہ ان کان یابساً۔

(ف) یہی حکم تمام حیوانات کی منی کا ہے۔ (وهذا هو المعتمد علی ما فی در المختار و حواشیہ)

بفرکہ :- لا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اسکے لئے رگڑنا ضروری ہے، منی پاک نہیں ہے جیسا کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ منی پاک ہے اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کپڑا پانچ چیزوں کی وجہ سے دھویا جائے اور اس میں منی کو بھی شمار کر لیا، لہذا اس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ منی ناپاک ہے۔ (وفیہ

بحث طویل فلیرجع الی المطولات)

الرطب :- یعنی رگڑ دینے کا حکم تو اس منی کے بارے میں ہے جو خشک ہو گئی ہو لیکن اگر خشک نہ ہوئی تو اس کا

دھویا جانا ضروری ہے، جیسا کہ امام مسلمؒ نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کنت اغتسل الجنابة ای المنی من النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اخرجه مسلم واصحاب السنن۔ واللہ اعلم بالصواب

فصل۔ يَطْهَرُ جِلْدُ النَّمْيَةِ بِالدَّبَاغَةِ الْحَقِيقَةِ كَالْقَرْظِ وَبِالْحُكْمِيَّةِ كَالثَّرِيبِ وَالتَّشْمِينِ إِلَّا جِلْدَ الْخَنْزِيرِ وَالْأَدَمَى وَتَطْهَرُ الذَّكَاءَةُ الشَّرْعِيَّةُ جِلْدٌ غَيْرُ الْمَأْكُولِ دُونَ لَحْمِهِ عَلَى أَصَحِّ مَا يُفْتَى بِهِ وَكُلُّ شَيْءٍ لَا يَسْرِي فِيهِ الدَّمُ لَا يَنْجَسُ بِالْمَوْتِ كَالشَّعْرِ وَالرِّيشِ الْمَجْزُوزِ وَالْقَرْنِ وَالْحَالِيزِ وَالْعَظْمِ مَا لَمْ يَكُنْ بِهِ دَسَمٌ وَالْعَصَبُ نَجَسٌ فِي الصَّحِيحِ وَنَافِجَةُ الْمَيْسِكِ طَاهِرَةٌ كَالْمَيْسِكِ وَآكَلُهُ حَلَالٌ وَالزَّبَادُ طَاهِرٌ تَصِحُّ صَلَوةُ مُطَيَّبٍ بِهِ۔

ترجمہ:- فصل۔ مردار کی کھال دباغتِ حقیقیہ سے پاک ہو جاتی ہے جیسے کیکر کے پتوں سے، اور حکمی دباغت سے جیسے مٹی مل دینے سے، دھوپ میں سکھا دینے سے، مگر آدمی اور خنزیر کا چمڑا پاک نہیں ہوتا، اور ناپاک جانوروں کا چمڑا شرعی طریقہ سے ذبح کرنے پر پاک ہو جاتا ہے اسکا گوشت نہیں، صحیح قول کے بموجب جس پر فتویٰ ہے، اور جانور کا ہر وہ عضو جس میں خون سرایت نہیں کرتا وہ مرنے کی وجہ سے نجس نہیں ہوتا، جیسے بال اور وہ پر جو الگ کر لیا گیا ہو اور سینک اور ہڈی اگر اس پر چکنا چٹ نہ ہو، اور ہتھ نجس ہے صحیح قول کے بموجب اور مشک کا نافع مشک کی طرح پاک ہے اور اسکا کھانا حلال ہے، اور زباد پاک ہے جو اس کو لگا کر نماز ادا کرتا ہے تو صحیح ہے۔

تشریح و مطالب:- الدباغة:- دباغت کی تعریف یہ ہے کہ چمڑے سے بدبو کو زائل کر دیا جائے اور رطوبت نجسہ کو دور کر دیا جائے، خواہ کسی بھی ذریعہ سے ہو اور دباغت کا دینے والا کوئی

بھی ہو مسلم ہو یا کافر، لڑکا یا بالغ کی شرط نہیں۔ (ہکذا فی سراج الوہاج)
قرظ:- کا ترجمہ عام طور پر لوگ کیکر کی پتیاں کرتے ہیں یعنی ورق السلم اور صاحب مراقی الفلاح نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے لیکن علامہ احمد طحاوی نے اس کا ترجمہ بیج کا کیا ہے اور فرمایا ہے کہ کیکر کی پتیاں دباغت کے کام نہیں آتیں۔ (ماخوذ از ایضاح الاصباح بتغییر)

الاجلد الخنزیر:- یہاں پر خنزیر کو مقدم کیا اور آدمی کو مؤخر کیا اس لئے کہ یہاں پر نجاست کا بیان چل رہا ہے لہذا اس کا ذکر مقدم ہی ہونا چاہئے (شیخ الادب) اس لئے کہ ان سے دباغت کے بعد بھی نفع اٹھانا جائز نہیں، دباغت تو ان کھالوں کو دے کر پاک کیا جاسکتا تھا جو گندی قسم کی رطوبت لگنے کی وجہ سے ناپاک ہو اور جس چیز کی ذات میں ناپاکی ہو اسکو کہاں سے پاک کیا جاسکتا ہے مثلاً کسی چیز پر پانچخانہ لگ جائے تو اسے دھو کر پاک کیا جاسکتا ہے لیکن پانچخانہ کو دھو کر پاک نہیں کیا جاسکتا۔ یہی مثال خنزیر کے چمڑے کی ہے کہ وہ خود ناپاک ہے لہذا اسے پاک نہیں کیا جاسکتا، رہا انسان کا چمڑا تو یہ نجاست کی وجہ سے ناپاک نہیں ہے بلکہ کرامت کی وجہ سے ہے، اس پر دباغت دینا بھی اہانت ہے۔ امام محمدؒ نے ہاتھی کو اس بارے میں خنزیر کی طرح شمار کیا ہے کہ اس کا چمڑا دباغت دینے کے بعد بھی پاک نہیں ہو سکتا، لیکن حضرات شیخین کا فتویٰ یہ ہے کہ دباغت کے بعد پاک ہو جاتا ہے۔ (ماخوذ بتصرف نور الایضاح)

الذکاة الشرعیة:- شریعہ کی قید لگا کر یہ بتلانا مقصود ہے کہ اس سے مجوسی کا ذبح کیا ہو اسی طرح اگر بسم اللہ

کو جان کر چھوڑ دیا جائے وہ اس میں شامل نہیں ہوں گے اس لئے کہ یہ شرعی طریقہ کے مطابق ذبح نہیں کیا گیا ہے۔ دباغت کی دو قسمیں ہیں اکی دباغت حقیقیہ دوسرا دباغت حکمیہ۔ دباغت حقیقیہ اسے کہتے ہیں کہ کھال کی رطوبت دوا کے ذریعہ ختم کرنا، یعنی دھوپ میں کھال کو رکھ دیا جائے اور اس کی وجہ سے بدبو ختم ہو جائے، یا اسی طرح مٹی میں ملا دیا جائے اور اس پر مٹی مل کر دھوپ میں ڈال دیا جائے یہاں تک کہ اس کی بدبو دور ہو جائے۔

والعصب نجس فی الصحيح :- فی الصحيح کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ایک قول اسکے خلاف بھی ہے یعنی پٹھے کی بڑی پاک ہے لیکن صحیح قول یہی ہے کہ وہ ناپاک ہے۔

زباد :- یہ ایک قسم کا مادہ ہے جو جنگلی بلیوں کی دم کے نیچے پانچخانہ کے مقام پر جمع ہوتا ہے اور نہایت خوشبو



دار ہوتا ہے۔ (شیخ الادب)

کتابُ الصَّلَاةِ

يُشْتَرَطُ لِفَرَضِهَا ثَلَاثَةُ أَشْيَاءَ الْإِسْلَامَ وَالْبُلُوغَ وَالْعَقْلَ وَتَوْمُرُهَا الْأَوْلَادُ لِسَبْعِ سِنِينَ وَتَضْرِبُ عَلَيْهَا لِعَصْرِ بَيِّنَةٌ لَا بِخَشَبَةٍ وَأَسَابِئِهَا أَوْ قَاتِهَا وَتَجِبُ بِأَوَّلِ الْوَقْتِ وَجُوبًا مُوسَعًا وَالْأَوْقَاتُ خَمْسَةٌ وَقْتُ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوعِ الْفَجْرِ الْصَادِقِ إِلَى قُبُلِ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقْتُ الظُّهْرِ مِنْ زَوَالِ الشَّمْسِ إِلَى أَنْ يُصِيرَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ أَوْ مِثْلُهُ سِوَى ظِلِّ الْإِسْتِوَاءِ وَاخْتَارَ الثَّانِي الطَّحَاوِي وَهُوَ قَوْلُ الصَّاحِبِينَ وَقْتُ الْعَصْرِ مِنْ إِبْتِدَاءِ الزِّيَادَةِ عَلَى الْمِثْلِ أَوْ الْمِثْلِينَ إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ وَالْمَغْرِبِ مِنْهُ إِلَى غُرُوبِ الشَّفَقِ الْأَحْمَرِ عَلَى الْمُفْتَى بِهِ وَالْعِشَاءِ وَالْوَتْرُ مِنْهُ إِلَى الصُّبْحِ وَلَا يُقَدَّمُ الْوَتْرُ عَلَى الْعِشَاءِ لِلتَّرْتِيبِ الْأَزْمِ وَمَنْ لَمْ يَجِدْ وَقْتَهُمَا لَمْ يَجِبَا عَلَيْهِ.

ترجمہ :- کتاب الصلوٰۃ۔ نماز کے فرض ہونے کیلئے تین چیزیں شرط ہیں، اسلام کا ہونا، اور بالغ کا ہونا، اور عاقل کا ہونا، اور سات سال کے لڑکوں کو اسکے ادا کرنے کا حکم دیا جائے اور دس سال کے ہو جانے پر پٹائی کی جائے گی مگر ہاتھ سے نہ کہ لکڑی سے اور نماز کے فرض ہونے کے اسباب اسکے اوقات ہیں اور اس کی ادائیگی اول وقت میں واجب ہو جاتی ہے، لیکن آخر وقت تک اس میں گنجائش باقی رہتی ہے اور اوقات نماز پانچ ہیں، صبح کا وقت طلوع صادق سے لے کر سورج کے نکلنے سے کچھ پہلے تک ہے، اور ظہر کا وقت آفتاب کے ڈھلنے سے لے کر ہر چیز کے سایہ اصلی کے علاوہ جب اس کا سایہ اسکے ایک مثل ہو جائے یا دو مثل ہو جائے، قول ثانی کو امام طحاوی نے پسند کیا ہے اور یہی صاحبین کا بھی قول ہے، اور عصر کا وقت ایک مثل یا دو مثل پر زیادتی سے لے کر غروب آفتاب تک، مغرب کا وقت غروب آفتاب سے لے کر شفق احمر کے ختم ہونے تک اس کے بموجب جس پر فتویٰ ہے اور عشاء اور وتر کا وقت مغرب کے ختم ہونے سے لے کر صبح تک، اور وتر کو عشاء پر مقدم نہیں کیا جائے گا اس ترتیب کی بناء پر جو لازم ہے اور جس نے ان دونوں کے وقت نہیں پایا ان کے اوپر واجب نہیں۔

الصلوٰۃ :- جیسا کہ میں نے طہارت کے شروع میں بیان کر دیا تھا کہ اصل مقصود نماز تشریح و مطالب :- ہے لیکن نماز کے لئے طہارت شرط ہے جب اسے بیان کر چکے تو اب اصل منشاء کو یہاں

سے بیان کر رہے ہیں۔ صلوٰۃ کے معنی لغت دعا کے ہیں لیکن شریعت کی اصطلاح میں ارکان مخصوصہ کو کہا جاتا ہے نماز کے اندر یہ اسرار و حکم ہیں کہ بندہ اپنے منعم حقیقی کا شکر ادا کرے اور نماز کے اندر یہ بات کمال کے درجہ کو پہنچائی ہوئی ہے اس لئے تمام عبادات میں اسکو مقدم کیا۔ یہ نماز شب معراج میں فرض ہوئی اور یہ اس امت کی ایک امتیازی خصوصیت ہے اس لئے کہ اس سے قبل جو امتیں تھیں ان میں پانچ وقت کی نماز فرض نہیں تھی، بلکہ کسی میں ایک وقت کی کسی میں دو وقت کی اور کسی میں تین وقت کی نماز تھی۔ (مراقی الفلاح مع حذف)

بیشتر ط :- شرط وہ ہے جو شئی سے خارج ہوتا ہے مگر کسی کا پایا جانا اس پر موقوف ہوتا ہے اگر وہ نہ پایا گیا تو اس چیز کا وجود ممکن نہیں ہوگا۔

لفرضیتہا :- فرض کی دو قسمیں ہیں ایک فرض کفایہ دوسرا فرض عین۔ فرض کفایہ تو وہ ہے کہ تمام لوگوں پر فرض ہے لیکن پورے بستی میں ایک نے اسے ادا کر دیا تو سب کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا جیسے نماز جنازہ، اعتکاف رمضان، جہاد وغیرہ کہ اگر ایک آدمی ادا کر لے تو سب سے ساقط ہو جاتا ہے (فتح القدیر) فرض عین وہ ہے جو ہر ہر فرد پر فرض ہے ایک کے ادا کرنے سے سب کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا جیسے ایمان، نماز، حج گانہ وغیرہ۔

الاسلام :- یعنی نماز اس پر فرض ہوتی ہے جو مسلمان ہو یہ قید بڑھا کر کافر وغیرہ کو خارج کرنا مقصود ہے۔
البلوغ :- بالغ ہونے کی دو قسمیں ہیں ایک ہنیۃ دوسرا حکم۔ حقیقتاً یہ ہے کہ اس کے اندر علامت بلوغیت نمایاں ہوں اب اگر لڑکا ہے تو اس کو احتلام ہو، انزال ہو اسی طرح سے اگر وطی کر لے تو اس سے حمل قرار پا جائے اور کوئی ایسی علامت ہو جس سے یہ جان لیا جائے کہ وہ اب بالغ ہو گیا اور اگر وہ لڑکی ہے تو اس کو اس وقت بالغ کہا جائے گا جب اس کو حیض آنے لگے احتلام ہونے لگے، اگر اس سے جماع کیا جائے تو حمل ٹھہر جائے، دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی علامت نہ پائی جائے مگر اس کی عمر اس حد کو پہنچ گئی ہو کہ اب اسے بالغ کہا جاتا ہو اس عمر میں ائمہ کا کچھ اختلاف ہے چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ لڑکے کیلئے اٹھارہ سال اور لڑکی کیلئے سترہ سال یعنی اگر اس عمر کو دونوں پہنچ جائیں تو اب بلا کسی علامت کے انہیں بالغ قرار دیا جائے گا اور ان کے اوپر احکامات لازم کر دیئے جائیں گے لیکن امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہر دو کا پندرہ سال ہونا ضروری ہے جسے ما قبل میں بیان کیا جا چکا ہے اور ایک روایت میں امام اعظمؒ کا بھی یہی قول ہے اور فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔

والعقل :- یہ قید لگا کر دیوانہ، پاگل وغیرہ کو نکال دیا کہ ان دونوں پر نماز فرض نہیں اور اس لئے کہ یہ مقام ہوتا ہے سنبھلنے کا اور ان لوگوں کو کسی بات کی خبر نہیں ہوتی کہ میں کیا کر رہا ہوں۔

وتؤمر بها الاولاد الخ :- چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مروا اولادکم بالصلوٰۃ وہم ابنا سبع سنین واضربوہم علیہا وہم ابنا عشر سنین الخ (ابوداؤد) اس لئے کہ یہ ایک عظیم الشان فرض ہے لہذا پہلے سے اس کی عادت پڑنی چاہئے تاکہ فرض ہونے کے بعد اس میں تساہل و کاہلی نہ ہو اور ابھی سے نماز کی عادت پڑ جائے۔ (مرقات)

بید :- اس قید سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ یہ تو تنبیہ ہے سزا نہیں۔

واسبابہا :- جو چیز خارج ہو اور موقوف علیہ ہو اسکو سبب کہتے ہیں جیسے یہاں پر وقت کہ یہ نماز کے اندر داخل نہیں ہے لیکن ایک سبب ہے کہ اگر وقت نہ آئے تو نماز فرض نہیں ہوگی۔

موسعاً :- یہ قید اسوجہ سے لگانے کی ضرورت پیش آئی کہ جب نماز اول میں واجب ہو جاتی ہے تو اسی وقت ادا کر لینی چاہئے اس میں تاخیر نہیں ہونی چاہئے لیکن یہ لفظ لا کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ آخر وقت تک گنجائش رہتی ہے اگرچہ آخر وقت میں ادا کر لیا تب بھی ادا ہی مانی جائے گی اور اس میں تاخیر کرنے سے گنہگار نہیں ہوگا، البتہ اگر وقت نکل گیا تو گنہگار ہوگا۔

وقت الصبح :- مصنفؒ نے اوقات صلوٰۃ بیان کرنے میں فجر کے وقت کو پہلے بیان کیا حالانکہ تقاضہ تو یہ تھا کہ پہلے ظہر کے وقت کو بیان کرتے، اس لئے کہ اس حدیث سے جس میں حضرت جبرئیلؑ نے حضور ﷺ کی امامت کی وہ ظہر کی تھی اس لئے اس کو مقدم کرنا چاہئے تھی، اسکا ایک جواب تو یہ ہے کہ اس وقت کے اول اور آخر میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اس لئے اسکو پہلے بیان کیا تاکہ اولانی اختلاف نہ بیان کرنا پڑے۔ (ماخوذ حاشیہ) اس کا دوسرا جواب علماء نے یہ دیا ہے کہ یہ نمازوں کی سب سے پہلی نماز ہے اس لئے کہ انسان جب بیدار ہوتا ہے اس وقت سب سے پہلے اسی نماز کو ادا کرتا ہے (عمدة الرعاۃ علی حاشیہ شرح وقایہ) اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ نیند چونکہ موت کی بہن ہے تو جب دوبارہ زندہ ہوتا ہے اس لئے اس کے شکر میں سب سے پہلے گردن اسی کے سامنے ٹیکتا ہے۔

الصادق :- یہ قید اس وجہ سے بڑھانے کی ضرورت پیش آئی کہ ایک صبح کاذب ہے لہذا صادق کو لا کر کاذب کی نفی کر دی۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ فجر صادق وہ سفیدی ہے جو مشرق میں آسمان پر شمالاً و جنوباً پھیلی ہوئی نظر آئے، اور اس کی علامت یہ ہے کہ وہ روشنی پھیلتی رہتی ہے اس میں کمی نہیں آتی اور جو روشنی آسمان پر اس سے قبل نظر آئے مگر وہ بعد میں ختم ہو جائے اس کا اعتبار نہیں۔ صبح صادق سے اس وجہ سے نماز کا وقت شروع ہوتا ہے اور طلوع آفتاب کے پہلے تک رہتا ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نے حضور ﷺ کو پہلے دن عین طلوع فجر کے وقت نماز پڑھائی اور دوسرے دن جب خوب سفیدی ہو گئی اور قریب تھا کہ اب سورج نکل آئے پھر آخر میں فرمایا مابین ہذین الوقتین وقت لك ولا متك۔ (ماخوذ تنقیح الضروری)

زوال الشمس :- زوال کو معلوم کرنے کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں، لیکن صحیح تر روایت یہ ہے کہ کسی ایسی جگہ جو بالکل برابر ہے بایں طور کہ اگر اس جگہ پانی گرادیا جائے تو ہر چہار جانب برابر پھیلے اس جگہ ایک لکڑی گاڑ دی جائے اور اس وقت جہاں پر سایہ ہے اس جگہ ایک نشان لگا دیا جائے اب اگر اس نشان کی جگہ سے سایہ کم ہونے لگے تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ابھی زوال نہیں ہوا ہے اور اگر اس جگہ سے بڑھ جائے تو جان لینا چاہئے کہ زوال ہو چکا ہے، لیکن اگر اسی جگہ رکا ہوا ہے تو اب یہی وقت زوال ہے (بحر الرائق) ظہر کے اول وقت میں کسی کا اختلاف نہیں، ہاں آخر وقت میں اختلاف ہے امام اعظم ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جب کسی چیز کا سایہ، سایہ اصلی کے علاوہ اسکے دو مثل ہو جائے تو اب ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے لیکن امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جب سایہ اسکے ایک مثل ہو جائے اس وقت ظہر

کا وقت ختم ہو جاتا ہے (سایہ اصلی اس سایہ کو کہتے ہیں جو زوال کے وقت تھا) لیکن احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ ایک ہی مثل پر پڑھ لیا جائے تاکہ ابہام ختم ہو جائے۔ اور دونوں اقوال پر عمل ہو جائے۔ (کذا فی المبسوط و مرقی الفلاح)

وقت العصر :- عصر کے اول وقت میں وہی اختلاف ہے جو ظہر کے اخیر وقت میں ہے جن کے نزدیک جب ظہر کا وقت ختم ہو جائے گا عصر کا وقت شروع ہو جائے گا۔

الی غروب الشمس :- چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من ادرك ركعة من العصر قبل ان تغرب الشمس فقد ادرك العصر۔ حضرت حسن بن زیاد کا مسلک یہ ہے کہ جب سورج زرد پڑ جائے اس وقت عصر کی نماز کا وقت باقی نہیں رہتا (مراتی الفلاح) اکثر علماء نے اس وقت کو مکروہ کہا ہے اور وقت ناقص میں شمار کیا ہے اس کی تفصیل اصول فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔

الشفق الاحمر علی المفتی بہ :- مغرب کے اول وقت میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے، سب کے سب یہی فرماتے ہیں کہ غروب آفتاب سے شروع ہو جاتا ہے اور شفق تک باقی رہتا ہے البتہ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہو گیا ہے کہ غروب شفق کس کو کہتے ہیں، حضرات صاحبین تو فرماتے ہیں کہ شفق سے مراد شفق احمر ہے لیکن امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ شفق سے مراد ابیض ہے، یہی مسلک حضرت ابو بکرؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت معاذؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ کا ہے لیکن صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے الشفق الحمراء اور اسی کے قائل تھے حضرت علیؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، عبادہ بن الصامتؓ۔ (تنقیح الضروری) مصنف نے المفتی بہ لا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔

والعشاء :- یعنی عشاء کا وقت بھی اس اختلاف کی طرح ہے جن کے نزدیک جب مغرب کا وقت ہو جائے گا عشاء کا وقت شروع ہو جائے گا اور اس کا آخر وقت صبح سے کچھ پہلے تک ہے جیسا کہ حدیث جبرئیل سے اس کا پتہ چلتا ہے اس پر علماء کا اتفاق ہے۔ (مراتی الفلاح علی نور الاصابہ، وقایہ) اور وتر کا وقت عشاء کے بعد شروع ہوتا ہے۔ (وقایہ)

ولا یقدم الوتر الخ :- حضرت امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ وتر سنت مؤکدہ ہے اور عشاء کے تابع ہے۔ امام اعظمؒ ابو حنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے (عمدة الرعایہ) اور صاحب در مختار کا کہنا ہے کہ دونوں فرض ہیں مگر فرق یہ ہے کہ نماز عشاء فرض قطعی ہے اور نماز وتر فرض عملی نہ کہ اعتقادی۔ (شامی وغیرہ)

للترتیب اللازم :- یہاں سے ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیوں اس کو عشاء پر مقدم نہیں کیا جاسکتا حالانکہ جو وقت عشاء کا ہے وہی وقت وتر کا بھی ہے؟ اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس کا وقت عشاء کے بعد ہے اس لئے کہ وہ اسکے تابع ہے اس کا فائدہ اس وقت ظاہر ہو گا کہ جب کسی نے نماز عشاء ادا کر لی اور اسے اس بات کا پتہ بعد میں چلا کہ میں بغیر وضو کے تھا اور وتر کی نماز وضو سے ادا کی تو صاحبین کے نزدیک اسے بھی لوٹائے گا لیکن امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں لوٹائے گا۔ ماخوذ عن الحاشیہ

ومن لم یجد الخ :- یہ مسئلہ اس ملک کیلئے ہے کہ جہاں پر سورج غروب ہوتے ہی نکل آتا ہو اس لئے کہ

نماز کیلئے وقت کا پایا جانا ضروری ہے اور یہاں پر وقت پایا ہی نہیں گیا۔

وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ فَرَضَيْنِ فِي وَقْتٍ بَعْدَ الْإِلَافِ عَرَفَةَ لِلْحَاجِّ بِشَرْطِ الْإِمَامِ الْأَعْظَمِ وَالْأَحْرَامِ فَيُجْمَعُ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ جَمْعَ تَقْدِيمٍ وَيُجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِمَزْدَلَفَةٍ وَلَمْ يَجْزِ الْمَغْرِبُ فِي طَرِيقِ مَزْدَلَفَةٍ وَيَسْتَحِبُّ الْإِسْفَارُ بِالْفَجْرِ لِلرِّجَالِ وَالْإِبْرَازُ بِالظُّهْرِ فِي الصِّفْوِ وَتَعْجِيلُهُ فِي الشَّاءِ إِلَّا فِي يَوْمٍ غَيْمٍ فَيُؤَخَّرُ فِيهِ وَتَأْخِيرُ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ وَتَعْجِيلُهُ فِي الْغَيْمِ وَتَأْخِيرُ الْوَقْرِ إِلَى آخِرِ اللَّيْلِ لِمَنْ يَثْبِقُ بِالْأَنْبَاءِ.

ترجمہ :- اور کسی عذر کی بنا پر دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع نہیں کیا جائے گا مگر حاجی کیلئے عرفہ میں، امام اعظم اور احرام کی شرط کے ساتھ، تو جمع تقدیم کے طور پر ظہر اور عصر کو جمع کیا جائے گا اور مغرب اور عشاء کو ایک وقت کے اندر مزدلفہ میں جمع کیا جائے گا، اور اس دن مغرب کی نماز مزدلفہ کے راستہ میں جائز نہ ہوگی، اور مردوں کے لئے فجر میں اسفار مستحب ہے اور گرمی کے موسم میں ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا، اور سردی کے موسم میں جلدی کرنا مگر بدلی کے دنوں کے علاوہ مغرب میں جلدی کرنا، اور عشاء کا ثلث رات تک مؤخر کرنا اور بدلی کے دن جلدی کرنا اور جن کو بیدار ہونے پر اعتبار ہو اس کو وتر کا آخری رات میں پڑھنا۔

تشریح و مطالب :- اولاً یجمع بعدلہ لا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ جب عذر کی بناء پر جائز نہیں ہے تو بلا عذر کے بدرجہ اولیٰ جائز نہیں ہوگا، اور اگر ایسا کیا تو سخت گنہگار ہوگا اور دوسری نماز ادا نہیں ہوگی، اس لئے کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے اور بلا وقت کے نماز واجب نہیں ہوتی اور یہاں پر مراد یہ ہے کہ دو ادا نمازیں ایک وقت میں پڑھنا چاہ رہا ہو، اگر ایک قضا اور ایک ادا ہے تو اس صورت میں کوئی مضائقہ نہیں۔ جمع کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں جمع حقیقی اور جمع صوری۔ جمع حقیقی تو یہ ہے کہ عصر کی نماز ظہر کے وقت میں پڑھ لے یہ قطعاً جائز نہیں، اور جمع صوری یہ ہے کہ ظہر کو اسکے آخر وقت میں ادا کیا جائے اور عصر کو اول وقت میں تو اس طرح پڑھنا درست ہے لیکن اگر بلا کسی عذر کے پڑھا ہے تو خلاف اولیٰ ہوگا۔

الا بعرفة للحاج :- یعنی میدان عرفات میں حاجیوں کے لئے ضروری ہے کہ عصر کو ظہر کے وقت میں ادا کر لیں البتہ شرط یہ ہے کہ یا تو امام ہو یا کوئی اس کا نائب، اور ایک شرط یہ بھی ہے کہ حالت احرام میں ہو، اگر یہ شرطیں نہیں پائی جائیں گی تو پھر جمع بین الصلوٰتین نہیں کیا جائے گا اس طرح اگر عمرہ کا احرام باندھے ہوئے ہے تو بھی جمع بین الصلوٰتین نہیں کرے گا۔

لم یجز :- یعنی اسکو مغرب اور عشاء کو جمع کرنا چاہئے اگر جمع نہیں کیا تو اسکی نماز جائز نہیں ہوگی اسکا علاوہ ضروری ہوگا۔ فی طریق :- یہ قید احترازی نہیں ہے اس لئے کہ اگر مزدلفہ میں پہنچ کر الگ الگ پڑھنا بھی جائز نہیں۔ ویستحب :- ابھی تک اوقات اوصلیہ کا بیان کر رہے تھے اب یہاں سے ان اوقات کو بیان کر رہے ہیں جو مستحب ہیں۔

الاسفار بالفجر للرجال :- یعنی نماز فجر کو تاخیر سے پڑھنا کہ روشنی پھیل جائے اولیٰ ہے (عمدہ) ہاں بہت

زیادہ تاخیر کرنا مناسب نہیں ایسے وقت میں نماز شروع کر دینی چاہئے کہ اگر کسی وجہ سے نماز باطل ہو جائے تو اسکو آسانی سکون و اطمینان کے ساتھ ادا کر سکے، علماء نے اس کی مقدار چالیس آیت لکھی ہے اسی طرح اگر غسل کی بھی ضرورت پڑ جائے تو مسنون طریقہ پر ادا کی جاسکے، فجر میں تاخیر کی وجہ حدیث ہے کہ جس میں آپ ﷺ نے فرمایا اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر۔ (ترمذی) ہاں مزدلفہ میں مرد اور عورت دونوں اندھیرے میں نماز ادا کریں گے۔

الرجال :- کی قید احترازی ہے اسلئے کہ عورت اسفار نہیں کرے گی بلکہ وہ جلدی کرے گی اسلئے کہ اس کیلئے اسی میں زیادہ پردہ ہے، درمختار وغیرہ اور اسفار کی وجہ یہ ہے کہ لوگ زیادہ جمع ہو جائیں اور جماعت کثیر ہو جائے۔ مرقی الاہراد بالظہر :- یعنی نماز ظہر کو گرمی کے موسم میں تاخیر سے ادا کی جائے لیکن زیادہ تر تاخیر نہ کی جائے، صاحب درمختار نے فرمایا ہے کہ تاخیر کا مطلب یہ ہے کہ سایہ میں چل سکے۔ علامہ حموی نے ایک بات لکھی ہے کہ ظہر میں مکروہ وقت کہ جس میں ائمہ کا اختلاف ہے بہتر یہ ہے کہ مثل میں پڑھ لیا جائے تاکہ دونوں قولوں پر عمل ہو جائے، موسم گرما میں ظہر کے اندر تاخیر اس وجہ سے کی جاتی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ابردوا بالظہر فان شدۃ الحر من فیح جہنم۔ لانه علیہ السلام کان یعجل الظہر بالبرد۔ اس لئے گرمی میں تاخیر کی جائے گی۔

الا فی یوم غیم :- بدلی کے دن اس وجہ سے تاخیر نہیں کی جائے گی کہ ہو سکتا ہے کہ یہ معلوم نہ ہو سکے کہ کب وقت ختم ہو گیا۔

وتاخیر العصر :- یہاں پر مطلق لاکر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ گرمی اور سردی دونوں موسموں میں تاخیر کی جائے گی اسلئے کہ لانه علیہ السلام کان یؤخر العصر مادامت الشمس بیضاء نقیۃ۔ ہاں اس قدر تاخیر نہ کی جائے کہ وقت مکروہ داخل ہو جائے اسکی علامت علماء نے مختلف بتلائی ہے بعض حضرات نے لکھا ہے کہ اگر سورج پر نظر کی جائے تو آنکھیں چکاچوند نہ ہوں یہ سورج میں تبدیلی ہے اس سے پہلے پڑھ لینی چاہئے اب اگر اسکے بعد پڑھے گا تو وقت مکروہ آجائے گا (بحر الرائق) اس میں تاخیر اس وجہ سے کی جاتی ہے کہ اسکے بعد نماز مکروہ ہے لہذا اس سے قبل نوافل پڑھ لی جائیں اور اس کا موقع دیا گیا۔ درمختار

وتاخیر العشاء الی ثلث اللیل :- یہاں پر مطلق لاکر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ گرمی اور سردی دونوں موسموں میں یہی حکم ہے نیز اس سے ایک بات اور ثابت ہو گئی کہ نصف رات تک مستحب نہیں ہے بلکہ مباح ہے، اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ نصف رات کے بعد عشاء کی نماز پڑھنی مکروہ ہے، بعض حضرات اس طرف گئے ہیں کہ ثلث رات کے بعد وقت مکروہ شروع ہو جاتا ہے (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادب) اس کے مؤخر کرنے میں ایک حکمت یہ ہے کہ انسان اسکے بعد گفتگو نہ کرے اس لئے کہ جب صبح کو بیدار ہوا تھا اس وقت فجر کی نماز ادا کی تھی اور اب عشاء کی نماز پڑھ کر پھر سو رہا ہے، مگر عشاء کے بعد دینی تذکرہ اور مطالعہ کرنا مکروہ نہیں ہے۔

لمن یثق :- یعنی جس کو امید ہو کہ میں بیدار ہو جاؤں گا ورنہ پڑھ کر سوتا چاہئے۔



فصل۔ ثَلَاثَةُ أَوْقَاتٍ لَا يَصِحُّ فِيهَا شَيْءٌ مِنَ الْفَرَائِضِ وَالْوَأَجِبَاتِ الَّتِي لَرِمَتْ فِي الذَّمِّ قَبْلَ دُخُولِهَا عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ إِلَى أَنْ تَرْتَفِعَ وَعِنْدَ اسْتِوَائِهَا إِلَى أَنْ تَزُولَ وَعِنْدَ اصْفِرَّارِهَا إِلَى أَنْ تَغْرُبَ وَيَصِحُّ آدَاءُ مَا وَجِبَ فِيهَا مَعَ الْكَرَاهَةِ كَجَنَازَةٍ حَضَرَتْ وَسَجْدَةِ آيَةِ ثَلَاثٍ فِيهَا كَمَا صَحَّ عَصْرُ الْيَوْمِ عِنْدَ الْغُرُوبِ مَعَ الْكَرَاهَةِ.

ترجمہ:- تین وقت ایسے ہیں کہ جس میں کوئی فرض اور واجب جو ان اوقات کے آنے سے پہلے ذمہ میں واجب ہو چکا تھا صحیح نہیں تھا، آفتاب کے طلوع ہونے کے وقت جب تک کہ بلند نہ ہو جائے، آفتاب کے ٹھہر جانے کے وقت یہاں تک کہ ڈھل جائے، اور اس کے زرد پڑ جانے کے وقت یہاں تک کہ غروب ہو جائے، اور صحیح ہے اس نماز کا ادا کرنا جو اس وقت واجب ہوتی ہو جیسے کہ جب جنازہ آئے اور سجدہ تلاوت جو اسی وقت کیا گیا ہے ایسے ہی جیسے اس دن کے عصر کی نماز کہ کراہت کے ساتھ صحیح ہے۔

تشریح و مطالب:- ابھی تک ان اوقات کو بیان کر رہے تھے کہ جن میں نماز کا ادا کرنا واجب تھا اس میں کسی قسم کی کوئی کراہت نہیں تھی، اب یہاں سے ان اوقات کو بیان کر رہے ہیں، کہ ان میں نماز ادا کرنی صحیح نہیں ہے، خواہ وہ نماز از قبیل فرض ہو یا واجب جو ان اوقات کے آنے سے قبل ذمہ میں واجب ہو گئے تھے اور اس کی وجہ اور ان تین ہی اوقات میں ان کا حصر اس حدیث کی بناء پر ہے جس کو عقبہ بن عامرؓ نے روایت کی ہے قال ثَلَاثُ أَوْقَاتٍ نَهَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَصَلِّيَ فِيهَا وَأَنْ نَقْبِرَ فِيهَا مَوْتَانَا عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ حَتَّى تَرْتَفِعَ، وَعِنْدَ زَوَالِهَا حَتَّى تَزُولَ، وَحِينَ تَضِيفُ لِلْغُرُوبِ حَتَّى تَغْرُبَ. رواه مسلم اگر کسی نے ان اوقات میں نماز پڑھ لی تو نماز صحیح نہیں ہوگی اس وجہ سے ان اوقات کو مکروہ کہنا درست نہیں۔ لیکن شراح نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ لغوی اعتبار سے اسے مکروہ کہہ دیا گیا ہے، اس کا ایک جواب یہ بھی دیا جاسکتا ہے کہ مکروہ جب فقہاء مطلقاً ذکر کرتے ہیں تو اس سے مراد مکروہ تحریمی ہوتی ہے، ان اوقات میں دفن کرنا مکروہ نہیں بلکہ نماز جنازہ مکروہ ہے۔ (عمدة القاریہ)

عند طلوع:- اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک سورج اونچائی پر نہ آجائے اس وقت تک صحیح نہیں، اب طلوع کب مانا جائے گا اس کے بارے میں بعض علماء نے کہا ہے کہ ایک نیزہ کی مقدار بعض حضرات نے کہا ہے کہ دو نیزہ کی مقدار، ایک قول یہ بھی ہے کہ جب تک انسان سورج پر نظر جما سکتا ہو۔ صاحب در مختار نے ایک مسئلہ بیان کیا ہے کہ اگر کوئی عام آدمی اس وقت نماز ادا کر رہا ہو تو اسے روکا نہ جائے اس لئے کہ ہو سکتا ہے بعد میں وہ سستی کی بناء پر جو اس وقت پڑھ رہا تھا وہ بھی نہ پڑھے، نیز اس لئے بھی نہ منع کیا جائے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے اس لئے کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت پڑھ سکتا ہے لہذا ان کے قول کے بموجب اس کی نماز ادا ہو جائے گی۔ واللہ اعلم بالصواب

وعند استوائها:- یہاں پر استوائہا لا کر اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ زوال کے وقت نماز درست ہے ہاں جس وقت سورج رکا ہوا ہو اس وقت نماز نہ پڑھی جائے (شامی) عوام میں مشہور ہے کہ زوال کے وقت نماز مکروہ ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ علماء کا اس بارے میں متفقہ فیصلہ ہے کہ ان تینوں وقتوں میں جہاں کہیں بھی نماز ادا کی جائے صحیح نہیں ہوگی، یہ مسئلہ کسی خاص جگہ کیلئے نہیں ہے خواہ مکہ ہو یا مدینہ۔ (شامی)

وَبَصَحِ اِذَا مَا وَجِبَ :۔ یعنی ان اوقات کے اندر جو فرض ہو جائے اسکا ادا کرنا درست ہے مگر ایسا کرنا مکروہ ہے جیسے جنازہ کی نماز کہ ان اوقات میں پڑھنی مکروہ ہے اسی طرح وہ سجدہ کی آیت جو ان ہی اوقات میں تلاوت کی گئی ہے اگر وہ آیت دوسرے وقت میں تلاوت کی گئی ہے تو صحیح نہیں اس لئے کہ اس پر سجدہ کا وجوب اس وقت نہیں ہوا ہے بلکہ یہ تو پہلے واجب ہو چکا ہے، اسی طرح سے اس دن کی نماز عصر کہ اگر اس کو غروب آفتاب کے وقت ادا کیا گیا تو صحیح ہو جائے گی اسکی تفصیل اصول فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔ وسیم غفرلہ

لیکن اگر آج کے عصر کی نماز نہیں مثلاً جمعہ کے دن اس کی عصر چھوٹ گئی تھی اور اب وہ سنپڑ کو اس کو ادا کرنا چاہ رہا ہے تو یہ صحیح نہیں اس لئے اس کا صحیح وقت میں ادا کرنا ضروری ہے۔

وَالْاَوْقَاتُ الثَّلَاثَةُ بِكُرْهٍ فِيهَا النَّافِلَةُ كَرَاهَةً تَحْرِيمٍ وَلَوْ كَانَ لَهَا سَبَبٌ كَالْمَنْدُورِ وَرَكَعَتَيِ الطَّوَافِ وَيَكْرَهُ التَّنْفُلُ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ بِاَكْثَرِ مِنْ سُنَّتِهِ وَبَعْدَ صَلَواتِهِ وَبَعْدَ صَلَوةِ الْعَصْرِ وَقَبْلَ صَلَوةِ الْمَغْرِبِ وَبَعْدَ خُرُوجِ الْخُطِيبِ حَتَّى يَفْرُغَ مِنَ الصَّلَوةِ وَعِنْدَ الْاِقَامَةِ اِلَّا سُنَّةَ الْفَجْرِ وَقَبْلَ الْعِيدِ وَلَوْ فِي الْمَنْزِلِ وَبَعْدَهُ فِي الْمَسْجِدِ وَبَيْنَ الْجُمُعَيْنِ فِي عَرَفَةَ وَمَزْدَلَفَةَ وَعِنْدَ ضَيْقِ وَقْتِ الْمَكْتُوبَةِ وَمُدَافَعَةِ الْاَخْبِثِينَ وَحُضُورِ طَعَامِ تَوَقُّفِهِ نَفْسُهُ وَمَا يَشْغُلُ الْبَالِ وَيَخْلُ بِالْخُشُوعِ.

ترجمہ :- اور تین اوقات ایسے ہیں کہ ان میں نفل نماز بھی مکروہ ہے اگرچہ اسکے لئے سبب ہو پیسے نذر، اور طواف کی دو رکعتیں، اور نفل نماز پڑھنی مکروہ ہے طلوع فجر کے بعد فجر کی سنتوں کے سوا، اور عصر کی نماز کے بعد مکروہ ہے مغرب کی نماز سے قبل مکروہ ہے، اور خطیب کے نکلنے کے وقت مکروہ ہے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جائے اور اقامت کہی جانے کے وقت مکروہ ہے مگر فجر کی سنت، اور نماز عید سے قبل مکروہ ہے اگرچہ گھر ہی میں ہوں اور اس کے بعد مسجد میں مکروہ ہے، اور مزدلفہ میں اور عرفات میں دونوں نمازوں کے جمع کرنے کے درمیان مکروہ ہے، اور فرض نماز کے وقت کے تنگ ہونے کے وقت اور بول و براز کے مدافعت کے وقت اور کھانا حاضر ہونے کے وقت جس کی طرف اسکی طبیعت مائل ہو، اور ہر وہ چیز جو دل کو مشغول کر دے اور اس کی وجہ سے خشوع میں حرج ہو۔

تشریح و مطالب :- اب یہاں سے ان اوقات کو بیان کر رہے ہیں کہ جن میں نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے۔ ولو كان لها :- چاہے سبب اس وقت پایا گیا ہو جیسے کسی نے نذر مانی کہ میں دو رکعت نماز

ادا کروں گا اب اگر اس نے نیت کی تھی کہ ان ہی اوقات ثلاثہ میں ادا کروں گا تو اس صورت میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اگر اس نے مطلق نیت کی تھی تو اس وقت وہ نماز ادا کرنی مکروہ ہوگی، اسی طرح طواف بیت اللہ کے بعد دو رکعت واجب ہے وہ بھی ان اوقات ثلاثہ میں نہیں ادا کی جاسکتی، اگرچہ طواف انہی اوقات میں کیا ہو، اسی طرح سے تحیۃ المسجد وغیرہ بھی کہ ان کا سبب مسجد میں داخل ہونا ہے اور سبب بھی اس وقت موجود ہے مگر وقت مکروہ کی بنا پر نہیں پڑھے گا۔

ویکروہ التنفل :- یعنی ان اوقات میں نفل نماز نہیں پڑھی جائے گی مگر فجر کی سنت اس کے علاوہ ہے اس لئے کہ وہ اس وقت پڑھی جائے گی اس میں علماء کے دو قول ہیں ایک یہ کہ اسے رکعت ثانیہ کے رکوع کے ملنے کی امید ہو۔

دوسرا قول یہ ہے کہ تشہد کے ملنے کی امید ہو، لیکن شامی نے قول اول کو ترجیح دتی ہے اور فرمایا ہے کہ اگر رکعت ثانیہ کے رکوع کے ملنے کی امید ہو تو سنت کی نیت باندھ لے ورنہ نہیں۔ (شامی)

اب اگر ایک شخص نے نفل کی نیت باندھی اور ابھی طلوع فجر نہیں ہوا تھا پھر نماز ہی کے درمیان طلوع فجر ہو گیا تو اب کیا ہوگا؟ کہیں بھی دو قول ہے ایک یہ کہ ختم کر دے دوسرا یہ ہے کہ پوری کر لے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ (ماخوذ از حاشیہ) و بعد صلوة العصر :- اس کو مطلق ذکر کر کے اس طرف اشارہ کیا کہ نماز کے بعد مطلقاً مکروہ ہے خواہ سورج میں کوئی تغیر آیا ہو یا نہ، اور اسی لئے عصر کی نماز دیر میں پڑھی جاتی ہے۔

و عند خروج الخطيب :- اس سے مراد ہے وہ جگہ کہ جہاں سے نکل کر امام خطبہ دینے کیلئے آتا ہے لیکن اگر وہ وہاں سے نہ آئے بلکہ مسجد ہی میں موجود ہو تو اس وقت نماز پڑھنی مکروہ ہوگی جب امام خطبہ کیلئے منبر پر چڑھ جائے۔ و عند الإقامة :- اور جس وقت اقامت کہی جائے اس وقت نفل اور سنت پڑھنی مکروہ مگر فجر کی سنت پڑھی جاسکتی ہے جب اس کو اس بات کی امید ہو کہ فجر کی جماعت مل جائے گی، اس کی تفصیلی بحث باب ادراك الفريضة میں آ رہی ہے وہاں پہنچ کر تفصیل معلوم ہو جائے گی۔

وقبل العيد :- یعنی عید کی نماز سے پہلے کوئی بھی نماز پڑھنی مکروہ ہے اگرچہ گھر ہی میں کیوں نہ ہو یا عید کے بعد عید گاہ میں تو نہیں گھر پر پڑھ سکتا ہے یہی علماء کا مختار مسلک ہے۔ المسجد سے مراد عید گاہ ہے۔ (مراتی) اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حدیث شریف میں آتا ہے کہ لانه صلى الله عليه وسلم لا يصلى قبل العيد شيئاً فاذا رجع الى منزله صلى ركعتين۔

وبين الجمعین :- یعنی عرفہ میں جو نماز تقدیم کیسا تھ پڑھی جاتی ہے اسکے درمیان کوئی نفل پڑھنی مکروہ ہے، اسی طریقہ سے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کے درمیان کوئی نفل نماز پڑھنی مکروہ ہے اگرچہ مغرب کی سنت ہی کیوں نہ ہو اسلئے کہ کسی نماز کے درمیان میں پڑھنے کی وجہ سے جمع بین الصلوٰتین باقی نہیں رہے گی اور مقصود یہاں پر جمع ہی ہے۔

وعند ضيق :- یعنی اگر کسی نماز کو اخیر وقت میں پڑھ رہا ہے مثلاً ظہر کی نماز دو مثل کے ختم ہونے کے بعد پڑھ رہا ہے تو اب اس وقت سنت کا پڑھنا مکروہ ہے اس لئے کہ سنت پڑھنے کی صورت میں فرض نماز قضا ہو جائے گی لیکن فجر میں یہ بات نہیں ہے فجر میں اقامت کے بعد بھی اسکی سنت پڑھ سکتا ہے۔

ومدافعة الاخشين :- یعنی جب پیشاب اور پاخانہ کی ضرورت ہو تو اس وقت نفل اور فرض دونوں کا پڑھنا مکروہ ہے۔ (در مختار)

وحضور طعام :- یعنی اگر کھانا حاضر ہو اور دل بھی چاہ رہا ہو مطلب یہ ہے کہ بھوک شدت سے لگی ہو کہ اگر کھانا نہیں کھاتا تو طبیعت اسی طرف مائل رہے گی تو اس وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے لیکن اگر کوئی خواہش و ضرورت نہ ہو تو اس صورت میں بلا کسی کراہت کے نماز پڑھنی درست ہے۔

وما يشغل البال :- یہاں سے ایک قاعدہ کلیہ بیان کر رہے ہیں کہ ہر وہ چیز جس کی طرف دل لگا ہوا ہو اس

سے خشوع و خضوع کے اندر خلل پڑتا ہو تو پہلے اس کا ختم کرنا ضروری ہے اس لئے کہ نماز سکون کی طالب ہے اور اس صورت میں اسے سکون حاصل نہیں ہوتا لہذا اس صورت میں نماز مکروہ ہوگی۔

بَابُ الْاَذَانِ

سَنَ الْاَذَانَ وَالْاِقَامَةَ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ لِلْفَرَائِضِ وَلَوْ مُتَّفَرِّدًا اَدَاءً اَوْ قَضَاءً سَفَرًا اَوْ حَضْرًا لِلرُّجَالِ وَكُرْهًا لِلنِّسَاءِ وَيُكَبِّرُ فِي اَوَّلِهِ اَرْبَعًا وَيُسَبِّحُ تَكْبِيرَ آخِرِهِ كَبَائِي الْفَاطِطِ وَلَا تَرْجِعُ فِي الشَّهَادَتَيْنِ وَالْاِقَامَةُ مِثْلُهُ وَيَزِيدُ بَعْدَ فَلَاحِ الْفَجْرِ الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ مَرَّتَيْنِ وَبَعْدَ فَلَاحِ الْاِقَامَةِ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ مَرَّتَيْنِ وَيَتَمَهَّلُ فِي الْاَذَانِ وَيُسْرِعُ فِي الْاِقَامَةِ وَلَا يَجْزِي بِالْفَارِسِيَّةِ وَاِنْ عَلِمَ اَنَّهُ اَذَانَ فِي الْاَظْهَرِ.

ترجمہ :- اذان اور اقامت فرض نماز کیلئے سنت مؤکدہ ہے اگرچہ تنہا ہی کیوں نہ ہو خواہ ادا ہو یا قضاء، سفر میں ہو یا حضر میں اور عورتوں کے لئے دونوں مکروہ ہے، اور اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کہے گا اور دوسرے مرتبہ اللہ اکبر کہے گا باقی الفاظ کی طرح، اور شہادتین میں ترجیع نہیں ہے اور اقامت مثل اذان کے ہے، اور فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم دو مرتبہ کہے اور اقامت میں حی علی الفلاح کے بعد قد قامت الصلوٰۃ دو مرتبہ کہے اور اذان میں ٹھہر ٹھہر کر کہے اور اقامت میں جلدی جلدی کہے، اور اذان فارسی میں جائز نہیں اگرچہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ یہ ظہر کی اذان ہے۔

تشریح و مطالب :- اذان کے معنی لغت میں اعلان کرنے کے آتے ہیں لیکن اصطلاح شریعت میں مخصوص اعلان کو کہا جاتا ہے جس سے مسلمانوں کو اس بات کی اطلاع دی جاتی ہے کہ اب نماز کا وقت آگیا اور اس اعلان سے اور کوئی بات نہیں سمجھی جاتی۔ (در مختار، شامی)

سن :- اذان اور اقامت پانچوں نمازوں اور جمعہ کے لئے سنت ہے لیکن یہ سنت قویہ ہے جو کہ واجب کے قریب ہے اسوجہ سے بعض علماء نے اسے واجب قرار دیا ہے۔

للفرائض :- یہ قید احترازی ہے اس سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ عید کی نماز اور کسوف و خسوف کیلئے اسی طریقہ سے استقواء کیلئے اور تراویح و وتر کیلئے اذان سنت نہیں ہے، نیز فرائض کو مطلق ذکر کر کے یہ بھی بتلادینا ہے کہ فرض پڑھنے والا اگر تنہا ہی کیوں نہ ہو اسی طریقہ سے مسافر یا مقیم، اسی طریقہ سے اولیا قضا ب کیلئے سنت ہے۔ للرجال :- یعنی یہ اذان صرف مردوں کے لئے سنت ہے اس سے عورتوں کو خارج کرنا مقصود ہے کیونکہ عورت کی آواز بھی عورت ہے نیز عورتوں کے لئے اقامت بھی مکروہ ہے جیسا کہ حضرت انسؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے نیز عورتوں کو آواز بلند کرنا حرام ہے اور اذان اور اقامت کی صورت میں آواز بلند ہوتی ہے (شامی) نیز جس طرح مرد بالغ کو اذان دینا سنت ہے اسی طرح بچوں کے لئے بھی مسنون ہے کہ وہ اذان اور اقامت کہیں اور نماز ادا کریں (شامی) لیکن یہ بات یاد رہے کہ بچوں سے اذان کہلوانی مکروہ ہے اس کی تفصیل آگے آرہی ہے اگر کہیں یہ صورت پیش

آجائے کہ عورتیں جماعت کر کے نماز پڑھنی چاہیں تو بغیر اذان اور بلا تکبیر کے پڑھیں گی۔ (عالمگیری)۔

فی اولہ :- یعنی شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کہے اور اخیر میں تمام کلمات کی طرح اللہ اکبر صرف دو ہی مرتبہ کہے گا اذان میں کلمات کو دو دو مرتبہ کہنے کی ایک حکمت یہ ہے کہ سامعین کے دل میں نماز کی شان بیٹھ جائے۔ (مراتی الفلاح) لیکن لا الہ الا اللہ کو ایک مرتبہ کہے گا اس لئے کہ ذات باری ایک ہے اور اس کا اثبات اس میں کیا گیا ہے اس لئے اسے ایک ہی مرتبہ کہا جائے گا۔

ولا توجیع :- توجیع کے معنی لغتوں کے ہیں لیکن اصطلاح شرع میں ترجیع اسے کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ شہادتین کو آہستہ سے کہے اور دوسری مرتبہ زور سے کہے اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ دو مرتبہ شہادتین کو آہستہ سے کہے اور دو مرتبہ بلند آواز سے گویا کہ شہادتین آٹھ مرتبہ ہو گئی۔

والاقامة :- اس لئے کہ اقامت اذان کے مثل ہے حاصی صفت لیکن آگے استثناء کر دیا کہ اس میں لحن نہیں ہو گا اسی طریقہ سے اس میں ایک زیادتی بھی ہو گی، فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم دو مرتبہ کہنا مسنون ہے اسلئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مؤذن حضرت بلالؓ کو اس کے کہنے کا حکم دیا تھا (مشکوٰۃ) کیونکہ یہ وقت غفلت اور نیند کا ہوتا ہے، اور اس کلمہ میں نماز کی طرف ترغیب ہوتی ہے اور نماز کے مقابل نیند کو حقیر بتلایا جاتا ہے اور دوسری نمازوں میں غفلت کا وقت نہیں ہوتا۔

یتمہل :- یعنی اذان میں آہستہ کہے اسی مقدار وقفہ کرے کہ سننے والے ان کلمات کا جواب دے سکیں، لیکن اگر ترتیل اذان میں ترک کر دی جائے تو مکروہ ہے اور اس صورت میں اذان کا اعادہ کر لینا مستحب ہے (در مختار) اور یہ اس وجہ سے ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اذانت لفرسل واذا اقامت فاحذر (ترمذی شریف)

ولا یجزئ :- یہاں صرف فارسی ہی زبان مراد نہیں بلکہ ہر وہ زبان جو عربی کے علاوہ ہو اس میں اذان دینا جائز نہیں اگرچہ سننے والے اس بات کو جان لیں کہ یہ اذان کی آواز ہے اس لئے کہ جس فرشتے نے اذان کی ترکیب بتلائی تھی وہ عربی الفاظ میں تھے۔

وَيَسْتَجِبُ أَنْ يَكُونَ الْمُؤَذِّنُ صَالِحًا عَالِمًا بِالْأَسْنَةِ وَأَوْقَاتِ الصَّلَاةِ وَعَلَىٰ وَضُوءٍ مُّسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَاكِبًا وَأَنْ يَجْعَلَ أَصْبَعَهُ فِي أُذُنَيْهِ وَأَنْ يُحَوِّلَ وَجْهَهُ يَمِينًا بِالصَّلَاةِ وَيَسَارًا بِالْفَلَاحِ وَيَسْتَلِيمُ فِي صَوْمِهِ وَيَقْصِلُ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ بِقَلْبِهِ مَا يَخْضُرُ الْمَلَأَمُونَ لِلصَّلَاةِ مَعَ مُرَاعَاتِ الْوَقْتِ الْمُسْتَحَبِّ وَفِي الْمَغْرَبِ بِسُكُونٍ قَلْبًا قِرَاءَةً ثَلَاثَ آيَاتٍ قِصَارًا أَوْ ثَلَاثَ خُطُوبَاتٍ وَيَقُوبُ كَقَوْلِهِ بَعْدَ الْأَذَانِ الصَّلَاةُ الصَّلَاةُ يَا مُصَلِّينَ

ترجمہ :- اور مستحب ہے کہ مؤذن صالح ہو، سنت اور نماز کے اوقات سے واقف ہو، نیز سنت ہے کہ وہ وضو سے ہو قبلہ کے رخ ہو مگر جب کہ وہ سوار ہو (اگر سوار ہوگا تو اس صورت میں قبلہ رخ مستحب نہیں) اور یہ کہ اپنی انگلیوں کو اپنے کان میں کئے ہوئے ہو اور یہ کہ اپنے چہرے کو دائیں جانب گھمائے حی علی الصلوٰۃ پڑھیں اور بائیں جانب حی علی الفلاح پڑھیں اور اپنی کوٹھری میں گھوم جائے اور اذان و اقامت کے درمیان اس مقدار فصل کر دے کہ نماز کی پابندی کرنے

والے لوگ حاضر ہو جائیں وقت مستحب کی رعایت کرتے ہوئے اور مغرب میں وقفہ کرے تین چھوٹی آیتوں کے تلاوت کے مقدار یا تین قدم چلنے کے مقدار، اور تنویب کرے جیسے اذان کے بعد الصلوٰۃ، الصلوٰۃ یا مصلین۔

تشریح و مطالب :- [یستحب :- یعنی مؤذن کا صالح و متقی ہونا بہتر ہے اس لئے کہ ایسے لوگ امین فی الدین ہو کر تے ہیں اسی طریقہ سے مؤذن ایسا ہو کہ وہ اذان اور نماز کا وقت بھی جانتا ہو تاکہ

عبادت صحیح طریقہ پر ہو اسی طریقہ سے وہ با وضو ہو اسی طریقہ سے قبلہ کی طرف رخ ہو، کیونکہ غیر قبلہ کی جانب رخ کر کے اذان دینا مکروہ ہے (در مختار) لیکن اگر غیر قبلہ کی طرف رخ کر کے اذان دیدی گئی تو اذان کا اعادہ ضروری نہیں۔

الان یکون :- یعنی اگر وہ سوار ہو تو جس طرف اس کو سہولت ہو رخ کر کے اذان دیدے۔

وان يجعل اصبعیه :- یعنی اذان دینے کے وقت مؤذن کو چاہئے کہ وہ اپنی انگلی کو کان میں داخل کر لے جیسا کہ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو حکم فرمایا اجعل اصبعک فی اذنیك فانہ ارفع لصوتک (ابن ماجہ) حی علی الصلوٰۃ کے وقت دائیں طرف چہرہ پھیر دے، اور حی علی الفلاح کے وقت بائیں طرف اس لئے کہ ان دونوں کلمات میں قوم کو خطاب کرنا ہوتا ہے ہاں چہرہ کے علاوہ سینے کو نہیں پھیرنا چاہئے۔

ویستدیر :- یعنی اپنی کوٹھری میں اگر گنجائش ہو تو گھوم جائے لیکن اس بات کا خیال رہے کہ اس کا پیر نہ اٹھے اور دائیں بائیں گھوم کر روشن دانوں کے ذریعہ حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کہے۔

ویفصل بین الاذان الخ :- اذان اور تکبیر کے درمیان اس قدر فصل ہونا چاہئے کہ جو لوگ برابر پابندی سے نماز پڑھنے آتے ہیں وہ اتنی دیر میں آجائیں لیکن اس قدر فصل نہیں کیا جائے گا کہ اوقات مستحب ختم ہو جائیں اگر کسی نے اذان کے بعد فوراً تکبیر کہہ دی تو ایسا کرنا صحیح تو ہو جائے گا لیکن ایسا کرنا مکروہ ہو گا اسلئے کہ اذان کا مقصد لوگوں کو اس بات کی اطلاع دینی ہے کہ نماز کا وقت آگیا ہے اب وہ لوگ با وضو ہو کر مسجد میں آجائیں اور فوراً اقامت کہہ دینے کی صورت میں یہ بات حاصل نہیں ہوگی اب اگر نماز ایسی ہے کہ اس سے قبل سنت یا نفل نماز پڑھی جاتی ہے تو اس صورت میں وہ نماز پڑھ لی جائے گی اسلئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ بین کل اذانین صلوٰۃ قالہ ثلاثا وقال فی الثالثة لمن شاء فان لم یصل یفصل بینہما بجلستہ خفیفة۔ بہر حال مغرب میں تو اس میں بھی دونوں کے درمیان وقفہ کیا جائے گا لیکن اس وقفہ کی مقدار میں ائمہ کا اختلاف ہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس مقدار ٹھہرا جائے کہ تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت اور ایک روایت ہے کہ تین قدم چلنے کی مقدار اذان اور اقامت کے درمیان فصل ہو اور صاحبینؒ کے نزدیک اس مقدار فصل کیا جائے گا کہ جتنی دیر امام دو خطبوں کے درمیان بیٹھتا ہے (ماخوذ من حاشیہ شیخ الادب)۔

ویثوب :- تنویب کے معنی ایک اطلاع کے بعد دوبارہ اطلاع دینا، مطلب یہ ہے کہ جب اذان بذات خود اعلان ہے تو اسکے بعد نمازیوں کو جماعت کی تیاری کی اطلاع دی جاسکتی ہے یہ صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے مقدس وقت میں نہ تھی مگر چونکہ عموماً لوگوں میں سستی پیدا ہو گئی اس لئے یہ صورت جائز قرار دی گئی اس کا حاصل یہی ہے کہ جماعت کے تیار ہونے کی اطلاع مناسب طریقہ پر دی جائے، اب اس بارے میں علماء کا

اختلاف ہے کہ کیا تمام نمازوں میں تہویب کی جائے یا صرف فجر میں نیز اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ کیا تمام لوگوں کے لئے تہویب کی جائے یا خواص کے لئے علامہ شامی، صاحب در مختار، اور صاحب نور الایضاح کے قول سے یہ بات صراحتاً معلوم ہوتی ہے کہ ہر نماز کیلئے تہویب کی جاسکتی ہے، اور امام ابو یوسفؒ کا بھی یہی مسلک ہے (یعنی) البتہ امام ابو یوسفؒ نے عوام الناس کے لئے تہویب کو صحیح نہیں قرار دیا بلکہ خواص کیلئے جیسے قاضی اور مدرس، امیر، مفتی (شامی) لیکن متقدمین کے نزدیک فجر کے علاوہ میں مکروہ ہے۔

وَيَكْرَهُ التَّلْحِينَ وَإِقَامَةَ الْمُحَدِّثِ وَأَذَانَ الْجُنُبِ وَصَبِي لَا يَغْفُلُ وَمَجْنُونٌ وَسُكْرَانٌ وَامْرَأَةٌ وَقَاسِقٌ وَقَاعِدٌ وَالْكَلَامُ فِي خِلَالِ الْأَذَانِ وَفِي الْإِقَامَةِ وَيَسْتَحِبُّ إِعَادَتُهُ دُونَ الْإِقَامَةِ وَيَكْرَهُ أَنْ لَظْهَرِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فِي الْمِصْرِ وَيُؤْذَنُ لِلْفَائِتَةِ وَيُقِيمُ وَكَذَا لِأَوَّلَى الْفَوَائِتِ وَكَرِهَ تَرْكُ الْإِقَامَةِ دُونَ الْأَذَانِ فِي الْبُؤَاقِ إِنْ اتَّحَدَ مَجْلِسُ الْقَضَاءِ وَإِذَا سَمِعَ الْمَسْنُونُ مِنْهُ أَمْسَكَ وَقَالَ مِثْلَهُ وَحَوَّلَ فِي الْحِجْلَتَيْنِ وَقَالَ صَدَقْتَ وَتَرَرْتَ أَوْ مَا شَاءَ اللَّهُ عِنْدَ قَوْلِ الْمُؤْذِنِ الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ ثُمَّ دَعَا بِالْوَسِيلَةِ فَيَقُولُ اللَّهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ الثَّامَّةُ وَالصَّلَاةُ الْقَائِمَةُ أَيْ مُحَمَّدٌ الْوَسِيلَةُ وَالْفَضِيلَةُ وَأَبْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ.

ترجمہ :- اور مکروہ ہے تلحین اور محدث کی اذان و اقامت اور ایسے بچے کی جو عقل والا نہ ہو اور مجنون کی اور نشہ آور کی اور عورت کی اور قاسق کی اور بیٹھے ہوئے کی اور اذان اور اقامت کے درمیان بات کرنا، اور مستحب ہے اذان کا لوٹانا نہ کہ اقامت کا اور مکروہ ہے ظہر کی اذان جمعہ کے دن شہر میں اور اذان دی جائے فوت شدہ نماز کیلئے اور اقامت کہی جائے اسی طریقہ سے وہ نمازیں جو پہلے فوت ہو چکی تھیں اور مکروہ ہے باقی میں اقامت کا چھوڑ دینا نہ کہ اذان کا اگر قضا کرنے کی مجلس ایک ہو اور جب مسنون اذان سے تو رک جائے اور اسی کے مثل دہرائی جائے اور لا حول پڑھے حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح میں اور جس وقت مؤذن الصلوٰۃ خیر من النوم کہے اس وقت صدقت وبردت یا ماشاء اللہ کہے، پھر وسیلہ کی دعا مانگے پس کہے اے اللہ اس کا مل پکارنے کے مالک اور اس ابدی اور دائمی نماز کے رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور آپ کو اس مقام محمود پر پہنچا جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔

تشریح و مطالب :- تلحین :- ابن مبارک نے اس کی تشریح گانے کے ساتھ کی ہے یعنی اذان میں اسکے الفاظ کو بتانے کیلئے اصل سے بگاڑ دے لیکن اگر بلا کسی تکلف کے آواز ٹھیک ہو تو اس میں

کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ماخوذ از حاشیہ۔

تلحین یا لحن کے دو معنی آتے ہیں ایک تو یہ کہ آواز اچھی بنائی جائے حروف کو صحیح ادا کیا جائے جیسا کہ قاری صاحبان کرتے ہیں یہ شکل اذان و قراءت وغیرہ میں بہتر ہے دوسرے معنی وہ ہیں جو یہاں مراد ہیں یعنی گانے کا انداز اختیار کر لینا یعنی جس طرح گوئے کچھ لفظوں کو بہت زیادہ کھینچتے ہیں کسی کو گھٹا دیتے ہیں یہ تلخیص مکروہ اور ناجائز ہے مثلاً اللہ اکبر میں الف بیاباء کو کھینچ دیا جائے یا زیر، زبر، پیش کھینچ کر پڑھا جائے (ماخوذ نور الاصابح) علامہ عینی شارح کنز فرماتے ہیں کہ اس سے مراد گانا ہے اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ اعراب میں غلطی کرتا ہے۔ صاحب در مختار فرماتے

ہیں کہ اذان کا اسی طور سے دینا کہ کلمات بدل جائیں اس صورت میں مکروہ ہے اور اس کا سننا درست نہیں جیسا کہ قرآن پاک کو اگر گا کر پڑھا جائے تو اس کا یہ فعل اور اس کا یہ سننا دونوں مکروہ ہیں علامہ حلوانیؒ کے نزدیک حیعلتین میں مد کے ساتھ پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہ ہو گا لیکن اولاً ترک کر دینا ہے اگر اذان اس طور سے دی جائے کہ اس میں تغیر کلمات نہ ہو بلکہ عمدہ آواز سے پڑھی جائے تو افضل ہے۔

واذان الجنب :- جنابت کی حالت میں اذان دینا مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ جس طرف وہ لوگوں کو خود بلا رہا ہے اس کو وہ خود قبول نہیں کرتا لہذا جب اذان مکروہ ہے تو تکبیر بدرجہ اولیٰ مکروہ ہوگی۔ ھكذا فی الوقایۃ (الشاطی) صبی :- لڑکے کی اذان مکروہ ہے لیکن اس کے ساتھ ایک قید ہے کہ اگر وہ عاقل نہ ہو یعنی غیر عاقل بچے کی اذان مکروہ ہے اور عاقل بچے کی اذان درست ہے، لیکن بعض علماء نابالغ بچے کی اذان کو مکروہ بتلاتے ہیں۔ (مراقی الفلاح) معجون :- یعنی مجنون کی اذان مکروہ ہے اور اسی طرح نشہ والے کی بھی اذان مکروہ ہے اس لئے کہ یہ دونوں بلا فہم کے اذان دیتے ہیں تو گویا یہ ایسے ہی ہوا کہ جیسے پرندوں کی اذان اور پرندوں کے اذان کا اعتبار نہیں ہوتا اور ان تمام کی اذان دی ہوئی کالوٹا مستحب ہے، اور بعض علماء کا قول ہے کہ اعادہ کرنا واجب ہے۔ (شرح وقایہ، عمدۃ الرعایہ، فتاویٰ عالمگیری) وامرأۃ :- عورت کا اذان دینا مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ اس کی اذان دینے کی صورت میں فتنہ کا اندیشہ ہے (عمدۃ الرعایہ وغیرہ)

فاسق :- اس لئے کہ فاسق کا قول امور دینیہ میں معتبر نہیں اور اذان بھی امور دینیہ میں سے ہے اس لئے اس میں بھی اس کی اذان معتبر نہیں ہوگی۔ (مراقی الفلاح) وقاعد :- بیٹھ کر اذان دینا اس وجہ سے مکروہ ہے کہ جس فرشتہ نے اذان کا طریقہ بتلایا تھا وہ بیٹھ کر نہیں تھا بلکہ کھڑے ہو کر تھا اس لئے یہ مکروہ ہے لیکن اگر صرف اپنے لئے اذان دے رہا ہے تو اب مکروہ نہیں ہوگی۔ (عالمگیری) والکلام :- اذان اور اقامت کے درمیان بات چیت کرنا مکروہ ہے اسی طرح اگر اذان اور اقامت کے درمیان سلام کا جواب دیا جائے تو یہ بھی مکروہ ہے۔

ویکروہان :- اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کو جمعہ کی نماز نہیں ملے وہ ظہر کی نماز ادا کرنا چاہ رہا ہے اور شہر میں ہے کہ جہاں جمعہ کی نماز صحیح ہے تو اب اذان اور اقامت کہہ کر ظہر کی نماز نہیں ادا کرے گا اس لئے کہ جب جمعہ کی نماز ہوگی تو اب ظہر کیلئے اذان کہنا بے فائدہ ہے اور اگر تنہا نماز پڑھنی ہے تو اس صورت میں بھی اذان و تکبیر کہنا مکروہ ہے۔ (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادب) لیکن اگر ایسی جگہ ہے جہاں نماز صحیح نہیں تو اس جگہ اذان و تکبیر میں کوئی کراہت نہیں اسی طرح اگر جمعہ کے دن کوئی قضا نماز ادا کر رہا ہے تو اس قضاء کے لئے بھی اذان مکروہ ہے۔ (ماخوذ از حاشیہ ہدایہ) ویؤذن :- اسے مطلق لائے تاکہ یہ اس قضا کو بھی شامل ہو جائے جو گھر میں ادا کی جا رہی ہے اور اسکو بھی شامل ہو جائے جو مسجد میں ادا کی جا رہی ہے، اسکی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کی کئی نمازیں فوت ہو گئیں اب وہ اسے قضا کرنا چاہ رہا ہے تو اب پہلی نماز کیلئے اذان اور تکبیر دونوں کہے گا لیکن یقیناً میں تکبیر کافی ہوگی اذان کا کہنا ضروری نہیں لیکن اگر تکبیر

کو ترک کر دیا تو مکروہ ہے جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خندق کی کھدائی میں چند نمازیں قضا ہو گئی تھیں تو آپ نے جب ان نمازوں کو قضا کیا (کذا فی فتح القدیر) اذان اور اقامت قضا نماز میں ہوگی خواہ تنہا پڑھے یا جماعت سے۔ (ہدایہ)
ان التحد:- یعنی اگر مجلس متحد نہ ہو تو اس صورت میں اذان اور اقامت دونوں کہی جائیگی اور انکا ترک کرنا مکروہ ہوگا
 واذ اسمع:- یعنی جب مسنون طریقہ پر اذان دی جائے تو اس وقت تمام کاموں سے رک جانا چاہئے خواہ وہ تلاوت کر رہا ہو یا تسبیحات پڑھ رہا ہو اس کا ترک کر دینا ضروری ہے نیز ہر وہ چیز جس سے جواب کے دینے میں حرج واقع ہو ترک کر دینا چاہئے لیکن اگر دور ہو یا اسی طریقہ سے بہرہ ہو تو اسکا رکنا ضروری نہیں اب اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ اذان کا جواب دینا کیسا ہے بعض حضرات نے کہا کہ واجب ہے اور بعض نے کہا کہ مستحب ہے، چنانچہ صاحب در مختار سے دونوں قول منقول ہیں۔

وقال مثله:- یعنی جس طریقے سے مؤذن اذان دے رہا ہے وہی الفاظ سننے والا لوٹائے لیکن حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح پر لا حول پڑھے صاحب عمدۃ المفقی نے اپنی کتاب (ما شاء اللہ کان) میں دو طرح کی روایتیں ذکر کی ہیں ایک روایت میں آپ نے فرمایا فقولوا مثل ما یقول اور دوسری روایت میں وارد ہے قال علیہ الصلوٰۃ والسلام اذا قال حی علی الصلوٰۃ الخ تو ان دونوں روایات کے پیش نظر بعض فقہاء نے کہا کہ حدیث ثانی حدیث اول سے واضح اور صریح ہے نیز ان حضرات کی رائے یہ بھی ہے کہ ان کلمات کی ادائیگی میں ایک قسم کی استحصال ہوگی۔ اس کے برخلاف بعض علمائے احناف کی رائے یہ ہے کہ دونوں حدیثوں کو جمع کیا جائے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اذان کے کلمات کو کہے اور اسکے بعد لا حول پڑھے تاکہ دونوں روایات پر عمل ہو جائے۔ (شامی)

وقال صدقت:- یعنی جب فجر کی اذان میں مؤذن الصلوٰۃ خیر من النوم کو کہے تو اس وقت صدقت یا ہررت کہے یا ما شاء اللہ کہے۔

ثم الخ:- یعنی ان کلمات کے کہنے کے بعد مؤذن اور سامع دونوں دعا پڑھیں اس لئے کہ حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام من قال حین یسمع النداء اللهم الخ حلت له شفاعتی اسی طرح حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم اذان کو سنو تو اسکے مثل تم بھی جواب دو پھر اسکے بعد جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمتیں نازل فرماتا ہے اور پھر اسکے بعد دعا بالوسیلہ مانگو پس جو شخص میرے دعا بالوسیلہ مانگے گا بروز قیامت اسکے لئے میری شفاعت واجب ہوگی۔

بَابُ شُرُوطِ الصَّلَاةِ وَأَرْكَانِهَا

لَا بُدَّ لِصِحَّةِ الصَّلَاةِ مِنْ سَبْعَةٍ وَعِشْرَيْنَ شَيْئًا الطَّهَارَةُ مِنَ الْحَدَثِ وَطَهَارَةُ الْجَسَدِ وَالثَّوْبِ وَالْمَكَانِ مِنْ نَجَسٍ غَيْرِ مَعْفُورٍ عَنْهُ حَتَّى مَوْضِعَ الْقَدَمَيْنِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَالْجَبْهَةِ عَلَى الْأَصَحِّ وَاسْتِرَاءُ الْعَوْرَةِ وَلَا يَصْرُ نُظْرُهَا مِنْ جَنْبِهِ وَأَسْفَلُ ذَيْلِهِ.

ترجمہ:- نماز کی شرطیں اور اسکے ارکان۔ نماز کے صحیح ہونے کیلئے ستائیس چیزیں ضروری ہیں حدیث سے پاک ہونا، اور بدن اور کپڑے کا پاک ہونا، اور مکان کا ایسی نجاست سے پاک ہونا جو معاف نہیں ہے، یہاں تک کہ دونوں قدم اور دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنوں کی جگہ کا پاک ہونا صحیح مذہب کے مطابق، اور ستر کا ڈھکنا، اور مصلیٰ کا اپنے گریبان اور دامن کے نیچے سے دیکھنا کوئی نقصان دہ چیز نہیں ہے۔

تشریح و مطالب:- ابھی تک نماز کے اسباب کو بیان کر رہے تھے اب یہاں سے نماز کے شرائط کو بیان کر رہے ہیں۔ وسم

شروط:- شرط کی جمع ہے اسکے لغوی معنی علامت ہیں اور اصطلاحاً شرط اس کو کہتے ہیں جس کے پائے جانے پر دوسری چیز کا پایا جانا موقوف ہو نیز وہ اس چیز کی جزء نہ بن رہی ہو جیسے نماز کیلئے طہارت کہ نماز طہارت پر موقوف ہے لیکن طہارت نماز کی جزء نہیں۔ شرط کی کل تین قسمیں ہیں (۱) شرط عقلی (۲) شرط شرعی جیسے نماز کیلئے طہارت (۳) شرط جعلی جیسے طلاق کو عورت کے مکان میں داخل ہونے پر موقوف کرنا کہ اگر تو اس مکان میں چلی گئی تو تجھ کو طلاق۔ شرط کی باعتبار شریعت کے چار قسمیں ہیں (۱) شرط انعقاد، جیسے نیت، تحریمہ، وقت، جمعہ کیلئے خطبہ (۲) شرط انعقاد مع الدوام جیسے طہارت، ستر عورت، استقبال قبلہ، یعنی شروع میں بھی طہارت ہو اور اخیر نماز تک طاہر رہے اسی طرح ستر عورت اور استقبال بھی ہے کہ ان دونوں کا بھی اول نماز سے لیکر اختتام نماز تک ہونا ضروری ہے (۳) شرط بقاء یعنی اس کا پایا جانا نماز کے اندر ضروری ہو اب اس کی دو قسمیں ہیں ایک عادی اور وجودی، وجودی کی مثال جیسے نماز کے اندر قرأت کلام پاک اگرچہ قرأت رکن بھی ہے لیکن وہ فی نفسہا تورکن ہے لیکن غیر کے لئے شرط بھی ہے، (۴) شرط خروج، جیسے قعدہ اخیرہ کہ نماز سے نکلنے کیلئے قعدہ اخیرہ کی مقدار بیٹھنا ضروری ہے، اسکا اختلاف آگے آ رہا ہے۔ (از حاشیہ شیخ الادب مع اضافہ، وسم غفرلہ)

ارکانہا:- رکن وہ چیز ہے جو دوسری چیز کی حقیقت کا جزء بنے یعنی اس سے اور اس جیسی چیز سے ملکر اسکی حقیقت بنتی ہو مثلاً رکوع کہ نماز کا رکن ہے اور نماز کے اندر داخل ہے اور رکن اور شرط میں یہی فرق بھی ہے۔
لاہذا:- یعنی نماز کی صحت کے لئے آگے جو چیزیں بیان کی جا رہی ہیں ان کا پایا جانا ضروری ہے اگر یہ چیزیں نہیں پائی جائیں گی تو نماز صحیح نہیں ہوگی لہذا ان چیزوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

سبعة وعشرین:- مصنفؒ نے یہاں پر ستائیس چیزوں کو بیان کیا حالانکہ دوسرے فقہاء نے اس سے کم کی قعدہ شمار کرائی ہے اسکا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں نے خاص خاص چیزوں کو شمار کر دیا ہے اور مصنفؒ نے ابتداء سے لیکر انتہا تک شمار کر لیا ہے لیکن انہی ستائیس چیزوں میں انحصار نہیں بلکہ اس سے زیادہ بھی ہو سکتا ہے۔

مشینا:- اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ رکن اور شرط دونوں کو شامل ہیں یعنی یہ جو ستائیس چیزیں بیان کی جا رہی ہیں ان کا رکن اور شرط دونوں میں پایا جانا ضروری ہے۔

الطہارة:- یعنی اس مقدار نجاست کا نہ ہونا جس کی موجودگی میں نماز صحیح نہیں ہوتی نیز حدیث اصغر اور اکبر

دونوں سے پاک ہونا ضروری ہے نیز اس میں حیض و نفاس بھی شامل ہے۔

الجسد :- یہاں پر بدن نہیں فرمایا بلکہ جسد کا لفظ استعمال کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ تمام جسم شامل ہے اس لئے کہ بدن سے ہاتھ اور پیر خارج ہے۔

والمكان :- یعنی جس جگہ نماز پڑھ رہا ہے جیسے پیروں کی جگہ ہاتھوں کی جگہ اور سجدہ کرنے کی جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے۔

علی الاصح :- اسلئے کہ انہیں اختلاف ہے کہ کیا پیشانی کی جگہ بھی پاک ہو یا اس جگہ نجاست ہو تو نماز صحیح ہوگی ستر العورة :- ستر کا چھپانا بہر حال ضروری ہے خواہ وہ تنہائی کی جگہ میں ہو یا لوگوں کے درمیان اسی طریقہ سے وہ اندھیرے کمرے میں ہو اور اسکے پاس پاک کپڑہ موجود ہو بالاتفاق نماز صحیح نہ ہوگی اس لئے کہ ستر جس طرح سے حق العباد ہے اسی طریقہ سے حق اللہ بھی ہے۔ ایک اشکال :- لیکن باری تعالیٰ جس طریقہ سے ننگے کودیکھتا ہے اسی طریقہ سے چھپے ہوئے کو بھی دیکھتا ہے تو پھر اس ستر سے فائدہ کیا ہوا؟ جواب :- بقاضہ ادب عقل اس بات کو چاہتی ہے کہ ادب کے ساتھ اسکے پاس جایا جائے اس لئے کہ یہ مقام ادب ہوتا ہے۔

ولا یضرة :- مثلاً ایک شخص کا کرتہ گھٹنوں کے نیچے تک ہے اور وہ صرف کرتہ ہی پہنے ہوئے ہو اور کوئی دوسرا کپڑا نہیں ہے اب اگر اس صورت میں وہ گریبان سے اندر کودیکھتا ہے اور اس سے ستر نظر آتی ہے یا اسی طریقہ سے نیچے سے جھانک لیا اور اسے شرمگاہ نظر آگئی تو اس سے نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔

واستقبال القبلة :- قبلہ کے لغوی معنی جہت، سمت، رخ کے ہیں اور استقبال کے معنی رخ کرنا، اور اصطلاح شرع میں قبلہ وہ خاص جہت اور سمت ہے جس کی طرف نماز پڑھی جاتی ہے جو زمین سے لیکر ساتویں آسمان تک مانی گئی ہے، اس کو محراب بھی کہتے ہیں اور خاص وہ تعمیر جس کی طرف رخ کیا جاتا ہے کعبہ کہلاتی ہے اور اسکے ارد گرد احاطہ کا نام مسجد حرام ہے اور اس شہر کا نام جس میں کعبہ ہے مکہ ہے (ماخوذ از ایضاح الاصابح) لہذا انکی کے لئے فرض ہے کہ عین کعبہ کا رخ کرے یعنی اس کی صورت یہ ہوگی کہ وہ نماز کی حالت میں خانہ کعبہ کا مشاہدہ کرنے والا ہے تو عین کعبہ کی طرف رخ کرے گا اور جسے مشاہدہ نہیں تو اس کی جانب جہت کرنا فرض ہے خواہ مکہ کا رہنے والا ہو یا مکہ کے باہر کا کسی بھی ملک اور دیش کا۔ خانہ کعبہ کی تعمیر یا محراب قبلہ نہیں نہ وہ مسجود ہے اگر اس کی طرف رخ کی نیت کر لے گا تو نماز نہ ہوگی اور اگر اس کو سجدہ کی نیت کر لے گا تو شرک ہوگا، قبلہ وہ جگہ یا وہ فضا ہے جو اس تعمیر سے محدود ہے لہذا اگر تعمیر خدا نخواستہ منہدم بھی ہو جائے تب بھی قبلہ بدستور باقی رہے گا مگر سجدہ صرف اللہ ہی کا ہے اس جگہ یا فضا کا بھی نہیں لیکن وہ جگہ یا فضا صرف اس لئے معین کی گئی کہ مسلمانوں میں اختلافی شان نہ پیدا ہو اور نظم و ترتیب باقی رہے، مسلمان اخوت کا حامل ہے مساوات اتحاد کا پیکر، اگر اس کی عبادات کیلئے ایک رخ نہ معین کر دیا جاتا تو اختلاف اور شقاق کی اس قدر بھینک شکل پیدا ہوتی ایک ہی مسجد میں کسی کا رخ کسی طرف ہوتا اور کسی کا کسی طرف اور پھر وہ امام کو اپنی طرف کھینچتا اور یہ اپنی طرف، گزشتہ زمانے میں ہر قبیلہ کا بت جدا تھا تو اسلام میں ہر قبیلہ کا قبلہ جدا ہوتا، لیکن معاذ اللہ ایسا

نہیں ہو بلکہ اسلام نے ایک امتیازی شان پیدا کر دی۔ (ماخوذ از ایضاح الاصباح بحوالہ مراقی الفلاح)

وَأَسْتَقْبَالَ الْقِبْلَةَ فَلِلْمَكِيِّ الْمَشَاهِدِ قَرُوضُهُ إِصَابَةُ عَيْنِهَا وَلِغَيْرِ الْمَشَاهِدِ جَهْتُهَا وَلَوْ بِمَكَّةَ عَلَى الصَّحِيحِ وَالْوَقْتُ وَاعْتِقَادُ دُخُولِهِ وَالنِّيَّةُ وَالتَّحْرِيمَةُ بِلَا فَاصِلٍ وَالْإِتْيَانُ بِالتَّحْرِيمَةِ قَائِمًا قَبْلَ انْجِنَابِهِ لِلْمَكُوعِ وَعَدَمُ تَأْخِيرِ النِّيَّةِ عَنِ التَّحْرِيمَةِ وَالنُّطْقُ بِالتَّحْرِيمَةِ بَحَيْثُ يُسْمِعُ نَفْسَهُ عَلَى الْأَصَحِّ.

ترجمہ:- قبلہ کی طرف رخ کرنا پس کی کیلئے خانہ کعبہ کا دیکھنا ضروری ہے اور غیر کی کیلئے اس کی طرف رخ کرنا اگرچہ مکہ ہی میں ہو صحیح قول کے مطابق اور وقت کا ہونا اور وقت کے داخل ہونے کا اعتقاد ہونا اور نیت کا کرنا اور تحریمہ کا بلا کسی فصل کے کہنا اور تحریمہ کا رکوع میں جانے سے پہلے اور نیت کا تحریمہ سے مؤخر نہ کرنا اور تحریمہ کا کہنا بایں طور کہ خود بھی سن لے صحیح قول کے بموجب۔

تشریح و مطالب:- | علی الصحیح:- اس کے کہنے کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے لیکن صحیح قول یہی ہے کہ جو شخص مکہ کا رہنے والا ہے اور وہ ایسی جگہ

نماز پڑھ رہا ہے کہ جہاں قبلہ کا رخ کرنا اور خانہ کعبہ کو دیکھنا ممکن ہو وہاں پر خانہ کعبہ کا دیکھنا تو ضروری ہے لیکن اگر گھر میں نماز پڑھ رہا ہے اور وہ مکہ کی ہے تو اس صورت میں جہت قبلہ کافی ہے۔

والوقت:- یعنی نماز اس وقت صحیح ہوگی جب کہ نماز پڑھنے والا نماز کے اندر نماز پڑھ رہا ہو اور اگر وہ وقت کے دخول سے پہلے نماز پڑھ رہا ہے تو اس صورت میں اس کی نماز صحیح نہ ہوگی۔

اعتقاد:- یعنی اگر نماز پڑھنے والا اس بات کا اعتقاد کر لے کہ میں وقت کے داخل ہونے سے پہلے نماز پڑھ رہا ہوں تو اس صورت میں نماز صحیح نہ ہوگی اسلئے کہ حدیث میں آتا ہے کہ انما الاعمال بالنیات (بخاری شریف) اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھنے والے کو اس بات کا یقین ہو کہ وقت داخل ہو گیا ہے اب اگر اس نے یقین کے بدون شک اور تردد کی حالت میں نماز پڑھ لی اور فی الواقع وقت ہو گیا تھا مگر چونکہ اسکو یقین نہ تھا اس وجہ سے اسکی نماز نہ ہوگی۔

والنیة:- نیت کے معنی شریعت میں ارادے کے ہیں یعنی نماز پڑھنے والا اس نماز کا ارادہ کرے جسکو وہ پڑھنا چاہ رہا ہے یہ بات یاد رہے کہ نیت کے سلسلہ میں صرف اسقدر کافی ہے کہ وہ اپنے خیال اور دھیان کو جما کر ارادہ کر لے کسی خاص الفاظ کو زبان سے ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ بعض علماء نے اس کو بدعت لکھا ہے، البتہ متاخرین نے اسکو جائز اور بعض نے اس کو مستحسن کہا ہے تاکہ دل اور زبان دونوں میں موافقت ہو جائے۔ تفصیل کیلئے مراقی الفلاح، طحاوی ملاحظہ کریں۔

التحریمہ:- علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ تحریمہ شرط ہے یا رکن؟ بعض کتب احناف میں اس کو شرط فرمایا گیا ہے اور صاحب مراقی الفلاح نے بھی اسی کو ذکر کیا ہے، لیکن امام محمدؒ کے نزدیک یہ رکن ہے کیونکہ اس کو ان فرائض میں شمار کیا جاتا ہے جو قیام کی حالت میں ہوتا ہے جیسے قرأت۔ تحریمہ کی صحت کے لئے پندرہ چیزیں شرط ہیں لیکن صاحب نور الایضاح نے صرف سات کا ذکر کیا ہے پندرہ یہ ہیں تحریمہ کا بلا فصل کے کہنا، تحریمہ کا قیام کی حالت میں کہنا، تحریمہ سے نیت کو مؤخر کرنا، تحریمہ کو اسی طور سے ادا کیا جائے کہ وہ خود سنے، اتباع کی نیت کرنا، فرض

کی تعیین کرنا، اگر قادر ہو تو تحریمہ کا عربی زبان میں ادا کرنا، اور اللہ اکبر کے الف اور باء کو بلا مد کے کہنا، واجب کا متعین کرنا، تکبیر تحریمہ کا پورے جملہ کے ساتھ کہنا، تکبیر تحریمہ کو خالص ذکر اللہ سے کرنا، تکبیر تحریمہ کا بسم اللہ سے نہ شروع کرنا، ذات باری کی بزرگی کی وجہ سے ہاء کو حذف نہ کرنا۔

(ف) اسے تکبیر تحریمہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس کے کہہ لینے کے بعد جو چیزیں حلال تھیں وہ اب اس کے اوپر حرام ہو گئیں، اس کیلئے اس سے قبل بات کرنی جائز تھی کھانا کھانا جائز تھا مگر اس تکبیر کی وجہ سے سب کی سب حرام ہو گئیں۔ واللہ اعلم بالصواب (وسیم غفرلہ)

بلا فاصل :- یعنی نیت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان فصل نہ ہونا چاہئے، اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ نماز سے قبل نیت کرے اور اسکے بعد وضوء کرے تو اس وضوء کو فصل نہیں کہا جائے گا، اور ایک صورت یہ ہے کہ تکبیر اور نیت کے درمیان کوئی ایسا کام نہ کرے کہ جسے فصل کہا جائے جیسے کھانا وغیرہ کھانا، واللہ اعلم بالصواب (وسیم غفرلہ) قائم :- یعنی تکبیر تحریمہ کا حالت قیام میں پایا جانا چاہئے اب اگر کسی نے امام کو رکوع کی حالت میں پایا اور تکبیر تحریمہ کو بلا قیام کے کہہ کر چلا گیا تو یہ درست نہ ہوگا، مطلب یہ ہے کہ رکوع میں جھکنے سے پہلے سیدھے کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کا ادا کرنا شرط ہے اگر رکوع میں جانے کے بعد تکبیر کہی تو اس صورت میں نماز نہ ہوگی۔

قبل انحنائه :- صاحب برہان نے فرمایا کہ اگر امام کو حالت رکوع میں پایا اور اس نے اپنی گردن اور کمر کو جھکا کر اللہ اکبر کہا تو اب اگر وہ حالت قیام کے زیادہ قریب ہے اور اس صورت کا پتہ اس طرح لگے گا کہ اس کا ہاتھ گھٹنوں تک نہ پہنچا ہو تو اس صورت میں اس کی نماز صحیح ہو جائے گی، لیکن اگر قیام کے قریب نہیں ہے بلکہ رکوع کے قریب ہے تو اس کی نماز نہ ہوگی، اب اگر اس نے امام کو رکوع کی حالت میں پایا اور رکوع میں چلا گیا لیکن صرف تکبیر تحریمہ کو کہا تکبیر رکوع چھوڑ دیا تو اس صورت میں اس کی نماز ہو جائے گی اس لئے کہ رکوع کی تکبیر سنت ہے اور سنت کے چھوڑنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

یہاں پر بظاہر ایک اعتراض ہوتا ہے لیکن تکبیر تحریمہ کیلئے قیام کو شرط قرار دیا ہے حالانکہ نفل میں قعود کی حالت میں تکبیر تحریمہ کہی جاتی ہے اور نماز صحیح ہو جاتی ہے اسی طرح معذور کی بھی نماز جب کہ وہ تکبیر تحریمہ کو حالت قعود میں کہے تو صحیح ہو جاتی ہے پھر یہاں قیام کی شرط کیوں بڑھائی؟ جواب قیام کی دو قسمیں ہیں ایک قیام حقیقی، دوسری قیام حکمی۔ اب جو قیام فرائض اور واجبات میں ہے اس سے مراد قیام حقیقی ہے اور جو قیام معذور پر اور نوافل میں ہے اس میں ان کیلئے ایک طرح سے رخصت ہے لہذا وہ قیام حکمی ہے وہاں قیام حقیقی مراد نہیں۔

ماخوذ از حاشیہ شیخ الادب

النطق بالتحريم :- یعنی تکبیر تحریمہ کے الفاظ کو اس طرح ادا کرے کہ خود تکبیر تحریمہ کہنے والا ان الفاظ کو سن لے، لیکن گوئی پر حرکت دینا ضروری نہیں ہے اسی طرح جو بہرہ ہے وہ اس زور سے کہے کہ اگر وہ بہرہ نہ ہوتا تو اس کو سن لیتا۔ مراقی الفلاح

علی الاصح :- اکثر مشائخ کا قول یہ ہے کہ جہر کرے بایں طور کہ خود وہ سن لے، اور جہر کی تعریف یہ کرتے

ہیں کہ وہ یہ ہے کہ دوسرے اس آواز کو سن لیں اور مخافہ یہ ہے کہ صرف وہ خود سن لے۔ (ماخوذ حاشیہ اعزاز علیٰ)

وَنِيَّةُ الْمُتَابَعَةِ لِلْمُقْتَدِي وَتَعْيِينُ الْفَرَضِ وَتَعْيِينُ الْوَاجِبِ وَلَا يَشْتَرُطُ التَّعْيِينُ فِي النَّفْلِ وَالْقِيَامِ فِي غَيْرِ النَّفْلِ وَالْقِرَاءَةِ وَلَوْ آيَةً فِي رَكَعَتَيِ الْفَرَضِ وَكُلِّ النَّفْلِ وَالْوُتْرِ وَلَمْ يَتَّعِنْ شَيْءٌ مِنَ الْقُرْآنِ لِصِحَّةِ الصَّلَاةِ وَلَا يَقْرَأَ الْمُؤْتَمُّ بَلْ يَسْتَمِعُ وَيَنْصِتُ وَإِنْ قَرَأَ كَرِهَ تَحْرِيمًا.

ترجمہ :- اور مقتدی کیلئے امام کی متابعت کی نیت کرنا، اور فرض کا متعین کرنا، اور واجب کا متعین کرنا، اور نفل میں تعین کرنا شرط نہیں ہے، اور نفل کے علاوہ میں قیام کرنا، اور قرأت کرنی اگرچہ ایک ہی آیت کیوں نہ ہو، فرض کی دو رکعتوں میں اور نفل اور وتر کی ہر رکعت میں، اور نماز کے صحیح ہونے کیلئے قرآن میں سے کوئی چیز مخصوص نہیں، اور مقتدی صرف خاموش رہے اور سننے اور اگر مقتدی نے قرأت کی تو مکروہ ہے۔

تشریح و مطالب :- یعنی اگر کوئی شخص امام کی اقتداء کر رہا ہے اور اسکے پیچھے نماز ادا کر رہا ہے تو اب اسکے لئے یہ ضروری ہے کہ اس بات کی نیت کرے کہ میں امام کی اقتداء کر رہا ہوں اب اگر کسی

نے امام کی اقتداء کی اور وہ نیت کرتے وقت یہ خیال کر رہا تھا کہ امام زید ہے لیکن جب اس نے دیکھا تو وہ زید نہیں تھا تو اس صورت میں اس کی نماز درست ہو جائے گی لیکن اگر اس نے نیت کرتے وقت یہ کہہ دیا کہ میں عمر کے پیچھے نماز ادا کر رہا ہوں تو اب اگر وہ امام عمر نہیں ہے تو اس کی نماز درست نہ ہوگی اس لئے کہ اس نے امام کو متعین کر دیا تھا۔

وتعیین الفرض :- اگر وہ فرض نماز پڑھ رہا ہے تو اسکو چاہئے کہ یہ بھی متعین کر لے کہ کون سی نماز ہے فرض میں ظہر ہے یا عصر، مغرب ہے یا عشاء، لہذا نماز شروع کرنے سے قبل یہ متعین کرنا ضروری ہے۔

الواجب :- اس کو یہاں پر مطلق ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اس میں ادا اور قضاء اسی طرح سے نذر اور وہ نفل نماز جسے شروع کر کے فاسد کر دیا تھا اور عیدین اور وتر سب شامل ہیں سب میں متعین کرنا ضروری ہے۔

ولا یشتراط :- لیکن اگر نفل نماز پڑھ رہا ہے تو اس میں نیت کرنی ضروری نہیں ہے لیکن یہاں نفل سے مراد سنت نہیں، لیکن احتیاط کی صورت یہ ہے کہ ان میں نیت کر لی جائے۔

والقیام :- یہاں پر اسے مطلق ذکر کیا حالانکہ یہ اس شخص کیلئے ہے جو معذور نہ ہو اسکی تفصیلی بحث آگے آرہی ہے۔
والقراءة :- یعنی نماز میں قرأت کرنا فرض ہے اگرچہ ایک ہی آیت ہو، اب اس آیت کی مقدار کیا ہوگی تو

اس میں مختلف اقوال ہیں اس لئے کہ بعض آیتیں وہ ہیں کہ جن میں صرف ایک کلمہ ہے جیسے ق وغیرہ یا بعض آیتیں وہ ہیں جو دو کلموں سے مرکب ہیں جیسے حم اور بعض آیتیں وہ ہیں جو صرف تین کلمہ سے مرکب ہیں جیسے عسق لیکن صحیح قول یہ ہے کہ مدھامتان، یاثم انظر جیسی آیتیں اگر پڑھ لے تو نماز درست ہو جائے گی یہی ظاہر روایت میں ہے۔

ولم یتعین :- اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی آیت کو اس طرح نہ خاص کیا جائے کہ اگر یہ آیت اس نماز میں نہ

پڑھی گئی تو نماز نہ ہوگی تو ایسا کرنا درست نہیں ہے، لیکن اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ اسے ایک ہی سورت یاد ہے اور وہ اسی کو ہر نماز میں پڑھتا ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

ولایقراً :- یعنی مقتدی جب امام قرأت کر رہا ہو تو وہ کوئی سورت نہیں پڑھے گا اس لئے کہ ارشاد باری ہے
 وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْمِعُوا لَهٗ وَاسْمِعُوا سَمْعًا تَسْمَعُ مَا يُرْسَلُ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَلَا تُنْفِرْ مِنْ حَوْلِہٖ وَلَا تُدْبِرْ مِنْ وَاخِیْہِ اِنَّہٗ یَدْعُکَ اِلَیْہِ اِلَّا بِحُکْمٍ مِّنْ رَّبِّہٖ ۚ اِنَّہٗ ۙ یَدْعُکَ اِلَیْہِ اِلَّا بِحُکْمٍ مِّنْ رَّبِّہٖ ۚ اِنَّہٗ ۙ یَدْعُکَ اِلَیْہِ اِلَّا بِحُکْمٍ مِّنْ رَّبِّہٖ ۚ
 وسلم کا ارشاد گرامی ہے یکفیک قراءۃ الامام جہرام خافت۔ اگرچہ قرأت نماز میں فرض ہے لیکن اس صورت میں
 چونکہ ایک دوسرے کی اقتداء کر رہا ہے اور امام اسکا وکیل ہے اور یہ بات بھی ہے کہ وکیل کا کہنا موکل کیلئے کافی ہو جاتا
 ہے، لہذا عقلی اور نقلی دونوں دلائل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مقتدی قرأت نہیں کرے گا اس لئے کہ مقتدی نے
 اگر قرأت کر لی تو ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہوگا۔

وَالرُّكُوعُ وَالسُّجُودُ عَلَى مَا يَجِدُ حِجْمَةً وَتَسْتَقِرُّ عَلَيْهِ جِهَتُهُ وَلَوْ عَلَى كَفِّهِ أَوْ طَرَفِ ثَوْبِهِ إِنْ
 طَهُرَ مَحَلُّ وَضْعِهِ وَسَجَدَ وَجُوبًا بِمَا صَلَبَ مِنْ أَنْفِهِ وَجِهَتِهِ وَلَا يَصِحُّ الْإِقْتِصَارُ عَلَى الْأَنْفِ إِلَّا مِنْ عَذْرِ
 بِالْجِهَةِ وَعَدَمُ ارْتِفَاعِ مَحَلِّ السُّجُودِ عَنْ مَوَاضِعِ الْقَدَمَيْنِ بِأَكْثَرِ مِنْ نِصْفِ ذِرَاعٍ وَإِنْ زَادَ عَلَى نِصْفِ
 ذِرَاعٍ لَمْ يَجْزِ السُّجُودُ إِلَّا لِزَحْمَةٍ سَجَدَ فِيهَا عَلَى ظَهْرِ مُصَلٍّ صَلَوَاتُهُ وَوَضَعَ الْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ فِي
 الصَّحِيحِ وَوَضَعَ شَيْءًا مِنْ أَصَابِعِ الرُّجُلَيْنِ حَالَةَ السُّجُودِ عَلَى الْأَرْضِ وَلَا يَكْفِي وَضْعُ ظَاهِرِ الْقَدَمِ.

ترجمہ :- رکوع اور سجدہ ایسی چیز پر کرنا کہ جس میں حجم ہو اور اس پر اس کی پیشانی ٹک جاتی ہو اگرچہ ہتھیلی
 پر ہو یا اسکے کپڑے کے کنارے پر ہو اگر اسکے رکھنے کی جگہ پاک ہو اور بطور وجوب کے ناک کے اس حصہ سے جو سخت
 ہے، اور پیشانی سے سجدہ کرے اور صرف ناک پر اقتصار کرنا جائز نہیں مگر جب پیشانی سے معذور ہو، اور سجدے کی جگہ
 کا قدموں کی جگہ سے اٹھا ہوا ہو تا جو نصف ذراع سے زیادہ ہو اور اگر نصف ذراع سے زیادہ ہے تو سجدہ صحیح نہیں ہو گا مگر
 جب بھیڑ ہو تو اس میں نماز پڑھنے والے کی پشت پر جو اپنی نماز پڑھ رہا ہے اگر کرے تو جائز ہے اور ہاتھ اور گھٹنوں کا رکھنا
 صحیح مذہب میں، اور پیر کی کچھ انگلیوں کا سجدہ کی حالت میں زمین پر رکھنا اور صرف ظاہر قدم کا رکھنا کافی نہ ہوگا۔

تشریح و مطالب :- والرکوع :- رکوع کے معنی جھکنے کے آتے ہیں لیکن اصطلاح شرع میں ایک خاص قسم
 کے جھکنے کو کہتے ہیں۔ رکوع نماز میں فرض ہے اس لئے کہ اس کا ثبوت کلام پاک سے

ہے چنانچہ ارشاد باری ہے وارکعوا مع الراکعین۔ اسی طریقہ سے سجدہ بھی فرض ہے اس لئے کہ کلام پاک میں
 واسجدوا آیا ہے۔ سجدہ کی حقیقت یہ ہے کہ زمین پر پیشانی کو رکھ دیا جائے اور دونوں ہاتھوں اور ایک گھٹنہ اور پیروں
 میں سے چند انگلیوں کو زمین پر رکھ دیا جائے اور سجدہ میں تمام وکمال یہ ہے کہ جملہ امور واجبہ کا بھی خیال رکھا جائے بایں
 طور کہ دونوں ہتھیلی اور دونوں گھٹنہ اور دونوں پیر کی انگلیاں اور پیشانی اور ناک کو زمین پر رکھ دیا جائے (مرآۃ الفلاح)
 اور سنت مؤکدہ یہ ہے کہ پیشانی اور ناک کا بانسہ دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنہ اور دونوں پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف موڑ
 کر زمین پر رکھے اگر ان میں سے کوئی چیز بھی بلا عذر کے ترک ہوئی تو نماز مکروہ تحریمی ہے۔ ماخوذ از ایضاح الاصباح

تستقر علیہ جہتہ :- یعنی سجدے میں پیشانی اور ناک کا بانسہ زمین پر رکھنا واجب ہے اگر ناک کا بانسہ زمین
 پر نہ رکھا گیا تو نماز صحیح نہ ہوگی اور مکروہ تحریمی ہوگی اور اگر پیشانی زمین پر نہ رکھی گئی تو صرف ناک کے بانسے سے سجدہ

نہ ہو گا نماز فاسد ہوگی البتہ اگر پیشانی میں زخم وغیرہ ہے تو صرف ناک کے بانے پر سجدہ کر لینا کافی ہوگا۔
 وعدم ارتفاع :- یعنی سجدہ اگر ایسی جگہ کر رہا ہے جو قدموں سے نصف ذراع سے زیادہ اونچا ہو تو نماز صحیح نہ ہوگی بلکہ نصف ذراع سے نیچے ہونا چاہئے۔

اللزحمة :- یعنی اگر بھیڑ ہے اور اسے کہیں سجدہ کرنے کی جگہ نہیں ہے تو نمازی کی پیٹھ پر سجدہ کر سکتا ہے لیکن اسکے لئے شرط یہ ہے کہ جسکی پیٹھ پر سجدہ کر رہا ہے اس کی بھی وہی نماز ہو جو نمازیہ پڑھ رہا ہے اگر اسکی نماز اسکی نماز کے علاوہ ہے تو یہ سجدہ صحیح نہ ہوگا مثلاً ایک شخص ظہر کی نماز پڑھ رہا ہے اور دوسرا عصر کی تو اس صورت میں اس کا سجدہ کرنا صحیح نہ ہوگا۔ (مراتی الفلاح)

ووضع الیدین :- اس لئے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ امرت ان اسجد علی سبعة اعظم علی الجبهة والیدین والرکتین واطراف القدمین۔ (بخاری و مسلم)

وَتَقْدِيمُ الرُّكُوعِ عَلَى السُّجُودِ وَالرُّفْعُ مِنَ السُّجُودِ إِلَى قُرْبِ الْقُعُودِ عَلَى الْأَصَحِّ وَالْعَوْدُ إِلَى السُّجُودِ وَالْقُعُودُ الْأَخِيرُ قَدْرَ الشَّهَادَةِ وَتَأْخِيرُهُ عَنِ الْأَرْكَانِ وَأَدَاؤُهَا مُسْتَقِظًا وَمَعْرِفَةُ كَيْفِيَّةِ الصَّلَاةِ وَمَا فِيهَا مِنَ الْخِصَالِ الْمَفْرُوضَةِ عَلَى وَجْهِ يُمَيِّزُهَا مِنَ الْخِصَالِ الْمَسْنُونَةِ أَوْ اعْتِقَادُ أَنَّهَا فَرَضٌ حَتَّى لَا يَتَقَلَّ بِمَفْرُوضٍ وَالْأَرْكَانُ مِنَ الْمَذْكُورَاتِ أَرْبَعَةُ الْقِيَامِ وَالْقِرَاءَةِ وَالرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ وَقِيلَ الْقُعُودُ الْأَخِيرُ مِقْدَارُ الشَّهَادَةِ وَبَاقِيهَا شَرَائِطُ بَعْضُهَا شَرْطٌ لِصِحَّةِ الشَّرُوعِ فِي الصَّلَاةِ وَهُوَ مَا كَانَ خَارِجَهَا وَغَيْرُهُ شَرْطٌ لِدَوَامِ صِحَّتِهَا۔

ترجمہ :- اور رکوع کو سجدہ پر مقدم کرنا اور سجدے سے قعود کے قریب اٹھنا صحیح مذہب کے بموجب اور سجدے سے لوٹنا اور تشهد کے مقدار قعدہ اخیرہ کرنا اور ارکان کا مؤخر کرنا اور ارکان کا ادا کرنا بیداری کی حالت میں اور نماز کی کیفیت اور فرض کا جاننا بایں طور کہ وہ سنتوں کی تمیز کر سکے یا اس بات کا اعتقاد کرے کہ وہ فرض ہے تاکہ فرض چیزوں کو نفل کی نیت سے ادا نہ کر لے اور وہ تمام فرض جو ذکر کئے گئے ہیں ان میں چار رکن ہیں (۱) قیام کرنا (۲) قرأت کرنی (۳) رکوع (۴) اور سجدہ کرنا اور بعض لوگوں نے کہا کہ قعدہ اخیرہ تشهد کی مقدار اور باقی شرائط ہیں، بعض ان میں سے نماز کے شروع کے صحیح کرنے کیلئے شرط ہیں اور وہ وہ ہیں جو اسکے باہر ہیں اور اسکے علاوہ نماز کی درستگی کو باقی رکھنے کیلئے شرط ہیں۔
 تشریح و مطالب :- [تقديم الركوع على السجود :- رکوع کے صحیح ہونے کیلئے ضروری ہے کہ وہ سجدہ سے قبل ہو۔]

علی الاصح :- یعنی اٹھنا ضروری ہے کہ اس کو بیٹھا ہوا کہا جاسکے یا بیٹھے کے قریب کہا جاسکے اس قدر تو اٹھنا فرض ہے اگر اتنا نہیں اٹھا تو نماز نہ ہوگی باقی واجب یہ ہے کہ وہ سجدہ سے سر اٹھا کر اطمینان کے ساتھ سیدھا بیٹھے، پھر دوسرے سجدہ میں جائے اگر ایسا نہیں کیا تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ (مراتی)

والقعود :- یعنی قعدہ اخیرہ بھی فرض ہے اس پر تو تمام علماء کا اجماع ہے لیکن قعدہ کس مقدار ہے اس میں ائمہ کا اختلاف ہے حنفیہ کے نزدیک تشهد کے مقدار ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے حین علمہ التشهد اذا قلت

هَذَا أَوْ فَعَلْتَ هَذَا فَقَدْ قَضَيْتَ صَلَوَتَكَ أَنْ شِئْتَ أَنْ تَقُمَ فَقُمْ وَأَنْ شِئْتَ أَنْ تَعْقُدَ فَاقْعُدْ. اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں قعود اسی مقدار فرض ہے لیکن بعض علمائے احناف فرماتے ہیں کہ وہ ہے کہ جس کلمہ تک تشہد ہے۔ (مراتی) تاخیرہ :- یعنی قعدہ اخیرہ کو تمام ارکان میں مؤخر کیا جائے گا۔

مستیقظا :- چنانچہ اگر رکوع یا سجدہ یا اور کوئی رکن سوتے ہوئے ادا کیا تو اس صورت میں نماز نہ ہو گے ہاں اگر رکوع یا سجدے میں یا اسی طرح سے قیام میں غنودگی آگئی تو اس سے نماز میں فساد نہ آئے گا۔ (مراتی الفلاح)

حتی لا یتفعل الخ :- مسئلہ یہ ہے کہ فرض میں اگر نفل کی نیت کر لے مثلاً ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا اب اس نے نیت کر لی کہ میں نفل پڑھ رہا ہوں تو اب یہ ظہر کی نماز نفل ہو جائے گی۔

فصل. تَجُوزُ الصَّلَاةُ عَلَى لَبْدٍ وَجَهَهُ الْأَعْلَى طَاهِرٌ وَالْأَسْفَلُ نَجَسٌ وَعَلَى ثَوْبٍ طَاهِرٍ وَبِطَانَتُهُ نَجَسَةٌ إِذَا كَانَ غَيْرَ مُضْرَبٍ وَعَلَى طَرَفٍ طَاهِرٍ وَإِنْ تَحَرَّكَ الطَّرَفُ النَّجَسُ بِحَرَكَتِهِ عَلَى الصَّحِيحِ وَلَوْ تَنَجَّسَ أَحَدُ طَرَفَيْ عِمَامَتِهِ فَلِاقَاةٍ وَأَبْقَى الطَّاهِرُ عَلَى رَأْسِهِ وَلَمْ يَتَحَرَّكِ النَّجَسُ بِحَرَكَتِهِ جَازَتْ صَلَوَتُهُ وَإِنْ تَحَرَّكَ لَاتَجُوزُ وَفَاقِدُ مَا يُزِيلُ بِهِ النَّجَاسَةَ يُصَلِّي مَعَهَا وَلَا إِعَادَةَ عَلَيْهِ وَلَا عَلَى فَاقِدِ مَا يَسْتُرُ عَوْرَتَهُ وَلَوْ حَرِيرًا أَوْ حَشِيشًا أَوْ طِينًا فَإِنْ وَجَدَهُ وَلَوْ بِالْإِبَاحَةِ وَرُبْعُهُ طَاهِرٌ لَا تَصِحُّ صَلَوَتُهُ عَارِيًا وَخَيْرٌ إِنْ طَهَّرَ أَقْلَ مِنْ رُبْعِهِ وَصَلَوَتُهُ فِي ثَوْبٍ نَجَسَ الْكُلُّ أَحَبُّ مِنْ صَلَوَتِهِ عُرْيَانًا.

ترجمہ :- نماز ایسے لبد پر جائز ہے کہ جسکے اوپر کا حصہ پاک ہو اور نیچے کا حصہ ناپاک ہو اور ایسے کپڑے پر کہ اس کا ستر ناپاک ہو جب کہ وہ سلا ہوا نہ ہو تو اسکے پاک کنارے پر اگرچہ اسکا ناپاک حصہ اسکے ہٹنے سے ہٹنے لگے صحیح مذہب پر، اور اگر نجس ہو جائے عمامے کا ایک کنارہ اور اس کو زمین پر ڈال دیا اور پاک حصہ کو سر پر رکھا اور نجس حصہ اس کی حرکت سے حرکت نہیں کرتا تو نماز اس میں جائز ہے اور اگر وہ نجس کنارہ حرکت کرے تو جائز نہیں اور ایسی چیز کا نہ پانے والا کہ جس سے نجاست کو دور کرے تو اسی حالت میں نماز پڑھ لے گا اور پھر بعد میں اس کا اعادہ نہیں کرے گا اسی طرح وہ بھی اعادہ نہیں کرے گا کہ جسکے پاس اس قدر کپڑا نہ ہو کہ جس سے ستر کر سکے اگرچہ ریشم یا گھاس یا مٹی ہی کیوں نہ ہو تو ان چیزوں کو پالے تو ستر کرے گا اگرچہ اس کیلئے مباح ہی کیا گیا ہو، اور جسکے پاس چوتھائی کپڑا پاک ہو اسکی نماز برہنہ جائز نہ ہوگی اور اسکو اختیار ہو گا اگر اس سے کم پاک ہو اور نجس کپڑے میں نماز پڑھنی برہنہ پڑھنے سے زیادہ بہتر ہے۔

تشریح و مطالب :- | تَجُوزُ :- یعنی نماز ہر ایسے کپڑے پر جو دبیز ہو موٹی ہو کہ اگر اسکے دو حصے کئے جائیں تو با آسانی ہو جائیں جائز ہے اب اگر اسکے نیچے نجاست ہے تو اسکے اوپر نماز پڑھی جاسکتی ہے،

لیکن حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ یہ تو گویا دو چیزیں ہیں۔ (مراتی الفلاح)

لبد :- اُون کے فرش کو کہا جاتا ہے اور ہر ایسی چیز کا یہی حکم ہے جس کے بیچ سے چیر کر دو حصے کئے جاسکتے ہوں خواہ وہ موٹے ٹاٹ کی قسم کا فرش ہو یا لکڑی کا تختہ وغیرہ۔ طحاوی

وعلى ثوب :- یہی حکم ہر اس کپڑے کا بھی ہے کہ اس کا ستر ہوا اور سلا ہوا نہ ہو، یعنی یہ دو کپڑوں کی طرح ہے۔

غیر مضرب :- یہ قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر وہ سلا ہوا ہو گا تو اس صورت میں نماز جائز نہ ہوگی اس لئے کہ سئلے کی صورت میں گویا کہ ایک ہی کپڑا ہو گیا۔

وعلی طرف طاهر :- اس کی صورت یہ ہے کہ ایک کپڑا ہے اور اس کا ایک کنارہ پاک ہے اور دوسرا ناپاک تو اس صورت میں پاک کنارے پر نماز جائز ہوگی اگرچہ وہ کنارہ جو ناپاک ہے اس کنارے کی حرکت سے وہ حرکت کرے اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

علی الصحیح :- صاحب بحرؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی بسترے پر نماز ادا کی اور اسکے ایک کنارے نجاست تھی تو اصح یہی ہے کہ نماز درست ہو جائے گی خواہ وہ بسترہ چھوٹا ہو یا بڑا، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اس لئے کہ اب یہ بسترہ بمنزلہ زمین کے ہو گیا اور اب یہ نجاست پر نماز نہیں پڑھ رہا ہے۔ خلاصہ میں ہے کہ اگر اس نے ایسے بسترے پر نماز پڑھی جو باریک تھا لیکن وہ اس ہیئت پر تھا کہ اس سے ستر کیا جاسکتا ہے تو اس صورت میں نماز جائز ہے لیکن اس نجاست کا اثر اس کپڑے میں نہ آئے بلکہ کپڑا اپنی حالت پر رہے۔ (ماخوذ از حاشیہ مولانا اعجاز علیؒ)

ولو نتجس :- اس کی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی عمامہ باندھے ہوئے تھا اور اس کے ایک کنارے نجاست لگ گئی اب اس کی نماز اس عمامہ میں جائز نہ ہوگی لیکن اگر اس کا عمامہ اس قدر لمبا ہے کہ اگر اس کنارے کو جہاں پر نجاست لگی ہے زمین پر ڈال دے اور باقی حصہ کو سر پر باندھ لے اور اس کی حرکت سے یعنی رکوع اور سجدے میں جانے سے وہ نجس کنارہ نہ ملے تو اب اس صورت میں اسی عمامہ کو سر پر رکھ کر نماز جائز ہو جائے گی لیکن اگر اس کی حرکت سے وہ نجس کنارہ ملنے لگے تو اس صورت میں اس کی نماز جائز نہ ہوگی اس لئے کہ اس صورت میں گویا کہ وہ نجس کا حامل ہے اور حامل نجاست کی نماز درست نہیں ہوتی۔ (ماخوذ از مرقی الفلاح لکن بزیادہ)

فاقد ما یزیل بہ :- کسی کے بدن پر نجاست لگی ہوئی ہے اب اس کی دو صورتیں ہیں یا تو اس کو پانی مل رہا ہو گا کہ اس سے وہ نجاست کو دور کر سکے یا پانی نہیں مل رہا ہو گا، اب اگر پہلی صورت ہے تو اس وقت اس کی نماز درست نہیں ہوگی بلکہ اسکے اوپر ضروری ہے کہ وہ اس نجاست کو دھوئے اس لئے کہ وہ اسکے زائل کرنے پر قادر ہے لیکن اگر یہ صورت نہیں ہے بلکہ اس کو کوئی ایسی چیز نہیں مل رہی ہے کہ جس سے نجاست کو دور کرے تو اب یہ اسی حالت میں نماز کو ادا کرے گا اور جب اسے پانی مل جائے گا تو اب اس کے اوپر اس نماز کا اعادہ نہیں ہو گا اس لئے کہ ان الله لا یكلف نفسا الا وسعها۔

ولا علی فاقد :- اسی طرح اگر کوئی ایسا آدمی ہے کہ اسکے پاس اس مقدار میں بھی کپڑا نہیں ہے کہ جسے پہننے کے بعد اس کی نماز درست ہو جائے تو وہ بھی اسی حالت میں نماز ادا کر لے گا اور کپڑے کے ملنے کے بعد اس پر اعادہ نہیں ہوگا۔

ولو حویراً :- یہ ذکر کرنے کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ ریشم کا استعمال حرام ہے اور اسی طرح ستر کا کھولنا بھی حرام ہے لیکن ریشم سے زیادہ حرمت ستر کھولنے میں ہے اس لئے اگر ریشم مل گیا اور اس نے اس سے ستر کو نہیں ڈھکا اور نماز کو ادا کر لیا تو اس کی نماز نہ ہوگی اسی طرح اگر گھاس ہو یا مٹی ہو کہ اس سے چھپا سکتا ہے تو بھی اس کو ضروری ہے کہ ان کو استعمال کرے۔

(ف) اگر یہ مذکورہ بالا چیزیں نہ ہوں اور پانی ہو تو اس میں داخل ہو کر اشارہ سے نماز ادا کرے اس صورت میں بھی نماز ستر کی حالت میں ادا ہو جائے گی، لیکن سردی کا موسم ہے اور اسے پانی میں خطرہ ہے تو اس میں داخل نہ ہو۔ ولو بالاباحۃ :- اباحت اور ملک میں فرق یہ ہے کہ اباحت کی صورت میں صرف اسکو خود استعمال کر سکتا ہے دوسرے کو نہیں دے سکتا جیسے مہمان کیلئے میزبان کا کھانا کہ مہمان خود تو کھا سکتا ہے لیکن دوسرے کو نہیں دے سکتا، لیکن ملک میں یہ بات ہے کہ خود بھی استعمال کر سکتا ہے اور دوسرے کو اس کا مالک بھی بنا سکتا ہے یعنی ملک میں تصرف کا حق رکھتا ہے جیسے زکوٰۃ کا مال کہ فقیر اس کو بیچ بھی سکتا ہے اور اپنی ملک میں بھی رکھ سکتا ہے، اب دیکھئے کہ یہاں پر اباحت لا کر کس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے مطلب یہ ہے کہ اگرچہ کپڑے پر اسکو مالک نہ بنایا گیا ہو بلکہ اسکو کچھ دیر کیلئے دیدیا گیا ہو تو یہ اب اسکو پہن کر نماز ادا کرے گا نیز اگر مالک نے اجازت نہیں دی ہے تو اب اگر یہ استعمال کرتا ہے تو کتہ گار ہو گا۔ واللہ اعلم وخیر الخ :- ایک صورت تو یہ ہے کہ مصلیٰ کو کپڑا ملا اور اس کا چوتھائی حصہ پاک ہے اور اس نے برہنہ ہو کر نماز ادا کی تو اس کی نماز صحیح نہ ہوگی لیکن اگر اس کپڑے کا چوتھائی بھی پاک نہیں ہے بلکہ چوتھائی سے بھی زیادہ ناپاک ہے تو اب اس صورت میں اس کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو اسی کپڑے میں نماز کو ادا کرے اور اگر چاہے تو کشف ستر کے ساتھ برہنہ ہو کر نماز ادا کرے لیکن زیادہ بہتر یہی ہے کہ وہ اس ناپاک کپڑے میں نماز ادا کرے۔

وَلَوْ وَجَدَ مَا يَسْتُرُ بَعْضَ الْعَوْرَةِ وَجَبَ اسْتِعْمَالُهُ وَيَسْتُرُ الْقَبْلَ وَالذَّبْرَ فَإِنْ لَمْ يَسْتُرْ إِلَّا أَحَدَهُمَا قِيلَ يَسْتُرُ الذَّبْرَ وَقِيلَ يَسْتُرُ الْقَبْلَ وَنَدَبُ صَلَاةِ الْعَارِي جَالِسًا بِالْإِنْمَاءِ مَاذَا رَجَلِيهِ نَحْوَ الْقَبْلَةِ فَإِنْ صَلَّى قَائِمًا بِالْإِنْمَاءِ أَوْ بِالرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ صَحَّ وَعَوْرَةُ الرَّجُلِ مَا بَيْنَ السَّرَّةِ وَمُنْتَهَى الرُّكْبَةِ وَتَزِيدُ عَلَيْهِ الْأَمَةُ الْبَطْنُ وَالظُّهْرُ وَجَمِيعُ بَدَنِ الْحُرَّةِ عَوْرَةُ الْأَوْجَهِمَا وَكَفَيْهَا وَقَدَمَيْهَا.

ترجمہ :- اور اگر اس مقدار میں کوئی چیز مل گئی کہ اس سے بعض اعضاء کو چھپا سکتا ہے تو اس کا استعمال کرنا واجب ہے اور قبل اور دبر کو چھپائے گا، تو اگر اس سے صرف ایک ہی کو چھپا سکتا ہے تو اس صورت میں کہا گیا ہے کہ قبل کو چھپائے گا اور کہا گیا ہے کہ دبر کو چھپائے گا اور مستحب ہے برہنہ کیلئے بیٹھ کر نماز پڑھنا اشارہ سے ہو، اپنے پیروں کو قبلہ کی طرف پھیلانے ہوئے ہو، لیکن اگر کھڑے ہو کر اشارہ سے یار کو ع اور سجدے کے ذریعہ نماز پڑھ لی تو صحیح ہو جائے گی اور مرد کا ستر ناف سے لیکر گھٹنوں کے نیچے تک ہے، اور باندی اس پر پیٹ اور پیٹھ کی زیادتی کرے اور آزاد عورت کا تمام بدن ستر ہے مگر اس کا چہرہ اور اسکے دونوں ہاتھ اور اسکے دونوں پیر۔

تشریح و مطالب :- | اولو وجد ما يستر بعض العورة :- اس کی صورت یہ ہے کہ اسکے پاس کپڑا تو ہے مگر اس مقدار میں نہیں ہے کہ اس سے وہ پورے طور پر ستر کو چھپا سکے لیکن اس کے پاس اس مقدار میں ہے کہ اس سے بعض اعضاء کو چھپا سکتا ہے تو اب اس سے بعض اعضاء کو ڈھک لے گا لیکن اگر اسکے پاس صرف اس مقدار میں ہے کہ اس سے صرف قبل یا دبر کو ڈھک سکتا ہے تو اس میں بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اس سے قبل کو ڈھک لے گا اس لئے کہ یہ قبلہ کی جانب ہوتا ہے، اور بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ دبر کو چھپائے گا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جس مقدار میں بھی ہو اس سے چھپانا ضروری ہے قبل اور دُبر کو لا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگرچہ اس مقدار میں بھی کم ہو کہ ایک ہی چھپا سکتا ہے۔ واللہ اعلم

ونبدب صلوٰۃ العاری جالسا :- صلوٰۃ کو مطلق ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ نماز رات میں پڑھی جا رہی ہو، یادن میں اسی طرح سے جنگل میں پڑھی جا رہی ہو یا گھر میں سب جگہ یہی بات ہوگی لیکن بعض مشائخ نے ارشاد فرمایا کہ رات کے وقت کھڑا ہو کر نماز پڑھے اسلئے کہ رات کی تاریکی ستر کر لیتی ہے، لیکن صاحب ذخیرہ نے اس کی تردید کی ہے کہ یہ بات نہیں ہے بلکہ یہ ہر جگہ اور وقت کیلئے ہے، اسی طرح سے اشارہ کے ساتھ نماز ادا کرے رکوع یا سجدے نہ کرے۔ صاحب نور الایضاح نے بیٹھنے کی ہیئت یہ بیان کی ہے کہ اپنے پیروں کو قبلہ کی طرف پھیلا دے لیکن صاحب منیۃ المصلی نے کہا ہے کہ بیٹھنے کی ہیئت یہ ہوگی کہ جس طرح وہ نماز میں بیٹھتا ہے اسی طرح اس وقت بیٹھے گا اس بیٹھنے اور نماز کی حالت میں بیٹھنے میں کوئی فرق نہیں ہوگا، اور صاحب ذخیرہ نے یہ لکھا ہے کہ قبلہ کی طرف پیر پھیلا کر اپنی شرمگاہ پر ہاتھ کرکھے گا لیکن صاحب منیۃ المصلی نے جو طریقہ بتلایا ہے وہی زیادہ بہتر ہے، اس لئے کہ اس صورت میں قبلہ کی طرف پیر بھی نہیں ہوگا اور اسی طرح اس ہیئت پر جب بیٹھے گا تو زیادہ ستر بھی ہوگی نہ کسی جگہ ہاتھ رکھنا ہوگا اور نہ کوئی اور بات ہوگی۔ ماخوذ از حاشیہ شیخ الادبؒ لکن بزیادة فان صلی قائما الخ :- یعنی اگر وہ برہنہ ہے اس کے باوجود کھڑے ہر کر نماز کو ادا کیا اور رکوع اور سجدہ کے ساتھ نماز پڑھی تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی۔

وعودة الرجل :- یہ مختصر یہ کہ مرد کا ستر ناف سے لیکر گھٹنوں کے نیچے تک ہے اس لئے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عودة الرجل مابین سرته الى ركبته وقال عليه الصلوٰۃ والسلام الركبة من العودة۔ نیز الرجل مطلق ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ خواہ وہ مرد آزاد ہو یا غلام لیکن اگر وہ بچہ ہے اور وہ حد بلوغ کے قریب ہے تو وہ مثل بالغ کے ہے اور اگر وہ ابھی بچہ ہی ہے اور وہ ابھی قریب بلوغ کو نہیں پہنچا تو اس حصہ کو دیکھ لینے یا چھو لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

الامة :- لمت لغت میں ہر اس عورت کو کہا جاتا ہے جو آزاد کے ماسواء ہو اور مصنفؒ نے یہاں پر مطلق ذکر کر کے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس میں مکاتبہ اور ام ولد سب داخل ہیں اور اسی طرح وہ باندی کے جس کا بعض حصہ آزاد ہو اور بعض نہ ہو، ضاحینؒ تو اسے آزاد مانتے ہیں لیکن امام صاحبؒ کے نزدیک وہ باندی میں شامل ہے، لہذا امام اعظمؒ کے نزدیک وہ بھی اسی حکم میں ہوگی۔

الحوة :- آزاد عورت کا ستر چہرے، ہتھیلیوں اور دونوں پاؤں کے سوا تمام بدن ہے اس کیلئے تمام اعضاء کا ان اعضاء کے علاوہ چھپانا فرض ہے، نیز عورت کے سر کا بال اور کلائیوں بھی ستر ہیں اگر نماز میں یہ چیزیں کھل جائیں گی تو نماز نہ ہوگی، کف کا ظاہر عورت میں داخل ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے صاحب معراج الدراہیہ فرماتے ہیں کہ کف کے ظاہر اور باطن میں فرق کرنا درست نہیں اس لئے کہ کف لغت کے اعتبار سے دونوں کو شامل

ہے لیکن علامہ شامی نے اس کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ عرفاً اور استعمالاً کف میں ظاہر شامل نہیں ہے اور یہ بھی ہے کہ احکام کے معاملے میں تفریع عرف پر مبنی ہو ا کرتی ہے اس لئے کف میں ظاہر کو شامل نہیں کیا جائے گا اور صاحب در مختار کی بھی یہی رائے ہے۔ (شامی مع تغیر) قدم کے بارے میں علامہ شامی فرماتے ہیں کہ مقدمہ زاد الفقیر میں ہے کہ اگر قدم کا ربلح حصہ کھل جائے تو یہ نماز کیلئے مانع ہے لیکن اگر پیر کا ظاہر کھل جائے تو اس صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی، لیکن علامہ ترمذی نے اپنی کتاب رعایۃ الخیر میں فرمایا ہے کہ پیر کے باطنی حصہ میں دو قول ہیں کہ عورت ہیں مگر ظاہر قدم عورت میں داخل نہیں (شامی) اور صاحب فتح القدیر نے بھی اسی کے قریب بیان کیا ہے، صاحب در مختار نے ارشاد فرمایا کہ قول معتد یہی ہے کہ قدمین عورت میں داخل نہیں لیکن اسکے بارے میں دو اقوال اور ہیں ایک یہ مطلقاً عورت میں داخل ہیں اور دوسرا یہ کہ نماز سے خارج میں تو داخل عورت ہیں مگر نماز میں نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

کشف رابع عضو الخ :- اب یہاں سے ان ہی مسائل کی جسے پہلے بیان کر چکے ہیں تفصیل کر رہے ہیں اور اس کے اندر تمام لوگ خواہ وہ مرد ہوں یا عورت، آزاد ہوں یا غلام سبھی داخل ہیں، اصل مسئلہ یہ ہے کہ کسی نے وضو کیا اور نماز شروع کر دی اب وہ اعضاء کہ جن کا چھپانا ضروری تھا ان میں سے کوئی کھل گیا لیکن کھلنے کی صورت دو ہے ایک یہ کہ پورا کھل گیا اور ایک یہ کہ بعض اعضاء کھل گئے ہیں اب اگر پورا عضو کھل گیا ہے تو اس صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی لیکن اگر بعض عضو ہی کھلا ہے تو اب یہ دیکھا جائے گا کہ اس کی مقدار کیا ہے اگر اس کی مقدار ربلح ہے اور ایک رکن کے ادا کئے جانے کے وقت تک کھلا رہا تو اس وقت اس کی نماز فاسد ہو جائے گی ایک رکن کی مقدار تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ یا تین مرتبہ سبحان ربی العظیم کہا جاسکے (مراتی الفلاح و طحاوی) لیکن اس کی قید اس وقت جبکہ خود کھل گیا ہو لیکن اگر اس نے کھولا ہے تو اس وقت اس کی نماز فوراً فاسد ہو جائے گی کسی مقدار کی قید نہ ہوگی، اب یہ جان لینا چاہئے کہ کون کون عضو مستقل ہیں؟ گھٹنا اور ران مل کر ایک عضو شمار کئے جاتے ہیں لیکن یہ تعریف اصح قول کے مطابق ہے اسی طرح عورت کی پٹنڈی اور ٹخنہ مل کر ایک عضو ہوگا، عورت کا کان ایک مستقل عضو شمار کیا جاتا ہے مرد کا ذکر مستقل ایک عضو ہے۔

وَكَشَفُ رُبْعٍ عُضْوٍ مِنْ أَعْضَاءِ الْعَوْرَةِ يَمْنَعُ صِحَّةَ الصَّلَاةِ وَلَوْ تَفَرَّقَ الْإِنْكَشَافُ عَلَى أَعْضَاءِ مِنَ الْعَوْرَةِ وَكَانَ جُمْلَةً مَاتَفَرَّقَ يَبْلُغُ رُبْعَ أَصْغَرِ الْأَعْضَاءِ الْمُنْكَشِفَةِ مَنَعَ إِلَّا فَلَا وَمَنْ عَجَزَ عَنْ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ لِمَرَضٍ أَوْ عَجَزَ عَنِ النَّزُولِ عَنْ دَابَّتِهِ أَوْ خَافَ عَدُوًّا فَقَبِلَتْهُ جِهَةٌ قُدْرَتِهِ وَأَمْنِهِ وَمَنْ اشْتَبَهَتْ عَلَيْهِ الْقِبْلَةُ وَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ مُخْبِرٌ وَلَا مُحَرَّابٌ تَحَرَّى وَلَا إِعَادَةَ عَلَيْهِ لَوْ أَخْطَا وَإِنْ عَلِمَ بِخَطئِهِ فِي صَلَاتِهِ اسْتَدَارَ وَبَنَى وَإِنْ شَرَعَ بِلَا تَحَرٍّ فَلَعَلَّ بَعْدَ فَرَاغِهِ أَنَّهُ أَصَابَ صَحَّتْ وَإِنْ عَلِمَ بِإِصَابَتِهِ فِيهَا فَسَدَتْ كَمَا لَوْ لَمْ يَعْلَمْ إِصَابَتَهُ أَصْلًا وَلَوْ تَحَرَّى قَوْمٌ جِهَاتٍ وَجَهِلُوا حَالَ إِمَامِهِمْ تُجْزِئُهُمْ.

ترجمہ :- اعضاء ستر میں سے ربلح کا کھل جانا نماز کی صحت کیلئے مانع ہے اور اگر اعضاء ستر میں سے مختلف جگہوں سے کھل گیا اور یہ تمام کھلا ہوا ایک چھوٹے عضو کے چوتھائی کو پہنچ جاتا ہے تو نماز صحیح نہ ہوگی ورنہ تو کوئی حرج نہیں ہے اور جو قبلہ کی طرف رخ کرنے سے عاجز ہے مرض کی وجہ سے ہو یا سواری سے اترنے سے عاجز

ہونے کی وجہ سے ہو، یاد دشمن کا خوف ہو تو اس کا قبلہ وہ ہے جس پر وہ قادر ہے اور جس طرف وہ مامون ہے اور جس پر قبلہ مشتبہ ہو گیا اور اسکے پاس کوئی خبر دینے والا بھی نہیں ہے اور نہ ہی محراب ہے تو تحری کر لے گا، اور اگر غلطی ہو گئی تو نماز کا اعادہ نہیں کرے گا اور اگر نماز میں اپنی غلطی کو جان لیا تو گھوم جائے اور بنا کر لے اور اگر بلا تحری کے نماز کو شروع کر دیا اور نماز کے ختم کرنے کے بعد اسے یہ بات معلوم ہوئی کہ قبلہ صحیح تھا تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی اور اگر اپنی درستی کو نماز میں جان لیا تو نماز فاسد ہو گئی جب کہ وہ اپنی درستگی کو بالکل نہ جانتا، اور اگر قوم نے متعدد جہتوں کا تحری کیا اور اپنے امام کی حالت سے ناواقف رہے تو سب کی نماز ہو جائے گی۔

تشریح و مطالب :- | اولو تفرق :- جو کپڑا پھٹا ہوا ہے وہ ایک جگہ نہیں بلکہ متعدد جگہ ہے تو اس صورت میں تمام کو ملا کر یہ دیکھا جائے گا کہ ایک عضو کے رابع کو یہ کشف ستر پہنچ گئی ہے یا نہیں اگر اس پھٹن سے رابع عضو کا کشف ہو جاتا ہے تو اس صورت میں نماز نہ ہوگی۔ یہاں پر مطلق ذکر کیا ہے مگر یہ اس بات کے ساتھ مقید ہے کہ ایک رکن کے ادا کے وقت تک کھلا رہے اور اس کی تفصیل گزر چکی۔

ومن عجز عن استقبال القبلة :- اب یہاں سے یہ بیان کر رہے ہیں کہ سب کچھ ٹھیک ہے ان کے پاس کپڑا بھی موجود ہے اسی طرح سے وضو بھی ہے مگر وہ قبلہ کی طرف رخ نہیں کر سکتے یا تو اس وجہ سے کہ مریض ہیں یا سواری پر ہے اور اس سے بچے نہیں آسکتا یا تو سکتا ہے لیکن پھر سوار نہیں ہو سکتا، یاد دشمن کا خوف ہے تو ان تمام صورتوں میں اگر اس نے قبلہ کی طرف رخ نہیں کیا تب بھی ان کی نماز صحیح ہو جائے گی، لیکن مرض اس طرح ہو کہ قبلہ کی طرف رخ کرنا ممکن نہ ہو، یا ڈاکڑ وغیرہ نے پٹنے و حرکت کرنے سے منع کر دیا ہو یا اسکے پاس کوئی ایسا شخص موجود نہ ہو جو اسے قبلہ رخ کر دے۔ لیکن صاحب در مختار نے لکھا ہے کہ قدرت غیر امام صاحب کے نزدیک معتبر نہیں اسکی مفصل تفصیل گزر چکی ہے۔

النزول عن دابته :- یعنی کمزور ہے کہ سواری سے اترنے پر قادر نہیں ہے لیکن پھر اس پر خود سے سوار نہیں ہو سکتا اور کوئی دوسرا وہاں موجود نہیں جو اس کی مدد کرے تو اب وہ سواری ہی پر نماز ادا کر لے اس کیلئے اترنا ضروری نہیں اب اگر نماز ادا کرنے کے بعد وہ قادر ہو گیا تب بھی اس پر اعادہ نہیں ہے۔

او خاف عدو :- یہاں عدو کو مطلق ذکر کر کے یہ بتلانا چاہ رہے ہیں کہ دشمن عام ہے خواہ آدمی دشمن ہو یا کوئی درندہ ہر ایک کے خوف کی وجہ سے جس طرف رخ کرنا ممکن ہو اسی طرف رخ کر کے نماز ادا کر لے، قبلہ رخ ہونا ضروری نہیں حتیٰ کہ اگر یہ خوف ہو کہ اگر کھڑا ہو یا بیٹھا تو دشمن دیکھ لے گا تو لیٹ کر اشارہ کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے قبلہ کی طرف رخ کر کے ورنہ جس طرف بھی ممکن ہو۔ (مرآۃ الفلاح)

ومن اشتبهت عليه القبلة :- ابھی تک اس صورت کو بیان کر رہے تھے کہ اسے معلوم ہو کہ قبلہ کون ہے لیکن کسی عذر کی بناء پر وہ اس پر قادر نہیں ہے لیکن اب یہاں سے ایک ایسی صورت کو بیان کرنا چاہ رہے ہیں کہ اسے معلوم ہی نہ ہو خواہ اس وجہ سے کہ وہاں پر کوئی علامت نہیں ہے یا رات کی تاریکی کی وجہ سے غرضیکہ جو وجہ بھی ہو کہ اس کی وجہ سے اس کو معلوم نہ ہو سکے کہ قبلہ کون ہے اور اسکے پاس کوئی موجود بھی نہ ہو کہ جس سے وہ معلوم کر سکے تو

اب اس صورت میں وہ کیا کرے؟ اس کی صورت یہ ہوگی کہ دل میں خیال کرے اور سوچے کہ یہاں پر قبلہ اس طرف ہوگا اور اسی طرف رخ کر کے نماز پڑھ لے اب اگرچہ نماز پڑھ لینے کے بعد اس کو اس بات کا علم ہو جائے کہ یہ قبلہ نہیں تھا بلکہ میں نے اس معاملے میں غلطی کی ہے تو اب وہ نماز کا اعادہ نہیں کرے گا بلکہ اس کی وہ نماز صحیح ہو جائے گی، اب اگر اسکے پاس ایک ایسا آدمی موجود ہے جو خود اس سے قبلہ کے بارے میں دریافت کر رہا ہے تو اس سے پوچھنا ضروری نہیں، لیکن اگر تحری کیا اور نماز پڑھ ہی رہا تھا کہ ایک آدمی نے آکر کہا کہ قبلہ یہ نہیں ہے بلکہ یہ ہے تو نماز کی حالت میں گھوم جائے گا اس لئے کہ اہل قباء کو جب تبدیل قبلہ کی خبر دی گئی تو وہ نماز کی حالت میں گھوم گئے اور نماز کو لوٹائے گا نہیں بلکہ اسی پر بنا کر لے گا مطلب یہ ہے کہ جو نماز وہ اس حالت میں پڑھ چکا تھا اس کو لوٹائے گا نہیں اس لئے کہ اس نے تحری کر لی تھی اگر اسی حالت میں تمام نماز پڑھ لیتا تب بھی صحیح ہو جاتی۔

وان علم باصابتہ فیہا :- ایک شخص ایسا ہے کہ اس نے تحری نہیں کی حالانکہ اس صورت میں تحری کرنا فرض تھا اب دو حال سے خالی نہیں ہوگا ایک یہ کہ نماز کے بعد اس کو اس بات کا علم ہوا کہ قبلہ یہی تھا تو اس صورت میں تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی اس لئے مقصود حاصل ہو گیا، دوسری صورت یہ ہے کہ کچھ رکعتیں پڑھ چکا تھا اب اسے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس نے شک کی حالت میں کچھ پڑھ لیا ہے اور اب جو پڑھ رہا ہے یقین کی حالت میں ہے لہذا ضعیف کا حمل قوی پر ہو رہا ہے اور یہ صحیح نہیں، جس طرح نفل کی نیت سے فرض نہیں ادا ہو سکتی لیکن فرض پڑھ رہا تھا اور نفل کی نیت کر لی تو نفل ادا ہو جائے گی یہی بات یہاں پر ان دونوں صورتوں میں ہے۔ فتدبر

ولو تحوی قوم جہات :- اس کی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی نماز پڑھ رہا تھا اب اس کے ساتھ جو لوگ شریک ہو رہے ہیں وہ اندھیرے میں کچھ سمجھ نہیں پا رہے ہیں کہ امام کا رخ کس طرف ہے اس لئے وہ لوگ تحری کر رہے ہیں لیکن امام کا رخ کسی طرف اور مقتدی کا کسی طرف تو اس صورت میں تمام لوگوں کی نماز صحیح ہو جائے گی اس لئے کہ اس میں سے تمام لوگ تحری کی وجہ سے قبلہ کی طرف مانے جائیں گے۔ واللہ اعلم بالصواب

فصل . فی واجب الصلوۃ وهو ثمانیۃ عشر شیئاً قراءۃ الفاتحۃ وضم سورۃ او ثلاث آیات فی رکعتین غیر متعینین من الفرض و فی جمیع رکعات الوتر والنفل وتعیین القراءۃ فی الأولیین وتقدیم الفاتحۃ علی سورۃ وضم الأنف للجنبۃ فی السجود والایاتین بالسجدة الثانیۃ فی کل رکعۃ قبل الانتقال لغيرها والإطمینان فی الأركان والقعود الأول وقراءۃ التّشہد فیہ فی الصّحیح وقراءۃ فی الجلوس الآخر والقیام الی الثالثۃ من غیر تراخ بعد التّشہد ولفظ السلام دون علیکم .

ترجمہ :- فصل۔ نماز کے واجبات: نماز کے واجبات اٹھارہ چیزیں ہیں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا، اور کسی سورت کا ملانا، یا تین آیتوں کا ملانا فرض کی غیر معین دور کعتوں میں اور وتر اور نفل کی تمام رکعتوں میں، اور قرأت کا متعین کرنا، دو پہلی رکعتوں میں، اور سورۃ فاتحہ کا سورت پر مقدم کرنا، اور سجدے میں ناک کے ساتھ پیشانی کا ملانا، ہر رکعت میں سجدہ ثانیہ کا کرنا دوسرے رکن کے ادا کرنے سے قبل، اور ارکان میں اطمینان کرنا، اور قعدہ اولی کرنا، صحیح قول کے

موجب پہلے قعدہ میں التحیات پڑھنا، اور قعدہ اخیرہ میں التحیات پڑھنا اور تشہد کے بعد بلا کسی تاخیر کے رکعت ثالثہ کیلئے اٹھ جانا اور السلام کہنا نہ کہ علیکم۔

واجب :- واجب وہ ہے جس کا کرنا ضروری اور مستحق ثواب ہو، نہ کرنا گناہ اور موجب عذاب ہو مگر اس کے منکر کو کافر نہ کہا جاسکے، یہ جان لینا ضروری ہے کہ جس سے احکام ثابت ہوتے ہیں جسے ہم اولہ شرعیہ کہتے ہیں اس کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) قطعی الثبوت قطعی الدلالة، جیسے نصوص متواترہ اس سے فرائض ثابت ہوتے ہیں اور کسی چیز کی حرمت ثابت ہوتی ہے

(۲) قطعی الثبوت ظنی الدلالة، جیسے آیات مؤولہ اس سے کسی چیز کا وجوب ثابت نہیں ہوتا ہے۔

(۳) ظنی الثبوت قطعی الدلالة، جیسے اخبار آحاد کہ جس کا مفہوم قطعی ہوتا ہے اس سے بھی وجوب ثابت ہوتا ہے۔

(۴) ظنی الثبوت ظنی الدلالة جیسے وہ اخبار آحاد کہ اس کا مفہوم ظنی ہو اس سے کسی چیز کا سنت ہونا،

مستحب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادب لکن بتغییر)

ثمانیۃ عشرة :- واجبات نماز اٹھارہ ہیں اور مصنفؒ نے اسی کو ذکر کیا ہے لیکن واجبات صرف انہی اٹھارہ میں منحصر نہیں بلکہ تلاش و جستجو کے بعد اس سے زیادہ بھی ملتی ہیں لہذا ان ہی اٹھارہ میں ان کا انحصار کرنا صحیح نہ ہوگا۔ لیکن مصنفؒ نے اس وجہ سے ان ہی کو شمار کر لیا ہے کہ یہ اہم اہم ہیں اسکے بعد جوں جوں لوگ آگے بڑھیں گے اسی قدر ان کو اور زیادہ معلوم ہو جائیں گی اس لئے کہ یہ کتاب مصنفؒ نے مبتدی طالب علموں کے لئے لکھی ہے لہذا اب مصنفؒ پر کوئی اعتراض نہیں باقی رہتا۔ واللہ اعلم بالصواب

قراءة الفاتحة :- اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے لاصلوٰۃ الا بفاتحة الكتاب (بخاری) اسی طرح اور بہت سی احادیث ہیں نیز حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مداومت بھی فرمائی ہے اسلئے حنفیہ نے اسے واجب کہا۔

ضم سورة :- سورة فاتحہ کے بعد ایک سورت یا کم از کم تین آیات کا پڑھنا واجب ہے اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بالحمد وسورة معها۔ (ترمذی، ابن ماجہ) سورہ کو ثریا اس سے بڑی سورت کا ملانا مسنون ہے تین آیات سے مراد تین چھوٹی آیتیں ہیں جیسے ثم نظر، ثم عبس وبسر، ثم ادبر واستکبر اور اس کی مقدار میں اگر ایک آیت ہو تو بھی کافی ہے (در مختار) لیکن اگر وقت میں گنجائش نہ ہو اور وقت کے ختم ہونے کا خطرہ ہو تو ایک آیت سورہ فاتحہ کے بعد واجب ہوگی۔

غیر متعینتین :- فرض کی دو رکعتوں میں لا علیٰ التبعین پوری سورت کا پڑھنا واجب ہے اسی طرح سے وتر کی تمام رکعات اور نفل و سنت کی تمام رکعات میں ضم سورہ کرنا واجب ہے، نیز ایک واجب یہ بھی ہے کہ فرض کی دو پہلی رکعتوں کو قرأت کیلئے متعین کیا جائے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر مواظبت چلی آتی ہے۔ واللہ اعلم وتعیین القراءة الخ :- فرض کی دو پہلی رکعات میں قرأت کا متعین کرنا لیکن علماء احناف کا اس بارے میں

اختلاف ہے کہ قرأت کس رکعت میں کی جائے اس میں تین قول نقل کئے جاتے ہیں، اول قول یہ ہے کہ قرأت پہلی دو رکعت میں کی جائے، دوسرا قول یہ ہے کہ دو رکعتیں ہیں غیر معین البتہ واجب اول کی دو رکعتوں میں ہے، ان دونوں قولوں میں فرق یہ ہے کہ اول میں تعین فرض ہے اور ثانی قول کے بموجب واجب ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ اول کی دو رکعتوں کا متعین کرنا اولیٰ اور افضل ہے لیکن یہ قول ضعیف ہے اور قول اول اصح ہے۔ شامی

تقدیم الفاتحہ :- سورت کے ملانے کے وقت فاتحہ کا پہلے پڑھنا یعنی واجب ہے کہ انفہام سورۃ سے قبل سورۃ فاتحہ کو پڑھی جائے اگر کسی نے سورۃ فاتحہ سے قبل دوسری سورت کو پڑھا تو اس صورت میں وہ واجب کا تارک کہلائے گا اور اسکے اوپر سجدہ سہو واجب ہو گا یہاں تک کہ اگر ایک حرف کامل کو سورۃ فاتحہ پر مقدم کر دیا تب بھی سجدہ سہو واجب ہو گا۔ **ہکذا فی فتح القدیر**، نیز اگر کسی نے سورۃ فاتحہ کو اول رکعتوں میں دو مرتبہ پڑھا تو بھی اس پر سجدہ سہو واجب ہو گا اس لئے کہ اس نے ایک رکن کو مؤخر کیا ہے۔ **ہکذا فی الذخیرۃ**

ضم الانف للجهۃ :- سجدے کی حالت میں ناک اور پیشانی دونوں کو رکھنا واجب ہے لہذا اگر کسی نے صرف ایک پر اکتفا کر لیا تو نماز درست نہ ہو گی، لیکن اگر کسی عذر کی بناء پر ایسا کیا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ عذر کی وجہ سے بہت سی چیزیں معاف ہو جایا کرتی ہیں۔

الاثمان بالسجدة الثانية :- یعنی جس طرح اور واجبات ہیں من جملہ انہی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک سجدے کے بعد دوسرا سجدہ کرے اور اس دوسرے سجدے سے قبل کوئی دوسرا کام نہ کرے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مواظبت فرمائی ہے (مراقی الفلاح) لہذا اگر کسی نے اس سجدہ کو ترک کر دیا تو اس کو جب یاد آئے اسے کر لے اور سجدہ سہو کر لے مثلاً قعدۃ اخیرہ کیلئے سجدہ ثانیہ کرنے سے قبل بیٹھ گیا تو اس نے ایک واجب کا ترک کیا اب اس پر واجب ہے کہ وہ سجدہ کرے پھر سجدہ سہو کرے، لیکن یہ اس وقت ہے جبکہ اس نے سہو ترک کیا ہو۔ یہاں پر ایک مسئلہ یاد رکھنا چاہئے اگر کوئی آخری رکعت میں سجدہ ثانیہ بھول گیا اور التحیات شروع کر دی تو جس وقت اس کو یاد آیا اور اس نے سجدہ ثانیہ کیا تو اب اس صورت میں التحیات کو دوبارہ پڑھے اور اسکے بعد سلام پھیر کر سجدہ سہو کرے بعد میں پھر التحیات پڑھ کر آخری سلام پھیرے اس لئے کہ جب اس نے سجدہ ثانیہ کیا تو اب اس کا آخری قعدہ اور التحیات کا لحد م ہو گئی اب اس کو دوبارہ ادا کرے۔ **طحطاوی، مراقی الفلاح، وایضاح الاصحاح**

الاطمینان فی الارکان :- ایک واجب یہ بھی ہے کہ نماز کے ہر رکن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر ادا کرے یہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے لیکن امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک فرض ہے۔ اطمینان کا مطلب یہ ہے کہ اس قدر ٹھہرا رہے کہ اعضاء کی حرکت ختم ہو جائے اور تمام عضوا اپنی اپنی جگہ آکر ٹھہر جائیں اسکی مقدار یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ اس درمیان میں سبحان اللہ پڑھ سکتا ہو، امام مالکؒ اس کو فرض عملی مانتے ہیں رکن کا درجہ نہیں دیتے۔ واللہ اعلم **القعود الاول :-** یعنی قعدہ اولیٰ بھی واجب ہے اس کی دلیل وہ واقعہ ہے جس کو ابو داؤد نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور علیہ السلام کا قعدہ اولیٰ سہو اترک ہو گیا تو آپ نے سجدہ سہو کیا اور نماز کا اعادہ نہیں فرمایا، اس سے یہ

بات معلوم ہو گئی کہ اگر قعدہ اولیٰ فرض ہو تا تو نماز کا اعادہ فرماتے اور آپ کے سجدہ سہو کی وجہ سے اس بات کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ واجب ہے، لیکن اگر ایک نماز ایسی ہو کہ اس میں صرف ایک ہی قعدہ ہو مثلاً فجر کی نماز یا اس طرح جمعہ کی نماز تو اس میں یہ قعدہ واجب نہیں بلکہ فرض ہے، لیکن اگر ایک نماز ایسی ہے کہ اس میں تین قعدہ ہو تو اس میں دو تو واجب ہیں اور ایک فرض ہے اس لئے کہ مسبوق جب چار رکعت والی نماز ادا کرتا ہے تو اکثر اسے تین قعدے کرنے پڑتے ہیں تو اس کے لئے دو واجب ہو گئے اور ایک فرض۔ (بحر الرائق)

قراءة التشهد فيه :- یعنی تشہد کا قعدہ اولیٰ میں پڑھنا واجب ہے لیکن بعض حضرات نے کہا ہے کہ سنت ہے مگر قول مفتی بہ یہی ہے کہ واجب ہے۔

القیام الى الثالثة :- یعنی تشہد کے بعد فوراً کھڑا ہو جائے کھڑے ہونے میں کچھ تاخیر نہ کرے یہاں تک کہ اگر ایک رکن کے ادا کرنے کی مقدار بھی دیر کی تو اس کو سجدہ سہو لازم ہو جائے گا اس لئے کہ تیسری رکعت کے واسطے اٹھنا واجب تھا اور اس نے تاخیر کر دی۔ طحاوی

ولفظ السلام :- یعنی ایک واجب یہ بھی ہے کہ نماز کے اخیر میں سلام کہے یہاں عدد کا ذکر نہیں کیا اس لئے کہ اس میں اختلاف ہے امام طحاوی نے فرمایا کہ سلام دو مرتبہ کہنا واجب ہے اور یہی صحیح قول بھی ہے اور بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ ایک مرتبہ کہنا واجب اور دوسرے مرتبہ کہنا سنت، نیز مطلق ذکر کر کے اس بات کی طرف بھی اشارہ کرنا مقصود ہے کہ دائیں اور بائیں چہرے کا گھمانا واجب نہیں۔ ماخوذ از حاشیہ شیخ الادب۔ وعلیکم سنت ہے واجب نہیں نیز سلام عربی لفظ میں کہنا سنت ہے اور اگر کسی اور زبان میں کہہ دیا تو صحیح ہو جائے گا۔

وَقُنُوتُ الْوُتْرِ وَتَكْبِيرَاتُ الْعِيدَيْنِ وَتَعْيِينُ التَّكْبِيرَاتِ لِافْتِتَاحِ كُلِّ صَلَاةٍ لَا الْعِيدَيْنِ خَاصَّةً وَتَكْبِيرَةُ الرُّكُوعِ فِي ثَانِيَةِ الْعِيدَيْنِ وَجَهْرُ الْإِمَامِ بِقِرَاءَةِ الْفَجْرِ وَأُولَى الْعِشَاءِ بَيْنَ وَلَوْ قَضَاءً وَالْجُمُعَةِ وَالْعِيدَيْنِ وَالتَّرَاوِيحِ وَالْوُتْرِ فِي رَمَضَانَ وَالْإِسْرَارُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَفِيمَا بَعْدَ أُولَى الْعِشَاءِ بَيْنَ وَنَقْلُ النَّهَارِ وَالْمُنْفَرِدُ مُخَيَّرٌ فِيمَا يَجْهَرُ كَمُتَنَقِّلٍ بِاللَّيْلِ وَلَوْ تَرَكَ السُّورَةَ فِي أُولَى الْعِشَاءِ قَرَأَهَا فِي الْآخِرَتَيْنِ مَعَ الْقَافِحَةِ جَهْرًا وَلَوْ تَرَكَ الْقَافِحَةَ لَا يَكْرَهُهَا فِي الْآخِرَتَيْنِ.

ترجمہ :- اور واجب ہے وتر میں قنوت کا پڑھنا، اور عیدین کی تکبیرات، اور تکبیروں کا معین کرنا ہر نماز کے شروع کرنے کیلئے نہ کہ خاص طور پر عیدین کیلئے، اور رکوع کی تکبیر عید کی دوسری رکعت میں، اور امام کا جہر کرنا فجر کی نماز میں اور عشاء اور مغرب کی دو پہلی رکعتوں میں اگرچہ قضاء ہی کیوں نہ ہوں، اور جمعہ میں اور عیدین میں اور تراویح میں اور رمضان میں وتر کے اندر، اور آہستہ پڑھنا ظہر میں، عصر میں، اور عشاء کی دو اخیر کی رکعتوں میں اور دن کی نفل نمازوں میں، اور تنہا پڑھنے والے کو اختیار ہے ان نمازوں میں جن کے اندر جہر کیا جاتا ہے جیسے رات میں نفل پڑھنے والے کو اور اگر عشاء کی دو پہلی رکعتوں میں سورۃ کو چھوڑ دیا ہے تو اخیر کی دو رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ جہر سے پڑھے اور اگر فاتحہ کو ترک کر دیا ہے تو اخیر کی دو رکعتوں میں مکرر نہیں کرے گا۔

تشریح و مطالب :- وقوت الوتر :- یعنی وتر میں دعائے قنوت کا پڑھنا واجب ہے، قنوت سے مراد یہاں پر وہ ہے جو وتر میں پڑھی جاتی ہے اور اللھم الخ مسنون ہے البتہ اگر کوئی دعا پڑھ لی جائے

تو خلاف سنت ہوگی لیکن پڑھنے میں ایک بات کا خیال رہے کہ وہ دعا کلام الناس کے مشابہ نہ ہو۔ کما ذکرہ الفقہاء
وتکبیرات العیدین :- یعنی صرف عیدین ہی کیلئے نہیں بلکہ ہر نماز کے لئے واجب یہی ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر تکبیر تحریمہ ادا کرے یہ نہیں کہ عیدین میں اللہ اکبر کے لفظ سے شروع کرنا واجب ہو اور عیدین کے علاوہ دوسری نمازوں میں سنت ہے جیسا کہ مشہور ہے۔ واللہ اعلم (مراقی الفلاح)

جہر الامام الخ :- یعنی جن نمازوں میں جہر سے پڑھی جاتی ہے اس میں جہر کرنی واجب ہے مثلاً فجر میں عشاء کی پہلی دور کعتوں میں مغرب کی پہلی دور کعتوں میں، لیکن یہ امام کیلئے ہے اگر تنہا نماز پڑھ رہا ہے تو اس کو اختیار ہے جس طرح چاہے پڑھے لیکن بہتر یہی ہے کہ ان نمازوں میں وہ بھی جہر کرے تاکہ جماعت کی مشابہت ہو جائے جس طرح قضاء نمازوں کو ادا کے مشابہت کیلئے اذان اور تکبیر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

ترك السورة الخ :- یعنی عشاء کی نماز میں پہلی دور کعتوں میں ضم سورۃ واجب تھا لیکن اس نے بھول کر چھوڑ دیا اب اسے اخیر کی دور کعتوں میں ادا کر لے لیکن اگر اول کی دور کعتوں میں سورۃ فاتحہ کو ترک کر دیا تو اخیر کی ر کعتوں میں سورۃ فاتحہ کو دوسرے مرتبہ نہیں پڑھے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فصل . فی سُنَنِہَا وَہِیْ اِحْدٰی وَخَمْسُوْنَ رَفَعُ الْیَدَیْنِ لِلتَّحْرِیْمَةِ حِذَاءَ الْاُذُنَیْنِ لِلرَّجُلِ وَالْاِمَةِ وَحِذَاءَ الْمَنْکَبَیْنِ لِلْمَرْءِ وَتَشْرِ الْاَصَابِعِ وَمُقَارَنَةُ اِحْرَامِ الْمُقْتَدِیْ لِاحْرَامِ اِمَامِہِ وَوَضْعُ الرَّجُلِ يَدَہُ الْیَمَنِ عَلٰی الْیُسْرِیْ تَحْتَ سُرَّتِہِ وَصِفَةُ الْوَضْعِ اَنْ یَّجْعَلَ بَاطِنُ کَفِّ الْیَمَنِ عَلٰی ظَہْرِ کَفِّ الْیُسْرِیْ مُحَلِّقًا بِالْخَنْصَرِ وَالْاِنْہَامِ عَلٰی الرَّسْغِ وَوَضْعُ الْمَرْءِ يَدَیْہَا عَلٰی صَدْرِہَا مِنْ غَیْرِ تَحْلِیْقٍ وَالشَّاءُ وَالتَّعَوُّذُ لِلْقِرَاءَةِ وَالتَّسْمِیَةُ اَوَّلَ کُلِّ رُکْعَةٍ وَالتَّأْمِیْنُ وَالتَّحْمِیْدُ وَالْاِسْرَارُ بِہَا وَالْاِعْتِدَالُ عِنْدَ التَّحْرِیْمَةِ مِنْ غَیْرِ طَاطَاةٍ الرَّاسِ وَجَہُ الْاِمَامِ بِالتَّکْبِیْرِ وَالتَّسْمِیْعِ وَتَفْرِیجُ الْقَدَمَیْنِ فِی الْقِیَامِ قَدْرَ اَرْبَعِ اَصَابِعٍ .

ترجمہ :- یہ فصل ہے نماز کی سنتوں کے بیان میں۔ نماز کی سنتیں کیا وہ ہیں تحریمہ کیلئے ہاتھ اٹھانا، مرد اور باندی کیلئے کان کے برابر اور آزاد عورت کے لئے مونڈھوں کے برابر اور انگلیوں کو پھیلانا، اور مقتدی کے تکبیر تحریمہ کو امام کے تحریمہ کے ساتھ ملانا، اور مرد کو اپنے دائیں ہاتھ کا بائیں حصہ پر رکھنا، اور باندھنا، اور رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کا باطن حصہ بائیں ہاتھ کے ظاہر پر رکھے اور خضر اور ابہام سے گٹوں کو پکڑے ہوئے ہو اور عورت بلا حلقہ بنائے ہوئے اپنے ہاتھوں کو سینہ پر رکھے، اور ثنا کا پڑھنا اور تعزذ کا پڑھنا قرأت کیلئے، اور بسم اللہ کا پڑھنا ہر رکعت کے شروع میں اور آمین کہنا اور ربنا لک الحمد پڑھنا، اور ان چیزوں کو آہستہ سے پڑھنا اور تحریمہ کے وقت بنا سر کو جھکائے ہوئے سیدھا کھڑا رہنا، اور امام کو تکبیر کا زور سے کہنا، اور سمح اللہ کو زور سے کہنا، اور پیروں کا قیام کی حالت میں چار انگلیوں کی مقدار پھیلا کے رکھنا۔

تشریح و مطالب :- افعی سنہا :- ابھی تک مصنف نماز کے فرائض اور واجبات کو بیان کر رہے تھے اب جبکہ اس سے فارغ ہو گئے تو اب نماز کے سنن کو بیان کر رہے ہیں۔ سنت کا حکم یہ ہے کہ اگر

کسی نے ان کو بھول کر چھوڑ دیا تو نہ اس کی نماز فاسد اور نہ ہی سجدہ سہو، لیکن اگر قصد ترک کر دیا تو یہ بری بات ہوگی مگر مکروہ تحریمی نہیں (در مختار) اور اگر کسی نے یہ خیال کر کے ترک کر دیا کہ یہ سنت ہے یا اس وجہ سے کہ سنت کو حق ماننا ہی نہیں تو یہ اس صورت میں کافر ہو جائے گا اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو جھٹلانا گویا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو برحق نہ ماننا ہے حالانکہ قرآن کا صاف حکم ہے ما آتاکم الرسول فخذوه وما نہاکم عنہ فانتہوا۔ الآیۃ

رفع البدین :- یعنی نماز کی اکیاد سنوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھایا جائے، اسکو تمام سنوں پر اس وجہ سے مقدم کیا کہ اول نماز میں سب سے پہلا فعل یہی ہے۔ مصنف نے اسکے اندر مرد اور عورت کا فرق بیان کیا ہے کہ مرد اپنے ہاتھ کو کان کی لوت تک لے جائے اور وہ اس طرح ہو کہ انگوٹھا کان کی لو کے مقابل پر آجائے اور انگلیوں کے پورے کان کے بالائی حصہ کے بالمقابل ہوں اور گئے مونڈھے کے مقابل ہو جائیں، اور آزاد عورت صرف مونڈھوں تک لے جائے اسلئے کہ اس کیلئے ذرا عین ستر ہیں تو یہ ستر کے پیش نظر صرف اسی مقدار تک اٹھائے گی اور اس پر یہاں تک اٹھانا اس وجہ سے ہے کہ حضور ﷺ جب تکبیر کہا کرتے تھے تو آپ بھی ہاتھ کو اٹھایا کرتے تھے۔

ونشر الاصابع :- لانه صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا رفع یدیه رفع یدیه ناشراً اصابعہ۔ لیکن یہاں پر نشر سے مراد انگلیوں کا کھولنا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ نہ خوب ملائے اور نہ جکلف اسے کھولے بلکہ عام طور پر جس حالت پر انگلیاں رہتی ہیں اسی حالت پر چھوڑ دے (مراقی) اور اس طرح سے رفع یدین کرے کہ ہاتھ کے ساتھ انگلیاں بھی جانب قبلہ ہوں۔

مقارنۃ احرام المقتدی الخ :- لقوله علیہ السلام اذا کبر فکبروا۔ یعنی جب امام تکبیر تحریمہ کہے اس وقت مقتدی بھی تکبیر تحریمہ کہے، لیکن اگر مقتدی نے امام کی تکبیر سے پہلے تکبیر کہہ دی تو اس کی نماز نہ ہوگی اس لئے کہ یہ امام کی اقتداء کر رہا ہے اور اقتداء کا تقاضا یہ ہے کہ وہ بعد میں ہو لیکن یہاں پر وہ مقدم ہو رہا ہے۔

وضع الرجل یدہ الیمنی :- یعنی تکبیر تحریمہ کے بعد اب وہ ہاتھ کو بلا لٹکائے ہوئے باندھ لے اب یہاں پر کچھ اختلاف ہے جنکا جان لینا ضروری ہے، پہلا اختلاف یہ ہے کہ کیا داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے یا نہ رکھے؟ ائمہ ثلاثہ کا مسلک یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کس طرح رکھے؟ حدیث مرفوعہ میں لفظ اخذ آیا ہے جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ پکڑ لے، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث میں لفظ الوضع آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رکھے، لیکن مشائخ نے اس کے اندر تطبیق دی ہے اور وہ اس طرح ہے کہ دائیں ہاتھ کے باطن کو بائیں ہاتھ کے ظاہر پر رکھے اور اسکو پکڑے سنسر اور ابہام سے گئے پر، اب اس صورت میں دونوں حدیثوں پر عمل ہو گیا، اب رہ گئی تیسری بات کہ کہاں رکھے تو خفیہ کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ ناف کے نیچے رکھے۔ اب رہا چوتھا مسئلہ کہ یہ کس کیلئے سنت ہے؟ آیا قیام کیلئے یا قرأت کیلئے؟ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہ سنت قرأت ہے اس لئے جب

قرأت شروع کرے گا اس وقت ہاتھوں کو باندھے گا اور جب تک ٹاپڑھتا رہے گا ہاتھوں کو لٹکائے ہوئے رہے گا لیکن حنفیہ کے نزدیک یہ قیام کی سنت ہے اس لئے تکبیر کے بعد باندھ لے گا۔ کفایہ لکن مع الاختصار

وضع المراقبہ علی صدرہ الخ :- یہ صورت جواب بھی تک بیان کر رہے تھے وہ مردوں کیلئے تھی اب عورت کیا کرے تو اسکو یہاں سے بیان کر رہے ہیں کہ عورت اپنے ہاتھوں کو سینے پر بلا حلقہ بنائے ہوئے رکھے گی اسلئے کہ اس کیلئے اسی میں زیادہ ستر ہے اور عورت کیلئے ہر معاملہ میں ستر مطلوب ہے (مرآتی الفلاح) اب یہاں پر ایک بات جان لینی چاہئے کہ چند مقامات وہ ہیں جہاں عورت اور مرد کے عمل میں اختلاف ہے اور دونوں کیلئے الگ الگ مسئلہ ہے ان میں سے تو ایک یہی ہے کہ مرد حلقہ بنائے گا، اپنے ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھے گا مگر عورت نہ حلقہ بنائے گی اور نہ ناف کے نیچے ہاتھ رکھے گی بلکہ وہ سینہ پر رکھے گی اور ایک دوسری جگہ وہ ہے کہ عورت تکبیر کے وقت اپنے ہاتھوں کو آستین سے نہ نکالے گی۔ تیسری جگہ عورت اپنے ہاتھوں کو صرف مونڈھوں تک اٹھائے گی۔ چوتھی جگہ حالت رکوع میں اپنی انگلیوں کو نہیں کھولے گی اور رکوع میں کم ہی جھکے گی بس اس قدر کہ اس سے رکوع ادا ہو جائے اسلئے کہ کم جھکنے کے اندر اسکے لئے ستر زیادہ ہے، اور سجدہ کی حالت میں اپنی کہنیوں کو اپنے پہلو سے اور پیٹ کو اپنے ران سے چٹائے رکھے گی، اسی طرح ہر قعدہ میں اپنے دونوں پیروں کو دائیں جانب سے نکال کر بیٹھے گی، اسی طرح سے مرد کی امامت بھی نہیں کر سکتی ہے اور اگر وہ جماعت سے نماز ادا کریں گی تو ان کا امام درمیان میں کھڑا ہوگا (عورتوں کیلئے کرنی مکروہ ہے) اسی طرح سے اس کیلئے بہتر ہے کہ فجر میں اندھیرے کے اندر نماز پڑھ لے اسکے علاوہ بھی مسائل ہیں ان ہی میں منحصر نہیں۔ ماخوذ از حاشیہ شیخ الادب

الثناء :- قال علیہ الصلوۃ والسلام اذا قمت الی الصلوۃ فارفعوا یدیکم ولا تخالف آذانکم ثم قولوا سبحانک اللہم الخ ہر نمازی پر ثناء کا پڑھنا سنت ہے خواہ وہ تنہا پڑھ رہا ہو یا امام کی اقتداء کر رہا ہو، لیکن اگر مقتدی ہے تو اسی وقت تک پڑھ سکتا ہے جب تک کہ امام نے قرأت نہ شروع کی ہو، حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اسکے ساتھ ہی ساتھ انی وجہت وجہی الخ بھی پڑھے، لیکن صاحب در مختار نے لکھا ہے کہ صرف لا الہ غیرک پر اکتفاء کر لیا جائے، لیکن اگر نفل نماز پڑھ رہا ہے تو اس کو ملا سکتا ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن جنازہ کی نماز میں جل ثناء ک کو بڑھائے گا۔ در مختار و شامی

التعوذ للقراء :- یعنی ایک سنت یہ ہے کہ قرأت کیلئے اعوذ باللہ پڑھی جائے لیکن امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے کہ تعوذ ثناء کے لئے ہے اس لئے مصنفؒ نے للقراء فلا کر ان کے قول کی تردید کر دی کہ تعوذ قرأت کیلئے ہے ثناء کیلئے نہیں ہے اس لئے کہ اعوذ باللہ قرآن کے تابع ہے اور اگر قرأت نہ کرنی ہو یعنی مقتدی ہو تو صرف سبحانک اللہم پڑھ کر خاموش ہو جائے۔ (مرآتی الفلاح) اس لئے کہ قرآن پاک میں اذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ تو اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ تعوذ قرأت قرآن کے ساتھ مخصوص ہو، اس لئے کہ تعوذ و ساوس شیطان سے بچنے کیلئے پڑھی جاتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

والتسمیۃ اول کل رکعۃ :- ہر رکعت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے، لیکن یہ یاد رہے کہ اس

مسئلے میں علماء کا اختلاف ہے کہ کیا بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر رکعت میں پڑھنا سنت ہے یا نہیں؟ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ سے ایک روایت ہے کہ صرف اول میں سنت ہے ہر رکعت میں نہیں اور یہی قول مختار ہے۔
والثامین :- اور آمین کو مطلق ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ آمین کا کہنا مقتدی اور امام دونوں کیلئے سنت ہے اور اسی طرح سے قاری منفرد سب کو شامل ہے اسکے بارے میں کافی اختلاف ہے کس قدر زور سے کہا جائے لہذا تطویل کے خوف سے یہاں ذکر نہیں کیا گیا۔

الاعتدال عند التحریمة :- یعنی جس وقت تکبیر تحریمہ کہی جائے اس وقت سر کو جھکایا نہ جائے بلکہ سیدھے کھڑا رہے۔
جہر الامام بالتکبیر :- مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص امامت کر رہا ہے اس وقت اس کو چاہئے کہ تکبیر تحریمہ اور اسی طرح سے اور تکبیریں اور سمع اللہ وغیرہ بلند آواز سے کہے تاکہ جو لوگ اس کے پیچھے نماز ادا کر رہے ہیں وہ لوگ سن لیں اور ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہو جائیں ہاں مفرد ایسا نہیں کریگا اس لئے کہ وہاں پر کسی کو سنا مقصود نہیں ہوتا (مرآۃ الفلاح) اسی طرح سے دونوں قدموں کے درمیان چار انگلیوں کے برابر جگہ ہو، اس لئے کہ یہ خشوع سے زیادہ قریب ہے اور نماز میں خشوع مطلوب ہے۔

وَأَنْ تَكُونَ السُّورَةُ الْمَضْمُونَةُ لِلْفَاتِحَةِ مِنْ طَوَالِ الْمُفْصَلِ فِي الْفَجْرِ وَالظُّهْرِ وَمِنْ أَوْسَاطِهِ فِي الْعَصْرِ وَالْعِشَاءِ وَمِنْ قِصَارِهِ فِي الْمَغْرِبِ لَوْ كَانَ مُقِيمًا وَيَقْرَأُ أَيَّ سُورَةٍ شَاءَ لَوْ كَانَ مُسَافِرًا وَأَطَالَه الْأَوَّلَىٰ فِي الْفَجْرِ فَقَطْ وَتَكْبِيرَةَ الرُّكُوعِ وَتَسْبِيحَهُ ثَلَاثًا وَآخِذْ رُكْبَتَيْهِ بِيَدَيْهِ وَتَفْرِجْ أَصَابِعَهُ وَالْمَرْأَةُ لَا تَفْرِجُهَا وَتَنْصُبُ سَاقِيَهُ وَبَسْطُ ظَهْرِهِ وَتَسْوِيَةُ رَأْسِهِ بِعِزْزِهِ وَالرَّفْعُ مِنَ الرُّكُوعِ وَالْقِيَامُ بَعْدَهُ مُطْمَئِنًّا وَوَضْعُ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ يَدَيْهِ ثُمَّ وَجْهَهُ لِلسُّجُودِ.

ترجمہ :- اور جو فاتحہ کے ساتھ سورت طائی جاتی ہے وہ فجر اور ظہر میں طوال مفصل میں سے ہو اور عصر اور عشاء میں اوساط مفصل میں سے ہو اور مغرب میں قصار مفصل میں سے ہو اگر وہ مقيم ہو، اور اگر مسافر ہو تو جو سورت چاہے پڑھے اور فجر کی نماز میں صرف رکعت اولیٰ کا طول دینا اور رکوع کی تکبیر اور رکوع میں تین مرتبہ تسبیح اور دونوں ہاتھوں سے دونوں گھٹنوں کو پکڑنا اور انگلیوں کو کھلے رکھنا، اور عورت انگلیوں کو نہیں کھولے گی، اور دونوں پنڈلیوں کا کھڑا رکھنا اور کمر کا پھیلائے رکھنا، اور سر کا سرین کے برابر رکھنا، اور رکوع سے اٹھنا اور رکوع کے بعد اطمینان سے کھڑا ہونا اور سجدے میں اپنے گھٹنوں کا رکھنا پھر اپنے ہاتھ کا اور پھر چہرے کا رکھنا۔

تشریح و مطالب :- طوال المفصل :- یعنی جو سورت سورہ فاتحہ کے بعد پڑھی جاتی ہے اس میں سنت ہر نماز کیلئے علیحدہ ہے چنانچہ فجر اور ظہر میں طوال مفصل حجرات سے لیکر والسماء ذات البروج تک ہے اسی طرح عصر اور عشاء میں اوساط مفصل ہے اور اوساط مفصل والسماء ذات البروج سے لم یکن تک ہے، اسی طرح مغرب میں قصار مفصل ہے اور قصار مفصل لم یکن سے آخر قرآن تک ہے، فجر میں اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے سورہ والطور کی تلاوت فرمائی چنانچہ امام بخاری نے

اسے بیان فرمایا ہے، نیز امام مسلمؒ نے اذا الشمس کورت کو نقل کیا ہے اسی طرح سے ق کا بھی پڑھنا ثابت کیا ہے۔ ظہر میں اس لئے کہ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ظہر اور عصر کی نماز کا اندازہ لگایا تو قیام سے اس بات کا اندازہ لگایا کہ الم تزیل السجده پڑھتے ہیں، اسی طرح سے عصر اور عشاء میں اوساط مفصل پڑھی جائے، چنانچہ امام ابو داؤد نے ایک روایت نقل کی ہے جس میں اس بات کو ثابت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر میں والسماء ذات البروج اور والسماء والطارق کی تلاوت فرمائی اسی طرح سے امام نسائی کی ایک روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے عشاء میں والشمس کی تلاوت فرمائی، اسی طرح ابن ماجہ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب میں قل یا ایہا الکفرون اور قل هو اللہ احد تلاوت فرمائی۔ (عمدة الراعیہ و مرآۃ الفلاح)

مقیماً :- یہاں پر اسے مطلق ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ مقیم خواہ منفرد ہو یا امام اس کو اس مقدار پڑھنی سنت ہے لیکن ایک قید اور ہونی چاہئے کہ مقتدیوں پر اس سے بار نہ ہو اگر مقتدی اسے پسند نہ کرتے ہوں تو اس وقت ان کی طاقت کے مطابق پڑھے گا ہاں اگر تنہا ہو تو کوئی بات نہیں ہے۔

ویقراً :- یعنی اگر مقیم نہیں ہے بلکہ وہ مسافر ہے تو اب وہ جو چاہے پڑھے اس لئے کہ مسافر کی نماز ہلکی ہوتی ہے حالت سفر میں اسکے لئے یہ سنت باقی نہیں رہے گی لیکن اگر اس کو جلدی نہ ہو اس کو پڑھ سکتا ہو تو اس کیلئے بہتر ہے کہ اس مقدار تلاوت کرے۔

اطالة الاولى :- اور فجر کی نماز میں رکعت اولیٰ کو ذرا طول دی جائے گی تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک ہو سکیں اور اسلئے کہ حضور ﷺ کے زمانے مبارک سے آج تک اس پر تواتر چلا آ رہا ہے۔ (عنایہ مع تقدیم و تاخیر)

فقط :- یہ قید بڑھا کر امام محمدؒ کی تردید کرنی مقصود ہے امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہر نماز کی رکعت اولیٰ کو طویل کرنی سنت ہے لیکن حنفیہ کے نزدیک یہ بات صرف فجر کے ساتھ خاص ہے دوسری نمازوں میں رکعت اولیٰ کو طول نہیں دیا جائے گا لیکن رکعت ثانیہ کو رکعت اولیٰ سے طول دینا بالاتفاق مکروہ ہے۔

تکبیر الرکوع :- لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یکبر عند کل خفض و رفع سوی الرفع من الرکوع فانہ کان یسمع فیہ۔ (مرآۃ) اس لئے کہ رکوع میں جانے کے وقت تکبیر کہنی سنت ہے اسی طرح اسکے اندر تین مرتبہ تسبیح پڑھنی، بقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ رکع احدکم فلیقل ثلاث مرات سبحان ربی العظیم و ذالک ادناہ۔ (ترمذی ابو داؤد) اسی طرح اس حالت میں اپنے ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑے رہے نیز منفرد کو چاہئے کہ تین مرتبہ سے زیادہ کہے۔

نصب ساقیہ :- یعنی ایک سنت یہ بھی ہے کہ پنڈلی کو سیدھی کھڑی رکھے اگر کمان کی طرح تر چھی کر دیا تو نماز مکروہ ہو جائے گی اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے اس پر عمل ہوتا چلا آ رہا ہے۔

وتسویۃ : کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رکع لم یشخص رأسه ولم یصر بہ ولكن بین ذلک (مسلم) یعنی اپنی پیٹھ کو سکور کر نہ رکھے، اسلئے کہ حضور ﷺ جب رکوع فرماتے تھے اس وقت اگر پانی کا پیالہ رکھ دیا

جائے تو وہ آپکی پشت مبارک کی برابری کی وجہ سے حرکت بھی نہ کرتا مطلب یہ ہے کہ سرین اور سر کو برابر رکھے۔
 القيام بعده مطمئن: یعنی رکوع سے اٹھ کر اطمینان سے سیدھا کھرا ہو جانا، اس اطمینان کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ یہ سنت ہے یا فرض یا واجب۔ صاحبین کے نزدیک سنت ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فرض ہے اور بعض احناف متأخرین وجوب کے قائل ہیں۔

وضع رکبتہ الخ یعنی سجدے میں پہلے گھٹنے کار کھنا پھر اسکے بعد ہاتھ کار کھنا پھر چہرے کار کھنا سنت ہے اور اس سے اٹھنے کے وقت اسکے خلاف کرے گا، کہ پہلے چہرے کو پھر اس کے بعد ہاتھ کو پھر اس کے بعد گھٹنے کو اٹھایا جائے گا لیکن اگر کوئی عذر ہو تو اس صورت میں کوئی حرج نہیں۔

وَعَكْسُهُ لِلتَّهْوِضِ وَتَكْبِيرُ السُّجُودِ وَتَكْبِيرُ الرَّفْعِ مِنْهُ وَكَوْنُ السُّجُودِ بَيْنَ كَفْيِهِ وَتَسْبِيحُهُ ثَلَاثًا وَمَجَافَاةُ الرَّجُلِ بَطْنَهُ عَنْ فَخْذَيْهِ وَمِرْفَقَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ وَذِرَاعَيْهِ عَنِ الْأَرْضِ وَانْخِفَاضُ الْمَرْأَةِ وَلَذْفُهَا بَطْنَهَا بِفَخْذَيْهَا وَالْقَوْمَةُ وَالْجَلْسَةُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَوَضْعُ الْيَدَيْنِ عَلَى الْفَخْذَيْنِ فِيمَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ كَحَالَةِ الشَّهَادَةِ.

ترجمہ:- اور سجدہ سے سر اٹھتے وقت اس کا عکس ہونا، سجود کی تکبیر، سجدہ سے اٹھنے کی تکبیر، کفین کے درمیان سجدہ کرنا، سجدہ کی تین مرتبہ تسبیح، اور مرد اپنے پیٹ کو اپنی ران سے جدا کرے، اور کہنیوں کو اپنی جانبین (بازوؤں) سے، اور زمین سے ہر دو ہاتھوں کو، اور عورت کا (بوقت سجدہ) پست ہونا، اور ان کے ساتھ پیٹ کا ملا لینا، قومہ کرنا، دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ کرنا، سجدوں کے درمیان بوقت جلسہ رانوں پر دونوں ہاتھوں کو رکھنا، مثلاً حالت تشہد کے۔

تشریح و مطالب:- |وتسبیحہ:- نیز کم از کم تین مرتبہ سجدہ میں تسبیح پڑھنا (سبحان ربی الاعلیٰ) سنت ہے دلیل تسبیحات رکوع میں گزر چکی۔

ومجافاة الخ:- آدمی کو اپنا پیٹ جدا کرنا اپنی رانوں سے سنت ہے اور کہنیوں کا اپنے پہلوؤں سے اور ذرا عین کا زمین سے علیحدہ رکھنا، اوپر رکھنا بھی سنت ہے لانه علیہ السلام کان اذا سجد جافی حتی لو شاءت بهيمة ان تمر بین یدیه لموت اخرجه مسلم. وکان صلی اللہ علیہ وسلم یجنب حتی یری وضح ابطیه یعنی آپ کی بغل کی سفیدی دکھائی دیتی تھی وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام لاتبسط بسط السبع الخ مراتی۔ البتہ جب جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے تو پھر اس طرح نہ پھیلاتے کہ اس سے نماز پڑھنے والے کو تکلیف ہوگی۔

وانخفاض الخ:- اور سجدہ میں عورت کو پست رہنا اور پیٹ کار رانوں سے چمٹا کر رکھنا سنت ہے کہ اس صورت سے پردہ ہے لانه علیہ الصلوٰۃ والسلام مرّ علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فقما بعض اللحم الی بعض فان المرأة لیست فی ذالک کالرجل لانها عورة مستورة۔ مرقی

والقومة الخ:- یعنی قومہ کرنا اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا سنت ہے۔ قومہ یعنی کامل طور پر کرنا سنت ہے کیونکہ سجدہ سے اٹھنا فرض ہے اس قدر کہ قرب قعود پایا جائے اور قعود کا پورا ادا کرنا سنت ہے اور جس طرح حالت

تشہد میں بیٹھا جاتا ہے اسی طرح بیٹھنا بھی سنت ہے۔

ووضع الخ اور دونوں ہاتھوں کارانوں پر رکھنا بھی سنت ہے جس طرح التیمات میں رکھتے ہیں رکبتین کو نہیں پکڑنا چاہئے۔ مراقی

والجلسة :- یعنی دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھے ایک مرتبہ تسبیح کے برابر لہذا اگر اس جلسہ اور رکوع کے بعد قومہ میں اس سے زائد دیر لگائے گا تو سجدہ سہولازم آئے گا۔ (شامی) اور اسمیں کوئی دعا پڑھنا صحیح نہیں البتہ جو روایت سے ثابت ہیں وہ نوافل پر محمول ہیں۔ در مختار

وَأَفْتِرَاشُ رِجْلَيْهِ الْيُسْرَى وَتَضْبُ الْيُمْنَى وَتَوَزُّكُ الْمَرَأَةِ وَالْإِشَارَةُ فِي الصَّحِيحِ بِالمُسَبِّحَةِ عِنْدَ الشَّهَادَةِ يَرْفَعُهَا عِنْدَ النَّفْيِ وَيَضَعُهَا عِنْدَ الْإِثْبَاتِ وَقِرَاءَةُ الْفَاتِحَةِ فِيمَا بَعْدَ الْأَوَّلَيْنِ وَالصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجُلُوسِ الْآخِرِ وَالِدُعَاءُ بِمَا يَشْبَهُ الْقَاطِ الْفَرَّانِ وَالسُّنَّةُ لَا كَلَامَ النَّاسِ وَالْإِنْشَاءُ يَمِينًا ثُمَّ يَسَارًا بِالتَّسْلِيمَتَيْنِ وَنِيَّةُ الْإِمَامِ الرَّجَالِ وَالْحَفْظَةُ وَصَالِحُ الْجَنِّ وَنِيَّةُ الْمُنْفَرِدِ الْمَلَائِكَةُ فَقَطْ وَخَفْضُ الثَّانِيَةِ عَنِ الْأُولَى وَمُقَارَنَتُهُ لِسَلَامِ الْإِمَامِ وَالْبَدَاءُ بِالْيَمِينِ وَانْتِظَارُ الْمَسْبُوقِ فَرَاغَ الْإِمَامِ.

ترجمہ :- اور بائیں پیر کا بچھنا اور دائیں پیر کا کھڑا رکھنا اور عورت کو زمین پر سرین کا رکھ کر بیٹھنا اور شہادت کے وقت مسبحہ کا اٹھانا صحیح مذہب کے بموجب اس کو اٹھائے گا نفی کے وقت اور رکھ دے گا اثبات کے وقت۔ اور اول دور کعتوں کے بعد سورہ فاتحہ کا پڑھنا اور قعدہ اخیرہ میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک بھیجنا، اور دعا کرنی ایسی الفاظ سے جو قرآن کے الفاظ کے مشابہ ہو اور سنت کے مشابہ ہونہ کہ لوگوں کے کلام کے اور سلام کے ساتھ دائیں اور پھر بائیں متوجہ ہونا اور امام کے لئے نیت کرنا، لوگوں کی اور ملائکہ کی اور صالح جنوں کی دونوں سلاموں کے ساتھ، صحیح مذہب کے بموجب اور مقتدی کو امام کی جانب میں امام کی نیت کرنا، اور اگر اس کے برابر میں ہو تو دونوں سلاموں میں قوم اور ملائکہ اور صالح جن کی نیت کر لے۔ اور منفرد صرف ملائکہ کی نیت کر لے اور دوسرے سلام کا پہلے کے مقابل میں آہستہ کہنا اور مقتدی کو اپنے سلام کا امام کے سلام کے ساتھ ملانا، اور سلام کا دائیں جانب سے شروع کرنا، اور مسبوق کو امام کے فراغت کا انتظار کرنا۔

تشریح و مطالب :- افتراض جب دوسری رکعت کے دونوں سجدے پورے کر لے اب اسکے بعد بائیں پیر کو گرا لے اور دائیں پیر کو کھڑا رکھے اور صاحب در مختار نے لکھا ہے کہ پیر کو اس طرح رکھے کہ

تمام انگلیاں قبلہ رخ ہوں اور ہاتھوں کو رانوں پر رکھے اور اسکے رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ صرف انگلی کنارے ہو بقیہ تمام ہتھیلی ران پر ہو، اسی طرح داہنا ہاتھ داہنی ران پر اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر ہو، نیز یہ اس طرح کرنا تمام نمازوں میں سنت ہے خواہ وہ نفل ہوں یا فرائض کسی کے اندر کوئی فرق نہیں ہے ہر نماز کے اندر اس طرح کرنا سنت ہے۔ (در مختار مع تغیر)

تودك المرأة :- عورت کے لئے بیٹھنے کی حالت میں تورک کرنا سنت ہے تورک کی صورت یہ ہے کہ عورت سرین پر بیٹھے اور ران کو زمین پر رکھے اور دائیں رانوں کے نیچے سے پیر کو نکالے اس لئے کہ اس طرح بیٹھنے میں زیادہ ستر ہے۔ (مراقی الفلاح)

الاشارة :- یعنی تشہد میں شہادت پر انگلی کا اٹھانا، قول صحیح کے مطابق سنت ہے اسلئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سبابہ کو اٹھاتے تھے، لیکن بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ انگلی کو نہیں اٹھائے گا لیکن ان حضرات کا یہ قول نہ درایت سے ثابت ہے اور نہ ہی روایت سے اس لئے ان حضرات کا قول صحیح نہیں (مرآۃ الفلاح) اب انگلی کب اٹھائی جائے تو امام ابو یوسفؒ اور امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ انگلی کو نفی کے وقت اٹھائے اور اثبات کے وقت رکھ دے مثلاً لا پر اٹھائے اور الا اللہ پر چھوڑ دے۔

فی الصحیح :- کہہ کر اس قول کی طرف اشارہ کیا ہے جو اسکے خلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ شہادتین کے وقت سبابہ کو نہیں اٹھائے گا۔

وقرأة الفاتحة :- اس کو یہاں پر مطلق ذکر کیا تاکہ اس میں مغرب کی رکعت ثالثہ بھی شامل ہو جائے یعنی فرض کی دو اخیر رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا سنت ہے نیز حضرت حسنؒ نے حضرت امام اعظمؒ سے ایک روایت میں دوسری رکعتوں میں فاتحہ کی قرأت کو واجب نقل کیا ہے اس سے ایک بات یہ ثابت ہو گئی کہ اگر اخیر کی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کو ترک کر دیا تو اب اس صورت میں اس کے اوپر سجدہ سہو لازم نہ ہوگی اس لئے کہ اس نے سنت کو ترک کیا ہے اور سنت کے ترک پر سجدہ سہو واجب نہیں، نیز اگر سورہ کی جگہ میں تین مرتبہ تسبیح پڑھ لی تب بھی صحیح ہے لیکن افضل یہی ہے کہ سورۃ فاتحہ پڑھے، صاحب بدائع نے لکھا ہے کہ اسکو اختیار ہے چاہے فاتحہ پڑھے یا تسبیح پڑھے یا اس کی مقدار خاموش رہے، لیکن فاتحہ کا نفل اور سنت کی تمام رکعتوں میں پڑھنا واجب ہے اور مطلقاً پڑھنا فرض ہے۔

الصلوة :- یعنی قعدہ اخیرہ میں درود شریف پڑھنا سنت ہے امام محمدؒ سے پوچھا گیا کہ نماز میں کون سا درود پڑھا جائے تو آپ نے فرمایا اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم فی العالین انک حمید مجید۔ وعلی آل ابراہیم کے بعد و فی العالین پڑھنا مسلم کی روایت سے ثابت ہے اس لئے اب اس سے منع کرنا ٹھیک نہیں۔ درود پڑھنے کی چھ قسمیں ہیں (۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت (۴) مستحب (۵) مکروہ (۶) حرام۔ زندگی میں ایک بار پڑھنا فرض ہے اس لئے کہ قرآن میں آیا یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک آئے تو بقول امام طحاوی کے واجب ہے۔ قعدہ اخیرہ میں درود شریف پڑھنا سنت ہے، تمام اوقات میں پڑھنا مستحب ہے، قاعدہ اولیٰ میں پڑھنا مکروہ ہے اور ہر ناجائز کام کے کرنے کے وقت درود کا پڑھنا حرام ہے اسی طرح جب تاجر اپنا سامان کھولنے لگے اور وہ درود شریف پڑھے تاکہ لوگ اس کو دیندار کہیں اور اسکے پاس سے سامان خریدیں تو اس وقت بھی حرام ہوگا۔ (مرآۃ الفلاح، طحطاوی، ماخوذ از حاشیہ شیخ الادب)

والدعاء :- درود شریف پڑھ لینے کے بعد دعاء کا پڑھنا لیکن وہ دعا قرآن کے الفاظ کے مشابہ ہو عام لوگوں کی باتوں کی طرح نہ ہو اس لئے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ان صلوتنا ہذہ لا یصلح فیہا شئی من کلام الناس یہاں پر حقیقت مشابہت مراد نہیں اس لئے کہ قرآن ایک معجزہ ہے اسکے مشابہ اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی،

یہاں پر مطلق ذکر کیا ہے مگر اس سے مراد قرأت نہیں ہے بلکہ اس سے مراد دعا ہے جیسے ربنا لاتزغ قلوبنا الخ اور اسی طرح ادعیہ ماثورہ جیسا کہ صحیح مسلم میں یہ دعائے ماثورہ منقول ہے اللھم انی اعوذ بک من عذاب جہنم ومن عذاب القبر ومن فتنۃ الحیاة والممات ومن فتنۃ الدجال لیکن یہ دعا صرف قعدہ اخیرہ میں پڑھی جائے گی اگر اس نے قعدہ اولیٰ میں جان کر پڑھ لیا تو نماز کا اعادہ کرے گا لیکن اگر بھول کر علی محمد تک پڑھ لیا تو سجدہ سہو لازم ہو گا اس لئے کہ ایک واجب میں تاخیر ہوئی ہے۔ اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول مجھ کو آپ وہ دعا سکھلا دیں جس کو میں نماز میں پڑھا کروں تو اس پر حضور نے یہ تعلیم فرمائی اللھم انی ظلمت نفسی ظلماً کثیراً ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفر لی مغفرة من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم (بخاری و مسلم) اور حضرت عبداللہ بن مسعود ان الفاظ میں دعاء فرماتے تھے اللھم انی اسئلك من الخیر کلہ ما علمت منه وما لم اعلم واعوذ بک من الشر کلہ ما علمت منه وما لم اعلم۔

لا کلام الناس :- یعنی ان الفاظ کی طرح دعائے مانگے اللھم زوجنی فلانة، اعطنی کذا و کذا۔
الاتفات :- یعنی جب دعا وغیرہ سے فارغ ہو جائے، اب سلام کو دونوں طرف پھیرے یعنی دائیں اور بائیں اور اس کے اندر اس قدر مبالغہ کرنا چاہئے کہ جو دائیں جانب ہے اس کا چہرہ دکھائی دے اسی طرح بائیں جانب بھی (لہذا فی البدائع) اگر امام ہے تو جب وہ سلام پھیرے تو اس کے ساتھ ہی ساتھ مقتدیوں اور اسی طرح ملائکہ وغیرہ کی نیت کرے، نیز امام کو چاہئے کہ زور سے سلام کہے تاکہ جو لوگ اس کی اقتداء کر رہے ہیں وہ جان لیں کہ امام نے سلام پھیر دیا، اسی طرح پہلے سلام کے مقابل میں دوسرے سلام کو کچھ آہستہ سے کہے اسلئے کہ مقتدیوں کو بتلانا مقصود تھا اور وہ حاصل ہو گیا لیکن یہ نہیں کہ دوسرے سلام کو آہستہ سے کہے گا تو اس صورت میں لوگ شک و شبہ میں پڑ جائیں گے کہ ہو سکتا ہے کہ امام کو سجدہ سہو کی ضرورت پیش آگئی ہو اس لئے اس شک کو دور کرنے کے لئے اس قدر زور سے کہے گا کہ لوگ سن لیں، سلام کے الفاظ السلام علیکم ورحمة اللہ ہیں، اگر کسی نے علیکم السلام کہا تو ایسا کرنا مکروہ ہے اور یہ شخص تارک سنت کہلائے گا اور لفظ برکات نہ کہا جائے اس لئے کہ علامہ نووی شارح مسلم نے اس کو بدعت لکھا ہے۔

انتظار المسبوق :- یعنی مسبوق کے لئے یہ سنت ہے کہ جب امام دونوں طرف سلام پھیر دے اس وقت وہ نماز کے لئے کھڑا ہو اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ امام کے اوپر سجدہ سہو ہو اور مسبوق کو بھی وہ سجدہ سہو کرنی ہے اس لئے انتظار کرے گا اس لئے کہ جب ایک طرف سلام پھیرا تو اس وقت سجدہ سہو کا امکان تھا مگر جب دونوں طرف پھیر دیا اب اس وقت احتمال باقی نہ رہا۔ ہاں اگر جانتا ہے کہ امام کے اوپر سجدہ سہو نہیں ہے تو وہ کھڑا ہو سکتا ہے مگر اس کا یہ فعل مکروہ تحریمی ہو گا لیکن اگر اسکی ضرورت ہو تو کوئی مضائقہ نہیں، مثلاً وہ فجر کی نماز پڑھ رہا ہے اب اگر وہ انتظار کرے گا تو سورج طلوع ہو جائیگا جمعہ کا وقت ختم ہو رہا ہے یا اسی طرح عیدین کا وقت ختم ہو رہا ہے یا مدت مسح ختم ہو رہی ہے یا وہ معذور ہے یا اسی طرح سے اس بات کا خوف ہے کہ لوگ سامنے سے نکلے لگیں تو اس وقت کھڑا ہونا ٹھیک ہے۔ (مرآۃ الفلاح، طحاوی)

(فصل) مِنْ آدَابِهَا إِخْرَاجُ الرَّجُلِ كَفِّهِ مِنْ كُمِّهِ عِنْدَ التَّكْبِيرِ وَنَظَرُ الْمُصَلِّي إِلَى مَوْضِعِ سُجُودِهِ قَائِمًا وَإِلَى ظَاهِرِ الْقَدَمِ رَاكِعًا وَإِلَى أَرْتَبَةِ أَنْفِهِ سَاجِدًا وَإِلَى حَجَرِهِ جَالِسًا وَإِلَى الْمَنْكِبَيْنِ مُسْلِمًا وَدَفْعُ السَّعَالِ مَا اسْتَطَاعَ وَكَظْمُ فَمِهِ عِنْدَ التَّثَاوُبِ وَالْقِيَامِ حِينَ قِيلَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ وَشُرُوعُ الْإِمَامِ مَنْذُ قِيلَ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ.

ترجمہ:- نماز کے آداب۔ نماز کے آداب میں شامل ہے کہ مرد اپنے ہاتھوں کو تکبیر تحریمہ کے وقت آستینوں سے نکال لے نماز پڑھنے والے کا حالت قیام میں سجدے کی جگہ پر دیکھنا اور رکوع کی حالت میں پیروں کی پشت کا دیکھنا، اور حالت سجدہ میں اپنی ناک کے پھونگل کی طرف دیکھنا، اور بیٹھنے کی حالت میں اپنی گود میں دیکھنا اور سلام پھیرنے کی حالت میں اپنے مونڈھوں کا دیکھنا، کھانسی کا حتی المقدور روکنا اور جمائی کے وقت منہ کا بند رکھنا اور حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا، اور امام کا نماز شروع کر دینا جس وقت قد قامت الصلوۃ کہا جائے۔

تشریح و مطالب:- ابھی اس سے قبل سنن کو بیان کر رہے تھے اب یہاں سے آداب کو بیان کر رہے ہیں، سنن کا درجہ چونکہ آداب سے اعلیٰ و افضل ہے اسلئے اسکو مقدم کیا اور اسکا درجہ اس سے کم ہے اسلئے اسکو مؤخر کیا

آدابہا:- اب اس کو بیان کیا جاتا ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں ایک مرتبہ یا دو مرتبہ کیا ہو اور اس پر آپ نے ہمیشگی نہ فرمائی ہو، ادب کی مشروعیت سنت کو کامل کرنے کی وجہ سے ہے، یہاں پر من تبعیضہ ہے اور من تبعیضہ لا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اس فصل میں تمام آداب کو بیان نہیں کیا گیا ہے بلکہ چند کو بیان کر دیا گیا ہے، لہذا اب اگر اس کے علاوہ کہیں مل جائے تو مصنف پر اعتراض نہ کیا جاوے۔ (مراقی مع تغیر)

اخراج الرجل:- یعنی جس وقت تکبیر تحریمہ کہی جائے اس وقت آستین سے ہاتھ کو نکال لیا جائے لیکن اگر کوئی عذر ہو کسی قسم کا خوف ہو تو نہیں نکالا جائے گا، جیسے سردی کا خوف ہے کہ اگر نکالے گا تو شل ہو جائے گا یا اور کوئی بات ہو تو نہ نکالنا درست ہے مگر افضل یہی ہے کہ نکال دیا جائے (در مختار) البتہ عورت کو آستین سے باہر نہیں نکالنا چاہئے اس کی مکمل تفصیل گذر چکی ہے۔

ونظر المصلی:- ایک مستحب یہ بھی ہے کہ نماز پڑھنے والا حالت قیام میں سجدہ کی جگہ دیکھے، قیام حقیقتاً ہو یا حکماً اگر کوئی بیٹھ کر نماز ادا کر رہا ہے تو وہ بھی سجدہ کی جگہ پر نظر رکھے گا اور رکوع کی حالت میں پیر کی طرف دیکھے اسی طرح سجدہ کی حالت میں اپنی ناک کے پھونگل کی طرف نظر رکھے اور حالت قعود کے اندر گود میں دیکھے خواہ قعدہ اولیٰ ہو یا ثانیہ دونوں اس میں برابر ہیں، اور سلام پھیرنے کے وقت جب وہ دائیں جانب سلام پھیرے گا تو دائیں مونڈھے کو دیکھے گا اور جب بائیں جانب سلام پھیرے گا تو بائیں مونڈھے کو دیکھے گا ایک حکم کے علاوہ میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں کسی کے درمیان کوئی فرق اور امتیاز نہیں ہے یہ اس وجہ سے ہے کہ اس طرح رہنے سے خشوع و خضوع ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے دل ادھر ادھر نہیں جاتا۔ (مراقی الفلاح)

وَدَفَعَ السَّعَالَ :- ایک ادب یہ بھی ہے کہ جب کھانسی آجائے تو جہاں تک ہو سکے انکو دور کیا جائے یعنی انھیں روکا جائے لیکن اگر بلا کسی عذر کے ایسا کیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (مراقی الفلاح)

ما استطاع :- اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر دفعِ سعال میں دھیان بٹنے یا توجہ میں کمی آنے کا خطرہ ہو تو بہتر ہے کہ اس کو دفع نہ کرے (ماخوذ از حاشیہ مولانا اعجاز علی)

كُظِمَ فَمَهْ عِنْدَ التَّائِبِ :- ایک ادب ان میں سے یہ بھی ہے کہ جب جمائی آنے لگے تو اپنے منہ کو بند کیا جائے اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ التَّائِبُ فِي الصَّلَاةِ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا تَأْتَابَ أَحَدُكُمْ فَلْيَكْظُمْ مَا اسْتَطَاعَ.

القيام حين قيل حي على الفلاح :- یعنی جب تکبیر کا کہنے والا حی علی الفلاح کہے تو اس وقت کھڑا ہو جانا چاہئے اس لئے کہ یہ امر ہے اور اسکو قبول کرنا چاہئے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ابھی تک کھڑا نہیں ہوا ہے تو اس پر تو ضرور کھڑا ہو جانا چاہئے اس سے زیادہ تاخیر نہیں کرنی چاہئے، اسی طرح جب مکرم قد قامت الصلوة کہے اس وقت نماز شروع کر سکتا ہے لیکن امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ جب اقامت ختم ہو جائے اس وقت شروع کرے اور امام اعظم اور امام محمد کا مذہب یہی ہے جو متن میں بیان کیا گیا۔ (مراقی الفلاح)

(فصل) فِي كَيْفِيَّةِ تَرْكِيبِ الصَّلَاةِ إِذَا أَرَادَ الرَّجُلُ الدُّخُولَ فِي الصَّلَاةِ أَخْرَجَ كَفَّيْهِ مِنْ كُمَيْهِ ثُمَّ رَفَعَهُمَا حِذَاءَ أُذُنَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ بِلَا مَدٍّ نَوَائِيًا وَيَصْبِحُ الشَّرُوعُ بِكُلِّ ذِكْرٍ خَالِصٍ لِلَّهِ تَعَالَى كَسُبْحَانَ اللَّهِ وَبِالْفَارِسِيَّةِ إِنْ عَجَزَ عَنِ الْعَرَبِيَّةِ وَإِنْ قَدَّرَ لَا يَصْبِحُ شَرْعُهُ بِالْفَارِسِيَّةِ وَلَا قِرَائَتُهُ بِهَا فِي الْأَصَحِّ ثُمَّ وَضَعَ يَمِينَهُ عَلَى يَسَارِهِ تَحْتَ سُرَّتِهِ عَقَبَ التَّحْرِيمَةِ بِلَا مُهْلَةٍ مُسْتَفْتِحًا وَهُوَ أَنْ يَقُولَ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ وَيَسْتَفْتِحُ كُلُّ مُصَلٍّ ثُمَّ يَتَعَوَّذُ سِرًّا لِلْقِرَاءَةِ فَيَأْتِي بِهِ الْمَسْبُوقُ لَا الْمُقْتَدَى وَيُؤَخِّرُ عَنْ تَكْثِيرَاتِ الْعِيدَيْنِ ثُمَّ يُسَمِّي سِرًّا وَيُسَمِّي فِي كُلِّ رُكْعَةٍ قَبْلَ الْفَاتِحَةِ فَقَطْ.

ترجمہ :- نماز پڑھنے کی ترکیب۔ جب آدمی نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو اپنے ہاتھوں کو آستینوں سے باہر نکالے پھر ان کو کانوں کی لو تک اٹھائے پھر بلا مد کے تکبیر کہے، نماز کی نیت کرتے ہوئے، اور صحیح ہے ہر ایسی چیز سے نماز کا شروع کرنا جو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص ہو جیسے سبحان اللہ، اور اگر عربی پر قادر نہ ہو تو فارسی میں بھی ہو جاتا ہے اور اگر عربی پر قادر ہو گا تو فارسی میں شروع کرنا صحیح نہیں ہو گا اور نہ فارسی میں قراءت صحیح ہو گی پھر اپنے داہنے کو بائیں ہاتھ پر رکھے ناف کے نیچے تکبیر تحریمہ کے بعد بلا کسی فصل کے افتتاح کرتے ہوئے اس حال میں کہ وہ سبحانک اللہم الخ پڑھ رہا ہو، اور نماز پڑھنے والا سبحانک پڑھے، پھر قراءت کے لئے آہستہ سے اعوذ باللہ پڑھے اسے مسبوق پڑھے گا مقتدی نہیں پڑھے گا اور تکبیرات عیدین سے مؤخر کرے پھر آہستہ سے پڑھے اور ہر ایک رکعت میں سورہ فاتحہ سے قبل پڑھے۔

اب یہاں سے نماز پڑھنے کی ترکیب بتلا رہے ہیں کہ کس طرح نماز پڑھی جائے۔

تشریح و مطالب :- | اخراج الخ :- جب مرد نماز کیلئے کھڑا ہو تو سب سے پہلا کام اسے یہ کرنا چاہئے کہ

آستین سے اپنے ہاتھوں کو نکالے لیکن الرجل لا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ عورت ایسا نہیں کرے گی، اسکے احکام بالتفصیل گزر چکے۔

حذاء اذنبہ :- یعنی جب تکبیر تحریمہ کہے اس وقت اپنے ہاتھ کے انگوٹھے کو کان کی لو تک لیجائے اور اپنا باطن کف قبلہ کی طرف کئے ہوئے ہو اور انگلیوں کو نہ کھولے اور نہ ان کو ہلائے بلکہ وہ جس حالت پہ ہوں اسی حالت پر رکھے لیکن عورت اس میں بھی الگ ہے وہ صرف مونڈھوں تک لے جائے گی۔ (مواقی الفلاح بحذف)

ثم کبر :- جب اتنا کر چکے تو اب تکبیر تحریمہ کہے کہے اس کے بارے میں تین قول ہیں ایک قول تو یہ ہے کہ اللہ اکبر کے ساتھ ہی ساتھ ہاتھ کو اٹھائے اور قاضی خان نے اس کا طریقہ یہ بتلایا ہے کہ ہاتھ ساتھ میں اٹھائے اور ہاتھ کو اس کے ختم ہونے کے ساتھ باندھ لے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ تکبیر سے قبل اٹھائے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ تکبیر کے بعد اٹھائے پہلے تکبیر کہے پھر ہاتھ اٹھائے۔ (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادب)

بلامد :- یعنی تکبیر تحریمہ میں مد نہ کرے مد کرنے کی چند صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو اللہ میں ہو گا اب اگر اللہ میں ہے تو اس میں تین صورتیں ہوں گی (۱) یا تو اسکے شروع میں ہو گا تو اس سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی لیکن اگر جان بوجھ کر کیا ہے تو اس وقت کافر ہو جائے گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی کبریائی میں شک کر رہا ہے حالانکہ مومن کو یقین کامل حاصل ہونا چاہئے (۲) اور اگر درمیان میں ہے تو کوئی حرج نہیں لیکن اس بات کا خیال رہے کہ اس مد میں زیادتی نہ کرے اگر مد طبعی یعنی دو حرکتوں کی مقدار سے زیادہ کیا تو مکروہ ہے لیکن نماز فاسد نہیں ہو سکتی (۳) اور اگر مد اسکے اخیر میں ہو تو یہ لغتہ غلط ہے۔ یاد اللہ میں نہیں ہے بلکہ اکبر میں ہے تو اس وقت بھی تین صورتیں ہوں گی جس طرح اللہ میں تھیں (۱) یا تو اکبر کے شروع میں ہو گا اس صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی (۲) یا وسط میں اس وقت بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ نماز فاسد ہو جائے گی مثلاً اللہ اکبر کہے اس لئے کہ یہ کبر کی جمع ہے اور شیطان کی اولاد کا نام ہے اور بعض علماء کے نزدیک فاسد نہ ہوگی (کافی منیہ) اور اگر مد اخیر میں ہے تو اس صورت میں بھی دو قول ہے ایک یہ کہ نماز فاسد ہو جائے گی لیکن قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس سے شروع کرنا صحیح نہ ہو اور بعض حضرات نے کہا کہ نماز فاسد نہ ہوگی۔ (ماخوذ از حاشیہ مولانا اعجاز علی)

بصح الشروع :- تکبیر تحریمہ ہر اس کلمہ سے کہی جاسکتی ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہو صرف اسی کے لئے اسکا استعمال کیا جاسکتا ہو غیر اللہ پر اسکا اطلاق نہ کیا جاتا ہو۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اللہ اکبر کہنا واجب ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جملہ تادم ہو اب اگر اس نے کہا اللھم اغفر لی تو یہ درست نہیں اس لئے کہ یہاں پر خدائے تعالیٰ کی کبریائی بیان کرنی چاہئے اور اللھم اغفر لی سے اسکی کبریائی نہیں ہو سکتی۔

بالفارسیہ :- یعنی اگر نماز پڑھنے والا عربی پر قادر نہ ہے اب اگر اس نے زبان فارسی میں کہا تو اس کی نماز درست ہو جائے گی یہاں فارسی سے مراد خاص فارسی زبان ہی نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہاں پر ہر وہ زبان ہے جو عربی کے علاوہ ہے لیکن اگر وہ عربی پر قادر ہے تو اس صورت میں اس کی نماز درست نہ ہوگی۔ لیکن ایک روایت امام ابو حنیفہؒ سے اس کے خلاف بھی ہے کہ اگر قادر ہو تب بھی اس کی نماز درست ہو جائے گی اور فی الاصح لا کر اسی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے

کہ صحیح قول صاحبین کا ہی ہے امام اعظمؒ کی ایک روایت صاحبین کے موافق بھی ہے۔ (طحاوی)

ثم وضع الخ :- پھر جب تکبیر تحریر سے فارغ ہو لے تو اب دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر باندھ لے اور بلا کسی فصل کے ہو اس لئے کہ ظاہر مذہب میں یہ قیام کی سنت ہے لیکن امام محمدؒ کے نزدیک قراءت کی سنت ہے اس لئے ان کے یہاں اکبر کے بعد ہاتھ چھوڑ دے گا جب قراءت شروع کرے گا اس وقت باندھے گا۔ طحاوی

مستفتحاً :- اب ہاتھ کے باندھ لینے کے بعد فوراً سبحان اللہ شروع کر دے اور اگر اس کے آخر میں جل ثناؤك کہہ دیا تو اس سے منع نہ کیا جاوے اسی طرح سے اگر نہ کہے تو اسے اس کے کہنے کا حکم بھی نہ دیا جائے۔ (طحاوی)

يسفتح :- اسے مطلق ذکر کر کے یہ بتلانا مقصود ہے کہ ہر ایک خواہ وہ امام ہو یا منفرد مسافر ہو یا مقیم، مرد ہو یا عورت، نماز نفل ہو یا سنت، فرض ہو یا واجب تمام نمازوں میں ثناء پڑھی جائے گی لیکن اگر مقتدی نے اور امام نے قراءت شروع کر دی ہے تو اب مقتدی ثناء نہیں پڑھے گا بلکہ خاموش رہے گا اسکی مکمل تفصیل آگے گزر چکی ہے۔

ثم يتعوذ :- یعنی جب ثناء پڑھ کر فارغ ہو جائے اب اعوذ باللہ پڑھے اس لئے کہ اب قراءت شروع کر رہا ہے اور اعوذ باللہ قراءت کے لئے ہے ثناء کے لئے نہیں ہے لیکن اس کو آہستہ سے پڑھے، اس لئے کہ حضور ﷺ سے اسی طرح ثابت ہے۔ فیاتی بہ المسبوق مقتدی کے اوپر اعوذ باللہ نہیں ہے اس لئے کہ اس کے لئے قراءت نہیں ہے لیکن جس کی کچھ رکعتیں چھوٹ گئی ہیں جب وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو گا تو اب قراءت کرے گا اور تعوذ قراءت کے لئے ہے اس لئے وہ تعوذ پڑھے گا۔

یوخر :- یعنی جب عیدین کی نماز ادا کر رہا ہے تو قراءت اس میں تکبیرات زوائد کے بعد ہوگی اور تعوذ قراءت کے لئے ہے لہذا اس وقت جب قراءت شروع کی جائے گی اسی وقت تعوذ پڑھے گا۔

ثم يسمی :- یعنی تعوذ پڑھ لینے کے بعد اب بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے اور بسم اللہ صرف سورہ فاتحہ کے لئے ہو نیز ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنے سے قبل بسم اللہ پڑھی جائے گی، نیز فقط سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ سورہ فاتحہ اور دوسری سورت کے درمیان بسم اللہ کا پڑھنا سنت نہیں۔ حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ نہ جہر اُپڑھے گا اور نہ سرا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے ارشاد فرمایا کہ امام کو چار مقامات پر سر اختیار کرنا چاہئے اسی میں تعوذ، بسم اللہ اور آمین کو فرمایا، کذافی الہدایہ اور چوتھی جگہ ثناء ہے (کذافی فتح القدیر) امام محمدؒ کے نزدیک ایک سری نماز میں سورہ اور فاتحہ کے درمیان بسم اللہ کہے گا اور جہری نمازوں میں نہیں۔

ثم قرا الفاتحة :- جب ان افعال کو پورا کر لے اس وقت سورہ فاتحہ کو شروع کرے لیکن اگر مقتدی ہے تو سورہ فاتحہ کو نہیں پڑھے گا خواہ وہ نماز سری ہو یا جہری لیکن اگر تنہا نماز ادا کر رہا ہے تو پھر سورہ فاتحہ کو پڑھے گا اسکے بعد جب سورہ فاتحہ کو پڑھ لے پھر اب امام اور مقتدی دونوں مل کر آہستہ سے آمین کہیں گے اس لئے کہ حدیث میں آتا ہے اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا آمین (مشکوٰۃ)

ثم قرأ سورة الخ :- سورہ فاتحہ کے بعد کوئی سورت تلاوت کی جائے یا تین چھوٹی آیتیں پڑھی جائیں اسکی تفصیل گزر چکی۔

ثم کبر رکعاً :- اسکے بعد اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں چلا جاوے اس میں یہ طریقہ اپنائے کہ جب تکبیر شروع کرے تو جھکنا شروع کر دے جب ختم کر چکے تو پورے طور پر جھک جائے اور خوب اطمینان و سکون کے ساتھ رکوع کر لے اور اسکا طریقہ یہ ہو کہ اپنی انگلیوں سے گھٹنوں کو پکڑے ہوئے ہو اور انگلیوں کو کھلی ہوئی رکھے اور اسکے اندر تین مرتبہ سبحان ربی العظیم کہے اسکی مکمل تفصیل گزر چکی۔ اس کے بعد خوب اطمینان سے کھڑا ہو کر سمع اللہ الخ کہے اس بارے میں کچھ اختلاف ہے کہ کیا امام ربنا لک الحمد اور سمع اللہ دونوں کہے یا صرف ایک؟ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ امام دونوں کو جمع کرے۔ امام اعظمؒ کی دلیل یہ حدیث ہے قال علیہ الصلوٰۃ والسلام اذا قال الامام سمع الله لمن حمده قولوا ربنا لك الحمد (کذا فی الہدایۃ) یرونا کو تین طرح سے اذاکیا جاسکتا ہے (۱) اللهم ربنا ولك الحمد (۲) اللهم ربنا لك الحمد (۳) ربنا لك الحمد۔ لیکن اول زیادہ بہتر ہے (مراقی الفلاح)

ثُمَّ قَرَأَ الْفَاتِحَةَ وَأَمَّنَ الْإِمَامُ وَالْمَأْمُومُ سِرًّا ثُمَّ قَرَأَ سُورَةَ أَوْ ثَلَاثَ آيَاتٍ ثُمَّ كَبَّرَ رَاكِعًا مُطْمَئِنًّا مُسَوِّيًا رَأْسَهُ بَعْضُهُمْ آخِذًا بِرُكْبَتِهِ بِيَدَيْهِ مُقَرَّبًا أَصَابِعُهُ وَسَبَّحَ فِيهِ ثَلَاثًا وَذَلِكَ أَذْنَاهُ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَأَطْمَأَنَّ قَائِلًا سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ لَوْ إِمَامًا أَوْ مُتَفَرِّدًا وَالْمُقْتَدِي يَكْتَفِي بِالتَّحْمِيدِ ثُمَّ كَبَّرَ خَارًا لِلسُّجُودِ ثُمَّ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ يَدَيْهِ ثُمَّ وَجْهَهُ بَيْنَ كَفَيْهِ وَسَجَدَ بَأَنفِهِ وَجْهَهُ مُطْمَئِنًّا مُسَبِّحًا ثَلَاثًا وَذَلِكَ أَذْنَاهُ وَجَافَى بَطْنَهُ عَنْ فَخْذَيْهِ وَعَضْدَيْهِ عَنْ إِبْطَيْهِ فِي غَيْرِ زَحْمَةٍ مُوجِّهًا أَصَابِعَ يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ نَحْوَ الْقِبْلَةِ وَالْمَرَأةُ تَخْفِضُ وَتَلْزِقُ بَطْنَهَا بِفَخْذَيْهَا۔

ترجمہ :- پھر سورہ فاتحہ کو پڑھے اور امام اور مقتدی دونوں آہستہ سے آمین کہیں پھر کوئی سورہ یا تین آیت پڑھے پھر رکوع کے لئے تکبیر کہے پھر اطمینان کے ساتھ سر اور سرین کو برابر کرے، اس حال میں کہ پکڑے ہوئے ہو اپنے گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے اور اپنی انگلیوں کو کشادہ رکھے اور اس میں تین مرتبہ تسبیح پڑھے اور یہ اس کا کم درجہ ہے پھر سر کو اٹھائے اور اطمینان کے ساتھ سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد پڑھتا ہوا کھڑا ہو جائے، امام ہو یا مفرد اور مقتدی صرف ربنا لک الحمد پراکتفا کرے پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدہ میں چلا جائے پھر اپنے گھٹنوں کو ٹیکے پھر اپنے ہاتھ کو رکھے پھر اپنے چہرے کو دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھے اور اپنی ناک اور پیشانی پر سجدہ کرے، اطمینان کی حالت میں تین مرتبہ تسبیح پڑھے اور یہ کم درجہ ہے اور اپنے پیٹ کو زانوؤں سے ملا لے اور بازو کو پہلوؤں سے، جب کہ بھیڑ نہ ہو اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو قبلہ رخ کرے اور پیر کو قبلہ کی طرف، اور عورت پست ہو جائے اپنے پیٹ کو زانوؤں سے ملا لے۔

تشریح و مطالب :- کبر خارا للہ سجود :- یعنی سجدہ میں جانے کے لئے تکبیر کہے اور سب سے پہلے اپنے گھٹنوں کو رکھے پھر اسکے بعد ہاتھوں کو رکھے، پھر اسکے بعد ناک و پیشانی کو رکھے، یہی طریقہ سنت ہے اور اٹھنے میں اسکے برعکس کیا جائے گا اور اپنے پیٹ کو زانوؤں سے جدا رکھے، لیکن اگر کوئی پریشانی ہے تو اس صورت میں کوئی حرج نہیں ہے اس کی مفصل تفصیل گذشتہ صفحات میں بیان ہو چکی۔

اصابع یدیدہ :- اسی طرح جب سجدہ میں دونوں ہاتھوں کے درمیان چہرے کو رکھے تو اس وقت ہاتھ کی

انگلیاں جانب قبلہ ہوں اور اسی طرح پیر کی بھی۔

والمرأة :- لیکن عورت اپنے پیٹ کو رانوں سے چمٹائے رکھے، اس لئے کہ اس کے لئے اسی میں زیادہ ستر ہے اس کی تفصیل گزر چکی۔

وَجَلَسَ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَأَضَاعَ يَدَيْهِ عَلَىٰ فَخْذَيْهِ مُطْمَئِنًّا ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مُطْمَئِنًّا وَسَبَّحَ فِيهِ ثَلَاثًا وَجَافَى بَطْنَهُ عَنْ فَخْذَيْهِ وَأَبْدَىٰ عَضْدِيَّهُ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مُكَبِّرًا لِلنُّهُوضِ بِإِلَاحِاطَةٍ عَلَى الْأَرْضِ بِيَدَيْهِ وَبِلَا قُعُودٍ وَالرَّكْعَةُ الثَّانِيَةُ كَالأُولَىٰ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَتَنَوَّىٰ وَلَا يَتَعَوَّذُ وَلَا يَسُنُّ رَفْعَ الْيَدَيْنِ إِلَّا عِنْدَ افْتِتَاحِ كُلِّ صَلَاةٍ وَعِنْدَ تَكْبِيرِ الْقَنُوتِ فِي الْوُتْرِ وَتَكْبِيرَاتِ الزَّوَائِدِ فِي الْعِيدَيْنِ وَحِينَ يَرَى الْكَعْبَةَ وَحِينَ يَسْتَلِمُ الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ وَحِينَ يَقُومُ عَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَعِنْدَ الْوُقُوفِ بِعَرَفَةَ وَمَزْدَلِفَةَ وَبَعْدَ رَمَى الْجَمْرَةِ الْأُولَى وَالْوُسْطَى وَعِنْدَ دُعَائِهِ بَعْدَ قَرَاغِهِ مِنَ التَّسْبِيحِ عَقَبَ الصَّلَوَاتِ وَإِذَا فَرَغَ الرَّجُلُ مِنْ سَجْدَتَيْ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ افْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَجَلَسَ عَلَيْهَا وَنَصَبَ يُمْنَاهُ وَوَجَّهَ أَصَابِعَهَا نَحْوَ الْقِبْلَةِ وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَىٰ فَخْذَيْهِ وَبَسَطَ أَصَابِعَهُ وَالْمَرْأَةُ تَتَوَرَّكُ.

ترجمہ :- اور دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھنا اس حال میں کہ دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر رکھے ہوئے ہو، پھر تکبیر کہے اور اطمینان کے ساتھ سجدہ کر لے اور اس میں تین مرتبہ تسبیح پڑھے اور اپنے پیٹ کو رانوں سے جدا رکھے اور دونوں بازوؤں کو کھول کر رکھے پھر اپنے سر کو تکبیر کہتے ہوئے اٹھائے زمین پر بلا ہاتھ کے ٹیکے ہوئے اور بلا بیٹھے ہوئے اور رکعت ثانیہ رکعت اولیٰ کی طرح ہے مگر فرق یہ ہے کہ اسکے اندر نہ سبحانک اللہم پڑھے گا اور نہ تعوذ پڑھے گا اور ہاتھوں کا اٹھانا سنت نہیں ہے مگر نماز شروع کرنے کے وقت اور نماز وتر میں قنوت کے وقت اور عیدین میں تکبیرات زوائد کے وقت اور کعبہ شریف کے دیکھنے کے وقت اور حجر اسود کے بوسہ لینے کے وقت اور جس وقت صفا و مروہ پر کھڑا ہو اور عرفہ اور مزدلفہ میں ٹھہرنے کے وقت اور جمرہ اولیٰ اور وسطیٰ کے رجم کے بعد اور نمازوں کے بعد تسبیح کے فراغت سے۔ اور مرد جب دوسری رکعت کے سجدہ سے فارغ ہو جائے تو بائیں پیر کو بچھائے اور اس پر بیٹھ جائے اور دائیں پیر کو کھڑا رکھے اور اس کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کر لے اور اپنے ہاتھوں کو رانوں پر رکھ لے اور اپنی انگلیوں کو کھول لے اور عورت سرین کو زمین پر رکھ کر بیٹھے۔

تشریح و مطالب :- جلس بین السجدتین یعنی دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھے اور بیٹھنے کی حالت یہ ہو کہ ہاتھوں کو دونوں رانوں پر رکھے اور پھر اطمینان کے ساتھ سجدہ ثانیہ کرے۔

بلا اعتماد :- یہ کہہ کر امام شافعیؒ کی تردید کر رہے ہیں اسلئے کہ انکے نزدیک جلسہ استراحت ہے اور اسی طرح سے بلا تعوذ کہہ کر بھی انہی کی تردید کر رہے ہیں اس لئے کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہاتھ کو زمین پر رکھ کر کھڑا ہو گا لیکن حنفیہ کے یہاں بلا اعتماد اور بلا کچھ بیٹھے ہوئے سجدہ کے بعد کھڑا ہو جائے گا۔

الركعة الثانية :- یعنی جو چیزیں رکعت اولیٰ میں کی جائیں گی وہی رکعات ثانیہ میں کی جائیں گی مگر چند افعال ایسے ہیں کہ رکعت ثانیہ میں نہیں کئے جائیں گے مثلاً سبحانک اللہم نہیں پڑھی جائے گی اسی طرح سے اعوذ باللہ نہیں

پڑھی جائے گی اسی طرح جب رکعت ثانیہ کے لئے کھڑا ہو گا اس وقت ہاتھ کو نہیں اٹھائے گا یہی وہ چند افعال ہیں جس کی وجہ سے رکعت ثانیہ واولیٰ میں کچھ فرق ہو گیا اور نہ تمام امور میں برابر ہے۔

ولایسن :- یعنی ہاتھوں کا اٹھانا ان گیارہ جگہوں پر مسنون ہے اسکے علاوہ رکوع میں جانے کے وقت یا رکوع سے اٹھنے کے وقت مسنون نہیں۔ تین تو حالت صلوٰۃ میں ہیں ایک تو تکبیر تحریمہ جس وقت کہی جائے اس وقت ہاتھوں کو کان تک لے جایا جائے خواہ وہ نماز ادا ہو یا قضاء، فرض ہو یا واجب، سنت ہو یا نفل ہر ایک نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو اٹھایا جائے گا (۲) اسی طرح جس وقت وتر کی نماز میں ضم سورۃ کے بعد جب دعاء قنوت پڑھنے کا وقت آئے اس وقت دعائے قنوت سے قبل ہاتھ کو اٹھایا جائے گا (۳) عیدین کی نماز میں تکبیرات زوائد کے وقت ہاتھ کو اٹھایا جائے گا، بقیہ چار سے گیارہ تک اس کی تفصیل کتاب الحج میں آرہی ہے ہم وہاں بالتفصیل انشاء اللہ بیان کریں گے۔

یہاں پر امام اعظم ابو حنیفہ کا ایک مناظرہ سنتے چلے۔ امام ابو حنیفہ مسجد حرام میں تھے کہ امام اوزاعی کی ملاقات ہو گئی تو امام اوزاعی نے کہا کہ اہل عراق کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ رکوع میں جانے کے وقت اور اس سے اٹھنے کے بعد رفع یدین نہیں کرتے حالانکہ حدیث سے اس کا ثبوت ہے، پھر اس سند سے ایک روایت سنائی قال حدثنی زہری عن سالم عن ابن عمر انه عليه السلام كان يرفع يديه عندها تو امام ابو حنیفہ نے یہ حدیث سن کر ایک حدیث سنائی جس کی سند یہ تھی حدثنی حماد عن ابراہیم عن علقمة عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم ان النبی ﷺ كان يرفع يديه عند تكبيرة الافتتاح ثم لا يعود اس حدیث کو سنکر امام اوزاعی نے باعتبار سند کے فرمایا کہ میں نے جس سند سے بیان کیا ہے وہ سند اعلیٰ ہے اسکے باوجود آپ نے اونی کو اعلیٰ پر ترجیح دی ہے تو اس کا جواب امام اعظم نے اس طرح دیا کہ حضرت حماد حضرت زہری سے زیادہ فقیہ ہیں اور اسی طرح حضرت ابراہیم حضرت سالم سے زیادہ فقیہ ہیں اس کے بعد فرمایا کہ اگر حضرت ابن عمر سبقت نہ لے گئے ہوتے تو میں کہہ دیتا کہ حضرت علقمہ ابن عمر سے زیادہ فقیہ ہیں اور حضرت عبد اللہ بن مسعود تو فقیہ ہیں ہی، اس لئے ہم نے اس روایت کو ترجیح دی، احناف کی دلیل اس روایت سے بھی ہے عن ابن عباس انه قال العشر الذين شهد لهم النبي صلى الله عليه وسلم بالجنة لم يكونوا يرفعون ايديهم الا عند افتتاح الصلوة (عناہ لکن باختصار)

اذا فرغ الرجل :- یعنی نماز پڑھنے والا دوسرا سجدہ کر لے اس وقت اگر دو رکعت پوری ہو گئی ہے اور چار رکعت والی نماز ہے تو قعدہ اولیٰ کے لئے اپنے بائیں پیر کو زمین پر گرالے اور اس پر بیٹھ جائے اور دائیں پیر کو کھڑا رکھے اور کھڑا رکھنے کی حالت یہ ہو کہ اسکی تمام انگلیاں قبلہ کی جانب ہوں اور دونوں ہاتھوں کو رانوں پر انگلیوں کو کھول کر رکھے، لیکن عورت اس طرح نہیں بیٹھے گی اس کی مفصل تفصیل گذر چکی ہے۔

وَقَرَأَ تَشَهُدُ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَأَشَارَ بِالْمُسْبَحَةِ فِي الشَّهَادَةِ يَرَفَعُهَا عِنْدَ النَّفْيِ وَيَضَعُهَا عِنْدَ الْإِثْبَاتِ وَلَا يَزِيدُ عَلَى التَّشَهُدِ فِي الْقُعُودِ الْأَوَّلِ وَهُوَ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَقَرَأَ الْفَاتِحَةَ فِيمَا بَعْدَ الْأَوَّلَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ وَقَرَأَ التَّشَهُدَ ثُمَّ صَلَّى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ دَعَا بِمَا يَشِبُهُ

الْقُرْآنَ وَالسُّنَّةَ ثُمَّ يُسَلِّمُ بَيْنَنَا وَيَسَاراً فَيَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ نَاوِيَا مَنْ مَعَهُ كَمَا تَقْلَعُ

ترجمہ :- اور ابن مسعودؓ والی تشہد پڑھے اور شہادت کے وقت مسبحہ سے اشارہ کرے اور نفی کے وقت اسکو اٹھائے اور اثبات کے وقت رکھ دے اور قعدہ اولیٰ میں تشہد سے زیادہ کچھ نہ پڑھے اور وہ یہ ہے التحیات للہ الی عبدہ ورسولہ، اور پہلی دو رکعتوں کے بعد سورہ فاتحہ پڑھے پھر بیٹھ جائے اور تشہد پڑھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر ان کلمات سے دعا مانگے جو قرآن اور سنت کے الفاظ سے مشابہ ہوں پھر دائیں اور بائیں سلام پھیرے اور یہ کہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور ان لوگوں کی نیت کرے جو اس کے ساتھ ہیں جیسا کہ پہلے گذر چکا۔

تشریح و مطالب :- قرآن شہد ابن مسعودؓ یہاں پر تشہد کو مقید کرنے کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ کتب احادیث میں چند صحابہ کرام سے تشہد مروی ہے چنانچہ ایک تشہد حضرت عمر فاروقؓ کی طرف، ایک تشہد حضرت علیؓ کی طرف، ایک حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی طرف، اور اسی طرح ایک حضرت عائشہؓ کی طرف منسوب ہے لیکن علماء احناف نے صرف ابن مسعودؓ کا تشہد اختیار کیا ہے اور حضرت امام شافعیؒ نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے تشہد کو اختیار فرمایا، اس تشہد میں صرف افضلیت اور غیر افضلیت کے اندر اختلاف ہے اگر کسی نے کسی بھی تشہد کو پڑھ لیا تو نماز درست ہو جائے گی۔ (غایہ مع اختصار)

اشار بالمسبحۃ :- یعنی تشہد میں جب لا پر پہنچے تو اس انگلی کو اٹھائے اور جب الا اللہ پر پہنچے تو گرالے۔
ولایزید :- اور قعدہ اولیٰ کے اندر صرف التحیات کو پڑھے اسکے علاوہ اور کچھ نہ پڑھے اسکی تفصیل گذر چکی ہے۔
وہو التحیات :- شب معراج میں سید الکونین جناب رسول اللہ ﷺ بارگاہ ذوالجلال میں حاضر ہوئے تو آداب و تسلیم کے طور پر ان الہامی کلمات کو ادا کیا التحیات للہ والصلوات والطیبات الخ۔ التحیات یعنی ہر قسم کی وہ تعظیم و تکریم جو انسان زبان سے کر سکے سب اللہ بالا و برتر کے لئے ہیں اس معجزانہ اکرام و آداب پر حضرت ذوالجلال کی جانب سے یہ جواب ارشاد ہوا السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یعنی اے نبی آپ پر سلام ہو اور خدا کی رحمت و خدا کی برکتیں، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ رحمت و برکت کی بارش ہو رہی ہے تو آپ کی ہمہ گیر رحمت و شفقت کا تقاضہ ہوا کہ رحمت کی اس وسیع چادر میں تمام نیک بندوں کو شامل کر لیں چنانچہ آپ نے عرض کیا السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین یعنی خداوند اسلام ہم پر بھی اور خدائے قدوس کے تمام نیک بندوں پر بھی، جب ملائکہ نے یہ عجیب و غریب خطاب و جواب دیکھا تو ان میں سے ہر ایک پکار اٹھا اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔ پھر چونکہ نماز کو حدیث میں مناجات یعنی سرگوشی اور مکالمہ عابد و معبود سے تعبیر کیا گیا، نیز نماز کو مؤمنین کی معراج قرار دیا گیا ہے، تو ضروری ہوا کہ سب سے بڑے عابد اور تمام دنیا میں سب سے افضل عبد اور اس کے خدائے بالا و برتر کے برحق مکالمہ کا اختصار بھی ہو جائے (ماخوذ فیض الاصاب، مرآۃ الفلاح)



بَابُ الْإِمَامَةِ

هِيَ أَفْضَلُ مِنَ الْأَذَانِ وَالصَّلَاةُ بِالْجَمَاعَةِ سُنَّةٌ لِلرِّجَالِ الْأَحْرَارِ بِأَعْدَارِ وَشُرُوطِ صِحَّةِ الْإِمَامَةِ لِلرِّجَالِ الْأَصْحَاءِ سِتَّةُ أَشْيَاءٍ الْإِسْلَامُ وَالْبُلُوغُ وَالْعَقْلُ وَالذَّكُورَةُ وَالْقِرَاءَةُ وَالسَّلَامَةُ مِنَ الْأَعْدَارِ كَالرُّعَافِ وَالْفَافَاةِ وَالْتِمَتَةِ وَاللُّثْغِ وَقَدْ شَرَطَ كَطَهَارَةِ وَسِتْرِ عَوْرَةِ وَشُرُوطِ صِحَّةِ الْإِقْدَاءِ أَرْبَعَةَ عَشَرَ شَيْئاً نِيَّةُ الْمُقْتَدِيِ الْمُتَابَعَةُ مُقَارَنَةُ لِتَحْرِيمِهِ وَنِيَّةُ الرَّجُلِ الْإِمَامَةَ شَرَطٌ لِصِحَّةِ الْإِقْدَاءِ النَّسَاءُ بِهِ وَتَقَدَّمَ الْإِمَامُ بَعْقِيهِ عَنِ الْمَأْمُومِ وَأَنْ لَا يَكُونَ أَذْنَى خَالاً مِنَ الْمَأْمُومِ وَأَنْ لَا يَكُونَ الْإِمَامُ مُصَلِّياً فَرَضاً غَيْرَ فَرَضِهِ وَأَنْ لَا يَكُونَ الْإِمَامُ مُقِيمًا لِمُسَافِرٍ بَعْدَ الْوَقْتِ فِي رُبَاعِيَّةٍ وَلَا مَسْبُوقًا وَأَنْ لَا يَفْصِلَ بَيْنَ الْإِمَامِ وَالْمَأْمُومِ صَفٌّ مِنَ النَّسَاءِ.

ترجمہ :- امامت کا بیان۔ امامت اذان سے افضل ہے اور جن آزاد مردوں کو عذر نہ ہو ان کے لئے جماعت سے پڑھنا سنت ہے اور تندرست مردوں کی امامت کے صحیح ہونے کے لئے چھ شرطیں ہیں اسلام، بالغ ہونا، عاقل ہونا، مذکر ہونا، قرآن پڑھ سکتا ہو، عذروں سے سالم ہونا جیسے رعاف اور فافا کرنا اور تہمتہ کرنا، لُغ کا ہونا یا کسی شرط کا ختم ہو جانا جیسے پاکی اور ستر عورت کا نہ ہونا، اور اقتداء کے صحیح ہونے کے لئے چودہ شرطیں ہیں مقتدی کے لئے اقتداء کی نیت کرنا اور مقتدی کا تحریم امام کے تحریم سے ملا ہوا ہونا، امام کی ایڑی کا مقتدی کی ایڑی سے آگے ہونا اور یہ کہ امام کی حالت مقتدی کی حالت سے کمتر نہ ہو اور یہ کہ امام دوسرا فرض پڑھنے والا نہ ہو اور یہ کہ امام مسافر کا وقت گذر جانے کے بعد چار رکعت والی نماز میں مقیم نہ ہو اور یہ کہ مسبوق نہ ہو اور یہ کہ امام اور مقتدی کے درمیان عورتوں کی جماعت کا فصل نہ ہو۔

تشریح و مطالب :- امامی افضل :- یہ قید لگانے کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اذان امامت سے افضل ہے لیکن حنفیہ کے نزدیک امامت اذان سے افضل ہے اور ردلیل یہ ہے کہ حضورؐ نے امامت پر مداومت فرمائی اگر اذان افضل ہوتی تو حضورؐ اذان کو اختیار فرماتے نہ کہ امامت کرنے کو چنانچہ خلفاء اربعہ نے بھی امامت ہی کو اختیار کیا اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ امامت ہی افضل ہے۔

سُنَّة :- یہاں مصنفؒ نے سنت مطلق استعمال کیا ہے لیکن سنت سے مراد سنت مؤکدہ ہے چنانچہ صاحب ہدایہ اور صاحب شرح وقایہ وغیرہ نے مطلقاً سنت مؤکدہ استعمال کیا ہے، مؤکدہ واجب کے مشابہ ہوتا ہے سنت مؤکدہ وہ ہے جس پر حضور ﷺ نے مواظبت فرمائی ہو اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے کرنے والے کو ثواب ملے گا اور اسکے تارک پر ملامت ہوگی، بعض لوگ جماعت کو مستحب فرماتے ہیں اور اسی حدیث سے دلیل پیش کرتے ہیں صلوٰۃ الجماعة افضل من صلوٰۃ احد کم۔ احناف کی دلیل سنت مؤکدہ ہونے پر یہ ہے کہ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام الجماعة من سنن الہدی لا یخلف عنها الا منافق۔ سنن ہدیٰ کا مطلب یہ ہے کہ اس پر عمل کرنا باعث ہدایت ہے اور اس کا ترک کرنا باعث گمراہی و ضلالت ہے نیز بعض علماء کے نزدیک جماعت فرض عین ہے اور بعض کے نزدیک فرض کفایہ لیکن زیادہ صحیح یہی ہے کہ اسے سنت مؤکدہ کہا جائے تاکہ تمام اختلافات سے بچ جائیں۔

فائدہ:- اگر کسی شخص کی کسی مسجد میں جماعت چھوٹ گئی ہو تو اس کے لئے بہتر ہے کہ دوسری مسجد میں چلا جائے تاکہ جماعت مل جائے لیکن اگر اس قدر وقت نہ ہو کہ اسے اب دوسری مسجد میں جماعت مل جائے گی تو تنہا نماز پڑھ لے وار کھو مع الراکعین سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنا فرض ہے لیکن یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی اسلئے کہ وہ لوگ اپنی نمازوں میں رکوع نہیں کرتے تھے لہذا اس آیت سے استدلال کرنا صحیح نہیں۔

للرجال:- یہ قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ صرف مردوں کے لئے جماعت سنت مؤکدہ ہے عورتوں اور بچوں کے لئے نہیں۔

الاحرار:- اس سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ غلام کے اوپر جماعت سنت مؤکدہ نہیں اس لئے کہ وہ اپنے مالک کی خدمت میں لگا ہوا ہوتا ہے اس لئے بسا اوقات وہ نماز میں حاضر نہیں ہو پاتا ہے لہذا جس طرح دوسرے مواقع پر اسے آسانی دی گئی ہے اسی طرح یہاں پر بھی آسانی دی جائے گی۔

بلاعذر:- یہ قید لگا کر معذروں کو نکالنا مقصود ہے اس لئے کہ ان کے لئے آنے جانے میں دشواری ہوگی اس لئے ان کو اور دوسرے مواقع پر سہولت دی گئی ہے اسی طرح یہاں پر دی جائے گی۔

شروط:- اب یہاں سے یہ بیان کر رہے ہیں کہ جن کے اندر ایسی صفیتیں ہوں ان کی امامت چھ شرطوں کے ساتھ درست ہوگی۔

الاصح:- اگر معذروں کے اندر مندرجہ ذیل شرطیں موجود ہوں تب بھی اس کی امامت درست نہیں ہوگی اس لئے الاصح لا کر اس کی طرف اشارہ کر دیا، نیز الرجال لا کر بھی اسی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر عورتوں کے اندر یہ شرطیں ہوں تب بھی ان کی امامت درست نہ ہوگی۔

الاسلام:- یہ شرط عام ہے اس لئے جو شخص حضور ﷺ کی نبوت کا انکار کرنے والا ہو گیا حضرت ابو بکرؓ کو برا کہنے والا ہو گیا شیخین کو برا کہنے والا ہو گیا صحابہ کو برا بھلا کہنے والا ہو گیا شفاعت کا انکار کرنے والا ہو گیا معراج کا انکار کرنے والا ہو گیا عذاب قبر کا انکار کرنے والا ہو گیا کر اماکاتین کا انکار کرنے والا ہو گیا ہر وہ شخص کہ جس کے قول و عمل سے مسلمان ہونا ثابت نہ ہوا ان کی امامت درست نہیں۔

البلوغ:- بالغ کو نابالغ کی اقتداء صحیح نہیں اس لئے کہ نابالغ کے اوپر نماز فرض نہیں اور بالغ کے اوپر نماز فرض ہے تو مویا کہ یہ شخص ایک نفل پڑھنے والے کی اقتداء کر رہا ہے اور فرض اعلیٰ ہے نفل سے لہذا اس کی نماز درست نہ ہوگی۔

العقل:- یہ قید لگا کر دیوانے اور پاگل کو نکالنا ہے اس لئے کہ ان لوگوں کو اس بات کی خبر نہیں ہوتی کہ میں کیا کر رہا ہوں حالانکہ امام ایسا ہونا چاہئے جو لوگوں کی ذمہ داری کو محسوس کرے اس لئے کہ مقتدیوں کی نماز کی صحت کا دار و مدار امام کی نماز کی صحت پر ہے۔

الذکور:- یہ قید لگا کر عورتوں کو نکالنے اسلئے کہ اگر عورت امامت کرے تو مرد کی نماز اسکے پیچھے نہ ہوگی، ہاں عورت عورت کی امامت کر سکتی ہے لیکن ان کیلئے افضل تنہا ہی پڑھنا ہے اسی طرح عورت کے حکم میں غشی مشکل ہے۔

القراءۃ :- یہ قید لگا کر اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر کوئی شخص کلام پاک کے پڑھنے پر قادر ہو تو اس کی نماز آتی کے پیچھے درست نہ ہوگی اس لئے کہ امام کو مقتدی سے افضل ہونا چاہئے۔

السلامۃ :- لہذا غیر معذور کی نماز معذور کے پیچھے درست نہیں ہوگی جیسے نکسیر اور وہ شخص جس کی زبان سے بار بار فافا نکلتی ہو اسی طرح وہ شخص جس کی زبان سے صرف تاء نکلتا ہو، اسی طریقہ سے وہ شخص جس کے پاس طہارت حاصل کرنے کی کوئی چیز نہ ہو تو وہ شخص اس کی امامت نہیں کر سکتا جو پاک ہو، شامی اور صاحب در مختار نے دس شرطوں کا اور اضافہ کیا ہے چھ تو یہی ہیں اور جیسے صاحب نور الایضاح نے بیان کیا اور دس اس کے علاوہ ہیں چھ امام کے لئے اور دس اقتداء کرنے والے کے لئے۔

(ف) جس کی زبان میں اس قسم کا کوئی سقم ہے تو اس پر اصلاح کرنا اور کلمات کو صحیح ادا کرنے کی کوشش کرنا واجب ہے ورنہ اس کی نماز صحیح نہ ہوگی، لیکن اگر کوشش کے باوجود یہ خامیاں دور نہ ہوں تو معذور سمجھا جائے گا اور اس کی نماز صحیح ہو جائے گی مگر اس کو امام بنانا جائز نہیں ہاں یہ اپنے جیسوں کی امامت کر سکتا ہے (حراقی الفلاح)

وَأَنَّ لَا يَفْصِلُ نَهْرٌ يَمُرُّ فِيهِ الزُّورُ وَلَا طَرِيقٌ تَمُرُّ فِيهِ الْعَجَلَةُ وَلَا حَائِطٌ يَشْتَبِي مَعَهُ الْعِلْمُ بِإِنْقِلَآتِ الْإِمَامِ فَإِنْ لَمْ يَشْتَبِ لِسِمَاعٍ أَوْ رُؤْيَا صَحَّ الْإِقْتِدَاءُ فِي الصَّحِيحِ وَأَنْ لَا يَكُونَ الْإِمَامُ رَاكِبًا وَالْمُقْتَدِي رَاجِلًا أَوْ رَاكِبًا غَيْرَ ذَابَةِ إِمَامِهِ وَأَنْ لَا يَكُونَ فِي سَفِينَةٍ وَالْإِمَامُ فِي أُخْرَى غَيْرَ مُقْتَرَنَةٍ بِهَا وَأَنْ لَا يَعْلَمَ الْمُقْتَدِي مِنْ حَالِ إِمَامِهِ مُفْسِدًا فِي زَعْمِ الْمَأْمُومِ كَخُرُوجِ دَمٍ أَوْ قِيٍّ لَمْ يَعُدْ بَعْدَهُ وَضُوءَهُ وَصَحَّ إِقْتِدَاءُ مُتَوَضِّئٍ بِتَيْمُمٍ وَغَاسِلٍ بِمَاسِحٍ وَقَائِمٍ بِقَاعِدٍ وَبَاخِذٍ وَمُؤَمِّمٍ بِمِثْلِهِ وَمَنْتَقِلٍ بِمُقْتَرَضٍ وَإِنْ ظَهَرَ بَطْلَانُ صَلَاةِ إِمَامِهِ أَعَادَ وَيَلْزَمُ الْإِمَامُ أَعْلَامُ الْقَوْمِ بِإِعَادَةِ صَلَوَاتِهِمْ بِقَدْرِ الْمُمَكِّنِ فِي الْمُخْتَارِ.

ترجمہ :- امام اور مقتدی کے درمیان کوئی ایسی نہر نہ ہو جس میں کشتی گزر جائے اور نہ کوئی ایسا راستہ ہو جس میں گاڑی گزر جائے اور نہ کوئی ایسی دیوار ہو کہ امام کے ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف اشتباہ ہو، پس اگر امام کی آواز سننے یا امام کو دیکھنے کی وجہ سے اشتباہ نہ ہوتا ہو تو صحیح مذہب کے بموجب اقتداء صحیح ہے، اور یہ کہ امام سوار نہ ہو اور مقتدی پیدل یا مقتدی دوسری سواری پر اور امام دوسری سواری پر، اور یہ کہ مقتدی دوسری کشتی میں نہ ہو اور امام ایک ایسی کشتی میں ہو جو اس سے ملی ہوئی نہ ہو اور یہ کہ مقتدی اپنے امام کی حالت سے کوئی ایسی چیز نہ جانتا ہو جو مقتدی کے عقیدے میں مفید ہو جیسے خون کا نکلتا اور تے کا ہونا کہ اسکے بعد امام نے وضو کو نہ لوٹایا ہو اور صحیح ہے وضو کر نیوالے کو تیمم کر نیوالے کی اور پیر کے دھونے والے کو مسح کر نیوالے کی اور کھڑے ہو نیوالے کو بیٹھنے والے کی اور کبڑے کے پیچھے اور اسی کے مثل اشارہ کر نیوالے کے پیچھے اور نفل پڑھنے والے کا فرض پڑھنے والے کے پیچھے اقتداء درست ہے اور اگر امام کی نماز کے باطل ہونے کا علم ہو جائے تو اسکو لوٹائے اور امام کے اوپر یہ بات ضروری ہے کہ قوم میں نماز کے لوٹانے کا حتی الامکان اعلان کرے مذہب مختار کے بموجب۔

ان لا یفصل یعنی مقتدی اور امام کے درمیان کوئی ایسی نہر نہ ہو کہ جس میں چھوٹی کشتی گزر جاتی ہو، زورق کے معنی چھوٹی کشتی کے ہیں، مصنف نے اس سے اس بات کی تشریح و مطالب :-

طرف اشارہ کر دیا کہ چھوٹی نہریا حوض ہو تو اس صورت میں اگر امام ایک کنارے ہو اور دوسرے کنارے مقتدی ہو تو اقتداء درست ہو جائے گی۔

ولا طریق :- نویں شرط یہ ہے کہ امام اور مقتدی کے درمیان اس قدر فاصلہ نہ ہو کہ اسکے درمیان سے ایک گاڑی گذر جائے عجلہ اسی گاڑی کو کہتے ہیں جسے بیل کھینچتے ہیں مثلاً امام ایک ایسی جگہ پر کھڑا ہے اور مقتدی اس کے پیچھے اور دونوں کے درمیان ایک ایسا راستہ ہے کہ جس سے بیل گاڑی گذر سکتی ہے تو اس وقت مقتدی کی نماز درست نہ ہوگی لیکن اگر ایسا راستہ ہے کہ اس سے بیل گاڑی تو نہیں گذر سکتی لیکن انسان اور گھوڑا وغیرہ گذر سکتا ہے تو اسکی اقتداء صحیح ہو جائے گی۔

ولا حائط :- اور دسویں شرط یہ ہے کہ امام اور مقتدی کے درمیان ایسی دیوار نہ ہو کہ جس کی وجہ سے یہ بات نہ معلوم ہو سکتی ہو کہ امام اس وقت کس حالت میں ہے اور یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جس سے امام کی حالت معلوم نہ ہو سکے تو اس صورت میں اقتداء کرنی درست نہ ہوگی لیکن اگر دیوار ہے مگر اس کے باوجود امام کی آواز وہاں تک پہنچ جاتی ہے یا دیوار چھوٹی ہے کہ جس سے امام نظر آتا ہے تو ان دونوں صورتوں میں اقتداء صحیح ہوگی۔

فی الصحيح: لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی حجرۃ عائشۃ والناس فی المسجد یصلون بصلوتہم (مرآۃ الفلاح) مصنف اس سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہ رہے ہیں کہ ایک قول اسکے خلاف بھی ہے۔

ان لا یكون الامام راکبا :- گیارہویں شرط یہ ہے کہ امام کسی سواری پر نہ ہو اور مقتدی پیدل ہوں اسی طرح اگر امام نیچے ہے اور مقتدی سوار ہے تب بھی اقتداء درست نہ ہوگی لیکن اگر مقتدی امام ہی کی سواری پر سوار ہے تو اس وقت اسکی نماز صحیح ہو جائے گی صاحب درمختار نے اس کو اتحاد مکان تسلیم کیا ہے لیکن اگر دونوں الگ الگ سواری پر ہیں تب بھی صحیح نہیں ہوگی۔

ان لا یكون فی سفینۃ :- بارہویں شرط یہ ہے کہ اگر امام کشتی میں سوار ہو تو اسکی کشتی مقتدی کی کشتی سے ملی ہوئی ہونی چاہئے اگر ملی ہوئی ہوگی تو مقتدی کو اس کے پیچھے اقتداء کرنی درست ہوگی اس لئے کہ اس صورت میں گویا کہ اتحاد ہے لیکن اگر دونوں کی کشتی الگ الگ ہے آپس میں اتصال نہیں ہے تو اقتداء درست نہیں ہوگی اور یہ ایسا ہی ہوگا جیسے کہ دونوں دو سواریوں پر ہوں۔

وان لا یعلم المقتدی :- ایک شرط یہ بھی ہے کہ مقتدی امام کے بارے میں کسی ایسی چیز کا علم نہ رکھتا ہو جس کی وجہ سے اس مقتدی کے نزدیک وضوء ٹوٹ جاتا ہو۔ یہ مسائل اس خاص مسئلہ پر مبنی ہیں کہ امام شافعی کے نزدیک خون نکلنے سے وضوء نہیں ٹوٹتا اور امام صاحب کے نزدیک خون بہنے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے، پس اگر مقتدی کے علم میں امام میں کوئی ایسی چیز نہیں پائی گئی جس سے اس کے خفی مسلک کے بموجب وضوء ٹوٹ جاتا ہو تو شافعی یا مالکی یا حنبلی امام کے پیچھے نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہے ہاں اگر اس نے خون نکلنے دیکھا پھر فوراً ہی بلا وضوء کے امام نماز پڑھانے لگا تو اب اس خفی کی نماز نہ ہوگی البتہ اگر مقتدی کو معلوم نہ ہوا کہ اس نے وضوء کیا ہے یا نہیں تو اس کی اقتداء کراہت کے ساتھ ہوگی۔ (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادب)

صح اقتداء :- یعنی اگر امام تیمم کرنے والا ہے اور مقتدی وضو کرنے والا ہے اور امام اس متوضی کی امامت کر رہا ہے تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی اسی طریقہ سے ایک شخص پیر کو دھونے والا ہے اور دوسرا موزوں پر مسح کرنے والا ہے تو اسکی اقتداء بھی صحیح ہو جائے گی اسی طریقہ سے اگر کوئی شخص بیٹھ کر امامت کر رہا ہے اور اسکے پیچھے جو لوگ ہیں وہ سب کھڑے ہو کر اس کی اقتداء کر رہے ہیں تب بھی ان لوگوں کی نماز اس بیٹھے ہوئے امام کے پیچھے صحیح ہو جائے گی اسی طریقہ سے اگر ایک شخص فرض پڑھ رہا ہو اور ایک شخص نے آکر اسکے پیچھے نفل کی نیت باندھ لی تو اس فرض پڑھنے والے کی اقتداء درست ہو جائے گی لیکن اگر اس کے برخلاف کیا تو اس کی نماز درست نہ ہوگی، اسی طریقہ سے ایک شخص اشارہ کر کے نماز پڑھ رہا ہے اور جو لوگ اسکے پیچھے ہیں وہ بھی اشارے سے پڑھ رہے ہیں تو ان لوگوں کی نماز درست ہو جائے گی۔

ف :- اگر کوئی شخص کسی تیمم کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے تو اسکے بارہ میں ائمہ کا اختلاف ہے امام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک درست ہو جائے گی لیکن امام محمد کے نزدیک متوضی کی اقتداء صحیح نہیں ہوگی، حضرات شیخین اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں ان عمر ابن العاصؓ ام المتوضین متیمما وسمع ذالک النبی ﷺ ولم ینکرہ (ابوداؤد) صاحب در مختار نے ایک شرط یہ بیان فرمائی ہے کہ اگر وضو کرنے والے مقتدیوں کے پاس کافی پانی موجود نہ ہو اس وقت تیمم کی اقتداء کر سکتے ہیں، یعنی اس قدر پانی موجود ہو کہ اس سے وہ وضوء کر کے امامت کر سکتا ہو تو اس وقت تیمم کر کے امامت نہیں کرے گا لیکن یہ بات یاد رہے کہ اگر ان کے پاس صرف اس قدر پانی ہو کہ اگر اسے استعمال کرائیں تو پھر ان کے پاس نہ بچے یعنی مقدار ضرورت سے زائد نہ ہو تو اب تیمم کی حالت میں نماز پڑھ سکتا ہے۔

وغاسل :- پیر کا دھونے والا موزوں پر مسح کرنے والے کی اقتداء بالاتفاق کر سکتا ہے اس میں کسی قسم کا کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

وقائم :- اس میں امام محمد کا اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر امام بیٹھا ہو اور مقتدی کھڑے ہوں تو مقتدیوں کی نماز صحیح نہ ہوگی اس لئے کہ امام کی حالت ضعیف ہے اور مقتدیوں کی حالت قوی لیکن حضرات شیخین ارشاد فرماتے ہیں کہ درست ہے اور وہ اس واقعہ سے دلیل پکڑتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے مرض الوفا میں بیٹھ کر امامت فرمائی اور صحابہ نے کھڑے ہو کر آپ کے پیچھے نماز ادا کی لہذا اگر یہ صورت صحیح نہ ہوتی تو حضور اکرم ﷺ آخری وقت میں ایسا کیوں فرماتے لہذا یہاں پر قیاس کو ترک کر دیا جائے گا۔ (کذا فی النہایہ)

باحدب :- یعنی امام اگر کبڑا ہو جو سیدھا کھڑا نہ ہو سکتا ہو لیکن رکوع کی ہیئت سے اونچا رہتا ہو لیکن اگر رکوع جیسی ہیئت رہتی ہے یا اس سے بھی زیادہ جھکا رہتا ہے تو اسکے پیچھے نماز کے جواز میں اختلاف ہے اس اختلاف کے جاننے کی یہاں ضرورت نہیں دیگر کتابوں میں اس کی تفصیل موجود ہے (مرآۃ الفلاح) احدب کے معنی کمر کا نکل آنا اور سینہ اور پیٹ کا داخل ہو جانا یعنی اندر کو چلا جانا۔ (کذا فی القاموس)

ومؤم :- امام اگر اشارہ سے نماز پڑھا رہا ہو خواہ کھڑا ہو یا بیٹھا ہو تب بھی اکی اقتداء صحیح ہے لیکن اگر امام لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھے اور مقتدی بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر اشارے سے نماز پڑھے تو اقتداء درست نہیں (کذا فی المختار)

بمستقل :- ایک شخص فرض نماز پڑھ رہا تھا اور ایک شخص نے آکر اسکے پیچھے نفل کی نیت باندھ لی تو یہ صورت صحیح ہے لیکن اگر امام فرض نماز پڑھ رہا تھا اور کسی نے اسکے پیچھے تراویح کی نیت باندھ لی تو درست نہ ہوگی۔

وان ظہر بطلان الخ :- اگر امام کی نماز باطل ہو گئی تو امام کے لئے ضروری ہے کہ لوگوں کو اسکی اطلاع دے لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ مقتدی متعین ہوں تو اطلاع دینا ضروری ہے لیکن اگر مقتدی متعین نہ ہو تو امام پر لازم نہیں کہ ان لوگوں کو اطلاع دے (شامی) بطلان کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک صورت یہ ہے کہ امام کو نماز ہی میں معلوم ہو گیا کہ میری نماز فاسد ہو گئی تو فوراً نماز کا اعادہ کرے اور دوسرے لوگوں سے کرائے اور دوسری صورت یہ ہے کہ نماز میں تو نہیں معلوم ہوا مگر بعد میں معلوم ہوا تو اپنے مقتدیوں کو حتی المقدور مطلع کر دینا ضروری ہے (فی المحار) اور یہی صاحب نور الايضاح کی عبارت بالقدر الممكن سے پتہ چلتا ہے۔

يَسْقُطُ حُضُورُ الْجَمَاعَةِ بِوَاحِدٍ مِنْ ثَمَانِيَةِ عَشَرَ شَيْئًا مَطْرٌ وَبَرْدٌ وَخَوْفٌ وَظُلْمَةٌ وَجَبَسٌ وَعُمَى وَفُلَجٌ وَقَطْعُ يَدٍ وَرَجُلٌ وَسَقَامٌ وَأَفْعَادٌ وَحَلٌّ وَزَمَانَةٌ شَيْخُوخَةٌ وَتَكَرُّارٌ فَقَدْ بِجَمَاعَةٍ تَفَوُّتُهُ وَحُضُورُ طَعَامٍ تَتَوَقَّعُهُ نَفْسُهُ وَإِرَادَةُ سَفَرٍ وَكِيَامُهُ بِمَرِيضٍ وَشِدَّةُ رِيحٍ لَيْلًا لَا تَهَارًا وَإِذَا انْقَطَعَ عَنِ الْجَمَاعَةِ لِعَلْفٍ مِنْ أَعْدَائِهَا الْمُنِيحَةِ لِلتَّخَلُّفِ يَحْصُلُ لَهُ ثَوَابُهَا.

ترجمہ :- ان اٹھارہ چیزوں میں سے کسی ایک کے پائے جانے کے وقت جماعت کی حاضری معاف ہو جاتی ہے بارش کیوجہ سے، سردی کیوجہ سے، اور ڈر کیوجہ سے اور تاریکی کیوجہ سے اور قید کیوجہ سے اور اندھا ہونے کیوجہ سے اور فالج کیوجہ سے اور ہاتھ یا پیر کے کٹنے کیوجہ سے اور پیروں کی بیماری کیوجہ سے اور مارے جانے کیوجہ سے، لپانچ پنا کیوجہ سے، بوڑھے ہونے کیوجہ سے، فقہ کی تکرار کیوجہ سے کہ جسکی وجہ سے جماعت چھوٹ جائے، کھانا کے حاضر ہونے کے وقت جبکہ دل چاہ رہا ہو، سفر کی تیاری کیوقت، مریض کی عیادت کی وجہ سے، رات میں ہوا کے تیز ہونے کی وجہ سے نہ کہ دن میں، اور جب جماعت سے کسی ایسے عذر کی بناء پر جسکی موجودگی میں ترک جماعت جائز ہو جائے تو اسکو جماعت کا ثواب مل جائیگا۔

تشریح و مطالب :- | يسقط : یعنی اگر ان اٹھارہ چیزوں میں سے کوئی ایک چیز پیش آگئی تو اس وقت جماعت میں حاضر ہونے کی تاکید ساقط ہو جاتی ہے۔

مطر :- یعنی اگر اس قدر سخت بارش ہو رہی ہو کہ جس کی بناء پر مسجد میں جانا محال ہو اور بارش منقطع نہ ہو رہی ہو اور اس وقت تک ہوتی رہی ہو کہ اس وقت میں جماعت ختم ہو گئی ہو تو اس وقت اس کے لئے جماعت میں حاضر ہونے کی تاکید ساقط ہو جاتی ہے۔

برد :- یعنی اس قدر ٹھنڈک پڑ رہی ہو کہ وہ جماعت میں نہ جاسکتا ہو اور جانا نقصان دہ ہو تو اس وقت نماز جماعت کے ساتھ واجب نہیں۔

خوف :- یہاں پر خوف کو مطلق ذکر کیا ہے لیکن خوف میں تمام چیزیں داخل ہیں مثلاً اس کو اپنی جان کا خطرہ ہو یا اپنے مال کا خطرہ ہو کہ اگر میں جماعت کے لئے چلا گیا تو میرا مال ضائع ہو جائے گا تو اس وقت مجبوری کی بناء پر جماعت میں حاضری ساقط ہو جائے گی۔

ظلمۃ :- یعنی تاریکی اس قدر سخت ہو کہ مسجد کا راستہ نہ دکھائی دیتا ہو تو اس وقت یہ ناپینا کی طرح ہو گا اس پر حاضری لازم نہیں، یہاں پر اندھیرا مطلقاً مراد نہیں (شامی)

حبس :- یعنی اگر اس کو اس بات کا خوف ہو کہ اگر میں گیا تو مجھے قید کر لیا جائے گا خواہ وہ ظلماً ہو یا اس وجہ سے ہو کہ وہ اس کا مدیون ہے تو اس وقت اس کے ذمہ سے جماعت میں حاضری ساقط ہو جاتی ہے لیکن ایک بات کا خیال رہے کہ مدیون میں وہی شخص شمار ہو گا جو مالدار نہ ہو لہذا اگر مالدار ہے اور اسے اس بات کا خوف ہے کہ اگر میں گیا تو قید کر لیا جاؤں گا تو اس وقت اس کے ذمہ سے جماعت میں حاضری ساقط نہ ہوگی۔

تکرار فقہ :- یعنی فقہ کا تکرار ہو رہا ہے اور اسے اس بات کا خوف ہے کہ اگر میں چھوڑ کر چلا گیا تو پھر مجھے یہ نہ ملے گا تو اس صورت میں نماز جماعت کو ترک کر سکتا ہے لیکن یہ حکم تمام علوم کا نہیں بلکہ صرف فقہ کے لئے خاص ہے لیکن اس پر مداومت نہ کیا جائے، یہ مناسب نہیں ہے۔ (موافی الفلاح)

حضور طعام :- یعنی اگر کھانا حاضر ہو اور اسے کھانے کی خواہش بھی ہو اور اسے اس بات کا خوف ہو کہ اگر میں کھانا نہ کھایا تو ہماری طبیعت کھانے میں لگی رہے گی اور نماز میں خشوع نہ پیدا ہوگی تو اس وقت اگر وہ کھانے میں لگ جائے اور اس کی وجہ سے اس کی نماز جماعت ترک ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔

ارادۃ سفر :- یعنی کوئی شخص سفر کا ارادہ کئے ہوئے ہے اور اسے اس بات کا خوف ہے کہ اگر وہ نماز پڑھنے چلا جائے گا تو قافلہ کوچ کر جائے گا اور لوگوں کا ساتھ چھوٹ جائے گا اور تنہا رہ جائے گا تو اس وقت جماعت میں حاضر ہونا ساقط ہو جائے گا، ہاں اگر وہ تنہا سفر کر رہا ہے تو یہ حکم نہیں، لیکن اگر تنہا ہے اور کسی ایسی سواری سے سفر کرنا ہے کہ اس کا وقت متعین ہے جیسے اس زمانہ میں گاڑی، بس، ہوائی جہاز وغیرہ تب بھی اسکے ذمہ سے حضور جماعت ساقط ہو جائیگی (شامی)

وقیامہ :- یعنی اگر کوئی مریض ہے اور اسکے پاس کوئی اور موجود نہیں ہے اور اس کو تنہا چھوڑنا بھی مناسب نہیں ہے تو اس وقت اس کے لئے جماعت میں حاضر ہونا ساقط ہو جائے گا لیکن اگر اسکے پاس کوئی موجود ہے یا اسے چھوڑ کر جانے میں کوئی حرج نہیں ہے تو اس وقت یہ حکم نہ ہو گا بلکہ اسے جماعت میں حاضر ہونا چاہئے۔ (شامی بتصرف)

شدة ریح لیلۃ لانہار :- اگر رات میں آندھی تیز چل رہی ہو اور کچھ بھائی نہ دیتا ہو، مسجد میں جاننا دشوار ہو تو اس وقت جماعت کی حاضری ساقط ہو جاتی ہے لیکن اگر دن میں یہ بات ہے تو حاضری ساقط نہیں ہوگی اس لئے کہ عموماً دن میں اس قدر اندھیرا نہیں ہوتا ہے کہ کچھ بھائی نہ دے اس لئے اس کا حکم الگ ہے۔ (شامی بتصرف)

إذا انقطع :- یعنی اگر کوئی ایسا عذر پیش آجائے کہ جس کی وجہ سے جماعت میں حاضر ہونا دشوار ہو جائے اور وہ جماعت کا پابند ہو نیز اس کی نیت حاضری کی ہو تو اس وقت ان عذروں کے باوجود اس کو جماعت کا ثواب ملے گا کیونکہ حدیث میں ہے انما الاعمال بالنیات (بخاری شریف)

فصل فی الاحق بالامامة وترتیب الصلوة: إذا لم یکن بین الحاضرين صاحب منزل ولا وظيفة ولا ذو سلطان فالاعلم احق بالامامة ثم الاقراء ثم الاورع ثم الامسن ثم الاحسن خلقاً ثم الاحسن

وَجَهَاتُ الشَّرَفِ نَسَبًا ثُمَّ الْأَحْسَنُ صَوْتًا ثُمَّ الْأَنْظَفُ ثَوْبًا فَإِنْ اسْتَوَوْا يُقَرَّعُ أَوْ الْخِيَارُ لِلْقَوْمِ فَإِنْ اخْتَلَفُوا فَالْعِبْرَةُ بِمَا اخْتَارَهُ الْأَكْثَرُ وَإِنْ قَدَّمُوا غَيْرَ الْأُولَى فَقَدْ أَسَاءَ وَكَرِهَ أَمَامَةَ الْعَبْدِ وَالْأَعْمَى وَوَلَدُ الزَّنا وَالْجَاهِلُ وَالْفَاسِقُ وَالْمُبْتَدِعُ وَتَطْوِيلُ الصَّلَاةِ وَجَمَاعَةُ الْعُرَاةِ وَالنِّسَاءِ فَإِنْ فَعَلْنَ يَقِفُ الْإِمَامُ وَسَطَهُنَّ كَالْعُرَاةِ وَيَقِفُ الْوَاحِدُ عَنِ يَمِينِ الْإِمَامِ وَالْأَكْثَرُ خَلْفَهُ وَيَصِفُ الرِّجَالُ ثُمَّ الصِّبْيَانُ ثُمَّ الْخُنَاتِي ثُمَّ النِّسَاءُ.

فصل :- امامت کا سب سے زیادہ مستحق اور صفوں کے ترتیب کے بیان میں : جب حاضرین میں صاحب خانہ اور صاحب وظیفہ اور صاحب اقتدار موجود نہ ہوں تو سب سے زیادہ جاننے والا امامت کا مستحق ہوگا پھر وہ شخص جو حاضرین میں سب سے زیادہ قاری ہو، پھر وہ شخص جو متقی ہو، پھر وہ شخص جو سب سے زیادہ عمر دراز ہو پھر وہ شخص جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہتر ہو، پھر وہ شخص جو خوبصورت ہو، پھر وہ شخص جو نسب کے اعتبار سے سب سے شریف ہو پھر وہ شخص جس کی آواز اچھی ہو پھر وہ شخص جس کا کپڑا زیادہ صاف ہو پھر اگر یہ تمام لوگ برابر ہوں تو قرع اندازی کرے یا قوم کو اختیار ہوگا۔ پس اگر وہ لوگ اختلاف کریں پس اس کا اعتبار کیا جائے گا جس کو زیادہ لوگ پسند کریں، پس اگر بڑھادیا ان لوگوں نے غیر مستحق کو تو یہ لوگ برا کرنے والے ہو گئے۔ اور غلام اور اندھے اور اعرابی اور ولد الزنا اور فاسق اور بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ ہے اور نماز کو طویل کرنا اور برہنہ لوگوں اور عورتوں کی جماعت مکروہ ہے پس اگر ان لوگوں نے جماعت کیا بھی تو ان کا امام وسط میں کھڑا ہو جیسے ننگوں کا امام اور ایک شخص امام کے دائیں کھڑا ہو اور اگر زیادہ ہو تو اسکے پیچھے، اور پہلے مردوں کی صف ہوگی پھر بچوں کی پھر خنثی کی پھر عورتوں کی۔

تشریح و مطالب :- [فی الاحق :- یعنی اگر کوئی مقرر امام ہے یا اسے تنخواہ پر مقرر کیا گیا ہے جیسے بیت المال یا اوقاف وغیرہ سے ادا کیا جاتا ہے یا اسی طریقہ سے اگر بادشاہ ہو تو ان ہی لوگوں میں سے

کوئی امامت کرے گا، لیکن اگر بادشاہ موجود ہو تو اسی کو زیادہ حق ہے کہ امامت کرے اس لئے کہ بادشاہ کی ولایت عام ہے اور امام بخاری نے ایک روایت نقل کی ہے کہ ابن عمرؓ حجاج کے پیچھے نماز پڑھتے تھے حالانکہ وہ شخص فاسق تھا صاحب نہایہ نے یہ بات لکھی ہے کہ یہ بات گزشتہ زمانے کی تھی اور اس زمانے میں بادشاہ اکثر عالم و صالح ہوتے تھے لیکن ہمارے زمانے میں یہ لوگ سب سے زیادہ ظالم اور فاسق و فاجر ہوتے ہیں لہذا اس زمانہ میں یہ حکم نہیں ہوگا۔

فالعالم :- عالم سے مراد وہ شخص ہے جسکو نماز کے مسائل زیادہ معلوم ہوں اور اسے ان امور کا پتہ ہو کہ کن چیزوں سے نماز فاسد ہوتی ہے اور کن چیزوں سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے اور کن امور سے نماز مکروہ ہوتی ہے اگرچہ وہ دوسرے علوم کا جاننے والا نہ ہو کیونکہ اکثر لوگ غیر عالم کی اقتدا کو پسند نہیں کرتے اسلئے سب سے پہلے اسی کو بڑھایا جائیگا۔

ثم الاقراء :- اس سے دو چیزیں مراد ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ اسے سب سے زیادہ قرآن یاد ہو، دوسرے یہ کہ وہ قرآن کی تلاوت اچھی طرح سے کرتا ہو۔ (مراقی الفلاح)

ثم الادرع :- اگر ان میں تمام لوگ عالم اور قاری ہیں اور سب کے سب برابر ہیں تو وہ شخص جو پرہیزگار ہو اسلئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے قال علیہ الصلوٰۃ والسلام من صلی خلف عالم تقی فکانما صلی خلف نبی کذا فی الہدایہ.

ودع :- جو شبہات سے بھی اجتناب کرتا ہو اور مستحق وہ ہے جو محرمات سے اجتناب کرتا ہو، ودع کو فقہ نے ہجرت کے قائم مقام قرار دیا ہے اس لئے کہ اب ہجرت منسوخ ہو چکی ہے۔ (شامی)

ثم الامن :- اگر تمام لوگ ودع میں برابر ہوں تو اسکے بعد وہ شخص امامت کرے جس کی عمر سب سے زائد ہو چنانچہ حدیث پاک میں ہے قال عليه الصلوٰۃ والسلام لاہی ملیکۃ ولیوم اکبر کما سنا۔ کذا فی الہدایۃ اس لئے کہ جس کی عمر زائد ہوگی اس کی نیکیاں بھی زائد ہوں گی۔

ثم الاحسن خلقاً :- اگر عمر میں بھی سب برابر ہو جائیں تو جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے زیادہ بہتر ہو وہ امامت کا زیادہ مستحق ہوگا اس لئے کہ ایسے شخص کو لوگ زیادہ پسند کرتے ہیں۔

الاحسن وجہاً :- اسے دو معنی پر محمول کیا جاسکتا ہے ایک یہ کہ جس کے چہرے پر زیادہ خوبصورتی ہو بکثرت تہجد وغیرہ پڑھنے کی وجہ سے اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے من کثرت صلواتہ باللیل حسن وجہہ۔ اور ایک معنی یہ مراد لیا جاسکتا ہے کہ مطلق خوبصورتی ہو اور زیادہ بہتر بھی یہی ہے اس لئے کہ اس کے مان لینے میں کوئی تاویل نہیں کرنی پڑے گی اور عام طور سے لوگوں میں خوبصورتی کی وجہ سے اثر پڑتا ہے۔ (شامی)

ثم الاشرف :- اب اگر تمام لوگ خوبصورتی میں بھی برابر ہو جائیں تو اس وقت اس شخص کو آگے بڑھایا جائے گا جو نسب کے اعتبار سے زیادہ شریف ہو اس لئے کہ لوگ اس کی عظمت و احترام کرتے ہیں اور عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اسلئے اسکی امامت کرنے کی وجہ سے جماعت میں کثرت ہوگی حسب سے مراد یہ ہے کہ جسکے خاندان زائد ہوں۔

ثم الاحسن صوتاً :- یعنی اگر اس میں بھی لوگ برابر ہو جائیں تو اسکے بعد جس کی سب سے زیادہ عمدہ آواز ہو اس کو آگے بڑھایا جائے گا کیونکہ خضوع میں اور لوگوں کو رغبت زائد ہوتی ہے (مراتی الفلاح)

ثم الانظف ثوباً :- اب اگر اتفاق سے لوگ اس میں بھی برابر ہو جائیں تو اس شخص کو آگے بڑھایا جائے گا جس کے کپڑے زائد صاف ہوں اسکے بعد جس کی بیوی زیادہ خوبصورت ہو اس لئے کہ بیوی کے خوبصورت کے ہونے وقت اسکی نظریں ادھر ادھر نہیں جائیں گی جس کی وجہ سے وہ گناہ میں مبتلا نہیں ہوگا اور پاکدامن رہے گا لیکن اس بات کا خیال رہے کہ اسکا اعتبار اسی وقت کیا جائے گا جبکہ اسکے پڑوسی ہوں یا محرم ہوں اور وہ جانتے ہوں یا اسی طریقے سے اسکی بیوی کی شہرت ہو تو اس وقت اس کا اعتبار کیا جائے گا ورنہ نہیں۔

فان :- یعنی ان تمام امور میں لوگ برابر ہی ہو جائیں تو اب اسکی ایک صورت یہ ہے کہ قرعہ اندازی کی جائے جسکا نام نکل جائے اسے امام بنادیا جائے دوسری صورت یہ ہے کہ قوم کو اختیار دیدیا جائے کہ وہ جسے چاہیں منتخب کر لیں لیکن اختیار دینے کی صورت میں اختلاف ہو سکتا ہے، اب اگر اختلاف ہو جائے تو جسکے بارے میں زیادہ لوگوں کی رائے ہو اسے آگے بڑھایا جائے۔

فان قدموا :- اگر قوم نے کسی ایسے شخص کو بڑھادیا کہ جو مستحق امامت نہیں تھا تو ان لوگوں نے برا کیا لیکن گنہگار نہیں ہوں گے اگر نمازیوں کو کسی امام کی امامت ناگوار ہو تو اس کی تین صورتیں ہوں گی یا تو امام میں کوئی خرابی تھی جو مقتدیوں کے لئے باعث ناگوار تھی یا اس لئے ناگواری ہوگی کہ اس سے بہتر اور کوئی شخص تھا جس کو اس امام نے موقع

نہیں دیا ان دونوں صورتوں میں امام گنہگار ہو گا اور اگر وہی مستحق امامت تھا اور اس سے بہتر کوئی نہ تھا پھر بھی مقتدی اس سے نفرت کرتے ہیں تو اس صورت میں امام گنہ گار نہ ہو گا۔

و کمرہ: اب یہاں سے ان لوگوں کی امامت کے بارے میں احکام بیان کر رہے ہیں کہ جب تک پیچھے نماز پڑھنے سے نماز تو ہو جاتی ہے لیکن مکروہ ہوتی ہے۔

العبد: غلام خواہ آزاد کر دیا گیا ہو یا ابھی مطلق غلام ہی ہو یا مکاتب ہو، اسکے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تنزیہی ہے اسلئے کہ عموماً غلام عالم نہیں ہوا کرتے انہیں نماز کے مسائل زیادہ یاد نہیں ہوتے اسلئے کہ انہیں ان مسائل کے سیکھنے کا موقع نہیں ملتا لیکن اگر کوئی غلام ایسا ہو کہ تمام چیزوں کا جاننے والا ہو تو اس کی امامت مکروہ بھی نہیں اور امام شافعیؒ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر غلام اور آزاد دونوں علم قرأت اور ورع میں برابر ہو جائیں تو حر کو عبد پر مقدم نہیں کیا جائیگا۔ (یعنی)

الاعمی: اس لئے کہ اندھے عام طور پر نجاست وغیرہ سے احتیاط نہیں کر پاتے اسی طریقہ سے قبلہ کی طرف سیدھے کھڑے بھی نہ ہو پاتے اس لئے ان کے پیچھے نماز مکروہ ہے لیکن اگر ان سے افضل کوئی موجود نہ ہو تو کوئی کراہت نہیں۔ (مراتی الفلاح، شامی وغیرہ)

الاعرابی: اعرابی اس شخص کو کہتے ہیں جو دیہات کا رہنے والا ہو خواہ عربی ہو یا عجمی۔ اعرابی کے پیچھے اس وجہ سے نماز مکروہ ہے کہ انکے اوپر جہل کا غلبہ ہوتا ہے چنانچہ ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک اعرابی نے ایک امام کی اقتداء کی اور جب امام نے الاعراب اشد کفر و نفاقاً تلاوت کی تو اعرابی نے اس کا سر پھوڑ دیا پھر دوسری مرتبہ اقتداء کی تو امام نے ومن الاعراب من یؤمن بالله والیوم الآخر پڑھ رہا تھا جب اعرابی نے یہ سنا تو کہا کہ میری لاشی کار گر ہو گئی۔

والد الزنا: ولد زنا کے پیچھے اس وجہ سے نماز مکروہ ہے کہ اس کی تربیت باپ کے آغوش میں نہیں ہوئی ہے جس کی وجہ سے بہت سی رذیل خصلتیں اس کے اندر آ جاتی ہیں اور ولد زنا سے مراد یہاں پر وہ ہے کہ جو نہ عالم ہو اور نہ متقی اور اس لئے کہ لوگوں کی رغبت اس کی اقتداء میں کم ہوتی ہے جس کی وجہ سے جماعت میں قلت ہو جاتی ہے۔

الفاسق:۔ فاسق کی امامت بھی مکروہ ہے اور یہ کراہت تحریمی ہے نیز اگر اسکے علاوہ اور کوئی اس سے افضل موجود نہ ہو تب بھی کراہت ہے کما صرح بہ فی الشامی۔

المبتدع:۔ بدعت کی تعریف یہ ہے ما حدث علی خلاف الحق المتعلق عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من علم او عمل او حال او صفة بنوع استحسان وطریق سبہة وجعل دیناً قیماً وصرافاً مستقیماً (مراتی الفلاح) یہاں پر یہ بات خاص طور سے خیال کرنے کی ہے کہ اگر کوئی کام خلاف شرع کیا جاتا ہے مگر اس کو دین کا کام نہیں مانا جاتا تو وہ گناہ تو ہو سکتا ہے مگر اس کو بدعت نہیں کہا جاسکتا جیسے شادی کی رسمیں جو خوش طبعی اور تفریح کے لئے کی جاتی ہیں چونکہ ان کو خود ہی رسم یا تفریح سمجھتے ہیں، دین کا کام نہیں سمجھتے لہذا بدعت نہیں ہو گا البتہ اگر حد جواز سے بڑھے ہوئے ہیں تو گناہ ہوں گے۔ ماخوذ از ایضاح الاصابح)

وتطویل الصلوۃ:۔ یعنی نماز کو لمبی پڑھنا مکروہ ہے اسلئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے اذا صلی احدکم

للناس فليخفف فان فيهم الضعيف والسقيم والكبير واذا لنفسه فليطول ماشاء۔ (بخاری و مسلم) لیکن جب مقتدی راضی ہوں تو کوئی حرج نہیں البتہ بعض فقہاء نے یہ فرمایا ہے کہ مقدار سنت ہو اگر اس سے زائد ہو تو مکروہ ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ مطلقاً مختصر کرے اور مقتدیوں کی رعایت پیش نظر رکھے، اسی طرح سے صرف قرأت میں طول نہیں بلکہ الصلوٰۃ کو مطلق لا کر اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ رکوع اور سجود سب میں طول مکروہ ہے لیکن اگر تنہا ہو تو کوئی مضائقہ نہیں اس وقت جس مقدار میں چاہئے اور جس قدر چاہئے نماز پڑھے یہ حکم جماعت کا ہے۔

جماعة العراة: یعنی جو لوگ ننگے نماز پڑھ رہے ہوں ان کے لئے جماعت مکروہ تشریفاتی ہے ان کے لئے افضل ہے کہ تنہا تنہا نماز ادا کریں اس لئے کہ اس صورت میں ان کے لئے زیادہ پردہ ہے۔

النساء:۔ عورتوں کے لئے بھی جماعت کرنی مکروہ ہے اسی طرح وہ جماعت میں حاضر بھی نہیں ہو سکتیں اب اگر ان لوگوں نے جماعت کیا بھی تو ان کا امام درمیان میں کھڑا ہو گا اور ان کے لئے درمیان میں کھڑا ہونا واجب ہے اب اگر ترک کر دیا تو گنہگار ہوں گی۔

يقف الواحد:۔ اب اگر صرف ایک ہی مقتدی ہے تو وہ امام کے دائیں جانب کھڑا ہو اب اگر وہ بائیں جانب کھڑا ہو تو مکروہ ہے۔

الاکثر خلفه:۔ اب اگر ایک سے زائد ہوں تو امام آگے ہو جائے گا اور یہ لوگ اسکے پیچھے کھڑے ہوں گے لیکن اگر مقتدی صرف دو ہوں تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک امام درمیان میں کھڑا ہو جائے گا آگے نہیں بڑھے گا مصنفؒ الاكثر لا کر اسی طرف اشارہ کرنا چاہ رہے ہیں۔

ويصف الرجال:۔ اگر کہیں ایسا موقع آگیا کہ جہاں پر مرد بھی ہوں اور بچے اور اسی طرح خنثی اور عورت بھی تو وہاں پر صف کس طرح سے باندھی جائے گی تو اس کا طریقہ بتایا کہ سب سے پہلے مرد ہوں گے پھر بچے ہوں گے اس کے بعد خنثی اور اسکے بعد عورتوں کی صفیں ہوں گی۔

(فصل فيما يفعلُه الْمُقْتَدِي بَعْدَ قَرَأَةِ إِمَامِهِ مِنْ وَاجِبٍ وَغَيْرِهِ) لَوْ سَلَّمَ الْإِمَامُ قَبْلَ قَرَأَةِ الْمُقْتَدِي مِنَ التَّشَهُدِ يَتِمُّهُ وَلَوْ رَفَعَ الْإِمَامُ رَأْسَهُ قَبْلَ تَسْبِيحِ الْمُقْتَدِي ثَلَاثًا فِي الرُّكُوعِ أَوْ السُّجُودِ يَتَابِعُهُ وَلَوْ زَادَ الْإِمَامُ سَجْدَةً أَوْ قَامَ بَعْدَ الْقُعُودِ الْآخِرِ سَاهِيًا لَا يَتَّبِعُهُ الْمُؤْتَمُّ وَإِنْ قَيْدَهَا سَلَّمَ وَحْدَهُ وَإِنْ قَامَ الْإِمَامُ قَبْلَ الْقُعُودِ الْآخِرِ سَاهِيًا انْتَظَرَهُ الْمَأْمُومُ فَإِنْ سَلَّمَ الْمُقْتَدِي قَبْلَ أَنْ يَقْدِمَ إِمَامُهُ الزَّائِدَةَ بِسَجْدَةٍ فَسَدَّتْ فَرْضُهُ وَكَرِهَ سَلَامُ الْمُقْتَدِي بَعْدَ تَشَهُدِ الْإِمَامِ قَبْلَ سَلَامِهِ.

ترجمہ:۔ فصل۔ وہ واجب اور غیر واجب جسے مقتدی امام کے فارغ ہونے کے بعد کرے گا۔ اگر امام مقتدی کے تشہد پڑھنے سے پہلے سلام پھیر دے تو مقتدی تشہد کو پوری کرے گا اور اگر امام رکوع یا سجدے کی تین تسبیح پوری ہونے سے قبل سر کو اٹھالے تو مقتدی اسکی متابعت کرے گا اور اگر امام کوئی سجدہ زائد کرنے لگے یا قعدہ اخیرہ کے بعد بھول کر اٹھ جائے تو مقتدی اسکی اتباع نہ کرے گا اور اگر امام نے اس کو مقید کر دیا ہے تو مقتدی تنہا سلام پھیر دے پس اگر قعدہ اخیرہ سے

قبل امام بھول کر کھڑا ہو گیا تو انتظار کرے تو اگر امام کے زائد سجدہ سے مقید کرنے سے قبل مقتدی نے سلام پھیر دیا تو اس مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی اور مقتدی کیلئے مکروہ ہے کہ تشہد کے بعد امام کے سلام پھیرنے سے قبل سلام پھیرے۔

تشریح و مطالب :- اب یہاں سے ان چیزوں کو بیان کر رہے ہیں جو مقتدی امام کے فارغ ہونے کے بعد کرے گا ان امور میں بعض واجب ہیں کہ جس کا کرنا مقتدی کے لئے ضروری ہے اور بعض وہ امور ہیں کہ جس کا کرنا مکروہ ہے۔

المقتدی: اسے کہتے ہیں جو دوسرے کی اقتداء کرے۔ اصطلاح شرع میں اس شخص کو کہا جاتا ہے جو امام کے پیچھے نماز ادا کرے اب اس اقتداء کرنے والے کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں ایک تو وہ ہو گا جو امام کے ساتھ از ابتداء تا انتہاء شریک رہا ہو اسے مد رک کہا جاتا ہے، دوسرا وہ ہے کہ امام کے ساتھ شریک رہا ہے لیکن کسی وجہ سے بعض رکعتیں یا تمام کی تمام چھوٹ گئیں مثلاً شریک تو ہوا تھا لیکن اسے نیند آگئی اور بعض رکعتیں چھوٹ گئیں تو اسے لاحق کہا جاتا ہے، تیسرا وہ شخص ہے کہ امام کیساتھ اس وقت شریک ہو واجب کہ امام بعض رکعتیں پڑھ چکا تھا یا تمام رکعتیں پڑھ چکا تھا مگر یہ اس کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو جائے لیکن اگر امام کے اوپر سجدہ ہے تو لاحق اس کے ساتھ سجدہ سہو نہیں کرے گا بلکہ پہلے اپنی نماز کو پوری کرے گا ان رکعات کے چھوٹنے کی وجہ سے اس کے اوپر سجدہ سہو نہیں ہو گا۔ اور مسبوق کا حکم یہ ہے کہ امام جب سلام پھیرے اس وقت وہ کھڑا ہو کر چھوٹی ہوئی رکعات کو پوری کرے لیکن اگر امام کو سجدہ سہو لاحق ہو گیا تو بلا سلام پھیرے اسی وقت امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے گا۔ ماخوذ از حاشیہ شیخ الادبؒ واللہ اعلم

لوسلم الامام: اگر ابھی مقتدی تشہد ہی پڑھ رہا تھا کہ امام نے سلام پھیر دیا تو مقتدی تشہد کو پورا کرے اس لئے کہ تشہد کا پڑھنا واجب ہے، لیکن اگر مقتدی نے پہلے تشہد کو پڑھ لیا تو اب یہ خاموش رہے اسلئے کہ امام کے تابع ہے ایک صورت یہ ہے کہ مقتدی تشہد تو پڑھ چکا تھا لیکن ابھی دعا اور درود کو پڑھ رہا تھا تو اب امام کی اقتداء کرے گا اس لئے کہ امام کی اتباع واجب اور درود و دعاست ہے اور واجب کیلئے سنت کو ترک کر دیا جائے گا اور پہلے التحیات پڑھنے سے پہلے امام تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے تو رائج قول یہی ہے کہ پہلے التحیات پڑھ لے پھر تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو۔ (مراتی الفلاح)

لورفع الامام راسہ: اگر مقتدی سجدہ میں تھا یا رکوع میں تھا اور ابھی تین مرتبہ تسبیح نہیں کہہ سکا تھا کہ امام نے سر کو اٹھالیا تو امام کی اتباع کرے قول اصح تو یہی ہے ہاں ایک قول یہ بھی ہے کہ تین تسبیح پوری کر لینے کے بعد اٹھے (مراتی) اسلئے کہ اگر تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ یا تین مرتبہ سبحان ربی العظیم کہنے سے قبل اٹھ گیا تو بھی نماز ہو جائیگی۔

لوزاد الامام سجدة: اگر امام نے دو سجدہ کر لیا تھا اور اب تیسرے سجدہ کے لئے چلا گیا تو اب مقتدی اس میں اتباع نہیں کریں گے بلکہ وہ بیٹھے رہیں گے اور اسی طرح اگر دو رکعت والی نماز تھی یا چار رکعت والی اور امام نے قعدہ اخیرہ کر لیا تھا اب بھول کر کھڑا ہو گیا، حالانکہ اب امام کو سلام پھیرنا تھا تو اس وقت بھی مقتدی اس کی اتباع نہیں کریں گے اس وقت ان لوگوں کو چاہئے کہ امام کو لقمہ دیں لیکن ابھی تک یہ لوگ سلام نہیں پھیریں گے اسکا انتظار کریں گے اب اگر وہ جس رکعت کے لئے کھڑا ہوا تھا اس کا سجدہ کر لے تب یہ لوگ تنہا سلام پھیر دیں گے امام کا انتظار نہیں

کریں گے یہ حکم تو اس وقت کا تھا کہ جب امام قعدہ اخیرہ کے بعد بھول کر کھڑا ہوا تھا اب اگر یہ صورت پیش آجائے کہ ابھی تک امام نے قعدہ اخیرہ نہیں کیا تھا اور بھول کر کھڑا ہو گیا تو اب مقتدی کے اوپر لازم ہے کہ اس کا انتظار کریں یہاں تک کہ وہ دوسری رکعت کو اسکے ساتھ ملا لے اب اگر مقتدیوں نے اس کا انتظار نہیں کیا بلکہ اس سے قبل ان لوگوں نے تشہد اور درود و دعا وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دیا تو ان لوگوں کی نماز فرض فاسد ہو جائے گی اور ان لوگوں کے اوپر لازم ہوگا کہ دوبارہ نماز پڑھیں، اس لئے کہ قعدہ اخیرہ رکن ہے اور رکن کو امام کے ساتھ اداء کرنا چاہئے تھا اور اس نے امام کے ساتھ اسے نہیں کیا بخلاف صورت اولیٰ کے کہ اس میں قعدہ اخیرہ کو امام کیساتھ ادا کر لیا تھا۔ (مرآۃ الفلاح)

مکرہ سلام المقتدی :- اگر امام نے تشہد پڑھ لیا تھا اور مقتدی نے اسکے سلام پھیرنے سے قبل ہی خود تنہا سلام پھیر دیا تو اس صورت میں یہ مکروہ تحریمی ہے ہاں اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ (مرآۃ الفلاح)

(فصل فی الاذکار الوارڈۃ بعد الفرض) الْقِيَامُ إِلَى السَّنَةِ مُتَّصِلًا بِالْفَرْضِ مَسْنُونٌ وَعَنْ شَمْسِ الْأَيْمَةِ الْحُلَوَانِي لِأَبَائِنِ بِقِرَاءَةِ الْأَوْرَادِ بَيْنَ الْفَرِيضَةِ وَالسَّنَةِ وَيَسْتَحِبُّ لِلْإِمَامِ بَعْدَ صَلَاتِهِ أَنْ يَتَحَوَّلَ إِلَى يَسَارِهِ لِيَتَطَوَّعَ بَعْدَ الْفَرْضِ وَأَنْ يُسْتَقْبَلَ بَعْدَهُ النَّاسُ وَيَسْتَغْفِرُونَ اللَّهَ فَلَا تَأْخُذُ وَيَقْرُونَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ وَالْمُعَوِّذَاتِ وَيُسَبِّحُونَ اللَّهَ فَلَا تَأْخُذُ وَلْيُحْمَدُوهُ كَذَلِكَ وَيَكْبِّرُوهُ كَذَلِكَ ثُمَّ يَقُولُونَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ثُمَّ يَدْعُونَ لِنَفْسِهِمْ وَلِلْمُسْلِمِينَ رَاغِبِي أَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَمْسَحُونَ بِهَا وَجُوهَهُمْ فِي آخِرِهِ.

ترجمہ :- وہ اذکار جو فرض کے بعد منقول ہیں۔ فرض کے بعد متصل سنتوں کے لئے کھڑا ہو جانا اور شمس الائمہ حلوانی سے منقول ہے کہ فرض اور سنت کے درمیان وظائف پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور امام کے لئے مستحب ہے کہ فرض کے بعد نفل پڑھنے کے لئے بائیں طرف ہٹ جائے اور اسکے بعد لوگوں کی طرف چہرہ کرے اور تمام لوگ اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اور آیت الکرسی پڑھیں، اور قل اعوذ برب الناس اور قل اعوذ برب الفلق پڑھیں اور ۳۳ بار سبحان اللہ کہیں اتنی ہی مرتبہ الحمد للہ پڑھیں اور اتنی ہی بار اللہ اکبر پڑھیں پھر تمام لوگ اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر خود اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعاء کریں پھر دعا کے ختم پر اپنے ہاتھوں کو چہرے پر مل لیں۔

نماز کے اندر فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات کے بیان کرنے کے بعد اب ان چیزوں کو بیان کر رہے ہیں کہ جن کا نماز کے بعد کرنا احادیث سے ثابت ہے اور اسکے فضائل کتب احادیث سے ثابت ہیں۔

تشریح و مطالب :- الْقِيَامُ إِلَى السَّنَةِ مُتَّصِلًا: یعنی فرض نماز کے پڑھ لینے کے فوراً بعد بلا کسی تاخیر کے سنت کے لئے کھڑا ہو جائے، لیکن مستحب یہ ہے کہ اس کے درمیان اس قدر فصل کرے

کہ جتنی دیر میں اللھم انت السلام ومنک السلام والیک یرجع السلام تبارکت یا ذوالجلال والا کرام پڑھ لے اس لئے کہ اس قدر پڑھنے کا ثبوت حدیث شریف سے ہے اور اگر کوئی فوراً کھڑا ہو جائے تو بھی کوئی حرج نہیں اور اسی کو مصنف نے بیان کیا ہے، اور شمس الائمہ حلوانی سے منقول ہے کہ اگر فرض اور سنت کے درمیان کوئی وظیفہ پڑھا جائے تو

کوئی مضائقہ نہیں ہے، لیکن یہ بہتر نہیں ہے۔

ویستحب للامام بعد سلامہ: یعنی جب امام سلام پھیر دے، اب اس کے لئے مستحب ہے کہ اپنا رخ لوگوں کی طرف کرے اگر اسکے بعد سنت ہو تو یہ مستحب نہیں یہ اس وقت ہے کہ جس نماز کے بعد سنت نہیں، اسکے بعد استغفار کرے اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے قال علیہ الصلوٰۃ والسلام من سبح لله فی دبر کل صلوٰۃ ثلاثاً وثلاثین وحمد الله تعالى ثلاثاً وثلاثین وکبر الله ثلاثاً وثلاثین فتلك تسعة وتسعون وقال تمام المائة لا اله الا الله وحده لا شریک له له الملك وله الحمد وهو على کل شئی قدير غفرت خطایاه وان كانت مثل زبد البحر (مسلم) اسلئے کہ نماز کے بعد ان افعال کا کرنا مستحب ہے۔

ثم يدعون: پھر جب ان تسمیحات کو پوری کر لے اس کے بعد دعاء کرے اس لئے کہ یہ وقت دعا کی قبولیت کا ہوتا ہے چنانچہ حضور ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کون سی دعا زیادہ سنی جاتی ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا جوف اللیل الاخیر ودبر الصلوٰۃ الکتابۃ نیز اس لئے بھی کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب انسان نماز پڑھ لیتا ہے تو اس کے خطایا معاف ہو جاتے ہیں اس لئے اگر اب وہ دعاء کرے گا تو اسکی دعا مقبول ہوگی۔

رافعی ایدیہم: یعنی اپنے ہاتھ کو سینے تک اٹھا کر اس طور پر کہ ہاتھ کا باطن چہرے کے جانب ہو دعاء کرے اور ان کلمات کے ساتھ دعاء کو ختم کرے سبحان ربك رب العزة عما یصفون اس لئے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا من هلك دبر کل صلوٰۃ سبحان ربك رب العزة عما یصفون ثلاث مرات فقد اکتال بالمتکيال الاوف من الاجر (مراقی الفلاح)

ثم یمسحون: دعائے فراغت کے بعد اپنے ہاتھوں کو چہرے پر مل لینا چاہئے چنانچہ حدیث میں ہے قال علیہ الصلوٰۃ والسلام اذا دعوت الله فادع بباطن کفیک ولاتدع بظهورهما فاذا فرغت فامسح بهما وجهک (حسن حصین) وکان صلی الله علیہ وسلم اذا رفع یدیه فی الدعاء لم یحطهما وفی رواۃ لم یردھما حتی یمسح بهما وجهہ، لیکن دعا کی حالت میں آسمان کی طرف نہ دیکھا جائے کیونکہ یہ خلاف ادب ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے نیز اپنے لئے بھی دعا کرے اور ان تمام مسلمانوں کیلئے جو اس کے ساتھ شریک نہیں ہیں۔

بَابُ مَا يُفْسِدُ الصَّلَاةَ

وَهُوَ ثَمَانِيَةٌ وَسِتُّونَ شَيْئًا الْكَلِمَةُ وَلَوْ سَهْوًا أَوْ خَطَاً وَالِدُعَاءُ بِمَا يَشْبَهُ كَلَامَنَا وَالسَّلَامُ بَيْنَةَ التَّحِيَّةِ وَلَوْ سَاهِيًا وَرَدُّ السَّلَامِ بِلِسَانِهِ أَوْ بِالْمُصَافَحَةِ وَالْعَمَلُ الْكَثِيرُ وَتَحْوِيلُ الصَّدْرِ عَنِ الْقِبْلَةِ وَأَكْلُ شَيْءٍ مِنْ خَارِجِ فَمِهِ وَلَوْ قَلَّ وَأَكْلُ مَا بَيْنَ أَسْنَانِهِ وَهُوَ قَدْرُ الْحِمَصَةِ وَشُرْبُهُ وَالتَّخَنُّعُ بِلَا عَذْرَ وَالتَّأْفِيفُ وَالْأَبْيْنُ وَالتَّأَوُّةُ وَارْتِفَاعُ بُكَائِهِ مِنْ وَجَعٍ أَوْ مُصِيبَةٍ لِأَمِنْ ذِكْرٍ جَنَّةٍ وَنَارٍ وَتَشْمِيتُ عَاطِسٍ بِرَحْمَتِكَ اللَّهُ وَجَوَابُ مُسْتَفْهِمٍ عَنْ نِدْبِ بِلَالَةَ إِلَّا اللَّهُ وَخَيْرُ سُوءٍ بِالْأَسْتِرْجَاعِ وَسَارٍ بِالْحَمْدِ لِلَّهِ وَعَجَبٌ بِبِلَالَةَ إِلَّا اللَّهُ أَوْ

سُبْحَانَ اللَّهِ وَكُلُّ شَيْءٍ قَصْدٌ بِهِ الْجَوَابُ كَيْفَا يَخِي خُلْدُ الْكِتَابِ وَرُؤْيَا مُتَيْمِمٌ مَاءٌ وَتَمَامٌ مَدَّةٌ مَاسِحِ الْخُفِّ وَنَزْعُهُ وَتَعْلُمُ الْأُمِّيَّ آيَةً وَوَجْدَانُ الْعَارِي سَاتِرًا وَقُدْرَةُ الْمُؤْمِي عَلَى الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ .

ترجمہ :- مفصلات صلوٰۃ۔ مفصلات صلوٰۃ از سٹھ چیزیں ہیں بات کرنا اگرچہ بھول کر یا غلطی سے ہو اور اپنی باتوں کے مشابہ دعا کرنا اور تحیہ کی نیت سے سلام کرنا اگرچہ بھول کر ہو، اور سلام کا جواب زبان سے یا مصافحہ سے دینا اور عمل کثیر کرنا اور قبلہ جانب سے سینہ کا پھیر لینا اور منہ کے باہر سے کسی چیز کا کھانا اگرچہ کم ہی ہو، اور دانتوں کے درمیان کی اس چیز کا کھانا جو چنے کے برابر ہو، اور پیٹا، اور بلا عذر کے کھنکھارنا، اور اف کہنا کر اہنا اور آہ کہنا، درد یا مصیبت کی وجہ سے رونا نا کہ دوزخ اور جنت کے ذکر کی وجہ سے، اور یرحمک اللہ کہہ کر جھپکنے والے کا جواب دینا اور خدا کے ساتھ شریک کرنے والے کا جواب لا الہ الا اللہ سے دینا، اور بری خبر پر انا اللہ کہنا یا اچھی خبر پر الحمد للہ کہنا، یا کسی تعجب خیز خبر پر لا الہ الا اللہ کہنا، یا سبحان اللہ کہنا، نیز ہر وہ چیز جس سے جواب کا ارادہ کیا گیا ہو جیسے یا یحییٰ خذ الکتاب، اور تیمم کرنے والے کو پانی کا دیکھ لینا، اور موزے پر مسح کرنے والے کی مدت کا ختم ہو جانا اور اس کا اتار لینا یا ان پڑھ کو آیت کا سیکھ لینا یا ننگے کا پٹے پر قادر ہو جانا، یا اشارہ سے نماز پڑھنے والے کا رکوع اور سجدہ پر قادر ہو جانا۔

تشریح و مطالب :- ابھی تک ان چیزوں کو بیان کر رہے تھے کہ جو نماز کے لئے شرط تھیں یا ان کا نماز میں کیا جانا ضروری تھا، اب جبکہ ان کو بیان کر چکے تو ان چیزوں کا بیان کر دینا ضروری تھا کہ جن کی وجہ سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اگر اس حالت میں نماز پڑھ لی جائے تو نماز نہیں ہوتی اور نماز واجب الاعادہ ہوتی ہے لہذا جس طرح ان چیزوں کا جاننا ضروری تھا کہ جنکی وجہ سے نماز ہوتی ہے اسی طرح ان چیزوں کا بھی جان لینا ضروری ہے جسکی وجہ سے نماز کے اندر فساد آجاتا ہے۔ اب اس فصل میں انہی چیزوں کو بیان کر رہے ہیں اور انکے تفصیلی احکام پیش کر رہے ہیں۔

ثمانیۃ وسبعون :- مصنفؒ نے یہاں پر اڑسٹھ کا ذکر کیا ہے لیکن یہ حصر کے لئے نہیں ہے بلکہ اس سے زیادہ تعداد ہے اور مصنفؒ نے انہی چیزوں کا بیان کیا ہے جو خاص خاص ہیں (مراق الفلاح)

الکلمۃ :- کلمہ کا لفظ استعمال کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ خواہ وہ جملہ مفیدہ ہو خواہ غیر مفیدہ ہر صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی۔

ولو سهواً :- اگرچہ بھول کر ہی ہو اسکے لئے یہاں چند الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں خطا، سہو، نسیان۔ خطا کی تعریف یہ ہے کہ ایک چیز کے کرنے کا ارادہ کر رہا تھا، لیکن اسکے خلاف ہو گیا مثلاً قرآن پڑھنے کا ارادہ کر رہا تھا لیکن اس کی زبان سے کلام الناس نکل گیا۔ سہو کی تعریف یہ ہے کہ ادنیٰ درجہ کے تنبیہ کے بعد آدمی ہو شیار ہو جائے۔ نسیان یہ ہے کہ ایک بات ذہن میں تھی اور وہ نکل گئی اب اسے یاد کرنے کے لئے جدید اور اک کی ضرورت ہے۔ صاحب نور الایضاح نے صرف دو کا استعمال کیا نسیان کو چھوڑ دیا اس لئے کہ سہو میں نسیان بھی شامل ہے یعنی بات کسی بھی طرح کی ہو خواہ بھول کر ہو یا ادنیٰ سی بے توجہی کی بنا پر بہر صورت نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

والدعاء بمایشبہ کلامنا :- یعنی نماز کے اندر عام لوگوں کی طرح بات چیت کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی

ہے مثلاً دعا مانگنے کہ اے اللہ! مجھے فلاں قسم کا کپڑا دیدے یا فلاں قسم کا کھانا کھلا دے، یا فلاں عورت سے نکاح کرادے یعنی ایسے کام کی دعا نماز کے اندر جائز نہیں ہے جو عام طور پر انسان کرتے ہیں اور انسانوں سے کرائے جاتے ہیں البتہ نماز سے باہر ایسی دعا مانگی جاسکتی ہے بلکہ ہر چیز اللہ ہی سے مانگنی چاہئے۔ (مراقی الفلاح)

والسلام :- یہاں پر مطلق استعمال کیا اسلئے کہ اس میں دونوں طرح کا پہلو شامل ہے خواہ جان کر ہو یا غلطی سے اور اگر حالت قعود کے بعد ایسی حرکت کی ہے تو اسکی نماز صحیح ہو جائے گی اسی طریقہ سے اگر نماز جنازہ میں ہو تو اسکا یہ حکم نہیں ہوگا۔
ورد السلام :- اسی طریقہ سے سلام کا جواب دینا خواہ وہ زبان سے ہو یا ہاتھ سے نماز فاسد ہو جائے گی لیکن اگر اشارے سے سلام کا جواب دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

العمل الكثير :- اسی طریقہ سے عمل کثیر کرنے سے بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے لیکن اس عمل کثیر سے مراد یہ ہے کہ جو نماز سے باہر ہو، پس اگر سجدہ کو لمبا کر دیا یا رکوع کو لمبا کر دیا یا قیام کو طول دیدیا تو ان تمام ہی صورتوں میں نماز فاسد نہ ہوگی اس لئے کہ یہ افعال نماز کے اندر کے ہیں۔ اب عمل کثیر کے کہا جائے اور کسے عمل قلیل اس کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے کوئی کام کیا جائے تو یہ عمل کثیر ہے اور اگر ایک ہاتھ سے کیا جائے تو یہ عمل قلیل، اور یہ کام کرنا اتنی دیر تک ہو کہ اتنی دیر میں ایک رکن ادا کیا جاسکتا ہو تو اسے عمل کثیر کہا جائے گا۔ ایک قول اسکے بارے میں یہ ہے کہ خود نماز پڑھنے والے پر چھوڑ دیا جائے اگر اس کا دل کہہ رہا ہو کہ یہ عمل کثیر ہے تو عمل کثیر ہو گا ورنہ نہیں۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ اگر دور سے دیکھنے والا یہ خیال کرے کہ یہ نماز کے علاوہ کوئی اور کام کر رہا ہے اور وہ اسے نماز ہی نہ سمجھتا ہو تو یہ عمل کثیر ہے لیکن اس میں ایک شرط یہ ہے کہ وہ دیکھنے والا اس بات کا علم نہ رکھتا ہو کہ یہ نماز پڑھ رہا ہے اور اسی کو اکثر فقہاء نے پسند کیا ہے اور اصح فرمایا ہے اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ ایک رکن میں کسی کام کا پے درپے کرنا یہ عمل کثیر ہے۔ (ماخوذ حاشیہ شیخ الادب)

تحویل الصدر :- اسی طریقہ سے سینے کا قبلہ کی طرف سے پھر جانا بھی مفسدات صلوٰۃ میں داخل ہے لیکن ایک بات یاد رہے اس سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جنہیں حدیث لاحق ہو گیا ہے اسلئے کہ جب وہ وضو کرنے جاتے ہیں تو ان کا سینہ قبلہ سے پھر جاتا ہے حالانکہ انکا حکم یہ ہے کہ وہ اسی نماز پر بنا کریں اسی طریقہ سے اس سے صلوٰۃ الخوف والے بھی خارج ہیں۔

واکل شنی :- اسی طرح کسی ایسی چیز کا کھانا جو منہ میں نہ ہو اگرچہ وہ قلیل ہی کیوں نہ ہو مثلاً سرسوں کے ایک دانہ کا کھانا اسی طرح سے اگر بارش ہو رہی تھی اور اس نے نماز کی حالت میں اپنے چہرے کو اوپر اٹھایا اور بارش کا قطرہ منہ میں چلا گیا تب بھی اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

واکل مابین اسنانہ :- اسی طرح سے اس چیز کا بھی کھالینا جو اسکے دانتوں میں لگی ہوئی تھی اور وہ ایک پٹے کی مقدار سے زائد تھی، اس لئے کہ اس سے زیادہ کھالینے میں عمل کثیر ہو جاتا ہے اسی طرح اس چیز کے کھانے سے کہ جس کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے نماز فاسد ہو جائے گی (شامی)

وشربہ :- اسی طرح پانی کا پی لینا بھی مفسد صلوٰۃ میں داخل ہے خواہ وہ جان بوجھ کر ہو یا غلطی سے مثلاً بارش میں

نماز پڑھ رہا تھا یا اولہ گر رہا تھا اور اسکے اندر نماز پڑھ رہا تھا اب اگر اس صورت میں اس کے قطرات منہ میں چلے جائیں اور پیٹ میں اتر جائیں تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

والتنحیح: اسی طریقہ سے بلا کسی عذر کے کھنکھارنا ہاں اگر کسی عذر کی بنا پر ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی جیسے گلے میں کسی چیز کا پھنس جانا کہ جس کی وجہ سے قرأت میں خلل اندازی ہوتی ہو تو ایسے وقت میں کھنکھارنے میں کوئی مضائقہ نہیں، یا یہ کہ کوئی شخص اسکے سامنے سے گذر رہا تھا اور اس کو بتلانے کے لئے کھنکھار تو قول ا صلح کے مطابق نماز فاسد نہ ہوگی (در مختار)

التالیف: مفسّدات صلوٰۃ میں سے یہ بھی ہے کہ نماز کے اندر اُف اُف کیا جائے یا مٹی اڑانے کیلئے آواز نکالی جائے۔ والانین:۔ آہ کرنا یعنی نماز میں کسی درد کی بنا پر رونایا اسی طریقہ سے درد کی آواز نکالنا بھی مفسد صلوٰۃ میں داخل ہے اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

وارتفاع بکائہ: اسی طرح سے نماز کی حالت میں کسی مصیبت کی بنا پر رونا نماز کو توڑ دیتا ہے اور یہ رونا اس طور پر ہو کہ اس رونے کی وجہ سے دو حرف یا اس سے زائد حروف نکلیں لیکن اگر جنت یا دوزخ کے ذکر کے وقت روئے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی اسی طرح سے ایسا مریض ہے کہ جو اپنے درد کی وجہ سے اپنی آہ وغیرہ کو روک نہیں سکتا تو اسکی نماز فاسد نہ ہوگی۔

تشمیت عاطس:۔ اسی طریقہ سے چھینکنے والے کا جواب دینا اس لئے کہ یہ کلام الناس کے مشابہ ہے اور کلام الناس کا نماز کی حالت میں استعمال کرنا مفسّدات صلوٰۃ میں داخل ہے ہاں اگر اپنی چھینک پر یرحمک اللہ کہا تو نماز فاسد نہ ہوگی لیکن امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ دوسرے ہی کی چھینک پر کیوں نہ ہو نماز فاسد نہ ہوگی، امام ابو حنیفہؒ سے اس کی ایک روایت منقول ہے کہ اگر زبان کو حرکت نہیں دی تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر زبان کو حرکت دے دی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی لیکن اگر بلا زبان کے حرکت دیئے چھینک کا جواب دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

وجواب مستفہم:۔ یعنی کوئی شخص یہ سوال کر رہا تھا کہ کیا خدا ایک ہے اس کے جواب میں اس شخص نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوگی اس کی دلیل یہ ہے کہ اس میں عظمت خداوندی ہے اور عظمت الہی کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی امام اعظمؒ اور امام محمدؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ تو گویا جواب ہے اور کسی چیز کا نماز میں جواب دینا مفسّدات صلوٰۃ میں سے ہے (مراقی الفلاح)

وخبر سوء:۔ یعنی ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا کوئی شخص آیا اور اس نے کہا کہ تمہارے بچے کا انتقال ہو گیا اب یہ خبر سن کر مصلیٰ نے انا للہ پڑھا تو اسکی نماز باطل ہو جائے گی۔

وعجب:۔ ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا کسی شخص نے اس کو آکر کسی چیز کی خوش خبری دی اب اس شخص نے خوش ہو کر لا الہ الا اللہ یا سبحان اللہ کہہ دیا تو اب اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

کل شنی:۔ شنی یہاں پر مطلق استعمال کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ جس لفظ سے وہ جواب

دے رہا ہے اگرچہ قرآن کا لفظ کیوں نہ ہو اور اس کا ارادہ اس سے جواب کا ہو تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی، مثلاً اذان کے وقت شہادتین کا کہنا یا خدائے تعالیٰ کا ذکر سنا اور جل جلالہ کہہ دیا یا حضور ﷺ کا نام نامی آیا اور اس نے درود پڑھ دیا یا امام نے تلاوت ختم کی اور اس نے صدق اللہ پڑھ دیا، یا شیطان کا ذکر آیا اور لا حول پڑھ دیا تو ان تمام صورتوں میں نماز باطل ہو جائے گی جیسے کوئی شخص کتاب تلاش کر رہا تھا اور اس نے نماز کی حالت میں یا یحییٰ خذ الكتاب کہہ دیا تو اگرچہ یہ قرآن کی آیت ہے مگر اسکے باوجود اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اسلئے کہ اس نے اس سے جواب کا ارادہ کیا ہے۔

ورویۃ متیمم ماء :- یعنی ایک شخص تیمم کر کے نماز پڑھ رہا تھا اور نماز ہی کی حالت میں اسے پانی نظر آگیا تو اب اس کی نماز باطل ہو جائے گی مگر ایک بات کا خیال رہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب کہ وہ تنہا نماز پڑھ رہا تھا لیکن اگر امام کیساتھ ہو گا تو اس کی نماز باطل اس وقت ہو گی جب امام نے پانی کو دیکھ لیا ہو گا۔

وتمام مدة :- اسی طرح سے ایک شخص موزے پر مسح کئے ہوئے تھا اور نماز پڑھ رہا تھا کہ مدت مسح ختم ہو گئی مثلاً اگر متیمم تھا تو ایک دن اور رات پوری ہو گئی اور اگر مسافر تھا تو تین دن اور تین رات پوری ہو گئی تو اب اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔
وتعلم الامی :- اسی طرح سے ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور اسے کلام پاک یاد نہیں تھا، اب اس نے نماز کی حالت میں ایک آیت کا اس قدر کہ جس سے نماز ہو جائے یاد کر لیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اس لئے کہ اس نے پہلے جو رکعات پڑھی تھیں وہ امی کی حالت میں تھی اور اب جو پڑھ رہا ہے یہ امی کی حالت کی نہیں ہے لہذا اگر اب اس کی نماز فاسد نہ ہو تو بناء الضعیف علی القوی لازم آئے گا اور یہ ٹھیک نہیں۔

وجدان العاری :- ایک شخص کے پاس اس قدر کپڑا نہیں تھا کہ جسے وہ پہن کر نماز پڑھتا اور اس نے اسی حالت میں نماز شروع کر دی اب نماز میں اسے کپڑا مل گیا اور وہ اس قدر ہے کہ اس سے نماز پڑھ سکتا ہے یا اس کے لئے بنایا گیا ہے تو اب جو نماز یہ ننگے کی حالت میں پڑھا تھا وہ فاسد ہو جائے گی اور یہ از سر نو نماز کو لوٹائے گا۔

وقدرۃ الموم :- یعنی ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور وہ رکوع اور سجدہ پر قادر نہیں تھا بلکہ اشارے سے نماز پڑھ رہا تھا اب نماز کی حالت میں اسے صحت ہو گئی اور وہ رکوع اور سجدہ پر قادر ہو گیا تو اب اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

وَتَذَكُّرُ فَائْتَةِ لِذِي قَرَبٍ وَاسْتِخْلَافُ مَنْ لَا يَصْلُحُ إِمَامًا وَطُلُوعُ الشَّمْسِ فِي الْفَجْرِ وَزَوَالُهَا فِي الْعِشَاءِ وَدُخُولُ وَقْتِ الْعَصْرِ فِي الْجُمُعَةِ وَسُقُوطُ الْجَبْرِ عَنْ بُرْءِ وَزَوَالِ عَذْرِ الْمَعْذُورِ وَالْحَدَثُ عَمْدًا أَوْ بَصْنَعٍ غَيْرِهِ وَالْإِعْمَاءُ وَالْجُنُونُ وَالْجَنَابَةُ بِنَظَرٍ أَوْ احْتِلَامٍ وَمَخَاذَةُ الْمُشْتَهَاةِ فِي صَلَاةٍ مُطْلَقَةٍ مُشْتَرَكَةً تَحْرِيمَةً فِي مَكَانٍ مُتَّحِدٍ بِلَا حَائِلٍ وَتَوَيُّ إِمَامَتِهَا وَظُهُورُ عَوْرَةٍ مِنْ سَبْقِهِ الْحَدَثُ وَلَوْ اضْطُرَّ إِلَيْهِ كَكَشَفِ الْمَرْأَةِ ذِرَاعَهَا لِلْوُضُوءِ وَقَرَأَتِهِ ذَاهِبًا أَوْ عَائِدًا لِلْوُضُوءِ.

ترجمہ :- صاحب ترتیب کو قضا نماز یاد آجائے اور اس شخص کو اپنا قائم مقام بنانا جو امامت کے لائق نہ تھا اور فجر کی نماز میں سورج کا نکل آنا، اور عیدین کی نماز میں زوال کا وقت ہو جانا، اور جمعہ کی نماز میں عصر کا وقت داخل ہو جانا، اور پٹی کا زخم صحیح ہو جانے کے بعد گر جانا اور معذور کے عذر کا ختم ہو جانا، جان بوجھ کر حدیث کرنا یا کسی غیر کے فعل سے

حدث ہو جانا، اور بے ہوشی کا طاری ہو جانا، اور پاگل ہو جانا، اور جنابت کا ہو جانا کسی بھی طرف دیکھنے کی وجہ سے یا احتلام کی وجہ سے اور کسی قابل شہوت عورت کا مطلق نماز میں جو تحریمہ کے لحاظ سے مشترک ہو ایک ہی جگہ میں بلا کسی آڑ کے برابر آ جانا، اور امام نے عورت کی امامت کی نیت بھی کی ہو اور حدث کی وجہ سے اسکے ستر کا کھل جانا اگرچہ کسی مجبوری کی بنا پر ہو جیسے عورت کا اپنے ہاتھوں کو وضو کیلئے کھولنا اور اس کا پڑھتے ہوئے جانا یا وضو سے لوٹتے وقت اس کا پڑھنا۔

تشریح و مطالب :- تذکر فائنتہ یعنی ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور وہ صاحب ترتیب تھا اب اسے نماز کے اندر یہ یاد آ گیا کہ اس سے قبل میری نماز قضا ہو گئی تھی اور میں نے اسے ابھی تک ادا نہیں کیا ہے اب اس کے یاد آ جانے سے وہ نماز جسے وہ پڑھ رہا تھا فاسد ہو جائے گی۔

استخلاف : ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اسے نماز کے دوران حدث لاحق ہو گیا اب اسے وضو کرنے جانا ہے اور اس نے مقتدیوں میں سے ایسے شخص کو امام بنایا جو اسی طریقہ سے معذور تھا جیسے سلس البول وغیرہ تو تمام لوگوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

وطلوع الشمس :- ایک شخص نے نماز شروع کی اور وہ فجر کا آخری وقت تھا اب اس درمیان کہ یہ نماز پڑھ رہا تھا کہ سورج نکل آیا تو اب اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ اس نے کامل وقت میں شروع کی تھی اور اب وقت ناقص آ گیا۔ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ اسی طرح عیدین کی نماز پڑھی جا رہی تھی کہ زوال کا وقت ہو گیا اور عیدین کا وقت زوال سے قبل تک ہے، لہذا ان لوگوں کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ یہ وقت کے باہر پڑھ رہے ہیں یہی حکم جمعہ کی نماز کا بھی ہے کہ جمعہ کی نماز ہو رہی تھی اور عصر کا وقت آ گیا تو جمعہ کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

سقوط الجبيرة :- مصنف نے عن برء کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر بلا زخم کے ٹھیک ہوئے پٹی گر جائے اسی طریقہ سے اسے بدل دیا جائے تو نماز فاسد نہیں ہوگی، لیکن اگر زخم کے ٹھیک ہونے کے بعد گرے تو اب جو اس پر طہارت تھی وہ ختم ہو گئی لہذا اسکی نماز غیر طہارت کی حالت میں ہے اس وجہ سے ان کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

زوال عذر الخ :- یعنی ایک شخص معذور تھا اور اسکا عذر نماز کی حالت میں ختم ہو گیا جیسے عورت مستحاضہ تھی اور اب ٹھیک ہو گئی تو اب یہ عذر باقی نہ رہا لہذا ان کی نماز باطل ہو جائے گی لیکن حضرات صاحبین فرماتے ہیں کہ ان کی نماز باطل نہ ہوگی بلکہ نماز پوری کرے۔

والحدث عمداً :- اگر قصد احدث کر دیا تو اسکی نماز فاسد ہو جائے گی یعنی دوبارہ وضو کرے اور پھر سے از سر نو نماز کو پڑھے اور اس نماز پر بنا جائز نہ ہوگی۔

الاغماء :- اسی طرح ایک شخص صحیح سالم تھا، اب جب نماز پڑھنے لگا تو بے ہوش ہو گیا یا پاگل ہو گیا تو اسکی نماز باطل ہو جائے گی۔

الجنابة بنظر و احتلام :- یہاں پر ایک اشکال ہوتا ہے کہ یہاں پر جنابت اور احتلام کی طرف اضافت کیوں کی اس لئے کہ سونے کے بعد تو خود ہی نماز فاسد ہو جاتی ہے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ یہاں پر اس طریقہ سے سویا کہ جس

میں استرخاء مفصل نہ ہو اور اسی حالت میں خواب دیکھا اور اسی حالت میں اسے احتلام ہو گیا تو اب اس کی نماز باطل ہو جائے گی، اسی طرح سے نماز پڑھ رہا تھا اور اسکے سامنے سے کوئی حسین و جمیل عورت گزری اور اس کی طرف دیکھنے کی وجہ سے احتلام ہو گیا تب بھی اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

و محاذاة المشتہاء :- مصنفؒ نے مطلقہ کی قید لگا کر نماز جنازہ کو خارج کر دیا اس لئے کہ وہ مطلق نماز نہیں۔ یہ برابری پنڈلی کے ساتھ ہو جانے یا ٹخنے مل جائیں تو نماز فاسد ہو جائے گی اگرچہ یہ عورت اسکی محرمہ ہی ہو جیسے اسکی بیوی کہ اشتہا ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

فی مکان :- لہذا اگر مکان مختلف ہو گیا مثلاً عورت اونچائی پر ہو تو اس صورت میں عورت کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ بلا حائل :- لہذا اگر درمیان میں کوئی پردہ ہو گا تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی۔

ونوی امامتھا :- یہ بھی ضروری ہے کہ امام نے اس عورت کی نیت کی ہو کہ وہ میرے پیچھے نماز پڑھ رہی ہے لہذا اگر امام نے اسکے امامت کی نیت کی تو اسکی نماز فاسد نہ ہوگی۔

ف :- یہ بھی ضروری ہے کہ مقابلہ ایسی حالت میں ہو کہ وہ دونوں نماز ادا کر رہے ہوں لیکن اگر ایسی حالت ہو کہ نیت نماز تو موجود ہے مگر ادائیگی نماز کی نہیں ہو رہی ہے جیسے وضو ٹوٹ گیا تھا اب وضو کرنے کے لئے جارہے ہیں اب جاتے وقت یا آتے وقت مقابلہ ہو گیا تو اس صورت میں نماز نہیں ٹوٹے گی کیونکہ یہ مقابلہ نماز ادا کرتے وقت نہیں اسی لئے بعض فقہاء نے ادا کی قید بھی لگائی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مقابلہ عورت کا مرد سے نو شرطوں کے پائے جانے پر مفسد نماز ہو گا (۱) عورت کا قابل شہوت ہونا (۲) تحریم میں اشتراک ہو (۳) یہ مقابلہ ایک رکن میں یا رکن سے زیادہ مقدار میں آیا ہو (۴) نماز مطلق ہو (۵) ایک جگہ ہو (۶) کوئی آڑ نہ ہو (۷) ادا میں اشتراک ہو (۸) مرد نے پیچھے ہٹنے کا اشارہ نہ کیا ہو (۹) امام نے عورت کی امامت کی نیت کی ہو۔

ظہور عورة :- حدیث کے لاحق ہونے سے نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ اس پر بناء کی جاتی ہے لیکن اگر کشف ستر پایا جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی مثلاً عورت کو اگر حدیث لاحق ہو گیا اور وہ وضو کرنے کیلئے جاتی ہے تو اب اس صورت میں وہ اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک کھولے گی حالانکہ وہ اس کیلئے ستر ہے اس لئے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

قرائتہ ذاہباً :- یعنی ایک شخص کو حدیث لاحق ہو گیا اب وہ وضو کرنے کیلئے جارہا ہے یا وضو کر کے لوٹ رہا ہے اور اس حالت میں وہ تلاوت کر رہا ہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائیگی، اب یہ وضو کے بعد از سر نو نماز ادا کرے گا اس کے لئے بنا جائز نہ ہوگی، ہاں تسبیح کے بارے میں قول اصح یہی ہے کہ اگر اس درمیان میں پڑھ لیا تو نماز فاسد نہ ہوگی (مرآۃ الفلاح)

وَمَكَتُهُ قَدَرٌ أَدَاءٍ رُكْنٍ بَعْدَ سَبَقِ الْحَدَثِ مُسْتَقِظًا وَمَجَاوِزَتُهُ مَاءٌ قَرِيبًا لِغَيْرِهِ وَخُرُوجُهُ مِنَ الْمَسْجِدِ بَطْنُ الْحَدَثِ وَمَجَاوِزَتُهُ الصُّفُوفُ فِي غَيْرِهِ بَطْنُهُ وَانْصِرَافُهُ ظَانًا أَنَّهُ غَيْرُ مَتَوَضِعٍ وَأَنَّ مُدَّةَ مَسْحِهِ انْقَضَتْ أَوْ أَنَّ عَلَيْهِ فَائِتَةً أَوْ نَجَاسَةً وَإِنْ لَمْ يُخْرُجْ مِنَ الْمَسْجِدِ وَفَتَحَهُ عَلَى غَيْرِ إِمَامِهِ وَالتَّكْثِيرُ بَيْنَ الْإِنْتِقَالِ لِمُصَلَّةٍ أُخْرَى غَيْرِ صَلَوتِهِ إِذَا حَصَلَتْ هَذِهِ الْمَذْكُورَاتُ قَبْلَ الْجُلُوسِ الْأَخِيرِ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ وَيُفْسِدُهَا أَيْضًا مَدُّ

الْهَمْزَةُ فِي التَّكْبِيرِ وَقِرَاءَةُ مَا لَا يَحْفَظُهُ مِنْ مُصْحَفٍ وَأَدَاءُ رُكْنٍ أَوْ امْكَانُهُ مَعَ كَشْفِ الْعَوْرَةِ أَوْ مَعَ نَجَاسَةِ مَائِعَةٍ وَمُسَابَقَةُ الْمُقْتَدِي بِرُكْنٍ لَمْ يَشَارِكْهُ فِيهِ إِمَامُهُ وَمَتَابَعَةُ الْإِمَامِ فِي سُجُودِ السُّهُوِّ لِلْمَسْبُوقِ وَعَدَمُ إِعَادَةِ الْجُلُوسِ الْأَخِيرِ بَعْدَ آدَاءِ سَجْدَةِ صَلَاحِيَّةٍ تَذَكُّرُهَا بَعْدَ الْجُلُوسِ وَعَدَمُ إِعَادَةِ رُكْنٍ آدَاءُ نَائِمًا وَفَهْقُهُ إِمَامِ الْمَسْبُوقِ وَحَدَّثَ الْعَمَدِ بَعْدَ الْجُلُوسِ الْأَخِيرِ وَالسَّلَامُ عَلَى رَأْسِ رُكْعَتَيْنِ فِي غَيْرِ الشَّائِئَةِ ظَانًّا أَنَّهُ مُسَافِرٌ أَوْ أَنَّهَا الْجُمُعَةُ أَوْ أَنَّهَا التَّرَاوِيحُ وَهِيَ الْعِشَاءُ أَوْ كَانَ قَرِيبَ عَهْدٍ بِالْإِسْلَامِ فُظِنَ الْفَرْضُ رُكْعَتَيْنِ.

ترجمہ :- اور حدث پیش آجانے کے بعد بلا عذر حالت بیداری میں ایک رکن کی مقدار ٹھہر جانا اور قریب کے پانی کو چھوڑ کر دور کے پانی پر جانا، اور حدث کو گمان کر کے مسجد سے نکلنا، اور مسجد نہ ہو تو صفوں سے گزر جانا، اور اپنی جگہ سے یہ گمان کر کے ہٹ جانا کہ میں با وضو نہیں ہوں یا میرے مسح کی مدت ختم ہو گئی ہے یا یہ کہ اسکے اوپر قضا نماز ہے یا نجاست ہے، اگرچہ ان صورتوں میں وہ مسجد سے نہیں نکلا، اور اپنے امام کے علاوہ کو لقمہ دینا اور تکبیر کہنا جس نماز میں تھا اس سے دوسری نماز میں جانے کے لئے یہ مذکورہ بالا صورتیں جب قعدہ اخیرہ میں تشهد سے پہلے پیش آجائیں، نیز تکبیر میں مد کا بڑھادینا بھی مفصلات صلوٰۃ میں سے ہے، اور ایسی سورت کا پڑھنا جو اسے یاد نہ ہو اور کسی رکن کا ادا کرنا یا ادا کر سکتا کشف ستر کے ساتھ یا ایسی نجاست کے ساتھ جو نماز پڑھنے سے مانع ہو، اور مقتدی کا کسی رکن کا پہلے کر لینا کہ جس میں اس کا امام شریک نہ ہو، مسبوق کا امام کے ساتھ سجدہ سہو میں امام کی متابعت کرنا سجدہ صلیبیہ کے ادا کرنے کے بعد قعدہ اخیرہ کا اعادہ نہ کرنا، اور اس رکن کا اعادہ نہ کرنا جس کو سوئے ہوئے ادا کیا تھا اور مسبوق کے امام کا قبضہ لگانا اور قعدہ اخیرہ کے بعد جان بوجھ کر حدث لاحق کرنا اور دور رکعت کے شروع پر سلام پھیرنا یہ گمان کرتے ہوئے کہ وہ مسافر ہے یا یہ کہ وہ جمعہ کی نماز پڑھ رہا ہے یا یہ کہ وہ تراویح پڑھ رہا ہے حالانکہ یہ عشاء کی نماز پڑھ رہا تھا یا جدید اسلام لایا تھا اور اس نے گمان کیا کہ دو ہی رکعت فرض ہے۔

تشریح و مطالب :- مکثہ یعنی کسی شخص کو حدث لاحق ہو گیا اب اسے چاہئے تھا کہ جا کر وضو کرتا لیکن وہ وہاں پر ایک رکن کے ادا کرنے کی مقدار رک رہا تھا تو اسکی نماز فاسد ہو جائے گی لیکن معذور اس سے مستثنیٰ ہے جیسے کسی شخص کو تکبیر آرہی ہو اور وہ اسکے ختم ہونے کا انتظار کرنے لگے یا بھیڑ تھی اور وہ اس بات کا انتظار کر رہا تھا کہ بھیڑ ختم ہو جائے تو میں جا کر وضو کروں گا تو ان معذوروں کی نماز فاسد نہ ہوگی۔

ومجاوزتہ :- حدث لاحق ہونے کے بعد وضو کرنے کیلئے گیا لیکن جو پانی قریب میں تھا وہاں پر وضو نہیں کیا حالانکہ اس سے وضو کر سکتا تھا اور پانی پر چلا گیا تو اس صورت میں چونکہ عمل کثیر کیا اس وجہ سے اسکی نماز فاسد ہو جائیگی۔
خروجہ من المسجد :- مصنف نے بظن الحدث کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر اسے اس بات کا گمان ہے کہ میں نے بلا وضو کے نماز شروع کر دی تھی یا مسح کرنے والا تھا اور اسے اس بات کا گمان ہو گیا کہ اس کی مدت مسح ختم ہو گئی تو اس کی نماز اسی وقت فاسد ہو جائے گی، اگر حدث کے گمان سے مسجد سے باہر نکل گیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی خواہ اسے حقیقتاً حدث لاحق ہو یا صرف گمان ہو مثلاً ایک شخص کی ناک سے پانی نکلا اور

اسے اس بات کا خیال ہو کہ یہ خون ہے اور اسی خیال میں وہ مسجد سے نکل گیا اور باہر آنے کے بعد اسے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ پانی تھا تو اسکے لئے بنا جائز نہیں، لیکن اگر مسجد میں نماز نہیں پڑھ رہا ہے تو اس وقت صفوں کا اعتبار کیا جائے گا یا تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور سجدہ کی مقدار یہ گمان کرتا رہا تو اس صورت میں اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

وانصرافہ ظاناً :- ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور اسے اس بات کا گمان ہوا کہ میں بے وضو نماز پڑھ رہا ہوں اب یہ مسجد سے نکل کر باہر گیا تو اسے معلوم ہوا کہ میں با وضو ہی تھا اسی طریقے سے نماز میں گمان ہوا کہ میری مدت مسح ختم ہو گئی تو اب اسکے نکلنے کے بعد یہ نماز کی بنا نہیں کر سکتے بلکہ نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا اگرچہ یہ لوگ مسجد سے باہر نہ نکلے ہوں۔

وفتحہ :- ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اس نے غلطی کر دی ایک دوسرا شخص جو الگ نماز پڑھ رہا تھا اس نے اسے لقمہ دیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی ہاں اگر اپنے امام کو لقمہ دیا اگرچہ وہ فرض کی مقدار پڑھ چکا تھا تو اس صورت میں اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ (مرآتی الفلاح)

التکبیر :- تکبیر لا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر صرف دل سے ہی ارادہ کیا ہے تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی لیکن اگر تکبیر کہہ کر اس نماز میں داخل ہو گیا تو اس کی یہ پہلی نماز جسے وہ پڑھ رہا تھا فاسد ہو جائے گی، نیز الصلوٰۃ کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر ایک شخص فرض قضا روزے کی نیت کئے ہوئے تھا اب وہ نیت بدل کر روزہ بدلنا چاہتا ہے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (مرآتی الفلاح)

اذا حصلت :- اگر یہ تمام صورتیں اس وقت پائی جائیں جب قعدہ اخیرہ میں تشہد کو نہ پڑھ لیا ہو تو بالاتفاق نماز فاسد ہو جائے گی البتہ اگر تشہد کی مقدار کے بعد یہ واقعات پیش آئے ہیں تو اس کی نماز ہو جائے گی اس میں جوائمہ کے اختلافات ہیں اسے ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں۔

ایضاً مد الہمزۃ :- تکبیر میں مد کا خوب بڑھا دینا جس سے معنی میں تبدیلی آجاتی ہے تو یہ مفید صلوٰۃ میں داخل ہے اس کی مفصل تفصیل گزر چکی۔

کشف العودۃ :- یعنی ایک رکن کے مقدار ستر کا کھلا رہنا ہے اسی طرح ایسی نجاست کا ہونا کہ جس کی موجودگی میں نماز کا پڑھنا ممنوع ہو خواہ وہ نجاست خفیفہ ہو یا غلیظہ، نماز نہیں ہوگی اس کی تفصیل کتاب الطہارۃ میں گزر چکی۔

مسابقۃ المقتدی :- یعنی مقتدی نے رکوع کیا اور رکوع سے سر کو اٹھا بھی لیا لیکن امام نے ابھی سر کو نہیں اٹھایا اور ابھی وہ رکوع ہی میں ہے لیکن اس نے دوبارہ امام کی متابعت میں رکوع نہیں کیا تو اس صورت میں اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

متابعۃ الامام :- صورت مسئلہ یہ ہے کہ امام نے سلام پھیر دیا مسبوق باقی ماندہ نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو گیا اور سجدہ بھی کر لیا اس کے بعد امام کو یاد آیا کہ اس کو سجدہ سہو کرنا تھا چنانچہ اس نے سجدہ سہو کیا اب اس مسبوق نے بھی امام کیساتھ سجدہ کیا تو اس صورت میں مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی لیکن اگر وہ مسبوق کھڑا تو ہو گیا تھا لیکن ابھی سجدہ نہیں کیا کہ امام سجدہ سہو کرنے لگے تو اس مسبوق کو امام کے ساتھ سجدہ کرنا چاہئے لیکن اگر نہ کیا تو بھی نماز

درست ہو جائے گی البتہ اس کو فراغت کے بعد سجدہ سہو کر لینا چاہئے اور اگر امام نے غلطی سے سجدہ کر لیا یعنی اس پر واجب تو نہ تھا مگر اس کو خیال ہو گیا کہ واجب ہے اور سجدہ کر لیا اور مسبوق نے بھی اس میں اس کی متابعت کی تب بھی نماز صحیح ہو جائے گی۔ بہر حال اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ متن کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مسبوق جب حتمی طور پر مسبوق ہو گیا یعنی باقی نماز کی ادائے کی میں وہ امام سے قطعاً علیحدہ ہو گیا، اگر مسبوق امام کے سلام پھیرنے سے پہلے مگر امام کی التحیات کے بعد کھڑا ہو گیا تو مسبوق کی نماز ہو جائے گی اور اگر امام کی التحیات سے پہلے کھڑا ہو گیا تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ (ماخوذ ابضاح الاصحاح)۔

عدم إعادة الجلوس :- اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اس کا ایک سجدہ رہ گیا تھا اب قعدہ اخیرہ میں وہ سجدہ یاد آ گیا اب اسکے بعد اس سجدے کو اس نے کر لیا لیکن اس سجدے کی ادائیگی کے فوراً بعد سلام پھیر دیا جلوس اخیرہ کا اعادہ نہ کیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

وعدم إعادة ركن :- یعنی ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور اسی حالت میں سو گیا اور ایک رکن کو بھی ادا کر لیا بیدار ہونے کے بعد اس کا اعادہ نہ کیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

السلام :- ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور وہ نماز دور رکعات کے علاوہ والی تھی اس شخص نے دور رکعت پڑھ کر یہ گمان کیا کہ میں مسافر ہوں اسوجہ سے مجھے دو ہی رکعت پڑھنی چاہئے حالانکہ یہ شخص مقیم ہو گیا تھا تو اب اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اسی طریقہ سے ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا لیکن اس نے خیال کیا کہ میں جمعہ کی نماز پڑھ رہا ہوں اور اس نے سلام پھیر دیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

اوكان قريب عهد بالاسلام :- یعنی ایک شخص ابھی قریب الاسلام تھا اور اس نے دور رکعت پر سلام پھیر دیا حالانکہ یہ نماز دور رکعت کے علاوہ والی تھی اور وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ فرض صرف دو ہی ہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

فصل : لو نظر المصلي الى مكتوب وفهمه أو أكل ما بين أسنانه وكان ذون الجمصة بلا عمل كثير أو مرقا في موضع سجود لا تفسد وإن أثم الماء ولا تفسد بنظره إلى فرج المطلقة بشهوة في المختار وإن ثبت به الرجعة.

ترجمہ :- اگر نماز پڑھنے والے نے کسی لکھی ہوئی چیز کی طرف دیکھا اور اسے سمجھ لیا یا اپنے دانتوں کے درمیان کی چیز کو کھایا اور وہ چنے کے دانے کی مقدار سے کم تھا اور بلا عمل کثیر کے کھایا یا اسی طریقہ سے اس کے سجدہ کی جگہ سے کوئی گزر گیا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اگرچہ گزرنے والا گتہ گار ہو اور اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی کسی مطلقہ عورت کے فرج کی جانب شہوت سے دیکھنے سے مختل مذہب میں اگرچہ اس کی رجعت اس کی وجہ سے ثابت ہو جائے۔

تشریح و مطالب :- | لو نظر : یعنی اگر کسی لکھی ہوئی چیز کی جانب دیکھ لیا اور اسے سمجھ لیا تو اس سے اس کی نماز میں کوئی فساد نہیں ہوگا اس میں امام محمد کا اختلاف ہے اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ امام محمد کے نزدیک یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ فلاں کتاب نہیں پڑھے گا تو اگر اس نے اس کتاب کو دیکھا اور

اس کو پڑھا نہیں مگر اس کا مطلب و معانی سمجھ لیا تو حادث ہو جائے گا اس کو مسئلہ یقین پر قیاس کرتے ہوئے نماز کا بھی فاسد ہونا منسوب کرتے ہیں حالانکہ یہ قیاس درست نہیں ہوگا کیونکہ نماز عمل کثیر سے فاسد ہوتی ہے اور یہ عمل کثیر نہیں لہذا اس مسئلہ کو اس مسئلہ پر قیاس نہیں کیا جائے گا۔ (فتح القدیر)

اکل مابین اسنانہ :- مابین کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر منہ میں کوئی چیز نہیں تھی بلکہ باہر سے کھائی گئی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

وکان دون الحمصة :- یعنی یہ چیز جو دانتوں کے درمیان ہے جسے وہ کھا رہا ہے وہ چنے کے دانے کے برابر سے کم مقدار میں ہو لہذا اگر اس سے زائد مقدار میں ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

بلا عمل کثیر :- یہ قید لگا کر یہ بتلانا مقصود ہے کہ اگر عمل کثیر سے اسے کھلایا تو اسکی نماز فاسد ہو جائیگی مثلاً چبا کر کھایا کہ جس سے اسکا منہ ملنے لگیا اسی طرح اور کوئی طریقہ سے جسے عمل کثیر میں شمار کیا جاتا ہو تو اسکی نماز فاسد ہو جائیگی۔ اور مَآرَ: یعنی وہ شخص نماز پڑھ رہا تھا اور اسکے سامنے سے کوئی گذر گیا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی خواہ یہ نماز پڑھنے والا جنگل میں ہو یا مسجد میں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے قال علیہ الصلوٰۃ والسلام لا یقطع الصلوٰۃ مرور شئی (مسلم شریف) لیکن گذرنے والا گنہگار ہوگا جیسا کہ حدیث شریف میں بیان فرمایا گیا ہے قال علیہ الصلوٰۃ والسلام ولو علم العار بین یدی المصلی ماذا علیہ من الوزر لوقف اربعین داؤد ظاہری کے نزدیک مصلی کے آگے سے عورت گناگدھا وغیرہ کے گذر جانے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ مصنف کا مقصود انکی تردید بھی کرنی ہے۔ اب ایک سوال رہ جاتا ہے کہ کتنی دوری سے گذرنے والا گنہگار ہوگا؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ سجدہ کی جگہ سے لے کر قدم کے درمیان تک میں گذرنا، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ دو صفوں کی مقدار یا تین صفوں کی مقدار گذرنے پر گنہگار ہوگا لیکن صاحب نہایہ نے یہ لکھا ہے کہ نمازی کا اعتبار ہوگا سنت طریقہ کے مطابق کہ جس حالت میں جہاں دیکھنا مسنون ہے اگر اس کی نگاہ وہاں پر چلی جائے تو گذرنے والا گنہگار ہوگا لیکن یہ تمام تفصیل اس وقت ہے جب وہ شخص جنگل میں پڑھ رہا ہو اب اگر کوئی شخص مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے تو پوری مسجد سے گذرنے پر گنہگار ہوگا۔ ہاں بعض علماء نے چھوٹی اور بڑی مسجد کے اندر فرق کیا ہے، نیز اس بارے میں امام محمدؒ نے جامع صغیر میں ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص دور سے گذر جائے تو بعض کی رائے ہے کہ مکروہ ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ مکروہ نہیں۔ اگر ایک شخص اونچائی پر نماز پڑھ رہا ہے اور اس اونچائی کی مقدار یہ ہے کہ ایک قدم اونچا ہے تو اس وقت اس کا یہ حکم نہ ہوگا بلکہ اونچائی سترے کے حکم میں ہوگی، جیسے ایک شخص چھت پر نماز پڑھ رہا ہے تو نیچے اسکے سامنے سے گذرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لاتفسد :- یعنی ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور اس کی نظر عورت کے فرج پر پڑی اور اس نے اسے طلاق رجعی دے رکھی تھی اور فرج سے مراد فرج داخل ہے تو اگرچہ اس دیکھنے کی وجہ سے رجعت تو ثابت ہوگئی لیکن نماز فاسد نہ ہوگی اس لئے کہ اس دیکھنے میں عمل کثیر نہیں ہے ہاں بوسہ لینا، چھونا یہ سب جماع کے حکم میں ہے اور عمل کثیر میں ان کا شمار ہوتا ہے لہذا ان کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

فصل بکرة للمصلى سبعة وسبعون شيئا ترك واجب اوسنة عمدا كعبته بثوبه وبدنه وقلب الحصى الا للستجود مرة وقرعة الاصابع وتشييكها والتخصر والالتفات بعنقه والافعاء واقتراش ذراعيه وتشمير كفيه عنهما وصلوته في السراويل مع قدرته على لبس القميص ورد السلام بالاشارة والترتع بلا عذر وعقص شعره والاعتجار وهو شد الرأس بالمنديل وترك سطحها مكشوفاً وكف ثوبه وسدله والاندراج بحيث لا يخرج يديه وجعل الثوب تحت ابطن الايمن وطرح جانبيه على عاتقه الايسر والقراءة في غير حالة القيام واطالة الركعة الاولى في التطوع وتطويل الثانية على الاولى في جميع الصلوات وتكرار السورة في ركعة واحدة من الفرض.

ترجمہ :- نماز پڑھنے والے کے لئے ستر چیزیں مکروہ ہیں واجب یا سنت کا جان بوجھ کر چھوڑ دینا جیسے اپنے کپڑے اور بدن سے کھینا، سجدے کی جگہ سے کنکری کا ایک مرتبہ سے زیادہ ہٹانا، انگلیوں کا پھوڑنا، انگلیوں میں جال ڈالنا، کوکھ پر ہاتھ رکھنا، گردن موڑ کر دیکھنا، کتے کی طرح بیٹھنا، اپنے کہنیوں کا بچھا دینا، دونوں آستنیوں کا چڑھا لینا، صرف پانچجامہ میں نماز پڑھنا، جبکہ قمیص پہننے پر قادر ہو، اشارے سے سلام کا جواب دینا، بلا عذر کے چار زانو بیٹھنا، مرد کو سر کے بالوں کا باندھنا، اعتجار یعنی رومال سے سر کا باندھ لینا اور اس کے درمیان کا کھلا ہوا چھوڑ دینا، کپڑوں کا چھنا، اور کپڑوں کا بدن سے لٹکانا، اور اس کا اس طرح لپیٹ لینا کہ اسکے ہاتھ نہ نکلے اور کپڑے کو داہنی بغل سے نکال کر دونوں کناروں کو بائیں یاد اپنے مونڈھے پر ڈال لینا، حالت قیام کے علاوہ میں قرآن کا پڑھنا، نفل نماز میں پہلی رکعت کو طول دینا اور دوسری رکعت کو پہلی رکعت پر تمام نمازوں میں طویل کرنا اور فرض کی ایک رکعت میں ایک ہی سورت کا بار بار پڑھنا۔

تشریح و مطالب :- بکروہ : مکروہ محبوب اور پسندیدہ چیز کے مقابل میں بولا جاتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں مکروہ تحریمی اور تنزیہی۔ اگر کسی فعل کے متعلق ممانعت وارد ہوتی ہے مگر وہ اپنی چٹنگی اور قوت سند میں اس درجہ پر نہیں کہ جس سے حرمت ثابت ہو سکے تو اس ممانعت سے کراہت تحریمی ثابت ہوگی اور اگر اس فعل کے متعلق ممانعت وارد نہیں ہوئی بلکہ کسی مسنون فعل کے ترک کے باعث کراہت پیدا ہو رہی ہے تو یہ کراہت تنزیہی ہوگی، مکروہ تنزیہی مباح کے قریب تر ہے اور مکروہ تحریمی حرام کے۔ تجنیس میں ہے کہ جو نماز کراہت کے ساتھ ادا کی جائے اس کو اس طرح لوٹا لینا چاہئے کہ جس میں کراہت نہ ہو، علیٰ ہذا کسی واجب کے چھوٹنے پر اگرچہ نماز ہو جاتی ہے مگر لوٹانا واجب ہے اور سنت کے چھوٹنے پر لوٹانا مسنون ہے۔

سبع وسبعون :- یہ عدد تحدید کے لئے نہیں ہے بلکہ اس عدد سے یہ بتلانا ہے کہ تقریباً ستر ہیں لہذا اگر اس سے زائد مل جائیں تو مصنف پر اعتراض نہ کیا جائے اور نہ ہی یہ سمجھا جائے کہ یہ مکروہ نہیں (مرآۃ القلاح بتصرف)

ترك واجب اوسنة :- ایک اعتراض ہو سکتا ہے کہ انکو مکروہات میں مقدم کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی اس سے پہلے اور چیزوں کو بیان کر سکتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ ان پر اور مسائل متفرع ہوتے ہیں مثلاً تعدیل ارکان وغیرہ کا ترک کر دینا، اس وجہ سے اس کو پہلے ذکر کیا۔ واللہ اعلم بالصواب

کعبہ: قال عليه الصلوة والسلام ان الله تعالى كره لكم العبث في الصلوة اور اس لئے کہ اس سے نماز کی طرف توجہ نہیں رہتی اور خشوع و خضوع نہیں پیدا ہوتا حالانکہ یہی نماز کی جان ہے اور عبث اس عمل کو کہا جاتا ہے کہ جس کے کرنے سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو بعض لوگوں نے یہ تعریف کی ہے کہ جس میں لذت نہ ہو اگر اس میں لذت ہوگی تو وہ عبث ہو جائے گا اور یہاں پر مراد ایسے افعال ہیں جو داخل نماز نہ ہوں (مراقی بترف)

قلب الحصى :- مصلی کا کنکری وغیرہ ہٹانا اس لئے کہ یہ بھی ایک طرح کا کھیل ہے لیکن اگر سجدہ کی جگہ کنکری ہو اور اس جگہ سجدہ کرنا ممکن نہ ہو تو ایک مرتبہ ہٹانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اس لئے کہ اگر اس جگہ سجدہ کرے گا تو ٹھیک سے سجدہ نہیں کر سکتا لہذا اس کے پیش نظر ایک مرتبہ ہٹانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے قال عليه الصلوة والسلام لا تمسح الحصى وانت تल्ली فان كنت ولا بد فاعلا فواحدة۔ کذا فی الشامی صاحب در مختار نے فرمایا کہ اگر نہ ہٹائے تو اوٹلی ہے اسی طرح صاحب محیط نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ اور دو مرتبہ تو ہٹا سکتا ہے لیکن اگر اس سے زائد ہٹائے گا تو عمل کثیر میں داخل ہو جائے گا۔

فرقة: لانه نهی ان يفرق الرجل اصابعه وهو جالس في المسجد ينتظر للصلوة وفي رواية هو يمشي اليها (ابوداؤد) هكذا قال النبي صلى الله عليه وسلم لا تفرق اصابعك وانت تल्ली۔ اسی طریقہ سے ایک ہاتھ کی انگلی کو دوسرے ہاتھ کی انگلی میں ڈال کر چٹخانہ بھی مکروہ ہے اس لئے کہ اس طرح کرنے سے کھینے کی حالت کے مشابہ ہو جاتی ہے، نیز فقہاء نے نماز کے باہر بھی انگلی چٹخانے کو منع کیا ہے۔

التخصر :- کیونکہ حدیث میں اس پر نہی فرمائی گئی ہے نہی عليه الصلوة والسلام عن التخصر في الصلوة (رواہ البخاری و مسلم) صاحب بحر الرائق نے کوکھ پر ہاتھ رکھنا مکروہ تحریمی فرمایا ہے اس لئے کہ حدیث میں اس پر نہی کر دی گئی ہے نیز نماز کے باہر بھی کوکھ پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے اس لئے کہ اس طرح ہاتھ رکھنے میں غم کا اظہار ہوتا ہے۔

الالتفات بعنقه :- الالتفات کی تین قسمیں ہیں (۱) مکروہ اور وہ یہی ہے جسے متن میں ذکر کیا گیا (۲) مباح اور یہ کنکھیوں سے اپنے دائیں و بائیں دیکھ لے لیکن اس کی گردن پھری ہوئی نہ ہو، (۳) مبطل اور وہ یہ ہے کہ سینے کو قبلہ کی جانب سے پھیر لے بہر حال اگر بلا کسی عذر کے ایسا کیا ہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اسکی مکمل تفصیل گزرجی۔ جملہ چہرہ یا گردہ کا بعض حصہ پھیر لینا مکروہ ہے اور آنکھ سے کسی طرف دیکھنا مکروہ تنزیہی ہے چنانچہ حدیث میں اس پر نہی وارد ہوئی ہے عن انس عن النبي ﷺ اياك والالتفات في الصلوة فان الالتفات في الصلوة هلكة (ترمذی شریف) صاحب ہدایہ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر بندے کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں کس سے سرگوشی کر رہا ہوں تو وہ ادھر ادھر متوجہ نہ ہوگا۔ (شامی)

الاقعاء :- کتے کی طرح بیٹھنا بایں طور کہ اپنے سرین کو زمین پر رکھ دے اور اپنے گھٹنوں کو اٹھا کر سینے سے لگا لے کیونکہ اس پر حدیث میں نہی وارد ہوئی ہے، نیز علامہ قاسم اپنے فتوے میں تحریر فرماتے ہیں کہ نماز کے باہر بھی اس طرح سے بیٹھنا مکروہ ہے۔

الافتراش :- یعنی مسنون طریقہ تو یہ تھا کہ نماز کی حالت میں اپنے ہاتھوں کو زمین سے علیحدہ رکھتا لیکن اگر زمین سے ملا لیا تو یہ مکروہ ہوگا۔ اور یہ کراہت تحریمی ہوگی اسی طریقہ سے عورت کیلئے ذرا عین کو زمین سے اٹھانا مکروہ ہوگا۔
تشمیر :- اپنے آستینوں کو چڑھا لینا اس لئے کہ یہ خلاف ادب ہے۔

صلوتہ فی السراویل :- یعنی صرف پانچامہ میں نماز پڑھنا حالانکہ وہ کرتا پہننے پر قادر ہے اس لئے کہ یہ بے ادبی ہے مستحب طریقہ تو یہ ہے کہ آدمی تین کپڑے میں نماز پڑھے اور وہ تین کپڑے یہ ہیں ازار، قمیص، عمامہ۔ ہاں اگر ٹوپی سر سے گر جائے تو بلا عمل کثیر کے اٹھا لینا مستحب ہے۔

رد السلام بالاشارة :- سلام کا جواب اشارے سے دینا یا سر کے ذریعہ دینا مکروہ تنزیہی ہے ہاں اگر زبان سے یا مصافحہ کے ذریعہ سلام کا جواب دیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

التربع :- بایں پیر کو بچھا لینا اور داہنے کو کھڑا کر لینا یہ مکروہ تنزیہی ہے اس لئے کہ اس پر کوئی نبی وارد نہیں ہوئی ہے البتہ خلاف سنت ہے ہاں عذر کی بنا پر کوئی مضائقہ نہیں۔

عقص شعرہ :- بالوں کو گندی پریا سر پر باندھ لینا مکروہ ہے کیونکہ حدیث میں اس پر ممانعت فرمائی گئی ہے نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یصلی الرجل وهو معقوص الاعتجار (سر پر عمامہ باندھنا اور بچ کے بال کو چھوڑ دینا یہ بھی مکروہ ہے۔

کف ثوبہ :- اسی طریقہ سے کپڑوں کے کنارے ادھر ادھر سے سمیٹ لینا تاکہ خراب نہ ہو اگر عمل کثیر اس میں ہو گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی ورنہ مکروہ۔

وسدله :- اس طور سے کپڑا پہننا کہ اسے سر پر رکھ دیا اپنے موٹے پر رکھ لیا جائے اور اسکے آستینوں کو لٹکالیا جائے اور آستینوں میں ہاتھ نہ ڈالا جائے بہر حال اگر عذر کی بنا پر ایسا ہو تو مکروہ نہیں، اس طرح اگر ایک جانب لٹکی ہوئی ہو اور ایک طرف نہیں نیز یہ بھی مکروہ ہے کہ ایک طرف کو سینہ پر رکھ لیا جائے اور پیٹھ کی جانب لٹکالیا جائے اور درمیان کے بٹن کو بند نہیں کیا تب بھی مکروہ ہے اس لئے کہ یہ صورت متکبرین کی ہے اور اسلام نے متکبرین کی صورت اختیار کرنے کو منع کیا ہے، فقہاء اسے اس وجہ سے مکروہ کہتے ہیں کہ نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن السدل۔

والقراءة :- مثلاً اگر قرأت کر رہا تھا بھی آیت کو پوری نہیں کیا تھا کہ رکوع میں چلا گیا اور رکوع جاتے وقت اس آیت کو پڑھتا رہا تو یہ مکروہ ہے اس لئے کہ قرأت صرف حالت قیام میں ہے۔

اطالة :- نفل نماز میں اول رکعت کو زیادہ طویل کر دینا لیکن اس کی مقدار کیا ہے اس کو فقہاء نے تقریباً تین آیت پر محمول کیا ہے ہاں فرض نماز کی حالت میں مثلاً فجر وغیرہ میں پہلی رکعت کا طول دینا مکروہ نہیں (کذا فی المراتی)

تطویل الثانیة :- تمام نمازوں میں پہلی رکعت سے قرأت کو زیادہ کرنا مکروہ ہے اس کی مقدار بھی تقریباً تین آیت ہے اسی طریقہ سے ایک ہی سورت کو دونوں رکعت میں پڑھنا بھی مکروہ ہے ہاں اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ اسے صرف ایک ہی سورت یاد ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

وَقَرَأَةُ سُورَةٍ فَوْقَ أَلْتِ قَرَأَهَا وَفَصْلُهُ بِسُورَةٍ بَيْنَ سُورَتَيْنِ قَرَأَهَا فِي رَكْعَتَيْنِ وَشَمُّ طَيْبٍ وَتَرْوِيحُهُ بَيْنَهُ أَوْ مَرْوَحَةٌ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ وَتَحْوِيلُ أَصَابِعِ يَدَيْهِ أَوْ رَجْلَيْهِ عَنِ الْقِبْلَةِ فِي السُّجُودِ وَغَيْرِهِ وَتَرْكُ وَضْعِ الْيَدَيْنِ عَلَى الرُّكْبَتَيْنِ فِي الرُّكُوعِ وَالتَّثَاؤُبِ وَتَغْمِيزُ عَيْنَيْهِ وَرَفْعُهُمَا إِلَى السَّمَاءِ وَالتَّمْطِی وَالْعَمَلُ الْقَلِيلُ وَآخِذُ قَمْلَةٍ وَقَتْلُهَا وَتَغْطِیَةُ أَنْفِهِ وَقِمِهِ وَوَضْعُ شَيْءٍ فِي فَمِهِ يَمْنَعُ الْقِرَاءَةَ الْمَسْنُونَةَ وَالسُّجُودَ عَلَى كَوْرٍ عَمَامَتِهِ وَعَلَى صُورَةٍ وَالْإِقْصَارُ عَلَى الْجَنَّةِ بِلَا عَذْرٍ بِالْأَنْفِ وَالصَّلَاةُ فِي الطَّرِيقِ وَالْحَمَامِ وَفِي الْمَخْرَجِ وَفِي الْمَقْبَرَةِ وَأَرْضِ الْغَيْرِ بِلَا رِضَاهُ وَقَرِيبًا مِنْ نَجَاسَةٍ.

ترجمہ :- اور جو سورت پڑھ چکا ہے اسکے اوپر کی سورت کا پڑھنا، اور ایک سورت کا درمیان میں چھوڑ دینا، خوشبو کا سوگنا، اپنے کپڑے یا پٹے سے ایک مرتبہ یا دو مرتبہ ہوا لینا، سجدہ اور اسکے علاوہ میں ہاتھ یا پیر کی انگلیوں کو قبلہ کی جانب سے پھیر لینا اور رکوع کی حالت میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کو چھوڑ دینا، جمائی لینا، آسمان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا، انگڑائی لینا، عمل قلیل کرنا، جوں کا پکڑنا، اور اس کا مار دینا، ناک اور منہ کا چھال لینا اور کسی چیز کا اپنے منہ میں رکھنا کہ جس سے قرأت مسنونہ میں خلل اندازی ہوتی ہو اور اپنے پگڑی کے کنارے پر سجدہ کرنا اور تصویر پر سجدہ کرنا اور صرف پیشانی پر اکتفا کرنا اور صرف ناک پر اکتفا کرنا بلا عذر کے راستہ میں نماز پڑھنا غسل خانے میں نماز پڑھنا اور قبرستان میں نماز پڑھنا کسی ایسے غیر کی زمین میں نماز پڑھنا کہ وہ نماز پڑھنے پر راضی نہ ہو نجاست کے قریب نماز پڑھنا۔

تشریح و مطالب :- جیسے ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور پہلی رکعت میں سورۃ اخلاص کو پڑھا اور دوسری رکعت میں سورۃ لہب کو تو یہ صورت مکروہ ہے اس لئے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا

من قرأ القرآن منكوسا فهو منكوس.

وفصلہ : ایک سورت کو درمیان میں چھوڑ کر دوسری سورت کا پڑھنا، ہاں بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ اگر درمیان والی سورت اس قدر لمبی ہو کہ اسکی مقدار دو چھوٹی سورتوں کے ہے تو مکروہ نہیں (مراتی الفلاح) ترویجہ : یعنی جو شخص نماز پڑھ رہا ہے وہ شخص اپنے دامن سے یا پٹے سے گرمی کی وجہ سے ہوا پونچانے لگے تو یہ صورت مکروہ ہے ایک مرتبہ یا دو مرتبہ کی قید اس وجہ سے لگائی کہ اتنی مقدار میں عمل کثیر نہیں ہے لہذا مکروہ ہی ہوگا۔ صاحب ذخیرہ نے لکھا ہے کہ اگر پٹے سے ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی اسلئے کہ پٹے کے ہلانے میں عمل کثیر ہو جاتا ہے۔ تحویل اصابع : اسی طرح سے حالت سجدہ میں مسنون تو تھا کہ ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی جانب رکھتا لیکن اس نے قبلہ کی جانب نہیں رکھا تو یہ صورت مکروہ ہے۔

ترك وضع اليدين : اسی طریقہ سے مسنون یہ تھا کہ جب رکوع میں جاتا تو اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھتا لیکن اس نے اس کے خلاف کیا اس لئے مکروہ ہے فقط۔ اسی طرح سنت ہے اس لئے کہ اصل مقصود رکوع ہے واجب اور فرض نہیں اس لئے نہ نماز فاسد ہوگی اور نہ سجدہ سہولازم ہوگا ہاں صورت مکروہ ضرور ہے۔

التثاؤب : قال عليه الصلوة والسلاو ان الله لا يحب التعطاسه ويكره التثاؤب فاذا تثاؤب احدكم فليرده ما استطاع ولا يقول هاء هاء فانما ذلكم من الشيطان يضحك منه۔ جہاں تک ممکن ہو منہ کو

بند کرنے کی کوشش کر کے ہونٹوں کو دانتوں میں دبالینے میں کوئی مضائقہ نہیں اگر زیادہ مجبور ہو جائے تو قیام کی حالت میں داہنی ہتھیلی کی پشت اور قیام کے ماسواء میں بائیں ہتھیلی کی پشت منہ پر رکھ لے (مراتی الفلاح)

تغمیض: یہ مفید ہے اس صورت کے ساتھ کہ اسکے خشوع اور خضوع میں خلل نہ واقع ہو اگر خلل واقع ہو تو بند کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ بہتر یہی ہے کہ اس وقت بند کر لے۔

ورفعهما الى السماء: قال عليه الصلوة والسلام مابل اقوام یرفعون ابصارهم الى السماء لیتھن او لیتخطفن ابصارهم۔ اس لئے آنکھوں کو آسمان کی طرف اٹھانا مکروہ ہے۔

التمطی: انگڑائی لینا اس لئے کہ یہ سستی اور کاہلی کی بنا پر ہوتی ہے اور نماز میں چست رہنا چاہئے۔

العمل القلیل: اسی طریقہ سے ایسا عمل کرنا جسے عمل کثیر نہ کہا جاتا ہو لیکن اگر ایسا عمل قلیل ہے کہ جو منافی صلوٰۃ ہے تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

اخذ قملة: جوں کا پکڑنا مکروہات صلوٰۃ میں داخل ہے اس لئے کہ بال میں ہاتھ لے جانے سے یا بدن پر ہاتھ لگا کر پکڑنے سے نماز سے تغافل ہو جاتا ہے لہذا فقہاء نے اسے مکروہ قرار دیا۔

وقتلها: امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کا قتل کرنا مکروہ ہے امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس کا قتل کرنا محبوب ہے لیکن اگرچہ یہ جوں یا اس جیسا جانور ایسا ہو کہ اس سے تکلیف پہونچنے کا خطرہ ہو تو اس کے قتل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ اس کا قتل ہی کر دینا اولیٰ ہے۔

وضع شئی فی فمہ: یعنی کسی ایسی چیز کا منہ میں رکھ لینا کہ جس سے قرأت مسنونہ میں خلل واقع ہوتا ہے تو یہ مکروہ ہے اگر منہ میں کوئی ایسی چیز رکھے ہوئے ہے جس کی وجہ سے اس قرأت میں بھی خلل اندازی ہو رہی ہے جس کا پڑھنا ضروری ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر قرأت واجب میں خلل ہو رہا ہے تو یہ مکروہ تحریمی ہے۔

السجود الخ: اسی طرح سے گڑی کو سر پر لپیٹے ہوئے تھا اور وہ پیشانی پر تھی اور سجدہ میں پیشانی اور زمین کے درمیان حائل ہو گئی تو اس صورت میں نماز ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی جیسا کہ ذکر ہے لیکن اگر لپیٹ پیشانی پر نہیں تھی بلکہ سر کے سیدھ میں تھی اور وہ زمین پر رکھی گئی، پیشانی نہ رکھی گئی تو نماز نہ ہوگی اسلئے کہ پیشانی کا رکھنا سجدہ میں ضروری ہے (مراتی الفلاح)

علی صورة: اسی طریقہ سے ذی روح کی تصویر پر سجدہ کرنا مکروہ ہے اسلئے کہ اس طرح سجدہ کرنے میں تصویر کی عبادت کی مشابہت پائی جاتی ہے لیکن اگر تصویر بہت چھوٹی ہے کہ کھڑے ہونے کے بعد نظر نہیں آتی تو کراہت نہیں ہوتی (کذافی شرح وقایہ) اس طرح سے اگر غیر ذی روح کی تصویر ہے مثلاً درخت عمارت وغیرہ تو یہ بھی مکروہ نہیں۔

الاقتصار الخ: اسی طریقہ سے بلا عذر کے صرف پیشانی یا ناک پر سجدہ کرنا مکروہات صلوٰۃ میں داخل ہے ہاں اگر عذر ہے تو کوئی مضائقہ نہیں، اگر بلا عذر کے ایسا کیا تو مکروہ تحریمی ہے۔

الصلوة فی الطريق: لان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى ان یصلی فی سبع مواطن فی

المزبلة والمخبرة والمعتبرة وقارعة الطريق وفي الحمام ومعاطن الابل وفوق ظهر البيت۔ البتہ اگر کوئی جگہ مخصوص نماز کے لئے بنائی گئی ہو اور اس میں کسی قسم کی گندگی وغیرہ نہ ہو تو نماز مکروہ نہیں (زاد الفقیر) اسی طرح سے قبرستان میں اگر قبروں سے الگ مسجد بنی ہوئی ہے تو اس میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ (مراقی الفلاح)

ارض غبر: اسی طریقہ سے کسی غیر کی زمین میں نماز پڑھنا اور وہ زمین مزرعہ نہ ہو لیکن اس نے اجازت نہ دی ہو اور اسے امید ہے کہ اس بات کو وہ پسند نہیں کرے گا تو اس جگہ نماز پڑھنی مکروہ ہے اسی طرح اگر غیر مسلم کی جگہ ہے تو بہتر ہے کہ اس جگہ نماز نہ پڑھے اور راستہ میں پڑھ لے ہاں اگر ایسے شخص کی زمین ہے کہ اس کو امید ہے کہ زمین والا اس سے ناراض نہیں ہوگا اور اگر اس سے اجازت مانگی جائے تو اجازت دے دیگا یا اس کا دوست وغیرہ ہے تو اس جگہ میں نماز پڑھ لینے میں کوئی کراہت نہیں۔

قربان من نجاسة: اسی طرح سے ایسی جگہ میں نماز پڑھنا کہ قریب میں کوئی نجاست ہو تو یہ صورت مکروہ ہے اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ نماز کی حالت میں اسکی بدبو اس تک آئے اور اس سے نماز میں خلل اندازی ہو۔

وَمُدَافِعًا لِأَحَدِ الْأَحْيَيْنِ أَوْ الرِّيحِ وَمَعَ نَجَاسَةٍ غَيْرِ مَا يَنْعَى إِلَّا إِذَا خَافَ فَوْتَ الْوَقْتِ أَوِ الْجَمَاعَةِ وَالْأَنْدَبُ قَطْعُهُمَا وَالصَّلَاةُ فِي ثِيَابِ الْبَذْلَةِ وَمَكْشُوفِ الرَّأْسِ لَا لِلتَّكَلُّفِ وَالتَّصَرُّعِ وَبَحْضَةِ طَعَامٍ يَمِيلُ إِلَيْهِ وَمَا يَشْغَلُ النَّالَ أَوْ يَخِلُّ بِالْخُشُوعِ وَعَدُّ الْأَيِّ وَالتَّسْبِيحُ بِالْيَدِ وَقِيَامُ الْإِمَامِ فِي الْمِحْرَابِ أَوْ عَلَى مَكَانٍ أَوْ الْأَرْضِ وَحَدَهُ وَالْقِيَامُ خَلْفَ صَفٍّ فِيهِ فَرْجَةٌ وَلَيْسَ ثَوْبٌ فِيهِ تَصَاوِيرُ وَأَنْ يَكُونَ فَوْقَ رَأْسِهِ أَوْ خَلْفَهُ أَوْ بَيْنَ يَدَيْهِ أَوْ بَحْدَانِهِ صُورَةٌ إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَغِيرَةً أَوْ مَقْطُوعَةَ الرَّأْسِ أَوْ لَغَيْرِ ذِي رُوحٍ وَأَنْ يَكُونَ بَيْنَ يَدَيْهِ تَنُورٌ أَوْ كَانُونٌ فِيهِ جَمْرٌ أَوْ قَوْمٌ نِيَامٌ وَمَسْحُ الْجَبْهَةِ مِنْ تَرَابٍ لَا يَبْضُرُهُ فِي خِلَالِ الصَّلَاةِ وَتَعْيِينُ سُورَةٍ لَا يَفْرَاغُهَا إِلَّا لِيُسْرَ عَلَيْهِ أَوْ تَبَرُّكًا بِقِرَاءَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَرْكُ اتِّخَاذِ مَسْتَرَةٍ فِي مَحَلٍّ يَظُنُّ الْمُرُورَ فِيهِ بَيْنَ يَدَيْ الْمُصَلِّي.

ترجمہ:- یا اس حالت میں کہ پانخانہ یا پیشاب کو دوبارہا ہو یا ایسی نجاست ہو کہ جو مانع صلوٰۃ نہ ہو مگر جب کہ وقت کے فوت ہو جانے کا خطرہ ہو یا جماعت کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو ورنہ مستحب ہے، پانخانہ و پیشاب کا ہٹا دینا اور معمولی کپڑے میں نماز پڑھنا، اور سر کا کھلا ہونا لیکن یہ تضرع کی نیت سے ہو تذلل کی نیت سے نہیں اور کھانے کے حاضر ہونے کے وقت جبکہ اس کی طبیعت چاہ رہی ہو اور ہر اس چیز کے موجود ہونے کے وقت کہ جس کی طرف اس کی طبیعت مائل ہو اور اس سے خشوع میں خلل واقع ہو اور آیت کا شمار کرنا اور تسبیح کا ہاتھ سے شمار کرنا اور امام کا محراب میں کھڑا ہونا اونچی جگہ پر کھڑا ہونا یا تنہا زمین پر کھڑا ہونا ایسے صف کے پیچھے کھڑا ہونا کہ جس کے درمیان وسعت ہو اور ایسے کپڑے کا پہننا کہ جس میں تصویر ہو یا تصویر اس کے سر پر ہو یا اسکے پیچھے ہو یا اسکے سامنے ہو یا اس کے بغل میں ہو مگر جب وہ چھوٹی ہو یا اس کا سر کٹا ہوا ہو یا غیر ذی روح کی ہو یا اسکے سامنے تنور جل رہا ہو یا ایسی بھٹی ہو جس میں چنگاریاں ہوں یا اسکے سامنے لوگ سو رہے ہوں، اور پیشانی سے مٹی کا پوچھنا نماز کے درمیان کوئی مضر نہیں اور کسی سورت

کا متعین کرنا کہ اس کے سوانہ پڑھے مگر آسانی کے لئے یا حضور ﷺ کی قرأت سے تبرک کے لئے ہو تو کوئی حرج نہیں، اور سترے کا چھوڑ دینا ایسی جگہ میں جہاں پر لوگوں کے گزرنے کا امکان ہو۔

مدالغاً: اسی طریقہ سے اسے پیشاب یا پاخانہ کی حاجت ہو اور اسے دور کئے بغیر نماز پڑھ رہا ہو تو یہ مکروہ ہے۔
مع نجاسة: خولہ یہ نجاست اسکے بدن پر ہو یا کپڑے پر یا اس جگہ جہاں وہ نماز پڑھ رہا ہو اور وہ نجاست ایسی ہو کہ اس سے نماز جائز ہو جاتی ہو تو مکروہ ہے لیکن اگر اسے اس بات کا اندیشہ ہے کہ اگر میں اسے دور کرنے لگا تو وقت ختم ہو جائے گا جماعت سے نماز نہ ملے گی اور جماعت سے نماز پڑھنا سنت مؤکدہ ہے تو اس صورت میں اس حالت میں نماز پڑھ لینے میں کراہت نہیں۔
والصلوة فی ثياب البدلة: یعنی ایسا کپڑا جس کو پہن کر باز اریا مہذب جگہ میں نہیں جاسکتا ایسے کپڑوں میں نماز پڑھنا نماز سے بے پرواہی کی دلیل ہے لہذا یہ مکروہ ہے راۓ عمرؓ رجلاً فعل ذلك فقال ارایت لو كنت ارسلتك الى بعض الناس اكنت تمر فی ثيابك هذه فقال لا فقال عمرؓ الله احق ان تزين له (مراتی الفلاح)
مكشوف الرأس: مستحب طریقہ یہ تھا کہ سر کو ڈھک کر نماز پڑھتا لیکن یہ سر کھول کر نماز پڑھ رہا ہے لہذا مکروہ ہے لیکن اگر عاجزی و انکساری کے لئے ایسا کر رہا ہے تو یہ مکروہ نہیں۔

بحضرة طعام: اسی طریقہ سے اگر کھانا موجود ہے اور طبیعت بھی چاہ رہی ہے تو اس وقت اسے کھانا کھا لینا چاہئے پھر نماز پڑھنی چاہئے اسلئے کہ اس صورت میں اس کی طبیعت کھانے کی طرف لگی رہے گی اور یہی حکم اس چیز کا ہے کہ اسکی موجودگی میں طبیعت اسکی طرف مائل رہتی ہے اور خشوع اور خضوع میں خلل واقع ہوتا ہے، اسی وجہ سے نماز میں بھاگ کر آنا مکروہ ہے اس بارے میں اختلاف ہے کہ خشوع کا تعلق کس سے ہے قلب سے ہے یا اعضاء سے یا ان دونوں کے مجموعے سے ہے؟ حضرات صوفیہ فرماتے ہیں کہ خشوع کا تعلق قلب سے ہے، علامہ رازی فرماتے ہیں کہ خشوع کا تعلق ان ہر دو کے مجموعے سے ہے حضرت علیؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ خشوع کا تعلق افعال سے ہے، خضوع بدن میں ہے اور خشوع بدن اور آواز دونوں سے ہے۔ (مراتی الفلاح، شامی)

المحراب: اگر امام محراب میں ہے تو نماز مکروہ ہے البتہ اگر محراب میں صرف سجدہ کر رہا ہے قیام محراب میں نہیں تو یہ مکروہ نہیں اسی طرح اگر جگہ کی تنگی کی وجہ سے محراب میں کھڑا ہو گیا تب بھی مکروہ نہیں (مراتی الفلاح) نیز اسلئے کہ اس جگہ کھڑے ہونے میں مقتدیوں پر امام کی حالت مشتبہ ہو جاتی ہے کہ وہ رکوع میں ہے یا سجدے میں اسلئے اسے مکروہ کہا گیا۔
او علی مکان: یعنی اسی طرح امام اونچی جگہ پر ہو اور اس کی مقدار یہ ہے کہ اونچائی ایک ہاتھ ہو اور قول معتمد بھی یہی ہے لیکن امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک درمیانی قد کے آدمی کی مقدار اونچائی مراد ہے (مراتی الفلاح) نیز اس لئے کہ حدیث میں اس پر نہیں وارد ہوئی ہے اسلئے کہ اس صورت میں اہل کتاب کی مشابہت ہے اور اہل کتاب کی مشابہت ممنوع ہے، اسی طریقہ سے اگر امام نیچے ہو اور مقتدی اونچے تو یہ صورت بھی مکروہ ہے۔

القیام خلف: اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے اتموا الصف المقدم ثم الذى يليه الخ اور ایک روایت میں ہے قال عليه الصلوة والسلام من الله خرجته من الصف كتب له عشر حسنات ومحى عنه عشر سيئات

ورفع له عشر درجات (مراقی الفلاح) یہ اس صورت میں کہ جب اس نے اقتداء کرنے کا ارادہ کیا ہو اگر وہ تنہا نماز پڑھ رہا ہے تو اس وقت اس کے لئے یہی مستحب ہو گا کہ وہ دور ہی کھڑا ہو کر نماز پڑھے۔
لبس ثوب فیہ تصاویر: یعنی کوئی ایسا کپڑا پہن کر نماز پڑھی کہ اس میں تصویر ہو لیکن یہ خیال رہے کہ یہ اس صورت کے ساتھ مفید ہے کہ یہ تصویر ذی روح کی ہو اگر تصویر غیر ذی روح کی ہے تو مکروہ نہیں اگرچہ اس پر تصویر بنائی ہی گئی ہو۔

ان یکون فوق رأسه: سب سے سخت کراہت تصویر کے سامنے ہونے میں ہے پھر اسکے بعد اسکے اوپر ہونے میں ہے پھر اسکے بعد دائیں جانب ہونے میں ہے پھر بائیں جانب ہونے میں ہے پھر اسکے پشت کی جانب ہونے میں ہے۔ (کذا فی مراقی الفلاح)

صغیرہ: یعنی تصویر چھوٹی ہو اور اسکی مقدار یہ ہے کہ کھڑے ہونے کے بعد وہ تصویر نظر نہ آئے اور یہی حکم تیرہ کا ہے اس لئے کہ جو تصویر اس میں ہوتی ہے نہایت ہی چھوٹی ہوتی ہے (مراقی الفلاح)
او مقطوع الرأس: اسی طرح سے اگر اس تصویر کا سر کٹا ہوا ہے تو یہ اب ذی روح نہیں اسلئے سر کے کٹنے کے بعد آدمی یا ذی روح ذی حیات نہیں رہ سکتے اس وجہ سے مکروہ نہیں لیکن اگر تصویر کے گردن پر سلائی کر دی گئی تو اسے مقطوع الرأس نہیں کہا جائے گا (مراقی الفلاح بتصرف) اس کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر آنکھ وغیرہ نکال دی گئی تو اس کا یہ حکم نہیں اس لئے کہ اس صورت میں بھی عبادت ممکن ہے۔

قوم نیام: بسا اوقات ایسی حرکت ہو جاتی ہے جس پر جاگنے والے بے اختیار ہنس پڑتے ہیں یا وہ حرکت ان کے خیالات کو منتشر کر دیتی ہے، اسی خطرے سے سوتے ہوئے کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا مکروہ ہے لیکن اگر یہ خطرہ نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ حضور ﷺ حجرہ شریف میں نماز پڑھا کرتے تھے اور آپ کے سامنے حضرت عائشہؓ سوتی رہتی تھیں۔ (مراقی الفلاح)

مسح الجبهة: یعنی پیشانی پر جو مٹی لگ گئی ہے اسے جھاڑنے میں نماز کے اندر خلجان نہیں ہو رہا ہے یا اسی طرح اسے تکلیف نہیں ہو رہی ہے، لیکن اگر کوئی تکلیف محسوس کر رہا ہے یا اس کی وجہ سے خیال بٹ رہا ہے تو معمولی سی حرکت سے پونچھ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں اسی طرح پسینہ بھی پونچھ لینا مکروہ ہے (ایضاح الاصحاح)

تعیین سورة: سورة کو یہاں پر مطلق ذکر کیا حالانکہ یہ سورة فاتحہ کے علاوہ ہے اس لئے کہ اس کا متعین ہونا واجب ہے اور اسی وجہ سے مصنفؒ نے اس کی قید لگائی اس لئے کہ وہ ظاہر ہے اسی طرح سے ان سورتوں کے بارے میں کہ جن کے بارے میں حدیث کے اندر موجود ہے کہ حضور ﷺ نے اس کو فلاں میں تلاوت فرمائی ہے۔ امام طحاویؒ نے اس کو اس صورت کے ساتھ متعین کیا ہے کہ اس کو اس بات کا اعتقاد ہو کہ اس کے علاوہ سے نماز جائز ہی نہ ہوگی لیکن اگر یہ اعتقاد نہیں ہے تو مکروہ نہیں ہے (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادبؒ) ہاں اگر سہولت و آسانی کیلئے اس کو پڑھ رہا ہے تو مکروہ نہیں۔

ترك اتخاذ سترة: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا صل احدکم فليصل الی سترة ولا يدع احد

یمرو بین یدیدہ۔ نماز جس جگہ بھی پڑھ رہا ہو کہ اسے اس بات کا اندیشہ ہے کہ لوگ یہاں سے گزریں گے تو اسے اس جگہ سترہ گا لینا چاہئے۔ (مراتی الفلاح) اس کی مقدار ایک ذراع سے اونچائی میں ہے اور انگلیوں کی مقدار موٹائی میں۔
ف: اسکے علاوہ اور بھی مکروہات صلوٰۃ ہیں جیسا کہ میں اس فصل کے شروع میں بیان کر چکا ہوں۔

(فصل فی اتّخاذِ السّترۃِ وَدَفْعِ المَارِّ بَیْنَ یَدَیْ المُصَلِّی) اِذَا ظَنَّ مُرُوْرَةً یَسْتَحِبُّ لَهٗ اَنْ یَغُوْرَ سِترَةً تَکُوْنُ طُوْلُ ذِرَاعٍ فَصَاعِدًا فِی غَلْظِ الْاَصْبَعِ وَالسَّنَّةِ اَنْ یَقْرُبَ مِنْهَا وَیَجْعَلَهَا عَلٰی اَحَدِ حَاجِبَیْهِ لَا یَصْنُدُ اِلَیْهَا صَمَدًا وَاِنْ لَمْ یَجِدْ مَا یَنْصِبُهٗ فْلِیَخْطُ خَطًّا طَوْلًا وَقَالُوْا بِالْعَرَضِ مِثْلَ الْهَلَالِ وَالْمُسْتَحَبُّ تَرْکُ دَفْعِ المَارِّ وَرُخْصٌ دَفْعُهُ بِالْاِشَارَةِ اَوْ بِالتَّسْبِيْحِ وَکَرِهَ الْجَمْعُ بَیْنَهُمَا وَیَدْفَعُهُ بِرَفْعِ الصَّوْتِ بِالْقِرَاءَةِ وَتَدْفَعُهُ بِالْاِشَارَةِ اَوْ التَّصْفِیْقِ بظَهْرِ اَصَابِعِ الْیَمَنِی عَلٰی صَفْحَةِ کَفِّ الْیُسْرِی وَلَا تَرْفَعُ صَوْتَهَا لِاَنَّهُ فِئْتَةٌ وَلَا یُقَاتِلُ المَارَّ وَمَا رَزَدَ بِهِ مُوَلٌّ بَاثِلٌ کَانَ وَالْعَمَلُ مُبَاحٌ وَقَدْ نُسِخَ.

ترجمہ :- سترہ قائم کرنا اور نماز پڑھنے والے کے سامنے سے گزرنے والے کو ہٹانا، جب نماز پڑھنے والے کو اس بات کا گمان ہے کہ اسکے سامنے سے کوئی گزرے گا تو اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ سترہ گاڑ دے اور وہ طول میں ایک ذراع سے زیادہ ہو اور انگلی کے برابر وہ موٹا ہو۔ اور سنت یہ ہے کہ اس سے قریب ہو اپنے دونوں بھوؤں میں سے کسی ایک کے سامنے کر لے اور اسکے سامنے بالکل نہ کھڑا ہو جائے پس اگر کوئی چیز گزرنے کے لئے نہ پائے تو ایک لمبائی میں خط کھینچ دے علماء نے بیان کیا ہے کہ ارض میں ہلال کی طرف کھینچ دے اور مستحب ہے گزرنے والے کا چھوڑ دینا اور رخصت دی گئی ہے کہ گزرنے والے کو اشارہ سے یا تسبیح سے روک دے اور دونوں کا بیک وقت جمع کرنا مکروہ ہے اور اس کو روک دے قرأت کو بلند کر کے اور عورت اس کو روکے گی اشارہ سے یا دائیں ہاتھ کی انگلیوں کی پشت کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے کنارے پر مار کر اور اپنی آواز بلند نہیں کرے گی اس لئے کہ اس کی آواز فتنہ ہے اور گزرنے والے سے جنگ نہیں کرے گا اور جو حکم اسکے بارے میں وارد ہوا تھا اس میں یہ تاویل کی گئی ہے کہ وہ پہلے تھا اور اس پر عمل کرنا مباح تھا اور اب منسوخ ہو گیا۔

تشریح و مطالب :- ابھی تک ان چیزوں کو بیان کر رہے تھے کہ جن کا نماز میں کرنا مکروہ تھا، اب یہاں سے ان چیزوں کو بیان کر رہے ہیں جسے نماز پڑھنے والے کو نماز پڑھنے سے پہلے کر لینی چاہئے۔

السّترۃ: سترہ ضمہ کیسا تھ اس چیز کو کہا جاتا ہے جس سے کسی چیز کو چھپا دیا جائے لیکن اصطلاح شرع میں جب سترہ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد وہ چیز ہوتی ہے جسے نماز پڑھنے والا لوگوں کو اپنے سامنے گزرنے کی وجہ سے اپنے آگے رکھ لیتا ہے۔ دفع المار: اس بارے میں چند چیزیں بطور خاص یاد کر لینی چاہئے (۱) کسی چیز کے گزرنے سے نماز ختم نہیں ہوتی اس لئے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا لَا یَقْطَعُ الصَّلٰوةَ مُرُوْرٌ شَنِی (۲) گزرنے والا گنہگار ہو گا اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَوْ عَلِمَ الْمَارُّ بَیْنَ یَدَیْ الْمُصَلِّی مَا ذَاعَ اِلَیْهِ مِنَ الْوُزْرِ لَوَقَفَ اَرْبَعِیْنَ وَ قَالَ الزَّازِی اَرْبَعِیْنَ عَامًا اَوْ شَهْرًا اَوْ یَوْمًا وَقِیلَ صَحَّ مِنْ حَدِیْثِ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنْ الْمَرَادُ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً (۳) کس مقدار سے گزرنے میں مکروہ ہے بعض حضرات نے بیان کیا کہ وہ سجدے کی جگہ سے ہے اسی کو شمس الائمہ سرخسی نے

اختیار کیا ہے، اور فخر الاسلام نے بیان کیا کہ جب اپنی نگاہ کو سجدے کی جگہ رکھ دیا ہے تو اگر اس کی نگاہ گزرنے والے پر نہیں پڑ رہی ہے تو مکروہ نہیں ہوگی، بعض حضرات نے اس کی مقدار دو صف بیان کی ہے اور بعض حضرات نے تین، بعض حضرات نے تین سو ذراع کی مقدار بیان کی ہے اسی طرح بعض حضرات نے پانچ ذراع کی اور بعض نے چالیس کی کہ اگر اسکے درمیان سے گزر گیا ہے تو گزرنا مکروہ ہوگا لیکن یہ تمام چیزیں اس وقت ہیں جبکہ یہ جنگل میں نماز پڑھ رہا ہو۔ بہر حال جب یہ مسجد میں نماز پڑھے گا تو اس وقت مناسب یہ ہے کہ اسکے آگے سے نہ گزرے لیکن بعض حضرات نے یہ بیان کیا ہے کہ اگر پانچ ذراع کی مقدار سے زیادہ گزرا ہے تو اس میں کراہت نہیں ہے (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادب)

اذاظن موروہ: یعنی سترے کا گاڑنا اس وقت ہے جب یہ سمجھ رہا ہو کہ اگر میں بلا گاڑے ہوئے نماز پڑھوں گا تو لوگ میرے سامنے سے گزر جائیں گے لیکن اگر وہ ایسی جگہ پر ہو کہ وہاں پر کسی کے گزرنے کا امکان ہی نہ ہو تو وہاں پر یہ بات نہیں۔ يستحب: بہتر یہ ہے کہ وہ شخص سترہ گاڑ لے اسلئے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا لو علم المصلی ما یقصر من صلوٰۃ ما صلی الا الی شنی یسترہ من الناس لہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا انہ لیقطع نصف صلوٰۃ المرء المورر بین یدید۔ يغوز: غوز کے معنی زمین میں کسی چیز کا گاڑنا۔ مصنفؒ یہاں مطلق لاکر اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ سترہ ہر ایک کے لئے ہے خواہ وہ منفرد ہو یا امام لیکن گاڑنا ضروری نہیں ہے کوئی چیز رکھ دی جائے اور وہ ایک ہاتھ اونچی اور کم سے کم ایک انگلی موٹی ہو جب بھی سترہ ہو جائے گا سترہ کی مقدار یہ ہے کہ وہ ایک ہاتھ اونچائی میں ہو اور موٹائی میں ہاتھ کی انگلیوں سے زیادہ ہو جیسا کہ نسائی شریف کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

السنة: سترہ گاڑنے کے بعد مصلیٰ کو چاہئے کہ وہ اسکے قریب ہو کر نماز ادا کرے اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ فلیدن منها لا یصمد الیہا۔ سنت طریقہ یہ ہے کہ اس کو اپنے بھوکے سامنے کرے سیدھا اسکی طرف رخ کر کے نہ کھڑا ہو تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ وہ اسی چیز کو سجدہ کر رہا ہے اور جو مقصود ہے یعنی گزرنے والے کے باعث طبیعت میں انتشار پیدا نہ ہو، وہ بلا کئے بھی حاصل ہو جاتا ہے۔

فلیخط: اور اگر کوئی چیز نہ ملے کہ جسے زمین میں گاڑ دی جائے یا کوئی ایسی چیز بھی نہ ہو کہ جسے زمین پر رکھ کر سترہ کا کام لیا جائے تو اس صورت میں زمین پر ایک خط کھینچ دیا جائے گا اس کے بعد نماز پڑھی جائے گی اس لئے کہ ابوداؤد کی ایک روایت ہے فان لم یکن معہ عصا فلیخط خطا اگرچہ بعض علماء نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن متأخرین یہ کہتے ہیں کہ سنت پر عمل کرنے کیلئے اولیٰ ہے کہ ضعیف حدیث پر عمل کر لیا جائے۔ (مرآۃ الفلاح)

ترك دفع المار: اگر گزرنے والا گزر رہا ہے تو اسے چھوڑ دینا چاہئے۔

ورخص دفعہ: لیکن اگر کوئی شخص گزر رہا ہے تو اس نماز پڑھنے والے کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اس شخص کو اشارے کے ذریعہ یا تسبیح وغیرہ کہہ کر اگر روک دے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن اگر کسی نے یہ دیکھا کہ کوئی شخص گزر رہا ہے اور اس نے اشارہ بھی کیا اور تکبیر بھی کہی تو ایسا کرنا مکروہ ہے اسی طریقہ سے مرد کو اس بات کی بھی اجازت ہے کہ جس سورت کو وہ پڑھ رہا ہے ذرا بلند آواز سے پڑھ لے تاکہ گزرنے والے کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ شخص نماز پڑھ

رہا ہے تو اسے اس بات کی بھی اجازت ہے لیکن عورت صرف دو صورتوں سے دفع کر سکتی ہے ایک یہ کہ اشارہ کر دے اور دوسرے یہ کہ اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو بائیں ہاتھ پر مار دے جس سے گزرنے والے کو یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی نماز پڑھ رہا ہے لیکن عورت آواز نہیں دے گی اسلئے کہ اسکے قرأت بلند کرنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ گزرنے والا مرد ہو اور اسکے آواز بلند کرنے کی بنا پر اسکی نیت خراب ہو جائے اور اس کی وجہ سے وہ برائی میں مبتلا ہو جائے۔

لایقاتل المار: اس کا حاصل یہ ہے کہ کوئی گزرنے والا گزر رہا ہے اب اگر گزرنے والا قریب ہے اور ممکن ہے کہ اسے اشارہ کے ذریعہ روک دیا جائے تو اس نے اشارہ کر دیا اس شخص نے تسبیح کہی اور وہ گزرنے والا رکنا نہیں تو اسے چھوڑ دے اس سے قتل و قتال نہ کرے اور اگر وہ دور ہے تو اسے یا تو اشارہ کر دے یا چھوڑ دے دونوں اختیار ہے۔

ماورد الخ: یہ عبارت لانے کی اس وجہ سے ضرورت پیش آئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اذا كان احدكم يصلي فلا يدع احدا يمر بين يديه وليدري ما استطاع فان ابى فليقاتله انما هو شيطان.
اس حدیث کی تاویل یہ کی گئی ہے کہ یہ ابتدائے اسلام میں جائز تھا لیکن اب ایسا کرنا منسوخ ہو گیا اس لئے کہ ایسے کام کرنے سے عمل کثیر ہو جاتا ہے اور عمل کثیر سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ان فی الصلوۃ لشغلا. (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادب)

(فصل فیما لا یکرہ للمصلی) لا یکرہ لہ شد الوسط ولا تقلد بسیف ونحوہ اذا لم یشتغل بحر کعبہ ولا عذم ادخال یدیه فی فرجیہ وشقیہ علی المختار ولا التوجہ لمصحف او سیف معلق او ظهر قاعدہ یتحدث او شمع او سراج علی الصحیح والسجود علی بساط فیہ تصاویر لم یسجد علیہا وقتل حیۃ وعقرب خاف اذہما ولو بضریات وانحراف عن القبلة فی الاظهر ولا باس بنفض ثوبہ کثیرا یتصق بجسدہ فی الرکوع ولا بمسح جہتہ من التراب او الحشیش بعد الفراغ من الصلوۃ وقبل الفراغ اذا صرۃ او شغلۃ عن الصلوۃ ولا بالنظر بموق عینہ من غیر تحویل الوجہ ولا باس بالصلوۃ علی الفروض والبسط واللبود والافضل الصلوۃ علی الارض او علی ما ثبتہ ولا باس بتکرار السورتین فی الرکعتین من النفل.

ترجمہ:- وہ چیزیں جو نماز پڑھنے والے کے لئے مکروہ نہیں، نماز پڑھنے والے کے لئے کمر کا باندھنا اور اسی طریقے سے تلوار کا لٹکانا یا اس جیسی چیز کا لٹکانا جبکہ اس کے حرکت کرنے سے دل مشغول نہ ہو مکروہ نہیں۔ اسی طریقے سے فرجی اور اسکے شق میں ہاتھ ڈالنا مذہب مختار کے مطابق مکروہ نہیں۔ اسی طریقے سے قرآن شریف کے یا تلوار کے لٹکنے کی طرف توجہ کرنے سے یا بیٹھے ہوئے بات کرنے والے کی پیٹھ کی طرف یا شمع کی طرف یا چراغ کی طرف توجہ کرنے سے صحیح مذہب کے مطابق اور ایسے بستر پر کہ جس میں تصویریں ہوں اور اس پر وہ سجدہ نہ کر رہا ہو اور سانپ اور بچھو کے مار دینے سے جب کہ اسے تکلیف پہونچے کا خوف ہو اگرچہ ضربوں سے ہو، اگرچہ اس مارنے میں قبلہ کی طرف سے انحراف ہو جائے اور کوئی حرج نہیں ہے کپڑے کے جھٹک دینے سے تاکہ رکوع کی حالت میں بدن سے چمٹ نہ جائے اسی طرح پیشانی سے مٹی یا گھاس کا نماز کے بعد گرا دینا اور اسی طرح اگر یہ چیزیں نماز سے پہلے ہی ہوں جبکہ ان سے ضرر ہو یا

نماز میں شغل سے مانع ہوں چہرے کو پھیرے بغیر آنکھوں کی کنکھیوں سے دیکھنا اسی طریقہ سے کوئی حرج نہیں ہے نماز پڑھنا فرش اور بستر سے پر اور لبادے پر پڑھنے سے اور افضل ہے نماز پڑھنا زمین پر یا اس چیز پر جسے زمین اگائے اور نفل کی رکعتوں میں کسی سورت کا بار بار پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

تشریح و مطالب :- ابھی تک ان چیزوں کو بیان کر رہے تھے جو چیزیں نماز پڑھنے والے کے لئے مکروہ تھیں اب یہاں سے ان چیزوں کو بیان کر رہے ہیں جو نماز پڑھنے والوں کے لئے مکروہ نہیں۔

اذا لم يشغل: یعنی اگر تلوار اس طور پر لٹکائی ہوئی ہے کہ اس کے پٹنے سے دل اسکی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو یہ صورت مکروہ ہوگی لیکن اگر تلوار سیدھی لٹکی ہوئی ہے اس میں حرکت پیدا نہیں ہوتی تو اس طرح تلوار لگا کر نماز پڑھنے میں کراہت نہیں۔

فوجیہ: عبا کی طرح ایک کپڑا ہوتا ہے عبا میں آستین نہیں ہوتی بلکہ اس کے جڑے ہوئے کناروں کے گوشے موٹے پر ڈال لئے جاتے ہیں اور کمر کے پٹکے وغیرہ سے باندھ لیا جاتا ہے فرجی کے گوشے کھلے ہوتے ہیں جن میں ہاتھ ڈال کر پوشیم کی طرح پہن لیا جاتا ہے، آستین نہیں ہوتی اور یہ بھی ہوتا ہے کہ ہاتھ ڈال کر پہنتے نہیں بلکہ اس کے گوشوں کو موٹوں پر پڑے رہنے دیتے ہیں یہی شکل یہاں مراد ہے جس کو جائز کہا ہے اگرچہ بظاہر ہاتھ ڈالے بغیر محض موٹوں پر ڈال لینے میں سدل کی شکل پیدا ہو جاتی ہے مگر اس کپڑے میں چونکہ دونوں صورتیں رائج ہیں اور خلاف عادت نہیں سمجھی جاتی ہے لہذا کراہت نہیں۔ (ماخوذ ابضاح الاصباح)

وشقہ: شق کے معنی حصہ کے بھی ہوتے ہیں اور پہنے ہوئے یا کھلے ہوئے حصے کو بھی کہتے ہیں، شق فرجی سے مراد بظاہر وہ کھلا ہوا حصہ ہے جس میں ہاتھ ڈال لئے جاتے ہیں جیسے عبا کا کھلا ہوا حصہ۔

ولا التوجه: اس مسئلہ کو یہاں اس وجہ سے لائے کہ اس میں علماء کا اختلاف ہے بعض حضرات اس کو مکروہ قرار دیتے ہیں تلوار کو تو اس وجہ سے کہ یہ لڑائی کا آلہ ہے اور لوہے کو سامنے رکھنے میں سخت حرج ہے پس اسے سامنے نہیں رکھا جائے گا اس لئے کہ سامنے تلوار لٹکانے میں اسے جنگ و جدال کا خیال آجائے گا اور وہ اسکے سوچنے میں مشغول ہو جائے گا لہذا نماز سے اس کی توجہ ہٹ جائے گی اور قرآن کو اس وجہ سے سامنے لٹکانے میں کراہت بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب اپنے صحائف کو اسی طرح سامنے لٹکالیا کرتے تھے۔ لیکن مکروہ اس صورت میں ہے جب کہ وہ اسے پڑھتے ہوں لیکن ہم اس کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ اگر یہی چیزیں امام کے سامنے بنی ہوئی ہوں تو اس صورت میں آپ بھی مکروہ نہیں کہتے، بہر حال تلوار کے بارے میں تو اسلئے کہ حالت حرب میں تلوار ساتھ رکھ کر نماز پڑھنی جائز ہے تو یہاں پر بھی مکروہ نہیں ہوگا۔

او ظهر قائلًا: یعنی ایک شخص بیٹھا ہوا تھا اور وہ باتیں کر رہا تھا اور یہ نماز پڑھنے والا اس بات کو نیا لے کی پشت کی طرف متوجہ ہو جائے تو نماز مکروہ نہیں، ہاں اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ اگر میں اسکے پشت کی طرف متوجہ ہوا اور اسکے بات کرنے کی وجہ سے میرے نماز میں خلل واقع ہو گا تو یہ صورت مکروہ کی ہوگی اور اس وقت اسکی طرف بھی چہرہ کر کے نماز پڑھنی مکروہ ہوگی۔

اوشمع: اس طریقہ سے ایک جانب شمع رکھا ہوا ہے تو اس کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ نہیں قول اصح اور مذہب مختار یہی ہے لیکن اگر بالمقابل ہو کر کے پڑھ رہا ہے تو یہ صورت مکروہ کی ہے اس لئے کہ اس صورت میں آتش پرستوں سے مشابہت ہو جاتی ہے۔

السجود علی بساط: یعنی ایک ایسے بسترے پر نماز پڑھ رہا ہے جس میں تصویریں ہیں لیکن اس پر سجدہ نہیں کر رہا ہے تو ایسی صورت میں اس کی نماز مکروہ نہیں ہوگی۔

وقتل حية: اسی طریقہ سے نماز کی حالت میں سانپ یا بچھو کا مارنا جبکہ اسے اس بات کا اندیشہ ہو کہ اس سے مجھے تکلیف ہوگی تو اسے ماری دینا چاہئے اگرچہ اس مارنے میں آواز ہو اور قبلہ کی جانب سے رخ پھر جائے۔

ف: اگر ایسے جانور کے مارنے میں عمل کثیر کرنا پڑے تو صحیح مسلک یہی ہے کہ نماز ٹوٹ جائے گی اور کراہت نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اسکو نماز توڑنے کا گناہ نہیں ہوگا۔ (طحاوی)

لاباس: کبھی کبھار بدن سے اس طرح چٹ جاتا ہے کہ اعضاء کی وضع ظاہر ہونے لگتی ہے ایسی صورت میں بچنے کے لئے کپڑا جھٹک دینے میں کوئی کراہت نہیں، اور اگر عمل کثیر سے کپڑوں کو جھاڑا تو مکروہ ہے۔

غیر تعویل الوجه: اسی طریقہ سے اگر نماز پڑھنے والا آنکھوں کے کنارے سے کسی کو دیکھ لے لیکن چہرہ قبلہ کی جانب سے نہیں ہٹا تو مکروہ نہیں۔

علی الارض: اگر زمین پر کوئی چیز نہ ہو اور یہ زمین پر نماز پڑھے تو اولیٰ یہی ہے کہ اس میں تضرع ہے اور خدا کے سامنے اپنی عاجزی ظاہر کرنی ہے۔

(فصل فيما يوجب قطع الصلوة وما يجزئها وغير ذلك) يَجِبُ قَطْعُ الصَّلَاةِ بِاسْتِغَاثَةِ مَلْهُوفٍ بِالْمُصَلِّي لَا بِنِدَاءٍ أَحَدٍ أَبَوِيٍّ وَيَجُوزُ قَطْعُهَا بِسَرِقَةِ مَا يَسَاوِي دِرْهَمًا وَلَوْ لغيره وَخَوْفٍ ذِئْبٍ عَلَى غَنَمٍ أَوْ خَوْفٍ تَرْدِيٍّ أَعْمَى فِي بئرٍ وَنَحْوِهِ وَإِذَا خَافَتِ الْقَابِلَةُ مَوْتَ الْوَلَدِ وَالْأَفْلَا بِاسٍ بِتَأْخِيرِهَا الصَّلَاةَ وَثَقِيلُ عَلَى الْوَلَدِ وَكَذَا الْمُسَافِرُ إِذَا خَافَ مِنَ اللَّصُوصِ أَوْ قَطَاعِ الطَّرِيقِ جَازَ لَهُ تَأْخِيرُ الْوَقْتِيَّةِ وَتَارَكَ الصَّلَاةَ عَمْدًا كَسَلًا يُضْرَبُ ضَرْبًا شَدِيدًا حَتَّى يُسِيلَ مِنْهُ الدَّمُ وَيُحْبَسُ حَتَّى يُصَلِّيَهَا وَكَذَا تَارَكَ صَوْمَ رَمَضَانَ وَلَا يَقْتُلُ إِلَّا إِذَا جَعَدَ أَوْ اسْتَخَفَّ بِأَحَدِهِمَا.

ترجمہ:- وہ چیزیں جو نماز توڑنے کو واجب کر دیتی ہیں اور وہ چیزیں جن سے نماز کا توڑنا جائز ہے اور اسکے مساوا نماز کا توڑنا واجب ہو جاتا ہے، جب کوئی مظلوم مصلی کو آواز دے نہ کہ اسکے والدین میں سے کسی ایک کے آواز دینے سے جائز ہے نماز کا توڑ دینا ایسی چیز کی چوری ہونے کے وقت جسکی مقدار ایک درہم ہو اگرچہ یہ غیر ہی کی چیز ہو اور بھیڑیے کے بکری پر حملہ کرنے کے ڈر سے، اندھے کے کنویں میں گر جانے کے ڈر سے اور یا اسکے مثل سے اور جب دلیا کو ڈر ہو بچے کے مر جانے کا تو نماز کے مؤخر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور بچہ پر متوجہ ہو جائے، اسی طریقہ سے مسافر جب اسے ڈر ہو چوروں سے یا ڈاکوؤں سے تو اس کیلئے وضعیہ نماز میں تاخیر کرنی جائز ہے۔ جان بوجھ کر سستی کی وجہ سے نماز

چھوڑنے والے کو خوب خوب پٹائی کی جائے گی یہاں تک کہ بدن سے خون نکل آئے اور اسے قید کر دیا جائے گا یہاں تک کہ نماز پڑھنے لگے اسی طریقہ سے رمضان کے روزے کو چھوڑنے والے کو نہیں قتل کیا جائے گا مگر جب نماز کی فریضت کا انکار کر دیں یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی توہین کر دیں۔

تشریح و مطالب :- ابھی تک مصنف ان چیزوں کو بیان کر رہے تھے جس کے کرنے کی وجہ سے نماز فاسد یا مکروہ ہو جاتی تھی لیکن اب فریضت صلوٰۃ کے مواقع کو بیان کر چکے تو اب ان چیزوں کو بیان کر رہے ہیں جن کے پیش آ جانے کے وقت نماز کا توڑنا واجب ہے۔

باستغاثۃ: مثلاً ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور ایک شخص مظلوم نے اس سے بچاؤ کی درخواست کی اور وہاں پر کوئی موجود نہیں جو اسے بچالے صرف یہی وہاں پر ہے تو اس صورت میں مظلوم کی امداد کے لئے نماز توڑ دینی چاہئے اس لئے کہ جان جانے کے بعد واپس نہیں آسکتی اور نماز توڑ دینے کے بعد دوبارہ پڑھی جاسکتی ہے مثلاً کوئی شخص کنویں میں گر گیا یا کسی پر ظالم نے یا کسی درندے نے حملہ کر دیا تو خواہ اس سے مدد طلب کرے یا کسی اور سے مدد طلب کرے بہر صورت یہ شخص اگر نجات دلا سکتا ہے تو نماز توڑ دے۔ (مرآۃ الفلاح)

لابنداء احد ابویہ: امام طحاویؒ نے کہا کہ اگر یہ شخص فرض نماز پڑھ رہا تھا تو نماز نہیں توڑے گا، اور اگر نفل پڑھ رہا ہے اور والدین نے آواز دی تو اسے نماز چھوڑنا ہوگا، لیکن اگر ولدین یہ جانتے ہوں کہ جسے آواز دے رہے ہیں وہ نفل پڑھ رہا تھا تو اس صورت میں اس لڑکے کا جواب دینا واجب نہیں بہتر یہ ہے کہ نماز نہ توڑے۔

لغیرہ: یعنی ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور ایک درہم کے مقدار مال کوئی لے کر جانے لگا تو اس شخص کے لئے جائز ہے کہ نماز توڑ دے، اگرچہ دوسرے کا مال ہو اس لئے کہ اس میں ظلم کو دفع کرنا ہے اور نہی عن المنکر ہے۔

خوف ذنب: یعنی نماز پڑھنے کی حالت میں بھیڑیا آیا اور بکری کو لے کر جانے لگا اور اسے اس بات کا خوف ہے کہ اگر میں نماز کو پوری کرتا ہوں تو اسے مار ڈالے گا تو اس کے لئے جائز ہے کہ نماز کو توڑ دے اور بکری کو بچالے۔

او خوف تردی اعمی: دو اندھے جا رہے تھے اور سامنے کنواں تھا نماز پڑھنے والے کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ اگر میں نہ بتلا دوں تو یہ کنویں میں گر جائیں گے تو اسے نماز توڑ دینی چاہئے اس طرح اگر کوئی غیر اعمی جا رہا تھا اور اسے معلوم نہیں تھا کہ آگے کنواں ہے اور اس نماز پڑھنے والے کو یقینی معلوم ہے کہ اگر میں نہ بتلاؤں گا تو یہ کنویں میں گر جائے گا یا اسی طرح سے ایک بچہ کھیل رہا تھا اور وہ چھوٹا ہے اسے کچھ پتہ نہیں اب اسے یقین ہے کہ اگر میں اسے نہ اٹھاؤں تو وہ کنویں میں گر جائے گا یا اسی طرح اور کسی چیز کے ہلاک ہونے کا خوف ہو تو ان صورتوں میں نماز کو توڑ دینا واجب ہے۔

واذا خافت القابله: قابلہ اس عورت کو کہا جاتا ہے جو بچہ کے پیدا ہونے کے بعد ماں کے علاوہ دودھ پلاتی ہے اگر اسے اس بات کا خوف ہے کہ اگر میں نماز پڑھنے لگوں گی تو بچہ مر جائے گا تو اس صورت میں اس کے لئے جائز ہے کہ نماز کو مؤخر کر دے۔

ترك الصلوٰۃ عمداً کسلاً: اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ اس پر نماز فرض ہے اور وہ کسی طرح معذور بھی نہیں

ہے وہ نماز کے ادا کرنے پر قادر بھی ہے لیکن اسکے باوجود جان بوجھ کر محض اپنی سستی اور کاہلی کی بنا پر نماز کو ترک کر دیتا ہے تو اس صورت میں اس کی خوب پٹائی کی جائے گی اس لئے کہ جب نماز کے لئے بالغ ہونے سے قبل بچوں کو مارنے کا حکم ہے حالانکہ وہ ابھی اس فرضیت کے مکلف بھی نہیں ہوئے تو کیا اس کی پٹائی نہیں کی جائے گی جو کہ نماز کو فرض سمجھتے ہوئے بھی ترک کر دیتا ہو، حالانکہ آج کل عام طور پر لوگ اس معاملے میں سستی اور کاہلی کرتے ہیں۔

ولا یقتل: ہاں فرض نماز کو ترک کرنے کی وجہ سے اسے قتل نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ مؤمن کا قتل ہوگا اور مؤمن کا قتل جائز نہیں، لیکن اگر وہ انکار کر دے کہ نماز فرض ہی نہیں ہے تو اب وہ مرتد ہو گیا اگرچہ دوسرے احکامات کو بجالاتا ہو اب اس انکار کی وجہ سے اسے قتل کرنا جائز ہوگا۔ یار رمضان المبارک کے مہینہ میں لوگوں کے سامنے کھاتا پیتا ہے اور اسکی فرضیت میں کمی یا اس کی اہانت اور اس کا مذاق اڑاتا ہے تو اب اسے پہلے قید کر دیا جائے گا اور حالت قید میں اسے نصیحت کی جاتی رہے گی اگر نصیحت کارگر نہ ہو تو مار پیٹ کی سزا دی جاسکتی ہے، بہر حال یہ دنیاوی تعزیرات ہیں اور آخرت کا عذاب بہت طویل ہے اور بہت سخت ہے، اگر تارک الصلوٰۃ مسلمان ہی مرے تو تب بھی حدیث شریف میں آتا ہے کہ اس کو جہنم کی ایک وادی میں ڈالا جائے گا، جس میں بہت تیز آگ ہے اور بیچ میں ایک بہت گہرا کنواں ہے جس کا نام (مہیب) ہے جس میں ادھر ادھر سے پیپ بہہ کر آتی ہے یہ کنواں خاص طور سے تارکین نماز کے لئے تیار کیا گیا ہے (معاذ اللہ) خدا ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے آمین (مراتی الفلاح)

﴿بَابُ الْوُتْرِ﴾

الْوُتْرُ وَاجِبٌ وَهُوَ ثَلَاثُ رَكَعَاتٍ بِتَسْلِيمَةٍ وَيَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكَعَةٍ مِنْهُ الْفَاتِحَةَ وَسُورَةً وَيَجْلِسُ عَلَى رَأْسِ الْأُولَى مِنْهُ وَيَقْتَصِرُ عَلَى التَّشَهُّدِ وَلَا يَسْتَفْتِحُ عِنْدَ قِيَامِهِ لِلثَّالِثَةِ وَإِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ سُورَةٍ فِيهَا رَفَعَ يَدَيْهِ حِذَاءَ أُذُنَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ وَقَمَتَ قَائِمًا قَبْلَ الرُّكُوعِ فِي جَمِيعِ السَّنَةِ وَلَا يَقْنَتُ فِي غَيْرِ الْوُتْرِ وَالْقَنُوتُ مَعْنَاهُ الدُّعَاءُ وَهُوَ أَنْ يَقُولَ اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِينُكَ وَنَسْتَهِدُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوبُ إِلَيْكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُشْفِي عَلَيْكَ الْخَيْرَ كُلَّهُ نَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَحْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَقْضِيكَ اللَّهُمَّ إِنَّاكَ نَعْبُدُكَ وَلَكَ نُصَلِّي وَنَسْجُدُ وَإِلَيْكَ نَسْعَى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُو رَحْمَتَكَ وَنَخْشَى عَذَابَكَ إِنَّ عَذَابَكَ الْجَدِّ بِالْكَفَّارِ مُلْحِقٌ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ :- وتر کا باب۔ وتر واجب ہے اور وہ ایک سلام سے تین رکعات ہے اور وتر کی ہر ایک رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورت پڑھے اور پہلی دو رکعتوں کے اخیر میں بیٹھ جائے اور صرف تشہد پر اکتفاء کر لے۔ اور تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہونے کے بعد سبحانک اللہم نہ پڑھے اور جب تیسری رکعت میں سورت پڑھ کر فارغ ہو تو اپنے ہاتھوں کو کانوں تک لے جائے پھر تکبیر کہے اور کھڑے کھڑے رکوع سے قبل دعائے قنوت پڑھے، تمام سال اور وتر کے علاوہ میں قنوت کو نہ پڑھے اور قنوت کے معنی دعاء کے ہیں اور وہ دعاء یہ ہے کہ اے اللہ! ہم تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں، تجھ سے ہدایت کے طالب ہیں اور مغفرت کی درخواست کرتے ہیں، اور ہم تیری طرف رجوع کرتے ہیں

اور تجھ پر ایمان لاتے ہیں اور تیرے اوپر ہی بھروسہ کرتے ہیں اور ہر خوبی پر تیری مدح کرتے ہیں ہم تیرا شکر کرتے ہیں ہم تیرے احسانات کا انکار نہیں کرتے ہم علیحدہ ہوتے ہیں اور چھوڑتے ہیں ہر اس شخص کو جو تیری نافرمانی کرے، اے اللہ ہم تیری ہی پرستش کرتے ہیں اور تیرے ہی لئے ہم نماز پڑھتے ہیں اور تجھ کو ہی ہم سجدہ کرتے ہیں اور ہم تیری ہی طرف چلتے ہیں اور ہم تیری ہی طرف دوڑتے ہیں ہم تیری ہی رحمت کی امید کرتے ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں بے شک تیرا عذاب واقعی حقیقی کافروں کو لاحق ہو گا اسکے بعد رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھے۔

تشریح و مطالب :- وتر کے واجب اور سنت ہونے میں ائمہ کا اختلاف ہے، صاحبین کے نزدیک سنت ہے عملاً اعتقاد آور دلیلاً لیکن یہ سنت مؤکدہ ہے اس میں نہ اذان دی جائے گی اور نہ اقامت صاحبین کے نزدیک کوئی ایسی دلیل نہیں تھی کہ وہ اسے واجب کہتے۔

بہر حال امام ابو حنیفہ سے دو روایتیں ہیں ایک روایت سنت کی ہے اور ایک روایت وجوب کی ہے اور یہ ہی اصح ہے نیز امام شافعی بھی سنت ہی کے قائل ہیں۔ امام ابو حنیفہ کی دلیل امام ابو داؤد کی وہ روایت ہے کہ جسے ابو داؤد نے مرفوعاً نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منی الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منی (رواہ حاکم) اسی طریقہ سے وہ روایت جسے امام مسلم نے مرفوعاً نقل کیا ہے اوتر و قبل ان تصبحوا اور یہاں پر امر ہے جو وجوب کیلئے ہے لیکن بعض حضرات اس کے عدم وجوب پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے سواری پر وتر کی نماز ادا کی اگر وتر کی نماز واجب ہوتی تو حضور ﷺ سواری پر کیوں پڑھتے لیکن اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ مجبوری رہی ہو اس وجہ سے آپ نے سواری پر پڑھ لیا ہو اور مجبوری کی بناء پر ایسا کرنا جائز بھی ہے۔

ثلاث رکعات : اس سے امام شافعی کی تردید مقصود ہے اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اگر چاہے تو ایک پڑھے اگر چاہے تو تین اور اگر چاہے تو پانچ، یہاں تک کہ گیارہ اور تیرہ رکعت پڑھ سکتا ہے اور دلیل میں یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا من شاء اوتر برکعة ومن شاء اوتر بثلاث وعن ام سلمة انه عليه الصلوة والسلام کان یوتر بسبع او بخمس لا یفصل بینہن بتسلیمة لیکن امام ابو حنیفہ اپنی دلیل میں یہ روایت پیش کرتے ہیں روی ابی بن کعب انه عليه الصلوة والسلام کان یوتر بثلاث رکعات یقرأ فی الاولى سبح اسم ربك الاعلى وفى الثانية بقل یا ایہا الکافرون وفى الثالثة بقل هو الله احد، سالت انساعن القنوت فی الصلوة قال نعم قلت اکان قبل الركوع او بعده قال قبله قلت فان فلانا اخبرنی عنک انک قلت بعده قال کذب انما قنت رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد الركوع بتسلیمة اس سے بھی امام شافعی کی تردید مقصود ہے اس لئے کہ اگر ایک رکعت سے زائد پڑھی جائے گی تو درمیان میں سلام پھیرینگے۔

ویقرأ فی کل رکعة : وتر کی نماز میں ہر ایک رکعت کے اندر سورہ فاتحہ کے ساتھ سورت بھی ملائے گا اول میں ح اسم ربک دوسرے میں سورہ کافرون تیسرے میں سورہ اخلاص جیسا کہ ابھی حدیث شریف میں اسکا ذکر آچکا ہے صاحب نہایہ نے ایک قاعدہ بیان کیا ہے کہ مندوبات پر ہر وقت عمل نہ کیا جائے بلکہ کبھی کبھی ترک کر دینا چاہئے۔

یقتصر علی التَّشْهَد: یعنی دو رکعت پڑھ کر جب بیٹھے گا تو صرف تشہد پر اکتفا کرے گا درود اور دعائیں وغیرہ نہیں پڑھے گا، اور تیسری رکعت میں کھڑے ہونے کے بعد صرف سورۃ فاتحہ اور کسی دوسری سورۃ کو پڑھے گا شروع میں سبحانک اللہم نہیں پڑھے گا۔

قنّت قائماً: نماز وتر میں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دعاء قنوت کا پڑھنا واجب ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک سنت ہے جیسا کہ وتر کے بارے میں ان حضرات کا اختلاف ہے امام مالکؒ کے نزدیک مستحب ہے۔
قبل الرکوع: اس سے امام شافعیؒ کی تردید مقصود ہے اس لئے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک دعاء قنوت رکوع کے بعد ہے، لیکن حنیفہ کے نزدیک دعاء قنوت کا وقت تیسری رکعت میں سورۃ سے فارغ ہو جانے کے بعد ہے اس کا طریقہ یہ ہو گا کہ جس وقت ضم سورۃ سے فارغ ہو اس وقت تکبیر کہہ کر اپنے ہاتھوں کو کانوں تک لے جائے اس کے بعد نیت باندھ کر اس دعا کو پڑھے۔

فی جمیع السنّۃ: اس سے بھی امام شافعیؒ کی ہی تردید مقصود ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک رمضان المبارک کے نصف آخر میں پڑھی جائے گی اس کے علاوہ میں نہیں۔ (شرح وقایہ)
لا یقنّت فی غیر الوتر: اس عبارت سے بھی امام شافعیؒ کی تردید مقصود ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک فجر کی نماز میں بھی دعاء قنوت پڑھی جائے گی اور یہ پڑھنا مسنون ہے لیکن اسکے خلاف احادیث بکثرت ہیں اس وجہ سے امام اعظمؒ نے ان احادیث کے پیش نظر صرف رمضان میں ہی منحصر رکھا ہاں اگر کوئی حادثہ پیش آجائے تو اس وقت فجر کی نماز میں حنیفہ بھی پڑھنے کے قائل ہیں، اس دعا کے پڑھنے کے بعد درود شریف پڑھے اور وہ اللہم صل اخیر تک ہے۔

وَالْمُؤْتَمُّ بِقَرَأِ الْقُنُوتِ كَالْإِمَامِ وَإِذَا شَرَعَ الْإِمَامُ فِي الدُّعَاءِ بَعْدَ مَا تَقَدَّمَ قَالَ أَبُو يُونُسَ رَحِمَهُ اللَّهُ يُتَابِعُونَهُ وَيَقْرَأُونَهُ مَعَهُ وَقَالَ مُحَمَّدٌ لَا يُتَابِعُونَهُ وَلَكِنْ يُؤْمِنُونَ وَالدُّعَاءُ وَهُوَ هَذَا اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا بَفَضْلِكَ فِيمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنَا فِيمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّانَا فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لَنَا فِيمَا أَعْطَيْتَ وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَيْتَ إِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يَقْضِي عَلَيْكَ إِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ وَلَا يَعْزُزُ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ لَمْ يُحْسِنِ الْقُنُوتَ يَقُولِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي ثَلَاثَ مَرَّاتٍ أَوْ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ أَوْ يَارَبَّ يَارَبَّ يَارَبَّ وَإِذَا اقْتَدَى بِمَنْ يَقْنُتُ فِي الْفَجْرِ قَامَ مَعَهُ فِي قُنُوتِهِ سَاكِنًا فِي الْأَظْهَرِ وَيُرْسِلُ يَدَيْهِ فِي جَنبَيْهِ.

ترجمہ:- اور مقتدی امام کے ساتھ دعاء قنوت پڑھے اور اگر اسکے بعد امام کوئی اور دعا شروع کر دے تو امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اس کی متابعت کرے، اور وہ مقتدی اسکے ساتھ اس کو پڑھیں اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس کی متابعت نہیں کرے گا لیکن وہ لوگ آمین کہیں گے اور اس دعا کا ترجمہ یہ ہے اے اللہ! تو اپنے فضل سے ہمیں ہدایت فرما تو نے ان کو ہدایت فرمائی اور ان کو عافیت عطا فرمائی ہم کو بھی عافیت عطا فرما اور ان لوگوں کی طرح جن کا تو نگر اس اور ولی ہوا ہے ہمارا بھی ولی ہو جا اور جو چیزیں تو نے ہمیں عطا فرمائی ہیں اس میں برکت عطا فرما اور جو چیزیں تیری قضا

و قدر کے تحت آپکی ہیں انکے شر سے ہمیں محفوظ رکھ بلاشبہ تو ہی فیصلہ فرماتا ہے تیرے اوپر کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا جس کا تو ولی ہو اوہ ذلیل نہیں ہو سکتا اور جس کا تو مخالف ہو اوہ عزت نہیں پاسکتے اور اے ہمارے پروردگار تو بابرکت ہے اور بالا و برتر ہے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے، اور جو دعائے قنوت نہ جانتا ہو وہ اللہم اغفر لی تین مرتبہ کہے یا ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار پڑھے، یا یارب یا رب یا رب تین مرتبہ کہے اور جب کسی ایسے کی اقتداء کی جو فجر میں دعائے قنوت کو پڑھتا ہے تو ظاہر مذہب کے مطابق چپ کھڑا رہے اور اپنے ہاتھوں کو پہلوں کی طرف سیدھا چھوڑ دے۔

تشریح و مطالب :- | **المؤتم یقر القنوت :** فقط امام کا پڑھنا کافی نہ ہو گا بلکہ مقتدی بھی پڑھیں گے یہ عبارت لانے کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ بظاہر یہ شبہ ہو تا تھا کہ جب قنوت کا پڑھنا واجب ہے اور نماز و ترجماعت کے ساتھ ادا کی جا رہی ہے تو اس وقت صرف امام کی اتباع ہی کافی ہو جائے گی اس شبہ کو زائل کرنے کے لئے یہ عبارت لانے کی ضرورت پیش آئی ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اسے آہستہ پڑھے لیکن اگر جماعت ان لوگوں کی ہے جو قنوت نہیں جانتے تو اب زور سے پڑھنا واجب ہے۔ (مراتی الفلاح)

اذا شرع الامام الخ : اب یہاں سے یہ بیان کر رہے ہیں کہ اگر امام اسکے بعد اللہم اھدنا الخ پڑھنے لگے تو مقتدی کیا کریں تو اسکے بارے میں ائمہ کا کچھ اختلاف ہے امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی اس امام کی متابعت میں اس کو پڑھیں گے لیکن امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ صرف آمین کہیں گے۔

من لم یحسن القنوت :- یعنی اگر کوئی ایسا ہو کہ جسے یہ دعایا نہ ہو تو اب ان دعاؤں میں سے کسی ایک کو پڑھے لیکن اگر کوئی ایسا ہے کہ جسے یہ یاد ہے اسکے باوجود اگر وہ نہ پڑھے اور ان دعاؤں میں سے کسی ایک کو پڑھ لیا تو اس سے واجب ادا ہو جائے گا، صاحب تحسینؒ فرماتے ہیں کہ اس دعا کے یاد نہ ہونے کی صورت میں ہمارے مشائخؒ نے ان دعاؤں کو اختیار فرمایا ہے اور اس کا پڑھنا افضل ہے (مراتی الفلاح) اور وہ دعائیں یہ ہیں اللہم اغفر لی۔ یعنی اے اللہ میری مغفرت فرما۔ یا ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار۔ اے اللہ! مجھے دنیا و آخرت کی بھلائی دے اور مجھے عذاب نار سے بچا۔ یا ای طرح یا رب یا رب تین مرتبہ کہے اگر ان تینوں دعاؤں میں سے ہر ایک یاد ہوں تو جس کو چاہئے پڑھ سکتا ہے ان میں سے کوئی خاص نہیں۔

من اقتدی بمن : چونکہ امام شافعیؒ کے نزدیک فجر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھی جاتی ہے اب امام شافعی المسلك تھا اور مقتدی حنفی المسلك اور اس نے شافعی المسلك کی اقتداء میں فجر کی نماز ادا کی تو جب وہ دعاء قنوت پڑھنے لگے تو یہ اس وقت کیا کرے تو ظاہر مذہب یہی ہے کہ یہ چپ چاپ رہے اور ہاتھ کو لٹکا کر سیدھا کھڑا رہے اور یہ اس دعا کو نہ پڑھے ہاں اس حنفی المسلك کی نماز میں کوئی اثر نہیں آئے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

وَإِذَا نَسِيَ الْقُنُوتَ فِي الْوُتْرِ وَتَذَكَّرَهُ فِي الرُّكُوعِ أَوْ الرُّفْعِ مِنْهُ لَا يَفْتَنُ وَلَوْ قَنَتَ بَعْدَ رَفْعِ رَأْسِهِ مِنَ الرُّكُوعِ لَا يَبْغِذُ الرُّكُوعَ وَيَسْجُدُ لِلسَّهْوِ لِزَوَالِ الْقُنُوتِ عَنْ مَحَلِّهِ الْأَصْلِيِّ وَلَوْ رَكَعَ الْإِمَامُ قَبْلَ قَرَأِ

الْمُقْتَدِي مِنْ قِرَاءَةِ الْقُنُوتِ أَوْ قَبْلَ شُرُوعِهِ فِيهِ وَخَافَ قُوتَ الرُّكُوعِ تَابَعَ إِمَامَهُ وَلَوْ تَرَكَ الْإِمَامُ الْقُنُوتَ يَأْتِي بِهِ الْمُتَوَتِّعُ إِنْ أَمَكْنَهُ مُشَارَكَةُ الْإِمَامِ فِي الرُّكُوعِ وَالْأُتَابِعُ وَلَوْ أَدْرَكَ الْإِمَامُ فِي رُكُوعِ الثَّالِثَةِ مِنَ الْوُتْرِ كَانَ مُدْرِكًا لِلْقُنُوتِ فَلَا يَأْتِي بِهِ فِيمَا سَبَقَ بِهِ وَيُوتِرُ بِجَمَاعَةٍ فِي رَمَضَانَ فَقَطْ وَصَلَوْتُهُ مَعَ الْجَمَاعَةِ فِي رَمَضَانَ أَفْضَلُ مِنْ إِذَا نَبَهُ مُنْفَرِدًا آخِرَ اللَّيْلِ فِي اخْتِيَارِ قَاضِي خَانَ قَالَ هُوَ الصَّحِيحُ وَصَحَّحَ غَيْرُهُ خِلَافَهُ.

ترجمہ :- اور اگر دعائے قنوت کو وتر میں بھول گیا اور اسے رکوع یا اس سے اٹھنے کے بعد یاد آگیا تو اب قنوت نہ پڑھے اور اگر رکوع سے اٹھنے کے بعد قنوت کو پڑھ لیا تو اب رکوع کو نہیں لوٹائے گا اور قنوت کو اسکے اصلی مقام سے ہٹا دینے کی وجہ سے سجدہ سہو کرے گا اور اگر امام نے مقتدی کے قنوت سے فارغ ہونے سے قبل یا اس کے شروع کرنے سے قبل ہی رکوع کر لیا اور مقتدی کو اس بات کا خوف ہے کہ رکوع فوت ہو جائے گا تو امام کی متابعت کرے گا اور اگر امام نے قنوت کو چھوڑ دیا تو اگر مقتدی کو امام کے ساتھ رکوع میں شرکت کا امکان ہو تو وہ اس کو پڑھے ورنہ وہ بھی اسکے ساتھ ہو لے اور اگر امام کو وتر کے تیسرے رکوع میں پالیا تو اسے قنوت کا پانے والا کہا جائے گا چنانچہ بعد میں ان رکعتوں کے اندر جو ان سے پہلے پڑھ لی تھیں وہ قنوت نہ پڑھے گا اور وتر کی نماز صرف رمضان میں جماعت سے پڑھی جائے گی اور رمضان میں وتر کو جماعت سے پڑھنا افضل ہے بمقابلہ رات کے اخیر میں تنہا ادا کرنے سے، اسی کو قاضی خاں نے اختیار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہی صحیح ہے اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں نے اس کے خلاف کو صحیح کہا ہے۔

تشریح و مطالب :- | واذ انسی : یعنی وتر کی نماز پڑھ رہا تھا اور دعائے قنوت کو بھول گیا اور رکوع میں چلا گیا یا رکوع سے سر اٹھایا اس وقت اسے یاد آیا تو دعائے قنوت کو نہیں پڑھے گا بلکہ سجدہ سہو کرے گا اور اس کی وجہ سے اس کی نماز صحیح ہو جائے گی۔

لا یبعد : اور اگر رکوع سے اٹھنے کے بعد اسے دعائے قنوت یاد آگیا اور اس نے سجدے میں جانے سے قبل دعائے قنوت کو پڑھ لیا تو رکوع کے بعد دعائے قنوت کو پڑھنے کی وجہ سے پھر رکوع کو نہیں لوٹائے گا ہاں سجدہ سہو ضرور کرے گا اس لئے کہ قنوت کو اس کے اصلی مقام سے ہٹا دیا تھا اور کسی چیز کو اس کے اصلی مقام سے ہٹانے کی وجہ سے صرف سجدہ سہو لازم ہوتا ہے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

ولو دكع الامام : یعنی ایک شخص امام کے پیچھے وتر کی نماز پڑھ رہا تھا اور ابھی دعائے قنوت پڑھ ہی رہا تھا کہ یا ابھی شروع بھی نہ کیا تھا اور اس حال میں امام رکوع کے اندر چلا گیا تو اب دو صورتیں ہوں گی یا تو یہ ممکن ہو گا کہ دعائے قنوت کو پڑھ کر امام رکوع میں پالے تو اس صورت میں دعائے قنوت کو پڑھ کر رکوع میں جائے گا اور اگر یہ ممکن نہ ہو کہ امام رکوع میں پالے گا تو اب اس صورت میں دعائے قنوت نہیں پڑھے گا۔

لو ترك الامام الخ : یعنی امام وتر کی نماز پڑھا رہا تھا اور بھول کر دعائے قنوت کو چھوڑ دیا تو اس صورت میں اگر مقتدی کو اس بات کا خوف نہ ہو کہ رکوع چھوٹ جائے گا یعنی امام رکوع سے سر اٹھالے گا تو اس صورت میں مقتدی دعائے قنوت پڑھیں گے لیکن اگر یہ خوف ہو کہ امام رکوع سے سر اٹھالے گا تو اب یہ لوگ بھی ترک کر دیں گے۔

لو ادرک الامام: یعنی امام نماز پڑھا رہا تھا کوئی شخص تیسری رکعت کے شروع میں آکر شامل ہوا تو اب گویا اس نے قنوت کو بھی پالیا ہے تو اب امام کے سلام پھیرنے کے بعد جن رکعتوں کی وہ قضا کریگا کمیس دعائے قنوت کو نہیں پڑھے گا۔
 یوتر بجماعة فی رمضان: صرف رمضان کے مہینے میں وتر کی نماز جماعت سے پڑھی جائے گی رمضان کے مہینے کے علاوہ جماعت نہیں کی جائے گی کیونکہ یہ نفل نماز ہے (من وجہ) اور رمضان کے علاوہ میں نفل نماز جماعت سے نہیں پڑھی جاتی لیکن رمضان میں افضل کیا ہے وتر کی نماز جماعت سے پڑھی جائے یا تنہا؟ اسکے بارے میں علماء کا اختلاف ہے قاضی خاں نے لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ رمضان کے مہینے میں وتر کی نماز جماعت سے پڑھنی افضل ہے اس لئے کہ جب اس مہینے میں جماعت جائز ہے تو افضل یہی ہے اور ثواب کے اعتبار سے بھی زیادہ کامل۔ ابو علی نسفی نے لکھا ہے کہ ہمارے علماء نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ وتر کی نماز رمضان کے مہینے میں اپنے گھر ہی پر پڑھی جائے مسجد میں جماعت سے نہ پڑھی جائے اس لئے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین رمضان کے مہینے میں وتر کی نماز کے لئے جمع نہیں ہوتے تھے حالانکہ تراویح کے لئے جمع ہوتے تھے اس لئے کہ حضرت عمرؓ رمضان کے مہینے میں وتر کی نماز کی امامت کرتے تھے اور ابی ابن کعبؓ جماعت سے نماز نہیں پڑھاتے تھے اور زبیری نے لکھا ہے کہ یہی مذہب مختار مذہب ہے شارح نقایہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے رمضان کے مہینے میں نماز پڑھائی اور اسی طریقہ سے وتر کی بھی امامت فرمائی اور اس کے مؤخر ہونے کے بارے میں عذر فرمادیا۔ اور خلفائے راشدین نے بھی اسی کو اختیار کیا، لیکن جس شخص نے جماعت کو بھی مؤخر کر دیا ہو اس کے لئے واجب ہے کہ وتر کو بھی آخر رات میں پڑھے اس لئے کہ یہی افضل ہے کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے اجعلوا آخر صلوتکم باللیل وتراً فاخروہ لذلك۔ لیکن وتر کی نماز اس شخص کے لئے آخری رات میں پڑھنا افضل ہے جسے اس بات پر یقین کامل ہو کہ وہ آخری رات میں پڑھے گا لیکن اگر کوئی ایسا ہے کہ وہ آخری رات میں نہیں اٹھ سکتا تو اس کو اول رات میں پڑھ لینا چاہئے۔

(فصل فی التوافل) سن سنة مؤکدة رکعتان قبل الفجر ورکعتان بعد الظهر وبعد المغرب وبعد العشاء وأربع قبل الظهر وقبل الجمعة وبعدھا بتسليمية وندب أربع قبل العصر والعشاء وبعدہ وست بعد المغرب ويقتصر في الجلوس الأول من الرباعية المؤکدة على التشهد ولا يأتي في الثالثة بدعاء الاستفتاح بخلاف المندوبة.

ترجمہ:- نوافل کا بیان: فجر سے پہلے دو رکعت سنت مؤکدہ ہے اور دو رکعت ظہر کے بعد اور دو رکعت مغرب کے بعد اور چار رکعت عشاء کے بعد چار رکعت ظہر سے قبل اور جمعہ سے قبل اور جمعہ کے بعد ایک ہی سلام سے چار رکعت، مستحب ہے چار رکعت عصر سے پہلے اور عشاء کے بعد اور چھ رکعت مغرب کے بعد اور چار رکعت والی سنت مؤکدہ میں قاعدہ کوئی کے اندر صرف تشہد پر اکتفاء کرنا اور تیسری رکعت میں کھڑے ہونے کے بعد سبحانک اللہم نہ پڑھے بخلاف مستحب نمازوں کے۔
 تشریح و مطالب:- ابھی تک مصنفؒ فرائض اور واجبات کو بیان کر رہے تھے اس لئے کہ ان کا مقام بڑھا ہوا تھا واجب کے بعد چونکہ سنت کا درجہ ہے اس وجہ سے اب سنت کو ذکر کر رہے ہیں۔

النوافل: اس فصل میں سنتوں کا بیان بھی ہو گا مگر چونکہ نفل کا لفظ سنت اور غیر سنت دونوں کو عام ہے اس لئے نفل کہہ دیا کیونکہ نفل عام ہے اور سنت خاص لہذا ہر سنت نفل ہوگی اور ہر نفل سنت نہیں اسلئے نفل کہہ دیا، نفل ایسے نفل کو بھی کہا جاتا ہے جو نہ فرض ہو نہ واجب نہ سنت۔ اور سنت کے لغوی معنی طریقہ اور راستہ کے ہیں مگر اصطلاحاً اس طریقہ کو کہا جاتا ہے جو مذہب میں اختیار و پسند کیا گیا ہو اور فرض اور واجب نہ ہو، سنت کی دو قسمیں ہیں مؤکدہ اور غیر مؤکدہ۔

قبل الفجر: فجر کی نماز سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنی چاہئے اور اصل اس میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے من ثابر ای واضب علی اثنی عشر رکعة فی اليوم واللیلة بنی اللہ تعالیٰ بیتاً فی الجنة رکعتین قبل الفجر واربع رکعات قبل الظهر ورکعتین بعدها ورکعتین بعد المغرب ورکعتین بعد العشاء۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ اس سنت کے بارے میں یہاں تک رخصت دیتے ہیں کہ اگر جماعت کھڑی ہو جائے اور اسے بعض قول کے مطابق امام کو رکوع میں پانے کی امید ہو یا بعض کے قول کے مطابق قعدہ اخیرہ میں تو اس صورت میں وہ پہلے سنت کو ادا کرے گا بعد میں فرض نماز میں مل جائے۔ اسکے دلائل گزر چکے ہیں۔

بعد الظهر: ظہر کے بعد سنت مؤکدہ تو دو ہی رکعت ہے لیکن اگر دو رکعت اور ملا لے تو یہ مستحب ہے لیکن اس دو رکعت کے ملانے میں اسے دو باتوں کا اختیار ہے ایک یہ کہ چار رکعت ایک ہی سلام سے پڑھے یا دو دو رکعت کر کے (مراقی الفلاح)

بعد العشاء: اسی طریقہ سے سنت مؤکدہ عشاء کے بعد صرف دو رکعت ہی ہے جو اس سے زائد پڑھی جائے گی وہ نفل ہوگی۔ واربع قبل الظهر: صاحب بحر الرائق نے اسکی قرأت کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ ہر رکعت میں دس آیت کی مقدار پڑھے اسی طریقہ سے جو سنت عشاء کے بعد پڑھی جائے اس میں بھی اسی مقدار قرأت کی جائے اسکی اصل وجہ یہ ہے کہ ان دونوں نمازوں کے بعد کافی وقت بچتا ہے اور اوقات مکروہ کے داخل ہونے کا کوئی سوال نہیں۔ نیز حضور ﷺ کا ارشاد ہے من ترک الاربع قبل الظهر لم تنال شفاعتی۔

نذب اربع: عصر سے پہلے چار رکعت اور عشاء سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ ہے اسی طریقہ سے مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعت بھی سنت غیر مؤکدہ ہے۔

بقتصر: سنت نمازوں میں اگر وہ چار رکعت والی ہوں تو قعدہ اولیٰ میں صرف تشهد پر اکتفاء کیا جائے گا اسی طریقہ سے تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہونے کے بعد سبحان اللہم وغیرہ نہیں پڑھا جائے گا بخلاف نفل نمازوں کے کہ اس میں سبحان اللہم وغیرہ پڑھا جائے گا۔

وَإِذَا صَلَّى نَافِلَةً أَكْثَرَ مِنْ رُكْعَتَيْنِ وَلَمْ يَجْلِسْ إِلَّا فِي آخِرِهَا صَحَّ اسْتِحْسَانًا لِأَنَّهَا صَارَتْ صَلَوةً وَاحِدَةً وَفِيهَا الْقَرَضُ الْجُلُوسُ آخِرُهَا وَكُرُةُ الزِّيَادَةِ عَلَى أَرْبَعٍ بِتَسْلِيمَةٍ فِي النَّهَارِ وَعَلَى ثَمَانٍ لَيْلًا وَالْأَفْضَلُ فِيهِمَا رُبَاعٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَعِنْدَهُمَا الْأَفْضَلُ فِي اللَّيْلِ مِثْنِي مِثْنِي وَبِهِ يَفْتَى وَصَلَاةُ اللَّيْلِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاةِ النَّهَارِ وَطَوَّلُ الْقِيَامِ أَحَبُّ مِنْ كَثَرَةِ السُّجُودِ.

ترجمہ :- اور جب نفل نماز دور رکعتوں سے زیادہ پڑھا اور صرف اسکے اخیر میں بیٹھا تو استحساناً صحیح ہو جائے گی اس لئے کہ یہ گویا ایک نماز ہو گئی اور اب اس میں صرف اخیر میں بیٹھنا فرض ہے دن میں ایک سلام سے چار رکعت سے زیادہ نفل نماز پڑھنی مکروہ ہے اور رات میں آٹھ رکعات سے۔ اور افضل دن اور رات میں چار چار رکعت ہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک افضل رات میں دو دور رکعت ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور رات کی نماز دن کی نماز سے افضل ہے اور قیام کو طول دینا سجدہ زیادہ کرنے سے بہتر ہے۔

تشریح و مطالب :- اذاصلی نافلة یعنی کسی شخص نے دو رکعت سے زیادہ نفل نماز پڑھی جیسے چار اور اسکو پوری کر لیا اور صرف اسکے اخیر میں بیٹھا تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اسکی نماز فاسد ہو جائے

اور یہی امام زفرؒ کا قول بھی ہے اور یہی ایک روایت امام محمدؒ سے بھی ہے لیکن استحسان کا تقاضہ یہ ہے کہ اسکی نماز فاسد نہ ہو اس لئے کہ یہ گویا ایک نماز ہو گئی کیونکہ نفل نماز جس طرح دو رکعت پڑھی جاتی ہے اسی طریقہ سے چار رکعت بھی، اور اس میں فرض صرف اخیر میں بیٹھنا ہوتا ہے تو گویا کہ یہ چار رکعت والی ہو گئی تو اب قعدہ اولیٰ کے چھوڑنے کی وجہ سے سجدہ سہو کر لے گا اور اگر اسے قیام کے بعد سجدہ سے قبل یاد آگیا تو بیٹھ جائے گا۔

مکرہ الزیادة علی اربع: اصل اس میں یہ ہے کہ نفل نماز فرائض کے تابع ہوتی ہے اور جو چیز کسی چیز کے تابع ہوتی ہے وہ اصل کے مخالف نہیں ہوتی، پس اگر دن میں چار رکعت پر زیادتی کی گئی تو یہ فرض نماز کے مخالف ہو جائے گی لہذا اس پر قیاس کرتے ہوئے فقہاء نے ایک سلام سے چار رکعت پر زیادتی کو مکروہ کہا ہے اور رات میں اسی وجہ سے آٹھ رکعت تک ایک سلام سے پڑھی جاسکتی ہے کیونکہ اس پر نص موجود ہے اور وہ یہ ہے عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه کان یصلی باللیل خمس رکعات سبع رکعات تسع رکعات احدی عشرة رکعة ثلاثة عشرة رکعة وثلاث من کل واحدة من هذه الاعداد الوتر ورکعتان سنة الفجر فیقی رکعتان واربع وست وثمان فیجوز ای هذا القدر بتسلیمة واحدة من غیر کراهة۔

عندھما الافضل: حضرات صاحبین کے نزدیک رات میں دو دور رکعت پڑھنا افضل ہے لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک افضلیت دو دور رکعت میں نہیں ہاں فتویٰ صاحبین ہی کے قول پر ہے۔

صلوة اللیل افضل: رات میں نماز اس وجہ سے افضل ہے کہ وہ تنہائی کا وقت ہوتا ہے انسان کو یکسوئی ہوتی ہے تمام چیزوں سے فارغ ہوتا ہے اسکا ذہن ادھر ادھر نہیں جاتا، نیز وہاں پر کوئی موجود بھی نہیں ہوتا کہ اس میں ریا کے پیدا ہونے کا خطرہ ہو بخلاف دن میں نفل پڑھنے کے اس لئے کہ اس میں یہ تمام چیزیں موجود ہوتی ہیں۔

طول القیام: رکوع اور سجدہ کو طول دینے سے زیادہ افضل قرأت کو زیادہ کرنے میں ہے اس لئے کہ قرآن کے فضائل بمقابل تسمیحات کے زائد ہیں نیز یہاں طول سے مراد کثرت رکعات بھی ہو سکتی ہے اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ آدمی اگر ایک رکعت نماز پڑھتا ہے اور اس میں خوب دیر تک رکوع اور سجدہ کرتا ہے تو اس سے افضل یہ ہے کہ اس رکوع اور سجدے کو صرف اسکے مقدار تک کرے اور انہی اوقات میں اور رکعتیں پڑھ لے۔

(فصل فی تحیۃ المسجد و صلوٰۃ الضحیٰ و اَحیاء الَّیالی) سُنَّ تحِیۃُ الْمَسْجِدِ بِرُكْعَتَیْنِ قَبْلَ الْجُلُوسِ وَاَدَاءِ الْفَرَضِ یَتَوَبُّ عَنْهَا وَكُلُّ صَلَوةٍ اَدَّاهَا عِنْدَ الدُّخُولِ بِلَا نِیَّةِ التَّحِیۃِ وَتَدْبَ رُكْعَتَانِ بَعْدَ الْوُضُوءِ قَبْلَ جَفَافِهِ وَاَرْبَعٌ فَصَاعِدًا فِی الضَّحٰی وَتَدْبَ صَلَوةُ اللَّیْلِ وَصَلَوةُ الْاِسْتِخَارَةِ وَصَلَوةُ الْحَاجَةِ وَتَدْبَ اَحِیَاءِ لَیَالِیِ الْعَشْرِ الْاٰخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَاَحِیَاءِ لَیْلَتِی الْعِیدَیْنِ وَلَیَالِیِ عَشْرِ ذِی الْحِجَّةِ وَلَیْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ وَیَكْرَهُ الْاِجْتِمَاعُ عَلٰی اَحِیَاءِ لَیْلَةٍ مِنْ هَذِهِ الْلَیَالِیِ فِی الْمَسَاجِدِ.

ترجمہ:- تحیۃ المسجد چاشت کی نماز شب بیداری۔ مسجد میں جانے کے وقت بیٹھنے سے قبل دو رکعتیں تحیۃ المسجد سنت ہے اور فرض کا ادا کرنا تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جاتا ہے اور ہر وہ نماز جو داخل ہونے کے وقت بلا تحیۃ المسجد کے ادا کی جائے اور مستحب ہے دور کعت پانی کے خشک ہونے سے پہلے وضوء کے بعد اور چار رکعت یا زیادہ چاشت کے وقت اور مستحب ہے رات میں نماز پڑھنی اور صلوٰۃ استخارہ اور صلوٰۃ حاجت، اور مستحب ہے رمضان کی دس اخیر راتوں میں بیدار رہنا، اور عیدین کی راتوں میں جاگنا، اور مکروہ ہے لوگوں کو مسجد میں جمع کرنا جاگنے کے لئے۔

تشریح و مطالب:- المسجد مسجد میں پہلے دایاں پیر رکھے اور یہ دعا پڑھے اللھم افتح لی ابواب رحمتک اور نکلتے وقت پہلے بایاں پیر نکالے پھر یہ دعا پڑھے اللھم انی اسألك من

فضلك۔ (مرآتی الفلاح)

تحیۃ: یہ تحیۃ المسجد مسجد کے لئے نہیں ہوتی بلکہ خدا تعالیٰ کے لئے ہوتی ہے اس مسجد سے مسجد حرام مشتی ہے اس لئے کہ اس میں داخل ہونے کے بعد تحیۃ المسجد نہیں پڑھی جاتی بلکہ طواف کیا جاتا ہے چنانچہ ملا علی قاریؒ نے اس کی تصریح کی ہے کہ جب مسجد حرام میں داخل ہو تو طواف کرے۔

قبل الجلوس: بیٹھنے کے بعد بھی تحیۃ المسجد پڑھ سکتا ہے لیکن افضل یہ ہے کہ بیٹھنے سے پہلے پڑھے۔ (مرآتی الفلاح) اگر مسجد میں بار بار جانا پڑتا ہو تو صرف دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لینی کافی ہے۔

صلوٰۃ الاستخارۃ: کسی کام کے کرنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے تاکہ اس کے دل میں اسکے کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں کوئی رجحان پیدا ہو جائے چنانچہ احادیث سے بکثرت ثابت ہے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام کاموں میں استخارہ سکھاتے تھے بالکل اس طرح جس طرح قرآن کی آیات سکھاتے تھے آپ فرماتے تھے کہ جب کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے تو چاہئے کہ دو رکعت نماز پڑھ لے پھر یہ دعا پڑھے اللھم انی استخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک واسألك من فضلك العظیم فانک تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب اللھم ان کنت تعلم ان هذا الامر خیر لی فی دینی ومعاشی واجلی وعاقبة امری فاقدره لی ویسرہ لی ثم بارک لی فیہ وان کنت تعلم ان هذا الامر شر لی فی دینی ومعاشی وعاقبة امری فاصرفہ عنی واصرفنی عنه وقدر لی الخیر حیث کان ثم رضینی بہ۔

صلوٰۃ الحاجة: یہ بھی دو رکعت پڑھی جائے گی اس لئے کہ حدیث میں ہے عن عبد اللہ بن ابی اوفی

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كانت له حاجة الى الله او الى احد من بنى آدم فليتوضا وليحسن الوضوء ثم يصلي ركعتين ثم يثن على الله تعالى ويلصل على النبي صلى الله عليه وسلم ثم ليقل لا اله الا الله الحليم الكريم سبحان الله رب العرش العظيم الحمد لله رب العالمين اسألك موجبات رحمتك وعزائم مغفرتك والغنيمة من كل برء وسلامة من كل آثم لاتدع لى ذنبا الا غفرتة ولا هما الا فرجته ولا حاجة لك فيك رضا الا قضيتها يا ارحم الراحمين۔

احياء ليالى العشر: اس لئے کہ اکثر مشائخ نے یہ بیان کیا ہے کہ لیلۃ القدر انہی راتوں میں ہوتی ہے اس لئے اسی امید سے ان راتوں میں بیدار رہنا چاہئے۔

لیلة النصف من شعبان: اس لئے کہ احادیث سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ اس رات میں لوگوں کی تقدیریں لکھی جاتی ہیں۔

بکرم الاجتماع: اس وجہ سے کہ نہ حضور ﷺ نے ان راتوں میں صحابہ کو جمع کیا اور نہ ہی خلفائے راشدین سے یہ ثابت ہے کہ ان لوگوں نے بیدار رہنے کے لئے لوگوں کو اکٹھا کیا ہو۔

(فصل فی صلوة النفل جالسا والصلوة علی الدابة) یحوز النفل قاعدا مع القدرۃ علی القيام لكن له نصف اجر القائم الا من عذر ویفقد کالمشہد فی المختار و جاز اتمامه قاعدا بعد افتتاحه قائما بلا کراهۃ علی الاصح ویتنفل راکیبا خارج المصر مؤمیا الى اى جهة توجهت دابته وبنى بنزوله لابرکوبه ولو کان بالنوافل الراتبۃ۔

ترجمہ:- فصل نفل نماز بیٹھ کر اور سواری پر۔ نفل نماز بیٹھ کر باوجود اس بات کے کہ قیام پر قدرت ہو جائز ہے لیکن کھڑے ہونے والے کے مقابل میں اس کیلئے نصف اجر ہے مگر جب کہ عذر کی وجہ سے بیٹھا ہو اور تشہد میں بیٹھنے والے کی طرح مختار مذہب کے بموجب بیٹھے گا اور نفل نماز کو بیٹھ کر پوری کرنا اسکے کھڑے ہو کر شروع کرنے کے باوجود بلا کسی کراہت کے صحیح مذہب کے مطابق جائز ہے اور نفل نماز سوار ہو کر شہر کے باہر پڑھ سکتا ہے اشارہ کرنے والا ہو جس طرف بھی اسکی سواری گھوم جائے اور بناء کر سکتا ہے سواری سے اترنے کے بعد نہ کہ سوار ہونے کے بعد اگرچہ وہ سنت مؤکدہ میں ہوں۔

تشریح و مطالب:- ابھی تک ان نوافل کو بیان کر رہے تھے کہ جسے کھڑا ہو کر ادا کیا جاتا تھا۔ اب اس نفل کا بیان یہاں سے کر رہے ہیں کہ جسے بیٹھ کر یا سواری پر سوار ہو کر ادا کیا جاتا ہے اسلئے کہ افضل یہی ہے کہ نماز خواہ وہ فرض ہو یا نفل کھڑے ہی ہو کر ادا کیا جائے لیکن فرض اور واجب میں بلا عذر کے بیٹھنا جائز نہیں لیکن نفل میں اگر کوئی عذر ہو یا نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے۔

النفل: اس لفظ کو یہاں پر لا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہی حکم سنت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ کا بھی ہے، نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا قدرت قیام کے باوجود درست ہے لیکن اس میں نصف اجر ہوگا۔
الا من عذر: لیکن اگر کوئی عذر ہے جس کی بناء پر وہ بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہے تو اب اس کو بیٹھ کر نماز پڑھنے

کا ثواب نہیں ملے گا بلکہ کھڑا ہو کر نماز پڑھنے والے کا ثواب ملے گا۔

بقعدہ کا مشہد: یعنی اگر اسے کوئی عذر نہ ہو تو جس طرح تشہد کی حالت میں بائیں پیر کو بچا کر اور دائیں پیر کو کھڑا کر کے بیٹھا جاتا ہے اسی طریقہ سے یہ نفل نماز پڑھنے والا بیٹھے گا اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ دائیں پیر کو بائیں پیر کے نیچے رکھ کر سرین پر نہیں بیٹھے گا۔

المختار: شیخ الاسلام نے یہ کہا ہے کہ اس وقت تشہد کی حالت کی طرح نہیں بیٹھے گا اور فی المختار لا کر انہی کی تردید مقصود ہے۔

جواز اتمامہ: یعنی ایک شخص کھڑے ہو کر نفل نماز پڑھ رہا تھا اور نماز ہی کے درمیان میں بیٹھ گیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اسکی نماز بلا کراہت کے درست ہو جائے گی۔

علی الاصح: صاحب ہدایہ نے یہ فرمایا ہے کہ اگر بلا عذر کے ہو تو ایسا کرنا مکروہ ہے لیکن یہ بات نہیں۔ بلکہ عذر کی بنا پر ہو یا بلا عذر کے ہو کسی بھی صورت میں کوئی کراہت نہیں۔

خارج المصنوع: مصر سے یہاں مراد وہ جگہ ہے کہ جہاں پر انسان پہنچ کر مسافر ہو جاتا ہے یا جہاں پر عام طور سے لوگ قضاے حاجت کے لئے جاتے ہیں۔

مؤمیا: اس سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر اسکے پاس کوئی ایسی چیز موجود ہو کہ جسے وہ سامنے رکھ کر سجدہ کر رہا ہے تو یہ ایک فعل عبث ہے ایسا کرنا مکروہ ہے لیکن نماز فاسد نہیں ہوگی۔ ہاں اگر کوئی ایسی چیز ہے کہ جو نجس ہے اور اس پر یہ سجدہ کر رہا ہے تو اب نماز فاسد ہو سکتی ہے کیونکہ یہاں نجاست سے اتصال ہو رہا ہے۔ (مرآۃ الفلاح) توجہ: اس سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ سواری مثلاً مشرق کی طرف چل رہی ہے اور وہ مغرب کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ رہا ہے تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ جس بنا پر سواری پر نفل نماز کی اجازت دی گئی تھی وہ فوت ہو رہی ہے، اس وجہ سے اس کی نماز جائز نہ ہوگی نیز واحد کی ضمیر لا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ اگر سواری پر جماعت کی گئی اور سب لوگ الگ الگ سوار ہیں تو امام کی نماز تو ہو جائے گی لیکن دوسرے سواروں کی نہیں ہاں وہ شخص جو خود امام کے سواری پر ہے اگر وہ نماز پڑھ رہا ہے تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ سواری پر نماز پڑھنے کی اجازت اس وجہ سے دی گئی ہے کہ ان نمازوں کے لئے کوئی وقت متعین نہیں ہے اب اگر اسکے لئے سواری سے اترنا ضروری قرار دیا جائے تو نفل نمازیں کم ہو جائیں گی۔

وبنی بنزولہ: یعنی ایک شخص سواری پر نفل نماز پڑھ رہا تھا اب زمین پر اتر آیا تو اس پر بناء کرے گا لیکن اگر زمین پر نماز پڑھ رہا تھا اور پھر سوار ہو گیا تو اب اس کے لئے بناء جائز نہیں اس لئے کہ اس نے ایسی حالت میں شروع کیا تھا کہ اس میں تحریمہ رکوع اور سجود تمام شامل تھے لہذا قوی کا بناء ضعیف پر ہوا یہ درست نہیں۔

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى أَنَّهُ يَنْزِلُ لِسُنَّةِ الْفَجْرِ لِأَنَّهُ أَكْثَرُ مِنْ غَيْرِهَا وَجَازٌ لِلْمَطْوَعِ الْإِتْكَاءُ عَلَى شَيْءٍ إِنْ تَعَبَ بِلَا كَرَاهَةٍ وَإِنْ كَانَ بِغَيْرِ عَذْرِ كَرِهَ فِي الْأَظْهَرِ لِإِسَاءَةِ الْأَدَبِ وَلَا يَمْنَعُ صِحَّةُ الصَّلَاةِ

عَلَى الدَّائِبَةِ نَجَاسَةً عَلَيْهَا وَلَوْ كَانَتْ فِي السَّرَّاجِ وَالرَّكَابَيْنِ عَلَى الْأَصَحِّ وَلَا تَصِحُّ صَلَوةُ الْمَاشِي بِالْإِجْمَاعِ.

ترجمہ:- اور امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت ہے کہ سوار فجر کی سنت کے لئے اترے گا کیونکہ یہ دوسری سنتوں کے مقابل زیادہ اہم ہے اور نفل نماز پڑھنے والے کے لئے اگر تھک گیا ہو تو کسی چیز پر ٹیک لگا لینا بلا کراہت کے جائز ہے اور اگر بغیر عذر کے ہے تو بے ادبی کی وجہ سے ظاہر مذہب میں مکروہ ہے اور کوئی نجاست جو سواری پر ہو اگرچہ وہ زین یا رکابوں پر لگی ہو تو صحیح مذہب کے بموجب نماز کے جائز ہونے کو نہیں روکتی پیدل چلنے والے کی نماز بالا جماع صحیح نہیں ہے۔

تشریح و مطالب:- لاناھا اکد من غیرھا: فجر سے پہلے دو رکعت تمام سنتوں میں زیادہ قوی ہے یہاں تک کہ ایک روایت میں ہے قال علیہ الصلوٰۃ والسلام لاتمدعوہما وان طردتکم الخیل

نیز ایک روایت میں ہے رکعتان الفجر احب الی من الدنیا وما فیہا۔ امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت اسکے وجوبیت کے بارے میں منقول ہے اور ایک روایت بروایت حضرت حسن یہ ہے کہ اگر اس سنت کو بیٹھ کر ادا کیا تو ادا نہ ہوگی۔

ان کان بغیر عذر: جو شخص نفل نماز پڑھ رہا تھا اس نے بلا عذر کے یعنی نہ اسے تھکن محسوس ہوئی تھی اور نہ کوئی ایسی بات تھی جسے عذر میں شمار کیا جائے اس وقت اس نے ٹیک لگا لیا تو اس کی نماز میں کراہت آجائے گی لیکن اگر کوئی عذر ہے اور اسکے بعد وہ کسی چیز پر ٹیک لگا کر نماز ادا کرتا ہے تو اس صورت میں کراہت نہیں اس لئے کہ یہاں پر ضرورت ہے اور ضرورت کی وجہ سے بعض چیزیں مباح ہو جاتی ہیں۔

لا یمنع: یعنی ایک آدمی نے اپنی سواری پر نماز ادا کی اور اس پر تھوڑی یا زیادہ نجاست تھی خواہ اس کے رکاب میں ہو یا اسکے زین میں تو اس کی یہ نماز صحیح ہو جائے گی اور اس نجاست کی وجہ سے اس کی نماز میں کوئی اثر نہیں آئے گا، صاحب عنایہ نے اس کی یہ توجیہ لکھی ہے کہ رکوع اور سجدہ جبکہ وہ دونوں نماز کے رکن ہیں اس صورت میں ساقط ہو جاتے ہیں تو اسی طریقہ سے نجاست کے رہنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے لیکن اس صورت میں ایک اشکال پڑتا ہے کہ اگر یہی بات ہے تو بلا وضو کے بھی نماز جائز ہو جانی چاہئے، لیکن جو صاحب عنایہ نے بیان کیا ہے وہ اصل نہیں۔ بلکہ اصل یہ ہے کہ یہاں پر ضرورت کی بناء پر ہے۔ لیکن محمد بن مقاتل اور ابو حفص الکبیر نے یہ قید لگائی ہے کہ جب نجاست بیٹھنے کی جگہ یا رکاب کی جگہ ایک درہم سے زیادہ ہو تو اس صورت میں نماز جائز نہ ہوگی اور قیاس کا بھی یہی تقاضا ہے اس لئے کہ اگر زمین پر اس مقدار سے زائد نجاست ہوگی اور ان جگہوں میں ہوگی جسے ان حضرات نے بیان کیا ہے تو نماز جائز نہ ہوگی لہذا یہی توجیہ زیادہ مناسب ہے۔ (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادب)

لاتصح الخ: ائمہ کا اور جمیع المسلمین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر پیدل چلنے والی نیت باندھ لے اور چلتا رہے تو اس کی نماز نہ ہوگی اس پیدل چلنے کو سواری پر قیاس کرنا درست نہیں۔

(فصل فی صلوٰۃ الفرض والواجب علی الدائِبۃ لا یصح علی الدائِبۃ صلوٰۃ الفرض والواجبات کالوتر والمنذور وما شرع فیہ نفلًا فافسدہ ولا صلوٰۃ الجنازۃ وسجدۃ ثلث آیاتہا علی الأرض الا لضرورۃ کخوف لص علی نفسه او ذابته او ثیابه لو نزل وخوف سبع وطین المكان وجموح الدائِبۃ وعدم

وَجَدَانِ مِنْ يَرْكَبُهُ لِعَجْزِهِ وَالصَّلَاةُ فِي الْمَحْمِلِ عَلَى الدَّابَّةِ كَالصَّلَاةِ عَلَيْهَا سَوَاءٌ كَانَتْ سَابِقَةً أَوْ وَاقِفَةً وَلَوْ جَعَلَ تَحْتَ الْمَحْمِلِ خَشْبَةً حَتَّى يَبْقَى قَرَارُهُ إِلَى الْأَرْضِ كَانَ بِمَنْزِلَةِ الْأَرْضِ فَتَصِحُّ الْفَرِيضَةُ فِيهِ قَائِمًا .

ترجمہ :- سواری پر فرض اور واجب نماز پڑھنے کا حکم۔ سواری پر فرض اور واجب نمازیں جیسے وتر اور منت مانی ہوئی نماز صحیح نہیں اور وہ نفل نماز شروع کیا تھا پھر فاسد کر دیا، اور نہ جنازے کی نماز اور نہ وہ سجدہ تلاوت کہ جسے زمین پر تلاوت کیا تھا سواری پر ادا کرنا صحیح نہیں، مگر ضرورت کے وقت جیسے چور کا ڈر ہو اپنے اوپر یا اپنے سواری کے اوپر یا اپنے کپڑے کے اوپر کہ اگر اترے گا تو نقصان ہو گا یا درندے کا خوف ہو یا بچے کی زمین گیلی ہو اور سواری کے جانور کا بد کننا اور اس شخص کا نہ پانا جو اسے سوار کر دے اس کے معذور ہونے کی وجہ سے اور کجاوے پر نماز پڑھنا ایسا ہی ہے جیسے سواری پر نماز پڑھنا خواہ وہ سواری چل رہی ہو یا رکی ہوئی ہو اگر کجاوے کے نیچے کوئی لکڑی رکھ دی یہاں تک کہ کجاوے کا ٹھہراؤ زمین پر ہو گیا تو گویا کہ یہ زمین کی طرح ہو گیا تو اس پر کھڑے ہو کر فرض نماز پڑھنا صحیح ہے۔

تشریح و مطالب :- مصنف نے پہلے سواری پر نفل نماز کا حکم بیان کیا حالانکہ فرض نماز کو پہلے بیان کرنا چاہئے تھا جیسا کہ اور جگہوں پر یہی طریقہ اختیار کیا ہے لیکن یہاں پر اسکے خلاف طریقہ اختیار کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ نفل نمازوں کی قسمیں بہت زیادہ تھیں اسی طریقہ سے اور اس میں بہت سی صورتیں تھیں کہ بعض صورتوں میں بلا کر بہت نماز جائز تھی اور بعض میں مع کر بہت اور بعض صورتیں ایسی تھیں کہ اسکے وقت میں نماز فاسد ہو جاتی ہے اس لئے کثرت اجزاء کی بناء پر نفل کے حکم کو مقدم کیا اور فرض اور واجب میں یہ صورتیں نہیں ہیں بلکہ مطلقاً سواری پر نماز جائز نہیں لہذا قلت اجزاء کی بنا پر مؤخر کیا۔

المندور : وہ نماز بھی سواری پر جائز نہیں کہ جس کی نذر مانی ہے اس لئے کہ نذر کے بعد نماز واجب ہو جاتی ہے اور ویرام ابو حنیفہ کے نزدیک جائز نہ ہوگی اور اسی حکم میں عیدین اور جمعہ کی نماز ہے۔

ماشرع فیہ نفلاً فافسدہ : اسی طریقہ سے وہ نفل نماز بھی جسے پہلے شروع کیا تھا لیکن شروع کرنے کے بعد درمیان میں توڑ دیا تو اب اس توڑنے کی بناء پر چونکہ یہ نماز اب واجب ہو گئی اس لئے اس کا حکم اب واجب کا ہوگا۔
لاصلوة الجنائزہ : اس لئے کہ جنازے کی نماز فرض کفایہ ہے چونکہ یہ ایک طرح سے فرض ہے اس وجہ سے اس کا حکم فرض ہی کا ہوگا۔

وسجدة تلّیت آیاتہا : یعنی نہیں صحیح ہے وہ سجدہ تلاوت کہ اس آیت کو زمین پر تلاوت کیا ہو اسکے بعد سوار ہو گیا ہو تو اب اس تلاوت کی وجہ سے چونکہ سجدہ تلاوت واجب ہو گیا تھا لیکن اب اس واجب کو سواری پر نہیں ادا کر سکتا، نیز اس سے ایک بات یہ بھی ثابت ہو گئی کہ اگر کوئی شخص تلاوت کر رہا تھا اور وہ بھی سوار تھا اور اس نے سجدہ تلاوت کیا جبکہ اس نے اس آیت کو سنا تو چونکہ اس نے حالت رکوب میں سنا ہے اس وجہ سے سواری پر اس وجوب کو ساقط کر سکتا ہے یعنی سجدہ تلاوت کا ادا کر لینا جائز ہے۔

الاضرورة : ایک شخص سوار تھا اب اسے اس بات کا خوف ہے کہ اگر میں اتر کر نماز پڑھتا ہوں تو خود میرے

اوپر خطرہ ہے یا اسی طریقہ سے میرے مال پر یا سواری کو نقصان ہو جائے گا، یا اسی طریقہ سے نیچے درندہ ہے اب اسے گمان ہے کہ اگر میں نیچے آیا تو اس سے مجھے گزند پہونچے گا تو اب سواری پر نماز ادا کر لینی جائز ہے اس لئے کہ یہ عذر ہے اور شریعت نے عذر کے وقت بہت سی چیزوں کو جائز قرار دیا ہے۔ خلاصہ میں لکھا ہے کہ فرض نماز سواری پر عذر کی وجہ سے جائز ہے اور اسکے ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سواری پر کھڑا ہو جائے اور قبلہ رخ ہو اور اشارے کے ذریعہ نماز پڑھے لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ سواری کو روک سکتا ہو لیکن اگر سواری کو نہیں روک سکتا تو اب جس طرف بھی ممکن ہو رخ کر کے نماز پڑھے مثلاً سواری مشرق کی طرف جا رہی تھی اور یہ ایسی جگہ پر ہے کہ اس کا قبلہ مغرب کی سمت ہے تو اگرچہ اب اس کی پیٹھ قبلہ کی طرف ہو رہی ہے لیکن یہ عذر ہے اسی بنا پر جائز ہے۔

وجموح الدبابة: جب سوار کو اپنی سواری کے بدک جانے کا خوف ہو کہ اگر وہ اس سے اترے گا تو پھر تنہا سوار نہیں ہو سکتا بلکہ کسی دوسرے کی ضرورت پڑے گی اور کوئی دوسرا وہاں پر موجود نہیں ہے کہ جسکی مدد سے وہ سوار ہو جائے تو اب اسکے لئے اس پر نماز پڑھنا بالاتفاق جائز ہے اور اس عذر کے ختم ہونے کے بعد اس پر اعادہ نہیں ہے (ماخوذ حاشیہ شیخ الادب) عدم وجدان: یعنی جب سوار کسی کو نہیں پارہا ہے کہ جو اسے سوار کر دے اور یہ خود عاجز ہے سوار نہیں ہو سکتا تو اسکے لئے جائز ہے کہ اس فرض اور واجب اور اسکے علاوہ تمام نمازوں کو ادا کر لے (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادب)

لوجعل: کجاوے پر نماز پڑھنی ایسی ہی ہے کہ جیسے سواری پر نماز پڑھنی لیکن اگر سواری رکی ہوئی ہو اور زمین سے کسی چیز کو کجاوے سے لگا دیا تو اب اس پر نماز پڑھنی درست ہے اور اب یہ گویا زمین کے مثل ہے اسلئے کہ اس صورت میں یہ حرکت نہیں کرے گا لہذا اسکا حکم زمین ہی کا حکم ہوگا۔

(فصل فی الصلوة فی السفینة) صلوة الفرض فیہا وہی جاریۃ قاعداً بلا عذر صحیحۃ عندہ أبی حنیفۃ بالرکوع والسجود وقالاً لا تصح الأمین عذر وهو لا یمکن العذر کدوران الرأس وعدم القدرة علی الخروج ولا تجوز فیہا بالایمان اتفاقاً والمربوط فی لجة البحر وتحركها الريح شدیداً کالسائرة والألفکاء الواقفة علی الأصح وإن كانت مربوطة بالشط لا تجوز صلواته قاعداً بالاجماع.

ترجمہ:- کشتی میں نماز پڑھنے کا حکم۔ چلتی ہوئی کشتی میں بیٹھ کر بلا عذر فرض نماز ادا کرنی رکوع اور سجدے کے ذریعہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک درست ہے اور صاحبین فرماتے ہیں کہ بلا عذر درست نہیں اور یہی ظاہر مذہب ہے اور عذر جیسے سر کا چکر کرنا اور اس سے نکلنے پر قادر نہ ہونا اور کشتی میں اشارے کے ذریعہ نماز پڑھنی بالاتفاق جائز نہیں، اور وہ کشتی جو کہ سمند کے موجوں میں بندھی ہوئی ہو اور اسکو ہوا شدت سے حرکت دیتی ہو تو یہ چلنے والے کے حکم میں ہوگی اور اگر جھونکے نہ دے رہی ہو تو یہ ٹھہری ہوئی کے حکم میں ہوگی قول اصح کے مطابق اور اگر کنارے بندھی ہوئی ہے تو اسے بیٹھ کر نماز پڑھنی بالاجماع صحیح نہیں ہے۔

تشریح و مطالب:- ابھی تک ان مقامات کا ذکر کر رہے تھے جن پر نماز پڑھنی اصل تھی، لیکن اگر کسی وجہ سے اس جگہ نہیں پڑھ سکا تو دوسری جگہوں پر کس طرح پڑھے اسے ذکر کر رہے ہیں۔

سواری کی حالت کو مقدم کیا اور کشتی کے احکامات کو مؤخر کیونکہ زیادہ تر ضرورت خشکی پر سفر کرنے کی پیش آتی ہے اس لئے پہلے اسکے احکامات کو بیان کیا اور دریا میں سفر کرنے کا اتفاق کم ہوتا ہے اس وجہ سے اسے مؤخر کیا۔

وہی جاریہ: یعنی ایک شخص کشتی میں سفر کر رہا ہے اور کشتی چل رہی ہے تو اس میں نماز بیٹھ کر پڑھ لینی درست ہے لیکن صاحبین فرماتے ہیں کہ اگر بیٹھ کر نماز ادا کی اور کوئی عذر نہیں ہے تو درست نہیں ہوگی اس لئے کہ قیام بلا عذر کے ترک کرنا جائز نہیں اور یہاں پر یہ بلا عذر کے ترک کر رہا ہے اس لئے اس کی نماز جائز نہ ہوگی لیکن اگر کشتی میں اشارے سے نماز پڑھے تو بلا کسی اختلاف کے جائز نہ ہوگی۔

الاظہر: یعنی صاحبین ہی کا قول زیادہ ظاہر ہے جیسا کہ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث میں ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سئل عن الصلوٰۃ فی السفینۃ فقال صل فیہا قائماً الا ان تخاف الغرق صاحب مرقا الفلاح فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظمؒ کی دلیل اقویٰ ہے کیونکہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن سیرینؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت انسؓ کے ساتھ کشتی میں نماز پڑھی اور اگر چاہتے تو کشتی سے باہر نکل کر بھی پڑھ سکتے تھے نیز علامہ زہدی فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ کی روایت مستحب اور اولویت پر محمول کی جائے گی۔ (مرقا الفلاح)

المربوطہ: یعنی ایک کشتی ایسی ہے کہ جو سمندر کے درمیان میں بندھی ہوئی ہے لیکن موجوں کے تھیزوں سے وہ حرکت کرتی ہے تو اس کا حکم چلتی ہوئی کشتی کا ہوگا اور اگر ایسی بات نہیں ہے وہ حرکت نہیں کرتی اپنی جگہ پر رکی ہوئی ہے تو اب اس کا حکم بندھی ہوئی کشتی کا ہوگا یعنی جس طریقہ سے اس میں ائمہ کا اختلاف ہے اب اس رکی ہوئی کشتی کے بارے میں وہی اختلاف ہوگا جو اوپر گذر چکا۔

فَإِنْ صَلَّى قَائِمًا وَكَانَ شَيْءٌ مِنَ السَّفِينَةِ عَلَى قَرَارِ الْأَرْضِ صَحَّتِ الصَّلَاةُ وَإِلَّا فَلَا تَصِحُّ عَلَى الْمُخْتَارِ إِلَّا إِذَا لَمْ يُمْكِنَهُ الْخُرُوجُ وَيَتَوَجَّهُ الْمُصَلِّي فِيهَا إِلَى الْقِبْلَةِ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ وَكُلَّمَا اسْتَدَارَتْ عَنْهَا يَتَوَجَّهُ إِلَيْهَا فِي خِلَالِ الصَّلَاةِ حَتَّى يُتِمَّهَا مُسْتَقْبِلًا.

ترجمہ:- اور اگر کشتی کنارے پر بندھی ہوئی ہے تو اس میں بیٹھ کر نماز پڑھنی بالاتفاق جائز نہیں پس اگر کھڑے ہو کر نماز ادا کی اور کشتی کا کچھ حصہ زمین سے ملا ہوا تھا تو نماز صحیح ہو جائے گی ورنہ صحیح مذہب کے مطابق نماز درست نہ ہوگی مگر جب اس سے نکلنا ممکن نہ ہو اور نماز پڑھنے والا کشتی کے اندر نماز شروع کرنے کے وقت قبلہ رخ ہوگا اور ہر مرتبہ جیسے کشتی قبلہ کے رخ کی طرف سے گھومتی رہے گی یہ شخص بھی گھومتا رہے گا یہاں تک کہ نماز کو ایسی حالت میں ختم کرے گا کہ وہ قبلہ رخ ہوگا۔

تشریح و مطالب:- بالشط: یعنی اگر کشتی کنارے پر بندھی ہوئی ہے تو اب بیٹھ کر نماز پڑھنی جائز نہیں اس میں کسی کا اختلاف نہیں اس لئے کہ یہاں پر چکر وغیرہ آنے کا احتمال باقی نہیں رہتا

اگر کشتی کنارے ہے اور نکلنا ممکن ہے تو اسے کشتی سے باہر آکر نماز ادا کرنی چاہئے اگر بلا کسی معذوری کے اس میں نماز ادا کر لی تو یہ صحیح نہیں ہوگی۔

بتوجہ: یعنی اگر کشتی چل رہی ہو اور اس میں نماز پڑھنی ہے تو جب قبلہ رخ ہوگا اس کے بعد تکبیر تحریر

کہے گا اب اگر نماز کے درمیان کشتی گھوم گئی جس کی بنا پر اس کا رخ قبلہ کی جانب سے پھر گیا تو اب یہ نماز ہی کی حالت میں قبلہ کی طرف رخ کر لے گا اور اس کا گھومنا نماز کو باطل نہ کرے گا اور جس وقت یہ نماز کو پوری کرے اس وقت اس کا قبلہ رخ ہونا ضروری ہے۔

ف: یہ سفر کسی بھی بنا پر ہو خواہ خود اپنے لئے ہو یا جہاد وغیرہ کے لئے ہر صورت میں نماز کشتی کے اندر پڑھی جاسکتی ہے اس میں کسی قسم کے سفر کی شرط نہیں، امام ابو حنیفہؒ بیٹھ کر نماز پڑھنے کو بلا عذر کے اس وجہ سے جائز قرار دیتے ہیں کہ عام طور پر کھڑے ہونے کی حالت میں سر میں چکر آجاتا ہے اسوجہ سے امام صاحب نے اسی عام بات پر نظر کرتے ہوئے بلا کسی قید کے جائز قرار دے دیا۔

(فصل فی التراویح) التَّارَوِیْحُ سُنَّةٌ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَصَلَوْتُهَا بِالْجَمَاعَةِ سُنَّةٌ كِفَايَةٌ وَوَقْتُهَا بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ وَيَصِحُّ تَقْدِيمُ الْوُتْرِ عَلَى التَّارَوِیْحِ وَتَاخِيرُهُ عَنْهَا وَيَسْتَحَبُّ تَاخِيرُ التَّارَوِیْحِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ أَوْ نِصْفِهِ وَلَا يَكْرَهُ تَاخِيرُهَا إِلَى مَا بَعْدَهُ عَلَى الصَّحِيحِ وَهِيَ عِشْرُونَ رَكْعَةً بَعَثَ تَسْلِيمَاتٍ وَيَسْتَحَبُّ الْجُلُوسُ بَعْدَ كُلِّ أَرْبَعٍ بِقَدْرِهَا وَكَذَا بَيْنَ التَّارَوِیْحَةِ الْخَامِسَةِ وَالْوُتْرِ وَسَنَ خَتَمَ الْقُرْآنَ فِيهَا مَرَّةً فِي الشَّهْرِ عَلَى الصَّحِيحِ وَإِنْ مَلَ بِهِ الْقَوْمُ قَرَأَ بِقَدْرٍ مَا لَا يُؤْدِي إِلَى تَغْيِيرِهِمْ فِي الْمُخْتَارِ وَلَا يَتْرَكُ الصَّلَاةَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فِي كُلِّ تَشْهَدٍ وَلَوْ مَلَ الْقَوْمُ عَلَى الْمُخْتَارِ وَلَا يَتْرَكُ الشَّاءَ وَتَسْنِيحَ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودَ وَلَا يَأْتِي بِالِدُّعَاءِ إِنْ مَلَ الْقَوْمُ وَلَا تُقْضَى التَّارَوِیْحُ بِفَوَاتِهَا مُنْفَرِدًا وَلَا بِجَمَاعَةٍ.

ترجمہ:- تراویح کا بیان۔ تراویح سنت ہے مردوں اور عورتوں کے لئے اور تراویح کی جماعت سنت کفایہ ہے اور اس کا وقت عشاء کی نماز کے بعد ہے، وتر کو تراویح پر مقدم کرنا صحیح ہے اور تراویح کو مؤخر کرنا، اور مستحب ہے تراویح کا تہائی رات یا نصف رات تک مؤخر کرنا اور اسکے بعد اس کا مؤخر کرنا صحیح مذہب کے مطابق مکروہ ہے اور یہ بیس رکعات ہے دس سلام کے ساتھ اور ہر چار رکعت کے بعد اسکی مقدار بیٹھنا مستحب ہے ایسے ہی پانچوں تردید اور وتر کے درمیان اور پورے مہینہ میں ایک مرتبہ قرآن کا ختم کرنا صحیح مذہب کے مطابق سنت ہے اور اگر قوم رنجیدہ ہو تو اسی مقدار پڑھے جس میں لوگوں کا انتشار نہ ہو اور حضور ﷺ پر درود بھیجنے کو ہر تشہد میں نہیں چھوڑا جائے گا اگرچہ قوم رنجیدہ ہو صحیح مذہب کے مطابق اور نہیں چھوڑے گا شاء کو اور نہ رکوع کی تسبیح کو اور نہ سجدے کی تسبیح کو اور دعاء کو نہیں پڑھے گا اگر قوم رنجیدہ ہو تراویح کے چھوٹ جانے کی وجہ سے اسکی قضا نہیں کرے گا خواہ تنہا ہو یا جماعت کے ساتھ۔

تشریح و مطالب:- | فصل: اسے سنت میں نہیں بیان کیا بلکہ علیحدہ ذکر کیا کیونکہ اس کے شعبے بکثرت ہیں اور اسکے احکامات جداگانہ ہیں، نیز اس لئے بھی کہ یہ نماز جماعت سے ادا کی جاتی ہے اور

دوسری نماز میں جماعت سے ادا نہیں کی جاتی لہذا مناسب یہی تھا کہ اسے علیحدہ طور پر بیان کیا جاتا۔

التراویح: یہ تردید کی جمع ہے اس کے لغوی معنی آرام کے ہیں، نیز اسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ہر چار رکعت کے بعد آرام کیا جاتا ہے اس وجہ سے اسے تراویح کہا جاتا ہے۔ اور اس کی ایک وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ نماز پڑھنا

شریعت کی نظر میں راحت ہے چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے قُوَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ مِثْرَى آفِئْتِمْ كِي تَحْذَكُمُ نَمَازٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہے روزہ دار کے لئے دو فرحتیں ہیں ایک افطار کے وقت اور دوسری فرحت اس وقت جب کہ اپنے رب سے ملاقات کرتا ہے۔ بظاہر لقاء رب سے مراد تراویح ہے نیز حضور ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا ارْحَنًا بِالصَّلَاةِ يَا بَلَالُ۔ یعنی اے بلال نماز کی تکبیر کہہ کر ہمیں آرام دلائیے۔ بہر حال اس قسم کی احادیث کی بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ چار رکعت کا نام ترویجہ اس لئے ہے کہ اس سے راحت اور سکون حاصل ہوتا ہے (ماخوذ ایضاً الا صبح)

مسئ: نماز تراویح کے سنت مؤکدہ اور مستحب کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے امام اعظمؒ سے ایک روایت مستحب کی منقول ہے اور دوسری روایت سنت مؤکدہ کے بارے میں ہے اور یہی صحیح روایت اور مختار مذہب ہے اور حضرات صاحبینؒ نے بھی سنت مؤکدہ کہا ہے، حضرت امام ابو یوسفؒ نے امام اعظمؒ سے تراویح اور حضرت عمرؓ کے فعل کے بارے میں سوال فرمایا تو حضرت امام اعظمؒ نے ارشاد فرمایا کہ یہ سنت مؤکدہ ہے اور حضرت عمرؓ کے اس فعل میں نفس کو کوئی دخل نہیں ہے اور نہ آپ نے اس میں کوئی بدعت ایجاد کی ہے، صاحب قدوری نے اسے مستحب قرار دیا ہے اس کی تاویل کرتے ہوئے صاحب ہدایہ نے ارشاد فرمایا کہ تراویح کے لئے جمع ہونا مستحب ہے اور نفس تراویح سنت مؤکدہ ہے۔ صاحب در مختار اس کے سنت ہونے پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خلفائے راشدین نے اس پر مواظبت فرمائی اور صحابہ کا اس پر اجماع ہے نیز اس کے بعد تمام امت کا اسی پر عمل ہے چنانچہ اسکے انکار کرنے والے کو بدعتی کہا جائے گا اور اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ان اللہ تعالیٰ سن لکم قیامہ وقال علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين من بعدی۔ نیز حضور ﷺ نے بھی صحابہ کے ساتھ دو راتیں یا تین راتیں پڑھائی جیسا کہ بخاریؒ نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے اس کے بعد حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا لم یمنع من الخروج اليکم الا انی خشیت ان تفرض علیکم (مسلم، نسائی، ترمذی) اسکے بعد سے حضرت عمرؓ کے دور خلافت تک لوگ تنہا تراویح کی نماز پڑھتے رہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس سنت کو زندہ کیا اور حضرت ابی بن کعبؓ کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور صحابہ میں سے کسی نے اس پر کلام نہیں کیا اور تمام لوگوں نے اس کو جماعت کیساتھ ادا کیا اس وجہ سے اس کو سنت کہا جاتا ہے اور مستحب کے مقابل میں سنت ہی کہنا زیادہ بہتر ہے۔ (مجمع الانهر)

بالجماعة: مصنفؒ نے اسکو مسجد کے ساتھ مقید کیا ہے اس لئے کہ اگر گھر میں جماعت کر لی جائے تب بھی فضیلت حاصل ہو جاتی ہے ہاں یہ الگ بات ہے کہ مسجد کی فضیلت اور ہے اور گھر میں ادا کرنے کی فضیلت اور، بہر حال ایک فضیلت تو حاصل ہو ہی جائے گی اس وجہ سے مطلق ذکر کیا۔

کفایہ: اس میں تین اقوال ہیں تمام لوگوں کے لئے سنت ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے تراویح کی نماز تنہا ادا کی تو اس سنت کے ترک کرنے کی وجہ سے گنہگار ہو گا دوسرا قول یہ ہے کہ تراویح کو اپنے گھر میں پڑھنا مستحب ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ تراویح کے لئے جماعت کا قائم کرنا سنت کفایہ ہے یہاں تک کہ اگر تمام مسجد والوں نے جماعت کو ترک کر دیا تو ان لوگوں کو گناہ ہو گا اور اگر جماعت قائم کر دی گئی اور چند لوگوں نے نماز پڑھ لی تو سب کے ذمہ سے ادا ہو جائے

گی جس طریقہ سے جنازے کی نماز اگر چند افراد نے پڑھ لی تو سب کے ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے، اب اس بارے میں اختلاف ہے کہ سنت کفایہ ہر ہر مسجد کے لئے ہے یا فقط ایک مسجد کے لئے یا محلہ کی ایک مسجد کے لئے، قول ظاہر یہ ہے کہ یہ ہر شہر کی ہر مسجد کے لئے کفایہ ہے صاحب شامی کے نزدیک محلہ کی ایک مسجد کے لئے فرض کفایہ ہے اگر محلہ میں سے کسی ایک نے جماعت سے نہ پڑھی تو تمام لوگ گنہگار ہوں گے۔

وقتہ بعد صلوٰۃ العشاء: اس کے وقت کے بارے میں علماء کے تین اقوال ہیں پہلا قول یہ ہے کہ تمام رات اس کا وقت عشاء سے پہلے اور عشاء کے بعد وتر سے پہلے اور وتر کے بعد۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا وقت عشاء سے لیکر وتر تک ہے، تیسرا قول وہی ہے جسے صاحب نور الایضاح نے اختیار کیا ہے۔ اس اختلاف کا نتیجہ اس وقت ظاہر ہو گا جبکہ تراویح کی نماز عشاء سے پہلے پڑھ لی جائے تو پہلے قول کے مطابق یہ تراویح کی نماز ہو جائے گی اور دوسرے قول دو قول کے مطابق نہیں ہوگی اور اگر اس کو وتر کے بعد پڑھا ہے تو دوسرے قول کے مطابق تراویح کی نماز نہیں ہوگی اور تیسرے قول کے مطابق ہو جائے گی اور اس کا نتیجہ اس وقت ظاہر ہو گا جب کسی شخص کی ایک ترویج یا دو ترویج فوت ہو جائے اب اگر یہ اس کے پورا کرنے میں لگتا ہے تو اس کی وتر کی نماز جماعت سے فوت ہو جائے گی تو پہلے قول کے مطابق یہ پہلے وتر کی نماز پڑھے گا پھر چھوٹی ہوئی تراویح کو پڑھے گا اور دوسرے قول کے مطابق پہلے چھٹی ہوئی تراویح کی رکعتوں کو بعد میں وتر کو۔

علیٰ الصّحیح: تراویح کی نماز نصف رات تک پڑھ سکتا ہے اس میں صحیح مذہب کے مطابق کوئی کراہیت نہیں ہے۔ لیکن بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ یہ مکروہ ہے اور اس کی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ عشاء کے تابع ہے گویا کہ یہ عشاء کی سنتوں کی طرح ہے (مرآۃ الفلاح) مصنف الصّحیح لا کراہی حضرات کے قول کی تردید کر رہے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یہی ہے کہ نصف رات تک بلا کسی کراہت کے تراویح کی نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

عشرون رکعۃ: یعنی تراویح کی نماز بیس رکعت ہے اس سے کم اور زائد نہیں اور اسی پر تمام لوگوں کا عمل ہے ہاں امام مالکؒ چھتیس رکعت کے قائل ہیں لیکن صحابہ کا اجماع بیس ہی رکعت پر ہے۔

بعشر تسلیمات یعنی اس بیس رکعت کے اندر دس مرتبہ سلام پھیرا جائے گا اور وہ اس طرح کہ دو دور رکعت پر سلام پھیر دیا جائے گا لیکن اگر دو پر سلام نہیں پھیرا بلکہ اسکے ساتھ دو اور ملا لیا اور چار پر جا کر بیٹھا تو صحیح یہی ہے کہ اگر اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے تو مکروہ ہے اور اس کی نماز صحیح ہو جائے گی اور اگر صرف اخیر کی چار رکعت میں بیٹھا تو اسکے لئے ایک سلام کافی ہو جائیگا۔

الجلوس: مصنف کے لئے بہتر یہ تھا کہ کہتے المستحب الانتظار بین الترویجین اس لئے کہ مصنف جس سے استدلال کر رہے ہیں وہ اہل حرمین کی عادت ہے اور اہل مدینہ اس بیٹھنے کے بدلے میں چار رکعت پڑھتے ہیں اور اہل مکہ اس وقفہ میں سات مرتبہ بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں اور دو رکعت طواف ادا کرتے ہیں، مستحب یہ ہے کہ اس درمیان میں وہ لوگ چپ چاپ انتظار کریں یا چار رکعت تنہا تنہا نماز پڑھیں لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ انتظار کریں اس لئے کہ تراویح راحت سے ماخوذ ہے پس اس طرح لغوی اور اصطلاحی معنی کے اندر مطابقت پیدا ہو جائے گی اور یہی توار ثا چلا بھی آ رہا ہے۔ (فتح القدیر)

مروۃ: سنت یہ ہے کہ قرآن کو ایک مرتبہ ختم کیا جائے اور اسے قوم کی سستی کی بناء پر ترک نہ کیا جائے اور ستائیسویں رات کو ختم کیا جائے اس لئے کہ زیادہ اخبار یہی ہے کہ ستائیسویں کو لیلۃ القدر ہے اور دو مرتبہ ختم کرنا فضیلت ہے اور ہر دس دن میں ختم کرنا افضل ہے، (بحر الرائق) صاحب محیط نے یہ بیان کیا ہے کہ اس میں اتنی مقدار پڑھی جائے کہ جس سے قوم رنجیدہ نہ ہو اور اسکے پڑھنے کی وجہ سے لوگ کم نہ ہوں۔

قوابقدر: مختارات النوازل میں ہے کہ ہر رکعت میں دس آیت پڑھے اس لئے کہ سنت اس میں ختم کرنا ہے اور اس لئے کہ پورے مہینہ میں تراویح کے رکعت کی تعداد سات سو ہے اور قرآن کی تمام آیات سات ہزار ہیں اس اعتبار سے کوئی مشقت بھی نہیں ہوگی اور آسانی کیساتھ ایک ختم بھی ہو جائے گا اور ایک ختم کرنا سنت ہے (البحر الرائق بمصرف) المختار: متاخرین اس بات پر فتویٰ دیتے ہیں کہ تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت پڑھی جائے یہاں تک کہ قوم رنجیدہ نہ ہو اور اس سے جماعت میں قلت نہ ہو حضرت حسن امام ابو حنیفہ کے بارے میں یہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص سورۃ فاتحہ کے بعد فرض نماز میں تین آیت پڑھ لے تو اس کی نماز ہو جائے گی اور اس پر کوئی حرج نہیں ہوگا تو اس کے علاوہ میں تو بدرجہ اولیٰ یہ بات ہوگی۔

ولا یتروک: یعنی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کو ترک نہیں کیا جائے گا اگرچہ قوم رنجیدہ ہو اس لئے کہ حنفیہ کے نزدیک حضور پر درود بھیجنا سنت مؤکدہ ہے اور بعض مجتہدین کے نزدیک فرض ہے لہذا بغیر درود بھیجے نماز نہیں ہوگی اسی طریقہ پر ترتیل اور تعدیل ارکان کو ترک نہیں کیا جائے گا اگرچہ اسکی وجہ سے قوم رنجیدہ خاطر ہو۔ (مرآۃ الفلاح) ولا تقضی: یعنی تراویح کی نماز اگر چھوٹ جائے تو قضا نہیں کی جائے گی اگرچہ بہت سے لوگوں کی چھٹی ہو اور لوگ اسے جماعت سے پڑھنا چاہتے ہوں، اس لئے کہ یہ سنت مؤکدہ ہے اور قضا واجب اور فرض کی خصوصیات میں سے ہے اور اگر قضا کر لیا تو یہ نفل مستحب ہوگی، تراویح کی قضا نہیں ہوگی اس لئے کہ تراویح وقت کے اندر سنت ہے اور وقت ختم ہونے کے بعد اسکی سنیت ختم ہو جاتی ہے۔

بابُ الصَّلَاةِ فِي الْكَعْبَةِ

صَحَّ فَرَضُ وَنَفْلُ فِيهَا وَكَذَا فَوْقَهَا وَإِنْ لَمْ يَتَّخِذْ سُرَّةً لَكِنَّهُ مَكْرُوهٌ لِإِسَاءَةِ الْأَدَبِ بِاسْتِعْلَاجِهِ عَلَيْهَا وَمَنْ جَعَلَ ظَهْرَهُ إِلَى غَيْرِ وَجْهِ إِمَامِهِ فِيهَا أَوْ فَوْقَهَا صَحَّ وَإِنْ جَعَلَ ظَهْرَهُ إِلَى وَجْهِ إِمَامِهِ لَا يَصِحُّ وَصَحَّ الْإِفْتِدَاءُ خَارِجَهَا بِإِمَامٍ فِيهَا وَالْبَابُ مَفْتُوحٌ وَإِنْ تَحَلَّقُوا حَوْلَهَا وَالْإِمَامُ خَارِجُهَا إِلَّا لِمَنْ كَانَ أَقْرَبَ إِلَيْهَا فِي جِهَةِ إِمَامِهِ.

ترجمہ:- کعبہ مکرمہ میں نماز۔ کعبہ شریف میں فرض اور نفل نماز پڑھنی صحیح ہے اسی طریقہ سے اسکے اوپر اگرچہ سترہ نہ بنایا ہو لیکن اسکے اوپر چڑھنے کی بے ادبی کی وجہ سے مکروہ ہے اور جو شخص اپنی پشت کو امام کے چہرے کے علاوہ کی طرف کرے تو اسکی نماز درست ہو جائے گی اور اگر اپنی پشت کو امام کے چہرے کی طرف کی تو درست نہ ہوگی۔ کعبہ سے باہر امام کی اقتداء کرنا جو کعبہ کے اندر ہو اور دروازہ کھلا ہو اور درست ہے اور اگر مقتدی کعبہ کے اور گرد حلقہ بنالیں اور امام بھی

خانہ کعبہ کے باہر ہو تو اقتداء صحیح ہے مگر اس شخص کی اقتداء صحیح نہ ہوگی جو امام کی جانب میں خانہ کعبہ سے زیادہ قریب ہو۔

تشریح و مطالب :- الکعبۃ: دو لفظ بولے جاتے ہیں ایک قبلہ دوسرے کعبہ۔ قبلہ کے اصلی معنی ہیں رخ اور کعبہ اس جگہ کا نام ہے جو مسجد حرام میں شہر مکہ میں واقع ہے اور قبلہ یعنی نماز پڑھنے کا رخ احناف کے نزدیک درحقیقت وہ فضا ہے جو چاروں سمت کے اعتبار سے خانہ کعبہ کے حدود میں محدود ہے اور پست و بالا کے لحاظ سے تحت الارض سے آسمان تک ہے وہ تعمیر جو ان حدود کو گھیرے ہوئے ہے قبلہ نہیں ہے لہذا صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں جب ایک مرتبہ اس تعمیر کو شہید کر دیا گیا تو صحابہ کرامؓ نے اسی محدود فضا کی طرف نماز پڑھی ان حضرات نے کوئی سترہ قائم نہیں کیا جیسا کہ امام شافعیؒ کا مسلک ہے کہ ایسی صورت میں سترہ قائم کرنا ضروری ہے (ماخوذ نور الاصابح)

والباب مفتوح: اگر دروازہ بند ہو لیکن مقتدیوں کو اس بات کا علم حاصل ہو کہ امام کس رکن میں ہے اور کس طریقہ سے منتقل ہو رہا ہے اگر اس کی خبر مقتدی کو حاصل ہے تب بھی نماز درست ہے۔

بَابُ صَلَاةِ الْمُسَافِرِ

أَقْلُ سَفَرٍ تَغْيِيرُهُ الْأَحْكَامَ مَسِيرَةَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ أَقْصَرِ أَيَّامِ السَّنَةِ بَسِيرٌ وَسَطٌ مَعَ الْإِسْتِرَاحَاتِ وَالْوَسْطُ سَيْرُ الْإِبِلِ وَمَشَى الْأَقْدَامُ فِي الْبَرِّ وَفِي الْجَبَلِ بِمَا يُنَاسِبُهُ وَفِي الْبَحْرِ اعْتِدَالُ الرِّيحِ فَيَقْصُرُ الرُّبَاعِيُّ مِنْ نَوَى السَّفَرِ وَلَوْ كَانَ عَاصِيًا بِسَفَرِهِ إِذَا جَاوَزَ بَيُوتَ مَقَامِهِ وَجَاوَزَ أَيْضًا مَا اتَّصَلَ بِهِ مِنْ فَنَائِهِ وَإِنْ انفَصَلَ الْفَنَاءُ بِمَرْزَعَةٍ أَوْ قَلْبَرٍ غَلَوَةٍ لَا يَشْتَرِطُ مُجَاوَزَتَهُ وَالْفَنَاءُ الْمَكَانُ الْمُعَدُّ لِمَصَالِحِ الْبَلَدِ كَرَكْضِ الدَّوَابِّ وَدَفْنِ الْمَوْتَى.

ترجمہ :- مسافر کی نماز کے احکامات :- کم سے کم سفر کی مقدار جس سے احکام بدل جاتے ہیں سال کے چھوٹے تین دنوں میں چلنا ہے متوسط رفتار کے ساتھ آرام کرتے ہوئے اور وسط چال اونٹ کی چال ہے اور خشکی میں پیدل چلنا ہے، اور پہاڑ میں اس چیز کے چال کا اعتبار ہوگا جو اس کے مناسب ہے اور دریا میں ہوا کے معتدل ہونے کے وقت کا اعتبار ہوگا، پس چار رکعت والی نماز میں قصر کرے گا جس نے سفر کا ارادہ کیا ہے اگرچہ وہ سفر میں گنہ گار ہو اور جب وہ گزر جائے اپنے مقامات کے مکانات سے اور نیز آگے چلا جائے اپنے فناء کے ان مقامات سے جو اس سے ملے ہوئے ہیں، اور اگر فناء منفصل ہے کھیتی کی وجہ سے یا ایک غلوہ کی مقدار اس سے گزر جائے بشرط نہیں اور فناء اس مکان کا نام ہے جو شہر کے مصالح کیلئے بنایا جاتا ہے جیسے گھوڑ دوڑ اور قبرستان۔

تشریح و مطالب :- المسافر سفر کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) سفر اطاعت جیسے حج اور جہاد کے لئے سفر کرنا۔ (۲) سفر مباح جیسے تجارت کے لئے سفر کرنا (۳) سفر معصیت جیسے ڈاکہ ڈالنے کے لئے سفر کرنا۔ پہلے دو میں بالاتفاق رخصت ہے اور اس تیسرے کے بارے میں امام اعظمؒ کے نزدیک رخصت ہے لیکن امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک سفر معصیت میں رخصت نہیں ہے (طحاوی) سفر کے لغوی معنی قطع مسافت کے ہیں اور شرعی اصطلاح میں خاص مقدار کی مسافت خاص رفتار سے طے کرنے کو سفر کہا جاتا ہے۔

ثلاثة: یہ اس سفر کی مقدار ہے جس کی وجہ سے نماز میں قصر کیا جائے گا اور جس کی وجہ سے افطار کرنا جائز ہوگا اور سوزے پر تین دن اور تین رات مسح کرنا جائز ہوگا اور قربانی کرنی ساقط ہو جائے گی۔
ایام: سفر کی مقدار میل اور فرسخ سے متعین نہیں کی جائے گی بلکہ مسافت کے ساتھ متعین کیا جائے گا، نیز ایام کی قید اس وجہ سے لگائی کی اکثر سفر دن میں ہی کیا جاتا ہے اس وجہ سے دن کو خاص کر دیا ورنہ اگر سفر رات میں کیا جائے تو اس وقت رات کا اعتبار ہوگا۔

وسط: اس چال میں درمیانی چال کا اعتبار کیا جائیگا لہذا اگر کوئی شخص ضرورت کی بنا پر تیز چلے جیسے ڈاک وغیرہ پہنچانے کے لئے یا بعض لوگوں کی عادت تیز چلنے ہی کی ہوتی ہے تو ان لوگوں کی چال کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ اگر یہ لوگ تین دن کی سفر کی مقدار ایک دن میں طے کر لیں تو یہ لوگ بھی نماز کو قصر کریں گے جیسے اس زمانے میں ٹرین سے سفر کرنے والے تین دن کی مقدار کو چند گھنٹوں میں طے کر لیتے ہیں اس لئے یہ لوگ منزل پر پہنچ کر قصر کریں گے۔
الاستراحات: سفر کے وقت کھانے پینے اور سونے کی ضرورت پیش آتی ہے یہ ممکن نہیں ہو تا کہ آدمی دن اور رات چلتا ہی رہے اس لئے ان ضروریات کے مواقع کو بھی اسی مدت میں شمار کیا جائے گا اور آرام کے ساتھ ان تمام چیزوں کو پوری کرنے کے بعد آدمی ایک دن میں جس مقدار سفر طے کر لے گا اس کا اعتبار ہوگا اور اس چال میں اونٹ کی چال معتبر ہوگی جو معتدل رفتار سے خشکی میں چلتا ہے۔

فی الجبل: یہ حکم اور یہ مقدار اس زمین کی بیان کی جا رہی ہے جو ہموار تھی اور پہاڑ میں چونکہ بعض مواقع ایسے ہوتے ہیں کہ جہاں سے گزرناد شوار ہوتا ہے بعض مواقع ایسے ہوتے ہیں کہ جہاں اوپر چڑھنا پڑتا ہے اس چڑھنے میں زیادہ دیر لگتی ہے اور بعض جگہیں ایسی ہوتی ہیں کہ جہاں پر اتار ہوتا ہے وہاں پر جلدی سے سفر طے ہو جاتا ہے لہذا ایسی جگہوں میں اس چال کا اعتبار ہوگا جو اس جگہ کے مناسب ہو۔ (موافی الفلاح)

فی البحر: یہ دونوں حکم تو خشکی کے لئے تھے اب یہاں سے سمندر کا حکم بیان کر رہے ہیں اس لئے کہ بعض مرتبہ ہوائیں کشتی کے موافق ہوتی ہیں اس وقت سفر زیادہ طے ہوتا ہے بعض مواقع ایسے ہوتے ہیں کہ ہوا کشتی کے موافق نہیں ہوتی وہاں پر دو منٹ کا سفر گھنٹوں میں طے ہوتا ہے اس وجہ سے اس کے حکم کو بیان کرنا ضروری تھا لہذا یہ حکم بیان کر دیا کہ اس میں معتدل ہواؤں کا اعتبار ہوگا۔

فی قصر: سفر کی حالت میں نماز کا قصر کرنا واجب ہے اگر کسی شخص نے سفر کی حالت میں نماز کو پوری پڑھی تو وہ گنہ گار ہو گا نیز یہاں پر فرض کو مقید کر دیا اسلئے کہ وتر اور سنن میں قصر نہیں ہوتی، اسی طریقہ سے رباعی کے ساتھ مقید کر دیا اس لئے کہ تین رکعت والی اور دو رکعت والی نماز میں قصر نہیں ہوتا، فرض رکعتیں حالت اقامت میں سترہ ہوتی ہیں اور سفر کی حالت میں گیارہ۔ ہاں یہ ایک الگ مسئلہ ہے کہ وہ سنت کے ساتھ کیا کرے تو علماء نے بیان کیا ہے کہ اگر سفر میں اسے سکون ہے کسی چیز کا خوف نہیں ہے تو وہ سنت کو ادا کرے گا لیکن اگر یہ باتیں نہیں پائی جاتیں وہ جلدی میں ہے یا کسی بات کا خوف ہے تو اب وہ سنت کو ترک کر دے گا لیکن وتر کو نہیں چھوڑے گا کیونکہ وہ واجب ہے

اور اسکی قضا جائز ہے بخلاف سنتوں کے کہ سنتوں کی قضا نہیں ہوتی لہذا اگر اس وقت وتر کو چھوڑ دیا تو بعد میں قضا کرے گا۔
من نوی: یعنی قصر وہ کرے گا جس نے سفر کی نیت بھی کی ہو اگر کسی نے سفر کی نیت نہیں کی اور تمام عالم کا سفر طے کر لیا تب بھی وہ مسافر نہیں کہلائے گا اور اسکے اوپر سفر کے احکام اور اس کی رخصتیں اور سہولتیں نہیں ہوں گی اور یہ نیت نماز سے قبل ہونی چاہئے چنانچہ اگر کسی نے کشتی میں نماز شروع کی اور نماز پڑھ ہی رہا تھا کہ ہوا کی وجہ سے کشتی چلنے لگی اور اب اس نے سفر کی نیت کر لی تو اس صورت میں امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ چار رکعت نماز لا کرے اسی طرح سے نیت کرنے والا وہ ہو کہ جس کی نیت کا اعتبار بھی ہو تا ہو چنانچہ اگر بچے نے یا غلام نے سفر کی نیت کی تو ان کی نیت کا اعتبار نہیں ہو گا سوائے کہ دوسرے کے تابع ہیں اور اسی طرح سفر کی نیت کے ساتھ ہی ساتھ سفر بھی شروع کر دینا چاہئے۔ (مطہاوی)

لو کان عاصبا الخ: یعنی اس کا یہ سفر اگرچہ معصیت کیلئے ہو جیسے کوئی اس ارادے سے چلے کہ میں زنا کروں گا یا اسی طرح کہ میں سفر کر کے جا رہا ہوں اور وہاں پہنچ کر چوری کروں گا یا اسی طرح کسی معصیت کا ارادہ ہو تو اس صورت میں امام اعظم ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت بھی اس کیلئے رخصت حاصل ہوگی لیکن امام شافعیؒ امام مالکؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ یہ سفر ایک گناہ کیلئے ہے لہذا اس کو یہ رخصت نہ ملنی چاہئے ایک صورت اور ہے کہ یہاں سے وہ معصیت کی نیت سے نہیں چلا تھا لیکن وہاں پہنچ کر اس نے معصیت اور گناہ کیا تو اسکے راستے میں اسے رخصت حاصل رہے گی۔

اذا جاوز: مصنفؒ نے جاوز مطلق فرمایا اس لئے کہ جس جانب سے وہ نکل رہا ہے اس جانب کا اعتبار ہو گا نیز اگر اس جانب بستی ہو اور اب وہ بستی اس سے منفصل ہو گئی ہو لیکن قدیم زمانے میں اسی سے ملی ہوئی تھی تو اب اس کو اسی بستی میں شمار کیا جائے گا اور جب اس بستی سے جو اس وقت الگ ہے نکل جائے گا اس وقت مسافر کہلائے گا۔

بیوت مقامہ: مصنفؒ نے بیوت جمع استعمال کیا اس لئے کہ اس سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ تمام شہر کے مکانات سے الگ ہو جانا چاہئے خواہ وہ اب اس شہر میں شمار نہ ہوتے ہوں لیکن قدیم زمانے میں اس سے ملے ہوئے تھے (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادب)

جاوز ایضا: یعنی اس مقام سے بھی دور ہو جانا ضروری ہے جو شہر سے متصل ہو مثلاً گھوڑ دوڑ اور اسی طرح سے قبرستان اس لئے کہ یہ چیزیں عام طور سے شہر کے باہر ہوتی ہیں اور ان کو شہر ہی میں شمار کیا جاتا ہے تو گویا کہ یہ بھی شہر میں داخل ہیں لہذا ان سے بھی جدا ہو جانا اور ان سے نکل جانا ضروری ہے۔ (مراقی الفلاح بتغیر)

ان انفصل: مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسا شہر ہو کہ جس سے کھیتیاں متصل ہوں تو اب اس کو یہ ضروری نہیں کہ وہ ان کھیتوں سے الگ ہو اس کے بعد نماز قصر کرے۔

غلوة: تین سو سے چار سو قدم کی مقدار۔ (مراقی الفلاح)

وَيَشْتَرِطُ لِصِحَّةِ نِيَّةِ السَّفَرِ ثَلَاثَ أَشْيَاءَ الْإِسْقَالُ بِالْحُكْمِ وَالْبُلُغُ وَعِلْمُ نَقْصَانِ مَدَّةِ السَّفَرِ عَنْ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَلَا يَقْصُرُ مَنْ لَمْ يُجَاوِزْ عُمُرَانَ مَقَامِهِ أَوْ جَاوَزَ فَكَانَ صَبِيًّا أَوْ تَابِعًا لَمْ يَتَوَّعْبْهُ السَّفَرُ كَالْمَرْأَةِ مَعَ زَوْجِهَا وَالْعَبْدِ مَعَ مَوْلَاهُ وَالْجُنْدَى مَعَ أَمِيرِهِ أَوْ نَاوِيًا دُونَ الثَّلَاثَةِ وَآمْتَبَرُ نِيَّةُ الْإِقَامَةِ وَالسَّفَرُ مِنَ الْأَصْلِ دُونَ التَّبَعِ إِنْ

عَلِمَ نِيَّةَ الْمَتْبُوعِ فِي الْأَصَحِّ وَالْقَصْرُ عَزِيمَةٌ عِنْدَنَا فَإِذَا تَمَّ الرَّبَاعِيَّةُ وَقَعَدَ الْقُعُودَ الْأَوَّلَ صَحَّتْ صَلَوَتُهُ مَعَ الْكَرَاهَةِ وَالْأَفْلَ تَصِحُّ إِلَّا إِذَا نَوَى الْإِقَامَةَ لَمَّا قَامَ لِلثَّلَاثَةِ وَلَا يَزَالُ يَقْصُرُ حَتَّى يَدْخُلَ مِصْرَهُ أَوْ يَنْوِيَ إِقَامَتَهُ نِصْفَ شَهْرٍ بِلَدٍّ أَوْ قَرْيَةٍ وَقَصْرُ أَنْ نَوَى أَقَلَّ مِنْهُ أَوْ لَمْ يَنْوِ وَبَقِيَ سِتِينَ وَلَا تَصِحُّ نِيَّةُ الْإِقَامَةِ بِبِلَدَتَيْنِ لَمْ يُعَيَّنِ الْمَيْتُ بِأَحَدِهِمَا وَلَا فِي مَفَازَةٍ لغيرِ أَهْلِ الْأَخْيَةِ وَلَا لِعَسْكَرِنَا بَدَارِ الْحَرْبِ وَلَا بَدَارِنَا فِي مُحَاصَرَةِ أَهْلِ الْبَغْيِ وَإِنْ اقْتَدَى مُسَافِرٌ بِمَقِيمٍ فِي الْوَقْتِ صَحَّ وَاتَّمَّتْ أَرْبَعًا وَبَعْدَهُ لَا يَصِحُّ وَبِعَكْسِهِ صَحَّ فِيهِمَا.

ترجمہ:- سفر کی نیت کے صحیح ہونے کے واسطے تین چیزیں شرط ہیں حکم میں مستقل ہونا، بالغ ہونا، مدت سفر کا تین دن سے کم نہ ہونا، تو وہ قصر نہیں کرے گا جو اپنے مقام کی بستی سے آگے نہ گیا ہو یا چلا تو گیا ہو لیکن بچہ ہو یا تابع ہو اور اسکے متبوع نے سفر کی نیت نہ کی ہو جیسے عورت اپنے شوہر کے ساتھ، اور غلام اپنے مالک کے ساتھ، یا فوجی اپنے کمانڈر کے ساتھ یا نیت تو کی ہو مگر سفر کی مدت تین دن سے کم کی ہو اور اقامت و سفر میں اصل کی نیت کا اعتبار ہو گا تابع کی نہیں اگر اصل کی نیت معلوم ہو جائے اصل مذہب میں۔ ہمارے نزدیک قصر ہی اصل حکم ہے توجب چار رکعت والی نماز کو پوری پڑھ لی اور قعدہ اولیٰ کر لیا تو اس کی نماز کراہت کے ساتھ صحیح ہو جائے گی اور اگر قعدہ اولیٰ نہیں کیا تو اس کی نماز نہیں ہوگی مگر جب کہ تیسری رکعت میں کھڑے ہوتے وقت اقامت کی نیت کر لی ہو، اور برابر قصر کر کے پڑھتا رہے گا یہاں تک کہ اپنے شہر میں داخل ہو جائے یا کسی شہر یا گاؤں میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لی ہو اور اگر اس سے کم کی نیت کی ہے تو قصر کرے گا یا کچھ نیت ہی نہ کی ہو مگر قصر کرتا رہے گا اگرچہ وہاں پر چند سال ٹھہرا رہے اور ایسے دو شہروں میں کہ رات گذارنی متعین نہیں وہاں پر اقامت کی نیت صحیح نہیں اور اہل اخذیہ کے علاوہ جنگل میں اقامت کی نیت صحیح نہیں اور نہ اسلامی لشکر کے لئے دار الحرب میں اور اہل بغاوت کے محاصرہ کے لئے دار الاسلام میں اقامت کی نیت صحیح نہیں اور اگر مسافر نے مقیم کی وقت کے اندر اقتدا کی تو صحیح ہے اور چار رکعت پوری پڑھے گا اور اسکے بعد صحیح نہیں ہے اور اسکے عکس کی صورت میں وقت اور غیر وقت دونوں میں صحیح ہو جاتی ہے۔

تشریح و مطالب:- بشرط لصحة نية السفر: سفر کی نیت کے صحیح ہونے کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں کہ اگر وہ نہ پائی گئیں تو نیت سفر صحیح نہ ہوگی۔

الاستقلال: یعنی وہ حکم میں کسی کے تابع نہ ہو وہ بذات خود اپنا ارادہ رکھتا ہو جیسے آقا آزاد، بالغ وغیرہ۔
البلوغ: سفر کی نیت صحیح ہونے کے لئے دوسری شرط یہ ہے کہ سفر کرنے والا بالغ ہو لہذا اگر وہ نابالغ ہو گا تو اس کی نیت صحیح نہ ہوگی اس لئے کہ وہ دوسرے کے تابع ہے بذات خود حکم نہیں رکھتا۔

عدم نقصان مدة الخ: اسی طرح تیسری شرط یہ ہے کہ سفر کی مدت تین دن سے کم نہ ہو لہذا اگر سفر کی مدت تین دن سے کم کی ہوگی تو وہ مسافر نہ مانا جائیگا لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تین دن ضروری نہیں بلکہ دو دن مکمل اور تیسرے دن کا اکثر حصہ ہے اسلئے مصنفؒ نے ثلاثہ ایام کہہ کر اشارہ کر دیا کہ صحیح قول یہی ہے کہ تین دن کا اعتبار ہوگا۔
فلا يقصر: یہاں سے تفصیل بیان کر رہے ہیں کیونکہ پہلے ایک قاعدہ کلیہ بیان کر دیا کہ شہر کے تمام مکانات

سے نکل جائے تب قصر کرے اب اسی کو یہاں پر مفصل بتلا رہے ہیں۔

کالمراة: یہاں پر امرأۃ کو مطلق ذکر کیا حالانکہ یہ اس عورت کے ساتھ مقید ہے جس کو ابھی مہر ادا نہ کیا گیا ہو اس لئے کہ وہ جانے سے انکار کر سکتی ہے کیونکہ امام صاحبؒ کے نزدیک اس عورت کا وطی کرنے سے منع کر دینا جائز ہے اسی طریقہ سے مہر کے مطالبہ کیلئے بلا شوہر کی اجازت کے ٹکٹنا جائز ہے۔ (مرآۃ الفلاح، حاشیہ شیخ الادب)
العبد: اسے مطلق ذکر کیا حالانکہ اس میں مکاتب شامل نہیں اس لئے کہ وہ مولا کی اجازت کے بغیر سفر کر سکتا ہے مکاتب کے علاوہ تمام قسم کے غلام جیسے ام ولد اور مد برد وغیرہ تمام کا یہ حکم ہو گا کہ وہ مولیٰ کے تابع ہونگے۔
ان علم: تابع کو اپنے متبوع کا علم ضروری ہے اگر اسے اپنے متبوع کے علم کا پتہ نہ ہو تو یہ لوگ قصر کر سکتے ہیں، تابع کو اپنے متبوع کی نیت کے بارے میں دریافت کر لینا ضروری ہے اور قول اصح یہی ہے۔

صحت صلوة: اگر مسافر تھا اور اس نے ظہر کی نماز چار رکعت ادا کر لی تو اس کی دو صورتیں ہوں گی یا تو یہ دور رکعت پڑھ کر بیٹھا ہو گا تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی کیونکہ دور کعتوں کے بعد قعدہ کرنا فرض ہے اور یہ اسکی آخری نماز ہے یا دور رکعت پر بیٹھا نہیں ہو گا بلکہ اسکے بعد دور رکعت اور پڑھ کر قعدہ اخیرہ کیا ہو گا تو اب اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔
ولا ینزال: جب شہر میں داخل ہو گیا تو خواہ نیت کرے یا نہ کرے مقیم ہو جائے گا۔

اوبنوی: یہاں پر نیت کو مطلق ذکر کیا تو اس میں حکمی اور حقیقی دونوں فتہیں شامل ہو گئیں۔ حکمانیت مثلاً ایک قافلہ حج کو جا رہا تھا اس نے یہ ارادہ کیا کہ میں بھی ان کے ساتھ سفر کروں گا لیکن بعد میں یہ بات معلوم ہوئی کہ ابھی قافلہ پندرہ دن تک نہیں جایا اور اس نے بھی ارادہ کر لیا کہ میں قافلہ کے ساتھ ہی جاؤں گا تو اب یہ قصر نہ کرے گا اقامت کی نیت نماز میں کرے یا نماز کے باہر دونوں صورتیں برابر ہیں۔

لاتصح نية الاقامة: ایک شخص کسی شہر میں گیا اور وہ صرف وہیں پر مقیم نہیں رہتا بلکہ کبھی ایک شہر میں اور کبھی دوسرے شہر میں نیز یہ بھی متعین نہیں رہتا کہ رات کو کہاں رہے گا تو ایسی صورت میں خواہ پندرہ دن سے زائد ہی کیوں نہ ایک شہر میں رہنا پڑے لیکن اقامت کی نیت صحیح نہیں ہوگی۔

اهل الاخبية: اغبیہ جنگل میں رہنے والوں کو کہتے ہیں انکا کوئی مقام نہیں ہوتا، یہ جہاں چاہتے ہیں خیمہ ڈال کر پڑے رہتے ہیں انکے ساتھ مقید کر کے اسی بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر کوئی دوسرا ان کے ساتھ اقامت کی نیت کرے تو امام اعظمؒ کے نزدیک مقیم نہیں ہوگا۔

ولا لعسکرنا: اسلامی لشکر دار الحرب میں لڑائی کر رہا ہے اور اسے اس بات کی امید ہو کہ میں یہاں سے پندرہ دن قبل نہیں جاسکتا تو اگر وہ اقامت کی نیت کریں تو اقامت کی نیت صحیح نہیں ہوگی اسلئے کہ حتمی طور پر انہیں یہ نیت نہیں ہے کہ میں یہاں پندرہ ہی دن رہوں گا اسلئے کہ لڑائی کا کوئی سہارا نہیں ہوتا کبھی کبھی سخت مہم کے باوجود جلدی فتح ہو جاتی ہے۔
لابد اونا: اگر دارالاسلام میں اسلامی لشکر کسی بغاوت کر نیوالے کا محاصرہ کئے ہوئے ہو اور یہ لوگ جن کا محاصرہ کیا گیا ہے ان لوگوں نے امام حق کی مخالفت کی ہے تو اس صورت میں اس لشکر کا حکم نہیں ہو گا جو دار الحرب میں ہے۔

ان اقتدی مسافر: اگر امام مقیم ہو اور اسکے پیچھے نماز پڑھنے والے مسافر ہوں اور یہ نماز وقت کے اندر ہو تو مسافر چار رکعت ادا کریں گے اس لئے کہ یہ لوگ اس وقت امام کے تابع ہیں اور امام پر چار رکعت فرض ہے۔
وبعدہ لایصح: اگر وقت نکل گیا ہے اب مسافر مقیم کی اقتدا کر رہے ہیں تو یہ صحیح نہیں اگرچہ امام مقیم وقت کے اندر ہی ہو تو بھی درست نہ ہوگی۔

وبعکسہ صح: لیکن اگر امام مسافر ہے خواہ وقت کے اندر ہو یا وقت کے بعد دونوں صورتوں میں درست ہے چنانچہ حدیث پاک میں ہے صلی اللہ علیہ وسلم باہل مکة وقال اتموا صلوٰتکم فانما قوم سفر (ترمذی، ابوداؤد) ہاں یہ بات ضرور ہے کہ مسافر سلام پھیرنے کے بعد مقتدی دور رکعت بنیت فرض ادا کریں گے اگر بغیر نیت کے ادا کی تو نفل ہو جائے گی۔

وَنَدَبَ لِلْإِمَامِ أَنْ يَقُولَ أَتَمُّوا صَلَوَاتَكُمْ فَإِنِّي مُسَافِرٌ وَيَنْبَغِي أَنْ يَقُولَ ذَلِكَ قَبْلَ شُرُوعِهِ فِي الصَّلَاةِ وَلَا يَقْرَأَ الْمُقِيمُ فِيمَا يَتِمُّهُ بَعْدَ فَرَاحِ إِمَامِهِ الْمُسَافِرِ فِي الْأَصْحَ وَالْأَتَمَّةِ السَّفَرِ وَالْحَضَرِ تَقْضِي رَكْعَتَيْنِ وَأَرْبَعًا وَالْمُعْتَمِرُ فِيهِ آخِرُ الْوَقْتِ وَيَبْطُلُ الْوَطْنُ الْأَصْلِيُّ بِمِثْلِهِ فَقَطُّ وَيَبْطُلُ وَطْنُ الْإِقَامَةِ بِمِثْلِهِ وَبِالسَّفَرِ وَبِالْأَصْلِيِّ وَالْوَطْنُ الْأَصْلِيُّ هُوَ الَّذِي وَلَدَ فِيهِ أَوْ تَزَوَّجَ أَوْ لَمْ يَتَزَوَّجْ وَقَصْدُ التَّعِيشِ لَا الْإِرْتِحَالَ عَنْهُ وَوَطْنُ الْإِقَامَةِ مَوْضِعُ نَوَى الْإِقَامَةِ فِيهِ نِصْفُ شَهْرٍ فَمَا فَوْقَهُ وَلَمْ يَتَعَبَّرِ الْمُحَقِّقُونَ وَطْنِي السُّكْنَى وَهُوَ مَا يَنْوِي الْإِقَامَةَ فِيهِ دُونَ نِصْفِ شَهْرٍ.

ترجمہ:- اور امام کے لئے مستحب ہے کہ کہے تم لوگ اپنی نمازوں کو پوری کر لو اس لئے کہ میں مسافر ہوں اور بہتر یہ ہے کہ نماز کے شروع کرنے سے قبل اسے کہے اور جن رکعات کو مسافر امام کے بعد پوری کرے اس میں صحیح مذہب کے مطابق قرأت نہ کرے اور سفر اور حضر کی نماز میں دور رکعت اور چار رکعت کر کے ادا کرے اور اس میں آخری وقت کا اعتبار کیا جائے گا وطن اصلی اپنے مثل سے باطل ہو گا اور وطن اقامت اپنے مثل سے اور سفر وطن اصلی سے باطل ہو جائے گا اور وطن اصلی وہ ہے جس میں وہ پیدا ہوا ہے یا سمیں شادی کی ہے یا شادی نہیں کی ہے مگر اس میں زندگی گزارنے کا ارادہ کیا ہے کوچ کا ارادہ نہیں ہے، اور وطن اقامت وہ ہے جس میں نصف مہینہ یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کی ہے اور وطن سکنی کا محققین نے اعتبار نہیں کیا ہے اور وطن سکنی وہ ہے کہ جس میں پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کی ہو۔

تشریح و مطالب:- نَدَبَ لِلْإِمَامِ: اگر مسافر امامت کر رہا ہے اور اسکے پیچھے نماز پڑھنے والے مقیم ہیں تو اس مسافر امام کے لئے بہتر یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد یہ کہے کہ اتموا صلوٰتکم فانی مسافر لیکن اس سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ تکبیر تحریر سے قبل ہی مقتدیوں کو بتلا دے کہ میں مسافر ہوں تاکہ اسکے سلام پھیرنے پر اس بات کا شبہ نہ ہو کہ یہ سلام غلطی سے پھیر رہا ہے۔

ولا یقرأ المقیم: مسافر امام کے سلام پھیرنے کے بعد مقیم جن رکعات کو پوری کرے گا اس میں تلاوت قرآن نہیں کرے گا اس لئے کہ امام کو پہلی دور رکعتوں میں پالیا ہے اور قرأت انہی رکعتوں میں ضروری ہے۔

فی الاصح: صحیح مذہب تو یہی ہے کہ مقیم بعد کی رکعتوں میں قرات نہ کرے لیکن بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ یہ مسبوق کی طرح ہے لہذا قرات کرے گا۔ (طحاوی)

وفائتہ السفر: یعنی وہ نمازیں جو سفر کی حالت میں قضا ہو گئی ہیں اب انکو جب پڑھنے لگے گا تو اگر وہ چار رکعت والی ہیں تو اسی طرح سفر کی حالت میں پڑھے یا حضر میں صرف دو رکعت ہی قضا کرے گا اسی طرح اگر کچھ نمازیں حضر میں چھوٹ گئی تھیں تو اب ان کو چاہئے کہ سفر میں قضا کرے یا حضر میں چار رکعت ادا کرے گا اور اس میں آخری وقت کا اعتبار ہوگا، اور مصنفؒ نے یہاں پر بطور لف و نشر مرتب کے بیان کیا ہے یعنی پہلے سفر کو بیان کیا پھر اس کے بعد حضر کو ذکر کیا دونوں کے ذکر کرنے کے بعد جس طرح سے ذکر میں تقدیم و تاخیر کی تھی اسی لحاظ سے احکامات کو بھی بیان کیا۔

یُطَل: یعنی وطن اقامت اور سفر سے اصل ختم نہیں ہوتا اسلئے کہ ایک شئی دوسری شئی کیلئے اس وقت تک مہطل نہیں ہوتی کہ جب تک وہ اس سے کم درجہ کی ہوگی، مطلب یہ ہے کہ آدمی ایک جگہ پیدا ہوا لیکن اب اس نے اس جگہ کو چھوڑ دیا اور اب دوسری جگہ جا کر رہا ہے تو اگر اس نے اس کو بالکل ترک کر دیا ہے تو جب یہاں پر آئے گا اسوقت قضا کر لے گا اور اس پر مسافر کے احکامات جاری کئے جائیں گے، لیکن اگر ایسی بات نہیں ہے بلکہ یہ دوسری جگہ چلا گیا تو ہے مگر ابھی تک اس کو چھوڑا نہیں ہے تو اب یہاں آنے پر وہ مسافر نہیں رہے گا بلکہ اسے مقیم کہا جائے گا۔ واللہ اعلم

بَابُ صَلَوةِ الْمَرِيضِ

إِذَا تَعَلَّزَ عَلَى الْمَرِيضِ كُلُّ الْقِيَامِ أَوْ تَعَسَّرَ بَوُجُودِ أَلَمٍ شَدِيدٍ أَوْ خَافَ زِيَادَةَ الْمَرَضِ أَوْ ابْطَاءَ هَبِ صَلَی قَاعِدًا بِرُكُوعٍ وَسُجُودٍ وَيَقْعُدُ كَيْفَ شَاءَ فِي الْأَصَحِّ وَالْأَقَامُ بِقَلْبِهِ مَا يُمْكِنُهُ وَأَنْ تَعَلَّزَ الرُّكُوعُ وَالسُّجُودُ صَلَی قَاعِدًا بِالْإِيمَاءِ وَجَعَلَ إِيْمَاءَهُ خَفِضَ مِنْ إِيْمَائِهِ لِلرُّكُوعِ فَإِنْ لَمْ يَخْفُضْ عَنْهُ لَاتَصَحَّ وَلَا يَوْقَعُ لَوْ جَهَّ شَيْئٌ يَسْجُدُ عَلَيْهِ فَإِنْ فَعَلَ وَخَفِضَ رَأْسَهُ صَحَّ وَالْأَوْلَى أَنْ تَعَسَّرَ الْقَعُودُ أَوْ مَا مُسْتَقْلِفًا أَوْ عَلَى جَنْبِهِ وَالْأَوَّلُ أَوْلَى وَيَجْعَلُ تَحْتَ رَأْسِهِ وَسَادَةً لِيَصِيرَ وَجْهُهُ إِلَى الْقِبْلَةِ لَا السَّمَاءَ وَيَنْبَغِي نَضْبُ رُكْبَتَيْهِ إِنْ قَلَّ حَتَّى لَا يَمْتَدُّهُمَا إِلَى الْقِبْلَةِ.

ترجمہ:- مریض کی نماز۔ جب بیمار کے لئے پورا کھڑا ہونا ناممکن ہو یا بوجہ مرض شدید کے پورا کھڑا ہونا مشکل ہو تا ہو یا مرض کی زیادتی کا خوف ہو یا مرض کے دیر تک رہنے کا اندیشہ ہو تو بیٹھ کر رکوع اور سجدہ کے ذریعہ نماز ادا کرے اور صحیح مذہب کے مطابق جس طرح چاہے بیٹھے ورنہ جس قدر ممکن ہو کھڑا ہو۔ اور اگر رکوع اور سجدہ ناممکن ہو تو بیٹھ کر اشارہ کے ساتھ نماز ادا کرے اور سجدہ کے لئے اشارہ کو رکوع کے مقابل میں زیادہ پست کرے تو اگر اس سے زیادہ پست نہ کیا تو اسکی نماز صحیح نہ ہوگی اور کسی چیز کو سجدہ کرنے کے لئے اٹھائے گا تو اگر ایسا کر لیا اور سر کو جھکا دیا تو صحیح ہو جائے گی ورنہ نہیں اور اگر بیٹھنا بھی دشوار ہو تو چت لیٹ کر یا پہلو پر لیٹ کر اشارہ سے نماز ادا کرے اور پہلی صورت زیادہ بہتر ہے اور اپنے چہرے کے نیچے تکیہ رکھ لے تاکہ اسکا چہرہ آسمان کی طرف نہ ہو قبلہ کی طرف ہو جائے اور بہتر ہے کہ اپنے گھٹنوں کو کھڑا کر لے اگر اس پر قادر ہو یہاں تک کہ ان دونوں کو قبلہ کی طرف نہ پھیلائے۔

تشریح و مطالب :- اس سے قبل اس نماز کا حکم بیان کیا جو حالت صحت میں ادا کی جاتی ہے لیکن ایک وجہ سے اس میں کمی آ جاتی ہے اور اسکے لئے کچھ سہولتیں اور آسانیاں ہو جاتی ہیں چونکہ صحت

اصل ہے چاہے سفر کی حالت میں ہو یا حضر میں، مالدار کی حالت میں زندگی گذر رہی ہو یا تنگ دستی میں اس لئے اس کے احکامات کو پہلے بیان کیا عدم صحت اصل نہیں اس لئے اسے مؤخر کر ذکر کیا حالانکہ اس میں قصر بھی نہیں ہے اور سفر میں قصر ہے لیکن اصل اور غیر اصل کی وجہ سے ایسا کیا گیا۔ واللہ اعلم بالصواب

اذا تعذر: یعنی مریض اس حالت کو پہنچ جائے کہ اب اس کے لئے کھڑا ہونا ممکن نہ ہو، یا کھڑا تو ہو سکتا ہے لیکن اسے اس بات کا اندیشہ ہے کہ اگر کھڑے ہو کر نماز ادا کرتا ہوں تو مرض طول پکڑ لے گا یا کھڑے ہونے کی حالت میں کمزور ہو جائے گا یا اگر کھڑا ہوتا ہے تو سر میں چکر آجائے گا، تو ان تمام صورتوں میں بیٹھ کر نماز ادا کی جائے ہاں یہ بات ضرور ہے کہ عذر میں اختلاف ہے کہ کس طرح کا عذر ہو تو اسے معذور کہا جائے گا اسکے بارے میں ایک قول تو یہ ہے کہ اگر کھڑا ہوتا ہے تو گر جائے گا تو اسے عذر حقیقی کہا جائے گا (ہکذا فی الدر المختار) بعض علماء کے نزدیک ایسی بیماری ہو کہ اس کی وجہ سے تیمم کرنا جائز ہو، بعض کے نزدیک ایسی بیماری ہو کہ اس سے روزہ افطار کرنا مباح ہو اور قول اصح یہ ہے کہ جس میں قیام نقصان دہ ہو۔ (کذا فی النہایہ، شامی، در مختار)

خاف: مثلاً اس کا خود تجربہ ہو یا مسلمان حاذق طبیب نے بتا دیا ہو یا قرآن سے یہ بات ظاہر ہو۔ (مراتی الفلاح) **قاعداً :-** چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمران بن حصین کو ارشاد فرمایا صل قائماً فان لم تستطع فقاعداً فان لم تستطع فعلى الجنب تومی ایماء۔ نیز شریعت اسلامیہ میں ایک بات یہ بھی ہے کہ طاعت بحسب الطاقات ہے ان الله لا یكلف نفساً الاّ وسعها۔ **کیف شاء :-** مطلب یہ ہے کہ جس طرح اسے سہولت و آسانی ہو اس طرح پڑھ لے اور اس صورت میں اس کی نماز بلا کسی کراہت کے درست ہو جائے گی۔ (مراتی الفلاح)

فی الاصح: یعنی مریض جب قیام سے عاجز ہے اور کھڑا نہیں ہو سکتا، تو اب بیٹھ کر کس طرح ادا کرے اور بیٹھنے کا کیا طریقہ ہو حالت تشہد میں تو اس طرح بیٹھے گا جس طرح دوسری نمازوں کی تشہد میں بیٹھتا ہے لیکن حالت قرأت میں امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ جس میں اس کو آسانی ہو اس طرح بیٹھے گا اور امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ تشہد کی طرح بیٹھے گا اور صاحب نور الایضاح فی الاصح کہہ کر اسی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ امام زفرؒ کا ارشاد معتبر نہیں ہے بلکہ امام ابو حنیفہؒ کا قول اصح ہے۔ واللہ اعلم

الاقام بقدر: یعنی اگر قیام پر کچھ قدرت ہو تو جس مقدار وہ کھڑا ہو سکتا ہے اس مقدار کھڑا ہو اگرچہ صرف تکبیر تحریرہ تک کھڑا رہ سکتا ہو، یا کچھ قرأت بھی سن سکتا ہو اور اس میں قیام کر سکتا ہو، چنانچہ اگر خود سیدھا کھڑا نہیں ہو سکتا تو یک لگا کر کھڑا ہو، چاہے یہ یک دیواری لائٹ کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو، چنانچہ اگر اسکے خلاف کیا تو نماز جائز نہیں ہوگی اور یہی حکم قعدہ کے بارے میں ہے۔ (ہکذا فی الشامی والدر المختار)

وان تعذر: یعنی اگر رکوع اور سجدہ پر قادر نہیں ہے اسی طرح اگر سجدہ تو کر سکتا ہے لیکن رکوع سے عاجز ہے تو ان دونوں کو بیٹھ کر اشارہ سے ادا کرے گا لیکن ایک بات کا خیال رکھے کہ رکوع کے مقابل میں سجدہ کے لئے زیادہ جھکے اس لئے کہ سجدہ میں زیادہ جھکنا چاہئے اور اگر رکوع سے زیادہ سجدہ کے لئے نہیں جھکا تو اس کی نماز درست نہ ہوگی۔

لا یرفع: یعنی اگر اشارہ سے نماز ادا کر رہا ہے تو اب کوئی چیز اٹھا کر اس پر سجدہ نہ کرے بلکہ سجدہ کے لئے خود اشارہ کو جھکائے قال علیہ الصلوٰۃ والسلام ان قدرت ان تسجد علی الارض فاسجد والا فاقوم برأسک (کذافی الہدایۃ) ہاں اگر بسترہ سامنے رکھا ہوا تھا اور اس پر سجدہ کر لیا تو جائز ہے اس لئے کہ حدیث میں ہے ان ام سلمۃ کانت تسجد علی مرفقہ صرعتین یدیہا ولم یمنعہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ذالک (شامی لکن باختصار) ان تعسر: یعنی اگر مرض اس قسم کا ہے کہ بیٹھنے پر بھی قدرت نہیں رکھتا تو لیٹ کر نماز ادا کرے لیکن اب کس طرح لیٹے اس میں تین قول ہیں (۱) اس کو چت اور دونوں پہلوؤں پر لیٹنے کا اختیار ہے چاہے جس پر لیٹ کر نماز ادا کرے اور یہی قول ظاہر ہے (۲) چت لیٹ کر اس وقت جائز ہے کہ جب پہلو پر لیٹنا دشوار ہو اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے (۳) چت لیٹ کر اس وقت جائز ہوگی جب چت لیٹنا دشوار ہو۔ (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادب) یجعل تحت رأسہ: یعنی اگر چت لیٹ کر نماز ادا کر رہا ہے تو اب اس کو اپنے سر کے نیچے کوئی اونچی چیز رکھ لینی چاہئے تاکہ اس کا چہرہ آسمان کی جانب نہ ہو اور قبلہ کی طرف ہو جائے۔

لا یمدھما: اگر چت لیٹ کر نماز پڑھ رہا ہے تو اس کا پیر قبلہ کی طرف ہو گا اب اگر یہ پیر کو سمیٹ سکتا ہے تو سمیٹ لے اس لئے کہ بلا عذر کے قبلہ کی طرف پیر پھیلانا مکروہ ہے۔

وَانْ تَعْذَرَ الْاِیْمَاءُ اُخْرَتْ عَنْهُ مَا دَامَ یَفْهَمُ الْخُطَابَ قَالَ فِی الْهَدَایَةِ هُوَ الصَّحِیحُ وَجَزَمَ صَاحِبُ الْهَدَایَةِ فِی التَّجْنِیْسِ وَالْمَزِیْدُ یَسْقُوطُ الْقَضَاءُ اِذَا دَامَ عِجْزُهُ عَنِ الْاِیْمَاءِ اَكْثَرَ مِنْ خَمْسِ صَلَوَاتٍ وَاِنْ كَانَ یَفْهَمُ الْخُطَابَ وَصَحْحُهُ قَاضِی خَانَ وَمِثْلُهُ فِی الْمُحِیْطِ وَاسْتَحَارَهُ شَيْخُ الْاِسْلَامِ وَقَفَّرَ الْاِسْلَامَ وَقَالَ فِی الظَّهِیْرِ هُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ وَعَلِیْهِ الْفَتْوٰی وَفِی الْخُلَاصَةِ هُوَ الْمُخْتَارُ وَصَحْحُهُ فِی الْبَنَائِعِ وَالْبَدَائِعِ وَجَزَمَ بِهِ الْوَلَوُ الْاِجْمَاعُ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ.

ترجمہ:- اور اگر اشارہ سے بھی معذور ہو جائے تو جب تک بات کو سمجھتا رہے گا نماز مؤخر کی جائے گی صاحب ہدایہ نے کہا ہے یہی صحیح ہے اور صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب تجنیس اور مزید میں حتمی طور پر اس کی قضاء کے معانی کو کہا ہے اگر اس کا عجز پانچ وقت کی نماز تک باقی رہے اگرچہ وہ بات کو سمجھتا ہو اور قاضی خان نے بھی اسی کو صحیح قرار دیا ہے اور ایسے ہی محیط میں بھی ہے اور اسی کو شیخ الاسلام اور فخر الاسلام نے اختیار کیا ہے اور ظہیر یہ پیش کیا ہے یہی ظاہر روایت ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور خلاصہ میں لکھا ہے کہ یہی قول مختار ہے اور نتائج اور بدائع میں اسکو صحیح قرار دیا ہے اور الوالحی نے جزم کیا ہے۔

مريض اگر اشارہ سے نماز ادا کر سکتا ہے تو ٹھیک ہے لیکن اگر اشارہ سے نماز نہیں پڑھ سکتا تو اب دو صورتیں ہوں گی یا تو وہ بات کو سمجھتا ہو گا یا نہیں پھر یہ حالت یا تو پانچ

تشریح و مطالب:-

نمازوں تک باقی رہے گی یا اس سے کم، اب مسئلہ کی چار صورتیں ہو گئیں (۱) اگر قضاء نماز میں چھ وقت تک اس کی یہ حالت رہی یا اس سے زائد اگر چہ وہ بات کو سمجھتا ہے تو اس صورت میں بالاجماع قضا ساقط ہو جائے گی (۲) اگر چھ نمازوں سے کم وقت تک وہ اشارہ پر قادر نہیں رہا اور وہ اس حالت میں بات کو سمجھتا تھا تو اب اس صورت میں اس بات پر اجماع ہے کہ قضا ہوگی (۳) اور اگر چھ نمازوں تک اشارہ پر قادر نہیں رہا اور وہ بات کو سمجھتا تھا یا چھ وقت سے زائد بھی یہ حالت رہی ہو لیکن وہ اس میں بات کو سمجھتا رہا (۴) یا چھ نمازوں سے کم وقت میں عاجز رہا اور وہ اشارہ نہیں کر سکتا تھا لیکن بات کو بھی نہیں سمجھتا تھا تو اب اس صورت میں علماء کا اختلاف ہے صاحب ہدایہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اسکے ذمہ قضا لازم ہے لیکن بزدی صغیر اور دیگر مشائخ کا مسلک ہے کہ قضا لازم نہیں (مططاوی) لیکن صاحب ہدایہ نے خود اسکے خلاف اپنی کتاب تجنیس میں لکھا ہے کہ قضا لازم نہیں ہوگی اور یہ کتاب ہدایہ سے بھی بعد میں لکھی ہے لہذا تجنیس کی بات معتبر ہوگی نیز تجنیس میں اس طرح کے قول سے ایک بات اور سمجھی جاسکتی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ صاحب ہدایہ نے قول اوّل سے رجوع کر لیا ہو اور بعد میں اس کی تصریح اپنی دوسری کتاب میں کر دی۔ واللہ اعلم

مسئلہ: اگر کسی شخص کی زبان ایک دن رات بند رہے اور اس نے مجبوراً گوشتوں کی طرح نماز پڑھ لی پھر اس کی زبان کھلی تو اس پر نماز لوٹانی واجب نہیں۔

صحتہ: قاضی خاں نے امام محمدؒ کے اس مسئلہ سے استشہاد کیا ہے کہ جس میں اگر ایک آدمی کا کہنیوں سے ہاتھ کٹ گیا ہو اسی طریقہ سے پنڈلیوں سے اس کا پیر کٹ گیا ہو تو اسکے اوپر نماز واجب نہیں، لیکن یہاں پر بات اس مریض کے بارے میں چل رہی ہے کہ وہ اس مرض کے بعد تندرست ہو جائے نہ کہ ایسے مریض پر کہ قضا کی قدرت سے پہلے مر جائے تو اگر ایسی صورت ہو گئی تو اسکے اوپر قضا نہ ہوگی اور نہ اسکے اوپر وصیت کرنی لازم ہوگی، بہر حال جب مریض نے رمضان میں افطار کر لیا اور قدرت سے پہلے مر گیا تو اسکے اوپر قضا لازم نہیں ہوگی۔

وَلَمْ يَوْمِ بَعَيْنِهِ وَقَلْبِهِ وَحَاجِبِهِ وَإِنْ قَدَّرَ عَلَى الْقِيَامِ وَعَجَزَ عَنِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ صَلَّى قَاعِدًا بِالْإِيمَاءِ وَإِنْ عَرَضَ لَهُ مَرَضٌ يُمِثُّهَا بِمَا قَدَّرَ وَلَوْ بِالْإِيمَاءِ فِي الْمَشْهُورِ وَلَوْ صَلَّى قَاعِدًا يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ فَصَحَّ بَنِي وَلَوْ كَانَ مُؤْمِيًا لَا وَمَنْ جُنَّ أَوْ أَغْمِيَ عَلَيْهِ خَمْسُ صَلَوَاتٍ قَضَى وَلَوْ أَكْثَرَ لَا.

ترجمہ:۔ اور اپنے آنکھ اور دل اور بھنؤوں سے اشارہ نہیں کرے گا اور اگر قیام پر تو قادر ہو اور رکوع اور سجود سے عاجز ہو تو بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھے گا اور اگر اسے مرض لاحق ہو گیا تو نماز کو اس صورت میں پڑھا کرے جس پر وہ قادر ہو اگر چہ اشارے سے ہی ہو مشہور قول میں اور اگر نماز بیٹھ کر پڑھی اور رکوع اور سجود کرے تو اس پر بناء صحیح ہے، اگر وہ اشارہ کرنے والا ہو تو صحیح نہ ہوگی اور اگر کوئی شخص پانچ نمازوں تک پاگل رہا یا اس پر بے ہوشی طاری رہی تو قضا کرے گا اور اگر پانچ نمازوں سے زائد یہ حالت رہی تو قضا نہیں کرے گا۔

تشریح و مطالب: **الم یوم:** یعنی جو سرے سے اشارہ ہی نہیں کر سکتا وہ اگر آنکھ یا قلب یا بھٹوں کے اشارہ سے نماز پڑھنا چاہے تو اس صورت میں اس کی نماز ادا نہ ہوگی لیکن اس مسئلہ میں اختلاف ہے

حضرت امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ اپنے قلب اور اپنی آنکھ کے اشارہ سے نماز پڑھ سکتا ہے اور ان سے یہ بھی منقول ہے کہ اولاً بھٹوں سے اشارہ کرے گا اسلئے کہ وہ سر سے زیادہ قریب ہے اور اگر اس سے بھی اشارہ پر قادر نہ ہو تو اب دل سے اشارہ کرے گا اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ دل اور آنکھ سے اشارہ کر کے نماز ادا کرے، امام حسنؒ فرماتے ہیں کہ دل اور بھٹوں سے اشارہ کر کے نماز ادا کرے اور جب تندرست ہو جائے اس وقت ان نمازوں کو لوٹائے اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر مریض سر سے اشارہ نہیں کر سکتا تو صرف اپنی آنکھوں کے اشارہ سے نماز پڑھ سکتا ہے قلب کے اشارہ سے نہیں، اور جب حضرت امام محمدؒ سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواباً ارشاد فرمایا کہ سر سے اشارہ کر کے نماز پڑھنے میں جائز ہونے کے بارے میں مجھے کوئی شک و شبہ نہیں ہے یعنی بالکل درست ہے اور قلب سے اشارہ کر کے پڑھنے میں ہرگز جائز نہیں اور اسکے عدم جواز میں مجھے کوئی شک نہیں ہاں آنکھ سے اشارہ کر کے پڑھنے میں تردد ہے کہ جائز ہے یا نہیں۔

صلی قاعداً: بیٹھ کر اس وجہ سے پڑھے کہ قیام کی رکعت تک پہنچنے میں وسیلہ ہے اور اب وہ پایا ہی نہیں گیا تو اب اسکو اختیار ہو گا جس طرح چاہے ادا کرے لیکن افضل یہی ہے کہ بیٹھ کر ادا کرے اس لئے کہ اسمیں سجدہ سے زیادہ مشابہت ہے اور سجدہ سے اقرب ہے۔ (کذا فی الہدایہ) لیکن اس مسئلہ میں علماء کا کچھ اختلاف ہے مثلاً امام زفرؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ قیام لازم ہے اور یہ اس پر قدرت رکھتا ہے۔ خواہر زادہ کا ارشاد ہے کہ حالت قیام میں رکوع کے لئے اشارہ کرے اور سجدہ کے لئے حالت قعود میں اشارہ کرے (فتح القدیر، ہدایہ، شرح وقایہ)

بما قدیر: یعنی بیٹھ کر رکوع اور سجدہ کرے یہ اس صورت میں ہے کہ جب قیام پر قادر نہ ہو اور اگر قعود پر بھی قادر نہ ہو تو لیٹ کر اشارہ کر کے نماز ادا کرے مطلب یہ ہے کہ جس پر وہ قادر ہو اس طرح نماز ادا کرے اسکی نماز ادا ہو جائیگی۔

ولو کان مؤمیلاً: ایک صورت تو یہ ہے کہ وہ قیام کی حالت میں نماز ادا کر رہا تھا اور اس کو مرض لاحق ہو گیا اب اسکو جس طرح سہولت ہو جس پر قادر ہو خواہ بیٹھ کر یا اشارہ کر کے وہ ادا کرے اور اس قیام پر بناء کرے تو اسکی یہ بناء بالاتفاق صحیح ہو جائے گی اور اسکی دوسری صورت یہ ہے کہ بیٹھ کر نماز ادا کر رہا تھا، رکوع اور سجدہ کر رہا تھا، اب تندرست ہو گیا تو اس صورت میں امام اعظمؒ کے نزدیک تو اس پر بناء کر سکتا ہے لیکن امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ بناء درست نہیں، تیسری صورت یہ ہے کہ اشارہ سے نماز ادا کر رہا تھا اب تندرست ہو گیا تو اس صورت میں بھی بالاتفاق بناء نہیں کر سکتا۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ لیٹ کر نماز ادا کر رہا تھا اب درمیان میں قعود پر قادر ہو گیا تو اس صورت میں بالاتفاق بناء درست نہیں۔ (مرقیۃ المفلاح)

ومن جن: یعنی کوئی پاگل ہو گیا یا کسی وجہ سے۔ بے ہوشی طاری ہو گئی اور یہ حالت پانچ وقت تک رہی تو اب ان نمازوں کی قضاء کرے گا اور اگر چھٹا وقت بھی گزر گیا تو اب قضا نہیں ہوگی۔ (ماخوذ حاشیہ شیخ الادب)



(فصل فی إسقاط الصلوة والصوم) إذا مات المريض ولم يقدر على الصلوة بالإنماء لا يلزمه الإنشاء بها وإن قلت وكذا الصوم إن أفطر فيه المسافر والمريض وماتا قبل الإقامة والصحة وعليه الوصية بما قدر عليه وبقي بذمته فيخرج عنه وليه من ثلث ما ترك لصوم كل يوم و للصلوة كل وقت حتى الوتر نصف صاع من بر أو قيمته وإن لم يوص وتبرع عنه وليه جاز ولا يصح أن يصوم ولا أن يصلي عنه وإن لم يف ما وصى به عما عليه يدفع ذلك المقدار للفقير فيسقط عن الميت بقدره ثم يهبه الفقير للولي ويقضه ثم يدفعه للفقير فيسقط بقدره ثم يهبه الفقير للولي ويقضه ثم يدفعه للولي للفقير وهكذا حتى يسقط ما كان على الميت من صلوة وصيام ويجوز إعطاء فدية صلوات لواحد جملة بخلاف كفار قايمين والله سبحانه وتعالى أعلم.

ترجمہ :- نماز اور روزہ کی معافی۔ بیمار جب مرنے لگا اور وہ اشارہ سے نماز پڑھنے پر قادر نہیں تھا تو اب اس پر وصیت کرنی لازم نہیں اگرچہ وہ کم ہی ہوں اور یہی حکم روزے کا ہے کہ اگر مسافر اور مریض روزہ نہیں رکھ رہے تھے اور مسافر اقامت سے قبل اور مریض صحت یاب ہونے سے پہلے مر گیا اور جتنے پر وہ قادر ہو گئے اور وہ ان کے ذمہ باقی رہا ان کی وصیت ان کے اوپر لازم ہے تو اس کا ولی اس کے مال کا ثلث نکالے گا نصف صاع گیہوں یا اس کی قیمت ہر دن کے روزہ کے بدلے اور ہر وقت کی نماز کے بدلے یہاں تک کہ وتر کے لئے بھی نکالے گا اور اگر مرنے والے نے وصیت نہ کی اور اس کے ولی نے ادا کر دیا تو جائز ہے اور اسکے بدلے روزہ رکھنا اور نماز پڑھنا جائز نہیں اور اگر اس کا مال وصیت کی مقدار میں نہ ہو کہ جس سے واجب ادا ہو جائے تو اس مقدار کو فقیر کے حوالے کر دے تو اس کی مقدار میت سے ساقط ہو جائے گا پھر فقیر ولی کو ہبہ کر دے اور ولی اس پر قبضہ کرے پھر فقیر کو دے دے تو میت سے اس کی مقدار ساقط ہو جائے گا فقیر ولی کو ہبہ کر دے اور ولی اس پر قبضہ کر لے پھر فقیر کو دے دے یہاں تک کہ جتنی نمازیں اور روزے میت پر واجب تھے وہ ساقط ہو جائیں اور چند نمازوں کا فدیہ ایک کو اکٹھا کرنا جائز ہے بخلاف قسم کے کفارہ کے اور اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے۔

تشریح و مطالب : اذا مات المريض الخ : یعنی ایک شخص اس قدر بیمار تھا کہ اس سے روزہ رکھنا ساقط ہو گیا تھا یا ایک شخص اس قدر دوری پر تھا کہ وہ مسافر کے حکم میں ہے اب اس صورت میں ان پر نماز ضروری نہیں تھی اور یہ لوگ ابھی تک اپنی اصلی حالت پر نہیں آئے تھے یعنی مسافر مقیم نہیں ہوا تھا اور بیمار تندرست نہیں ہوا تھا اور ان پر کچھ نمازیں تھیں اور یہ لوگ انتقال کر گئے تو اب ان کے لئے ضروری نہیں کہ اپنے اولیاء کو فدیہ کی وصیت کرتے اور بغیر فدیہ ادا کئے ان سے اس کا گناہ ختم ہو جائے گا اس لئے کہ ان پر اس وقت اصلی کا وافر ض نہیں تھا بلکہ تندرستی کے بعد اور اقامت کے بعد ضروری تھا اور یہ لوگ اس سے قبل ہی ختم ہو گئے۔ واللہ اعلم بالصواب

و کذا الصوم : یعنی یہی حکم روزہ کا بھی ہے کہ اگر مریض صحت سے قبل اور مسافر اقامت سے پہلے مر گئے تو فدیہ کی وصیت ضروری نہیں۔

علیه الوصية : یعنی مسافر مقیم تو ہو گیا تھا اور مریض تو تندرست ہو گیا تھا مگر اس کی تندرستی اور اس کی

اقامت اتنے دنوں تک نہیں رہی کہ جس میں تمام کی قضا کر لیتے تو اب یہ اس کی مقدار وصیت کریں گے جس پر یہ لوگ قادر ہوتے تھے نہ کہ تمام قضاؤں کی اگر کوئی شخص بلا کسی عذر کے محض سستی اور کاہلی کے باعث روزے نہیں رکھتا تھا تو اس کا بھی یہی حکم ہے امید ہے کہ خداوند عالم اپنے فضل و کرم سے اس کا یہ فدیہ قبول فرمائے گا نیز کفارہ یا اسی قسم کے اور واجب روزوں کے متعلق بھی یہی حکم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

فیخرج عنه: یعنی اگر مرنے والے نے وصیت کی تو اب کتنا نکالا جائے اس کو یہاں بیان کر رہے ہیں کہ تمام مال نہیں نکالا جائے گا بلکہ صرف تہائی مال سے روزوں اور نمازوں کا فدیہ ادا کیا جائے گا اور ہر نماز اور ہر دن کے روزہ کے بدلہ نصف صاع فدیہ ادا کیا جائے گا اب اگر اس کا تہائی مال اس قدر نہیں ہے کہ تمام فرائض ساقط ہو جائیں تو جس مقدار میں ہے اسے فقیر کو دے دیا جائے گا اور اس سے صورت حال بتادی جائے گی اب فقیر اس مال کو ولی کے حوالے کر دے گا اس لئے کہ فقیر کو اس پر پورا حق ہے جو چاہے کرے، پھر ولی فقیر کو دے دیگا اس طرح یہ معاملہ چلتا رہے گا جب اس کے ذمہ سے تمام فرائض ساقط ہو جائیں گے اس وقت فقیر اس کو لے لے گا لیکن ایک بات یاد رہے کہ فقیر کو مجبور نہیں کیا جائے گا بلکہ یہ کام اس کی رضا سے ہونا چاہئے۔ واللہ اعلم بالصواب

یجوز: یعنی اگر مال اس مقدار میں ہے کہ سب فرائض کے لئے کافی ہے تو ایک فقیر کو دیا جاسکتا ہے۔

بخلاف: یعنی قسم کے کفارہ میں ایک شخص کو فدیہ کے مقدار سے زائد نہیں دے سکتا۔ (مراقی الفلاح)

﴿بَابُ قَضَاءِ الْفَوَائِتِ﴾

التَّرْتِيبُ بَيْنَ الْفَائِتَةِ وَالْوَقْتِيَّةِ وَبَيْنَ الْفَوَائِتِ مُسْتَحَقٌّ وَيَسْقُطُ بِأَحَدٍ ثَلَاثَةِ أَشْيَاءَ ضَيِقَ الْوَقْتِ الْمُسْتَحَبُّ فِي الْأَصَحِّ وَالنَّسْيَانِ وَإِذَا صَارَتِ الْفَوَائِتُ سِتًّا غَيْرِ الْوَقْتِ فَإِنَّهُ لَا يُعَدُّ مُسْقِطًا وَإِنْ لَزِمَ تَرْتِيبُهُ وَلَمْ يُعَدِّ التَّرْتِيبُ بَعْدُهَا إِلَى الْقَلِيلَةِ وَلَا بَقُوتِ حَدِيثَةٍ بَعْدَ سِتِّ قَدِيمَةٍ عَلَى الْأَصَحِّ فِيهِمَا فَلَوْ صَلَّى قَرْضًا ذَاكِرًا فَائِتَةً وَلَوْ تَرَأَّى فَسَدَ قَرْضُهُ فَسَادًا مَوْفُوفًا فَإِنْ خَرَجَ وَقْتُ الْخَامِسَةِ مِمَّا صَلَّاهُ بَعْدَ الْمَرْكُوكَةِ ذَاكِرًا لَهَا صَحَّتْ جَمِيعُهَا.

ترجمہ:- قضاء نمازوں کی ادا۔ قضا اور وقتیہ نمازوں کے درمیان اور چند قضا نمازوں کے درمیان ترتیب لازم ہے اور یہ تین چیزوں میں سے کسی ایک کے پائے جانے کے وقت ساقط ہو جاتی ہے، وقت مستحب کا تنگ ہونا، صحیح مذہب کے مطابق، اور بھول جانا اور جب قضا نمازیں وتر کے علاوہ چھ ہو جائیں، وتر کو ترتیب کا ساقط کرنے والا شمار نہیں کیا جاتا اگرچہ اس کی ترتیب لازم ہے اور قضاء قلت کی وجہ سے ترتیب لوٹتی نہیں ہے اور پہلی چھ قضا نمازوں کے بعد نئی نماز کے فوت ہونے سے بھی ترتیب نہیں لوٹتی صحیح مذہب کے مطابق ان دونوں مسئلوں میں تو اگر کوئی فرض نماز ادا کی فائتہ کے یاد کے باوجود اگرچہ وہ وتر ہی کیوں نہ ہو تو فرض نماز موقوف طور پر فاسد ہو جائے گی تو اگر اس پانچویں نماز کا وقت نکل گیا جسے اس نے پڑھا ہے تو اس کی تمام نمازیں صحیح ہو جائیں گی۔

تشریح و مطالب :- ابھی تک مصنفؒ ان نمازوں کا حکم بیان کر رہے تھے جو اصل تھیں یعنی جن اوقات میں وہ فرض ہوئیں تھیں ان میں ان کو ادا کیا جاتا لیکن بعض دفعہ ایسے عوارض پیش آجاتے ہیں

کہ جس سے انسان مجبور ہو کر وقت میں نہیں پڑھ سکتا اس لئے اب اس کے مثل ادا کیا مثلاً ظہر کی نماز وقت کے ساتھ فرض ہے اب اگر وقت کے اندر ادا کی تو اسے ادا کہا جائے گا لیکن اگر وقت کے اندر ادا نہیں کیا بلکہ وقت نکل جانے کے بعد ادا کی تو گویا کہ ایک طرح سے نقص آگیا مثلاً وقت ختم ہو گیا تو یہ قضا ہے۔ تفصیل اصول فقہ میں ملاحظہ کریں۔

الفوائت : یہاں پر متروکات کو استعمال نہیں کیا اس لئے کہ مؤمن سے حسن ظن رکھنا چاہئے کیونکہ مؤمن جان بوجھ کر نماز کو ترک نہیں کر سکتے بلکہ کسی عذر کی بنا پر چھوٹ جاتی ہے۔

الوقتية : یہاں وسیعہ سے مراد وہ وقت ہے جس میں اس قدر گنجائش ہو کہ فوت نماز کو پڑھ سکے اگر اس قدر وسعت نہیں ہے تو پھر اس پر قضا کرنی لازم نہیں ہے، اسی طرح سے جو نماز چھوٹ گئی ہے اسے یاد بھی ہونا چاہئے ورنہ نسیان کی وجہ سے قضا میں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اسی طرح سے الفوائت لا کر امام احمدؒ کی تردید بھی مقصود ہے ان کا مسلک یہ ہے کہ اگر کسی نے جان بوجھ کر بلا کسی عذر کے نماز کو ترک کر دیا تو وہ مرتد ہو گیا اور جب اس کے بعد اسلام لایا تو اب اس کے اوپر جو نماز حالت ارتداد میں گزری اسکی قضا نہیں، لیکن دیگر ائمہ کے نزدیک گناہ کبیرہ تو ہے مگر اس کی ترک کی وجہ سے مرتد نہیں ہوتا۔ (طحطاوی بتصرف، ہکذا قال الشيخ الادب)

مستحق : یعنی اسکو لازم ہے اس سے امام شافعیؒ کی تردید مقصود ہے اسلئے کہ انکے یہاں مستحب ہے لازم نہیں (ہدایہ) اختلاف کی دلیل یہ ہے قال علیہ الصلوٰۃ والسلام من نام عن صلوٰۃ او نسیها فلم یذکرھا الا وہو مع الامام فلیصل الی فیھا ثم لیصل التی ذکرھا ثم لیعد التی صلی مع الامام اسی حدیث کو صاحب ہدایہ نے دلیل میں پیش کیا ہے۔

باحد ثلاثة : یعنی اصل تو یہ ہے کہ فوائت میں ترتیب ہو لیکن تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی ایک پائی گئی تو اس وقت قضا کی ترتیب ختم ہو جائے گی (۱) وقت کا تنگ ہونا مثلاً عصر کی نماز بھی قضا ہو جائے گی اس لئے اب وہ پہلے عصر کی نماز ادا کرے گا اس سے ترتیب فوائت ساقط ہو جائے گی (۲) نسیان یعنی اسے یاد ہی نہیں تھا کہ میری نماز چھوٹ گئی ہے اور اس نے اس وقت کی نماز کو ادا کر لیا تو اس بھولنے کی وجہ سے اس سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اسی طرح اگر کسی نے وتر کی نماز پڑھ لی اور وہ یہ جان رہا تھا کہ میں نے عشاء کی نماز ادا کر لی ہے اب اس نے عشاء کی نماز پڑھی تو اب وتر کو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے، اسی طرح اگر کسی نے عصر کی نماز ادا کی اور اس کے بعد معلوم ہوا کہ میں نے ظہر کی نماز بلا وضو کے پڑھی تھی تو اب وقت ترتیب لازم نہیں بلکہ صرف ظہر کی نماز کا اعادہ کرے (شامی) (۳) اگر فوت شدہ نمازیں چھ سے زائد ہو جائیں اور وتر اسکے علاوہ ہو تو بھی ترتیب ساقط ہو جاتی ہے لیکن عشاء اور وتر کے درمیان ترتیب باقی رہے گی جب عشاء کی نماز پڑھے گا اس کے بعد وتر پڑھے گا وتر کو عشاء پر مقدم نہیں کرے گا۔ (شامی)

لم یعد الترتیب : مثلاً اگر بالفرض پندرہ نمازیں قضا تھیں دس نمازیں ادا کر لیں، صرف پانچ باقی رہ گئیں تو

باوجودیکہ پانچ نمازوں کے چھوٹنے سے ترتیب ساقط نہیں ہوتی، مگر ساقط شدہ ترتیب اس وقت تک دوبارہ ثابت نہ ہوگی جب تک تمام قضا نمازیں ادا نہ ہو جائیں مگر امام طحاویؒ نے یہ ثابت کیا ہے کہ صحیح مسلک یہی ہے کہ ترتیب ثابت ہو جاتی ہے بہر حال احتیاط اسی میں ہے کہ ترتیب کو ثابت مانا جائے۔

ولابفوت حدیثہ: اور اسی طرح اگرچہ نمازیں کچھ دنوں پہلے قضا ہو گئیں تھیں اور ان کو اب تک ادا نہیں کر سکا ہے اب ایک نماز اور قضا ہو گئی تو یہ جس کی ایک نماز اب قضا ہوئی ہے یہ پہلے سے صاحب ترتیب نہ تھا لہذا اس نئی قضا کے متعلق بھی ترتیب لازم نہ ہوگی۔

علی الاصح: اس سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ بعض کے نزدیک ترتیب لازم ہے اور جو نمازیں پہلے کی ہیں وہ گویا کہ کان لم یکن ہیں (طحاوی)

فلو صلی: یعنی اگر کوئی فرض نماز ادا کر رہا ہے اور اس کو یہ بات یاد ہے کہ میرے ذمہ فوت شدہ نماز ہے اگرچہ وہ فوت شدہ نماز اسکی وتر ہی کیوں نہ ہو تو اس کی یہ نماز فاسد ہو جائے گی، لیکن موقوف رہے گی اب اگر اس پانچویں وقت کا نماز ہو گیا تو صحیح ہو جائے گی۔

فَلَا تَبْطُلُ بِقَضَاءِ الْمَتْرُوكَةِ بَعْدَهُ وَإِنْ قَضَى الْمَتْرُوكَةَ قَبْلَ خُرُوجِ وَقْتِ الْخَامِسَةِ بَطُلَ وَصَفُ مَا صَلَّاهُ مُتَذَكِّرًا قَبْلَهَا وَصَارَ نَفْلًا وَإِذَا كَثُرَتِ الْفَوَائِتُ يُحْتَاجُ لِنَعْيِنِ كُلِّ صَلَاةٍ فَإِنْ أَرَادَ تَسْهِيلَ الْأَمْرِ عَلَيْهِ نَوَى أَوَّلَ ظَهْرِ عَلَيْهِ أَوْ آخِرَهُ وَكَذَا الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَيْنِ عَلَى أَحَدٍ تَصْحِيحَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ وَيُعْذَرُ مَنْ أَسْلَمَ بَدَارَ الْحَرْبِ بِجَهْلِهِ الشَّرَائِعِ.

ترجمہ:- اگر اس نے پانچویں وقت کے نکلنے سے قبل متروکہ نمازوں کو پڑھ لیا تو اس کا وصف بدل جائے گا جس کو اس نے اس کے یاد رہنے کے باوجود پڑھا تھا اور یہ نمازیں نفل ہو جائیں گی اور جب فوت شدہ نمازیں زائد ہو جائیں تو ہر نماز کو متعین کرنے کی ضرورت ہوگی تو اگر یہ اپنے لئے آسانی کا طالب ہے تو نیت کرے اول ظہر کا جو اس کے اوپر ہے یا آخر ظہر کا اور ایسے ہی دور رمضان کے روزے دو تصحیحوں میں سے۔ اور جو دار الحرب میں اسلام لایا تو اس کا عذر شریعت کے نہ جاننے کی وجہ سے معتبر ہوگا۔

تشریح و مطالب:- اذا كثرت الفوائت۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا ہو کہ اس کی ایک مہینہ کی نماز چھوٹ گئی ہے اب وہ کس طرح قضاء کرے کم کی صورت میں تو یہ بات تھی کہ ہر نماز متعین تھی اور اب یہ بات یہاں پر نہیں ہے تو اب اس کو ہر ایک کی تعیین ضروری ہوگی کہ میں کون سی نماز اور کس دن کی نماز ادا کر رہا ہوں۔

فان اراد تسهيل الامر: یعنی جس کی نمازیں زیادہ فوت ہو گئیں ہیں اب اگر وہ قضاء کے اندر آسانی چاہتا ہے تو نمازوں کے شروع اور اخیر کو متعین کرے کہ میں فلاں دن کی ظہر کی نماز ادا کر رہا ہوں اور اسی اعتبار سے قضاء کرتا

رہے یعنی اول یا آخر کی تعیین کرے اور اگر یہ نہ معلوم ہو کہ کون سے دن کی ظہر ہے تو اب یہ نیت کرے کہ میں اپنی فوت شدہ ظہر کی قضاء کر رہا ہوں۔ واللہ اعلم

کذا الصوم: اسی طرح سے کسی کے اوپر دو روز رمضان کے روزے ہیں تو اب یہ بلا نیت کے تعیین کے ادا کر سکتا ہے اور اگر ایک رمضان کی قضاء ہے تو اب تو نیت ہوگی ہی اسی طرح اگر کسی کے اوپر دو روزے ہیں اب اگر وہ بلا تعیین کئے کہ کون سا رکھ رہا ہے تو ادا ہو جائے گا۔

﴿بَابُ ادْرَاكِ الْفَرِيضَةِ﴾

اِذَا شَرَعَ فِي فَرَضٍ مُنْفَرِدًا فَأَقِيَمَتِ الْجَمَاعَةُ قُطْعَ وَاقْتَدَى اِنْ لَمْ يَسْجُدْ لِمَا شَرَعَ فِيهِ اَوْ سَجَدَ فِي غَيْرِ رُبَاعِيَّةٍ وَاِنْ سَجَدَ فِي رُبَاعِيَّةٍ ضَمَّ رَكْعَةً ثَانِيَةً وَسَلَّمْ لِتَصِيرَ الرُّكْعَتَانِ لَهُ نَافِلَةً ثُمَّ اقْتَدَى مُفْتَرِضًا وَاِنْ صَلَّى ثَلَاثًا اَتَمَّهَا ثُمَّ اقْتَدَى مُتَقَلًّا اِلَّا فِي الْعَصْرِ وَاِنْ قَامَ لِلثَّانِيَةِ فَأَقِيَمَتِ قَبْلَ سَجُودِهِ قُطْعَ فَإِنَّمَا بِتَسْلِيمَةٍ فِي الْاَصْحَ وَاِنْ كَانَ فِي سُنَّةِ الْجُمُعَةِ فَخَرَجَ الْخَطِيبُ اَوْ فِي سُنَّةِ الظُّهْرِ فَأَقِيَمَتِ سَلَامٌ عَلَى رَأْسِ الرُّكْعَتَيْنِ وَهُوَ الْاَوْجَهُ ثُمَّ قَضَى السُّنَّةَ بَعْدَ الْفَرَضِ.

ترجمہ:- فرض کا پالینا:- جب کسی نے فرض نماز کو تنہا شروع کر دیا پھر اقامت کہی جانے لگی تو اس نماز کو ختم کر دے اور امام کے پیچھے ہو لے اگر سجدہ نہ کیا ہو جس کو اس نے شروع کیا تھا، یا چار رکعت والی کے علاوہ میں سجدہ کر لیا تھا اور اگر چار رکعت والی میں سجدہ کر لیا تو اب ایک اور ملائے تاکہ دو رکعت نفل ہو جائے اس کے بعد امام کے پیچھے فرض کی نیت باندھ لے اور اگر تین رکعت پڑھ لی ہے تو اب اس کو پوری کرے پھر نفل کی نیت سے اقتداء کر لے مگر عصر میں ایسا نہیں کرے گا اور اگر تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہوا تھا اور ابھی سجدہ نہیں کیا تھا کہ اقامت کہہ دی گئی تو کھڑے کھڑے سلام پھیر کر ختم کر دے صحیح مذہب کے مطابق اور اگر جمعہ کی سنت پڑھ رہا تھا کہ خطیب نکل گیا یا ظہر کی سنت پڑھ رہا تھا کہ اقامت کہہ دی گئی تو دو ہی رکعت پر سلام پھیر دے یہی زیادہ مدلل ہے اور فرض کے بعد سنت کی قضا کرے۔

تشریح و مطالب:- ابھی تک مصنف "فرائض و نوافل" کو بیان کر رہے تھے اب اس سے فارغ ہونے کے بعد ایک مشترکہ مسئلہ بیان کر رہے ہیں۔

ادراك: کسی عبادت کا قصد آجان بوجھ کر بلا کسی عذر کے ختم کر دینا حرام ہے لیکن یہاں پر ایک کامل چیز کے لئے عبادت ختم کی جا رہی ہے، یہ اسی چیز کو کامل کرنے کے لئے ہے، کیونکہ جماعت سے نماز پڑھنی سنت مؤکدہ ہے لہذا کمال اسی وقت ہو گا جب اسے جماعت سے ادا کی جائے، جس طریقہ سے مسجد کا توڑنا فی نفسہ حرام ہے لیکن اگر اسے از سر نو بنانے کے لئے اور اس میں مضبوطی لانے کے لئے توڑی جائے تو جائز ہے یہ تو ایسی صورت تھی کہ نماز کو بلا کسی عذر کے ختم کیا جا رہا ہے ہاں اگر عذر ہو تو اس میں بعض صورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اس سے نماز کو توڑ دیا جاتا ہے اور بعض صورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جس سے نماز کو نہیں توڑا جاتا۔

فی فرض: اسے مطلق لا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ فرض نماز جسے اس وقت پڑھ رہا ہے خواہ یہ ادا ہو یا قضاء دونوں کا یہی حکم ہے، اسی طریقہ سے فرض کو لا کر نفل کو الگ کر دیا اسلئے کہ وہ اقامت کہنے کی وجہ سے توڑی نہیں جاتی ہے بلکہ اسکو دور رکعت کے ساتھ پوری کر لیا جاتا ہے اسلئے کہ اس میں توڑنا ابطال کیلئے ہوتا ہے اکمال کیلئے نہیں۔
 قطع: یہاں پر اسے مطلق ذکر کیا لہذا اس میں دونوں صورتیں شامل ہو گئیں خواہ وہ سلام سے نماز کو توڑے یا کسی اور فعل سے خواہ وہ رکوع کرنے والا ہو یا سجدہ کرنے والا اگر قیام کی حالت میں ہے تو بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ ایک سلام پھیر کر نماز کو ختم کر دے گا اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ کہ دو سلام، اور بعض حضرات تو کہتے ہیں کہ اسی حالت میں بیٹھ جائے اور سلام پھیر دے۔

فاہیمت: اگر مؤذن نے تکبیر شروع کر دی تو اس کا توڑنا ضروری نہیں یہاں تک کہ امام نیت باندھ لے۔
 غیر رباعیۃ: اسے چار کے ساتھ اس وجہ سے مقید کر دیا کہ اگر نماز دور رکعت والی ہو یا تین رکعت والی تو اس میں دور رکعت پوری نہیں کرے گا بلکہ فوراً نماز کو ختم کر دیگا۔ لہذا اگر دور رکعت والی نماز ہے مثلاً فجر کی یا تین رکعت والی ہے جیسے مغرب کی تو سجدہ کرنے کے بعد سلام پھیر دے گا اس لئے کہ اگر دور رکعت والی میں ایک رکعت اور ملا لے گا تو نماز پوری ہو جائے گی اور فجر میں جماعت فوت ہو جائے گی اس لئے کہ فجر کی نماز کے بعد نفل نہیں پڑھ سکتا اور اگر یہاں پر ایک رکعت کو ملا رہا ہے تو یہ فجر کی نماز پوری ہو جائے گی اور اس کے بعد نفل کی نیت سے اقتداء نہیں کر سکتا، اسی طریقہ سے مغرب میں کہ اس میں لاکثر حکم الکمل ہے اور نفل میں تین رکعت نہیں ہوتی اور اگر یہ چار رکعت پوری کرے تو امام کی مخالفت لازم آئے گی کہ امام تو تین رکعت پڑھ رہا ہے اور مقتدی چار۔

فی الاصح: شمس الائمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر وہ قعدے کیلئے نہیں لوٹا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اسی قول کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔

ان کماں: اگر کوئی شخص جمعہ کی سنت پڑھ رہا تھا اسی درمیان میں خطیب خطبہ کے لئے نکل آیا اسی طریقہ سے ظہر کی سنت پڑھ رہا تھا کہ اقامت کہہ دی گئی تو ان دونوں صورتوں میں سنت کو توڑ دے گا اور جمعہ میں خطیب کا خطبہ سنے گا اور ظہر میں امام کی اقتداء کرے گا۔

الاجوبہ: علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ظہر کی سنت اور جمعہ کی سنت میں اگر اقامت کہہ دی جائے یا خطیب نکل جائے تو پوری کی جائے گی یا نہیں۔

الاولوالجہی: اور اسی طریقہ سے صاحب مبنی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ چار پوری کرے اس لئے کہ ایک ہی نماز ہے اور یہاں پر ابطال اکمال کے لئے نہیں ہے اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ دور رکعت کے شروع پر ختم کر دے لیکن مصنف نے اس دوسرے قول کو اختیار کیا ہے اس لئے کہ اس کے دلائل مصنف کے پاس زائد ہیں صاحب فتح القدیر نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ فرض کی ادائیگی کے بعد اسے قضاء کیا جاسکتا ہے۔

وَمَنْ حَضَرَ وَالْإِمَامُ فِي صَلَوةِ الْفَرَضِ اقْتَدَى بِهِ وَلَا يَسْتَعْلِلُ عَنْهُ بِالسَّنَةِ إِلَّا فِي الْفَجْرِ إِنْ آمَنَ فَوْتُهُ وَإِنْ لَمْ يَأْمَنْ تَرَكَهَا وَلَمْ تُقْضَ سُنَّةُ الْفَجْرِ إِلَّا بِقَوْنِهَا مَعَ الْفَرَضِ وَقَضَى السَّنَةُ الَّتِي قَبْلَ الظُّهْرِ فِي وَقْتِهِ قَبْلَ شَفَعِهِ وَلَمْ يُصَلِّ الظُّهْرَ جَمَاعَةً بِإِذْرَاكِ رَكْعَةٍ بَلْ أَذْرَكَ فَضْلَهَا وَاخْتَلَفَ فِي مُدْرِكِ الثَّلَاثِ وَيَتَطَوَّعُ قَبْلَ الْفَرَضِ إِنْ آمَنَ فَوْتِ الْوَقْتِ وَالْأَفْلَا وَمَنْ أَذْرَكَ إِمَامَهُ رَاكِعًا فَكَبَّرَ وَوَقَّفَ حَتَّى رَفَعَ الْإِمَامُ رَأْسَهُ لَمْ يُدْرِكِ الرُّكْعَةَ وَإِنْ رَكَعَ قَبْلَ إِمَامِهِ بَعْدَ قِرَاءَةِ الْإِمَامِ مَا تَجَوَّزُ بِهِ الصَّلَاةُ فَأَذْرَكَهُ إِمَامُهُ فِيهِ صَحَّ وَالْأَفْلَا.

ترجمہ :- اور جو شخص اس حال میں آیا کہ امام فرض نماز پڑھ رہا تھا تو امام کی اقتداء کر لے اور سنتوں میں مشغول نہ ہو مگر فجر کی سنت پڑھ کر شریک ہو اگر فرض نماز کے ختم ہونے کا خطرہ نہ ہو اور اگر اسے اندیشہ ہو تو اسے چھوڑ دے گا اور فجر کی سنتیں فرض کے ساتھ فوت ہونے کی شکل میں ہی ادا کی جائیں گی، اور ظہر سے قبل کی سنت اسکے وقت میں دو گانہ سنتوں سے پہلے ادا کرے اور ظہر کی نماز ایک رکعت پانے سے نہیں پڑھی جائے گی، بلکہ اسکے بچے کچھ کو پانے والا ہو گا اور تین رکعت کے پانے والے کے بارے میں اختلاف ہے، فرض سے پہلے نفل پڑھے اگر وقت کے فوت ہونے کا خطرہ نہ ہو اور اگر خطرہ ہو تو نہ پڑھے۔ اور جس نے امام کو رکوع کی حالت میں پالیا پس تکبیر کہی اور کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ امام نے اپنے سر کو اٹھالیا تو اسے رکعت کا پانے والا نہیں کہا جائے گا اور اگر اپنے امام سے پہلے رکوع کر لیا اتنی قرأت کے بعد کہ جس سے نماز جائز ہو جائے اور اس میں امام کو پالیا تھا تو اس کا رکوع صحیح ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

تشریح و مطالب :- | ولا يشغل :- اسکو مطلق ذکر کیا تاکہ اس میں یہ دونوں صورتیں شامل ہو جائیں کہ نماز میں سے کچھ فوت ہونے کا خطرہ ہو یا تمام کے لیکن یہ صورت مسجد کی ہے ہاں اگر وہ مکان میں ہو تو اس وقت یہ بات نہیں ہوگی بلکہ وہ پہلے سنتوں کا پڑھے گا پھر اس کے بعد فرض کو۔

الافی الفجر :- اگر فجر میں جماعت کھڑی ہو جائے تب بھی یہ شخص فجر کی سنتیں ادا کرے گا، لیکن اگر یہ شخص مسجد میں ہو تو جماعت سے ہٹ کر ادا کرے گا اس لئے کہ اگر صف کے بغل میں کھڑا ہو کر سنت پڑھے گا تو یہ کراہت تحریمی ہوگی اور فقہاء کا قاعدہ ہے کہ جہاں پر کراہت آجائے وہاں پر سنت کو ترک کر دیا جائے گا۔ صاحب ہدایہ نے مکان کے بارے میں یہاں تک تخصیص کر دی ہے کہ مسجد کے دروازہ پر پڑھی جائے لیکن اگر درمیان میں کچھ جگہ خالی ہو اور یہ ایسی جگہ پڑھ رہا ہو کہ جس سے جماعت کی مخالفت کا اشتباہ نہ ہو تاہو تو کوئی کراہت نہیں، مثلاً اگر میوں میں عام طور سے نماز سایہ میں ہوتی ہے اور یہ کسی ایسی جگہ پر ہو جہاں پر سایہ نہ ہو تو اتنی دوری پر پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن اس بات کا خیال رہے کہ جماعت فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو، اب جماعت میں کہاں تک شریک ہو سکتا ہے؟ اس میں کتنی وسعت و گنجائش ہے؟ تو فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر ایک رکعت مل جانے کی امید ہو تو فجر کی سنت پڑھ لے اور اگر ایک رکعت نہ ملے تو اکثر فقہاء کا یہی مسلک ہے کہ فجر کی سنتوں کو ترک کر دیا جائے۔ اور یہی ظاہر مذہب ہے اور

بعض احناف فرماتے ہیں کہ اگر تشہد مل جانے کی امید ہو تب بھی سنتوں کو پڑھ لے اس بارے میں احناف کا اختلاف ہے کہ اگر فجر کی سنت چھوٹ جائے تو سورج نکلنے کے بعد اسے پڑھ سکتا ہے یا نہیں، بہر حال سورج نکلنے سے پہلے تو تمام حضرات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس وقت سنت پڑھنا مکروہ تحریمی ہے سورج نکلنے کے بعد امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ زوال تک پڑھ سکتا ہے لیکن امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کا مسلک یہ ہے کہ سورج نکلنے کے بعد نہ پڑھے۔ امام محمدؒ کی دلیل یہ حدیث ہے من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلیہا بعد ما تطلع الشمس نیز امام محمدؒ کے نزدیک اگر نہیں پڑھا تو کوئی مضائقہ نہیں اور اگر پڑھ لیا تو نفل ہوگی۔

وقضی السنۃ :- یہاں سے دو چیزیں بیان کر رہے ہیں ایک قضا اور ایک اس کا وقت۔ بہر حال قضا تو اس میں علماء کا اختلاف ہے لیکن صحیح مسلک یہی ہے کہ قضا کی جائے بہر حال اس کا محل یعنی کب ادا کی جائے تو اس میں شیخین کا اختلاف ہے۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ پہلی دو رکعتوں کو مقدم کیا جائے اور اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ چار رکعتیں اپنے موضع اصلی سے ہٹ گئی ہیں، لہذا اب ان دو رکعتوں کو بلا کسی ضرورت کے مؤخر نہ کیا جائے گا مصنفؒ کے نزدیک یہی بہتر ہے۔ مگر شیخ الادبؒ نے اس کو ترجیح دی ہے کہ پہلے دو رکعت پڑھ لی جائیں اس کے بعد چار رکعت پڑھی جائے اور اس کی تائید میں حضرت عائشہؓ کی حدیث پیش کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی سنتیں پہلے نہ پڑھ سکتے تو دو رکعت کے بعد ادا فرماتے تھے جمعہ سے پہلے کی چار رکعت سنتوں کا بھی یہی حکم ہے اور اس میں یہی دو قول ہے۔

ولم یصل :- اس مسئلہ کا تعلق درحقیقت قسم اور عہد کے مسائل سے ہے یعنی اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ اگر آج ظہر کی نماز جماعت سے پڑھوں تو میرا غلام آزاد ہے تو اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر اس شخص کو صرف ایک رکعت جماعت سے ملی تو اس کی قسم پوری ہوئی یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک رکعت کے ملنے کو عرفاً باجماعت ادا کرنا نہیں کہا جاتا لہذا اس شخص کی قسم پوری نہیں ہوئی اور نہ غلام آزاد ہوگا۔ البتہ ایک رکعت بلکہ قاعدہ اخیرہ مل جانے پر بھی جماعت کا ثواب مل جائے گا کیونکہ ملنے نہ ملنے کا مدار آخری حصہ پر ہوتا ہے۔ (مرآۃ الفلاح)

والا فلا :- اگر فرض سے پہلے سنت پڑھنے میں یہ خطرہ ہو کہ فرض نماز نہ ملے گی تو اس صورت میں نماز نہیں پڑھی جائے گی لیکن مصنفؒ کے اس کلام میں اجمال ہے، اور اس میں تفصیل کی ضرورت ہے اور وہ یہ کہ سنت کی دو قسمیں ہیں (۱) سنت مؤکدہ اور وہ یہ ہے کہ جس پر حضور ﷺ نے مداومت فرمائی ہو، اور دوسری غیر مؤکدہ اور مصلیٰ دو حال سے خالی نہ ہو گیا تو تنہا پڑھ رہا ہو گایا جماعت سے پس اگر وہ جماعت سے پڑھ رہا ہے تو سنت مؤکدہ کو حتمی طور پر ادا کرے گا اور اگر تنہا پڑھ رہا ہے تو اس کو اختیار ہوگا اگر چاہے تو سنت مؤکدہ پر زیادتی کرے اور اگر چاہے تو زیادتی نہ کرے۔ (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادب)

وقف الخ :- یہ قید اتفاقی ہے اس لئے کہ اگر تکبیر کے بعد ظہر انہیں بلکہ جھک گیا اور امام نے اس کے رکوع سے پہلے سر کو اٹھالیا تو اس وقت بھی اسے رکعت کا پانے والا نہیں کہا جائے گا۔

وَكُرْهُ خُرُوجُهُ مِنْ مَسْجِدٍ أَدْنَىٰ فِيهِ حَتَّىٰ يُصَلِّيَ إِلَّا إِذَا كَانَ مَقِيمَ جَمَاعَةٍ أُخْرَىٰ وَإِنْ خَرَجَ بَعْدَ صَلَوَتِهِ مُتَفَرِّدًا لَا يَكُرْهُ إِلَّا إِذَا أَقِيَمَتِ الْجَمَاعَةُ قَبْلَ خُرُوجِهِ فِي الظُّهْرِ وَالْعِشَاءِ فَيَقْتَدِي فِيهِمَا مُتَتَفِلًا وَلَا يُصَلِّيَ بَعْدَ صَلَوةٍ مِثْلَهَا.

ترجمہ:- اور اس مسجد سے کہ جس میں اذان دے دی گئی ہو نکلنا مکروہ ہے، یہاں تک کہ نماز ادا کر لے مگر جب کہ کسی دوسری جگہ اسے جماعت قائم کرنی ہو اور اگر تنہا نماز پڑھ کر نکلے تو مکروہ نہیں مگر جب کہ اسکے نکلنے سے پہلے اقامت کہدی گئی ہو ظہر اور عشاء میں، پس اقتداء کرے گا ان دونوں میں نفل کی نیت سے اور اس کے بعد اس جیسی نماز نہ پڑھی جائیگی۔

تشریح و مطالب:- مسجد:- مصنفؒ نے اسے مطلق ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر اسکے

داخل سے پہلے اذان کہی گئی ہو یا داخل ہونے کے بعد دونوں صورتیں برابر ہیں، نکلنا اس وجہ سے مکروہ قرار دیا گیا ہے کہ دیکھنے والے اس کے بارے میں برا خیال کریں گے اور یہ سمجھیں گے کہ یہ شخص نماز نہیں پڑھتا، نیز حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے من ادرك الاذان في المسجد ثم خرج لم يخرج لحاجة وهو لا يريد الرجوع فهو منافق۔ (ابن ماجہ) نیز ایک روایت امام مسلمؒ نے نقل کی ہے انه قال لرجل خرج من المسجد بعد ما اذن فيه اما هذا فقد عصى ابا القاسم صلى الله عليه وسلم۔

الاذا كان: جیسے نکلنے والا اگر کسی جگہ کا امام ہو تو اب یہ نکل سکتا ہے اور اسکے نکلنے میں کوئی کرہت نہیں ہے اسلئے کہ لوگ اس کا انتظار کر رہے ہوں گے اور اسے وہاں نماز پڑھانی ہے لہذا ضرورت کے پیش نظر اسکے نکلنے میں کوئی کرہت نہیں۔

ان خروج: اگر کوئی شخص اذان کے بعد مسجد میں تنہا نماز پڑھ لے تو اب یہ اقامت سے قبل نکل سکتا ہے، اس کے نکلنے میں کوئی کرہت نہیں ہے لیکن اگر اقامت کہہ دی گئی تو یہ نماز ظہر یا عشاء کی ہے تو اسے چاہئے کہ ان دونوں میں نفل کی نیت سے شریک ہو جائے بہر حال عصر اور مغرب اور فجر میں اس وجہ سے نفل کی نیت سے شریک نہ ہوگا کہ عصر اور فجر کے بعد نفل مکروہ ہے اور مغرب میں اس وجہ سے کہ نفل نماز تین رکعت نہیں اب اگر یہ چار پڑھے گا تو امام کی مخالفت لازم آئے گی، لہذا صرف دو ہی نمازوں میں نفل کی نیت سے شریک ہو سکتا ہے۔

لا یصلی: یہ ایک حدیث کا ترجمہ ہے اس کے چند معانی بیان کئے گئے ہیں (۱) دو رکعت قرأت سے اور دو رکعت بلا قرأت نہ پڑھی جائیں (۲) ثواب کے شوق میں بار بار فرض نہ پڑھے جائیں (۳) بلا وجہ فساد کا وہم ہو گیا تو نماز نہ لوٹائی جائے (۴) اسی جگہ دوبارہ اس نماز کی جماعت نہ کی جائے (مرآۃ الفلاح، طحاوی)

﴿بَابُ سُجُودِ السَّهْوِ﴾

يَجِبُ سَجْدَتَانِ بِتَشْهَدٍ وَتَسْلِيمٍ لِتَرْكِ وَاجِبٍ سَهْوًا وَإِنْ تَكَرَّرَ وَإِنْ كَانَ تَرْكُهُ عَمْدًا أَيْمًا وَوَجِبَ إِعَادَةُ الصَّلَاةِ لِجَبْرِ نَقْصَائِهَا وَلَا يَسْجُدُ فِي الْعَمْدِ لِلْسَّهْوِ وَقِيلَ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ تَرَكَ الْقُعُودِ الْأَوَّلِ أَوْ تَاخِيرِ

سَجْدَةٍ مِنَ الرُّكْعَةِ الْأُولَى إِلَى آخِرِ الصَّلَاةِ وَتَفَكُّرُهُ عَمْدًا حَتَّى شَغَلَهُ عَنْ رُكْنٍ وَيَسْنُ الْإِتْيَانُ بِسُجُودِ السُّهُوِ
بَعْدَ السَّلَامِ وَيَكْتَفِي بِتَسْلِيمٍ وَاحِدٍ عَنْ يَمِينِهِ فِي الْأَصَحِّ فَإِنْ سَجَدَ قَبْلَ السَّلَامِ كَرَّةً تَنْزِيهًا وَتَسْقُطُ سُجُودُ
السُّهُوِ بَطْلُوعِ الشَّمْسِ بَعْدَ السَّلَامِ فِي الْفَجْرِ وَاحْمِرَازِهَا فِي الْعَصْرِ وَبُجُودِ مَا يَمْنَعُ الْبِنَاءَ بَعْدَ السَّلَامِ.

ترجمہ :- سجدہ سہو :- کسی واجب کو بھول کر چھوڑنے کی وجہ سے دو سجدے تشهد اور سلام کے ساتھ واجب ہوتے ہیں، اور کسی رکن کے مکرر ہونے کی وجہ سے اور اگر جان بوجھ کر چھوڑ دیا ہے تو گنہگار ہوگا اور نماز کا اعادہ واجب ہوگا اسی نقصان کو پورا کرنے کے لئے، اور قصد اچھوڑ دینے کی شکل میں سجدہ سہو نہیں ہوگا اور کہا گیا ہے کہ تین چیزوں کو جان بوجھ کر چھوڑ دینے میں سجدہ سہو واجب ہوتا ہے، قعدہ اولیٰ کے چھوڑ دینے کی وجہ سے رکعت اولیٰ کے سجدے کو آخری نماز تک مؤخر کرنے کی وجہ سے اور اس کے جان بوجھ کر سوچنے کی وجہ سے یہاں تک کہ وہ مشغول رہ گیا ہو ایک رکن سے، اور سنت ہے سجدہ سہو کا سلام کے بعد کرنا، اور کافی ہو جاتا ہے ایک سلام دائیں طرف پھیرنے سے صحیح مذہب میں، پس اگر سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ سہو کر لیا تو یہ مکروہ تنزیہی ہے اور سجدہ سہو سلام کے بعد طلوع شمس کی وجہ سے فجر میں اور احمرار کی وجہ سے عصر میں ساقط ہو جاتا ہے اور اس چیز کے پائے جانے کی وجہ سے کہ سلام کے بعد جس پر بناء کرنا ممنوع ہو۔

تشریح و مطالب :- ابھی تک مصنفؒ اور قضاء نفل اور سنت کا بیان کر رہے تھے لیکن بعض صورتیں اس میں ایسی پیش آ جاتی ہیں کہ جس کی وجہ سے اس میں نقص پیدا ہو جاتا ہے لہذا اس کی تلائی کی بھی کوئی صورت ہونی چاہئے اب انہی احکام کو یہاں سے بیان کر رہے ہیں، چونکہ کسی چیز میں اصل اسکا کامل ہوتا ہے نقص کسی عارض کی بنا پر ہوتا ہے اس لئے پہلے اصل کو بیان کیا اور نقص کی صورت کو بعد میں۔

یجب : سجدہ سہو واجب ہے یا سنت اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے اکثر علماء اس کو واجب قرار دیتے ہیں اس لئے کہ اس سے ایک قسم کے نقصان کی تلائی ہوتی ہے جس طریقہ سے حج میں کوئی کمی ہو جانے کی بنا پر دم دینا پڑتا ہے لہذا یہ واجب ہی ہو سکتا ہے، نیز حضور ﷺ نے اس کا حکم فرمایا ہے اور خود اس پر مواظبت فرمائی ہے جب یہ بات ثابت ہو گئی تو ضمنیہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ واجب کے ترک پر سجدہ سہو لازم ہوگا، سنت وغیرہ پر نہیں، اس لئے کہ سنت وغیرہ فی نفسہ واجب نہیں ہوتے اس لئے اسکا پورا کرنا بھی واجب نہ ہوگا، نیز اگر واجب کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا، تو اس کو سجدہ سہو سے پورا نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ احادیث میں سجدہ سہو اس وقت کرنے کو کہا گیا ہے جب کوئی واجب سہو اچھوٹ گیا ہو کیونکہ رکن کا ترک ہو جانا نماز کو باطل اور فاسد کر دیتا ہے (ہدایہ) لیکن صاحب قدوری نے سجدہ سہو کو سنت قرار دیا ہے لیکن یہ ممکن ہے کہ بعض نسخوں میں سہو سنت آگیا ہو اور بعض میں واجب چونکہ احادیث میں کثرت سے اس کا حکم ہے لہذا زیادہ صحیح یہی ہے کہ اسے واجب ہی کہا جائے۔

سجدتان : اس لئے کہ حدیث میں ہے ان النبی ﷺ سہی فسجد سجدتین ثم تشهد ثم سلم (ترمذی)

تسلیم: مصنفؒ نے یہاں پر مطلق ذکر کیا ہے اس لئے کہ نماز میں جو سلام پھیرا جاتا ہے وہ دونوں طرف ہوتا ہے اور سجدہ سہو میں ایک طرف سلام پھیرا جائے گا۔

واجب :- اسے بھی مطلق ذکر کیا تاکہ یہ بات ثابت ہو جائے کہ صرف واجب ہی کے ترک کر دینے پر سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا بلکہ اگر واجب کو مقدم یا مؤخر کر دیا ہے تب بھی سجدہ سہو لازم ہوگا، نیز واجب کہہ کر اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ صرف واجب کے ترک پر سجدہ سہو لازم ہوگا سنت کے ترک پر نہیں۔

وان تكرر: اسے بھی مطلق ذکر کیا تاکہ اس میں یہ شامل ہو جائے کہ اگر کوئی واجب دو مرتبہ ہو گیا ہے تب بھی ایک مرتبہ سجدہ سہو کر لینے سے نقصان پورا ہو جائے گا۔

الافی ثلاث: اگر کسی شخص نے جان بوجھ کر واجب کو ترک کر دیا ہے تو یہ نقصان سجدہ سہو سے ختم نہ ہوگا مگر تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر جان بوجھ کر کیا ہے تو اس کی تلافی سجدہ سہو سے ہو جاتی ہے (۱) قعدہ اولیٰ کا جان بوجھ کر چھوڑ دینا (۲) رکعت اولیٰ کا سجدہ نماز کے اخیر میں کیا ہو (۳) یا جان بوجھ کر کوئی چیز سوچنے لگا اور اس قدر مشغول ہوا کہ ایک رکن کی مقدار سوچتا ہی رہا تو اب سجدہ سہو کر لینے سے اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔ مصنفؒ نے یہاں پر تین ہی کا ذکر کیا حالانکہ دو چیزیں اور ہیں کہ ان کے کر لینے کے بعد سجدہ سہو سے اس کی تلافی ہو جاتی ہے (۱) قعدہ اولیٰ میں درود پڑھ لینے سے (۲) جان بوجھ کر فاتحہ کو ترک کر دینے سے۔

یسن: سنت طریقہ یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کیا جائے لیکن امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ سلام سے قبل سجدہ سہو کرے۔

فی الاصح: سجدہ سہو کے لئے ایک طرف اس وجہ سے سلام پھیرے گا تاکہ نماز کے سلام اور سجدہ سہو کے سلام میں فرق ہو جائے۔

کروہ تنزیہاً: اگر کسی شخص نے سلام پھیرنے سے قبل سجدہ سہو کر لیا تو یہ مکروہ تنزیہی ہے اور مکروہ تنزیہی اس وجہ سے ہے کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، بعض حضرات کے نزدیک یہی صحیح ہے۔

یسقط: اگر فجر کی نماز پڑھ رہا تھا اور اس میں کسی واجب کو ترک کر دیا اور یہ فجر کی نماز ایسے وقت میں ادا کر رہا تھا اور اب سورج زردی مائل ہو گیا تو اس وقت بھی سجدہ سہو ساقط ہو جائے گا۔

وَيَلْزَمُ الْمَأْمُومُ سَهْوُ إِمَامِهِ لَا سَهْوَهُ وَيَسْجُدُ الْمَسْبُوقُ مَعَ إِمَامِهِ ثُمَّ يَقُومُ بِقَضَاءِ مَا سَبَقَ بِهِ وَلَوْ سَهَا الْمَسْبُوقُ فِيمَا يَقْضِيهِ سَجْدَةً لَا يَلْزَمُ الْإِمَامُ سَجْدَةُ السَّهْوِ فِي الْجُمُعَةِ وَالْعِيدَيْنِ وَمَنْ سَهَا عَنِ الْقَعْدَةِ الْأَوَّلِ مِنَ الْفَرَضِ عَادَ إِلَيْهِ مَا لَمْ يَسْتَوِ قَائِمًا فِي ظَاهِرِ الرَّوَايَةِ وَهُوَ الْأَصَحُّ وَالْمُقْتَدَى كَالْمُتَقَفِّلِ يَعُودُ وَلَوْ اسْتَمَّ قَائِمًا فَإِنْ عَادَ وَهُوَ إِلَى الْقِيَامِ أَقْرَبُ سَجْدَةً لِلْسَّهْوِ وَإِنْ كَانَ إِلَى الْقَعْدَةِ أَقْرَبَ لَا سَجْدَةَ عَلَيْهِ فِي الْأَصَحِّ وَإِنْ عَادَ بَعْدَ مَا اسْتَمَّ قَائِمًا اِخْتَلَفَ التَّصْحِيحُ فِي فُسَادِ صَلَاتِهِ وَإِنْ سَهَا عَنِ الْقَعْدَةِ الْآخِرَةِ عَادَ مَا

لَمْ يَسْجُدْ وَتَسْجُدْ لِتَاخِيرِهِ فَرَضَ الْقَعُودُ فَإِنْ سَجَدَ صَارَ فَرَضُهُ نَفْلًا وَضَمَّ سَادِسَةً إِنْ شَاءَ وَلَوْ فِي الْعَصْرِ
وَرَابِعَةً فِي الْفَجْرِ وَلَا كَرَاهَةَ فِي الضَّمِّ فِيهِمَا عَلَى الصَّحِيحِ وَلَا يَسْجُدُ لِلْسَهْوِ فِي الْأَصَحِّ.

ترجمہ:- مقتدی کو امام کے سہو سے سجدہ لازم ہوتا ہے خود اسکے سہو سے لازم نہیں ہوتا، مسبوق اپنے امام کے ساتھ سجدہ کرے گا پھر فوت شدہ رکعات کی قضا کیلئے کھڑا ہوگا اور اگر مسبوق کوئی چیز بھول گیا جبکہ وہ اپنی رکعت کی قضاء کر رہا تھا تو اسکے لئے سجدہ سہو کرے گا نہ کہ جن میں وہ مسبوق ہوا، اور امام جمعہ اور عیدین میں سجدہ سہو نہیں کرے گا اور جو شخص فرض نماز کے قعدہ اولیٰ کو بھول گیا تو جب تک سیدھانہ کھڑا ہو اسکی طرف لوٹ آئے یہ ظاہر روایت میں ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے اور مقتدی نفل نماز پڑھنے والے کی طرح لوٹ آئے اگرچہ پورا کھڑا ہو گیا ہو، اگر وہ لوٹا ہے اس حال میں کہ وہ قیام کے زیادہ قریب تھا تو سجدہ سہو کرے گا اور اگر بیٹھنے کے زیادہ قریب تھا تو صحیح مذہب کے مطابق سجدہ سہو نہ کرے گا اور اگر پورا کھڑا ہونے کے بعد لوٹا ہے تو فساد نماز کے بارے میں مختلف اقوال ہیں اور اگر قعدہ اخیرہ کو بھول گیا تو جب تک سجدہ نہ کیا تو بیٹھنے کے فرض کو مؤخر کرنے کی وجہ سے سجدہ سہو کرے پس اگر اس نے سجدہ سہو کر لیا تو اس کا فرض نفل ہو جائے گا اور اگر چاہے تو چھٹی رکعت کو ملا لے خواہ عصر کی نماز میں ہو، اور چار کر لے فجر میں اور ان دونوں نمازوں میں رکعات کے ملانے پر کراہت نہیں ہے صحیح مذہب کے مطابق اور سجدہ سہو نہیں کرے گا صحیح مسلک میں۔

تشریح و مطالب:- **یلزم الماموم:-** یعنی اگر امام کو سجدہ سہو لاحق ہو گیا تو مقتدی بھی سجدہ سہو کریں گے اس لئے کہ وہ اس امام کے تابع ہیں قال علیہ الصلوٰۃ والسلام الامام لکم ضامن

یرفع عنکم سہوکم وقرآنکم (مرآۃ الفلاح) نیز حضور ﷺ کے بارے میں احادیث میں آتا ہے کہ آپ نے سجدہ سہو فرمایا تو آپ کے ساتھ صحابہؓ نے بھی سجدہ میں شرکت کی اور آپ کے ساتھ سجدہ سہو کیا۔ نیز مصنفؒ مطلق بیان کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ مقتدی کو خواہ جس وقت سہو ہوا ہے امام کے ساتھ شریک رہا ہو یا نہ رہا ہو دونوں برابر ہیں اب اگر کوئی امام کے ساتھ اس وقت آکر ملا کہ جب امام ایک سجدہ سہو کر چکا تھا تو اب یہ دوسرے سجدہ کو نہیں کرے گا جیسا کہ اگر یہ سجدہ سہو کے بعد آکر ملتا تو سجدہ نہ کرتا، نیز الماموم مطلق لا کر اس طرف بھی اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اس حکم میں مدرک، لاحق، مسبوق تمام کے تمام شامل ہیں، اور تمام لوگوں کے اوپر سجدہ سہو ہوگا۔ اسی طرح سے وہ مقتدی خواہ مقیم ہوں یا مسافر سب اس حکم میں برابر ہیں۔

لا یسہوہ:- یعنی اگر مقتدی سے کوئی واجب ترک ہو گیا اور وہ امام کی اقتداء کر رہا ہے تو اب اس پر سجدہ سہو نہیں ہوگا اس لئے کہ اگر یہ سجدہ سہو کرے گا تو امام کی مخالفت لازم آئے گی۔

ولو سہا المسبوق:- یعنی مسبوق جب اپنی بقیہ ماندہ نماز کو ادا کرنے لگے اور اس کو اس میں سہو پیش آجائے تو اب اس کو امام کے ساتھ سجدہ سہو کرنا کافی نہ ہوگا بلکہ اب یہ خود سجدہ سہو کرے گا۔

لاباتی الامام:- یعنی اگر امام کو جمعہ میں یا اسی طرح سے عیدین میں کوئی سہو ہو گیا تو اب یہ سجدہ نہ کرے گا اس

لئے کہ اس میں ہر طرح کے لوگ شامل ہوتے ہیں بعض سجدہ کو جانتے بھی نہیں، اور اس میں لوگوں کو پریشانی ہوگی، اس مسئلہ میں متقدمین اور متاخرین کے اندر کچھ اختلاف ہو گیا ہے حضرات متقدمین فرماتے ہیں کہ سجدہ سہو کرے اور حضرات متاخرین فرماتے ہیں کہ واجب نہیں (کما صرح بہ فی الدر المختار) بعض حضرات نے صراحت کی ہے کہ اگر مجمع زائد ہو تو ترک کر دیا جائے ورنہ ادا کرنا اولیٰ ہے (شامی)

ہو الاصح: جس نے فرض نماز کے قعدہ اولیٰ کو بھول کر چھوڑ دیا تو اگر وہ ابھی سیدھا کھڑا نہیں ہوا ہے تو اس کو کرے اور یہی اصح ہے، صاحب قدوری، صاحب ہدایہ و شرح وقایہ وغیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

المقتدی یعنی اگر صرف مقتدی کھڑا ہو گیا ہے تو یہ لوٹ آئے جس طرح اگر نفل پڑھنے والا کھڑا ہو گیا تو وہ لوٹ آتا ہے ان سہاغن القعود الاخیرہ: یہاں قعدہ اخیرہ سے مراد وہ قعدہ ہے جو فرض ہے اسلئے کہ دو رکعت والی نماز میں صرف ایک ہی قعدہ ہوتا ہے اسے اخیرہ اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ یہ نماز کے اخیر میں ہوتا ہے اسے مطلق لا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر بالکل نہیں بیٹھایا صرف زیادہ بیٹھا کہ وہ تشہد کے مقدار بھی نہیں تھا ہاں اگر مقدار تشہد بیٹھ گیا تو اسکی فرضیت ساقط ہو گئی اب اگر اسکے بعد بات کیا تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ قعدہ اخیرہ کے بھولنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ نماز ظہر کی ہے اور وہ چار رکعت کے بعد بیٹھا نہیں حالانکہ اسے بیٹھنا چاہئے تھا اس لئے کہ قعدہ اخیرہ فرض ہے اور یہ پانچویں رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا اور اب اسکا سجدہ بھی کر لیا تو اب یہ نماز فرض نہ رہی بلکہ نفل ہو گئی اب اگر یہ چاہے تو ایک رکعت اور پڑھ لے تاکہ چھ رکعت نفل ہو جائے اگرچہ یہ واقعہ عصر اور فجر میں کیوں نہ پیش آیا ہو۔

علی الصحیح: یعنی صحیح تو یہی ہے کہ عصر اور فجر میں بھی زیادتی کر کے نفل کر سکتا ہے لیکن سراج الوہاب ارشاد فرماتے ہیں کہ تمام نمازوں میں ایسا کر سکتا ہے لیکن عصر میں اور رکعت کو نہیں ملائے گا اسلئے کہ عصر کے بعد نفل مکروہ ہے۔ اور قاضی خاں ارشاد فرماتے ہیں کہ اسکے بعد نفل نہیں ہے لیکن صاحب بحرؒ نے ان دونوں قولوں پر رد کیا ہے۔ (شامی)

وَأَنَّ قَعْدَ الْآخِرِ ثُمَّ قَامَ عَادَ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ إِعَادَةِ التَّشَهُّدِ فَإِنْ سَجَدَ لَمْ يَبْطُلْ فَرَضُهُ وَضَمَّ إِلَيْهَا أُخْرَى لِتَصْيِيرِ الزَّائِدَتَانِ لَهُ نَافِلَةً وَسَجَدَ لِلسَّهْوِ وَلَوْ سَجَدَ لِلسَّهْوِ فِي شَفْعِ التَّطَوُّعِ لَمْ يَبْنِ شَفْعًا آخَرَ عَلَيْهِ اسْتِحْبَابًا فَإِنْ بَنَى أَعَادَ سُجُودَ السَّهْوِ فِي الْمُخْتَارِ وَلَوْ سَلَّمَ مِنْ عَلَيْهِ سَهْوٌ فَاقْتَدَى بِهِ غَيْرُهُ صَحَّ إِنْ سَجَدَ لِلسَّهْوِ وَالْأَفْلَا يَصِحُّ وَيَسْجُدُ لِلسَّهْوِ وَإِنْ سَلَّمَ عَامِدًا لِلْقَطْعِ مَا لَمْ يَتَحَوَّلْ عَنِ الْقِبْلَةِ أَوْ يَتَكَلَّمَ.

ترجمہ:- اور اگر قعدہ اخیرہ کیا پھر کھڑا ہو گیا، تو لوٹ آئے اور بلا تشہد کے لوٹائے ہوئے سلام پھیر دے، پس اگر سجدہ کر لیا تو اس کا فرض باطل نہیں ہو گا اور اس کے ساتھ دوسری کو ملائے تاکہ یہ دونوں زائد نفل ہو جائیں اور سجدہ سہو کرے اور نفل کی دو رکعتوں میں سجدہ سہو کر لیا تھا تو اب مستحب ہے کہ دوسری نفل کی اس پر بناء نہ کرے اور اگر بناء کر لیا تو قول مختار کی بنا پر سجدہ سہو کو لوٹائے گا۔ اور اگر جس کے اوپر سجدہ سہو تھا اس نے سلام پھیرا اور اس کی کسی نے اقتداء کی تو یہ اقتداء صحیح ہو جائیگی، اور اگر امام نے سجدہ سہو کر لیا اور اگر سجدہ نہیں کیا تو اقتداء صحیح نہ ہوگی۔ اور

جب تک قبلہ سے نہ مڑ جائے یا بات نہ کرے سجدہ سہو کر سکتا ہے اگرچہ نماز کو ختم کرنے کے لئے سلام پھیرا ہو۔

تشریح و مطالب :- [وان قعد الاخيرة: یعنی ایک شخص نے قعدہ اخیرہ کے بعد قیام کر لیا اور بیٹھ گیا تو اب پھر شہد پڑھنے کی ضرورت نہیں بلکہ بیٹھنے کے بعد سلام پھیر دے اس سے اسکی نماز میں کوئی

حرج نہیں آیا، نیز اگر کھڑے کھڑے سلام پھیر دیا تو اگرچہ ایسا کرنا خلاف سنت ہے مگر نماز ہو جائے گی۔ (ماخوذ از حاشیہ ہدایہ) فان مسجد: یعنی اگر کھڑا ہونے کے بعد پانچویں رکعت یا تیسری رکعت کا سجدہ بھی کر لیا تب بھی اس کی نماز صحیح ہو جائے گی فاسد نہیں ہوگی۔ بخلاف پہلی صورت کے اس لئے کہ اس نے قعدہ اخیرہ کر لیا ہے اب اگر ایک رکعت قعدہ اخیرہ کے بعد پڑھ لی ہے تو ایک رکعت اور ملا لے تاکہ دور رکعت نفل ہو جائے اور اسکے بعد سجدہ سہو کرے اس لئے کہ سلام کو جو واجب تھا اس میں تاخیر کی ہے اور اسے اپنے اصلی مقام سے ہٹا دیا ہے واللہ اعلم ہاں امام شافعیؒ کے نزدیک ایک رکعت اور نہیں ملائے گا اس لئے کہ ان کے یہاں نفل مشروع ہے۔ کذا فی البدایہ

لو مسجد الخ: یہاں پر نفل کی قید اس وجہ سے لگائی کہ فرضوں میں اگر مسافر نے دور رکعت پڑھ کر سجدہ سہو کرنے کے بعد ٹھہرنے کا ارادہ کر لیا تو جس طرح اس پر لازم ہو گا کہ دور رکعت اور ملائے اسی طرح اس پر یہ لازم ہو گا کہ سجدہ سہو چار رکعت کے بعد دوبارہ کر لے، اس لئے کہ پہلا سجدہ نماز کے درمیان میں آجانے کی وجہ سے بے کار ہو گیا (مرآۃ الفلاح) مصنفؒ کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نفل نماز پڑھ رہا تھا اور اس نے دور رکعت کے بعد سجدہ کر لیا اب اس کو چاہئے کہ اس پر بناء کر کے دوسری رکعتوں کو نہ پڑھے ہاں اگر بناء کر لیا تو صحیح ہو جائے گی مگر ایسا نہیں کرنا چاہئے چنانچہ اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے مصنفؒ نے لم یمن فرمایا لم یصح نہیں فرمایا، اب اس کے لئے وہ سجدہ سہو کافی نہیں بلکہ دوسرا سجدہ سہو کرے، اور اس طرح بناء کرنا مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ ایک واجب کا توڑنا پایا جا رہا ہے اور یہ ایسا کرنا درست نہیں۔ (در مختار، شامی)

المختار: اس سے اس بات کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ مختار مذہب یہی ہے کہ سجدہ سہو کو لوٹائے لیکن بعض حضرات عدم اعادہ کے قائل ہیں اور وہ فرماتے ہیں کہ دوبارہ سجدہ سہو نہیں کرے گا۔

ولو مسلم: یعنی ایک ایسا شخص تھا کہ جسکے اوپر سجدہ سہو واجب تھا اب اس نے سلام پھیرا ہی تھا کہ ایک آدمی نے آکر اس کی اقتداء کر لی اب اس کے اقتداء کی صحت اس بات پر موقوف رہے گی کہ اگر جس کی اقتداء کی ہے اور اس پر سجدہ سہو واجب ہے اس نے سجدہ کر لیا تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی اور اگر سجدہ نہیں کیا تو اسکی نماز صحیح نہیں ہوگی۔ ان سلم: یعنی اس نے صرف نیت کی تھی حالانکہ کسی چیز کے فقط نیت کر لینے سے مشروع چیز متغیر ہو جاتی ہے باطل نہیں ہوتی، لہذا اسکی نیت لغو ہو جائے گی۔ (مرآۃ)

او بتکلم: یعنی اگر بات کر لیا یا اسی طرح قبلہ کی طرف سے گھوم گیا یا اسی طرح کوئی ایسا کام کیا جو منافی صلوٰۃ تھا تو اب تحریمہ ختم ہو گئی۔ (نہایہ)

وَلَوْ تَوَهَّمْ مُصَلٍّ رُبَاعِيَّةً أَوْ ثَلَاثِيَّةً أَنَّهُ اَتَمَّهَا فَسَلَّمَ ثُمَّ عَلِمَ أَنَّهُ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ اَتَمَّهَا وَسَجَدَ لِلسَّهْوِ
وَإِنْ طَالَ تَفَكُّرُهُ وَلَمْ يُسَلِّمْ حَتَّى اسْتَيْقَنَ إِنْ كَانَ قَدْزَادَ رُكْنَ وَجَبَ عَلَيْهِ سُجُودُ السَّهْوِ وَالْأَلَا.

ترجمہ:- اور اگر شک ہو گیا تین رکعت یا چار رکعت پڑھنے والے کو کہ اس نے پوری کر لی ہے اور اس نے سلام پھیر دیا پھر اسے معلوم ہوا کہ میں نے دو رکعت پڑھی ہے تو پھر پوری کرے اور سجدہ سہو کرے اور اگر یہ سوچنا ایک رکن کے مقدار تھا اور اس شخص نے سلام نہیں پھیرا یہاں تک کہ یقین ہو گیا تو اسکے اوپر سجدہ سہو واجب ہو گیا اور نہ نہیں۔

تشریح و مطالب:- | وان طال :- کسی شخص کو اس بارے میں شک ہو گیا کہ میں نے کتنی رکعت پڑھی ہے اور تعیین نہیں کر پا رہا ہے اور اس کا یہ سوچنا ایک رکن کی مقدار تک رہا تو اس کی وجہ سے سجدہ سہو لازم ہو گا اس لئے کہ ایک واجب میں تاخیر ہو گئی ہے اسی طریقہ سے اگر کسی کو شک ہو گیا کہ میں نے تین رکعت پڑھی ہے یا چار اور فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ سلام پھیر دیا اور سلام پھیرنے کے بعد اسے معلوم ہوا کہ میں نے دو ہی رکعتیں پڑھی تھیں تو اب اس کے بعد اور رکعت کو ملا کر اپنی نماز پوری کر لے گا اور سجدہ سہو کر لے گا تو اس نقصان کی تلافی ہو جائے گی۔

فصل في الشك. تَبْطُلُ الصَّلَاةُ بِالشَّكِّ فِي عَدَدِ رَكَعَاتِهَا إِذَا كَانَ قَبْلَ اكْتِمَالِهَا وَهُوَ أَوَّلُ مَا عَرَضَ لَهُ مِنَ الشَّكِّ أَوْ كَانَ الشَّكُّ غَيْرَ عَادَةٍ لَهُ فَلَوْ شَكَّ بَعْدَ سَلَامِهِ لَا يُعْتَبَرُ إِلَّا أَنْ تَيَقَّنَ بِالْتُرْكِ وَإِنْ كَثُرَ الشَّكُّ عَمِلَ بِغَالِبِ ظَنِّهِ فَإِنْ لَمْ يَغْلِبْ لَهُ ظَنٌّ أَخَذَ بِالْأَقْلِ وَقَعَدَ بَعْدَ كُلِّ رَكْعَةٍ ظَنُّهَا آخِرَ صَلَوَاتِهِ.

ترجمہ:- نماز میں شک کے احکام:- نماز کی رکعات کے عدد میں شک پڑ جانے سے نماز باطل ہو جاتی ہے بشرطیکہ یہ شک نماز کو پوری کرنے سے قبل ہو اور اس شخص کو پہلی مرتبہ شک پیش آیا ہو یا شک کرنا اس کی عادت نہ ہو پس اگر سلام پھیرنے کے بعد شک ہو تو اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا مگر یہ کہ ترک کا یقین کامل ہو جائے اور اگر اسے شک بہت زیادہ پیش آتا ہے تو اپنے غالب ظن پر عمل کرے گا پس اگر اس کا کوئی غالب ظن نہ ہو تو اقل کو لیا جائے گا اور ہر رکعت کے بعد بیٹھ جائے جس کو آخری نماز کی رکعت سمجھتا ہو۔

تشریح و مطالب:- | الشك :- سے یہاں مراد شک عرفی نہیں ہے کہ جس کے دونوں طرف برابر ہوں بلکہ لغوی معنی مراد ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی بات پر یقین نہ ہو۔

تبطل :- یہاں بطلان کو نماز کے ساتھ مقید کیا اس لئے کہ اگر حج وغیرہ میں شک ہو جائے تو ہواص نے لکھا ہے کہ اس میں تحری کی جائے گی نیز اسی طرح شک نماز ختم ہونے سے قبل ہو تو اس شک سے نماز فاسد ہوگی اور اگر نماز کے بعد شک ہو تو نماز باطل نہ ہوگی مثلاً ایک شخص ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا سلام پھیرنے کے بعد اسے اس بات پر شک ہوا کہ تین رکعت ہی پڑھی ہے یا چار تو یہاں پر یہی کہا جائے گا کہ اس نے چار رکعت پڑھ لی ہے نیز اسی طرح یہ شک اسے پہلی مرتبہ پیش آیا ہو تو اس وقت اس کی نماز باطل ہوگی، اسی طرح شک کرنا اس کی عادت میں داخل نہیں ہے مگر کبھی کبھی یہ واقعہ پیش آ جاتا ہے تو اس وقت نماز باطل ہوگی۔

فلو شك: شك کو مصلیٰ کی طرف منسوب کیا اسلئے کہ اگر سلام پھیرنے کے بعد کوئی عادل شخص اسکو خبر دے تو یہ شخص اسکی طرف التفات نہیں کرے گا بلکہ رائے پر رہے گا لیکن احتیاط کا تقاضہ یہی ہے کہ نماز کو لوٹائے۔ (شامی) وان کثر: اگر کسی شخص کو شک کثرت سے لاحق ہوتا ہے تو اس کا حکم یہ ہوگا کہ وہ اپنے غالب ظن پر عمل کرے گا مثلاً اگر عصر میں شک لاحق ہو گیا اور یہ سوچتا ہے کہ ہم نے تین رکعت پڑھی ہے یا چار تو جس پر اس کا غالب گمان ہو اسی پر عمل کرے گا، کثرت میں بعض مشائخ کا قول ہے کہ جس کو عمر میں دومرتبہ شک لاحق ہو جائے اور بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ جسے سال میں دومرتبہ شک لاحق ہوتا ہے (شامی) اب اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ اسے غالب گمان نہیں ہے اس کا دل کسی ایک طرف مائل نہیں ہو تا بلکہ دونوں پہلو برابر رہتے ہیں تو اب اس صورت میں اقل پر عمل کرے گا۔

وقعد: جیسے کسی شخص کو یہ شک ہو گیا کہ تین رکعت نماز پڑھی ہے یا چار تو اب تشہد کی مقدار بیٹھ جائے اس لئے کہ احتمال ہے کہ اس نے چار رکعت پڑھ لی ہے تو یہ نماز قعدہ کرنے کی وجہ سے پوری ہو جائے گی پھر اس کے بعد ایک رکعت اور پڑھ لے اس لئے کہ اسے احتمال یہ بھی تھا کہ اس نے تین ہی رکعت پڑھی ہے تو اس صورت میں ایک رکعت ملانے سے چار رکعت ہو جائے گی۔ اور اگر کسی شخص کو یہ شک ہو گیا کہ ایک رکعت پڑھی ہے یا دو یا تین حالانکہ اس نے کچھ بھی نہیں پڑھا ہے تو یہ تشہد کے مقدار بیٹھے گا پھر چار رکعت پڑھے گا اور اس میں ہر رکعت کے بعد بیٹھے گا اور یہ بیٹھنا تشہد کے مقدار ہو گا کیونکہ اسے احتمال ہے کہ ہماری نماز پوری ہو گئی ہے۔

﴿بَابُ سُجُودِ التَّلَاوَةِ﴾

سَبَبُ التَّلَاوَةِ عَلَى التَّالِيِ وَالسَّامِعِ فِي الصَّحِيحِ وَهُوَ وَاجِبٌ عَلَى التَّرَاخِيِ إِنْ لَمْ يَكُنْ فِي الصَّلَاةِ وَكُرْهُ تَاخِيرُهَا تَنْزِيْهَا وَيَجِبُ عَلَى مَنْ تَلَا آيَةً وَلَوْ بِالْفَارَسِيَّةِ وَقِرَاءَةُ حُرُوفِ السُّجْدَةِ مَعَ كَلِمَةِ قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ مِنْ آيَتِهَا كَالآيَةِ فِي الصَّحِيحِ وَأَيَّاتُهَا أَرْبَعُ عَشْرَةَ آيَةً فِي الْأَعْرَافِ وَالرُّعْدِ وَالنَّحْلِ وَالْإِسْرَاءِ وَمَرْيَمَ وَأُولَى الْحَجِّ وَالْفُرْقَانِ وَالنَّمْلِ وَالسُّجْدَةِ وَصَ وَحَمِ السُّجْدَةِ وَالنَّجْمِ وَأَنْشَقَّتْ وَأَفْرَأَ وَيَجِبُ السُّجُودُ عَلَى مَنْ سَمِعَ وَإِنْ لَمْ يَقْصِدِ السَّمْعَ إِلَّا الْحَائِضُ وَالنُّفْسَاءُ وَالْإِمَامُ وَالْمُقْتَدِيُّ بِهِ وَلَوْ سَمِعُوها مِنْ غَيْرِهِ سَجَدُوا بَعْدَ الصَّلَاةِ وَلَوْ سَجَدُوا فِيهَا لَمْ تُجْزِهِمْ وَلَمْ تَفْسُدْ صَلَوَتُهُمْ فِي ظَاهِرِ الرَّوَايَةِ.

ترجمہ:- سجدہ تلاوت کے احکام:- سجدہ تلاوت کا سبب سامع اور تالی کے لئے اسی آیت کا تلاوت کرنا ہے صحیح مذہب کے مطابق اور سجدہ سہو علی التراخی واجب ہوتا ہے اگر نماز میں نہ ہو اور اس کا مؤخر کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور واجب ہے جس شخص نے سجدہ کی آیت تلاوت کی ہو اگرچہ فارسی ہی میں کیوں نہ ہو اور حرف سجدہ کا پڑھنا اسکے ایک حرف پہلے سے یا ایک حرف بعد سے سجدہ تلاوت کی آیت کی طرح ہے صحیح مذہب میں اور سجدہ تلاوت کی آیتیں چودہ ہیں ایک آیت سورہ اعراف میں ایک سورہ رعد میں، اور سورہ نحل میں اور اسراء میں اور مریم میں اور سورہ حج کا پہلا سجدہ اور

سورہ فرقان میں اور سورہ نمل میں اور سورہ سجدہ میں اور ص میں اور حم سجدہ میں اور سورہ نجم میں اور اشقت میں اور اقرآن میں، اور سجدہ تلاوت سننے والے پر واجب ہے اگرچہ اس نے سننے کا ارادہ نہ کیا مگر حائضہ اور نفساء پر واجب نہیں۔ اور امام اور مقتدی پر اگر ان لوگوں نے اپنے غیر سے اس آیت کو سنا ہو تو یہ لوگ نماز کے بعد سجدہ کریں گے اور اگر ان لوگوں نے نماز میں سجدہ کر لیا تو یہ سجدہ کرنا ان کے لئے کافی نہ ہوگا۔ اور ظاہر روایت کے مطابق انکی نماز باطل نہ ہوگی۔

تشریح و مطالب :- ابھی تک مصنفؒ اسکے احکامات کو بیان کر رہے تھے جو صرف نماز میں پیش آتے ہیں اب جبکہ اس کو بیان کر چکے تو اب یہاں سے اسکو بیان کر رہے ہیں جو نماز اور نماز کے باہر دونوں

جگہ پیش آتا ہے جس طرح سجدہ کی آیت اگر نماز میں تلاوت کی جاتی تو سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے اسی طرح اگر نماز کے خارج میں تلاوت کی جائے تب بھی اسکے اوپر سجدہ تلاوت واجب ہوتا مگر سجدہ تلاوت کے لئے وہی شرطیں ہیں جو نماز کے لئے ہیں مثلاً طہارت کا ہونا، وقت مکروہ کا نہ ہونا وغیرہ اس لئے اسی کے تحت بیان کر رہے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

سببہ: سبب سجدہ تلاوت تالی کے حق میں اس آیت کی تلاوت ہے اور سامع کے حق میں اس کا سنا ہے لہذا اگرچہ پڑھنے والا بہرہ ہو تب بھی اس پر سجدہ تلاوت ہے اس لئے کہ تالی کے حق میں سنا ضروری نہیں ہاں اگر جس کے سامنے سجدہ کی آیت تلاوت کی جا رہی ہے وہ بہرہ ہو تو اس پر سجدہ تلاوت نہیں اس لئے کہ سامع جب تک نہیں سنے گا اس وقت تک اس پر سجدہ تلاوت واجب نہیں۔

واجب: یعنی سجدہ تلاوت اس وقت متحقق ہوگا جبکہ تلاوت کرنے والا اہل ہو مثلاً عاقل ہو لہذا مجنون سجدہ تلاوت کرے تو سجدہ واجب نہیں اسی طریقہ سے اگر طوطے کو سجدہ کی آیت رٹادی گئی اور اس کو پڑھتا ہے تو تب بھی سجدہ واجب نہیں۔ (کفایہ)

علی التراخی: یعنی سجدہ تلاوت نماز کے اندر نہ ہو تو علی التراخی واجب ہے اس لئے کہ جہاں سجدہ کا وجوب بیان کیا گیا ہے وہاں مطلقاً کسی وقت کے ساتھ متعین نہیں کیا گیا ہے، تاخیر کرنا جائز تو ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ فوراً کر لیا جائے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فوراً واجب ہے اور ایک روایت امام اعظمؒ سے بھی یہی ہے (مراتی)

بجب علی جن تلا: مصنفؒ نے مطلق ذکر کیا ہے لیکن یہ متعین ہے کہ اس پر سجدہ تلاوت ہوگا جو نماز کا اہل ہو مثلاً مسلمان ہو، عاقل ہو، بالغ ہو، اور پاک ہو حیض و نفاس سے چنانچہ کافر پر، بچے پر، مجنون پر، حائضہ اور نفاس والی عورت پر سجدہ واجب نہیں خواہ ان لوگوں نے اس آیت کی تلاوت کی ہو یا سنا ہو لیکن محدث پر واجب ہوگا۔ (محرر بصرہ)

ولو بالفارسیہ: یہاں پر فارسی سے مراد ہر وہ زبان ہے جو عربی کے علاوہ ہو خواہ اردو ہو یا انگریزی ہو یا ہندی ہو یا عربی اگرچہ عربی میں ہو تو بالاحتمال واجب ہو تا ہے خواہ اسے سمجھے یا نہ سمجھے لیکن اگر عربی کے علاوہ زبان میں ہے تو اس میں اختلاف ہے، امام صاحب کے نزدیک واجب ہے خواہ سمجھے یا نہ سمجھے لیکن صاحبین کے نزدیک اگر نہ سمجھے تو واجب نہیں، لیکن یہ بات بیان کی جاتی ہے کہ صاحبین نے اپنے قول سے رجوع کر لیا ہے۔ (مطالعہ)

قراءة حرف: حرف سے مراد کلمہ ہے اور کلمہ سجدہ اور حرف سجدہ سے وہ لفظ مراد ہے جو سجدہ کی جانب مشیر ہو مثلاً سورہ اعراف میں ولہ یسجدون پر سجدہ ہوتا ہے اسکو کلمہ سجدہ کہا جائے گا مگر صرف ولہ یسجدون زبان سے ادا کرنے سے سجدہ واجب نہ ہو گا جب تک اس سے پہلا لفظ بھی ساتھ میں ملا کر نہ پڑھے البتہ سورہ اقرآ میں جو کلمہ سجدہ ہے اس کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے چنانچہ بحر میں ہے کہ اگر واسجد پڑھ کر ٹھہر گیا اس کے بعد دوسرا حصہ واقتر پڑھا تو باوجودیکہ کلمہ سجدہ واقتر مانا گیا ہے لیکن صرف ایک حصہ یعنی واسجد پڑھ لینے سے سجدہ تلاوت واجب ہو جائے گا۔ (ماخوذ از ایضاح الاصابح ومراقی الفلاح)

فی الصحيح: اور بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ جب تک اکثر آیت کی تلاوت نہیں کرے گا اس وقت تک سجدہ تلاوت واجب نہیں ہو گا ان ہی لوگوں کی تردید کر رہے ہیں کہ صحیح مذہب یہ نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ سجدہ تلاوت واجب ہو گا۔
فی الاعراف: یعنی سورہ اعراف میں جب یسجدون کی تلاوت کرے گا اور رعد میں جب الاصل کی تلاوت کرے گا اور نمل میں جب یومرون کو پڑھے گا اور اسریٰ میں جب خشوعا کو تلاوت کرے گا اور مریم میں جب بُکیا پر پہونچے گا اور سورہ حج میں یشاء پر پہونچے گا اور سورہ فرقان میں جب نفور ا پر پہونچے گا اور نمل میں جب العظیم کی تلاوت کرے گا اور سورہ سجدہ میں جب يستکبرون میں پہونچے گا اور سورہ ص میں جب حسن مآب پر پہونچے گا اور حم سجدہ میں جب لایسامون کی تلاوت کرے گا اور سورہ نجم میں جب واعبدوا پر پہونچے گا اور اشقت میں جب لایسجدون کی تلاوت کرے گا اور سورہ اقرآ میں جب اقتر پ پر پہونچے گا جب سجدہ تلاوت کیا جائے گا۔ (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادب)

علی من سمع: اسے مطلق لا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ خواہ سننے والا سمجھے یا نہ سمجھے دونوں صورتوں میں برابر ہے کہ وہ سجدہ تلاوت کرے گا لیکن ابن امیر الحاج نے یہ فرمایا ہے کہ مناسب یہ ہے کہ اس سے قریب الاسلام کو خارج کر دیا جائے اس لئے کہ ابھی اس کو اس بات کا پتہ نہیں ہے کہ یہ سجدہ تلاوت ہے خواہ وہ پڑھ رہا ہو یا سن رہا ہو اس لئے کہ جس کا علم نہ ہو اس بات کی تکلیف محال ہے یعنی جسے نہیں جانتا اسے کیسے کرے گا یہاں تک کہ اگر یہ مر گیا اور اسکو معلوم نہیں تھا تو اس کی وجہ سے گنہ گار نہیں ہو گا۔ (مراقی و طحطاوی بتصرف)

الا الحائض والنفساء: حیض اور نفاس والی عورت کو آیت سجدہ پڑھنا جائز نہیں ہے لیکن اگر پڑھ لیں تو ان پر سجدہ واجب نہیں لیکن اگر تلاوت کر رہی تھی اور کسی نے ان سے سن لیا تو اب سامع پر واجب ہے ہاں اگر کافر اور وہ شخص جو حالت جنابت میں ہے اگر یہ دونوں سجدہ کی آیت پڑھ لیں تو اسکے اوپر سجدہ تلاوت واجب ہے کافر کا سجدہ چونکہ معتبر نہیں اس لئے اس کا گناہ الگ ہو گا اسی طرح جس نے اس سے سنا ہے اس پر بھی واجب ہے اسی طرح اگر بچہ تلاوت کر رہا ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ بچہ سمجھ دار ہے یا نہیں، اگر وہ سمجھ دار ہے تو سجدہ تلاوت واجب ہو گا اور اگر سمجھ دار نہیں ہے تو واجب نہیں ہو گا۔ (فلاح لکن بتغیر)

الامام النخ: یعنی اگر امام نماز پڑھا رہا تھا اور لوگ اس کے پیچھے تھے اور کوئی جو نماز کے باہر تھا وہ سجدہ کی آیت

تلاوت کر رہا تھا اب ان لوگوں نے اس سے وہ آیت سنی تو اب لوگوں پر سجدہ تلاوت ہے لیکن نماز میں نہیں بلکہ نماز سے فراغت کے بعد کریں گے۔

لم تفسد: یعنی اگر ان لوگوں نے نماز ہی کے اندر سجدہ کر لیا تو اگرچہ ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا لیکن نماز فاسد نہیں ہوگی اس لئے کہ سجدہ کر لینے کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ یہ خود ایک عبادت ہے۔
فی الظاہر: اسکے لانے کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ نماز فاسد ہو جائے گی اور اس قول کو امام محمدؒ کی جانب منسوب کیا جاتا ہے اور عدم فساد کا قول شیخین کی طرف۔ (ہدایہ، فتح القدیر)

وَيَجِبُ بِسْمِ الْفَارِسِيَّةِ إِنْ فَهِمَهَا عَلَى الْمُعْتَمِدِ وَاخْتَلَفَ التَّصْحِيحُ فِي وَجُوبِهَا بِالسَّمْعِ مِنْ قَائِمٍ أَوْ مُجْتَوٍّ وَلَا تَجِبُ بِسْمِاعِهَا مِنَ الطَّيْرِ وَالصَّدَى وَتَوَدَّى بِرُكُوعٍ أَوْ سُجُودٍ فِي الصَّلَاةِ غَيْرَ رُكُوعِ الصَّلَاةِ وَسُجُودِهَا وَيَجْزِي عَنْهَا رُكُوعُ الصَّلَاةِ إِنْ نَوَّاهَا وَسُجُودُهَا إِنْ لَمْ يَنْوَهَا إِذَا لَمْ يَنْقَطِعْ قَوْزُ التَّلَاوَةِ بِأَكْثَرِ مِنْ آيَتَيْنِ وَلَوْ سَمِعَ مِنْ إِمَامٍ فَلَمْ يَأْتَمْ بِهِ أَوْ نَتَمَّ فِي رُكْعَةٍ أُخْرَى سَجَدَ خَارِجَ الصَّلَاةِ فِي الْأَظْهَرِ وَإِنْ أَتَمَّ قَبْلَ سُجُودِ إِمَامِهِ لَهَا سَجَدَ مَعَهُ فَإِنْ اقْتَدَى بِهِ بَعْدَ سُجُودِهَا فِي رُكْعَتِهَا صَارَ مُدْرِكًا لَهَا حُكْمًا فَلَا يَسْجُدُهَا أَصْلًا.

ترجمہ:- اور معتمد مذہب کے بموجب فارسی میں اس آیت کے سن لینے سے سجدہ تلاوت واجب ہو جاتی ہے اگر سمجھ لیا ہو اور علماء کا اختلاف ہے سونے والے اور مجنون سے سننے کے وجوب کے صحیح ہونے کے بارے میں اور پرندے سے سننے کی وجہ سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا، اسی طریقہ سے صدائے بازگشت سے، اور ادا کیا جاسکتا ہے نماز کے اندر اور نماز کے علاوہ رکوع اور سجدے سے اور اسے کافی ہو جائے گا نماز کا رکوع اور اس کا سجدہ اگر نیت کر لیا ہو اگرچہ سجدہ تلاوت کی نیت نہ کی ہو، اس وقت بھی ادا ہو جائے گا اگر فوراً تلاوت کو ختم نہ کیا اور دو آیت سے زیادہ تلاوت نہیں کی اور اگر اپنے امام سے سنا پھر اس کی اقتداء نہیں کی یا اسکی اقتداء کی لیکن دوسری رکعت میں تو صحیح روایت کے مطابق خارج میں سجدہ کرے گا اور اگر اپنے امام کے سجدہ سے قبل سجدہ کر لیا تو اسکے ساتھ پھر سجدہ کرے گا، پس اگر اس کے سجدہ کے بعد اسی رکعت میں اس کی اقتداء کر لی تو اسے مدرک کہا جائے گا حکماً پس اب وہ سجدہ نہیں کرے گا۔

تشریح و مطالب:- اگر کسی نے سجدے کی آیت فارسی زبان میں تلاوت کی تو اس آیت کے سننے کے بعد سامع پر سجدہ تلاوت واجب ہو گا لیکن صاحبین فرماتے ہیں کہ اگر معنی کو نہیں سمجھا ہے تو اس پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہو گا، امام اعظمؒ کے نزدیک اگر اس نے فارسی زبان کو نہیں سمجھا لیکن اسے یہ بتلادیا گیا کہ یہ سجدے کی آیت ہے تو تب بھی وہ سجدہ کرے گا۔

اختلاف:- اگر کوئی شخص سو رہا ہے اور اس نے نیند کی حالت میں آیت سجدہ کی تلاوت کی تو اب سننے والے کے اوپر سجدہ تلاوت واجب ہو گیا نہیں؟ اسکے بارے میں علماء کا اختلاف ہے صاحب در مختار فرماتے ہیں کہ نائم کی تلاوت سے سجدہ واجب نہ ہو گا نیز صاحب بحر نے بھی بدائع میں اسی قول کو نقل کیا ہے، اور صاحب فتح القدیر نے بھی شیخ الاسلام سے

اسی کو نقل کیا ہے اور اس کی وجہ یہ تحریر فرمائی ہے کہ سب سماع تلاوت صحیح ہے لہذا واجب ہو گا یہی علت بچہ میں بھی ہے اگر بچہ تلاوت کرتا ہے تو اس سے واجب نہیں لیکن اگر بچہ میں عقل و شعور ہے تو اس وقت واجب ہو جائے گا۔

لاحجہ :- اگر کسی شخص نے پرندے سے سجدے کی آیت سنی تو اب اس پر سجدہ واجب نہیں، اسی طریقہ سے کسی ایسی جگہ پر ہے کہ جہاں پر کوئی پڑھنے والا تو نہیں لیکن سجدہ کی آیت وہاں سمجھ میں آتی ہے جسے صدائے بازگشت کہتے ہیں تو اس صورت میں بھی سجدہ تلاوت واجب نہ ہو گا۔

فی الصلوٰۃ :- نماز کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر نماز کے باہر رکوع کے ذریعہ ادا کرنا چاہے تو ادا نہیں کر سکتا، یہ تو قول صحیح ہے لیکن بعض حضرات ادائیگی کے قائل ہیں۔ (شامی)

لم ينقطع فور :- مطلب یہ ہے کہ جو آیت سجدہ نماز کے اندر پڑھا ہے اس کے لئے بہتر اور مسنون طریقہ تو یہ ہے کہ اس کیلئے ایک مستقل سجدہ کرے اور اگر سجدے کے بجائے ایک رکوع زائد کر لیا تب بھی ادا ہو جائے گا، نیز اگر زائد سجدہ یا رکوع نہ کیا اور نماز کے رکوع یا سجدہ ہی میں سجدہ تلاوت کے ادائیگی کی نیت کر لی تو یہ بھی صحیح ہے مگر اس کیلئے شرط یہ ہے کہ سجدے کے بعد دو آیتوں سے زیادہ نہ پڑھا ہو۔

ولو سمع :- اسکی چند صورتیں ہو سکتی ہیں اور حضور ﷺ نے بھی چند صورتوں کو بیان کیا ہے اول صورت میں تو سجدہ نماز کے باہر کرنا ہو گا اسلئے کہ اسکے وجوب کا سبب تحقق ہو چکا اس وجہ سے اب اسکا ادا کرنا لازم ہو گیا ہے۔ حکماً :- مثلاً اگر کوئی شخص امام کو ایسی حالت میں پائے کہ وہ تیسری رکعت کے رکوع میں تھا تو یہ قنوت کا بھی مدرک کہلائے گا تو اس صورت میں نہ یہ نماز کے باہر سجدہ کرے گا اور نہ نماز کے اندر۔

وَلَمْ تَقْضِ الصَّلَاةُ خَارِجَهَا وَلَوْ تَلَا خَارِجَ الصَّلَاةِ فَسَجَدَ ثُمَّ أَعَادَ فِيهَا سَجْدَةً أُخْرَى وَإِنْ لَمْ يَسْجُدْ أَوْ لَا كَفَّتْهُ وَاحِدَةً فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ كَمَنْ كَرَّرَهَا فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ لَا مَجْلِسَيْنِ وَيَتَبَدَّلُ الْمَجْلِسُ بِالْإِنْتِقَالِ مِنْهُ وَلَوْ مُسْتَدْبِئًا وَبِالْإِنْتِقَالِ مِنْ غُصْنٍ إِلَى غُصْنٍ وَعَوْمٍ فِي نَهْرٍ أَوْ حَوْضٍ كَبِيرٍ فِي الْأَصَحِّ وَلَا يَتَبَدَّلُ بَرًّا أَوْ بَابًا أَوْ مَسْجِدًا وَلَوْ كَبِيرًا وَلَا بِسَيْرٍ سَفِينَةٍ وَلَا بِرُكُوعٍ وَبِرُكُوعَيْنِ وَشُرْبَةٍ وَآكُلٍ لِقَمَتَيْنِ وَمَشْنَى خَطَرَتَيْنِ وَلَا بِلَتَكَاةٍ وَقَعُودٍ وَقِيَامٍ وَرُكُوبٍ وَنُزُولٍ فِي مَحَلٍّ تَلَاوَتْهُ وَلَا بِسَيْرٍ دَائِبَةٍ مُصَلِّيًا

ترجمہ :- اگر نماز سے باہر سجدے کی آیت تلاوت کی اور اس کا سجدہ کر لیا اور پھر اسی کو نماز میں دوبارہ لوٹا یا تو دوبارہ سجدہ کرے اور اگر نماز سے پہلے سجدہ نہیں کیا تھا تو ظاہر روایت کے مطابق پہلا سجدہ کافی ہو جائے گا جیسے کہ اگر کسی شخص نے ایک مجلس میں سجدے کی آیت کو کئی بار پڑھا ہو نہ کہ دو مجلس میں، اور مجلس سے منتقل ہو جانے سے مجلس بدل جاتی ہے اگرچہ اتنا نہ ہو جسے منتقل ہوا ہو اور ایک ڈال سے دوسری ڈال پر جا بنے سے اور کسی نہر میں تیرنے سے یا کسی ہوسے حوض میں تیرنے سے۔ مجلس بدل جاتی ہے اور مجلس تبدیل ہونے کو بھی پھر سجدہ کے گوشوں میں چلنے سے اگرچہ بڑا ہی کچھ نہ ہو اور کسی کے چلنے سے اور ایک راکت اور دو رکعت پڑھنے سے اور پانی پینے سے اور نہ ایک دولقمہ کھانے سے

سے، اور نہ دو قدم چلنے سے اور نہ ٹیک لگانے سے اور نہ بیٹھنے سے اور نہ کھڑے ہونے سے اور نہ سوار ہونے سے اور نہ اس جگہ اترنے سے کہ جس میں تلاوت کی ہو، اور مصلیٰ کی سواری کے چلنے کی وجہ سے مجلس نہیں بدلتی۔

تشریح و مطالب :- | ولو تلاه :- اگر کسی شخص نے نماز کے باہر آیت سجدہ تلاوت کی پھر اسکے بعد اسی آیت کو نماز میں تلاوت کی تو اب اگر نماز میں ایک سجدہ کر لیا تو اس سجدہ کیلئے کافی ہو جائے گا

جسے اسے نماز سے قبل تلاوت کی تھی لیکن یہ مسئلہ ظاہر روایت کے مطابق ہے، اور دوسرے علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ اس کیلئے یہ سجدہ کافی نہ ہو گا بلکہ نماز سے قبل جو سجدہ واجب ہوا تھا اسے الگ سے ادا کرے لیکن اس میں اس امر کا لحاظ رہے کہ نماز اور اس سجدہ تلاوت کے درمیان بات وغیرہ نہ کی ہو۔

یتبدل :- تلاوت کرنے والا دو حال سے خالی نہ ہو گا یا تو خشکی پر ہو گا یا سمندر میں اب اگر خشکی میں ہے تو یا تو زمین پر ہو گا یا درخت پر، تو اگر زمین پر ہے تو جہاں پر بیٹھا ہے وہاں سے اٹھ کر چلے جانے پر مجلس بدل جائے گی لیکن صرف کھڑے ہونے سے مجلس نہیں بدلے گی ہاں اگر درخت پر ہے تو صرف ایک ڈال سے دوسری ڈال پر چلے جانے کی وجہ سے مجلس بدل جائے گی، اسی طریقہ سے اگر پانی میں ہے اور ایسی نہر میں ہے کہ جس میں عام طور پر لوگ تیرتے ہیں تو اس تیرنے کی وجہ سے اس کی مجلس بدل جائے گی۔

فی الاصح :- صحیح مسلک تو یہی ہے کہ نہر وغیرہ میں تیرنے سے مجلس بدل جاتی ہے لیکن بعض علماء کا اس میں اختلاف ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ اس طرح کرنے سے مجلس نہیں بدلے گی اسلئے کہ یہ ایک جگہ کے حکم میں ہے۔ ولا یتبدل :- اگر کوئی شخص کسی کے گھر میں ہے یا کسی مسجد میں ہے، مسجد یا کوٹھری بڑی ہے تو ایک طرف سے دوسری طرف جانے میں مجلس نہ بدلے گی اسی طریقہ سے کشتی کے چلنے سے مجلس نہیں بدلے گی مثلاً ایک شخص کشتی میں بیٹھا ہوا ہے اور اسی کشتی میں کئی بار ایک ہی آیت کے تلاوت کر لینے سے مجلس نہ بدلے گی یہی حکم ریل کا بھی ہے، نیز اسکوئڈ اور ہیلی کاپٹر کا بھی یہی حکم ہے، میدان میں دو قدم چلنے سے مجلس نہیں بدلتی اگر اس سے زیادہ چلا تو مجلس بدل جائے گی۔

وَيَتَكَرَّرُ الْوُجُوبُ عَلَى السَّامِعِ بِتَبْدِيلِ مَجْلِسِهِ وَقَدْ اتَّخَذَ مَجْلِسُ الثَّالِي وَلَا بَعْكَسِهِ عَلَى الْأَصَحِّ وَكَرِهَ أَنْ يَقْرَأَ سُورَةً وَيَدْعَ آيَةَ السَّجْدَةِ لَا عَكْسَهُ وَتَذْبُ ضَمُّ آيَةٍ أَوْ أَكْثَرَ إِلَيْهَا وَتَذْبُ إِخْفَاؤُهَا مِنْ غَيْرِ مَتَابِعِ لَهَا وَتَذْبُ الْقِيَامُ ثُمَّ السُّجُودُ لَهَا وَلَا يَرْفَعُ السَّامِعُ رَأْسَهُ مِنْهَا قَبْلَ تَالِيهَا وَلَا يُؤْمَرُ الثَّالِي بِالتَّقْدِيمِ وَلَا السَّامِعُونَ بِالْإِصْطِفَافِ فَيَسْجُدُونَ كَيْفَ كَانُوا وَشَرْطُ لَصِحَّتِهَا شَرَائِطُ الصَّلَاةِ إِلَّا التَّخْوِيمَةَ وَكَيْفِيَّتُهَا أَنْ يَسْجُدَ سَجْدَةً وَاحِدَةً بَيْنَ تَكْبِيرَتَيْنِ هُمَا سُنَّتَيْنِ بِلَا رَفْعِ يَدٍ وَلَا تَشْهَادٍ وَلَا تَسْلِيمٍ.

ترجمہ :- اور سننے والے پر آیت سجدہ کا وجوب مکرر ہوتا ہے اس کی مجلس کے بدل جانے کی وجہ سے باوجود یکہ پڑھنے والے کی مجلس ایک ہو، نہ کہ اس کا التامی صحیح مذہب پر اور یہ بات مکروہ ہے کہ کوئی سورت پڑھی جائے اور سجدے کی آیت چھوڑ دی جائے اور اس کا عکس مکروہ نہیں اور مستحب یہ ہے کہ ایک آیت ملالی جائے یا اس سے زیادہ اور یہ

بھی مستحب ہے کہ آیت سجدہ کو آہستہ پڑھے ایسے شخص کے سامنے جو سجدہ کیلئے تیار نہ ہو، اور مستحب ہے کھڑا ہونا پھر سجدہ تلاوت کا کرنا اور سننے والا اپنے سر کو سجدہ تلاوت پڑھنے والے سے پہلے نہ اٹھائے، اور سجدہ تلاوت پڑھنے والے کو آگے بڑھنے اور سننے والوں کو صف لگانے کا حکم نہ دیا جائیگا، پس یہ لوگ سجدہ کر لیں جیسے بھی ہوں، سجدہ تلاوت کے صحیح ہونے کیلئے وہی شرطیں ہیں جو نماز کیلئے ہیں مگر تحریمہ کے علاوہ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک سجدہ کرے دو تکبیروں کے درمیان اور یہ دونوں تکبیریں مسنون ہیں بلا ہاتھ کے اٹھائے ہوئے، اور سجدہ تلاوت میں نہ تشہد ہے اور نہ سلام۔

تشریح و مطالب :- بتکرار :- مثلاً ایک شخص آیت سجدہ کی تلاوت کر رہا ہے اور دوسرا شخص جو سن رہا ہے وہ اپنی مجلس کو بدل رہا ہے تو اس صورت میں سننے والے پر جتنی بار سننے گا اتنے ہی سجدے واجب ہوں گے کیونکہ اس کی مجلس بدل رہی ہے اور مجلس کے بدلنے سے سجدہ تلاوت دوبارہ واجب ہوتا ہے۔

لا بعکسہ :- عکس کی صورت یہ ہے کہ سامع تو اپنی جگہ کھڑا ہو اور تلاوت کرنا والا ادھر ادھر چلتا رہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا رہے تو اس صورت میں سامع پر صرف ایک سجدہ واجب ہوگا اسلئے کہ اسکی مجلس ایک ہی ہے۔
علی الاصح :- اگر سامع کی مجلس بدل گئی تو سامع پر دوبارہ سجدہ واجب ہوگا لیکن اس کے عکس کی صورت میں علماء کا اختلاف ہے اور صحیح یہی ہے کہ سامع پر دوبارہ سجدہ نہ ہوگا اس لئے کہ سبب وجوب سماع اور حالت سماع میں اس کی مجلس نہیں بدل رہی ہے۔

مکرہ :- ابھی تک مصنف ان چیزوں کو بیان کر رہے تھے کہ جس کی وجہ سے سجدہ تلاوت واجب ہو رہا تھا اب یہاں سے ان بعض صورتوں کو بیان کر رہے ہیں کہ جس کی وجہ سے سجدہ تلاوت میں کراہت آجاتی ہے اور ایسا کرنا مکروہ ہے اسی میں سے ایک صورت یہ بھی ہے کہ کوئی ایسی سورت پڑھی جائے کہ جس میں سجدے کی آیت ہو اور جب اس آیت پر پہنچے تو اسے چھوڑ دیا جائے۔

لا عکسہ :- لیکن اگر صرف سجدے کی آیت پڑھی جائے اور دوسری آیت نہ پڑھی جائے تو ایسی صورت میں کراہت نہیں۔

نذب اخفاء ها :- صاحب محیط نے لکھا ہے کہ اگر تلاوت کرنے والا تنہا ہے تو جس طریقہ سے چاہے تلاوت کرے خواہ جہر یا سر آواز اگر اسکے ساتھ کچھ اور لوگ ہیں تو اس کے بارے میں مشائخ یہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ قوم اس طرح کی ہو کہ ان کے اوپر سجدے سے کوئی بار نہ آتا ہو اور وہ اسے کرنے میں کوئی دشواری نہ محسوس کرتے ہوں تو اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ جہر پڑھے تاکہ تمام لوگ اس کے ساتھ سجدہ کر لیں اس لئے کہ اس طرح سے کرنے میں قوم کو اطاعت پر ابھارتا ہے اور اگر وہ لوگ محدث ہیں یا وہ لوگ اس سے تکلیف محسوس کریں تو اس دقت بہتر یہ ہے کہ اپنے دل میں پڑھ لے اور جہر نہ کرے تاکہ قوم سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے گنہگار نہ ہو اور اگر جب یہ بات معلوم نہ ہو کہ قوم اس سے کیا اثر لے گی انہیں اس میں دشواری ہوگی یا نہیں تو اس وقت بھی بہتر یہی ہے کہ آہستہ پڑھے۔ (شیخ الادب)

شرط :- سجدہ سہو کی صحت کیلئے وہ تمام شرطیں ضروری ہیں جو نماز کیلئے ہیں لیکن سجدہ تلاوت میں تحریمہ نہیں کیا جائے گا، نیز اسی طریقہ سے وقت مکروہہ کے اندر ادا نہیں کیا جائے گا اور نہ ایسی زمین پر ادا کیا جائے گا کہ جہاں پر نماز جائز نہ ہو، اسی طریقہ سے حالت حدت میں بھی نہ ادا کیا جائے کیونکہ اس صورت میں نماز جائز نہیں۔
اگر کسی شرط کے مفقود ہونے کی وجہ سے اس وقت سجدہ نہ کر سکے تو مستحب یہ ہے کہ یہ پڑھ لے سمعنا و اطعنا غفر انک ربنا والیک المصیر۔

کیفیتها :- اب یہاں سے سجدہ تلاوت کی کیفیت بیان کر رہے ہیں اگر سجدہ تلاوت نماز فرض میں ادا کر رہا ہے تو اس کو سبحان ربی الاعلیٰ ہی پڑھنا چاہئے اور نماز کے باہر اگر صرف سجدہ تلاوت کر لیا ہے تو اسکو اختیار ہے کہ سبحان ربی الاعلیٰ پڑھے یا ان دعاؤں میں سے کوئی دعا پڑھے (۱) سَجْدَ وَجْهِی لِلدِّیْ خَلْقَہُ وَصَوْرَہُ وَشَقَّ سَمْعَہُ وَبَصَرَہُ بِحَوْلِہِ وَقُوَّتِہِ۔ (ترجمہ) میرے چہرے نے سجدہ کیا اس ذات کا جس نے اس کو پیدا کیا اس کی صورت بنائی، اور اسکو سننے اور دیکھنے کی طاقت بخشی اپنی طاقت اور قوت سے۔

(۲) اللھم اکتب لی عندک بہا اجرا وضع عنی بہا وزراً وجعلھا لی عندک ذخراً تقبلھا منی کما تقبلتھا من عبدک داؤد۔ (ترجمہ) اے اللہ اس سجدہ کے بدلے میں میرے لئے اپنے یہاں اجر و ثواب لکھ لے اور اس سجدے کے بدلے میں میرا گناہ معاف فرما اور اس سجدے کو میرے لئے اپنے یہاں ذخیرہ بنا اور مجھ سے اس کو ایسے ہی قبول فرما جیسے تو نے اپنے بندے حضرت داؤد علیہ السلام سے قبول فرمایا تھا۔ (مراقی الفلاح)

سجدہ تلاوت میں ایک سجدہ کیا جائے گا اور ایک تکبیر جاتے وقت کہی جائے گی اور ایک تکبیر اٹھنے کے وقت اسی طرح سجدہ تلاوت میں نہ تشهد پڑھی جائے گی اور نہ سلام پھیرا جائے گا بلکہ سجدے سے اٹھنے کے بعد میں سجدہ تلاوت ادا ہو جائے گا۔

فصل۔ سَجْدَةُ الشُّكْرِ مَكْرُوْهُةٌ عِنْدَ الْاِمَامِ لَا يَنْبَاؤُ عَلَیْہَا وَقَالَ اِھِیْ قُرْبَةً يَنْبَاؤُ عَلَیْہَا وَھِیْتُھَا مِثْلُ سَجْدَةِ التَّلَاوَةِ۔

ترجمہ :- سجدہ شکر امام صاحبؒ کے نزدیک مکروہ ہے اس کے کرنے سے ثواب نہیں ملتا اور اس کو چھوڑ دے اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ عبادت ہے، اس پر ثواب ملتا ہے اور اس کا طریقہ سجدہ تلاوت کی طرح ہے۔
سجدہ شکر کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی نعمت ظاہر آ حاصل کرے تو اس وقت اسکی خوشی میں اللہ تعالیٰ کیلئے سجدہ کرے اور قبلہ کی طرف رخ ہو اور سجدے میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرے اور تسبیح پڑھے اسکے بعد اللہ اکبر کہہ کر سجدے سے سر اٹھائے اور تشهد پڑھنے اور سلام پھیرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

عند الامام :- امام صاحبؒ اسکے مشروع ہونے کا انکار نہیں کر رہے ہیں بلکہ وجوب کا انکار کر رہے ہیں کہ جب کوئی ظاہری نعمت حاصل ہو تو اس وقت سجدہ شکر واجب ہے اس کے قائل نہیں اور اس کو شکر تام نہیں کہتے اور

امام صاحب اسکا کیسے انکار کر سکتے ہیں اس لئے کہ حضور ﷺ نے فتح مکہ کے بعد دو رکعت نماز پڑھی ہے اور آپ نے اسے صلوٰۃ شکر فرمایا ہے تو امام صاحب کا مسلک یہ ہے کہ شکر نماز کے ذریعہ ادا کر سکتا ہے۔

وقالاً ہی قربۃ :- اور حضرات صاحبین کے نزدیک یہ ایک طرح کی عبادت ہے اس کے کرنے والے کو ثواب ملے گا اور صاحبین اسے مستحب فرماتے ہیں اور صاحبین ہی کے قول پر فتویٰ بھی ہے ہاں یہ بات ضرور ہے کہ نماز کے بعد فوراً نہ کرے اس لئے کہ یہ مکروہ ہے۔

فَائِدَةٌ مُهِمَّةٌ لِدَفْعِ كُلِّ مُهِمَّةٍ. قَالَ الْإِمَامُ النَّسْفِيُّ فِي الْكَافِي مَنْ قَرَأَ أَى السُّجْدَةِ كُلَّهَا فِى مَجْلِسٍ وَاحِدٍ وَسَجَدَ لِكُلِّ مِنْهَا كَفَّاهُ اللَّهُ مَا أَهَمَّهُ.

ترجمہ :- ہر پریشانی کو دور کرنے کے واسطے عظیم فائدہ :- امام نسفیؒ کافی میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے تمام سجدہ کی آیت ایک مجلس میں تلاوت کی اور ہر ایک کے واسطے سجدہ کیا تو اللہ تعالیٰ اسکی ہر پریشانی میں کافی ہو گا۔

﴿بَابُ الْجُمُعَةِ﴾

صَلَاةُ الْجُمُعَةِ فَرَضٌ عَلَى مَنْ اجْتَمَعَ فِيهِ سَبْعَةُ شَرَائِطِ الذُّكُورَةِ وَالْحُرِّيَّةِ وَالْإِقَامَةِ فِى مِصْرٍ أَوْ فِيمَا هُوَ دَاخِلٌ فِى حَدِّ الْإِقَامَةِ فِيهَا فِى الْأَصَحِّ وَالصَّحَّةِ وَالْأَمْنُ مِنَ ظُلُمٍ وَسَلَامَةُ الْعَيْنَيْنِ وَسَلَامَةُ الرَّجُلَيْنِ وَيَشْتَرِطُ لِصِحَّتِهَا سِتَّةُ أَشْيَاءَ الْمِصْرُ أَوْ فَنَاوُهُ وَالسُّلْطَانُ أَوْ نَائِبُهُ وَوَقْتُ الظُّهْرِ فَلَا تَصِحُّ قَبْلَهُ وَتَبْطُلُ بِخُرُوجِهِ وَالْخُطْبَةُ قَبْلُهَا بِقَصْدِهَا فِى وَقْتِهَا وَحُضُورُ أَحَدٍ لِسَمَاعِهَا مِمَّنْ تَتَعَقَّدُ بِهِمُ الْجُمُعَةُ وَلَوْ وَاحِدًا فِى الصَّحِيحِ وَالْإِذْنُ الْعَامُّ وَالْجَمَاعَةُ وَهُمْ ثَلَاثَةُ رِجَالٍ غَيْرِ الْإِمَامِ وَلَوْ كَانُوا عَبِيدًا أَوْ مُسَافِرِينَ أَوْ مَرْضَى وَالشَّرْطُ بَقَاؤُهُمْ مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يَسْجُدَ فَإِنْ انْفَرُوا بَعْدَ سُجُودِهِ أَتَمَّهَا وَحَدَّةُ جُمُعَةٍ وَإِنْ نَفَرُوا قَبْلَ سُجُودِهِ بَطَلَتْ.

ترجمہ :- نماز جمعہ کے احکام۔ نماز جمعہ فرض عین ہے اس شخص پر جس کے اندر سات شرطیں جمع ہو جائیں مذکر ہونا، آزاد ہونا اور شہر یا ایسی جگہ مقیم ہونا کہ جو اقامتہ مصر کے اندر داخل ہو، صحیح مذہب میں اور تندرست ہونا، اور ظالم سے مامون ہونا، اور دونوں آنکھوں کا ٹھیک ہونا، اور دونوں پیروں کا درست ہونا، اور اس کی صحت کیلئے چھ چیزیں شرط ہیں شہر کا ہونا، یا اسکے فناء کا ہونا، بادشاہ کا ہونا یا اسکے نائب کا، اور ظہیر کا وقت ہونا، اور اسکے نکل جانے سے جمعہ کی نماز صحیح نہیں ہوگی اور اسکے وقت کے نکل جانے سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور اس سے پہلے اس کے وقت اسی کے ارادہ سے خطبہ کا ہونا، اور اس کے سننے کیلئے کسی ایک کا حاضر ہونا جن کی وجہ سے جمعہ منعقد ہوا ہے اگرچہ ایک ہی ہو صحیح مذہب میں، اور اذن عام کا ہونا، اور جماعت کا ہونا، اور امام کے علاوہ تین آدمی کا ہونا ہے، اگرچہ وہ غلام یا مسافر یا مریض ہوں اور شرط ہے ان کا باقی رہنا امام کے ساتھ یہاں تک کہ سجدہ کر لے، تو اگر وہ سجدہ کے پورا کر لینے کے بعد بھاگ میں تو اسکیلئے جمعہ کو پورا کر لے اور اگر سجدہ سے قبل بھاگ گئے تو نماز باطل ہو گئی۔

تشریح و مطالب :- الجمعة :- یہ اجتماع سے ہے میم کے ضمہ کیساتھ، یہ حجاز کی لغت ہے، میم کے فتح کے ساتھ یہ تیمم کی لغت ہے، میم کے سکون کے ساتھ یہ عقیل کی لغت ہے۔ مصنفؒ ابھی

تک ان احکام کا بیان کر رہے تھے جو فرض اصلاً چار رکعت تھے اس کے بعد اب جمعہ کو بیان کر رہے ہیں اس لئے کہ اس کے فروعات اور اس کے جزئیات کم ہیں، جمعہ کی نماز فرض ہے اس لئے کہ قرآن پاک میں صراحة ارشاد باری ہے اذا نودی للصلوة من یوم الجمعة۔ مصنفؒ نے فرض عین لا کر اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ بعض حضرات حنفیہ کی طرف جمعہ کی فرضیت کی نفی کرتے ہیں، اس کا منکر کافر ہے چنانچہ صاحب فتح القدیر نے اس پر بسط و تفصیل کے ساتھ لکھا ہے فرماتے ہیں وہی لفریضة محكمة بالكتاب والسنة والاجماع یکفر جائزھا۔ نیز حدیث پاک میں اسکی خوب تاکید آئی ہے اور اسکے ترک پر وعید ہے چنانچہ حدیث میں ہے من ترك الجمعة ثلث مرات من غیر ضرورة طبع الله علی قلبه (رواہ احمد، حاکم) اس سے اس کی تاکید زیادہ معلوم ہوتی ہے۔

سبعة :- یہ سات شرائط نماز جمعہ کے وجوب کے لئے ہیں۔ مصنفؒ نے مذکور کی قید لگا کر عورت کو نکال دیا اس لئے کہ نماز جمعہ عورت پر واجب نہیں حدیث پاک میں ہے الجمعة حق واجب علی کل مسلم الا اربعة عبد مملوك او امرأة او صبی او مریض (ابوداؤد) اسی طرح حریت کی قید لگا کر غلام کو نکال دیا اس لئے کہ غلام پر نماز جمعہ واجب نہیں خواہ وہ غلام مجبور ہو یا ماذون۔ ہاں وہ غلام جس کو مالک نے جمعہ کی نماز پڑھنے کی اجازت دے رکھی ہے اسکے بارے میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ اس پر واجب ہے اور یہی اصح ہے اور مکاتب پر وجوب ثابت ہے اسی طریقہ سے اقامت کی شرط لگا کر مسافر کو نکال دیا اس لئے کہ حدیث میں ہے الجمعة واجبة الا علی صبی او مملوك او مسافر (نیہتی) تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نماز جمعہ مسافر پر واجب نہیں ہاں اگر وہ پڑھ لے تو ادا ہو جائے گی۔ اسی طریقہ سے مصر کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر کوئی شخص دیہات میں مقیم ہے تو اسکے اوپر نماز جمعہ واجب نہیں۔ اسی طرح چوتھی شرط صحت کی ہے لہذا جو شخص بیمار ہے اس کے اوپر جمعہ واجب نہیں خواہ بذات خود وہ نہ جاسکتا ہو یا کوئی لے جانے والا نہ ہو۔ اسی طریقہ سے اگر اسکے مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو تب بھی نماز جمعہ واجب نہیں۔ پانچویں شرط دشمن سے مامون ہونا ہے لہذا اگر کسی کو اس بات کا اندیشہ ہے کہ اگر وہ نماز جمعہ ادا کرنے گیا تو دشمن اسے مار دے گا تو اس صورت میں بھی نماز جمعہ واجب نہیں۔ چھٹی شرط آنکھوں کا صحیح سلامت ہونا ہے لہذا جو شخص اندھا ہو اس پر نماز جمعہ واجب نہیں اس لئے کہ وہ شخص معذور ہے۔ اسی طرح سے ساتویں شرط پیروں کا صحیح و سالم ہونا ہے لہذا اگر کوئی لپاچ ہے تو اس پر نماز جمعہ واجب نہیں، حضرات صاحبین کے نزدیک اگر غیر کے ذریعہ جانا ممکن ہو تو نماز جمعہ کا وجوب ساقط نہیں ہوتا لیکن امام اعظمؒ کے نزدیک اگر خود قادر نہیں ہے تو دوسرے کا اعتبار نہ ہوگا۔

بشترط :- ان ساتوں شرائط کا تعلق نماز کیساتھ ہے لہذا جس وقت یہ چیزیں پائی جائیگی اس وقت نماز جمعہ صحیح ہوگی۔

المصر :- حدیث شریف میں ہے لا جمعة ولا تشريق ولا اضحی الا فی مصر جامع وعن علیؑ

و مدینة عظیمہ صاحب قدوری وغیرہ نے مصر جامع لکھا ہے۔

السلطان : یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ اسلام نے سیاست یعنی انتظام ملکی اور مذہبی نظام کے لئے دو سلسلہ جدا جدا نہیں قائم کئے بلکہ ایک کو دوسرے سے پیوست کر دیا ہے چنانچہ جو عام ملکی نظام کا ذمہ دار ہو وہی مذہبی نظام کا بھی ذمہ دار ہوگا، ان دونوں کے لئے ایک ہی لفظ اسلام نے تجویز کئے ہیں یعنی امام۔ پھر ملکی نظام کی ذمہ داری کو امامت کبریٰ یعنی بڑی امامت کہا جاتا ہے اور نماز کی امامت کو امامت صغریٰ یعنی چھوٹی امامت کہا جاتا ہے۔ عبادت اور یاد خدا اگرچہ انفرادی چیز ہے یعنی ہر ایک انسان پر علیحدہ علیحدہ فرض ہے کہ وہ اپنے پروردگار کو پہچانے اور اسکے احکام کی تعمیل کرے اس کے سامنے سر نیاز خم کرے مگر اسلام نے جماعت کو لازم کر کے اس انفرادی فرض کو اجتماعی فرض بنادیا ہے ایک محلہ کی ایک مسجد ہے وہاں کا امام محلہ کا ممتاز شخص ہو جس کو لوگ سب سے اچھا مانتے ہوں اور اس پر بھروسہ کرتے ہوں پھر پوری آبادی کا ہفتہ وار ایک اجتماع ہو آبادی کا سب سے بڑا ذمہ دار اس کا امام ہو یہ سب اسلامی تنظیم کی کڑیاں ہیں جن میں سیاست اور روحانیت کو ایک دوسرے میں سمو دیا گیا ہے۔ محلہ کی مسجد شہر کی جامع مسجد اسلام کے اجتماعی کاموں کے لئے پچائیت گھر کی حیثیت رکھتی ہے ان میں نوافل کا پڑھنا مستحب نہیں کیونکہ نوافل میں جماعت نہیں ہوتی ہاں جن اسلامی چیزوں میں جماعت اور اجتماع ہو مثلاً نکاح یا اسلامی معاملات پر تقریر، یا حدیث و قرآن کی تلقین و تدریس یا فیصلہ مقدمات وہ سب مساجد میں ہوں گے۔ سلف صالحین کا یہی دستور رہا ہے لیکن جب غلبہ کفار کے باعث نظام اسلامی درہم برہم ہو جائے تو مسلمانوں پر فرض تو یہی ہے کہ وہ پورے نظام کو قائم کریں اور ہر مناسب صورت سے اسکے لئے جدوجہد کرتے رہیں جو اسکے لئے جہاد فرض کی حیثیت رکھے گی مگر تا وقتیکہ وہ اس پورے نظام کو قائم نہ کر سکیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے لئے یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ کسی شخص کو محلہ کا اور اسی طرح جمعہ کا اور عیدین کا امام مقرر کریں۔ چنانچہ خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ کو جب بلوایوں نے محصور کر لیا اور آپ کیلئے جمعہ کی نماز پڑھانے کیلئے پہنچایا کسی کو نامزد کرنا ناممکن ہو گیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایسا ہی کیا۔ نماز جمعہ کی صحت کیلئے بادشاہ کا موجود ہونا دوسری شرط ہے یا وہ شخص موجود ہو جس کو بادشاہ نے حکم دیا ہے۔ سلطان سے مراد ایسا شخص ہے کہ اس سے اوپر کوئی والی نہ ہو خواہ یہ شخص عادل ہو یا ظالم۔

وقت الظهر : دوسری شرط اس کی صحت کے لئے ظہر کا وقت کا پایا جانا ہے لہذا زوال سے قبل نماز جمعہ جائز نہیں، نہ صحابہ سے یہ ثابت ہے اور نہ حدیث سے چنانچہ حدیث میں ہے کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الجمعة حین تمیل الشمس (بخاری شریف) حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کنا نجمع مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا زالت الشمس للظہر لہذا نماز جمعہ اسی وقت صحیح ہوگی جبکہ ظہر کا وقت پایا جائے، اس لئے کہ جمعہ کے پالینے کے بعد ظہر کی نماز ساقط ہو جاتی ہے۔

الخطبة : اسی طریقہ سے نماز جمعہ سے قبل خطبہ شرط ہے اس پر تمام امت کا اجماع ہے اس لئے کہ حضور ﷺ نے کبھی بلا خطبہ کے نماز جمعہ نہیں پڑھائی اگر خطبہ وقت سے پہلے پڑھ لیا گیا تو اس کا اعادہ کیا جائے گا کیونکہ اسلامی

شعار ہے کہ اس کو اعلان اور شہرت کے ساتھ قائم کرنا چاہئے چنانچہ اگر خود سلطان وقت اپنے محل کے دروازے بند کر اگر جمعہ کی نماز پڑھنا چاہے تو درست نہیں ہاں اگر اذن عام ہو تو درست ہو جائے گی۔ (مراقی الفلاح) اسی بنا پر جیل خانہ میں بھی جمعہ جائز نہیں، اس لئے کہ وہاں پر اذن عام نہیں ہوتا۔

سلف صالحین کا طریقہ یہ رہا ہے کہ انہوں نے عجمی شہروں میں خطبہ عربی زبان ہی میں پڑھایا، باوجودیکہ وہ خود اس زبان کو جانتے تھے اگر امام وقت یعنی سلطان غیر عربی میں خطبہ کا حکم کر دے تو اس کی اتباع تو واجب ہوگی لیکن جبکہ نظام اسلامی درہم برہم ہے جو شخص جو چاہتا اور کہتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے لوگوں کو بہکا تا ہے تو اردو میں خطبہ بجائے نفع کے نقصان پہنچائے گا علاوہ ازیں عربی میں خطبہ کا فائدہ یہ بھی ہے کہ کلام اللہ شریف کی زبان سے مسلمانوں کا تعلق بڑھے۔ (ماخوذ ایضاً الاصابح)

الاذن العام: لہذا اگر دروازہ بند کر لیا گیا اور لوگوں کو وہاں آنے سے روک دیا گیا تو نماز جمعہ صحیح نہ ہوگی اگر امیر قلعہ میں داخل ہو گیا اور دروازہ بند کر دیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز جمعہ ادا کر لیا تو نماز جمعہ ادا نہ ہوگی۔
الجماعة: نماز جمعہ کی صحت کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ جماعت ہو بلاجماعت کے نماز جمعہ صحیح نہیں اس کے بارے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے ہاں جماعت میں کتنے لوگ شریک ہوں اسکے بارے میں اختلاف ہے امام اعظم اور امام محمدؒ کے نزدیک امام کے علاوہ تین آدمیوں کا ہونا ضروری ہے بلا تین افراد کے صحیح نہیں اس لئے کہ یہ صیغہ جمع ہے اور جب تک تین افراد نہیں ہوں گے اس وقت تک جمعہ کا اطلاق نہیں ہوگا اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ امام کے علاوہ دو مرد ہوں اس وقت جماعت ہوگی اب اگر کچھ بچے ہوں اور ان کے ساتھ دو مرد ہوں تو امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک صحیح نہیں، لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جماعت پائی گئی اس لئے کہ دو مرد موجود ہیں لہذا ان کے نزدیک نماز جمعہ صحیح ہو جائیگی، نیز ان لوگوں کا موجود ہونا کافی ہے کہ جو لوگ اگر خطبہ دیں تو خطبہ صحیح ہو جائے اگرچہ ان پر واجب نہیں جیسے غلام، مسافر کہ ان پر نماز جمعہ واجب نہیں لیکن اگر یہ حاضر ہو جائیں تو نماز جمعہ صحیح ہو جائے گی۔

والشرط بقاء ہم: ان لوگوں کے لئے ایک شرط اور ہے کہ یہ لوگ امام کے ساتھ اس وقت تک شریک رہیں کہ جب تک امام سجدہ کر لے اب اگر یہ لوگ امام کے سجدہ سے قبل چلے گئے تو نماز جمعہ صحیح نہ ہوگی لیکن یہ لوگ اس وقت تک تو شریک رہے کہ جب امام نے سجدہ کر لیا تو اب اسکے سجدہ کر لینے کے بعد یہ لوگ چلے گئے تو امام کی نماز جمعہ ہو جائے گی لیکن اس کے بارے میں امام ابو یوسفؒ اور محمدؒ کا کہنا ہے کہ ان لوگوں کا رہنا انعقاد کے لئے ضروری ہے اور دوام شرط نہیں لہذا جب یہ لوگ تحریمہ کے وقت موجود رہے تو انعقاد کے وقت پائے گئے لہذا اب نماز جمعہ صحیح ہو جائے گی لیکن امام اعظمؒ کا مسلک یہ ہے کہ انعقاد اور ادائیگی دونوں کے لئے ان کا موجود رہنا شرط ہے اور ادائیگی اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ تمام ارکان نہ پائے جائیں اور چونکہ عرفاً ایک رکعت کو نماز کہا جاتا ہے اور رکعت سجدہ کے بعد پوری ہوتی ہے اس لئے سجدہ تک رہنا ضروری ہے (ہدایہ، بحر) مصنفؒ نے حتیٰ یسجد سے اسی طرف

اشارہ کیا ہے کہ امام صاحب کا مسلک یہی ہے اور یہ کہہ کر صاحبین کی تردید بھی کر دی۔

وَلَا تَصِحُّ بِامْرَأَةٍ أَوْ صَبِيٍّ مَعَ رَجُلَيْنِ وَجَازٍ لِلْعَبْدِ وَالْمَرْيُضِ أَنْ يَوْمَ فِيهَا وَالْمِصْرُ كُلُّ مَوْضِعٍ لَهُ مُفْتٍ وَأَمِيرٌ وَقَاضٍ يَنْفُذُ الْأَحْكَامَ وَيَقِيمُ الْحُدُودَ وَبَلَغَتْ أُنْبَيْتُهُ مَنَىٰ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَإِذَا كَانَ الْقَاضِي أَوْ الْأَمِيرُ مُفْتِيًّا أَعْنَىٰ عَنِ التَّعْدَادِ وَجَازَتْ الْجُمُعَةُ بِمَنَىٰ فِي الْمَوْسِمِ لِلْخَلِيفَةِ أَوْ أَمِيرِ الْحِجَازِ وَصَحَّ الْإِقْتِسَارُ فِي الْخُطْبَةِ عَلَىٰ نَحْوِ تَسْبِيحَةٍ أَوْ تَحْمِيدَةٍ مَعَ الْكِرَاهَةِ وَسُنُّنُ الْخُطْبَةِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ شَيْئًا الطَّهَارَةُ وَسُتْرُ الْعُورَةِ وَالْجُلُوسُ عَلَى الْمَنْبَرِ قَبْلَ الشَّرُوعِ فِي الْخُطْبَةِ وَالْإِذَانُ بَيْنَ يَدَيْهِ كَالْإِقَامَةِ ثُمَّ قِيَامُهُ وَالسَّيْفُ بِيَسَارِهِ مُتَّكِئًا عَلَيْهِ فِي كُلِّ بَلَدَةٍ فَتَحَتْ عَنْوَةً وَبَدُونَهُ فِي بَلَدَةٍ فَتَحَتْ صَلْحًا.

ترجمہ :- دو مردوں کے ساتھ عورت اور بچہ سے نماز جمعہ صحیح نہیں ہوتی اور غلام اور مریض کو امامت کرنی جائز ہے۔ اور مصر ہر وہ جگہ ہے کہ جہاں پر مفتی ہو اور امیر ہو اور قاضی ہو، جو احکامات کو نافذ کرتا ہو اور حدود کو قائم کرتا ہو اور اس کی عمارتیں ظاہر روایت میں مقام منیٰ کی عمارتوں کی مقدار کو پہنچ گئی ہوں اور جب قاضی یا امیر ہی مفتی ہو تو تعداد سے بے نیاز کر دیتا ہے اور منیٰ میں موسم حج کے اندر خلیفہ یا امیر حاج کے لئے نماز پڑھنی جائز ہو جائے گی اور خطبہ میں ایک مرتبہ الحمد للہ یا سبحان اللہ پر اختصار کرنا مع الکرہت صحیح ہو جاتا ہے اور خطبہ کی سنتیں اٹھارہ ہیں پاکی کا ہونا، ستر کا چھپا ہوا ہونا، خطبہ کے شروع کرنے سے قبل منبر پر بیٹھنا، اور اقامت کی طرح اسکے سامنے اذان کا کہنا پھر اس کا کھڑا ہونا اور بائیں ہاتھ میں تلوار لیکر اس پر ٹیک لگانا، ہر ایسے شہر میں جسے غلبہ سے فتح کیا گیا ہے اور جس شہر کو صلح سے فتح کیا گیا ہے اس میں بلا تلوار لئے کھڑا ہونا۔

تشریح و مطالب :- لا تصح یعنی اگر دو مرد اور ایک عورت یا بچہ ہو تو چونکہ جماعت نہیں پائی گئی حالانکہ نماز جمعہ کی صحت کیلئے جماعت کا ہونا شرط ہے اس لئے امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک نماز جمعہ صحیح نہ ہوگی البتہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صحیح ہو جائے گی اس لئے کہ ان کے نزدیک دو مرد جماعت کے لئے کافی ہیں۔ اس کی تفصیل گزر چکی ہے

المصر: یعنی نماز جمعہ کی صحت کے لئے شہر کا ہونا ضروری ہے لہذا اگر دیہات میں نماز جمعہ ادا کی جائے تو صحیح نہیں اور مصنفؒ نے مصر کی تعریف یہ کی ہے کہ وہاں پر مفتی امیر اور قاضی موجود ہیں لیکن اگر کسی مقام پر حاکم اور قاضی موجود ہے مگر محض سستی سے قانون اسلام کے بموجب حدود و قصاص نافذ نہیں کرتا تو علماء نے اس کی تصریح کی ہے کہ اس جگہ جمعہ کی نماز جائز ہے، لہذا آسانی کہا جاسکتا ہے کہ خاص طور پر حاکم یا قاضی مراد نہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس درجہ کا حاکم رہتا ہو جو خون اور فوجداری کے مقدمات کا فیصلہ کر سکتا ہو بایں ہمہ یہ ایک علامت ہے مصر کی ماہیت اور حقیقت نہیں بیان کی گئی ہے درحقیقت شہر یا شہریت ایک عربی چیز ہے جس کو پہچانا تو جاسکتا ہے مگر کوئی جامع نافع تعریف نہیں کی جاسکتی اس وجہ سے علامتوں کے بیان کرنے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں اس حاکم کے اندر ظلم کے

ختم کرنے کی طاقت موجود ہو یا ضروری نہیں کہ وہ ظلم کو ختم ہی کرتا ہو جیسے کہ حجاج ایک ظالم بادشاہ تھا مگر اسکے پیچھے صحابہ نے نماز ادا کی۔ (طحاوی حاشیہ محمد میاں)

مصر کی شرط اس وجہ سے لگانے کی ضرورت پیش آئی کہ ابن ابی شیبہ کی ایک روایت ہے جیسا کہ ابھی گزر چکی کہ لاجمعة ولا تشریق ولا صلوة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او مدینة عظيمة اسے ابن ابی شیبہ نے حضرت علیؓ کا قول بتایا ہے لیکن صاحب ہدایہ نے حضور پاک ﷺ کا ارشاد کہا ہے۔

اب مصر کس شہر کو کہا جائے اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں امام اعظمؒ سے بھی کئی روایتیں ہیں (۱) ما یجتمع فیہ موافق اہلہ (۲) وہ بڑا شہر کہ جس میں گلیاں اور بازار ہوں (۳) صاحب وقایہ نے یہ بیان کیا ہے کہ اس شہر کی بڑی مسجد میں اگر تمام لوگ اکٹھا ہو جائیں تو ناکافی ہو جاتے اور امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے کہ جس جگہ مفتی و قاضی رہتے ہوں سفیان ثوریؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کو عام طور پر لوگ مصر کہتے ہیں اور اسے شہر میں شمار کیا جاتا ہے، بعض حضرات اسکی تعریف یہ کرتے ہیں کہ جس میں دس ہزار آدمی رہتے ہوں ایک قول یہ ہے کہ جس شہر میں ہر صنعت و حرفت کے لوگ رہتے ہوں (شرح وقایہ، ہدایہ وغیرہ)

اذا کان القاضی: جب قاضی عالم ہو فتویٰ دینے کی اسکے اندر صلاحیت ہو تو الگ سے ایک مفتی کی ضرورت نہیں اسی طرح اگر امیر بھی عالم ہو فتویٰ دے سکتا ہو تو امیر بھی مفتی کا کام کر سکتا ہے کسی دوسرے مفتی کی ضرورت نہیں ہوگی۔ جازت: موسم حج کے اندر بادشاہ یا امیر مکہ شریف، منی کے اندر نماز جمعہ کا انعقاد کر سکتا ہے لیکن اگر کوئی حج کے لئے امیر بنایا گیا ہو تو اب جائز نہیں۔ کیونکہ یہ ولایت ناقص ہے اس لئے کہ یہ صرف حج کے لئے بنایا گیا ہے۔

الاقصار: نماز جمعہ کے لئے خطبہ شرط ہے اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے البتہ خطبہ کی مقدار کیا ہو اسکے بارے میں علماء کا اختلاف ہے امام اعظمؒ کے نزدیک کم از کم مقدار ایک مرتبہ سبحان اللہ اور الحمد للہ اگر بنیت خطبہ کہہ دیا جائے تو کافی ہے کیونکہ قرآن کریم میں اسکو ذکر اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے فاسعوا الی ذکر اللہ: نیز حضرت عثمانؓ جب خلیفہ ہوئے تو آپ منبر پر خطبہ کے لئے تشریف لے گئے تو صرف الحمد للہ ہی کہہ سکے پھر آپ سے نہیں بولا گیا اور نیچے اتر آئے، نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ اردو میں نہیں ہونا چاہئے کیونکہ خطبہ درحقیقت ایک ذکر ہے لیکن صاحبینؒ کے نزدیک ایسے دو خطبوں کا ہونا لازمی ہے کہ جس میں حمد و صلوة اور وصیت و تقویٰ ہو اور اول میں تلاوت قرآن اور دوسرے میں مؤمنین کے لئے دعاء ہو امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ قرآن میں فاسعوا الی ذکر اللہ آیا ہے اور یہاں پر طویل کی قید نہیں لہذا اگر خطبہ طویل نہ ہو گا تب بھی اسے خطبہ کہا جائے گا یہ اور بات ہے کہ سنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔

سنن: خطبہ کے سنن اٹھارہ ہیں لیکن اسی عدد میں منحصر نہیں اس سے زائد بھی ہو سکتے ہیں، مصنف نے یہاں تقریباً کی عدد بیان کی ہے۔

الطہارة: خطبہ اگرچہ نماز نہیں لیکن اس پر نماز جیسا ثواب ملتا ہے (مراقی الفلاح) لہذا اگر امام نے حالت

حدث میں یا حالت جنابت میں خطبہ دیا تو جائز تو ہو جائے گا مگر مکروہ تحریمی ہو گا اور جب وہ جنبی ہو تو اس کا لوٹنا مستحب ہے مگر خطبہ لوٹاتے وقت اذان کو نہیں لوٹایا جائے گا۔

مستر: ستر اگرچہ فی حد ذاتہ فرض ہے لیکن خطبہ کی حالت میں مسنون ہے لہذا اگر کسی نے بلا ستر کے خطبہ دیا تو جائز ہے کراہت ہو گا۔

الجلوس: منبر پر بیٹھنا مسنون ہے اور توار ثابلاً ترک کے چلا آ رہا ہے۔

الاذان: خطبہ سے پہلے اذان ان لوگوں کے لئے ہوتی ہے جو وہاں پر موجود ہوتے ہیں کہ ان لوگوں کو متنبہ کر دیا جاتا ہے کہ اب امام خطبہ دینے کے لئے آگیا ہے لہذا خطبہ سننے کے لئے تیار ہو جائیں نیز ان لوگوں کے لئے بھی ہے جو مسجد سے باہر ہیں تاکہ وہ جلدی آجائیں۔

قیامہ: منبر پر کھڑا ہونا مسنون ہے یعنی اگر بیٹھ کر خطبہ دیا تو مکروہ ہو گا کیونکہ قیام فی الخطبہ برابر چلا آ رہا ہے چنانچہ عبد اللہ ابن مسعودؓ سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وتر کوک قائماً یعنی حضرت ابن مسعودؓ نے اسی آیت سے یہ مسئلہ اخذ کیا کہ حضور ﷺ کا طریقہ منبر پر کھڑا ہو کر دینا تھا اگر کوئی شخص صرف ایک خطبہ میں بیٹھا یا دونوں میں بیٹھ گیا تو ایسا کرنا بلا عذر کے مکروہ ہے اسی طریقہ سے لیٹ کر بھی خطبہ دینے میں کراہت ہے۔

السيف: خطیب ایسے شہر میں ہے کہ جسے فتح کیا گیا ہو اور اس میں دشمنوں نے مزاحمت کی ہو تو ایسے شہر میں تلوار کو ہاتھ میں لیکر خطبہ دینا مسنون ہے اور اس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ اگر تم اسلام سے لوٹ جاؤ گے تو تم لوگ اب مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہو وہ تم سے مقابلہ کریں گے (مراقی) نیز اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ ایسے شہر میں تلوار کے علاوہ مثلاً لکڑی کمان وغیرہ پر ٹیک لگانا بہتر نہیں البتہ اگر ایسا شہر ہے کہ جسے بلا لڑے فتح کر لیا گیا ہے تو اس شہر میں تلوار لے کر خطبہ نہیں دیا جائے گا، احادیث کثیرہ سے یہ بات ثابت ہے کہ حضور پاک ﷺ نے مدینہ میں خطبہ دیا اور آپ لکڑی یا کمان پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ ابوداؤد

وَاسْتَقْبَالَ الْقَوْمُ بَوَاجِهِمْ وَبَدَأَتْهُ بِحَمْدِ اللَّهِ وَالنَّشَاءِ عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ وَالشَّهَادَتَانِ وَالصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَالْعِظَةُ وَالتَّذْكِيرُ وَقِرَاءَةُ آيَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ وَخُطْبَتَانِ وَالْجُلُوسُ بَيْنَ الْخُطْبَتَيْنِ وَأَعَادَةُ الْحَمْدِ وَالنَّشَاءِ وَالصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ابْتِدَاءِ الْخُطْبَةِ الثَّانِيَةِ وَالِدُعَاءُ فِيهَا لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالِاسْتِغْفَارُ لَهُمْ وَأَنْ يُسْمَعَ الْقَوْمُ الْخُطْبَةَ وَتَخْفِيفُ الْخُطْبَتَيْنِ بِقَدْرِ سُورَةٍ مِنْ طَوَالِ الْمَفْصَلِ وَيَكْرَهُ التَّطْوِيلُ وَتَرْكُ شَيْءٍ مِنَ السُّنَنِ وَيَجِبُ السَّعْيُ لِلْجُمُعَةِ وَتَرْكُ الْبَيْعِ بِالْأَذَانِ الْأَوَّلِ فِي الْأَصَحِّ.

ترجمہ:- اور قوم کی طرف اپنے چہرے کا کرنا اور الحمد للہ سے شروع کرنا اور ایسی شائع سے جس کا وہ مستحق ہے اور شہادتین کا پڑھنا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا، دوسرے خطبہ کے شروع میں نصیحت اور آخرت کی یاد دہانی کرنا، اور قرآن کی کسی آیت کا پڑھنا اور دو خطبوں کا پڑھنا، دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا، اور حمد اور شائع کا اعادہ کرنا اور

حضور ﷺ پر دوسرے خطبے کے شروع میں درود بھیجنا، اور اس میں تمام مؤمن مردوں اور تمام عورتوں کیلئے دعاء و استغفار کرنا، قوم کا خطبہ سننا، طویل مفصل کی مقدار دونوں خطبوں میں تخفیف کرنا، اور خطبوں کا لمبا پڑھنا مکروہ ہے، اسی طریقہ سے کسی سنت کا چھوڑ دینا جمعہ کے لئے چلنا واجب ہے اور صحیح مذہب کے مطابق اذانِ اوّل کے بعد بیچ کا چھوڑ دینا۔

تشریح و مطالب :- استقبال : خطبہ کے درمیان قوم کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اور قوم کی طرف پیٹھ کرنا مکروہ ہے، شمسِ الاممہ نے لکھا ہے کہ جو لوگ امام کے دائیں ہوں وہ امام کی طرف متوجہ ہو جائیں

اور جو بائیں ہیں وہ بھی امام کی طرف اپنا رخ کر لیں اور جو امام کے سامنے ہیں وہ اپنا چہرہ امام کی طرف کر لیں۔ اور علامہ سرخسی نے یہ تحریر کیا ہے کہ ہمارے زمانے میں بہتر یہ ہے کہ قوم استقبالِ قبلہ کرے اسلئے کہ خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد صفوں کو سیدھی کرنے میں پریشانی ہوتی ہے چونکہ یہ وقت اڑدھام کا ہوتا ہے جلدی سے لوگوں کی صفوں کو سیدھا نہیں کیا جاسکتا۔

بدانتہ : خطبہ کی ابتداء ان دعاؤں سے ہو جو خطبہ کے مطابق دعائیں ہیں اس لئے کہ خطبہ کے اندر عرفا اور عوام یہی چیزیں ہوا کرتی ہیں۔

العظۃ : خطبہ کے درمیان قوم کو نصیحت کی جائے، انکو عذاب سے ڈرایا جائے اور اچھی باتوں کی تلقین کی جائے اسلئے کہ اس دن لوگ زیادہ ہوتے ہیں اسلئے نصیحت کرنے میں زیادہ فائدہ ہوتا ہے، نیز صرف ڈرایا ہی نہ جائے بلکہ ان امور کا بھی ذکر کیا جائے اور انہیں بتایا جائے کہ جو ان کیلئے باعثِ نجات ہے اور جس کو وہ سن کر رغبت کریں۔

خطبتان : صحابہؓ کے دور سے یہی چلا آرہا ہے کہ نماز جمعہ میں دو خطبے دیئے جاتے ہیں اور اس سے کسی نے انحراف نہیں کیا ہے اس لئے اسے سنت کہا جاتا ہے اگر کسی جگہ ایک ہی خطبہ کہا گیا تب بھی خطبہ ہو جائے گا مگر ترکِ سنت کی وجہ سے ایسا کرنا مکروہ ہے۔

الجلوس : دونوں خطبوں میں فرق کرنے کے لئے درمیان میں بیٹھا جائے، اب بیٹھنے کی مقدار کیا ہو اس میں مختلف روایات ہیں، ظاہر روایت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ بیٹھنا تین آیت کے مقدار ہو۔ (مراقی الفلاح) بعض فقہاء یہ فرماتے ہیں کہ ہر عضو اپنی جگہ آجائے اور اطمینان و سکون حاصل ہو جائے، حنفیہ کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ ہر عضو اپنی جگہ پر آجائے اور اطمینان و سکون کا حاصل ہونا شرط نہیں ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک استراحت شرط ہے اس لئے کہ اگر ایک ہی خطبہ پڑھا گیا درمیان میں فصل نہ کیا گیا اگرچہ یہ خطبہ اس قدر طویل ہو کہ دو خطبہ کے بقدر ہو جائے تب بھی ان کے نزدیک خطبہ ادا نہ ہوگا۔

اعادة : جب دوسرے خطبہ کے لئے کھڑا ہو تو حمد و ثناء اور درود و سلام کو دوبارہ پڑھے اور خطبہ ثانیہ میں سلف سے یہ طریقہ چلا آرہا ہے کہ خلفائے راشدین حضرت حسینؓ، حضرت عباسؓ، حضرت حمزہؓ کا تذکرہ کرتے ہیں لہذا ان کا تذکرہ کرنا مستحسن ہے۔ (مراقی الفلاح)

الدعاء : دوسرے خطبہ میں تمام مسلمانوں کے لئے دعاء و استغفار کیا جائے اور دعاء کے اندر رحمتِ خداوندی

کے حصول کی دعاء آفات و مصائب اور دشمنان اسلام پر غلبہ پانے کے لئے دعا کی جائے (مراقی الفلاح) اس لئے کہ اس میں زیادہ لوگ جمع ہوتے ہیں ان میں بعض برگزیدہ بھی ہوتے ہیں جن کے وسیلہ سے دعاء مقبول ہوتی ہے اور آدمی کو پتہ نہیں چلتا کہ وہ کون ہے اس لئے جب تمام لوگ اکٹھا ہیں تو ان میں سے ضرور کوئی ایسا ہوگا، نیز احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہوتی ہے کہ جس میں دعائیں قبول کی جاتی ہیں اور اس وقت کا پتہ نہیں ہو سکتا ہے کہ یہی وقت ہو، اس لئے اس میں دعاء کر لینی چاہئے۔

ان یسمع: شرح مراقی میں یہ لکھا ہے کہ دوسرا خطبہ جبراً اوّل میں جبر ضروری نہیں، سامعین کو خطبہ سننے کی نیت سے سنبھل کر بیٹھنا واجب ہے خواہ وہاں تک آواز پہنچتی ہو یا آواز نہ پہنچتی ہو اور دوران خطبہ کوئی ایسی حرکت کرنا جو اس کے منافی ہو مکروہ ہے اس لئے کہ اس خطبہ کو نماز کے ساتھ کافی مشابہت ہے، کیونکہ جس طرح نماز کے لئے طہارت، ستر عورت، وقت یہ تمام چیزیں ضروری ہیں اسی طرح خطبہ کے لئے بھی یہ سب چیزیں لازم ہیں لہذا نماز کی طرح اسے مشابہت ہے ہاں اس میں کلام کرنے سے صرف کراہیت آئے گی فساد نہیں۔

تخفیف: حضرت ابن مسعودؓ کا ارشاد ہے طول الصلوٰۃ وقصر الخطبة من فقه الرسل۔ چونکہ لوگوں کی کثرت ہوتی ہے جگہ کی بھی تنگی ہوتی ہے نیز ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں بعض تندرست ہوتے ہیں بعض مریض تو جس طرح ان لوگوں کی رعایت کی جاتی ہے اسی طرح خطبہ میں بھی رعایت کی جائے گی لیکن ایک بات کا خیال رہے کہ مقدار مسنون سے کم نہ ہو۔

یکوہ: خواہ گرمی کا موسم ہو یا سردی کا خواہ برسات ہو یا دھوپ ہر ایک موسم میں خطبہ کا لبا کرنا مکروہ ہے یہ کراہت کسی وقت کے ساتھ خاص نہیں کراہیت کی وجہ وہی ہے جو ابھی اوپر گزر چکی۔
تروک: وہ مسنون چیزیں جو ابھی اوپر گزر چکی ہیں ان میں سے کسی ایک کا چھوڑنا مکروہ ہے۔

یجب: جمعہ کے لئے جانا سکون اور وقار کے ساتھ واجب ہے دوڑ کر جانا مکروہ ہے اور نماز جمعہ کے لئے سعی کرنا نص قطعی سے ثابت ہے چنانچہ ارشاد باری ہے فاسعوا الی ذکر اللہ دوڑ کر جانے میں مؤمن کا وقار گھٹ جاتا ہے حالانکہ مؤمن کی ایک امتیازی شان ہے۔

فی الاصح: مصنفؒ نے اسے ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ بعض لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ اذان ثانی کے بعد ترک بیع وغیرہ کیا جائے اور امام طحاویؒ نے بھی اذان ثانی کا اعتبار کیا ہے اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں صرف ایک اذان تھی اس دوسرے اذان کی ابتداء حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں ہوئی اس لئے کہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تھی نیز لوگ بعض امور میں مشغول ہو جاتے تھے جس کی بنا پر نماز جمعہ میں تاخیر ہو جاتی تھی اس لئے اس اذان کو شروع کرائی اور اس پر کسی صحابی نے کوئی جرح و قدح نہیں کی۔

اور آیت علی الاطلاق ہے نہ اس میں دوسرے کی قید ہے نہ اوّل کی تو اب اس دور میں بھی اوّل اذان مراد ہوگی

اور ترک بیج کا حکم اس سے ہوگا۔ (عمدة الرعاہ)

امام طحاوی کے قول پر صاحب بحر الرائق نے جرح و قدح کی ہے اور اسے ضعیف بتلایا ہے۔ (طحاوی)

وَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ فَلَا صَلَوةَ وَلَا كَلَامَ وَلَا يَرُدُّ سَلَامًا وَلَا يُشَمِتُ عَاطِسًا حَتَّى يَفْرُغَ مِنْ صَلَوةِهِ وَكَرِهَ الْحَاضِرُ الْخُطْبَةَ الْأَكْلَ وَالشَّرْبَ وَالْعَبَثَ وَالْإِلْفَاتِ وَلَا يَسْلُمُ الْخَطِيبُ عَلَى الْقَوْمِ إِذَا اسْتَوَى عَلَى الْمِنْبَرِ وَكَرِهَ الْخُرُوجُ مِنَ الْعَصْرِ بَعْدَ النَّدَاءِ مَا لَمْ يُصَلِّ وَمَنْ لَا جُمُعَةَ عَلَيْهِ إِنْ آذَاهَا جَازَ عَنْ فَرَضِ الْوَقْتِ وَمَنْ لَا عُذْرَ لَهُ لَوْ صَلَّى الظُّهْرَ قَبْلَهَا حَرَمَ فَإِنْ سَعَى إِلَيْهَا وَالْإِمَامُ فِيهَا بَطَلَ ظَهْرُهُ وَإِنْ لَمْ يُدْرِكْهَا وَكَرِهَ لِلْمَعْنُورِ وَالْمَسْجُونِ آدَاءُ الظُّهْرِ بِجَمَاعَةٍ فِي الْعَصْرِ يَوْمَهَا وَمَنْ أَذَرَ كَهَاتِي الشَّهَادَةِ أَوْ سُجُودِ السُّهُورِ أَتَمَّ جُمُعَةً وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ :- اور جب امام نکل جائے تو نہ نماز پڑھی جائے اور نہ بات کی جائے اور نہ سلام کا جواب دیا جائے اور نہ جھینکے والے پر یہو حمت اللہ کہا جائے یہاں تک کہ اپنے نماز سے فارغ ہو جائے اور خطبہ میں حاضر شخص کے لئے کھانا اور پینا، یعنی باتیں کرنا اور کسی طرف متوجہ ہونا مکروہ ہے اور جب خطیب منبر پر چڑھے تو قوم کو سلام نہ کرے اور نماز پڑھنے سے قبل اذان کے بعد شہر سے نکلنا مکروہ ہے اور جس شخص کے اوپر نماز جمعہ نہیں ہے اگر اس نے ادا کر لیا تو فرض وقت سے جائز ہو جائے گی اور جس شخص کو کوئی عذر نہیں ہے نماز جمعہ سے پہلے ظہر کی نماز پڑھنی حرام ہے پس اگر جمعہ کی طرف چلا اور امام جمعہ کی نماز میں تھا تو اس کی ظہر باطل ہو جائے گی اگرچہ اسے نہ پائے اور معذور اور قیدی کے لئے جمعہ کے دن شہر میں جماعت سے ظہر کی نماز ادا کرنی مکروہ ہے اور جس شخص نے امام کو تشہید یا سجدہ سہو میں پایا تو وہ جمعہ کی نماز ہی پوری کر لے۔ واللہ اعلم

اذا خرج: اگر جامع مسجد میں یہ طریقہ رائج ہو کہ امام اپنے کمرے سے نکل کر آتا ہو تو تشریح و مطالب :- جیسے ہی کمرے سے نکلے گا اسی وقت نماز ختم کر دی جائے گی لیکن اگر حجرے میں نہیں رہتا بلکہ مسجد میں موجود رہتا ہے تو جب خطبہ کے لئے کھڑا ہو گا اس وقت نماز و کلام ختم کر دی جائے گی لیکن اگر کوئی صاحب ترتیب ہو تو وہ اسے پورا کرے گا اگرچہ وتر ہی کیوں نہ ہو۔

سلاما: خواہ زبان سے ہو یا اشارے سے ہر صوت میں سلام کا جواب نہیں دیا جائے گا ہاں اگر سانپ وغیرہ نکل جائے تو اس کے مارنے میں کوئی مضائقہ نہیں اس لئے کہ اس کا تعلق حق العباد سے ہے اگر کسی نے جواب دیدیا اسی طریقہ سے سلام کر لیا تو گنہ گار ہوگا۔

مکروہ: لیکن جو شخص معذور نہ ہو اور جس کے اوپر جمعہ کی نماز واجب ہے اور وہ جمعہ میں حاضر ہے تو اس کے لئے کھانا پینا یہ تمام چیزیں مکروہ ہیں۔

لا یسلم: جب خطیب منبر پر آئے اس وقت قوم کو سلام کرنا مکروہ ہے اسلئے کہ حدیث سے اسکا ثبوت نہیں یہ بعد کے لوگوں کی ایجاد کی ہوئی بدعت ہے نہ حضور ﷺ سے ثابت ہے اور نہ ہی خلفائے راشدین اور نہ کسی صحابی سے۔

مکروہ الخروج: اذان کے بعد جس کے اوپر جمعہ کی نماز واجب ہے اس کے لئے نکلنا مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ سعی الی الجمعہ واجب ہے اور نکلنے کی صورت میں اس واجب کی مخالفت ہے کس اذان کے بعد یہ کراہت ہوگی؟ اس کی مکمل تفصیل گزر چکی ہے۔

ومن لا جمعة: اگر کوئی شخص معذور ہے یا جس کے اوپر نماز جمعہ واجب نہیں وہ لوگ اگر جمعہ کی نماز میں حاضر ہو جائیں اور جمعہ کی نماز پڑھ لیں تو ان سے فرضیت ظہر ساقط ہو جائے گی کیونکہ ان کے لئے عدم وجوب میں تخفیف تھی اور جب ان لوگوں نے تخفیف کو خود ہی پسند نہیں کیا تو اصل کی طرف چلے جائیں گے جس طریقہ سے مسافر یا مریض کے لئے روزے میں رخصت ہے لیکن اگر یہ لوگ اسی حالت میں روزہ رکھ لیں تو فرضیت سے بری ہو جائیں گے اور ان کا یہ روزہ رکھنا صحیح ہو گا اس لئے کہ عدم فرضیت میں تخفیف تھی۔

من لا عذر له: یعنی کوئی شخص شہر میں مقیم تھا اور اس کے اوپر نماز جمعہ واجب تھی اس کے باوجود اس شخص نے جمعہ کی نماز کے بجائے ظہر کی نماز جمعہ کی نماز پڑھی جانے سے قبل ہی پڑھ لی تو اس نے فعل حرام کا ارتکاب کیا اس لئے کہ اس دن ظہر کی نماز کے بجائے جمعہ کی نماز تھی اور اس نے اس واجب کو ترک کر دیا۔

فان سعی: اگر کسی نے ایسا کر ہی لیا اور کرنے کے بعد اسے ندامت ہوئی کہ مجھے ایسا نہ کرنا چاہئے تھا اور اس کے بعد وہ نماز جمعہ کے لئے چلا گیا تو اسکی ظہر کی نماز باطل ہو جائے گی لیکن سعی کے بارے میں اختلاف ہے، مختار مذہب یہی ہے کہ جب وہ گھر سے چل دیا اسی وقت اس کی نماز ظہر باطل ہو جائے گی اور اس سے پہلے اگرچہ اس نے حرام کیا ہے لیکن اس کی نماز باطل نہیں ہوگی، جیسے کسی شخص نے جمعہ کے دن ظہر کی نماز مسجد میں پڑھی اور وہیں بیٹھا رہا وہاں سے اٹھا نہیں تو اس کی نماز اس وقت تک باطل نہ ہوگی جب تک امام کے ساتھ شریک نہ ہو جائے۔

الیہا: کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ نکلنا شرکت جمعہ کے لئے ہے لہذا اگر کوئی شخص ظہر کی نماز پڑھ کر اپنے کام کے لئے نکلا یا اسی طریقہ سے ایسے وقت وہاں پہنچا کہ امام نماز جمعہ سے فارغ ہو چکا تھا تو اب اس کی نماز بلا جماع باطل نہ ہوگی اور اگر یہ ایسے میں پہنچا کہ امام نماز میں تھا تو اسکی نماز باطل ہو جائے گی۔

مکروہ: یہاں مصر کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر دیہات میں ایسا کیا جائے تو مکروہ نہیں اس لئے کہ دیہات میں جمعہ کی نماز صحیح نہیں اور شہر میں اگرچہ معذور اور قیدی پر نماز جمعہ واجب نہیں لیکن اس صورت میں نماز جمعہ کے ساتھ ظہر کی جماعت کرنے میں مشابہت لازم آتی ہے اور اس سے بچنا چاہئے اسی وجہ سے ایسا کرنا مکروہ ہے۔

جمعہ کے دن مریض کو ظہر کی نماز میں اس قدر تاخیر کرنی چاہئے کہ امام نماز جمعہ سے فارغ ہو جائے لیکن اگر ایسا نہیں کیا تو صحیح مذہب کے مطابق مکروہ ہے۔ نیز قیدی کو خاص طور پر بیان کر کے اس طرف اشارہ کر دیا کہ اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ جماعت کی قید لگا کر اس طرف توجہ دلانی ہے کہ اگر بلا جماعت کے ظہر کی نماز ادا کی تو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ اگر منفرد ہو تو اس کے لئے بھی اذان و اقامت مسنون ہے لیکن جمعہ کے دن ایسا کرنا بہتر نہیں،

اسی طرح ظہر کی قید لگا کر اس طرف اشارہ کرنا ہے کہ جمعہ کے دن ظہر کی نماز جماعت سے مکروہ ہے اس کے علاوہ میں جماعت کرنی مکروہ نہیں۔ (بحر بتصرف)

التشہد: یعنی کوئی اس قدر تاخیر سے آیا کہ اس وقت امام تشہد میں تھا تو اب وہ شریک ہو جائے اس لئے کہ حدیث پاک میں آتا ہے ما ادرکتہم فصلوا وما فاتکم فاقضوا امام محمدؐ فرماتے ہیں کہ اگر دوسری رکعت کا اکثر حصہ پایا مثلاً دوسری رکعت کا رکوع پایا تو اب جمعہ کی نماز پوری کر لے اور اگر اس سے کم پایا ہے تو اب ظہر کو پڑھے اس لئے کہ یہ من وجہ ظہر ہے اور من وجہ جمعہ ہے اس لئے کہ بعض شرطیں فوت ہو گئیں تو اب دور رکعت پڑھ کر بیٹھ جائے اور اس کے بعد دور رکعت اور پڑھ کر ظہر کی نماز پوری کر لے اور اس دو کے بعد دور رکعت ملائے گا اس میں بھی قرأت کرے گا اس لئے کہ نفل کا بھی احتمال ہے، لیکن امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر تشہد میں شریک ہو گیا تو گویا کہ اس نے جمعہ کی نماز پائی، اس لئے کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے اذ ایتیم الصلوۃ فلا تاتوها ولتتم تسعون فما ادرکتہم فصلوا وما فاتکم فاقضوا اور اس لئے کہ امام کی اقتداء سے قیل جور رکعت ہو گئی ہے وہ غیر نہیں ہے لہذا اور جگہ کی طرح یہاں پر بھی ان کو بعد میں پوری کر لی جائے گی۔ (ذیلعی بتصرف)

اوسجود السہو: یہاں پر یہ اشکال نہ کیا جائے کہ اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ میں سجدہ سہو کیا جائے حالانکہ ابھی بیان ہو چکا ہے کہ جمعہ میں سجدہ سہو نہیں کرنا چاہئے تو اس کا جواب یہ ہو گا کہ مختار مذہب تو یہی ہے کہ جمعہ میں سجدہ سہو واجب نہیں، اور اولیٰ بھی ترک ہی کر دینا ہے تاکہ کرنے کی وجہ سے لوگ فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔ یہ بات تو نہیں کہ جمعہ میں سجدہ سہو جائز ہی نہ ہو، جائز ہے مگر بعض جگہ ایسا ہوتا ہے کہ ضرورت کے پیش نظر بعض چیزوں کو ترک کر دیا جاتا ہے وہی بات یہاں پر بھی ہے۔ لہذا اب کوئی اشکال باقی نہ رہا (طحاوی مع تصرف) نیز یہ عبارت لا کر امام محمدؐ کی تردید بھی مقصود ہے کہ رکعت ثانیہ کا اکثر کیا اگر سجدہ سہو کے وقت بھی شریک ہو جائے تب بھی نماز جمعہ ہو جائیگی۔

﴿بَابُ الْعِيدَيْنِ﴾

صَلَاةُ الْعِيدِ وَاجِبَةٌ فِي الْأَصَحِّ عَلَى مَنْ تَجَبُّ عَلَيْهِ الْجَمْعَةُ بِشَرَائِطِهَا سِوَى الْخُطْبَةِ فَتَصَحُّ بِدُونِهَا مَعَ الْإِسَاءَةِ كَمَا لَوْ قُدِّمَتِ الْخُطْبَةُ عَلَى صَلَاةِ الْعِيدِ وَتَذَبُّ فِي الْفِطْرِ ثَلَاثَةَ عَشَرَ شَيْئًا أَنْ يَأْكُلَ وَأَنْ يَكُونَ الْمَأْكُولُ تَمَرًا وَوَتَرًا وَيَغْتَسِلَ وَيَسْتَأْكُ وَيَتَطَيَّبُ وَيَلْبَسَ أَحْسَنَ ثِيَابِهِ وَيُؤَدِّيَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ إِنْ وَجَبَتْ عَلَيْهِ وَيُظْهِرَ الْفَرْحَ وَالْبَشَاشَةَ وَكَثْرَةَ الصَّدَقَةِ حَسَبَ طَاقَتِهِ وَالتَّبَكُّيرُ وَهُوَ سُرْعَةُ الْإِنْتِبَاهِ وَالْإِبْتِكَارُ وَهُوَ الْمُسَارَعَةُ إِلَى الْمُصَلَّى وَصَلَاةُ الصُّبْحِ فِي مَسْجِدِ حَيْهٍ ثُمَّ يَتَوَجَّهُ إِلَى الْمُصَلَّى مَاشِيًا مُكَبِّرًا سِرًّا وَيَقْطَعُهُ إِذَا انْتَهَى إِلَى الْمُصَلَّى فِي رَوَايَةٍ وَفِي رَوَايَةٍ إِذَا فَتَحَ الصَّلَاةَ وَيَرْجِعُ مِنْ طَرِيقٍ آخَرَ.

ترجمہ:- عیدین کی نماز:- عید کی نماز صحیح مذہب کے مطابق ہر اس شخص پر واجب ہے کہ جس پر جمعہ کی نماز واجب ہے، خطبہ کے علاوہ جمعہ کی تمام شرائط کے ساتھ، تو عید کی نماز بغیر خطبہ کے مع الکراہت صحیح ہو

جائے گی، جیسا کہ اگر خطبہ کو عید میں مقدم کر دیا جائے، نماز پر اور عید الفطر میں تیرہ چیزیں مستحب ہیں کسی چیز کا کھانا، جو چیز کھائی جائی وہ تہر ہو اور طاق ہو اور غسل کرنا اور مسواک کرنا اور خوشبو لگانا اور اپنے کپڑوں میں بہترین کپڑا زیب تن کرنا اور اگر صدقہ فطر واجب ہو تو نماز عید سے قبل ادا کرنا اور خوشی اور بشاشت کا ظاہر کرنا اور اپنی وسعت کے مطابق زیادہ صدقہ دینا، اور تکبیر اور وہ جلدی بیدار ہونا ہے، اور ابتکار اور وہ عید گاہ کو جلدی جانا ہے اور محلہ کی مسجد میں صبح کی نماز ادا کرنی پھر اس کے بعد عید گاہ کی طرف پیدل تکبیر آہستہ کہتے ہوئے جانا اور ایک روایت کے مطابق عید گاہ پہنچ کر تکبیر کا ختم کر دینا اور ایک روایت کے مطابق جب نماز شروع ہو جائے اور دوسرے راستے سے لوٹنا۔

تشریح و مطالب :- مصنف جب صلوٰۃ رباعیہ اور ثالثہ سے فارغ ہو گئے تو واجبات نماز میں سب سے پہلے جمعہ کا ذکر کیا اس لئے کہ اس کا ثبوت قرآن پاک سے ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے **إِذَا نَادَىٰ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ** الخ اسی وجہ سے اس کو مقدم ذکر کیا نیز بعض چیزیں ایسی ہیں جو نماز جمعہ میں سنت ہیں اور عید میں نہیں جیسا کہ خطبہ نماز جمعہ میں ضروری ہے اور نماز عید میں مستحب اور اسی طرح عیدین سال بھر میں صرف دو مرتبہ آتی ہیں اور نماز جمعہ ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ، اس کے علاوہ اور بہت سی وجوہات ہو سکتی ہیں مگر سب سے زیادہ قوی وجہ یہی ہے کہ نماز جمعہ قرآن پاک سے ثابت ہے اور عیدین احادیث سے۔ نیز نماز جمعہ کی فضیلت بہت ہے چنانچہ حدیث پاک میں ہے **قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَفْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طَهْرٍ وَبَدَّهْنٍ مِنْ دَهْنٍ وَيَمْسُ مِنْ طَيِّبٍ ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يَفْرُقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ ثُمَّ صَلَّى مَا كَتَبَ لَهُ ثُمَّ سَكَتَ إِذَا تَكَلَّمَ الْخَطِيبُ إِلَّا غَفَرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْآخِرَىٰ** (بخاری) انہیں تمام فضائل کی وجہ سے نماز جمعہ کو مقدم کیا اور نماز عید کے احکام کو مؤخر کیا۔ واللہ اعلم بالصواب

العید: اسے عید اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عید الفطر کے دن اللہ تعالیٰ فرشتوں سے ندا کرتے ہیں کہ تمہارے گناہ معاف کر دیئے گئے، یا ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب عید آتی ہے تو فرحت و مسرت لے کر آتی ہے، یا اس وجہ سے کہ لوگ لوٹ کر ایک مرتبہ اس وقت ایک جگہ جمع ہوتے ہیں یا اس وجہ سے اسے عید کہا جاتا ہے کہ لوگ لوٹ لوٹ کر بار بار ایک دوسرے کے یہاں کھانا کھاتے ہیں۔

واجبہ: اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس پر مداومت فرمائی ہے اور اس کو کبھی ترک نہیں فرمایا اور اس کو شعائر اسلام میں داخل کیا ہے (عمدہ) اور اسکے واجب اور سنت کے بارے میں علماء احناف کے دو قول ہیں امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ سنت ہے اگر دو عید مثلاً جمعہ اور عید ایک دن ہو جائے تو دونوں میں سے کسی ایک کو ترک نہیں کیا جائے گا، ہاں پہلے عید واجب ہے اور دوسری سنت ہے (جامع صغیر) امام اعظمؒ کے نزدیک واجب ہے اور ان کی دلیل وہی ہے کہ حضور ﷺ نے اس پر مواظبت فرمائی اور کبھی ترک نہیں کیا۔

فی الاصح: اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ صحیح مذہب یہی ہے کہ یہ واجب ہے نہ کہ سنت، گویا کہ امام محمدؒ کی تردید اور امام اعظمؒ کی تائید ہے اور اس وقت فتویٰ اسی پر ہے کہ یہ واجب ہے۔

علی من تجب علیہ الجمعة: یعنی جن لوگوں پر نماز جمعہ واجب ہے انہی لوگوں پر نماز عید بھی واجب ہے لہذا بچہ پر غلام پر، عورت پر، قیدی پر اور اسکے علاوہ وہ تمام لوگ نکل گئے ہیں جن پر نماز جمعہ واجب نہیں۔

بشرائطہا: مصنفؒ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ کے علاوہ جمعہ کی تمام شرائط عیدین میں ضروری ہیں حالانکہ یہ بات نہیں اس لئے کہ نماز جمعہ کی جماعت کے لئے تین افراد کا امام اعظمؒ کے قول کے مطابق ہونا ضروری ہے اور عیدین میں یہ بات نہیں، عیدین میں اگر امام کے ساتھ ایک آدمی بھی ہو تب بھی جماعت صحیح ہے لہذا یہاں پر ایک شرط اور خارج ہے اس کا خیال رہے۔ (طحطاوی)

یصح بدونها: اگر عیدین میں خطبہ نہ دیا گیا تو عیدین کی نماز صحیح ہو جائے گی مگر اس صورت میں کراہت ضرور ہوگی اسی طرح اگر خطبہ کو نماز عید سے قبل دیا گیا تب بھی خطبہ صحیح ہے مگر خلاف سنت ہے اس لئے کہ حضور ﷺ نے عیدین میں خطبہ نماز عید کے بعد دیا۔

ندب: مصنفؒ نے یہاں پر جو تیرہ کی تعداد بیان کی ہے اسی پر حصر نہیں بلکہ مستحبات عید الفطر اس سے زائد بھی ہو سکتے ہیں چنانچہ بعض حضرات نے پندرہ بھی شمار کر لیا ہے لہذا اگر کہیں اس سے زائد معلوم ہوں تو مصنفؒ پر اعتراض نہ کیا جائے۔

ان یا کل: لانه صلى الله عليه وسلم كان يطعم في يوم الفطر قبل ان يخرج الى المصلی. وقد روى ايضا كان عليه الصلوة والسلام لا يغدو يوم الفطر حتى ياكل تمرات وياكلهن وترا (بخاری) یعنی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر میں طاق کھجوریں کھا کر عید گاہ تشریف لے جاتے تھے لیکن جہاں کچھ اور نہ ملے وہاں پر میٹھی چیز کھا کر جانا چاہئے۔

يفتسل: یہاں پر اعتراض پڑتا ہے کہ مصنفؒ نے یہاں پر غسل کو مستحب میں شمار کیا ہے اور کتاب الطہارۃ کے اندر سنت میں شمار کر لیا ہے آخر ایسا کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ غسل کے بارے میں اختلاف ہے لہذا جب دو جگہ ذکر کر دیا تو اس سے اس اشکال کی طرف اشارہ بھی ہو گیا نیز مستحب کا اطلاق سنت پر ہوتا ہے اور یہاں پر مستحب کو شمار کر رہے تھے اس وجہ سے الگ سے سنت کو ذکر نہیں کیا۔ نیز بعض کتابوں میں ان تمام چیزوں کو سنت میں شمار کر لیا ہے اس دن لوگوں کا اجتماع زیادہ ہوتا ہے لوگ آپس میں مل جل کر بیٹھتے ہیں اس وجہ سے غسل کو سنت قرار دیا گیا تاکہ کسی کو کسی کے پسینہ وغیرہ سے تکلیف نہ ہو۔ نیز حضور ﷺ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

يستاك: اسی طریقہ سے مسواک کرنا بھی مستحب ہے اسلئے کہ اگر مسواک نہ کیا گیا تو اس سے لوگوں کو تکلیف ہوگی۔
یتطیبہ: اسی طریقہ سے کپڑوں پر اور بدن پر خوشبو لگانا مستحب ہے لانه صلى الله عليه وسلم كان يتطيب يوم العيد ولو من طيب اهلہ (مرآۃ المفلاح) کتب احادیث میں اس قسم کی احادیث بکثرت موجود ہیں کہ حضور ﷺ اس دن خوشبو لگاتے تھے، اگر کسی کے پاس خوشبو کی چیز نہ ہو تو وہ اپنے گھر والوں سے لے کر لگا سکتا ہے جیسا

کہ حضور ﷺ کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے مقابل عیدین میں اڑدھام زیادہ ہوتا ہے اس وجہ سے اس دن خوشبو کا اہتمام کرنا چاہئے۔

یلبس: لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان له جبة فنك او صوف یلبسها فی الاعیاد، عن جابر قال کان له علیہ السلام برد احمر یلبسه فی العید والجمعة اپنے کپڑوں میں جو سب سے بہترین کپڑا ہو اسے استعمال کرنا چاہئے خواہ وہ نیا کپڑا ہو یا دھلا ہوا، فی زماننا جو رسم چلی ہے کہ لوگ نئے نئے کپڑوں کا اہتمام کرتے ہیں اور اسے سنت سمجھ کر کرتے ہیں جس سے بسا اوقات پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس کی حدیث میں کوئی اصل نہیں ہے اس لئے کہ نہ حضور ﷺ نے اس دن کے لئے نئے کپڑے سلائے تھے اور نہ خلفائے راشدین اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم۔ ہاں اگر آدمی کے اندر اس قدر وسعت ہو کہ وہ اس کا اہتمام کر سکتا ہو اور اس سے اسے کوئی تکلیف نہ ہوتی ہو تو ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن اگر ایسا کرنے سے کسی کو تکلیف ہوتی ہے اور غریبوں کی دل شکنی ہوتی ہو اور انہیں اپنی غربت کا احساس ہو تا ہو تو ایسا کرنا مناسب نہیں ہے۔

یودی: اس کا عطف یا مکمل پر ہو رہا ہے لہذا اس کا ادا کرنا مستحب ہے اس لئے کہ یہاں پر جن چیزوں کو شمار کر رہے ہیں وہ عید گاہ جانے سے قبل کی باتیں ہیں چنانچہ حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ عید گاہ کی طرف جانے سے قبل صدقہ فطر ادا کر دیا کرو صدقہ فطر کی ادائیگی کے چند اوقات ہیں (۱) عید کے دن پہلے ادا کر دیا جائے، اور ایسا کرنا جائز ہے اور یہی بہتر بھی ہے تاکہ غریب مسکین لوگ اپنی ضرورتوں کو پوری کر لیں اور صدقہ فطر میں منجملہ حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے۔ (۲) عید گاہ جانے سے قبل ادا کر دیا جائے اور ایسا کرنا مستحب ہے اس لئے کہ اس میں بھی مساکین کا زیادہ فائدہ ہے (۳) صدقہ فطر اسی دن ادا کیا جائے مگر نماز کے بعد ایسا کرنا جائز ہے لیکن اس میں غریبوں کا فائدہ کم ہے (۴) عید کے دن بھی ادا نہ کیا جائے بلکہ اس دن کے بعد ادا کیا جائے ایسا کرنا صحیح ہے مگر تاخیر کی وجہ سے گنہ گار ہوگا۔ جس طرح اگر کسی پر حج فرض ہو جائے اور وہ اس کے بعد فریضہ حج کو ادا نہ کرے تو جس قدر تاخیر کرے گا اتنا ہی گناہ ہوگا لیکن جب ادا کر لے تو اس کا فرض ساقط ہو جائے گا ان کے ذمہ سے۔

ان وجبت: صدقہ فطر ہر شخص پر واجب نہیں بلکہ صدقہ فطر انہی لوگوں پر واجب ہے جن پر زکوٰۃ واجب ہے۔ بظہر: یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمت پر شکریہ ادا کرے، نیز اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک ایسا دن دکھلایا ہے کہ جس میں اس کے گناہ وغیرہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، نیز عید الفطر رمضان المبارک کے ختم ہونے پر منائی جاتی ہے اور روزہ ایک مہتمم بالشان فریضہ ہے، لہذا جب بندے نے اس فریضہ کو ادا کر لیا تو اب اسے چاہئے کہ اسکی خوشی منائے۔

البشاشة: اس کا مطلب یہ ہے کہ جس سے ملے خندہ پیشانی سے ملے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ملاقات کرے لیکن اس زمانے میں ایک یہ رسم بد چل گئی ہے کہ اگر کسی گھر میں میت ہو جاتی ہے اور اس کے بعد عید کا دن آتا ہے تو لوگ بجائے اس کے کہ خوشی منائیں رنج و غم کا اظہار کرتے ہیں یہ سراسر خلاف سنت ہے نہ اس کا ثبوت حضور

پاک ﷺ سے ہے نہ خلفائے راشدین سے اور نہ صحابہؓ سے لہذا اس کا ترک کرنا واجب ہے، اس لئے کہ اس دن خوشی کا اظہار کرنا چاہئے جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے لیکن اس کے کرنے میں اس کے خلاف ہوتا ہے۔

کثرة الصدقة: اس دن زیادہ سے زیادہ صدقہ، خیرات کرنا چاہئے لیکن اس بات کا خیال رہے کہ طاقت سے زیادہ نہ ہو، نیز اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ جو صدقہ فطر واجب ہوا ہے اس سے کچھ زائد مقدار میں دے اور یہ زائد اس کے لئے صدقہ نفلہ ہو جائے گی۔

التبکیر: صبح سویرے بیدار ہونا یہ مستحبت عید میں سے ہے۔

الابتکار: عید گاہ کی طرف پیدل اور جلدی جانا مستحبت عید میں شمار کیا جاتا ہے، سویرے جانا تو اس وجہ سے کہ جلدی سے ایک واجب کو ادا کرے اور اس لئے بھی کہ اگر عید کی نماز چھوٹ جائے گی تو اس کو دوبارہ ادا نہیں کیا جاسکتا ہے، نیز اس لئے بھی کہ یہ مواقع سال میں دو ہی مرتبہ آتے ہیں اس لئے اس کی ادائیگی میں جلدی کرنی چاہئے۔
صلوة الصبح: عید کے دن فجر کی نماز اپنے محلہ کی مسجد میں پڑھنی مستحب ہے تاکہ لوگوں سے خوشی کا اظہار ہو، نیز اس کے علاوہ اس میں اور بہت سے فوائد ہیں۔

ثم يتوجه: عید گاہ جانا اور وہاں نماز عید کا ادا کرنا مسنون ہے امام کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ عید گاہ جائے اور کسی کو شہر میں اپنا نائب مقرر کر دے تاکہ وہ معذوروں کو نماز پڑھائے اس لئے بھی کہ عید کی نماز دو جگہ بالاتفاق جائز ہے اس میں کسی قسم کی کراہت نہیں اور اس لئے کہ عید کی نماز عید گاہ میں ادا کرنی چاہئے، اور جو لوگ معذور ہیں وہ عید گاہ نہیں جاسکتے لہذا ان کی رعایت کرتے ہوئے دو جگہ نماز کر دینی چاہئے تاکہ اس میں معذوروں کی رعایت ہو جائے اور وہ اس دو گانہ نماز سے محروم نہ رہیں نیز امام محمدؒ کے نزدیک عید کی نماز تین جگہ ادا کرنی چاہئے اگر امام نے کسی کو اپنا خلیفہ مقرر نہ کیا اور کسی نے نماز عید پڑھا دی تو یہ بھی جائز ہے، کیا عید گاہ کے لئے منبر کوئے جایا جائے تاکہ اس پر امام کھڑا ہو کر خطبہ دے جائز ہے یا نہیں؟ اس میں علماء کی رائے یہ ہے کہ ایسا نہ کرنا چاہئے عید گاہ میں ہی بنایا جائے یا نہ بنایا جائے اس کے بارے میں علماء کے چند اقوال ہیں بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا مکروہ ہے لیکن خواہر زادہ کی رائے یہ ہے کہ اس زمانے میں منبر بنانا بہتر ہے اور امام اعظمؒ کی رائے یہ ہے کہ کوئی حرج نہیں ہے۔ (فتح القدیر)

خواہر زادہ کی رائے زیادہ بہتر ہے اسلئے کہ فی زمانہ خواص لوگ عیدین میں جاتے ہیں ان کو کچھ احکام معلوم نہیں ہوتے وہ نماز کے بعد اوھر اوھر چل دیتے ہیں لہذا اگر امام کسی اونچی جگہ پر کھڑا ہو کر خطبہ دے گا تو وہ لوگ اسے دیکھ کر رک جائیں گے۔
ماشیا: اس لئے کہ پیدل جانے میں زیادہ قدم پڑیں گے اور چونکہ راستہ میں تکبیر کہتا ہوا جائے گا اور یہ زمین جس پر یہ تکبیر کہتا ہوا جاتا ہے یہ قیامت کے دن گواہی دے گی کہ یہ اس جگہ میں آپ کا ذکر کرتے ہوئے گیا تھا، نیز سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ پیدل عید گاہ تشریف لے جایا کرتے تھے، نیز یہ دن خوشی کا ہوتا ہے لوگوں سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا چاہئے کسی کی دل شکنی نہیں ہونی چاہئے، اور اگر یہ سواری پر جاتا ہے تو غریب لوگوں کا دل زخمی ہو گا اس

لئے کہ وہ اس قدر مالدار نہیں ہوتے کہ اس کا اہتمام کر سکیں، ہاں اگر یہ بات ہو کہ عید گاہ بہت دور ہو اور اسے اس بات کا اندیشہ ہو کہ اگر پیدل گیا تو نماز نہ مل سکے گی تو اس وقت سواری سے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ واللہ اعلم

مکبراً سرّاً: مصنفؒ نے یہ قول امام اعظمؒ کا نقل کیا ہے اس لئے کہ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ تکبیر آہستہ کہی جائے یا بلند آواز سے؟ امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ عید الفطر میں آہستہ کہی جائے اور عید الاضحیٰ میں بلند آواز سے۔ اور حضرات صاحبین فرماتے ہیں کہ دونوں میں آہستہ سے تکبیر کہی جائے نفس تکبیر میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں امام اعظمؒ کی دلیل یہ ہے قال اللہ تعالیٰ 'وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ'۔

و یقطعہ: اس بارے میں علماء کے دو قول ہیں کہ کب تکبیر کو ختم کیا جائے مصنفؒ نے دونوں کو جمع کر دیا ہے کسی ایک کو ترجیح نہیں دیا ہے ایک روایت تو یہ ہے کہ جب عید گاہ تک پہنچ جائے اس وقت تکبیر کو ختم کر دے اور ایک روایت ہے کہ جب نماز کو شروع کرے اس وقت تکبیر کو ختم کر دے صاحب درایہؒ نے پہلی روایت کو بالجزم فرمایا ہے اور دوسری روایت پر لوگوں کا عمل ہوتا نقل فرمایا ہے۔ ہکذا فی مراقی الفلاح

وَبِكْرُهُ التَّنْفُلُ قَبْلَ صَلَاةِ الْعِيدِ فِي الْمُصَلَّى وَالْبَيْتِ وَبَعْدَهَا فِي الْمُصَلَّى فَقَطُّ عَلَى اخْتِيَارِ الْجُمْهُورِ وَوَقْتُ صَبْحَةِ صَلَاةِ الْعِيدِ مِنْ ارْتِفَاعِ الشَّمْسِ قَدَرُ رُمْحٍ أَوْ رُمْحَيْنِ إِلَى زَوَالِهَا۔

ترجمہ:- اور عید کی نماز سے قبل گھر میں اور عید گاہ میں نفل نماز ادا کرنی مکروہ ہے اور نماز عید کے بعد صرف عید گاہ میں مکروہ ہے جمہور کے اختیار کئے ہوئے مذہب کے مطابق اور نماز عید کے صحیح ہونے کا وقت سورج کے ایک نیزہ یا دو نیزہ بلند ہونے سے زوال شمس تک ہے۔

التنفیل: خواہ امام ہو یا مقتدی تمام لوگوں کے لئے عید سے قبل نماز ادا کرنی مکروہ ہے اس لئے کہ حضور ﷺ نے کبھی نفل نماز عید سے قبل ادا نہیں فرمائی حالانکہ حدیث پاک

سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نمازوں کے بہت زیادہ حریص تھے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج فصلى بهم العيد لم يصل قبلها ولا بعدها (بخاری و مسلم) اگر اس نماز کی اجازت ہوتی تو بیان جواز کے لئے حضور پاک ﷺ ضرور ایک مرتبہ ادا فرماتے تاکہ اس کا جواز ثابت ہو جائے۔

البیت: عن ابی سعید الخدریؓ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یصلی قبل العيد شیئاً فاذا رجع الی منزله صلی رکعتین (شرح نقایہ) اور عید کی نماز کے بعد عید گاہ میں نفل نماز پڑھنی مکروہ ہے۔

من ارتفاع الشمس: اگر کسی نے سورج کے ایک نیزہ یا دو نیزہ بلند ہونے سے قبل نماز عید ادا کر لی تو اس کی عید نہیں ہوئی ہاں وہ نفل حرام کا پڑھنے والا کہا جائے گا لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی العيد والشمس علی قدر رمح او رمحین (طحاوی)

الی زوالها: یعنی اس کا وقت صرف زوال تک ہے، اگر نماز کے اندر زوال ہو گیا تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

وَكَيْفِيَّةُ صَلَوتِهِمَا أَنْ يُنَوِّىَ صَلَوةَ الْعِيدِ ثُمَّ يُكَبِّرُ لِلتَّحْرِيمَةِ ثُمَّ يَقْرَأُ الشَّاءَ ثُمَّ يُكَبِّرُ تَكْبِيرَاتِ الزَّوَائِدِ ثَلَاثًا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي كُلِّ مِنْهَا ثُمَّ يَتَعَوَّذُ ثُمَّ يُسَمِّي سِرًّا ثُمَّ يَقْرَأُ الْفَاتِحَةَ ثُمَّ سُورَةَ وَتَدْبَ أَنْ تَكُونَ سَبَّحَ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ثُمَّ يَرْكَعُ فَإِذَا قَامَ لِلثَّانِيَةِ ابْتَدَأَ بِالْبَسْمَلَةِ ثُمَّ بِالْفَاتِحَةِ ثُمَّ بِالسُّورَةِ وَتَدْبَ أَنْ تَكُونَ سُورَةُ الْغَاشِيَةِ ثُمَّ يُكَبِّرُ تَكْبِيرَاتِ الزَّوَائِدِ ثَلَاثًا وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيهَا كَمَا فِي الْأَوَّلَى وَهَذَا أَوَّلَى مِنْ تَقْدِيمِ تَكْبِيرَاتِ الزَّوَائِدِ فِي الرُّكْعَةِ الثَّانِيَةِ عَلَى الْقِرَاءَةِ فَإِنَّ قَدَّمَ التَّكْبِيرَاتِ عَلَى الْقِرَاءَةِ فِيهَا جَازَ ثُمَّ يَخْطُبُ الْإِمَامُ بَعْدَ الصَّلَاةِ خُطْبَتَيْنِ يَعْلَمُ فِيهَا أَحْكَامَ صَدَقَةِ الْفِطْرِ.

ترجمہ :- اور دو گانہ عید کے ادا کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ عید کی نماز کی نیت کرے پھر تحریم کے لئے تکبیر کہے پھر ثناء پڑھے اس کے بعد تین مرتبہ تکبیرات زوائد کہے اور ہر ایک تکبیرات زوائد کے لئے ہاتھ اٹھائے پھر تعوذ پڑھے پھر آہستہ سے بسم اللہ پڑھے اس کے بعد فاتحہ پڑھے پھر سورۃ ملائے اور مستحب ہے کہ سح اسم ربک الاعلیٰ ہو پھر رکوع کرے اور جب دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو اب بسم اللہ سے شروع کرے اس کے بعد فاتحہ پڑھے پھر سورۃ ملائے اور مستحب ہے کہ سورۃ غاشیہ ہو پھر تین مرتبہ تکبیرات زوائد کہے اور پہلی رکعت کی طرح ہاتھوں کو اٹھائے اور یہ دوسری رکعت میں تکبیرات زوائد کو قرأت پر مقدم کرنے سے بہتر ہے اور اگر مقدم کر دیا تو جائز ہے پھر نماز کے بعد امام دو خطبہ دے اور ان دونوں خطبوں میں صدقہ فطر کے احکام بتلائے۔

تشریح و مطالب :- ابھی تک مصنف ان باتوں کو بتلا رہے تھے جو نماز سے قبل کئے جاتے ہیں اور اب یہاں سے ان چیزوں کو بیان کر رہے ہیں جو نماز کے اندر کی جاتی ہیں گویا کہ اب داخل صلوٰۃ والی چیزوں کو بتلا رہے ہیں اب نماز میں شروع سے لے کر آخر تک جو چیزیں کی جاتی ہیں اسکا ذکر کریں گے۔ ان بنوی : ویسے تو نیت ہر نماز کے لئے کی جاتی ہے لیکن عید الفطر میں عید الفطر کی نیت کرے گا اور عید الاضحیٰ میں عید الاضحیٰ کی نیت کرے گا نیت کی پوری تفصیل ابھی گزر چکی۔ اور پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ نیت ارادہ کا نام ہے زبان سے ادا کرنا ضروری نہیں لیکن اگر کہہ لے تو یہ بہتر ہے، پھر اتنا ارادہ کر لینا اور اپنے الفاظ سے ادا کر لینا کافی ہے کہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نماز امام کے پیچھے ادا کرتا ہوں۔

ثم یکبر : اب جبکہ نیت کر لی تو تکبیر تحریمہ کہہ کر نیت باندھ لے اسکے بعد امام اور مقتدی دونوں سبحانک اللہم پڑھیں جس طریقہ سے اور نمازوں میں شا کو امام اور مقتدی دونوں پڑھتے ہیں اسی طرح یہاں بھی دونوں پڑھیں گے۔ الزوائد : ان تکبیروں کو تکبیرات زوائد اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ تکبیریں رکوع اور سجود وغیرہ کی تکبیروں سے زائد ہوتی ہیں اور یہ تکبیریں صرف عیدین ہی میں کہی جاتی ہیں۔

ثلاثاً : یہ عبد اللہ بن مسعود سے منقول ہے اور احناف نے اسی کو اختیار کیا ہے، اور یہی مسلک ابو موسیٰ اشعری اور ابن زبیر وغیرہ کا ہے اس کے علاوہ اور تکبیرات زوائد صحابی سے منقول ہیں، اور ان تکبیرات کے درمیان میں جو

وقفہ کیا جاتا ہے اس میں کوئی ذکر ثابت نہیں ہے۔ اور امام اعظمؒ سے اسکے درمیان میں وقفہ کے بارے میں یہ منقول ہے کہ ہر تکبیر کے درمیان میں تین تسبیحات کی مقدار خاموش رہے اس لئے کہ عیدین میں اڑدھام زائد ہوتا ہے لہذا اگر جلدی جلدی تکبیرات کہی جائیں گی تو جو امام کی آواز کو دوسروں تک پہنچا رہا ہے اسے اشتباہ ہو جائے گا کہ امام پتہ نہیں کون سی تکبیر کہہ رہا ہے لہذا اس کا یہ شک اس قدر ٹھہر جانے سے ختم ہو جائے گا اور امام محمدؒ نے مبسوط میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ یہ مقدار ضروری نہیں بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ لوگ کس تعداد میں ہیں اگر ان کو آواز اس سے زائد دیر میں پہنچ رہی ہے تو اور تاخیر کی جائے گی۔ (از حاشیہ شیخ الادب)

ثم يتعوذ: تکبیرات زوائد کے بعد اعوذ باللہ پڑھی جائے گی پھر اس کے بعد آہستہ سے بسم اللہ پڑھ کر امام سورہ فاتحہ کو پڑھے گا تکبیر کے بعد تعوذ اور فاتحہ اور ضم سورہ صرف امام کرے گا اس وقت مقتدی خاموش رہیں گے اور ضم سورہ میں بہتر یہ ہے کہ سبح اسم ربك ہو اس لئے کہ حضور پاک ﷺ اس کو پڑھا کرتے تھے۔

اذا قام للثانية: جب پہلی رکعت کا سجدہ کر کے کھڑا ہو اس وقت بسم اللہ پڑھ کر سورہ فاتحہ کو شروع کر دے اور اس کے بعد ضم سورہ کرے اور دوسری رکعت میں غاشیہ سنت ہے پھر اب جا کر تکبیرات زوائد کہے یہی احناف کے نزدیک افضل ہے تاکہ دونوں قراتوں کے درمیان وصل ہو جائے اور دونوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہ کیا جائے، لیکن حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک دوسری رکعت میں قرات سے قبل تکبیرات زوائد ہوں گی۔

نذب: حضرت امام اعظمؒ سے مرفوع روایت ہے کہ حضور پاک ﷺ عیدین اور نماز جمعہ کے اندر سبح اسم ربك اور هل اتاك تلاوت فرماتے تھے (مرآۃ الفلاح) لیکن اگر مقتدیوں کو اسکے پڑھنے میں تکلیف ہو تو ترک کر دینا چاہئے اس لئے کہ امام کے لئے مقتدیوں کی رعایت بہت ضروری ہے اور خاص کر ایسے مواقع پر کہ جہاں پر سجدہ سہو بھی ساقط ہو جائے اس لئے کہ یہاں پر ہر قسم کے لوگ جمع ہوتے ہیں بعض وہ ہوتے ہیں جو ضعیف ہوتے ہیں اور بعض کمزور ہوتے ہیں لہذا ان کی رعایت کا خیال رکھ کر سورت پڑھی جائے۔ واللہ اعلم بالصواب

یرفع یدیه: لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ترفع الایدی فی سبع مواطن الخ ان سات مقامات میں سے ایک تکبیرات زوائد بھی ہیں لہذا عیدین میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ تکبیرات زوائد کے وقت بھی رفع یدین کیا جائیگا۔

هذا: یعنی اس طرح کہ تاکہ دونوں قراتوں کے درمیان تکبیرات زوائد سے فصل نہ کرنا اور اس طرح تین تکبیر سے زائد تکبیریں نہ کہنا اس سے بہتر اور افضل ہے کہ دونوں قراتوں کے درمیان فصل کیا جائے اور تین سے زائد تکبیریں کہی جائیں۔

فان قدم: چونکہ یہ مقدم اور مؤخر کرنا جواز و عدم جواز میں نہیں ہے بلکہ یہاں پر اختلاف صرف افضلیت اور عدم افضلیت کا ہے جس کے نزدیک جو بات زیادہ اچھی تھی اسے انہوں نے اختیار کیا اور دونوں طرح کی روایتیں موجود ہیں، احناف نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے قول کو رائج قرار دیا اور اسی کو اختیار کیا اور اس پر صحابہ نے قولاً اور عملاً عمل بھی کیا ہے نیز حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فقہیہ ہیں اور حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی

امت کے لئے اس بات پر راضی ہوں جس کو عبد اللہ بن مسعود پسند کریں، تکبیرات زوائد کی تعداد تین سے لے کر سولہ تک ہے لہذا اگر امام بھول کر اس سے زائد تکبیر کہنے لگے تو مقتدی کو چاہئے کہ سولہ تک اس کی اتباع کریں۔

ثم یخطب: یعنی جب نماز ختم ہو جائے تو اب امام لوگوں کو خطبہ دے تاکہ سنت پر عمل ہو جائے اس لئے کہ حضور پاک ﷺ نماز عیدین کے بعد صحابہ کے درمیان کھڑے ہو کر لوگوں کو خطبہ دیا کرتے تھے، عیدین کی صحت کے لئے خطبہ شرط نہیں جیسا کہ خطبہ جمعہ میں شرط ہے لہذا اگر اسے مقدم کر دیا جائے تب بھی صحیح ہے۔

یعلم: چونکہ یہ دونوں خطبے اسی لئے ہیں کہ اس میں لوگوں کو احکام عید الفطر بتلائے جائیں اس لئے امام کو چاہئے کہ اس خطبہ میں صدقہ فطر کو بتلائے کس پر واجب ہے کس کے لئے واجب ہے اور کب واجب ہے اور کتنا واجب ہے اور کن چیزوں میں واجب ہے؟ بہر حال یہ مسلمان آزاد مالک نصاب پر واجب ہے لہذا اگر آزاد نہ ہو تو اس پر واجب نہ ہو گا اسی طرح اگر آزاد تو ہے لیکن وہ صاحب نصاب نہیں ہے تو اس پر بھی صدقہ فطر واجب نہیں۔ کس کے لئے واجب ہے؟ تو اسکے حقدار کہ جن کو صدقہ فطر دیا جائے وہ غریب مسکین لوگ ہیں لیکن ہمارے اس زمانے میں بعض لوگ ایسے آجاتے ہیں جو اسکے لینے کے مستحق نہیں ہوتے اور ان کو دے دیا جاتا ہے لہذا اس میں خوب تلاش و جستجو کر کے دینا چاہئے، اس لئے کہ یہ ان کے مستحقین تک پہنچانا چاہئے اور اس وقت زیادہ بہتر یہ ہے کہ مدرسوں میں دے دیا جائے اس لئے کہ اس میں دہراجر ہے، اور اب رہا یہ سوال کہ کب واجب ہوتا ہے تو اسکے وجوب کا وقت طلوع فجر سے شروع ہوتا ہے لیکن اگر پہلے ادا کر دیا جائے تو بھی صحیح ہے جیسا کہ ابھی اس کی مکمل تفصیل گذر چکی اب رہی یہ بات کہ کس مقدار میں واجب ہوتا ہے تو اس کی مقدار بھی متعین ہے اگر گیسوں ہے تو وہ نصف صاع ہے اور اگر کھجور یا جو ہے تو ایک صاع ہے صاع کی مکمل تفصیل گذر چکی ہے۔

وَمَنْ فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ مَعَ الْإِمَامِ لَا يَفْضِيهَا وَتَوَخَّرَ بَعْدَ إِلَى الْغَدِ فَقَطَّ وَأَحْكَامُ الْأَضْحَى كَالْفِطْرِ لَكِنَّهُ فِي الْأَضْحَى يُؤَخَّرُ الْأَكْلَ عَنِ الصَّلَاةِ وَيُكَبَّرُ فِي الطَّرِيقِ جَهْرًا وَيَعْلَمُ الْأَضْحَى وَتَكْبِيرُ التَّشْرِيقِ فِي الْخُطْبَةِ وَتَوَخَّرَ بَعْدَ إِلَى ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ وَالتَّعْرِيفُ لَيْسَ بِشَيْءٍ وَيَجِبُ تَكْبِيرُ التَّشْرِيقِ مِنْ بَعْدِ فَجَرِ عَرَفَةَ إِلَى عَصْرِ الْعِيدِ مَرَّةً فَوْزَ كُلِّ فَرَضٍ أَدَّى بِجَمَاعَةٍ مُسْتَحَبَّةٍ عَلَى إِمَامٍ مُقِيمٍ بِمَصْرٍ وَعَلَى مَنْ اقْتَدَى بِهِ وَلَوْ كَانَ مُسَافِرًا أَوْ رَفِيقًا أَوْ أَنْتَى عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَ يَجِبُ فَوْزَ كُلِّ فَرَضٍ عَلَى مَنْ صَلَّاهُ وَلَوْ مُنْفَرِدًا أَوْ مُسَافِرًا أَوْ قَرِيبًا إِلَى عَصْرِ الْخَامِسِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ وَبِهِ يَعْمَلُ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى وَلَا بَأْسَ بِالتَّكْبِيرِ عَقَبَ صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ وَالتَّكْبِيرُ أَنْ يَقُولَ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ.

ترجمہ:- اور جس کی نماز عید امام کے ساتھ چھوٹ گئی وہ اس کی قضاء نہیں کرے گا اور عید الفطر کو کسی عذر کی بنا پر صرف ایک دن مؤخر کیا جاسکتا ہے اور عید الاضحیٰ کے احکام عید الفطر کی طرح ہیں لیکن عید الاضحیٰ میں کھانے کو مؤخر کیا جائے گا اور راستہ میں جہراً تکبیر کہی جائے گی اور خطبہ میں قربانی کے احکام اور تکبیر تشریق کے احکام

بتلائے جائیں اور اسے کسی عذر کی بنا پر تین دن تک مؤخر کیا جاسکتا ہے اور تعریف کی کوئی حقیقت نہیں اور تکبیر تشریق عرفہ کی فجر سے عید کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد جو جماعت سے ادا کی گئی ہو امام مقیم کی اقتداء میں شہر کے اندر اور اس پر بھی جس نے اس کی اقتداء کی ہو اگرچہ وہ مسافر ہو یا غلام ہو یا مؤنث ہو واجب ہے امام ابو حنیفہؒ کے مسلک کے مطابق، اور صاحبین ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد علی الفور اگرچہ وہ تنہا ہو یا مسافر ہو یا دیہاتی ہو عرفہ کے دن سے پانچویں روز کی عصر تک اور اسی پر عمل کیا جاتا ہے اور اسی پر فتویٰ بھی ہے اور عیدین کی نماز کے بعد تکبیر کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور تکبیر یہ ہے اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

تشریح و مطالب :- ومن فاته : یعنی اگر کوئی ایسا ہے کہ اس قدر تاخیر سے آیا کہ اس کی نماز عید فوت ہو گئی اور وہ اس کو نہ پاسکا تو اس کی قضا نہیں کی جائے گی اس لئے کہ یہ نماز امام کے ساتھ ضروری ہے اور یہاں پر امام ایک بار نماز پڑھا چکا اب اگر کوئی شخص ایسے وقت آکر امام کے ساتھ شریک ہو کہ وہ التحیات میں تھا تو اپنی نماز ادا کرنے کے وقت مذکورہ تکبیرات کہے گا۔ اور اگر ایک رکعت رہ گئی تھی تو اس کو بھی تکبیرات کے ساتھ ادا کرے مستحب تو یہ ہے کہ پہلے اس رکعت میں قرأت پڑھ لے اس کے بعد تکبیریں کہے تاکہ دونوں رکعت کی تکبیروں میں قرأت کا فاصلہ ہو جائے اور اگر امام رکوع میں تھا تو اس شخص کو چاہئے کہ اول تکبیر تحریمہ کہہ کر تکبیرات زائد کہہ لے پھر رکوع کہہ کر امام کے ساتھ مل جائے اور اگر یہ خطرہ ہو کہ جتنی دیر میں تکبیرات کہے گا امام اس وقت تک رکوع سے سر اٹھالے گا تو اب رکوع میں جھکتے وقت تین مرتبہ اللہ اکبر کہے اس صورت میں رفع یدین نہیں کرے گا اور اگر رکوع میں امام کے ساتھ شامل تو ہو گیا مگر ابھی صرف تکبیر کہہ سکا تھا کہ اتنے میں امام نے رکوع سے سر کو اٹھالیا تو اب اس شخص کو رکعت تول ہی گئی ہے اب باقی تکبیریں ساقط ہو جائیں گی اب ان کی قضا نہیں۔ (مرآۃ الفلاح)

تؤخر بعدد : مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی عذر درپیش ہو گیا ہو تو اب ایک دن تک نماز عید مؤخر کی جاسکتی ہے مثلاً ۲۹ کو چاند بادل کی وجہ سے نہیں دیکھا گیا مگر جن لوگوں نے دیکھا وہ زوال کے بعد آکر شہادت دیتے ہیں یا اسی طریقہ سے بدلی کا دن تھا اور پتہ نہیں چلا کہ زوال ہو یا نہیں اور نماز پڑھنے کے بعد یہ بات معلوم ہوئی کہ زوال کے بعد نماز ادا کی گئی ہے تو ان صورتوں میں نماز عید الفطر دوسرے دن ادا کی جائے گی اور اگر کوئی عذر نہیں تھا اس کے باوجود اگر مؤخر کر دی گئی تو اب دوسرے دن جائز نہیں، اس لئے کہ عذر کی بنا پر رخصت ہوتی ہے اور یہاں کوئی عذر نہیں ہے (مرآۃ الفلاح) اور اس کے ایک دن تک مؤخر کئے جانے کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن تک مؤخر کیا ہے جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے، نیز عذر میں ایک یہ بھی شامل ہے کہ بارش اس قدر تیز تھی کہ گھر سے نکلنا مشکل تھا اب اگر کبھی ایسا وقت آجائے تو تب بھی ایک دن تک مؤخر کیا جاسکتا ہے۔

احکامہ : اب یہاں سے دونوں کے درمیان فرق بیان کر رہے ہیں کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں فرق کیا ہے آیا دونوں ایک ہی ہیں یا احکام میں کچھ فرق بھی ہے۔

یوخر الاکل: مصنفؒ نے مطلق ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ نہ کھانا دونوں کیلئے برابر ہے خواہ اس کے پاس قربانی ہو یا نہ ہو لیکن بعض حضرات نے یہ بیان کیا ہے کہ جسکے پاس قربانی نہ ہو اس کو کھانے میں تاخیر مستحب نہیں (بحر) اور عید الاضحیٰ کے اندر جو کھانے کو نماز سے مؤخر کیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ لانه عليه الصلوة والسلام کان لا یطعم الطعام فی یوم الاضحیٰ حتی یرجع الخ لیکن یہ شہری کے لئے ہے دیہاتی کے لئے نہیں اسلئے کہ دیہات میں نماز عیدین نہیں ہوتی اور انکی قربانی کیلئے نماز ضروری نہیں (عمدہ، مراقی، وغیرہ) اگر کسی نے نماز فجر کے بعد عید الاضحیٰ کے دن کھانا کھا لیا تو ایسا کرنے سے ترک استحباب لازم آیا البتہ مکروہ وغیرہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم فی الطريق جہراً: اس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے ایک روایت نقل کی ہے کان ابن عمرؓ وابو ہریرۃؓ ینخرجان الی السوق بابام العشر یکبران ویکبر الناس بتکبیرہما لہذا اس روایت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ صحابہ کرامؓ اس کو بالجہر پڑھتے تھے۔ فی الطريق سے مراد عید گاہ کا راستہ ہے کہ جس راستہ سے آدمی عید گاہ جائے اس راستہ میں تکبیر کہتے ہوئے۔

یعلم الاضحیۃ: اس خطبہ کی مشروعیت احکام وقتیہ کو بیان کرنے کے لئے ہے فقہاء نے یہ بات بیان کی ہے کہ تکبیر تشریق کو عرفہ کے دن سے قبل بتلادینا چاہئے اس لئے امام کے لئے یہ طریقہ زیادہ بہتر ہے کہ ان لوگوں کو اس کے احکامات عید الاضحیٰ سے پہلے والے جمعہ میں بتلادے جس طرح سے عید الفطر میں بھی بہتر یہی ہے کہ عید الفطر سے پہلے جو جمعہ آتا ہے اس میں لوگوں کو فطرہ وغیرہ کے احکامات سکھادے تاکہ وہ لوگ عید گاہ جانے سے قبل ہی ادا کر دیں اور اس لئے بھی بتلانا علماء کی ذمہ داری ہے گویا کہ یہ ایک امانت ہے اور اسے ان لوگوں کے پاس جلدی سے پہنچادینا چاہئے تاکہ خود جلدی سے چھٹکارا پا جائے اسی طریقہ سے اگر خطبہ کے اندر کوئی ایسی چیز دیکھے جس کی وہ کی محسوس کر رہا ہو تو اس کو بھی بتلادینا چاہئے۔ (بحر)

التشریق: لغت میں گوشت کو لٹکانے کے لئے کہا جاتا ہے کہ سورج کی تمازت سے خشک ہو جائے اور عرب میں لوگ قربانی کے گوشت کو سکھاتے ہیں اور تیرہ ذی الحجہ تک رہتا ہے اس لئے اسے ليام تشریق کہہ دیا گیا۔ بعض حضرات نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ التشریق بمعنی التکبیر بالجہر ہے اور چونکہ ان ایام میں نماز کے بعد بلند آواز سے تکبیر کہی جاتی ہے اس لئے اسے ليام تشریق کہہ دیا گیا۔ (عمدہ)

توخر بعدذر: یعنی اگر کوئی عذر پیش آجائے تو اسے تین دن تک مؤخر کیا جاسکتا ہے اس لئے کہ قربانی تین دن تک کی جاسکتی ہے لیکن پہلے دن افضل ہے لہذا ایک فرق عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں یہ بھی ہو گیا کہ اس میں صرف ایک دن تاخیر کی جاسکتی ہے اور عید الاضحیٰ کے اندر تین دن تک اور اس میں بھی وہی شرط ہے۔

التعریف: لغت عرفات میں ٹھہرنے کو کہا جاتا ہے لیکن یہاں پر مراد یہ ہے کہ لوگ عرفات کے علاوہ اسی دن میں کسی جگہ ان سے مشابہت کے لئے ٹھہر جائیں لیکن عرفہ میں جو ٹھہرنا عبادت ہے وہ ایک مکان کے ساتھ خاص ہے

تو دوسری جگہ پر قیام کرنا عبادت نہیں ہوگا جس طرح حج کے ارکان دوسری جگہ ادا کرنے سے حج نہیں ہوتا۔ اور نہیہ میں امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کا قول غیر روایۃ اصول نقل کیا گیا ہے کہ ایسا کرنا مکروہ نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ ابن عباسؓ نے بصرہ میں اسی دن ایسا کیا ہے (النہایہ) لیکن صاحبین کی ایک روایت اسکے خلاف بھی ہے اور صحیح بات بھی یہی ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے اور بعض فقہاء نے تو اس کو مکروہ تحریمی لکھا ہے (در مختار و دشامی وغیرہ)

عجب: اب یہاں سے تکبیرات تشریق کا وقت بیان کر رہے ہیں اسکے بارے میں امام اعظمؒ اور صاحبینؒ کا اختلاف ہے اور اختلاف انتہائے وقت کے بارے میں ہے ابتدائے وقت میں کسی کا اختلاف نہیں، اسی طرح وجوب کے بارے میں بھی اختلاف نہیں سب کے نزدیک بالاتفاق واجب ہے، عرفہ کے دن فجر کی نماز کے بعد سے اس وقت شروع ہوتا ہے۔ مرقہ: اس سے تمام شافعیؒ کی تردید مقصود ہے اس لئے کہ ان کے یہاں تین مرتبہ کہنا چاہئے بخلاف احناف کے کہ ان کے یہاں صرف ایک دفعہ کہی جائے گی۔

نور: اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ کب کہی جائے تو یہ عبارت لا کر اس بات کو واضح کر دیا کہ ہر وقت نہیں بلکہ صرف نماز کے بعد تکبیرات تشریق کہی جائے گی لہذا اگر کسی نے نماز کے بعد قہقہہ مار کر ہنس دیا یا اسی طرح سے جان بوجھ کر حدیث لاحق کر لیا یا بات کر لیا یا اسی طریقہ سے مسجد سے نکل گیا یا اسی طرح اگر جنگل میں نماز پڑھ رہا تھا تو اب صف سے باہر چلا گیا تو اب چونکہ یہ چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے کرنے کی وجہ سے آدمی نماز سے خارج ہو جاتا ہے لہذا اب نماز کے بعد نہ رہا لہذا اب تکبیر نہ کہے گا۔

کل فروض: اس سے ان نمازوں کو خارج کرنا مقصود ہے جو فرض نہیں مثلاً وتر، عیدین اور نفل سنت وغیرہ کہ ان کے بعد تکبیر نہیں کہی جائے گی اسی طرح فرض سے مراد پانچوں فرض نمازیں ہیں لہذا نماز جنازہ بھی نفل گیا اس لئے کہ وہ مکتوبہ تو ہے لیکن مفروضہ نہیں اسی لئے اگر ایک آدمی نے نماز جنازہ پڑھ لیا تو تمام لوگوں کے ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے اس لئے کہ وہ فرض کفایہ ہے۔

الجماعة: اس قید سے مفرد کو نکالنا مقصود ہے اس لئے کہ اگر کوئی تنہا نماز ادا کرے تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس پر تکبیر تشریق نہیں صاحبین کا مسلک آگے آ رہا ہے۔

مستحبة: اس سے عورتوں کو نکالنا مقصود ہے اسلئے کہ انکی جماعت مستحب نہیں ہے اسی طرح ننگوں کو بھی اسلئے کہ ننگوں کو بھی تنہا تنہا نماز پڑھنا بہتر ہے، مصنفؒ نے یہاں پر حریت کی قید نہیں لگائی اسلئے کہ اسکے اندر حریت شرط نہیں، اسلئے اگر کسی غلام نے امامت کی تو اب سلام پھیرنے کے بعد خود اس غلام پر اور تمام مقتدیوں پر تکبیر واجب ہے۔

مقیم: اس سے مسافروں کو نکالنا مقصود ہے اس لئے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک مسافروں پر تکبیر تشریق نہیں ہے اگرچہ لوگ شہر کے اندر جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں بخلاف صاحبین کے۔

بمصر: اس سے دیہاتیوں کو نکالنا ہے اس لئے کہ جب ان لوگوں پر نماز عید واجب نہیں تو اسی طرح تکبیر

تشریق بھی واجب نہیں۔

وعلیٰ من: یعنی اگر کسی نے شہر کے اندر اگرچہ وہ مسافر ہو، دیہاتی ہو جو بھی ہو اس نے مقیم امام کے پیچھے نماز ادا کی اس پر بھی تکبیر تشریق واجب ہے لیکن یہ تمام مسائل جو ابھی بیان کئے گئے ہیں یہ صرف امام اعظمؒ کے نزدیک ہے صاحبین کا اسکے بارے میں اختلاف ہے، اب صاحبین کا مسلک ذکر کرتے ہیں۔

علیٰ من صلاۃ: یعنی صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ تکبیر تشریق کے لئے ضروری نہیں کہ مقیم ہو شہر کے اندر ہو فرض نماز جماعت سے ادا کی گئی ہو بلکہ مطلقاً ہر فرض نماز کے بعد تکبیر تشریق کہی جائے گی کسی قید کی ضرورت نہیں۔ ولو منفرداً: اب یہاں سے صاحبین کا مسلک اور اسکے منہجاء کے بارے میں بتلا رہے ہیں امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ عید کے دن عصر کے وقت تک تکبیر تشریق کہی جائے گی لیکن حضرات صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ ۳۰ سؤی الحجہ تک تکبیر تشریق کہی جائے گی اور حضرات صاحبینؒ ہی کے قول پر فتویٰ ہے حضرات صاحبینؒ کی دلیل حدیث پاک ہے عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یکبر بعد الصلوۃ من غداۃ۔

(ف) علامہ ترمذی ان تکبیرات کو سنت قرار دیتے ہیں، کذا فی الجوہر، اسی طرح صاحب فتح القدیر نے بھی بعض حضرات سے مسنون ہونا نقل کیا ہے البتہ اکثر علماء کی رائے واجب ہونے کی ہے وجوب تکبیر پر استدلال حضرات فقہاء نے اس آیت سے کی ہے وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِیْ اَیَّامٍ مَّعْدُوٰدَاتٍ (مراقی الفلاح) عقب صلوۃ العیدین: فتاویٰ ظہیریہ میں فقیہ ابو الیث سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہمارے مشائخ عید کی تکبیر کو بلند آواز سے بازار میں کہا کرتے تھے۔

اس تکبیر کی اصل یہ بیان کی جاتی ہے کہ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام قربانی لے کر آئے تو انہوں نے اس بات پر خوف محسوس کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کہیں جلدی نہ کر دیں اس وجہ سے انہوں نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا اور جب حضرت ابراہیم نے حضرت جبریلؑ کو دیکھا تو انہوں نے اپنی زبان سے یہ کہا لا الہ الا اللہ اللہ اکبر۔ اور جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اپنی ندیہ معلوم ہوئی کہ میرے بدلے ایک جانور ذبح کرنے کے لئے دیا گیا ہے تو انہوں نے جوبلا کہا اللہ اکبر واللہ الحمد۔ دوسرا قول اس میں یہ ہے کہ ان ابن عمرؓ قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال افضل ما قلت قالت الانبیاء قبلی یوم عرفۃ لَا اِلٰهَ اَكْبَرُ اِلَّا اِلٰهٌ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اِلٰهٌ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔ (حاشیہ عنایہ)

﴿بَابُ صَلَوةِ الْكُسُوفِ وَالْخُسُوفِ وَالْاَفْزَاغِ﴾

سَنَ رُكْعَتَانِ كَهَيْئَةِ النَّفْلِ لِلْكُسُوفِ بِإِمَامِ الْجُمُعَةِ أَوْ مَأْمُورِ السُّلْطَانِ بِلَا أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ وَلَا جَهْرٍ وَلَا خُطْبَةٍ بَلْ يَنَادِي الصَّلَاةَ جَامِعَةً وَسَنَ تَطْوِيلَهُمَا وَتَطْوِيلَ رُكُوعِهِمَا وَسُجُودَهُمَا ثُمَّ يَدْعُوا الْإِمَامُ جَالِسًا مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ إِنْ شَاءَ أَوْ قَائِمًا مُسْتَقْبِلَ النَّاسِ وَهُوَ أَحْسَنُ وَيُؤْمِنُونَ عَلَى دُعَائِهِ حَتَّى يَكْمُلَ انْجِلَاءُ الشَّمْسِ

ہیں اور وقت؟ تو وقت وہی ہے کہ جس کے اندر نفل نماز پڑھی جاسکتی ہے اور مکروہ نہ ہو اور کس جگہ یہ نماز پڑھی جائے؟ تو اسے عید گاہ میں بھی ادا کیا جاسکتا ہے اور اسی طرح جامع مسجد میں بھی۔

(ف) امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہر رکعت میں دو رکوع کیا جائے گا۔

ولا جہر: یعنی اس میں لام جہر نہیں کرے گا بلکہ قرأت آہستہ کرے گا نیز لام شافعیؒ اور لام مالکؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ اس میں جہر نہ کیا جائے لیکن صاحبین فرماتے ہیں کہ اس میں جہر افضل ہے اور یہی مسلک امام احمدؒ کا بھی ہے، نیز لام محمدؒ سے بھی ایک روایت یہی ہے (جو ہرہ) جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جہر نہ کیا جائے وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ دن کی نماز ہے اور دن کی نماز میں جہر نہیں ہے جیسے ظہر، عصر میں جہر نہیں کیا جاتا، جو لوگ جہر کے قائل ہیں وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اس میں لوگوں کی کثرت ہوتی ہے لہذا یہ مثل جمعہ اور عیدین کے ہے اور اس میں جہر درست ہے لہذا اس میں بھی جہر کیا جائیگا۔

ولا خطبة: اسی طرح سے اس میں خطبہ بھی مسنون نہیں اسلئے کہ خطبہ حضور ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ مرقی بل: یعنی اذان تو نہیں دی جائے گی اسلئے کہ یہ نفل ہے اور اذان صرف فرائض خمسہ کیلئے ہے، اس لئے لوگوں کو جمع کرنے کیلئے الصلوٰۃ جامعۃ کہہ کر پکارا جائے تاکہ لوگ جمع ہو جائیں اور اذان کا بھی مقصد لوگوں کو جمع کرنا ہے۔

من: صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ اس وقت کو نماز دعاء وغیرہ سے گھیر لیا جائے یعنی اس وقت تک مشغول رہا جائے کہ جب تک سورج خوب صاف نہ نکل جائے خواہ کسی بھی طریقہ سے ہو مگر افضل یہی ہے کہ قرأت کو طویل کیا جائے اس لئے کہ اس میں سنت کی اتباع ہے اور اس میں لمبی لمبی سورتیں پڑھی جائیں مثلاً سورہ بقرہ وغیرہ۔

ثم يدعوا: صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ السنۃ فی الادعیۃ تاخیرھا عن الصلوٰۃ اس لئے یہاں پر بھی دعا کو مؤخر کیا جائے گا اور اس میں دو طریقے جائز ہیں ایک تو یہ کہ امام بیٹھا ہو اور قبلہ رخ ہو یا کھڑا ہو اور لوگوں کی طرف رخ کئے ہوئے ہو اور جب امام دعا کرے تو لوگ اس کی دعا پر آمین کہیں۔

کالخشوف: یعنی جس طرح چاند گرہن میں جماعت نہیں ہوتی بلکہ لوگ تنہا تنہا پڑھتے ہیں اسی طرح اگر امام نہ ہو تو لوگ سورج گرہن میں بھی اسی طرح الگ الگ نماز پڑھیں، خسوف میں اس وجہ سے جماعت مسنون نہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ایک مرتبہ چاند گرہن ہوا تو آپ نے جماعت نہیں کی بلکہ تنہا تنہا لوگوں نے نماز ادا کی لہذا جماعت ثابت نہیں، نیز عموماً چاند گرہن لوگوں کے سونے کے وقت ہوتا ہے اور لوگوں کو رات میں جمع کرنا آسان نہیں ہوتا اور اس میں فتنہ کا بھی اندیشہ ہے اس وجہ سے اس میں جماعت نہیں اسی طرح جب دن میں سخت اندھیرا ہو جائے بادل گر جنے لگے اور کوئی سخت مصیبت آجائے مثلاً زلزلہ وغیرہ تو اس وقت تنہا تنہا نماز پڑھنی چاہئے اور تنہا تنہا باری تعالیٰ سے عاجزی اور گریہ و زاری کرنا سنت ہے۔ (زیلعی)

﴿بَابُ الْإِسْتِسْقَاءِ﴾

لَهُ صَلَواتٌ مِنْ غَيْرِ جَمَاعَةٍ وَكَهْ إِسْتِغْفَارٌ وَيَسْتَجِبُ لَهُ الْخُرُوجُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مُشَاةً فِي بَابِ خَلْقَةِ غَسِيلَةٍ أَوْ مَرْقَعَةٍ مِثْلَ اللَّيْلِ مُتَوَاضِعِينَ خَاشِعِينَ لِلَّهِ تَعَالَى نَاكِسِينَ رُؤُوسَهُمْ مُقَدِّمِينَ الصَّدَقَةَ كُلَّ يَوْمٍ قَبْلَ خُرُوجِهِمْ وَيَسْتَجِبُ إِخْرَاجُ الدُّوَابِّ وَالشُّيُخِ الْكِبَارِ وَالْأَطْفَالِ وَفِي مَكَّةَ وَبَيْتِ الْمُقَدَّسِ فَقِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى يَجْتَمِعُونَ وَيَنْبَغِي ذَلِكَ أَيْضاً لِأَهْلِ مَدِينَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقُومُ الْإِمَامُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ رَافِعاً يَدَيْهِ وَالنَّاسُ قُفُودٌ مُسْتَقْبِلِينَ الْقِبْلَةَ يُؤْمِنُونَ عَلَى دُعَائِهِ يَقُولُ اللَّهُمَّ اسْقِنَا غَيْثاً مُغِيثاً هَيِّئْ لَنَا مَرِيئاً غَدَقاً مُجَلَّلاً سَجّاً دَائِماً وَمَا شَبَّهَ سِيراً أَوْ جَهراً وَلَيْسَ فِيهِ قَلْبُ رَدَاءٍ وَلَا يَحْضُرُهُ ذِمِّي.

ترجمہ: پانی طلب کرنے کا بیان :- استسقاء کے لئے نماز بلا جماعت ہوتی ہے، اور اس میں استغفار ہوتا ہے اور اس کے لئے تین دن تک ٹکنا مستحب ہے پیادہ پھٹے کپڑوں میں جو دھلے ہوئے ہوں یا اس میں پیوند لگا ہوا ہو عاجزی کے ساتھ تواضع اور خدا سے ڈرتے ہوئے اپنے سروں کو جھکا کر ہر دن اپنے ننگے سے قبل صدقہ دے کر اور مستحب ہے جانوروں اور بڑھوں اور بچوں کو نکالنا اور مکہ اور بیت المقدس میں مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کے اندر لوگ جمع ہوں اور مدینہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باشندوں کے لئے بھی یہی بہتر ہے اور امام قبلہ کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو اور اپنے ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے ہو اور لوگ قبلہ کی طرف رخ کر کے بیٹھے ہوئے ہوں اور اس کی دعاء پر آمین کہیں اور امام یہ دعاء پڑھے۔ ترجمہ: اے اللہ ہمیں سیراب کر دے ایسی بارش سے جو سختی سے چھڑا دینے والی ہو، مبارک خوشگوار ہو، شاداب کر دینے والی ہو، موسلا دھار ہو چھا جانے والی تیز، زمین کو گھیرنے والی متواتر ہو، یا وہ دعاء مانگے جو اسکے مشابہ ہو جبر یا سر اور استسقاء میں چادر کا لٹنا نہیں ہے اور اس میں ذمی نہ آئیں۔

تشریح و مطالب :- اس سے قبل مصنف صلوٰۃ کسوف و خسوف وغیرہ کو بیان کر رہے تھے جب اسے بیان کر چکے تو استسقاء کو بیان کرنا شروع کیا دونوں کے اندر مشابہت اس طریقہ پر ہے کہ دونوں کے اندر گریہ و زاری ہوتی ہے اور اپنے گناہوں سے توبہ کیا جاتا ہے لہذا اس مناسبت سے اس کو صلوٰۃ کسوف کے بعد ذکر کیا، اسے مؤخر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ صلوٰۃ کسوف سنت ہے، اس کی سنیت میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور صلوٰۃ استسقاء کے بارے میں اختلاف ہے کہ سنت ہے یا نہیں اس وجہ سے جس میں اختلاف نہیں تھا اس کو مقدم کیا اور جس میں کچھ اختلاف تھا اس کو مؤخر کیا۔ قرآن پاک میں ہے اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّاراً يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَاراً۔ اس آیت میں نزول ماء کو استغفار پر معلق کیا ہے۔

الاستسقاء: خدائے پاک سے مغفرت طلب کر کے بارش مانگنا مطلب یہ ہے کہ جب بارش نہیں ہوتی اس وقت خدائے پاک سے تضرع اور گریہ و زاری کی جاتی ہے اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کر کے بارش طلب کی جاتی ہے۔

غیر جماعۃ: استقاء کے لئے جماعت نہیں ہے اس کی نماز تنہا تنہا پڑھی جائے گی لیکن یہ مسلک امام اعظم ابو حنیفہ کا ہے اور بلا جماعت سے پڑھنے کو اس وجہ سے فرماتے ہیں کہ یہ ایک طرح سے دعاء اور استغفار ہے اور دعاء و استغفار وغیرہ الگ الگ جائز ہے اور بہتر بھی ہے۔ اس وجہ سے امام صاحب اس کے قائل ہیں تاکہ امام صاحب اس بات کے قائل ہیں کہ جماعت سے جائز نہیں جیسا کہ بعض لوگ امام اعظم کی طرف اس طرح غلط بات منسوب کر دیتے ہیں (مزید معلومات کے لئے حاشیہ کنز حضرت شیخ الادب ملاحظہ فرمائیں) اور امام ابو یوسف اور امام محمدؒ یہ فرماتے ہیں کہ امام دور کعت نماز پڑھائے اور دونوں رکعتوں میں جہر کرے جس طرح عیدین اور جمعہ میں جہر کی جاتی ہے، یہ حضرات حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے دلیل پکڑتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے دور کعتیں ادا فرمائیں لیکن صاحب ہدایہ اور اسی طرح اور دیگر فقہاء یہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے کبھی کبھی ترک بھی فرمایا ہے اور صرف دعا پر اختصار کیا اسی طرح سے ایک موقع پر خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کے زمانہ میں خشک سالی پڑ گئی تو آپ نے دعاء کی اور نماز استقاء نہیں پڑھی، حالانکہ حضرات صحابہ سنت کے کس قدر پابند تھے۔ (مرآۃ الفلاح)

ثلاثۃ ایام: تین دن تک برابر نکلنا چاہئے درمیان میں انقطاع نہیں ہونا چاہئے اور تین دن اکثر مدت ہے اس سے زائد کاشتوت نہیں ہے اس لئے تین دن سے زائد نہیں نکلنا چاہئے یہ خلاف سنت ہے۔

قبل خروج جہم: یعنی اپنے نکلنے سے قبل ہر دن صدقہ و خیرات کرنا چاہئے اسی طرح حقوق العباد کو پورا کرنا چاہئے اور جو مظالم ہوتے ہیں ان کو ختم کر دینا چاہئے اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی اور انکساری کے ساتھ جانا چاہئے۔ یہاں پر یہ اشکال نہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ تو ہر ایک کو دیکھتا ہے جس طرح ان کے اس وقت پھٹے پرانے کپڑے کو دیکھتا ہے اسی طرح ان کے اور کپڑوں کے بارے میں بھی علم رکھتا ہے؟ اگر یہ اشکال کیا گیا تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ بندہ اسباب ظاہری کو اختیار کرتا ہے اور خدائے تعالیٰ کے سامنے اس وقت عاجزی کے لئے جارہا ہے تو ظاہر کو بھی عاجزانہ بنا کر اسکے سامنے کھڑا ہونا چاہئے اسلئے کہ مقام ادب یہی ہے جس طرح عاری کے بارے میں اس کا جواب دیا جا چکا ہے۔

الشیوخ: قال صلی اللہ علیہ وسلم هل ترزقون وتنصرون الا بضعفائکم (بخاری) تاکہ رحمت خداوندی جو ش میں آجائے، اسی طرح سے بچوں کو بھی لے جانا چاہئے اس لئے کہ وہ معصوم ہوتے ہیں ان سے ابھی کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا، ہو سکتا ہے کہ ان کے آمین کہنے کی وجہ سے دعا قبول ہو جائے، چنانچہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کسی درخت کا پہلا پھل آتا تھا تو سب سے پہلے کسی بچے کو کھلاتے تھے اور اسی طریقہ سے جانوروں کو لے کر جانا چاہئے جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔

فی مکہ: یعنی جو لوگ مکہ مکرمہ میں ہوں یا اسی طرح سے بیت المقدس میں ہوں تو ان کے لئے بہتر یہ ہے کہ مکہ والے بیت الحرام میں اور بیت المقدس والے مسجد اقصیٰ میں اور اسی طرح سے مدینہ والے مسجد نبوی میں دعا کریں ان کے لئے جنگل سے بہتر یہی ہے اس کے علاوہ اور جگہ کے لوگ جنگل میں جائیں۔

يقوم الخ: عن عمر بن الخطاب انه رأى النبي صلى الله عليه وسلم يستسقى عند احجار الزيت قريباً من الزوراء قائماً يدعوا رافعاً يديه۔ یعنی امام قبلہ کی طرف رخ کر کے کھڑا ہوا اور اپنے ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے ہو اور امام کی دعا پر وہ لوگ آمین کہیں۔

ولیس: یعنی اس کے اندر چادر کا لٹنا نہیں ہے اس لئے کہ ایسا کرنا احادیث سے ثابت نہیں ہے نہ آنحضرت ﷺ نے ایسا کیا اور نہ حضرت عمرؓ نے، لیکن حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ نیک فالی کے لئے ایسا کیا جائے کہ اے اللہ! جس طرح میں نے اپنی چادر کو الٹ دیا اسی طرح تو بھی میری حالت کو بدل دے۔

ولا يحضر: اس لئے کہ یہ وقت طلب رحمت کا ہے اور کافرین کی دعا قبول نہیں ہوتی جیسا کہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ اس لئے ان لوگوں کو لے کر وہاں جانا نہیں چاہئے۔

﴿بَابُ صَلَوةِ الْخَوْفِ﴾

هِيَ جَائِزَةٌ بِحُضُورِ عَدُوٍّ وَبَخَوْفٍ غَرَقٍ أَوْ حَرَقٍ وَإِذَا تَنَازَعَ الْقَوْمُ فِي الصَّلَاةِ خَلْفَ إِمَامٍ وَاحِدٍ فَيَجْعَلُهُمْ طَائِفَتَيْنِ وَاحِدَةً بِلَا إِعْدَاٍ وَيُصَلِّي بِالْأُخْرَى رُكْعَةً مِنَ الشَّائِئَةِ وَرُكْعَةً مِنَ الرَّبَاعِيَّةِ أَوْ الْمَغْرِبِ وَتَمْتَضِي هَذِهِ إِلَى الْعَدُوِّ مُشَاةً وَجَاءَتْ تِلْكَ فَصَلَّى بِهِمْ مَا بَقِيَ وَسَلَّم وَخَذَهُ فَذَهَبُوا إِلَى الْأُولَى ثُمَّ جَاءَتْ الْأُولَى وَاتَّمَوْا بِهَا قِرَاءَةً وَسَلَّمُوا وَمَضَوْا ثُمَّ جَاءَتْ الْأُخْرَى إِنْ شَاؤُوا وَصَلُّوا مَا بَقِيَ بِقِرَاءَةٍ وَإِنْ اشْتَدَّ الْخَوْفُ صَلُّوا رُكْبَانًا فَرَادَى بِالْإِيْمَاءِ إِلَى أَى جِهَةٍ قَلْبُورُوا وَلَمْ تَجْزُ بِهَا حُضُورُ عَدُوٍّ وَيَسْتَجِبُ حَمْلُ السَّلَاحِ فِي الصَّلَاةِ عِنْدَ الْخَوْفِ وَإِنْ لَمْ يَتَنَازَعُوا فِي الصَّلَاةِ خَلْفَ إِمَامٍ فَالْفَضْلُ صَلَاةُ كُلِّ طَائِفَةٍ بِإِمَامٍ مِثْلَ حَالَةِ الْأَمْنِ.

ترجمہ:۔ نماز خوف کا بیان۔ دشمن کے موجود ہونے کی وجہ سے اور غرق کے خوف سے یا جلنے کے خوف سے۔ اور جب قوم ایک امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں جھگڑا کرے تو ان لوگوں کی دو جماعت کر دی جائے گی ایک جماعت دشمن کے مقابلہ پر رہے اور ایک کو دو رکعت والی نماز میں سے ایک رکعت پڑھائے اور دو رکعت رباعی نماز میں سے یا مغرب میں، اور یہ جماعت دشمن کے مقابلہ پر چلی جائے پیدل، اور دوسری جماعت آجائے تو وہ جو باقی رہ گئی اسے پڑھے اور امام تنہا سلام پھیر دے اور یہ لوگ دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں، پھر پہلی جماعت آئے اور وہ لوگ بلا قرأت کے نماز پوری کریں اور سلام پھیر کر چلے جائیں پھر دوسری آئے اور یہ لوگ اگر چاہیں تو قرأت سے پڑھیں اور اگر خوف زائد ہو تو تنہا تنہا سواری پر اشارے سے جس طرف بھی ہوں نماز ادا کریں اور صلوٰۃ خوف بلا دشمن کے سامنے ہوئے جائز نہیں ہے، اور خوف کے وقت اسلحہ کا ساتھ رکھنا نماز میں جائز ہے اور اگر امام کے پیچھے ان لوگوں کو نماز پڑھنے میں کوئی اشکال نہ ہو تو افضل یہ ہے کہ ہر جماعت ایک امام کے پیچھے حالت امن کی طرح نماز ادا کرے۔

تشریح و مطالب:۔ مصنف اس سے قبل ان خوفوں کا تذکرہ ان کے دفع کرنے کی حکمت بیان کر رہے تھے کہ جو آسانی تھے اور اب جبکہ اس کو بیان کر چکے تو اب اس خوف کا تذکرہ کر رہے ہیں جو

زمین پر ہوتا ہے، چونکہ آسمانی خوف زیادہ ہوتا ہے اس لئے اس کے دفع کرنے کا طریقہ پہلے بیان کیا اور یہ کہ زمین کا خوف اس کے مقابلہ میں کم ہوتا ہے لہذا اس کو بعد میں بیان کیا نیز جو خوف زمین پر پیش آتا ہے آدمی اس کو کسی نہ کسی طرح دور کر لیتا ہے لیکن آفت آسمانی پر کچھ بھی طاقت نہیں رکھتا۔

ہی جائزہ: یعنی صلوٰۃ خوف جائز ہے، مصنفؒ یہاں امام اعظمؒ کا مسلک بیان کر رہے ہیں کہ امام اعظمؒ کے نزدیک فی زمانہ بھی اسی طرح جائز ہے جس طرح حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں نماز خوف جائز تھی اور یہی مسلک امام محمدؒ کا بھی ہے لیکن حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اب صلوٰۃ خوف جائز نہیں یہ صرف حضور ﷺ کے زمانے میں جائز تھی۔

بحضور عدو: مصنفؒ نے حضور کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر صرف وہم و گمان ہو کہ دشمن ہے اور حقیقت میں نہ ہو تو صلوٰۃ خوف درست نہیں، اگر دشمن سامنے موجود ہے اور اس کو اس بات کا خوف ہے کہ اگر میں نماز میں مشغول ہو گیا تو مجھ پر حملہ کر دے گا تو اس وقت جائز ہے، خواہ دشمن انسان ہو یا درندہ دونوں برابر ہیں جیسا کہ دوسرے فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے۔

بخوف غرق: اسی طرح سیلاب ہے یا کشتی میں ہے اور اسے اس بات کا خوف ہے کہ اگر میں نماز پڑھنے میں لگا تو ڈوب جاؤں گا یا ہلاک ہو جاؤں گا اسی طرح آگ میں جل جانے کا خطرہ ہے تو ان تمام صورتوں میں صلوٰۃ خوف درست ہے۔ اذا تنازع: یعنی اگر کوئی ایسا شخص ہو کہ تمام لوگوں کی تمنا یہی ہو کہ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور اسکے بارے میں جھگڑے تک نوبت آجائے تو کیا کیا جائے؟ اسی کو بیان کر رہے ہیں اور اگر کوئی اختلاف ہی نہ ہو تو اب دو امام کے پیچھے نماز پڑھی جائے گی۔ (جوہرہ)

فجعلہم: اب یہاں سے اسی کو بیان کر رہے ہیں کہ اگر لڑائی ہو گئی تو اب کیا کیا جائے تو فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا، ایک کو دشمن کے مقابلہ میں بھیج دیا جائے گا اور ایک کو امام نماز پڑھائے گا، اب اگر نماز دو رکعت والی ہوگی مثلاً فجر تو اب ایک جماعت ایک ہی رکعت پڑھ کر چلی جائے گی اور اگر چار رکعت والی نماز ہے مثلاً ظہر و عصر وغیرہ یا مغرب ہے تو اب اس گروہ کو دو رکعت پڑھائے گا جب یہ لوگ نماز کی دو رکعت پوری کر لیں گے تو اب یہ لوگ دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں گے اور جو وہاں پر پہلے سے تھے اب وہ آکر بقیہ ادا کریں گے اگر دو رکعت والی ہے تو ایک رکعت پڑھیں گے اسکے بعد امام تنہا سلام پھیر دے گا اور اگر مغرب ہے تو ایک رکعت پڑھیں گے اس کے بعد امام تنہا سلام پھیر دے گا اور یہ لوگ چلے جائیں گے اب وہ لوگ آئیں گے جو پہلے پڑھ کر گئے تھے اور بلا قرأت کے پڑھیں گے اس لئے کہ وہ لوگ لاحق کے حکم میں ہیں اور دوسری جماعت جو امام کے ساتھ آخری حصہ میں شریک ہوئی تھی وہ مسبوق کے حکم میں ہے اس وجہ سے وہ قرأت کرے گی، آنحضور ﷺ نے اسی طرح صلوٰۃ خوف ادا فرمائی بکثرت احادیث سے ثابت ہے۔ (مراقی الفلاح)

اشد الخوف: اگر زیادہ خوف ہو کہ اتر کر نماز ادا نہ کی جاسکتی ہو تو اس صورت میں سواری ہی پر نماز پڑھ لی جائے گی اور تنہا تنہا پڑھی جائے گی اس لئے کہ الگ الگ سواری پر اختلاف مکان کی وجہ سے جماعت صحیح نہیں ہوگی ہاں اگر کوئی امام کی سواری پر ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اس کی نماز صحیح ہو جائے گی اس لئے کہ اس صورت میں اتحاد مکان ہے اسی طرح اس حالت میں ضروری نہیں کہ آدمی قبلہ رخ ہو بلکہ جس طرف بھی رخ کرنا ممکن ہو گا اسی طرف رخ کر کے نماز ادا کر لی جائے گی قبلہ رخ کا اہتمام نہیں کیا جائے گا یہ مسائل کئی جگہ تفصیل سے گذر چکے ہیں۔

لم تجز: یعنی بغیر دشمن کے موجود ہوئے صلوٰۃ خوف جائز نہیں اس لئے کہ اس وقت اسکی ضرورت نہیں یہاں تک کہ اگر ان لوگوں نے گمان کیا کہ وہ دشمن کی فوج آرہی ہے اور اس کی وجہ سے ان لوگوں نے صلوٰۃ خوف کی طرح نماز ادا کر لی اور بعد میں یہ بات معلوم ہوئی کہ وہ دشمن کی فوج نہ تھی تو اب یہ لوگ نماز کا اعادہ کریں گے لیکن امام کو اعادہ کی ضرورت نہیں اس لئے کہ اس کی نماز میں کوئی فرق نہیں آیا اور مفید صلوٰۃ کوئی چیز نہیں پائی گئی۔ (بحر)

یستحب: یعنی نماز کی حالت میں خوف کے وقت اٹھیار کا ساتھ لے کر نماز ادا کرنا حنفیہ کے نزدیک مستحب ہے لیکن حضرت امام شافعیؒ اور امام مالکؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ واجب ہے اسلئے کہ نص میں اس کا امر موجود ہے اختلاف کہتے ہیں کہ یہ اعمال صلوٰۃ میں سے نہیں لہذا اسے واجب نہیں کہا جاسکتا، البتہ مستحب کا مقام دیا جاسکتا ہے۔ (مراقی الفلاح)

مثل: یعنی جس طرح حالت امن و سکون میں ایک امام کے پیچھے پوری نماز ادا کی جاتی ہے اسی طرح اس حالت میں بھی بہتر ہے کہ ایک امام کے پیچھے نماز ادا کی جائے کہ ایک جماعت ایک امام کی اقتداء کرے اور اسکے فارغ ہونے کے بعد دوسرے امام کی دوسرے لوگ اقتداء کریں۔

﴿بَابُ أَحْكَامِ الْجَنَائِزِ﴾

يَسُنُّ تَوَجُّهَ الْمُحْتَضِرِ لِلْقَبْلِ عَلَى يَمِينِهِ وَجَزَّزَ الْإِسْتِقْلَاءَ وَيَرْفَعُ رَأْسَهُ قَلِيلًا وَيُلْقِنُ بِذِكْرِ الشَّهَادَتَيْنِ عِنْدَهُ مِنْ غَيْرِ الْحَاجِّ وَلَا يُؤْمَرُ بِهَا وَتَلْقِيَتُهُ فِي الْقَبْرِ مَشْرُوعٌ وَقِيلَ لَا يُلْقَنُ وَقِيلَ لَا يُؤْمَرُ بِهِ وَلَا يُنْهَى عَنْهُ وَيَسْتَحَبُّ لِأَقْرَبَاءِ الْمُحْتَضِرِ وَجِيرَانِهِ الدُّخُولُ عَلَيْهِ وَيَتْلُونَ عِنْدَهُ سُورَةَ يَسٍ وَاسْتَحْسَنَ سُورَةَ الرُّعْدِ وَاخْتَلَفُوا فِي إِخْرَاجِ الْحَائِضِ وَالنَّفْسَاءِ مِنْ عِنْدِهِ فَإِذَا مَاتَ شُدَّ لِحْيَاهُ وَغُمِضَ عَيْنَاهُ وَيَقُولُ مَغْمُضُهُ بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ يَسِّرْ عَلَيْهِ أَمْرَهُ وَسَهِّلْ عَلَيْهِ مَا بَعْدَهُ وَأَسْعِدْهُ بِلِقَائِكَ وَاجْعَلْ مَا خَرَجَ إِلَيْهِ مِمَّا خَرَجَ عَنْهُ وَيُوضَعُ عَلَى بَطْنِهِ حِدِيدَةٌ لِنَلَأٍ يَنْفُخُ وَتُوضَعُ يَدَاهُ بِجَنَبَيْهِ وَلَا يَجُوزُ وَضَعُهُمَا عَلَى صَدْرِهِ.

ترجمہ:- جنازہ کے احکام۔ قریب المرگ کو داہنی پہلو قبلہ رخ کر دینا مسنون ہے اور چپ لٹانا بھی جائز ہے اور اس کا سر تھوڑا سا اٹھادیا جائے بلا اصرار کے اس کے سامنے شہادتین کی تلقین کی جائے اور اسے اس کے پڑھنے کا حکم نہ دیا جائے اور قبر میں شہادتین کی تلقین جائز ہے اور کہا گیا ہے کہ تلقین نہ کی جائے اور کہا گیا ہے کہ اس کو حکم نہ

دیا جائے اور اس سے منع نہ کیا جائے اور قریب المرگ کے رشتہ داروں کا اور اس کے ولیوں کا اس کے پاس آنا مستحب ہے اور اسکے پاس سورہ یس تلاوت کی جائے اور سورہ رعد کا پڑھنا مستحسن ہے اور حیض و نفاس والی عورت کو اس کے پاس سے نکلنے میں اختلاف ہے، جب اس کی روح نکل جائے تو اس کی داڑھی باندھ دی جائے گی اور اس کی آنکھیں بند کر دی جائیں گی اور اس کا بند کرنے والا یہ کہے گا (ترجمہ) اللہ کے نام پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر اے اللہ اس کے معاملے کو آسان کر دے اور اسکے مابعد کو اس پر سہل کر دے اور اسکو اپنے دیدار کی سعادت نصیب فرما اور جس جانب وہ روانہ ہوا ہے اسکو اس سے بہتر کر دے جہاں سے وہ نکلا ہے۔ اور اسکے پیٹ پر لوہا رکھ دیا جائے تاکہ وہ پھولے نہیں اور اسکے دونوں ہاتھوں کو پہلو میں رکھ دیا جائے گا اور اس کے سینہ پر رکھنا جائز نہیں ہے۔

تشریح و مطالب: مصنف ابھی تک ان احکامات کو بیان کر رہے تھے جو انسان اپنی زندگی میں کرتا ہے اب اس کے بیان کے بعد ان احکامات کو بیان کرنا چاہ رہے ہیں جو آدمی کے مرنے کے بعد کیا

جاتا ہے اسے اور تمام چیزوں سے موخر کرنے کی وجہ ظاہر ہے کہ آدمی کو سب سے بعد میں موت آتی ہے، پہلے وہ اپنی زندگی میں اعمال کو کرتا ہے اسلئے اسکو پہلے بیان کیا یہ چیز زندگی کے بعد پیش آتی ہے اس لئے اسے بعد میں ذکر کیا۔

الجنائز: جنازہ کی جمع ہے اگر جیم کے فتح کے ساتھ ہو تو یہ میت کو کہا جاتا ہے اور اگر جیم کے کسرہ کے ساتھ ہو تو نعش یا سریر کو کہا جاتا ہے گویا اس پر زیر اور زبرد دونوں پڑھا جاسکتا ہے۔ (مواقی بتصرف)

توجیہ: مصنف نے مطلق ذکر کیا ہے لیکن یہ اس وقت ہے کہ جب میت کو اس میں تکلیف نہ ہو اگر اسے اس صورت میں دشواری ہوگی تو پھر ایسا نہیں کیا جائے گا۔ (طحاوی)

المحتضر: یعنی وہ شخص جو قریب الموت ہو اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس وقت قدم ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ علی یمینہ: تاکہ اس کا رخ قبلہ کی طرف ہو جائے اور اس لئے بھی ایسا کر دیا جاتا ہے کہ قبر میں بھی ایسا ہی لٹایا جاتا ہے لہذا جب اس کی روح نکل گئی تو اب گویا کہ قبر کے قریب ہے تاخرین احتاف نے اسی کو اختیار کیا ہے کہ اس کو چٹ لٹا دیا جائے اس لئے کہ اس صورت میں خروج روح آسانی سے ہوتی ہے (ہدایہ) نیز اس کے سر کے نیچے کوئی چیز رکھ دی جائے تاکہ اس کا چہرہ آسمان کی طرف نہ ہو اور قبلہ رخ ہو جائے۔

یلقن: لقولہ علیہ السلام لقنوا موتاکم شہادۃ ان لا الہ الا اللہ اور تلقین کا طریقہ یہ ہونا چاہئے کہ حالت نزع میں اس کے پاس بیٹھ کر اشہدان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ کہا جائے اور یہ کہنا اس قدر ہو کہ وہ سن لے اور اس سے اس حالت میں یہ نہ کہا جائے کہ تم بھی کہو اس لئے کہ اس وقت اس کی حالت بڑی سخت ہوتی ہے ہو سکتا ہے کہ اس مصیبت میں وہ گھبرا کر العیاذ باللہ انکار کر دے۔ یہ کلمات اس کے پاس اس وجہ سے کہے جاتے ہیں کہ وہ آخری وقت ان کلمات کو زبان سے ادا کر دے تاکہ اس کا خاتمہ بالخیر ہو (طحاوی، بحذف) اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کا آخری کلمہ لا الہ الا اللہ ہو گا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اگر اس نے

ان کلمات کو ادا کر دیا تو تلقین کرنے والا رک جائے ہاں اگر وہ کوئی بات کرے تو اب اس صورت میں پھر اسے تلقین کی جائے، اس تلقین کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ آخری سانس پر کلمہ پڑھا ہو۔
ولایومر: ہاں اس کو اس کا حکم نہیں دیا جائے گا کہ تم بھی یہی کلمات ادا کرو اس لئے کہ انکار کا اندیشہ ہے اس کی وجہ بیان کی جا چکی۔

تلقینہ فی القبر: اس کی صورت یہ ہے کہ دفن کے بعد جب عام آدمی چلے جائیں تو کچھ خاص خاص آدمی تین مرتبہ یہ کہیں کہ فلاں بن فلاں کہو لا الہ الا اللہ پھر تین مرتبہ کہیں اے فلاں کہہ دو کہ میرا رب اللہ ہے میرا دین اسلام ہے اور ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ ہیں مصنفؒ نے اس کے متعلق دو قول نقل کئے ہیں ایک یہ کہ جو لوگ اس کو کرتے ہیں ان لوگوں کو اس سے منع نہ کیا جائے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جو لوگ نہیں کرتے انہیں اس کا حکم بھی نہ دیا جائے اس کے بارے میں اہل سنت والجماعت یہ کہتے ہیں کہ ایسا کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے اور وہ یوں کہ اگر مؤمن کی حالت میں مرا ہے ہے تو اب اسے تلقین کی ضرورت نہیں اور اگر حالت کفر میں اس کی روح پرواز کر گئی ہے تو اب تلقین سے کیا فائدہ ہو گا اس لئے کہ آخری وقت کا اعتبار کیا جاتا ہے اور یہ آخری وقت میں حالت کفر میں تھا۔ (کفایہ)

یستحب: یعنی آدمی جس وقت قریب المرگ ہو اس وقت اسکے عزیز واقارب اور پڑوسیوں کا آنا مستحب ہے اس لئے کہ اس کا آخری وقت ہے اور جس طرح یہ لوگ اس کے دور زندگی میں اس کے ساتھ رہے اسی طرح اب آخری وقت میں بھی اس کا ساتھ دیں اور اس کی خدمت کریں اس لئے کہ اس آخری وقت میں پیاس وغیرہ کی شدت ہوتی ہے اور لوگ اسکے پاس بیٹھ کر ذکر خیر کریں اور اسے اس بات پر اعتماد کرائیں کہ اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ اچھا معاملہ کرے گا اس لئے کہ احادیث میں آتا ہے کہ لا یموتن احدکم الا وهو یحسن الظن باللہ انہ یرحمہ ویعفو عنہ (مسلم) اسی طرح بخاری کی ایک روایت میں ہے انا عند ظن عبدی بی۔ لہذا جب اس مرنے والے کو اس بات کا یقین ہو گا کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ اچھا معاملہ کرے گا تو اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کے ساتھ اچھا معاملہ کیا جائے لیکن آج کل لوگ مرنے والے کے قریب جا کر رونے لگتے ہیں جس سے وہ گھبرانے لگتا ہے اور موت آنے سے قبل ہی اس کا انتقال ہو جاتا ہے لہذا اس کے پاس جا کر رونا نہیں چاہئے۔

یتلون: لان النبی ﷺ قال ما من مریض یقرأ عنده یسّ الامات دیان وادخل فی قبرہ دیان۔ (مراتی)
استحسن: بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ اس کے پاس بیٹھ کر سورہ رعد کی تلاوت کی جائے اس لئے کہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ اس کی برکت سے روح نکلنے میں آسانی ہوتی ہے۔ (مراقی الفلاح)

اختلفوا: یعنی اگر مرنے والے کے پاس حیض اور نفاس والی عورتیں ہوں تو کیا ان کو وہاں سے نکال دیا جائے یا ان کو وہیں رہنے دیا جائے؟ اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے جو لوگ یہ فرماتے ہیں کہ نکال دیا جائے وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ فرشتے نہیں آتے، اس لئے کہ عورتیں ناپاک ہوتی ہیں اور جو لوگ عدم خروج کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں

کہ یہ ایک ایسا وقت ہے کہ تمام لوگ بھی چاہتے ہیں کہ اس وقت وہاں موجود ہوں، بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ کافر کو نکال دیا جائے گا اور یہ درست ہے۔ (مراقی)

شد لحيته: یعنی جب آدمی کی روح پرواز کر جاتی ہے اس وقت اس کی آنکھ بند کر دینی چاہئے اور اسکے جبرؤں کو ایک پٹی سے باندھ دیا جائے اس لئے کہ اگر آنکھوں کو بند نہ کیا گیا تو اب قوی احتمال ہے کہ اس مردے کی صورت کریہہ النظر ہو جائے گی اور منہ اور آنکھ سے ہوا داخل ہوگی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے ان النبی ﷺ دخل علی ابی سلمۃ وقد شق بصرہ فاغمضہ ثم قال ان الروح ان قبض اتباعہ البصر (جوہرہ)

يقول: یعنی جو آنکھ اور منہ کو بند کرے وہ اس دعا کو پڑھے جسے متن میں بیان کیا گیا ہے اس کے بعد اس پر ایک کپڑا ڈال دیا جائے۔ (مراقی)

یوضع: یہ لوہا اس وجہ سے رکھا جاتا ہے تاکہ پیٹ پھول نہ جائے چنانچہ اگر لوہا نہ ہو تو کوئی چیز رکھ دی جائے جیسا کہ امام شعبی سے ایک روایت ہے کہ اگر لوہا نہ ہو تو کوئی بھاری چیز رکھ دی جائے اسی طرح جب حضرت انسؓ کے غلام کا انتقال ہو گیا تو آپ نے حکم دیا کہ اس کے پیٹ پر پتھر رکھ دیا جائے۔ (مراقی الفلاح)

توضع: یعنی اسکے ہاتھ کو اس کے پہلو میں رکھ دیا جائے نہ کہ اس کے سینہ پر رکھا جائے جیسا کہ بعض لوگ ایسا کرتے ہیں اسکی کوئی اصل اور بنیاد نہیں ہے اسی وجہ سے مصنف اس کی تردید لایجوز سے کر رہے ہیں۔

وَتُكْرَهُ قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ حَتَّى يُغَسَّلَ وَلَا بَأْسَ بِإِعْلَامِ النَّاسِ بِمَوْتِهِ وَيُعَجَّلُ بِتَجْهِيزِهِ فَيُوضَعُ كَمَا مَاتَ عَلَى سَرِيرٍ مُجَمَّرٍ وَتَرَأَى وَيُوضَعُ كَيْفَ اتَّفَقَ عَلَى الْأَصَحِّ وَيُسْتَرَّ عَوْرَتُهُ ثُمَّ جُرْدَ عَنْ ثِيَابِهِ وَوُضِيَ إِلَّا أَنْ يَكُونَ صَغِيرًا لَا يَفْعَلُ الصَّلَاةَ بِلَا مَضْمَنَةٍ وَاسْتِنْشَاقٍ إِلَّا أَنْ يَكُونَ جُنُبًا وَصَبَّ عَلَيْهِ مَاءٌ مُغْلَى بِسِدْرٍ وَحُرْضَ وَالْأَفْقَرُاحُ وَهُوَ الْمَاءُ الْخَالِصُ وَيُغَسَّلُ رَأْسُهُ وَلَحْيَتُهُ بِالْخِطْمِيِّ ثُمَّ يُضَجَّعُ عَلَى يَسَارِهِ فَيُغَسَّلُ حَتَّى يَصِلَ الْمَاءُ إِلَى مَا يَلِي التَّخْتِ مِنْهُ ثُمَّ عَلَى يَمِينِهِ كَذَلِكَ ثُمَّ أَجْلَسَ مُسْنِدًا إِلَيْهِ وَمَسَحَ بَطْنَهُ رَقِيقًا وَمَا خَرَجَ مِنْهُ غَسْلُهُ وَلَمْ يُعَدَّ غَسْلُهُ ثُمَّ يَنْشَفُ بَثْنًا وَيُجْعَلُ الْحَنُوطُ عَلَى لَحْيَتِهِ وَرَأْسِهِ وَالْكَافُورُ عَلَى مَسَاجِدِهِ وَلَيْسَ فِي الْغَسْلِ اسْتِعْمَالُ الْقُطْنِ فِي الرِّوَايَاتِ الظَّاهِرَةِ.

ترجمہ:- اور غسل دیئے جانے سے قبل اس کے پاس قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور لوگوں میں موت کی خبر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اسکے تجہیز میں جلدی کی جائے گی، تو اسے مرتے ہی تخت پر لٹایا جائے اور اس کو طاق مرتبہ دھونی دی جائے اور قول اصح کے مطابق جس صورت پر بھی رکھ دیا جائے اور اس کی ستر کو چھپا دیا جائے پھر اس کے کپڑوں کو اتار دیا جائے اور اسی کو وضو کر لیا جائے مگر جبکہ نابالغ بچہ ہو، بلا مضمضہ اور استنشاق کے مگر جب کی جنبی ہو اور اسکے اوپر بیری کا بلا ہو اپنی ڈال دیا جائے یا گھاس کا دور نہ اگر نہ ہو تو صرف سادہ پانی ڈال دیا جائے اور اسکے سر اور داڑھی کو کل خطنی سے دھل دیا جائے پھر اسے بائیں پہلو پر لٹا دیا جائے اور غسل دیا جائے یہاں تک کہ پانی تخت تک پہنچ جائے پھر

اسے دائیں پہلو پر لٹا دیا جائے پھر اسے فیک لگا کر بٹھا دیا جائے اور آہستہ سے اسکے پیٹ کو ملا جائے اور جو اس سے نکلے اسے دھو دیا جائے اور اس نکلنے کی وجہ سے غسل کو لوٹایا نہیں جائے گا پھر کپڑے سے بدن کو صاف کر دیا جائے اور سر اور داڑھی پر حنوط لگا دیا جائے اور سجدہ کی جگہوں پر کافور لگائی جائے اور روایات ظاہرہ میں غسل کے اندر روئی کا استعمال نہیں ہے۔

تشریح و مطالب :- اگر اس کے اوپر کپڑا ڈال دیا گیا ہو تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن زیادہ مناسب یہی ہے کہ کچھ

فاصلہ پر ہو کر تلاوت کی جائے۔

لاباس : یعنی مرنے کے بعد لوگوں میں اس کی موت کا اعلان کرنا بہتر ہے تاکہ اسکی نماز جنازہ میں زیادہ لوگ ہو سکیں، اور صاحب نہایہ نے لکھا ہے کہ اگر مرنے والا عالم ہو یا زائد ہو یا اور کوئی بڑی ہستی ہو تو متاخرین نے بازاروں میں اس کے اعلان کو مستحسن قرار دیا ہے اور اکثر فقہاء اس میں کوئی مضائقہ نہیں خیال کرتے اور اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ اس کا اعلان کیا جائے تاکہ اسکے عزیز و اقارب اور دوست و احباب تمام لوگ آجائیں لیکن اس اعلان کرنے میں تفاخر مقصود نہ ہو۔ (مراقی الفلاح)

یبعجل : یعنی آدمی کے مرجانے کے بعد اس کی تجہیز و تکفین میں جلدی کی جائے اس لئے کہ اگر وہ نیک ہے تو اس کو جلد اس کے مقام پر پہنچا دیا جائے اور اگر وہ بُرا ہے تو اس کو نہ رکھا جائے اس لئے ہو سکتا ہے کہ وہیں پر کوئی ایسی بات پیش آجائے کہ جس سے عذاب ظاہر ہو جائے اور لوگ اس سے بدظن ہو جائیں لیکن مریض کے بارے میں ذرا احتیاط کی جائے اس لئے کہ بسا اوقات ان کے اوپر سکتہ طاری ہو جاتا ہے اور پتہ نہیں چلتا اور بد احتیاطی میں لوگ دفن کر دیتے ہیں اور موت حقیقی کا اور اک نہیں ہوتا نیز صاحب جوہرہ نے لکھا ہے کہ اگر اچانک موت واقع ہو تو جب تک حاصل نہ ہو جائے اس وقت تک اسے چھوڑ دیا جائے اور اطباء نے بھی اس بات کی تصریح کی ہے کہ بہت سے سکتہ کے مریض ہوتے ہیں حقیقت میں ان کی موت نہیں ہوتی مگر انہیں مردہ سمجھ کر دفن کر دیا جاتا ہے۔

فیوض : اس میں فاء تعجیل کی تفسیر کے لئے ہے اور اسی طرح فاء مفاجاة کے لئے بھی ہو سکتا ہے یعنی جب اسکے موت کا یقین ہو جائے تو اس کے بعد تاخیر نہ کی جائے بلکہ اسکے تجہیز و تکفین میں جلدی کی جائے۔

وتراً : یعنی یا تو تین مرتبہ ہو یا پانچ مرتبہ ہو اور اسکی ترکیب یہ ہوگی کہ اس چارپائی کے ارد گرد گھمادیا جائے۔ (مراقی)

علی الاصح : اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح سہولت و آسانی ہو اس طرح رکھ دیا جائے، اسی کو علامہ سرخسی نے اختیار کیا ہے اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ قبلہ کی طرف طولاً رکھا جائے تختہ پر رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اگر زمین پر رکھ کر غسل دیا جائے تو اس کے بدن پر مٹی لگ جائے گی اور یہاں پر مقصود تھا اس کے بدن کو صاف کرنا لہذا اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ تخت پر لٹا دیا جائے اور اس کے بعد غسل دیا جائے لیکن قول اصح یہی ہے کہ جس میں آسانی و سہولت ہو اس کو اختیار کیا جائے (جوہرہ) غسل دینے والا معتبر آدمی ہونا چاہئے اس لئے کہ بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں

کہ جو اس غسل دینے والے کو معلوم ہو جاتی ہیں اب اگر یہ شخص معتبر نہ ہو گا تو اس کو لوگوں میں مشہور کر دے گا۔
 بستر عورتہ: یعنی میت کو غسل دینے کے وقت اسکے ستر کو ڈھک دیا جائے اور وہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہر اور
 بعض علماء فرماتے ہیں کہ صرف عورت غلیظہ کا چھپانا کافی ہے، چنانچہ ہدایہ میں ہے کہ صرف عورت غلیظہ کو چھپالینا کافی ہے۔
 جود: مصنف نے یہاں مطلق ذکر کیا لیکن یہ مقید ہے اس لئے کہ اگر خفیہ ہو گا تو اس وقت اس کے کپڑے
 نہیں اتارے جائیں گے بلکہ اسے تیمم کر لیا جائے گا اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ اسے اسی کے کپڑے میں غسل دے دیا
 جائے گا۔ (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادب)

مرنے کے بعد غسل اسی طرح دیا جاتا ہے جس طرح زندگی میں غسل دیا جاتا ہے اور کپڑوں کو اتارا جاتا ہے تاکہ
 اس سے کامل طور پر نفاخت حاصل ہو جائے اور کپڑا نہ اتارنے کی صورت میں وہ مقصد حاصل نہ ہو گا اسی لئے کہا جاتا
 ہے کہ مردہ سے بھی کپڑا اتار لیا جائے گا کیونکہ مردے کے غسل میں بھی نفاخت مقصود ہوتی ہے، لیکن مقام عورت پر
 جب جب غسل دیا جائے گا اس وقت اپنے ہاتھوں پر کپڑا کوئی اور چیز باندھ لے تاکہ ستر نہ چھوئے، نیز جس جگہ غسل دیا
 جائے پردہ کرنا چاہئے حتی الامکان غسل دینے والا بھی اس کے ستر کو نہ دیکھے۔

ووضعی: مردے کو غسل کراتے وقت نماز کی طرح وضو کر لیا جائے گا تاکہ کامل طور پر نفاخت حاصل ہو
 جائے لیکن استنشاق اور مضمضہ نہ کر لیا جائے گا، لیکن اگر میت حالت جنابت میں ہو یا حیض و نفاس والی عورت ہو تو
 اسے مضمضہ و استنشاق کر لیا جائے گا اس لئے کہ یہ غسل مثل حیات کے ہے لہذا جس طریقہ سے زندگی میں آدمی
 جب غسل جنابت کرتا ہے تو اس میں مضمضہ و استنشاق کرتا ہے اسی طریقہ سے یہاں پر کر لیا جائے گا لیکن اگر بچہ ہو تو
 اسے وضو نہیں کر لیا جائے گا استنشاق اور مضمضہ کی جگہ پر کسی کپڑے سے اسکی ناک اور منہ کو صاف کر دیا جائے گا۔

ماء مغلی: مردے کو جس پانی سے غسل دیا جائے گا وہ پانی پیری کی پتی میں ابالا ہوا ہو گا اس لئے کہ اس طریقہ
 سے پیری کی پتی کو ڈال کر پانی کو ابالنے میں صفائی میں زیادہ مدد ملتی ہے اس وجہ سے ایسا کیا جائے گا، نیز احادیث سے
 مسنون ہونا ثابت ہے اگر پیری کی پتی نہ ہو تو اس وقت سادے پانی سے غسل دیدیا جائے گا یا اسی طریقہ سے بلا کسی چیز
 کے ڈال کر پکائے ہوئے پانی سے غسل کر لیا جائے گا۔

یغسل راسہ: محل خطمی سے مردے کی داڑھی اور سر کو دھونا چاہئے، خطمی ایک خوشبودار چیز ہے جسے صابن
 کی جگہ پر استعمال کیا جاتا ہے۔

ثم الخ: جب یہ تمام اعضا جو متن میں بیان کئے گئے ان کو دھو دیا جائے اور ان پر پانی ڈال دیا جائے تو اس کے
 بعد میت کو ٹیک لگا کر بٹھا دیا جائے تاکہ غسل کرانے میں آسانی ہو۔

مسح: بٹھانے کے بعد مردے کے پیٹ کو آہستہ سے ملا جائے گا تاکہ جو کچھ ہو وہ نکل جائے اور کفن پہنانے
 کے بعد وہ چیز نہ نکلے۔

لم يعد: اب اگر اس مسح کے بعد کوئی چیز پیٹ سے نکل جائے تو اس نکلنے کی وجہ سے اب غسل کو لوٹایا نہیں جائے گا، لیکن ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ اسکا غسل لوٹایا جائے گا اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ صرف وضو کو لوٹایا جائیگا۔ (جوہرہ)
 يجعل: یعنی غسل دینے کے بعد اس کی داڑھی اور اسکے سر پر حنوط کو لگایا جائے یہ حنوط چند خوشبوؤں سے مل کر بنایا جاتا ہے اور اگر یہ نہ ملے تو پھر اسکے بعد جو خوشبو بھی ملے لگا دے۔

لیس: یعنی ظاہر روایت میں میت کے غسل کے اندر روئی کا استعمال نہیں کیا جائے گا لیکن علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر روئی کو اسکے چہرے پر اور اسی طرح سے ناک اور منہ میں اور قبل اور دبر کو صاف کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے اور ظہیر یہ میں ہے کہ عام مشائخ نے روئی کے استعمال کو قبل اور دبر میں ناپسند کیا ہے۔ (مرآۃ الفلاح)

وَلَا يَقْصُ ظَفْرُهُ وَشَعْرُهُ وَلَا يُسْرَحُ شَعْرُهُ وَلِحْيَتُهُ وَالْمَرْأَةُ تَغْسِلُ زَوْجَهَا بِخِلَافِهِ كَأَمِّ الْوَلَدِ وَلَا تَغْسِلُ سَيْدَهَا وَلَوْ مَاتَتْ امْرَأَتُ مَعَ الرَّجُلِ يَمُومُهَا كَعَكْسِهِ بِخِرْقَةٍ وَإِنْ وَجَدَ ذُو رَحِمٍ مُحْرَمٌ يَمُمُ بِلَا خِرْقَةٍ وَكَذَا الْخُنْثَى الْمُسْكَلُ يَمُمُ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَيَجُوزُ لِلرَّجُلِ وَالْمَرْأَةُ تَغْسِلُ صَبِيَّ وَصَبِيَّةً لَمْ يَسْتَهْيَا وَلَا بَاسَ بِتَقْبِيلِ الْمَيِّتِ وَعَلَى الرَّجُلِ تَجْهِيْزُ امْرَأَتِهِ وَلَوْ مُعْسِرًا فِي الْأَصْحَ وَمَنْ لَا مَالَ لَهُ فَكَفَنَهُ عَلَى مَنْ تَلَزَمَهُ نَفَقَتُهُ وَإِنْ لَمْ يُوْجَدْ مَنْ تَجَبَّ عَلَيْهِ نَفَقَتُهُ فَقَبِيْ الْمَالِ فَإِنْ لَمْ يُعْطِ عَجْزًا أَوْ ظَلَمًا فَعَلَى النَّاسِ وَيَسْأَلُ لَهُ التَّجْهِيْزُ مَنْ لَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ غَيْرُهُ.

ترجمہ:- اور اس کے بال اور ناخن کو نہیں کاٹا جائے گا اور اسکے بال اور داڑھی میں کنگھی نہ کی جائے اور عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے اور مرد اپنی بیوی کو غسل نہ دے جیسے ام ولد کہ اپنے آقا کو غسل نہ دے اور اگر عورت مردوں کے ساتھ انتقال کر جائے تو اس کو تیمم کرایا جائے جیسے اس کا الناء اور اگر کوئی ذی رحم محرم پایا گیا تو بلا ہاتھ پر کچھ لپیٹے ہوئے تیمم کرائے اور اسی طرح سے خنثی مشکل کو بھی ظاہر روایت میں تیمم کرایا جائے گا۔ اور مرد و عورت دونوں کے لئے جائز ہے کہ بچی اور بچہ کو غسل دیں جب تک کہ دونوں کے اندر شہوت نہ پیدا ہوئی ہو اور میت کو بوسہ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور مرد پر عورت کی تجہیز و تکفین واجب ہے اگرچہ وہ تنگ دست ہو صحیح مذہب کے مطابق اور جس کے پاس کچھ مال نہ ہو تو بیت المال سے دیا جائے گا، تو اگر بیت المال سے مجبوری یا ظلم کی بنا پر نہیں دیا گیا تو اس کا کفن لوگوں پر ضروری ہو گا اور جو کفن دینے پر قدرت نہیں رکھتا وہ دوسرے سے سوال کرے۔

تشریح و مطالب:- لایقص:- ناخن اور بال زیب و زینت کے لئے کاٹے اور تراشے جاتے ہیں اس سے انسان زیب و زینت اختیار کرتا ہے اور جب آدمی مر گیا تو اب اس کو ان چیزوں کی ضرورت باقی نہیں رہی، اسلئے کہ وہ لوگوں سے چھپ گیا لوگ اسے نہیں دیکھیں گے اور زیب و زینت کا تعلق نظروں سے ہوتا ہے اسلئے اب مرنے کے بعد اس کا ناخن اور اس کے بال نہیں کاٹے جائیں گے اور اسی طریقہ سے اس کے بال اور داڑھی میں کنگھی بھی نہیں کی جائے گی اسلئے کہ ان کا بھی تعلق اسی زیب و زینت سے ہے، داڑھی اور بال اس وجہ سے ٹھیک کئے جاتے ہیں تاکہ وہ پرانگندہ نہ ہوں دیکھنے والے کو برا نہ لگے اور اب یہاں پر سب باتیں نہیں رہیں۔

المراءة: مصنفؒ نے یہاں پر مطلق استعمال کیا اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کہ اس میں تمام عورتیں داخل ہیں مثلاً وہ عورت بھی جو ابھی عدت میں ہے اور اسی طرح وہ عورت بھی جسے طلاق رجعی دیا گیا ہے، اس لئے کہ من کل الوجوه ابھی تک شوہر سے جدائی نہیں ہوتی ہے ہاں اگر مرتے ہی ان کی عدت ختم ہو جائے یا عدت میں تھی مگر بچہ پیدا ہو گیا تو اب اس صورت میں تفریق ہو گئی لہذا اب یہ عورت غسل نہیں دے سکتی، اس لئے کہ اب یہ مثل احسبیہ کے ہو گئی اور احسبیہ عورت کے لئے غسل دینا جائز نہیں۔ (مراقی و طحطاوی بتغیر)

بخلافہ: یعنی ابھی تک اس صورت کو بیان کیا جا رہا تھا کہ عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے لیکن اگر یہ صورت نہیں بلکہ عورت کا انتقال ہو ہے تو اب شوہر اسکو غسل نہیں دے سکتا اس لئے کہ اب اس سے نکاح منقطع ہو گیا اور اب یہ مثل احسبیہ کے ہے اب اگر کوئی عورت موجود نہ ہو جو اس کو غسل دے تو اب اس وقت اس کو تیمم کرا کے دفن کر دیا جائے گا۔ (مراقی بتغیر)

کام الولد: اسی طرح سے اگر مالک کا انتقال ہو جائے تو اب ام ولد اور مدبرہ اپنے حق کو غسل نہیں دے سکتیں اس لئے کہ یہ دونوں مرنے کے بعد آزاد ہو گئیں اور اب یہ اس کی باندی باقی نہیں رہیں اور جب آزاد ہو گئیں تو اب مثل احسبیہ کے ہو گئیں لہذا اب یہ غسل نہیں دے سکتیں۔

ولو ماتت امراة: یعنی اگر کسی عورت کا انتقال ہو جائے اور وہاں پر کوئی عورت موجود نہ ہو تو اب اس کو تیمم کرا کے دفن کر دیا جائے گا اس کو غسل نہیں دیا جائے گا اور تیمم کرانے والا اپنے ہاتھوں پر کوئی کپڑا وغیرہ لپیٹ لے گا تاکہ بلا حائل کے اس کا ہاتھ اسکے بدن پر نہ پڑے۔

کعکسہ: یعنی اسی طرح اگر مرد کا انتقال ہو جائے اور وہاں پر کوئی مرد موجود نہ ہو صرف عورتیں ہی ہوں تو اب اس کو بھی تیمم کرا کے دفن کر دیا جائے گا اور اگر کوئی ذی رحم محرم ہو تو کپڑا لپیٹنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ (ف) شوہر غسل نہیں دے سکتا البتہ دیکھ سکتا ہے۔ (شامی)

کذا الخشی: اسی طرح سے اگر خنثی مشکل کا انتقال ہو جائے تو اس کو تیمم کر دیا جائے گا، اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ کسی ایسے کپڑے میں لپیٹ دیا جائے گا کہ اگر اس پر پانی ڈالا جائے تو اس کے بدن تک وہ پانی پہنچ جائے تو ایسے کپڑے میں رکھ کر اس پر پانی ڈال دیا جائے گا۔ (مراقی الفلاح)

يجوز لرجل: یعنی اگر کوئی لڑکا یا لڑکی ہو اور اسکے اندر ابھی تک شہوت نہ پیدا ہوئی ہو اور وہ ابھی بچے ہی ہوں اور ان کا انتقال ہو جائے تو ان کو مرد اور عورت دونوں غسل دے سکتے ہیں خواہ مرد بچی کو غسل دے یا عورت بچے کو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

لاباس: یعنی مرد دے کا بوسہ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضور پر نور ﷺ کی رحلت کے بعد حضور کی جبین مبارک کا بوسہ لیا، اگر اس میں کوئی مضائقہ ہو تا تو حضرت ابو بکر ایسا نہ کرتے۔

علی الرجل: اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں حضرت امام ابو یوسفؒ کا ایک قول یہ ہے کہ شوہر پر کفن واجب ہے خواہ مالدار ہو یا تنگ دست اس کا کچھ اعتبار نہیں اور حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ شوہر پر اس کا کفن نہیں ہوگا اس لئے کہ اب اس کے مرتے ہی اس کی زوجیت ختم ہو گئی اور اب یہ مثل احسبہ کے ہو گئی لہذا اب اس کا کفن اس پر نہیں ہوگا (مراقی الفلاح) علامہ شامی نے ایک توجیہ کی ہے کہ اس میں علمائے کرام کا اختلاف ہے لہذا اس کی ایک صورت یہ ہوگی کہ دیکھا جائے گا کہ عورت نے کچھ مال چھوڑا ہے یا نہیں اگر کچھ مال چھوڑا ہے تو اس وقت اس میں سے اس کو کفن دیا جائے گا شوہر کو مجبور نہیں کیا جائے گا اور اگر اس کے پاس نہ ہوگا اس نے کچھ چھوڑا نہیں ہوگا تو اب اس کے شوہر کے مال سے لیا جائے گا اب اگر اسکے پاس بھی موجود نہ ہو یعنی شوہر بھی اسی طرح ہو کہ اسکے پاس بھی مال نہ ہو تو اب بیت المال سے لیا جائے گا اور اگر کسی جگہ بیت المال نہ ہو تو پھر عامۃ المسلمین سے لیا جائے گا۔ (شامی بتصرف)

علی من: مصنف نے اسے مقید کر کے اس طرف اشارہ کر دیا کہ اگر اس کے مال ہو تو سب سے پہلے کفن و دفن کا انتظام کیا جائے گا بعد میں وصیت وغیرہ پوری کی جائے گی، اب اگر وہ لوگ چند ہیں کہ جن کے اوپر اس کا نان و نفقہ واجب تھا تو اب سب لوگ اسی مقدار میں دیں گے جس مقدار میں ان پر نفقہ تھا، برابر نہیں لیا جائے گا اس لئے کہ یہ لوگ اس طرح میراث میں بھی حقدار ہوں گے سب لوگ برابر نہیں لیں گے۔ (مراقی الفلاح، طحطاوی)

ان لم یوجد: اب اگر جن لوگوں پر نفقہ واجب تھا وہ بھی اس قدر غریب ہیں کہ انکے پاس بھی نہیں ہے تو اب اس وقت بیت المال سے اس کا کفن دیا جائے گا۔

فان لم یعط: اب اگر یہ صورت ہو جائے کہ بیت المال سے بھی نہ ملے خواہ بیت المال سے ظلمانہ ملے یا یہ وجہ ہو کہ بیت المال بھی خالی ہو تو اب تمام مسلمانوں سے اس کا چندہ لیا جائے گا اس کے بعد اس کو اس میں کفن دیا جائے گا۔ اگر کسی کو معلوم ہے کہ مرنے والا تنگ دست ہے اور اس کو اپنے پاس سے کفن دیدیا تو اب یہ لوگوں سے سوال کر سکتا ہے اس لئے کہ اس وقت جلدی تھی اس کو کفن جلدی دے کر دفن کرنا تھا اس لئے اس آسانی کے پیش نظر اس نے جلدی کر دی۔

(ف) اگر کوئی زندہ ہے اور اسکے پاس کپڑا نہیں ہے تو وہ خود لوگوں سے سوال کرے اس لئے کہ وہ سوال پر قادر ہے اور میت کے لئے اس وجہ سے سوال کیا جاتا ہے کہ وہ اس کا مکلف نہیں اور اس کے اندر اب یہ بات نہیں رہ جاتی ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کر سکے اب اگر کفن دینے کے بعد کچھ کپڑا بچ رہے تو اس کو اس کے مالکوں کے پاس لوٹا دیا جائے گا اور اگر اس کے مالکوں کا پتہ نہ ہو تو دوسروں کو کفن دیا جاسکتا ہے اسی طرح اس کا صدقہ بھی جائز ہے۔ (مراقی الفلاح بتغیر)

وَكَفَنَ الرَّجُلُ سَنَةَ قَمِيصٍ وَازَارَ وَلِفَافَةً مِمَّا يَلْبَسُهُ فِي حَيَاتِهِ وَكَفَايَةَ إِزَارٍ وَلِفَافَةٍ وَفُضِّلَ الْبِیَاضُ مِنَ الْقَطَنِ وَكُلٌّ مِنَ الْإِزَارِ وَاللِّفَافَةِ مِنَ الْقَرْنِ إِلَى الْقَدَمِ وَلَا يُجْعَلُ لِقَمِيصِهِ كُمْ وَلَا دِخْرِيصٌ وَلَا حَبِيبٌ وَلَا تَكْفُفٌ أَطْرَافُهُ وَتَكَرُّهُ الْعِمَامَةِ فِي الْأَصْحَ وَكَفٌ مِنْ يَسَارِهِ ثُمَّ يَمِينِهِ وَعَقْدٌ إِنْ خِيفَ انْتِشَارُهُ وَتَزَادَ الْمَرْأَةُ فِي السَّنَةِ خِمَارًا يُوَجِّهُهَا وَخِرْقَةً لِيُبْطَ لَدُنْيَاهَا وَفِي الْكِفَايَةِ خِمَارًا وَيُجْعَلُ شَعْرُهَا ضَفِيرَتَيْنِ عَلَى صَدْرِهَا فَوْقَ الْقَمِيصِ ثُمَّ

الْجِمَارُ فَوْقَهُ تَحْتَ اللَّفَافَةِ ثُمَّ الْخِرْقَةُ فَوْقَهَا وَتُجَمَّرُ الْأَكْفَانُ وَتَرَأَى قَبْلَ أَنْ يُدْرَجَ فِيهَا وَكَفْنُ الصَّرُورَةِ مَأْيُوجَدٌ.

ترجمہ: مرد کے کفن میں سنت قمیص، لفافہ اور ازار اور چادر ہے جس کو وہ اپنی زندگی میں استعمال کرتا ہے اور کفن کفایہ ازار اور چادر ہے، اور روئی سے بنے ہوئے سفید کپڑے کو زیادہ فضیلت ہے اور ازار و چادر میں سے ہر ایک مقدم راس سے پیر تک ہوں گی اور قمیص میں گریبان اور آستین اور جیب بنانے کی ضرورت نہیں اور اسی طرح نہ اسکے کناروں کو سلا جائے، اور صحیح مذہب کے مطابق عمامہ کا دینا مکروہ ہے اور اس کو بائیں جانب سے لپیٹا جائے پھر دائیں جانب اور اس کے کھل جانے کا خوف ہو تو گرہ لگادی جائے اور سنت کے مطابق عورت کے کفن میں ایک اوڑھنی اسکے چہرے کے لئے اور ایک ٹکڑا اس کے ہڈیوں کو باندھنے کے لئے زیادہ کیا جائے اور سنت کفایہ اسکے کفن میں اوڑھنی ہے اور عورت کے بال کو دو جوڑے بنا کر اسکے سینہ پر رکھ دیا جائے قمیص کے اوپر پھر اوڑھنی کو اسکے اوپر چادر کے نیچے پھر اسکے اوپر سینہ بند اور کفن کو طاق مرتبہ دھونی دی جائے اس میں مردے کو لپیٹنے سے قبل اور کفن ضرورت وہی ہے جو اس وقت مل جائے۔

تشریح و مطالب :- اب یہاں سے مصنفؒ یہ بیان کر رہے ہیں کہ مردے کو کس طرح کفن دیا جائے اور مرد و عورت کے کفن میں کیا فرق ہے۔ ابھی تک غسل وغیرہ کا طریقہ بتلا رہے تھے جب اس سے فارغ ہو گئے تو اب کفن کے احکام اور اس کا طریقہ بتلا رہے ہیں کفن کے طریقہ کو اس وجہ سے مؤخر کیا کہ غسل کے بعد کفنا یا جاتا ہے چونکہ سب سے پہلے غسل دیا جاتا ہے اس وجہ سے اسی قاعدے کو مقدم کیا اور اسکو مؤخر۔

کفن الرجل: میت کو کفن دینا واجب ہے لیکن اسکے عدد میں تین درجے ہیں (۱) سنت (۲) کفایہ (۳) کفن ضرورت۔

سنة: مصنفؒ سب سے پہلے سنت کو بیان کر رہے ہیں اس لئے کہ اس مقدار میں اگر کفن پایا جائے گا تو اس وقت کفن کفایت اور کفن ضرورت کو استعمال نہ کیا جائے گا۔

قمیص: مردے کی قمیص گردن سے لے کر دونوں پیروں تک ہوتی ہے اور اس میں گریبان و آستین نہ ہوگی زندگی میں جو آستین لگائی جاتی ہے اسکا مقصد زیب و زینت ہوتا ہے یہاں پر اب مردے کے لئے کوئی زیب و زینت کی ضرورت نہیں، اس وجہ سے اس کی قمیص میں نہ آستین لگائی جائے گی اور نہ درمیان سے پھاڑا جائے گا۔

ازار: اسی طریقہ سے چادر بھی سر کے اگلے حصہ سے لے کر قدم تک ہونی چاہئے تاکہ آستین نہ لگانے کی وجہ سے جو اعضاء کھلے رہ گئے تھے اب وہ ڈھک جائیں۔

لفافہ: اسی طریقہ سے مردے کو ایک کپڑا بطور تہبند کے دیا جائے گا اور وہ کمر سے ہوگا لیکن یہ تہبند سلا ہوا نہ ہوگا، زندگی میں تہبند کو اس وجہ سے سلا جاتا ہے کہ چلنے میں کشف عورت نہ ہو ان تین کپڑوں میں کفنانا اس وجہ سے سنت ہے لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کفن فی قمیص و ازار و لفافہ چونکہ حضور ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا اسی وجہ سے اسے سنت کہہ دیا گیا چنانچہ جنتی حدیثیں بھی حضور ﷺ کے کفن سے تعلق رکھتی ہیں اور جس سے حضور ﷺ کے کفنائے جانے کا طریقہ معلوم ہوتا ہے ان تمام میں تین ہی کا ذکر آتا ہے چنانچہ صاحب مسلم نے بھی

یہی بیان کیا ہے انہ صلی اللہ علیہ وسلم کفن فی ثلاثۃ اثواب۔

فضل: مردے کو سفید کپڑے میں کفننا زیادہ بہتر ہے اس لئے کہ حضور ﷺ سفید کپڑے کو زیادہ پسند فرماتے تھے لہذا حضور ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کے لئے مرنے کے بعد بھی انہی کپڑوں کو استعمال کرنا چاہئے جن کو حضور ﷺ نے پسند فرمایا ہے کفن میں ایک بات کا خیال رکھا جائے کہ کفن کا کپڑا نہ زیادہ قیمتی ہو اور نہ زیادہ سستا ہو بلکہ مردے کی حالت کو دیکھ کر اسے کفن دیا جائے اور اپنی زندگی میں جس قسم کے کپڑے پسند کرتا تھا اسی قیمت کے کپڑے کو اسے دیا جائے لیکن ایک بات کا خیال رہے کہ جیسا کہ مصنفؒ نے من القطن کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ وہ کپڑا روٹی کا بنا ہوا ہو کسی اور چیز کا نہیں، اب اگر وہ مردہ اپنی زندگی میں سوتی کپڑے کے علاوہ کوئی اور کپڑا پسند کرتا تھا تو اسی کپڑے کی قیمت کا اعتبار کر کے سوتی کپڑے کو لیا جائے گا۔

لا تکف: اسکے کنارے کو سیاہ جائے لیکن اگر سیاہی تو بلا کسی کراہت کے جائز ہے۔ (مراتی)

العمامة: مردے کو عمامہ دینا مکروہ ہے اس وجہ سے کہ سنت کے خلاف ہے اگر عمامہ مستحسن ہو تا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور دیا جاتا لیکن کسی حدیث سے بھی یہ ثابت نہیں ہے کہ حضور ﷺ کو عمامہ دیا گیا، ہاں علمائے متاخرین نے عمامہ کو اس میت کیلئے جو عالم ہو یا زاہد ہو وغیرہ مستحسن قرار دیا ہے۔

لفہ: مردے کو کفن میں رکھنے کے بعد سب سے پہلے اسکے بائیں طرف سے لپیٹا جائے اس کے بعد دائیں طرف کے کپڑے کو اس کے اوپر ڈال دیا جائے۔ مصنفؒ نے صرف اس کے اوپر کپڑا لپیٹنے کا طریقہ بتلادیا اور یہ نہیں بتلایا کہ کفن کو کس طرح پھیلا دیا جائے، کفن کو رکھنے کا طریقہ یہ ہو گا کہ سب سے پہلے چادر کو پھیلا دیا جائے گا لیکن لپیٹنے میں اس بات کا خیال رکھا جائے گا کہ لپیٹنا بائیں جانب سے ہو تا کہ دائیں جانب کا لپیٹنا اوپر ہو جائے پھر اسکے بعد چادر کو اس کے اوپر ڈال دیا جائے گا اس لئے کہ آدمی اپنی زندگی میں چادر کو سب سے اوپر اوڑھتا ہے۔

ان خیف: مصنفؒ نے اس کی قید اس وجہ سے لگائی کہ اگر کفن کے منتشر ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو یہ گرہ نہ لگائی جائے گی اگر گرہ نہ لگائی گئی اور منتشر ہونے کا اندیشہ بھی نہیں ہے تو اب مردے کے پاس کسی کا بیٹھنا تاکہ کفن کے منتشر ہونے کے وقت اس کو روک سکے اس کی ضرورت نہیں اسی وجہ سے مردے کو قبر میں لٹانے کے بعد اس کی گرہ کو کھول دیا جاتا ہے اس لئے کہ اب وہاں پر انتشار کا کوئی خوف و اندیشہ نہیں ہوتا ہے۔

تزداد: مزد کو تو صرف تین کپڑوں میں کفن دینا مسنون ہے لیکن عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دینا سنت ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا۔

خرقة: یہ کپڑے کا ٹکڑا اپستان سے لیکر ناف تک ہو گا لیکن بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ گھٹنوں تک ہو گا۔ (مراتی)

الکفایۃ: کفن دینے میں اصل فرض کفایہ ہے اس میں عدد صرف مسنون ہے لہذا اگر عورت کے لئے پانچ کپڑے نہ ہوں تو صرف تین کپڑوں میں کفن دیا جاسکتا ہے اور مردوں کو دو کپڑوں میں کفن دیا جاسکتا ہے۔

بجعل :- عورت کے بال کو دو چوٹیوں میں باندھ کر اس کے سینہ پر رکھ دیا جائے گا اور عورت کو اس طور پر لپیٹا جائے گا کہ سب سے پہلے اسکی قمیص ہوگی پھر اس کے بعد اوڑھنی ہوگی پھر اس کے بعد چادر ہوگی اور اس کے بعد سینے بند کو اوپر سے باندھ دیا جائے گا۔

تجمہ :- مرد اور عورت کے لپٹنے سے پہلے ان کے کفن کو طاق مرتبہ دھونی دی جائے گی اور یہ دھونی عورت کے تمام کپڑوں میں ہوگی اور مرد کے دو کپڑوں میں۔

الضرورة :- کفن کی ضرورت یہ ہے کہ آدمی کو اس وقت جو کچھ حاصل ہو اسی میں کفنا دیا جائے خواہ مرد کیلئے ایک ہی کپڑا ہو اس لئے کہ حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضور ﷺ نے بہت سے صحابہ کو کپڑے نہ ہونے کے وقت ایک ہی کپڑے میں کفن دیا ہے۔

فصل. الصَّلَاةُ عَلَيْهِ فَرَضٌ كِفَايَةٌ وَأَرْكَانُهَا التَّكْبِيرَاتُ وَالْقِيَامُ وَشَرَانِطُهَا سِتُّ إِسْلَامُ الْمَيِّتِ وَطَهَارَتُهُ وَتَقْدُمُهُ وَحُضُورُهُ أَوْ حُضُورُ أَكْثَرِ بَدَنِهِ أَوْ بَعْضِهِ مَعَ رَأْسِهِ وَكَوْنُ الْمُصَلِّي عَلَيْهَا غَيْرَ رَأْيٍ بِلَا عَذْرِ وَكَوْنُ الْمَيِّتِ عَلَى الْأَرْضِ فَإِنْ كَانَ عَلَى دَابَّةٍ أَوْ عَلَى أَيْدِي النَّاسِ لَمْ تَجْزِ الصَّلَاةُ عَلَى الْمُخْتَارِ الْأَمِينِ عَذْرٌ وَسُنَنُهَا أَرْبَعُ قِيَامِ الْإِمَامِ بَحْدَاءِ صَدْرِ الْمَيِّتِ ذِكْرًا كَانَ أَوْ أَنْشَى وَالنَّشَاءُ بَعْدَ التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى وَالصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بَعْدَ الثَّانِيَةِ وَالِدُعَاءُ لِلْمَيِّتِ بَعْدَ الثَّالِثَةِ وَلَا يُتَعَيَّنُ لَهُ شَيْءٌ وَإِنْ دُعِيَ بِالْمَانُورَةِ فَهُوَ أَحْسَنُ

ترجمہ :- نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اور اسکے ارکان تکبیرات اور قیام ہیں، اور اسکے شرائط چھ ہیں میت کا مسلمان ہونا اور اس کا پاک ہونا، اور اس کا آگے ہونا اور اس کا موجود ہونا یا اسکے اکثر بدن کا مع سر کے موجود ہونا، اور اس پر نماز پڑھنے والوں کا بلا کسی عذر کے سوار نہ ہونا، اور میت کا زمین پر ہونا، چنانچہ اگر میت سواری پر ہو یا لوگوں کے ہاتھوں میں ہو تو بلا کسی عذر کے مختار مذہب کے مطابق جائز نہیں، اور نماز جنازہ کے سنن چار ہیں امام کا میت کے اگر وہ مذکر یا مؤنث ہو تو اسکے سینے کے پاس کھڑا ہونا، تکبیر اولیٰ کے بعد ثنا کا پڑھنا اور دوسری تکبیر کے بعد حضور ﷺ پر درود بھیجنا اور تیسری تکبیر کے بعد دعاء مغفرت کرنا اور اسکے لئے کوئی دعاء مخصوص نہ کی جائے گی اور اگرچہ دعاء مانورہ کیا تو یہ زیادہ بہتر ہے۔

تشریح و مطالب :- الصَّلَاةُ :- مصنف ابھی تک مردے کے کفن کے بارے میں بیان کر رہے تھے جب اسے بیان کر چکے تو اب یہاں سے مردے پر نماز جنازہ کے بارے میں بیان کر رہے ہیں۔

مردے پر نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اس لئے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا صلوا علی صاحبکم لکونہ علیہ ذین لا وفاء لہ۔ حضور نے کبھی کبھی ترک کر دیا ہے اس وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرض عین نہیں اگر یہ فرض عین ہوتا تو حضور ﷺ اسے ترک نہ فرماتے مرنے والا اگر مسلمان ہو تو اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی خواہ وہ کسی قسم کا گناہ کرتا ہو کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے صلوا علی کل بر وفاجر۔

ارکانہا :- نماز جنازہ کے دو ارکان ہیں (۱) چاروں تکبیروں کا کہنا (۲) قیام کرنا، لہذا اگر کسی نے قیام نہ کیا

اسی طریقہ سے تکبیر نہ کیا تو نماز جنازہ صحیح نہ ہوگی اس لئے کہ اس کے ارکان نہیں پائے گئے۔

شرائط طہا:۔ نماز جنازہ کے صحیح ہونے کیلئے اور اسکے فرض کفایہ ہونے کیلئے چھ شرطیں ہیں۔

اسلام المیت :- مصنفؒ نے مطلق استعمال کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ بچہ اگر نابالغ ہے اور اسکے والدین مسلمان ہیں تو اسکے اوپر نماز جنازہ پڑھی جائے گی لیکن اگر اسکے والدین تو مسلمان تھے لیکن نابالغ ہونے کے بعد اس نے اپنے اسلام کا کوئی اظہار نہ کیا کہ جس سے یہ بات معلوم ہوتی کہ یہ مسلمان ہے تو اب اس پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائیگی۔

اسلام کی قید لگا کر کافر کو نکال دیا اس لئے کہ ارشاد باری ہے لا تقصل علی احد منهم مات ابدأ ولا تقم علی قبرہ اِنَّہُمْ کفروا باللہ ورسولہ۔ چونکہ نص موجود ہے کہ کافر پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اس وجہ سے اس کے اوپر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے گی، نماز جنازہ سے استغفار ان لوگوں کی کجائی ہے کہ جو پہلے سے مسلمان ہوں شرک وغیرہ ان سے سرزد نہ ہوا ہو اور یہ کفار شرک میں ملوث ہوتے ہیں، نیز ان کا خاتمہ کفر ہی پر ہوتا ہے۔

طہارتہ :- یہاں پر نجاست حکمیہ اور نجاست بدنیہ دونوں کو شامل ہے لہذا ان دونوں سے اسے پاک ہونا چاہئے لہذا اگر کسی کو غسل نہ دیا گیا یا اسی طریقہ سے اس کو تیمم نہ کر لیا گیا یا اسکے بدن پر نجاست تھی اور اسے دھلانا نہ گیا تو ان تمام صورتوں میں نماز جنازہ نہ پڑھی جائے گی، لیکن یہ صورت اسی وقت ہے جبکہ اس کا غسل کر لیا یا تیمم کر لیا ہو، اگر یہ صورتیں ممکن نہ تھیں اور اسے بلا غسل کے دفن کر دیا گیا اور اس کا اب نکالنا اس کے پھول جانے کی وجہ سے ممکن نہ ہو تو اس کے قبر پر نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے، اگر کسی شخص کو بلا غسل کے انجانے میں یا بھول کر دفن کر دیا گیا اور اب لاش پھول گئی ہوگی اس کا اب نکالنا ممکن نہیں تو اب نماز جنازہ کو جاننے کے بعد کہ اسے بلا طہارت کے دفن کر دیا گیا ہے لوٹائی جائے گی اور یہ لوٹانا استحساناً ہوگا، اسی طریقہ سے جس جگہ نماز جنازہ پڑھی جائے اس جگہ کا بھی پاک ہونا ضروری ہے اسلئے کہ جس جگہ مردہ رکھا جاتا ہے وہ جگہ امام کے کھڑے ہونے کے مثل ہے اسوجہ سے اسکا پاک ہونا ضروری ہے

تقدمہ :- اسی طریقہ سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ جنازہ آگے ہو لہذا اگر پیچھے ہوگا تو نماز جنازہ صحیح نہ ہوگی اس لئے کہ یہ میت اس وقت من وجہ امام کے ہے لہذا اس کا آگے ہونا ضروری ہے۔

حضورہ :- اسی طریقہ سے میت کا موجود ہونا ضروری ہے یا اگر کسی وجہ سے میت کا پورا جسم باقی نہ ہو تو اس کے بدن کا اکثر یا اگر سر ہے تو نصف بدن کا ہونا ضروری ہے۔ مصنفؒ نے حضور کی قید لگا کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ نماز جنازہ جائز نہیں۔

بلاعذر :- مصنفؒ نے عذر کی قید لگا کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ اگر کوئی عذر ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں جیسے اگر کوئی شخص مریض ہے تو وہ سوار ہو کر پڑھ سکتا ہے اسی طریقہ سے اگر امام بیٹھا ہو ہے اور لوگ اس کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھ رہے ہیں تو حضرت امام اعظمؒ اور حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک درست ہے لیکن امام محمدؒ کے نزدیک درست نہیں ہے اسلئے کہ ان کے نزدیک امام بیٹھ کر اور لوگ اسکے پیچھے کھڑے ہو کر اقتداء نہیں کر سکتے اس میں

ولی اور غیر ولی دونوں برابر ہیں، لہذا اگر ولی کے اوپر کوئی عذر ہو تو وہ بھی بیٹھ کر یا سوار ہو کر نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے۔
 علی الارض :- ظاہر یہ شرط مدرک کیلئے معلوم ہوتی ہے کہ جس کی کوئی تکبیر فوت نہ ہوئی ہو مسبوق کے بارے میں یہ شرط لگانی درست نہیں ہے۔

الامن عذر :- میت کا زمین پر ہونا ضروری ہے لیکن اگر کوئی عذر ہو مثلاً زمین پر کچھڑ وغیرہ ہے تو اس وقت لوگ اس کو اپنے ہاتھوں میں لے کر نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں۔

سننھا :- نماز جنازہ کے اندر سنت چار چیزیں ہیں جنکا ثبوت احادیث سے ہے۔

ذکراً :- مصنف نے یہ قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر عورت ہو یا بچہ ہو ہر صورت میں اس کے سینے کے پاس کھڑا ہو کر نماز پڑھے گا، نیز اس سے ان لوگوں کی تردید بھی مقصود ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اگر مرد ہو تو اسکے سینے کے پاس اور اگر عورت ہو تو اس کی کمر کے پاس امام کھڑا ہو کر نماز پڑھائے گا۔

نماز جنازہ کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے تکبیر کے بعد شاپڑھی جائے اور دوسری تکبیر کے بعد حضور ﷺ پر درود پاک بھیجا جائے اور تیسری تکبیر کے بعد میت کیلئے دعاء مغفرت کی جائے لیکن اس دعا میں کوئی مخصوص دعا ضروری نہیں لیکن اگر دعاء ماثورہ پڑھی جائے تو زیادہ بہتر ہے اور چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیر دیا جائے۔

وَابْلَغْ وَمِنْهُ مَا حَفِظَ عَوْفٌ مِنْ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَعَافِهِ
 وَأَعْفُ عَنْهُ وَأَكْرِمْ نُزُولَهُ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهُ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرْدِ وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ
 الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهِ وَأَهْلًا خَيْرًا مِنْ أَهْلِهِ وَزَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهِ وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ
 وَأَعِزَّهُ مِنَ الْعَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَيُسَلِّمْ بَعْدَ الرَّابِعَةِ مِنْ غَيْرِ دُعَاءٍ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ
 غَيْرَ التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى وَلَوْ كَبَّرَ الْإِمَامُ خَمْسًا لَا يَتَّبِعُ وَلَكِنْ يَنْتَظِرُ سَلَامَةً فِي الْمُخْتَارِ وَلَا يُسْتَغْفَرُ لِمَجْتُونٍ
 وَصَبِي وَيَقُولُ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَاجْعَلْهُ لَنَا آجْرًا وَذُخْرًا وَاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَمُشَفَّعًا.

ترجمہ :- اور وہ دعاء زیادہ بہتر ہے جسے عوف بن مالکؓ نے حضور ﷺ سے ادا کیا ہے (ترجمہ) اے اللہ اس کو
 معاف کر دے اور اس پر رحم کر اور اس کو عافیت عطا فرما اور اسکے تمام گناہوں کو معاف کر دے اور اسکے اترنے کی جگہ کو
 بہترین کر دے اور داخل ہونے کی جگہ کو کشادہ کر دے اور اس کو ازلے اور برف کے پانی سے دھو دے اور اس کے خطاوں کو
 اس طریقہ سے صاف کر دے جس طریقہ سے سفید کپڑا نیل سے صاف کیا جاتا ہے اور اس کو اس گھر سے بہترین گھر دے
 اور اس اہل سے بہترین اہل دے، اور اس بیوی سے اچھی بیوی دے اور اس کو جنت میں داخل فرما، اور اس کو عذاب قبر سے اور
 عذاب نار سے بچا اور چوتھی تکبیر کے بعد ظاہر روایت کے مطابق بلا کسی دعا کے سلام پھیر دے اور تکبیر اولیٰ کے علاوہ میں
 ہاتھ نہ اٹھائے اور اگر امام پانچویں تکبیر کہہ دے تو اس کی اتباع نہ کرے لیکن مختار مذہب کے مطابق اس کے سلام کا انتظار
 کرے گا اور پاگل اور بچہ کیلئے استغفار نہیں کیا جائے گا اور کہے اے اللہ ہمارے لئے خوشی کا ذریعہ بنا دے اور اس کو ہمارے لئے

اجر بنادے اور اسکو ہمارے لئے ذخیرہ بنادے اور اسکو ہمارے لئے شفاعت کرنے والا اور مقبول شفاعت بنادے۔

تشریح و مطالب :- حضور ﷺ سے نماز جنازہ کی دعاؤں کے بارے میں بہت سی روایتیں منقول ہیں لیکن جو دعاء حضرت عوف بن مالک سے منقول ہے یہی زیادہ بہتر ہے نیز بعض علماء فرماتے ہیں

کہ یہ دعا پڑھی جائے رَبَّنَا آتِنَا الْخَيْرَ يَا رَبَّنَا لَا تَزِغْ قُلُوبَنَا الْخَيْرَ تَوْزِيْدَةً بَهْتَر ہے۔

فی المختار :- اگر امام چوتھی تکبیر کے بعد پانچویں تکبیر کہہ دے تو مقتدی اس کی اتباع نہ کرے گا بلکہ خاموش کھڑا رہے گا اور امام کے سلام کا انتظار کرے گا جو روایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں منقول ہے اس پر محدثین نے کلام کیا ہے نیز جس حدیث سے پانچ تکبیریں معلوم ہوتی ہیں وہ منسوخ ہیں۔

مجنون :- اور پاگل کیلئے استغفار نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ استغفار تو اسکے لئے کی جاتی ہے جو مکلف ہو اور پاگل اس کام کا مکلف نہیں ہوتا لہذا اس کیلئے استغفار نہیں کیا جائے گا۔ برہان الدین حلی فرماتے ہیں کہ یہ بات مجنون اصلی کے ساتھ خاص ہے اسلئے کہ وہ مکلف نہیں ہوتا بخلاف عارض کے اس لئے کہ وہ کبھی کبھی مکلف ہو جاتا ہے اور یہ جنون موت سے قبل ختم نہ ہوا ہو اور اگر مرنے سے کچھ قبل ختم ہو گیا اور اس کا انتقال اسوقت ہوا کہ وہ مجنون نہیں تھا تو اب اس پر استغفار کیا جائے گا (طحاوی) بچہ کیلئے دعاء استغفار نہیں کی جاتی بلکہ اسکو وسیلہ بنا کر خود اپنے لئے دعا کی جاتی ہے اسلئے کہ بچہ بھی اوامر کا مکلف نہیں ہوتا، اس کے اوپر احکامات شرع نہیں ہوتے اسلئے اس سے گناہ نہیں ہو تا وہ معصوم ہوتے ہیں۔

فصل۔ السُّلْطَانُ أَحَقُّ بِصَلَوَتِهِ ثُمَّ نَائِبُهُ ثُمَّ الْقَاضِي ثُمَّ إِمَامُ الْحَيِّ ثُمَّ الْوَلِيُّ وَلِمَنْ لَهُ حَقُّ التَّقْدِمِ أَنْ يَأْذَنَ لِغَيْرِهِ فَإِنْ صَلَّى غَيْرُهُ أَعَادَهَا إِنْ شَاءَ وَلَا يُعِيدُ مَعَهُ مَنْ صَلَّى مَعَهُ غَيْرُهُ وَمَنْ لَهُ وَلَايَةُ التَّقْدِمِ فِيهَا أَحَقُّ مِمَّنْ أَوْصَى لَهُ الْمَيِّتُ بِالصَّلَاةِ عَلَيْهِ عَلَى الْمُفْتَى بِهِ وَإِنْ دُفِنَ بِهَا صَلَاةُ صَلَّى عَلَى قَبْرِهِ وَإِنْ لَمْ يُغْسَلْ مَا لَمْ يَتَفَقَّحْ وَإِذَا جُمِعَتِ الْجَنَائِزُ فَأَلْفَرَادُ بِالصَّلَاةِ لِكُلِّ مِنْهَا أَوْلَى وَيُقَدَّمُ الْأَفْضَلُ فَلَا أَفْضَلَ وَإِنْ اجْتَمَعْنَ وَيُصَلَّى عَلَيْهَا مَرَّةً جَعَلَهَا صَفًّا طَوِيلًا مِمَّا يَلِي الْقَبِيلَةَ بَحَيْثُ يَكُونُ صَدْرُ كُلِّ قَدَامِ الْإِمَامِ وَرَأَى التَّرْتِيبَ فَيَجْعَلُ الرَّجَالَ مِمَّا يَلِي الْإِمَامَ ثُمَّ الصَّبِيَّانَ بَعْدَهُمْ ثُمَّ الْخَنَائِي ثُمَّ النِّسَاءَ وَلَوْ دُفِنُوا فِي قَبْرِ وَاحِدٍ وَضِعُوا عَلَى عَكْسِ هَذَا.

ترجمہ :- بادشاہ نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حقدار ہے پھر اس کا نائب، پھر قاضی، پھر محلے کا امام اور اسکے بعد ولی اور جسے حق تقدم حاصل ہے اسے یہ حق پہنچتا ہے کہ جسے چاہے اجازت دیدے تو اگر اسکے علاوہ کسی نے پڑھادی تو اس کا اعادہ کر سکتا ہے اگر چاہئے اور جن لوگوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھ لی ہے وہ لوگ نہیں لوٹائیں گے اور جس کو ولایت تقدم ہو وہ اس سے زیادہ حقدار ہے جس کو میت نے نماز جنازہ پڑھانے کی وصیت کی ہو، یہی مفتی بہ قول ہے اور اگر بلا نماز جنازہ کے دفن کر دیا گیا تو اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے اگرچہ اسے غسل نہ دیا گیا ہو، مگر جب اس کا بدن پھشانہ ہو اور جب بہت سے جنازے اکٹھے ہو جائیں تو سب کا الگ الگ پڑھنا افضل ہے اور جو ان میں زیادہ افضل ہو اسکو مقدم کیا جائے پھر اسکے بعد جو افضل ہو اس کو مقدم کیا جائے۔

تشریح و مطالب :- ابھی تک مصنفؒ یہ بیان کر رہے تھے کہ کس طرح غسل دیا جائے اور کون کس کو غسل دے سکتا ہے، کس طرح کفن دیا جائے اور کن کن کپڑوں میں کفن دیا جائے کفن کے بعد

جنازہ کو کہاں رکھا جائے اور کس طرح رکھا جائے اب جب کہ ان چیزوں کو بیان کر چکے اور ان کے طریقوں کو بھی بتا چکے تو اب یہاں سے یہ بیان کر رہے ہیں کہ اب صرف نماز جنازہ باقی ہے تو اسکو کون پڑھائے کس کو اسکا زیادہ حق پہونچتا ہے۔

السلطان :- جنازہ کی نماز پڑھانے کا زیادہ حق بادشاہ کو حاصل ہوتا ہے اس لئے کہ وہ قائم مقام نبی کے ہوتا ہے اور قرآن میں ہے **النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ**۔ اب اگر بادشاہ موجود نہ ہو تو سب سے زیادہ حق قاضی کو ملتا ہے اس لئے کہ وہ تمام لوگوں کا ولی ہوتا ہے اور اس کی ولایت عام ہوتی ہے اور اب اگر قاضی بھی موجود نہ ہو تو محلے میں جو بزرگانہ نماز پڑھاتا ہے وہ پڑھائے گا لیکن اگر محلے کے امام سے افضل ولی ہو تو ولی ہی پڑھائے گا اور محلے کے امام کو اس وجہ سے ولایت ملتی ہے اور نماز جنازہ پڑھانے کا حق دار ہوتا ہے کہ اس مردے نے اپنی زندگی میں اس کے پیچھے نماز پڑھی ہے لہذا اب مرنے کے بعد بھی وہی اس کی امامت کرے بعض حضرات نے اس کے اندر یہ قید لگائی ہے کہ زندگی میں وہ اس کے پیچھے پڑھنے پر راضی رہتا رہا ہو، لہذا اگر یہ بات معلوم ہو گئی کہ وہ اس امام سے راضی نہیں تھا تو اس کو حق نہیں ملے گا، لیکن علامہ شامی نے یہ قید لگا رکھی ہے کہ یہ ناراضگی کسی وجہ معقول کی بنا پر ہو، بعض فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ محلے کے امام سے زیادہ حق جامع مسجد کے امام کو حاصل ہے۔

ثم الولی :- یعنی عصباء کے اعتبار سے جو میت کا زیادہ قریبی ہو اسکو حق پہونچے گا لیکن اس کی ولایت میں وہی لوگ شامل ہیں جن کیلئے نماز جنازہ پڑھانی درست ہو لہذا اس ولایت میں عورت بچے پاگل وغیرہ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ یہ لوگ نماز جنازہ پڑھانے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

لغیرہ :- یعنی جو نماز جنازہ پڑھا سکتا تھا اسے اس کا حق پہونچتا تھا مگر اس کے باوجود اس نے دوسرے کو اجازت دے دی کہ تم نماز پڑھاؤ تو یہ صحیح ہے اس لئے کہ حقدار نے اپنا غلیفہ مقرر کر دیا ہے اور کسی چیز میں اپنے حق کو ساقط کر کے دوسرے کو دیا جاسکتا ہے۔

غیرہ :- یعنی جس کو حق نہیں تھا کہ وہ نماز جنازہ پڑھاتا اس نے بلا ولی کی اجازت کے امامت کر دی اور ولی نے اس کے پیچھے نماز جنازہ نہیں پڑھی تو اب وہ لوٹا سکتا ہے لیکن اگر ولی نے بھی اس کے پیچھے پڑھ لی تو اب اس وقت کسی کو دوبارہ پڑھنی جائز نہیں اس لئے کہ اجازت ولی کو تھی اور اس نے دوسرے کے پیچھے ادا کر کے اس بات کو ثابت کر دیا کہ میں راضی ہوں تو اب فرض ادا ہو گیا اور جنازہ کی نماز میں نفل نہیں، لیکن اگر بادشاہ نے نماز جنازہ پڑھائی ہے تو اب ولی کو حق نہیں پہونچتا کہ وہ اسکو لوٹائے اس لئے کہ بادشاہ کو زیادہ حق ہے اس کی عدم موجودگی میں دوسرے لوگ پڑھائیں گے، چنانچہ حضور پاک ﷺ پر صحابہ کرام نے فوج در فوج نماز جنازہ پڑھی تو اسکے بعد کسی نے پھر دوبارہ نہیں ادا کی (حاشیہ ہدایہ بتصرف) اسی طرح اگر ولی وغیرہ نے نماز جنازہ پڑھ لی تو اب بادشاہ اور قاضی کو بھی حق ہے کہ وہ نماز جنازہ لوٹائیں اسلئے کہ جب ولی

اعادہ کر سکتا ہے تو ان لوگوں کو توبہ سے زیادہ حق ہے لیکن مصحفی میں ہے کہ اعادہ نہیں کر سکتا۔ (شامی بالا مختصر)
 احق :- اس لئے کہ اس وقت قول مفتی بہ کے مطابق وصیت باطل ہو جائے گی لیکن صدر الشہید نے نوادر
 رستم میں لکھا ہے کہ وصیت جائز ہے اور وہ پڑھا سکتا ہے۔ (مراقی الفلاح)

ان دفن :- یعنی نماز جنازہ نہیں ہوئی تھی اور اسے قبر میں اتار دیا گیا تو اب اس پر نماز جنازہ اس کے قبور پر
 پڑھی جائے گی، علامہ ابن ہمام صاحب فتح القدیر نے لکھا ہے کہ اگر اس پر مٹی ڈال دی گئی ہو تو اب وہ ہمارے ہاتھ سے
 نکل کر خدا کے سپرد ہو گیا ہے لہذا اس کو اسی حالت پر چھوڑ دیا جائے گا لیکن اگر ابھی مٹی نہ ڈالی گئی ہو اور یہ بات معلوم
 ہو گئی کہ ابھی نماز جنازہ نہیں ہوئی ہے تو اب اس کو نکال کر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور حاکم نے جامع صغیر کے خلاصہ
 میں لکھا ہے کہ اگر بلا غسل اور بلا نماز کے دفن کر دیا گیا اور اس کو اینٹوں سے بند بھی کر دیا گیا تو اب اگرچہ اس کی قبر میں
 مٹی نہ ڈالی گئی ہو تب بھی اس کو نہیں نکالا جائے گا۔

ان لم يغسل :- یعنی اس حالت میں دفن کیا گیا کہ نہ تو اس پر نماز جنازہ پڑھی گئی تھی اور نہ اسے غسل دیا گیا تھا
 تو اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ امام کرخی فرماتے ہیں کہ یہ نماز جنازہ استحساناً ہے اس لئے کہ اس کا نکالنا ممکن نہیں
 لہذا اب اس وقت اس سے غسل ساقط ہو جائے گا لیکن اگر کسی نے بلا غسل دیئے اس کی نماز جنازہ پڑھ لی تو یہ نماز جنازہ درست
 نہیں، اب اسے غسل دیا جائے اور نماز جنازہ کو دوبارہ پڑھی جائے اس لئے کہ جو نماز پہلے پڑھی گئی تھی وہ باطل ہو گئی اور اب وہ
 کالعدم ہو گئی اسی طرح جب تک قبر بند نہ کی جائے اس وقت تک اس کو نکال کر غسل دیا جاسکتا ہے۔ (مراقی الفلاح)

مالم يتفسخ :- یعنی جب تک اس کے اعضاء منتشر نہ ہوں اس وقت تک قبر پر اس کی نماز جنازہ پڑھی جاسکتی
 ہے اس کے لئے کوئی عدد متعین نہیں ہے کیونکہ موسم نیز ملکی آب و ہوا کے اعتبار سے یہ مدت مختلف ہوگی اصل یہ ہے
 کہ موسم اور جگہ کا اعتبار کرتے ہوئے رائے قائم کی جائے گی اگر یہ شک ہو کہ لاش پھٹ گئی ہوگی تو شک کی صورت
 میں اب نماز جنازہ نہ پڑھی جائے (طحاوی) نیز میت کو بھی دیکھا جائے گا اگر مرنے والا موٹا ہے تو اس کی لاش جلدی
 پھٹ جائے گی اسی طرح اگر کوئی مرض ہو کہ جس کی وجہ سے میت کی لاش جلدی خراب ہو جاتی ہے۔

يقدم الافضل :- یعنی اگر اتفاق سے بہت سی میتیں ایک جگہ جمع ہو جائیں تو بہتر یہی ہے کہ ہر ایک کی الگ الگ
 نماز جنازہ پڑھائی جائے لیکن اگر ایک ہی جگہ پڑھانی ہو تو اب صف طو لا اور عرضاً دونوں طرح بنائی جاتی ہے اور اسکے اندر
 ایک کے سر کو دوسرے کے سر سے نیچا رکھا جائے اس لئے کہ حضور ﷺ نے اسی طرح نماز جنازہ پڑھائی ہے نیز صحابہ
 کرامؓ کا بھی اسی پر تعامل رہا ہے اور امام ابو حنیفہؒ کا بھی مذہب یہی ہے لیکن اگر سب کو برابر رکھ دیا گیا تو اب بھی کوئی
 حرج نہیں ہے اور ابن ابی لیلیٰ نے بھی اسی کو پسند کیا ہے۔

وضعوا :- یعنی جو صورت ابھی اوپر مذکور ہوئی قبر میں رکھتے وقت اس کا برعکس لیا جائے گا چنانچہ قبلہ کی
 طرف افضل کو رکھا جائے گا پھر اس کے بعد اسی ترتیب سے دفن کیا جائے گا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء
 احد کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا تھا۔

وَلَا يَقْتَدِي بِالْإِمَامِ مَنْ وَجَدَهُ بَيْنَ تَكْبِيرَتَيْنِ بَلْ يَنْتَظِرُ تَكْبِيرَ الْإِمَامِ فَيَدْخُلُ مَعَهُ وَيُؤَافِقُهُ فِي دُعَائِهِ ثُمَّ يَقْضِي مَا فَاتَهُ قَبْلَ رَفْعِ الْجَنَازَةِ وَلَا يَنْتَظِرُ تَكْبِيرَ الْإِمَامِ مَنْ حَضَرَ تَحْرِيمَتَهُ وَمَنْ حَضَرَ بَعْدَ التَّكْبِيرَةِ الرَّابِعَةِ قَبْلَ السَّلَامِ فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ فِي الصَّحِيحِ وَتَكَرَّرَ الصَّلَاةُ عَلَيْهِ فِي مَسْجِدِ الْجَمَاعَةِ وَهُوَ فِيهِ أَوْ خَارِجَهُ وَبَعْضُ النَّاسِ فِي الْمَسْجِدِ عَلَى الْمُخْتَارِ وَمَنْ اسْتَهْلَ سُمِّيَ وَغُسِلَ وَصَلَّى عَلَيْهِ وَإِنْ لَمْ يَسْتَهْلْ غُسِلَ فِي الْمُخْتَارِ وَأُذْرِجَ فِي خُرْقَةٍ وَدُفِنَ وَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ كَصَبِي سَبِيٍّ مَعَ أَحَدِ أَبَوَيْهِ إِلَّا أَنْ يُسَلِّمَ أَحَدُهُمَا أَوْ هُوَ أَوْ لَمْ يُسَبِّ أَحَدُهُمَا مَعَهُ وَإِنْ كَانَ لِكَافِرٍ قَرِيبٌ مُسْلِمٌ غَسَلَهُ كَغَسَلِ خُرْقَةٍ نَجَسَةٍ وَكَفَّنَهُ فِي خُرْقَةٍ وَالْقَاهُ فِي خُرْقَةٍ أَوْ دَفَعَهُ إِلَى أَهْلِ مِلَّتِهِ وَلَا يُصَلَّى عَلَى بَاغٍ وَقَاطِعٍ طَرِيقٍ قُتِلَ فِي حَالَةِ الْمُحَارَبَةِ وَقَاتِلٍ بِالْخَنَقِ غِيلَةً وَمُكَابِرٍ فِي مِصْرٍ لَيْلًا بِالسَّلَاحِ وَمَقْتُولٍ عَصِيَّةً وَإِنْ غَسَلُوا وَقَاتِلَ نَفْسَهُ يُغَسَّلُ وَيُصَلَّى عَلَيْهِ لَا عَلَى قَاتِلِ أَحَدِ أَبَوَيْهِ عَمْدًا.

ترجمہ:- اور جو شخص اس وقت پہنچا کہ امام دو تکبیروں کے درمیان تھا تو اس کی اقتداء نہ کرے بلکہ اس کا انتظار کرے کہ امام تکبیر کرے تو اس کے ساتھ داخل ہو جائے اور دعائیں شرکت کرے پھر جنازہ کے اٹھائے جانے سے قبل بقیہ کی قضا کرے، اور جو تکبیر تحریمہ کے وقت پہنچا ہو وہ انتظار نہ کرے اور جو چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے قبل آکر ملا تو صحیح مذہب کے مطابق اسکی نماز جنازہ فوت ہوگئی، اور اس حال میں جنازہ کی نماز پڑھی جائے کہ میت مسجد میں ہو جس میں بجگانہ نماز ہوتی ہو تو یہ مکروہ ہے یا میت تو باہر ہو لیکن بعض لوگ مسجد میں ہوں مختار مذہب کے مطابق - اور جس نے پیدا ہونے کے وقت آٹھار کی اس کا نام رکھا جائے گا اور غسل دیا جائے اور اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے اور اگر پیدا ہونے کے بعد رویا نہیں تو مختار مذہب کے مطابق اسے غسل دیا جائے اور کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے اور اس پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے جیسے وہ بچہ جو دار الحرب سے اپنے ماں باپ کے ساتھ قید ہو کر آیا ہو مگر اس وقت پڑھی جائے گی جب ان میں سے کوئی ایک اسلام لے آیا ہو یا اس بچہ نے خود ہی اسلام قبول کر لیا ہو یا اسکے ساتھ ماں باپ کو گرفتار نہیں کیا گیا اور اگر کسی کافر کا کوئی قریبی مسلمان ہو تو اس کو اس طرح غسل دے گا جس طرح ناپاک کپڑا دھلا جاتا ہے اور کسی نکلڑے میں کفن دے گا اور اس کو گڑھے میں ڈال دے گا یا اس کی ملت والوں کو دے دے اور باغی اور ڈاکو کو جو حالت جنگ میں قتل کئے گئے ہوں ان پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی اور وہ شخص جو خفیہ طور پر گلا گھونٹ کر لوگوں کو مار ڈالتا ہو یا رات کے وقت شہر میں ہتھیار لے کر قتل کرتا ہو، یا وہ جو عصیت میں قتل کرتا ہو اس پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اگرچہ غسل دے دیا جائے اور خود کشی کرنے والے کو غسل دیا جائے اور نماز پڑھی جائے اور وہ شخص جس نے والدین میں سے ایک کو جان بوجھ کر قتل کیا اس کا ساتھ ایسا معاملہ نہیں کیا جائے گا۔

تشریح و مطالب:- لایقندی یعنی ایک شخص ایسے وقت آیا کہ امام ایک تکبیر یا دو تکبیر کہہ چکا تھا تو اب یہ فوراً شریک نہ ہو بلکہ اس بات کا انتظار کرے کہ امام اور تکبیر کہے پھر اسکے بعد اس کے ساتھ شریک ہو اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ انتظار نہ کرے بلکہ جب آیا ہو اسی وقت تکبیر کہہ کر امام کے ساتھ

شریک ہو جائے اور یہ تکبیر اس کی تکبیر افتتاح میں شمار ہوگی اور یہ مثل مسبوق کے ہے اور مسبوق ایسا کرتا ہے۔

لا ینتظر: مطلب یہ ہے کہ ایک شخص پہلے سے موجود تھا اور امام نے تکبیر کہہ کر نیت باندھ لی اور اس نے اس کے ساتھ تکبیر نہیں کہا تو اب یہ انتظار نہ کرے بلکہ فوراً اس کے ساتھ تکبیر کہہ کر شریک ہو جائے۔

بعد: یعنی کوئی اس وقت آیا کہ امام چوتھی تکبیر تو کہہ چکا تھا لیکن ابھی تک اس نے سلام نہیں پھیرا تھا تو اب یہ اگرچہ امام کے ساتھ شریک ہو رہا ہے لیکن مذہب اصح کے بموجب اس کو نماز جنازہ کا پانے والا نہیں کہا جائے گا امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں تین مرتبہ تکبیر کہہ کر جنازہ کے اٹھنے سے پہلے سلام پھیر دے اور امام ابو یوسفؒ ہی کے قول پر اس وقت فتویٰ ہے چنانچہ صاحب طحاوی اور صاحب مراقی الفلاح دونوں حضرات یہی فرماتے ہیں کہ ایسا شخص امام کے سلام سے پہلے تکبیر کہہ ڈالے اور پھر اسکے بعد باقی تکبیریں کہہ کر سلام پھیر دے اور نماز کو پوری کرے۔

تکروہ: اسکے مکروہ تحریمی اور تنزیہی ہونے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے محقق ابن ہمام فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اکثر متأخرین اسکے مکروہ تنزیہی ہونے کے قائل ہیں اور اس میں اصل یہ ہے کہ اگر کسی ایسی چیز کا خطرہ ہو کہ اسکے رکھنے کی وجہ سے مسجد میں ناپاکی آجائے گی اور گندی چیز یا اس میت کے جسم سے کوئی چیز نکل جائے گی تو اب رکھنا مکروہ تحریمی ہے ورنہ مکروہ تنزیہی۔ جو حضرات مکروہ تحریمی کے قائل ہیں وہ حضرات اس حدیث پاک سے استدلال کرتے ہیں کہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی میت فی المسجد فلا شنی علیہ (ابوداؤد) لیکن اگر کوئی مسجد ایسی ہو کہ جو اسی لئے بنائی گئی ہو تو اس میں نماز جنازہ کا پڑھنا مکروہ نہیں اور اسی طرح عید گاہ اور مدرسہ میں رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں اس لئے کہ وہاں پر پنجوقتہ نمازیں جماعت سے نہیں ہوتیں اسی لئے مسجد میں الجماعت کی قید لگا کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ اس مسجد میں مکروہ نہیں جس میں نماز نہ ہوتی ہو خواہ وہ جامع مسجد ہو یا محلے کی اگر اس میں نماز ہوتی ہے تو مکروہ ہے اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ کی عادت شریفہ یہ نہ تھی کہ آپ مسجد میں جنازہ رکھ کر نماز پڑھتے تھے اور نہ خلفائے راشدین نے ہی ایسا کیا اور جن روایتوں میں آتا ہے کہ آپ نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھائی وہ وقت خاص کے لئے مخصوص تھا اس طرح اگر کوئی عذر ہو مثلاً بارش ہو رہی ہو باہر ممکن نہ ہو یا اسی طرح سے امامت کا جو مستحق تھا وہ اعتکاف میں ہے تو اب مسجد میں رکھ کر مکروہ نہیں اسی طرح علماء نے لکھا ہے کہ سڑک پر رکھ کر یا کسی غیر کی زمین پر رکھ کر نماز جنازہ پڑھنی مکروہ ہے (طحاوی)

المختار: اس سے امام نسفی کی تردید مقصود ہے اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اگر میت مسجد کے باہر ہو تو مکروہ نہیں اسی طرح شمس الاممہ فرماتے ہیں کہ اگر دلی بھی مسجد کے اندر ہو تو اس صورت میں کراہیت ہے لیکن اگر کسی شہر والوں کی یہ عادت ہے کہ وہ مسجد میں رکھ کر نماز جنازہ پڑھتے ہیں تو اب اس میں کراہیت نہیں اس لئے کہ بانی مسجد کو اس بات کا علم ہے لیکن اگر تلویت کا خطرہ ہو تو یہ بھی مکروہ ہے۔ (مراقی و طحاوی بتصرف)

استہل: یعنی جب پیدا ہوا تو اسکے اندر کوئی ایسی علامت پائی گئی کہ جس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ وہ باحیات ہے

مثلاً اسے چھینک آئی یا اسی طرح جانی لیا مگر اس کے اندر اس حرکت کا اعتبار نہ کیا جائے گا جو حرکت جان نکلنے کے بعد ہوتی ہے جیسے کہ مرنے کے بعد ہاتھ پاؤں اینٹھ رہے ہیں تو اسے زندگی کی علامت نہیں کہا جائے گا یہ حرکت تو بالکل اسی طرح ہے کہ جانور کو ذبح کرنے کے بعد وہ اعضا کو حرکت دیتا ہے ہاں یہ ضروری نہیں کہ بچہ کا پورا جسم ماں کے پیٹ سے نکل گیا ہو اس وقت یہ حرکت پیدا ہوئی ہو بلکہ اگر اس کا اکثر حصہ اور وہ بھی سر کی طرف سے نکل گیا ہے اور اگر سر سے نہیں نکل رہا ہے بلکہ پاؤں کی طرف سے پہلے نکل رہا ہے تو اب ناف تک نکل گیا ہو اور اس حالت میں وہ رو یا اسی طرح زندگی کی کوئی اور علامت پائی گئی تو اس وقت بھی اس کو زندہ شمار کیا جائے گا اور اس کو غسل دیا جائے گا اور اسی طرح نماز جنازہ پڑھی جائے گی (مراقی الفلاح) اسلئے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے اذا استهل المولود صلی علیہ وان لم يستهل لم یصل علیہ اس لئے کہ یہ رو یا آواز نکالنا کسی حرکت کا کرنا اس بات کی علامت ہے کہ وہ باحیات ہے اور اگر اسکے اندر کوئی حرکت نہ پائی گئی تو اب اسکو کرامت بنی آدم کی وجہ سے کفن دے کر دفن کر دیا جائے گا۔

کھسی: ان مسائل کے متعلق چند اصول قابل لحاظ ہیں (الف) اگر اس کے ماں باپ موجود ہوں تو ماں باپ میں جس کا مذہب بہتر ہو بچہ کا بھی وہی مذہب مانا جائے گا اور اسی کے تحت اسے کفن و دفن کیا جائے گا۔ اگر کسی جگہ ایسا ہو کہ ایک تو مشرک ہو اور ایک کتابی تو اس کو کتابی کے تحت رکھا جائے گا اسلئے کہ کتابی مشرک سے بہتر ہے، یا اگر کتابی اور مسلم ایک جگہ جمع ہو جائیں تو جو ان میں سے مسلم ہو گا اس کے ماتحت اسکا حکم ہو گا اس لئے کہ مسلم کتابی سے بہتر ہے (ب) اگر بچہ اس عمر میں ہے کہ وہ ذی شعور ہے اسلام اور کفر کو سمجھتا ہے اور اسکے بعد وہ مسلمان ہو گیا تو اب بچے کا اعتبار کیا جائے گا اور اسے مسلمان مانا جائے گا اس وقت والدین کا اعتبار نہیں ہو گا خواہ وہ کتابی ہوں یا مشرک (ج) اگر بچہ تنہا ہے نہ اسکے ساتھ ماں ہے نہ باپ تو اس وقت اس کو مسلمان شمار کیا جائے گا اور مسلم کی طرح کفن دیا جائے گا اور نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اب جبکہ یہ مقدمات سامنے آگئے تو اب اصل مسئلہ کو یوں سمجھئے اگر بچہ دار الحرب سے ماں باپ کے ساتھ گرفتار کر کے لایا گیا ہے تو اگر ان میں سے کوئی بھی مسلمان ہو گیا تو اب بچہ کو اسی کے تابع کر کے یہ کہا جائے گا کہ بچہ بھی مسلمان ہے اور اگر کسی نے اسلام قبول نہیں کیا تو اب بچہ کو بھی کافر کہا جائے گا اور اگر بچہ ذی عقل و فہم تھا اور وہ خود اسلام لے آیا تو اس کا اسلام لانا معتبر ہو گا اور اگر یہ صورت ہو کہ بچہ صرف اکیلا گرفتار کر کے لایا گیا تو اب دار الاسلام میں اسے مسلمان مان لیا جائے گا اور اسکے مرنے کے بعد غسل دے کر کفن دیا جائے گا اور اس پر نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔ (طحاوی، بتصرف)

وان كان لکافر: یعنی اگر کوئی کافر مر گیا اور اس کا قریبی کوئی ہے تو اس کو غسل دے کر کسی کپڑے میں لپیٹ دے گا اور دفن کر دے گا اور اگر چاہے تو دفن کیلئے اس کی ملت والوں کو دے دے۔ مصنف نے یہاں پر مطلق استعمال کیا ہے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگرچہ اسکے قریبی اور ہوں لیکن بہتر یہی ہے کہ یہی اسکو غسل دے اسلئے کہ جب حضرت علیؑ کے والد ابوطالب کا انتقال ہو گیا تو آپ نے انکو حکم دیا کہ انکو دفن کر دو چنانچہ حضرت سعدؓ کی روایت ہے کہ عن علی قال لما اخبرت رسول الله صلى الله عليه وسلم بموته بكى ثم قال لي اذهب فاغسله و كفته الخ۔

کفصل خرقۃ: یعنی اس کو نہ تو وضو کرایا جائے گا اور نہ اسی طرح دیگر مستحبات غسل کا اعتبار کیا جائے گا اسی طرح تین کپڑوں کا بھی اہتمام نہ ہو گا کہ جس طرح مسلم کے کفن میں تین کپڑوں کا لحاظ کیا جاتا ہے ایسے ہی جس طرح مسلمان کے لئے قبر بنائی جاتی ہے ایسی نہیں بنائی جائے گی بلکہ ایک گڑھا کھود کر اس میں ڈال دیں گے اور اس میں کسی رخ کا بھی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

باغ: خواہ یہ بغاوت کرنے والا مسلمان ہو یا کافر ہر حالت میں اسکے ساتھ مسلمان جیسا معاملہ نہیں کیا جائیگا۔
یصلی علیہ: یعنی جان بوجھ کر جس نے اپنے کو قتل کیا ہے اس کے اوپر نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہ پڑھی جائے؟ اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے بعض حضرات پڑھنے کے قائل ہیں اور بعض حضرات انکار کرتے ہیں چنانچہ حضرت امام ابو یوسفؒ اسی کے قائل ہیں کہ اسکے اوپر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اور امام ابو یوسفؒ حضرت جابر بن سمرہؓ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں قال اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم برجل قتل نفسه بمشاقص فلم یصل علیہ (مسلم) امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ یہ شخص ظالم ہے لہذا اس کے ساتھ اہل بغاوت کا معاملہ کیا جائے گا اور حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اس لئے کہ اس کا خون معاف ہے لہذا یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ خود اپنی موت سے مرا ہو۔ (فتح القدیر)

لا علی قاتل: یہ قتل اس وقت ہے کہ جب اس کے والدین مسلمان ہوں اس لئے کہ اگر وہ کافر ہوں یا حربی ہوں یا باغی ہوں تو ان کے قتل کرنے پر یہ حکم نہیں ہوگا، مسلمان والدین میں سے کسی ایک کے قتل کرنے پر اس شخص کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی اس لئے کہ والدین کا مقام بہت بلند ہے اسی لئے اگر کسی نے اپنے لڑکے کو قتل کر دیا تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ صرف وراثت سے محروم کر دیا جائے گا۔ (حاشیہ شیخ الادب)

﴿فصل فی حملہا ودفینہا﴾

یُسَنُّ لِحَمْلِهَا أَرْبَعَةُ رَجَالٍ وَيَتَّبِعُ حَمْلَهَا أَرْبَعِينَ خُطْوَةً يَبْدَأُ بِمُقَدِّمِهَا الْاَيْمَنِ عَلَى يَمِينِهِ وَيَمِينُهَا مَا كَانَ جِهَةً يَسَارُ الْحَامِلُ ثُمَّ مُؤَخَّرَهَا الْاَيْمَنِ عَلَيْهِ ثُمَّ مُقَدِّمِهَا الْاَيْسَرِ عَلَى يَسَارِهِ ثُمَّ يَخْتِمُ الْاَيْسَرُ عَلَيْهِ وَيَسْتَجِبُ الْاِسْرَاعُ بِهَا بِلَا حَبَبٍ وَهُوَ مَا يُؤَدِّي إِلَى اضْطِرَابِ الْمَيِّتِ وَالْمَشْيُ خَلْفَهَا أَفْضَلُ مِنَ الْمَشْيِ أَمَامَهَا كَفَضْلِ صَلَوةِ الْفَرَضِ عَلَى النَّفْلِ وَيَكْرَهُ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ وَالْجُلُوسَ قَبْلَ وَضْعِهَا وَيُحْفَرُ الْقَبْرُ نِصْفَ قَامَةٍ أَوْ إِلَى الصَّدْرِ وَإِنْ زِيدَ كَانَ حَسَنًا وَيُلْحَدُ وَلَا يَشَقُّ إِلَّا فِي أَرْضٍ رَخْوَةٍ وَيَدْخُلُ الْمَيِّتُ مِنْ جِهَةِ الْقَبِيلَةِ وَيَقُولُ وَأَضَعُهُ بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُوجَّهُ إِلَى الْقَبِيلَةِ عَلَى جَنْبِ الْاَيْمَنِ وَيُحَلُّ الْعَقْدُ وَيَسْوَى اللَّبَنُ عَلَيْهِ وَالْقَصَبُ وَكُرَّةُ الْاَجْرِ وَالْحَشَبُ وَأَنْ يُسَجَّى قَبْرُهَا لِأَقْبَرَةٍ وَيُهَالُ التُّرَابُ وَيُسَمَّى الْقَبْرُ وَلَا يُرْبَعُ.

ترجمہ:- جنازہ کو چار آدمیوں کا اٹھانا مسنون ہے اور اس کا چالیس قدم تک اٹھانا چاہئے اور اس کے دائیں سے شروع کیا جائے اور اپنے دائیں پر ہو اور اس کا دایاں وہ ہے جو اٹھانے والے کا بایاں ہو گا پھر اس کے بعد اس کے پچھلے حصہ کو

اپنے دائیں پر پھر اس کے بائیں حصہ کو اپنے بائیں حصہ پر پھر بائیں حصہ کے اخیر کو اپنے بائیں پر۔ پھر بائیں پر ختم کر دیا جائے اور جنازہ لے کر تیز چلنا بلا کسی جب کے بہتر ہے اور جب وہ ہے جس سے میت کو جھٹکے لگیں اور جنازہ کے پیچھے چلنا اسکے آگے چلنے سے افضل ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے فرض نماز کی فضیلت نفل پر اور آواز بلند کرنا مکروہ ہے اور اسی طرح جنازہ کو رکھنے سے قبل زمین پر بیٹھنا مکروہ ہے اور قبر نصف قامت سینہ تک کھودی جائے اور اگر اس سے زائد کھودی جائے تو بہتر ہے اور قبر کو بغلی بنائی جائے اور لحد نہ بنائی جائے مگر نرم زمین میں اور میت کو قبلہ کی جانب سے اتارا جائے قبر میں میت کو رکھنے والا یہ کہے بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اور اسکے دانپنے کروٹ پر قبلہ کی طرف رخ کر کے لٹادیا جائے اور گرہیں کھول دی جائیں اور کچی اینٹیں اور بانس برابر کر دیئے جائیں اور کچی اینٹ اور لکڑی کا رکھنا مکروہ ہے اور عورت کی قبر پر پردہ کیا جائے مرد پر نہیں اور مٹی ڈال دی جائے اور قبر کو کوہان کی طرح بنادیا جائے اور اسے چو کور نہ بنائی جائے۔

تشریح و مطالب: ابھی تک مصنفؒ یہ بیان کر رہے تھے کہ کس طرح غسل اور کفن دیا جائے اس کے بعد یہ بیان کیا کہ نماز جنازہ کون پڑھائے اب جب کہ یہ تمام باتیں بیان کر چکے تو اب یہاں سے یہ بیان کرنا چاہ رہے ہیں کہ جب جنازہ کی نماز پڑھ لی گئی تو اب اسے قبرستان تک کس طرح لے جایا جائے چونکہ غسل کرنا اور کفن پہننا پہلے ہوتا ہے اس لئے اسے اولاً ذکر کیا قبرستان میں لے جانا بعد میں ہوتا ہے اس لئے اسے مؤخر کیا۔

رجال: مصنفؒ نے رجال کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ عورتوں کا اٹھانا مکروہ ہے اسی طرح سواری پر بیجانا بھی مکروہ ہے لیکن اگر کسی عذر کی بنا پر کسی سواری وغیرہ پر لے جایاے مثلاً قبرستان بہت دور ہے لوگوں کو اپنے کندھوں پر لے جانا مشکل ہے یا اسی طرح سے اٹھانے والا صرف ایک ہو اس کے علاوہ اور کوئی موجود نہ ہو تو اس صورت میں سواری پر لے جانا مکروہ نہیں اور اس کو چار آدمی کے اٹھانے میں اس کی تکریم ہے ہاں اگر بچہ ہو تو ایک آدمی اپنے ہاتھوں میں لے لے اور اسکے بعد لوگ اس کے ہاتھوں سے ایک دوسرے لیتے رہا کریں اس لئے کہ بچے کو ایک آدمی کے اٹھانے میں مشقت بھی نہیں ہے (مراتی الفلاح بقرف) لیکن امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ دو آدمیوں کا اٹھانا سنت ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت سعد بن معاذؓ کے جنازہ کو صرف دو آدمیوں نے اٹھایا تھا لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے جنازہ میں فرشتوں کا اثر دجام تھا۔ (کذا فی الہدایۃ)

اربعین: لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من حمل جنازۃ اربعین خطوۃ کفرت عنہ اربعین کبیرۃ ولقول ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ من حمل الجنازۃ بجوانبہا الاربع فقد قضی الذی علیہ (مراتی الفلاح) صورت مذکورہ میں ہر ایک طرف سے دس دس قدم لیکر چلے اس طرح جب چاروں طرف سے اٹھائے گا تو اب چالیس قدم ہو جائیں گے (مراتی الفلاح) ایک بات یاد رکھنی چاہئے کہ جنازہ کا اٹھانا فرض کفایہ ہے اسلئے اس پر اجرت نہیں لی جاسکتی نیز جنازہ کا اٹھانا ایک طرح سے عبادت ہے اسلئے ہر ایک کو اس کی طرف بڑھنا چاہئے اور سنت بھی ہے اسلئے کہ حضور ﷺ نے حضرت سعد بن معاذؓ کے جنازہ کو اٹھایا ہے (طحاوی بحذف)

یبدأ بمقدمها: اس عبارت میں ذرا اجمال ہے اکثر لوگ اسکو سمجھنے میں پریشان ہوتے ہیں لہذا اسکو خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے چونکہ میت کو چٹ لٹایا جاتا ہے اسلئے اب میت کے پیر کی طرف جب آدمی کھڑا ہوگا تو اٹھانے والے کا دایاں اسکے بائیں طرف ہوگا لیکن اگر اٹھانے کے علاوہ دیکھا جائے تو میت کا دایاں اس کا بائیں ہوگا۔ (طحاوی علی مراقی الفلاح)

يستحب: لقوله عليه الصلوة والسلام اسرعوا بالجنابة جیسا کہ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت میں ہے فان تک صالحاً فخير تقدمونها اليه وان تک غير ذلك فتر تضعونه علی رقابکم لیکن اس قدر تیز نہ چلا جائے کہ جس سے میت کو تکلیف ہو بلکہ درمیانہ چال چلا جائے۔ حضور ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ مرد نیک ہے تو زیادہ بہتر ہے کہ اس کو اس کے ٹھکانے پر جلدی سے پہنچا دیا جائے تاکہ اس کو اپنا بدلہ مل جائے اور اگر وہ نیک و صالح نہیں ہے تو اب اس وجہ سے ایک ایسے آدمی کو اپنے کندھوں پر کیوں دیر تک رکھو کہ جس پر عذاب ہونے والا ہو اس لئے جلدی سے اسے یہاں سے منتقل کر دو۔ (مراقی الفلاح بتصرف)

خب: کی یہ تفسیر کی جاتی ہے کہ ضرب من العدو یعنی ایک قسم کی دوڑ ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ مردے کو اس سے جھٹکا لگے۔

المشی خلفها: لقول علیؓ والذی بعث محمداً ﷺ بالحق ان فضل الماشی خلفها علی الماشی کفضل المكتوبة علی التطوع اس کو سننے کے بعد حضرت ابو سعید خدریؓ نے فرمایا کہ کیا آپ یہ اپنی رائے سے کہہ رہے ہیں یا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے سنا ہے حضرت علیؓ ان کا سوال سن کر غصہ ہو گئے اور فرمانے لگے خدا کی قسم اسکو میں نے سات مرتبہ سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے، حضرت علیؓ کے اس جواب کے بعد حضرت ابو سعید خدریؓ نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو جنازے کے آگے آگے چلتے دیکھا ہے تو حضرت علیؓ نے فرمایا خدا ان حضرات کی مغفرت کرے وہ لوگ اس امت کے اچھے لوگوں میں تھے اور حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشی خلف جنازة ابنه ابراهيم حافياً (مراقی الفلاح بحذف و زیادة) لہذا اب یہ بات معلوم ہو گئی کہ یہ عبارت گویا کہ حدیث کا ایک ٹکڑا ہے۔

رفع الصوت: اسی طرح سے بلند آواز سے قرآن پاک کا پڑھنا بھی مکروہ ہے بلکہ اس وقت خاموش رہنا چاہئے اور اگر کچھ پڑھا جائے تو وہ آہستہ آواز سے ہو۔

الجلوس قبل وضعها: لقوله عليه الصلوة والسلام من تبع الجنابة فلا يجلس حتی توضع لہذا اسکے رکھنے سے پہلے نہیں بیٹھنا چاہئے، اور اسلئے بھی کہ اس کے پیچھے اس وجہ سے چلا جاتا ہے کہ اسکو اس وقت رخصت کیا جا رہا ہے اور رخصت ہونے والے کے آگے نہیں چلا جاتا تو پھر اسکے رکھنے سے قبل کیوں بیٹھا جائے۔ (مراقی بزیدادہ)

يحفر القبر: قبر کو زیادہ گہری کرنے میں زیادہ حفاظت ہے اسلئے اسے نصف قد تک یا سینہ تک یا اس سے بھی زائد کرنا بہتر ہے تاکہ مردے کی حفاظت رہے مگر حد سے زیادہ گہری نہ ہو کہ اس میں زینہ رکھ کر مردے کو اتارا جائے۔

يلحد: لقوله عليه الصلوة والسلام اللحد لنا والشق لغيرنا۔ (مراتی) لحد کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ قبر کھودنے کے بعد قبلہ کی طرف اسی گہرائی سے زمین نیچے سے کھودی جاتی ہے پھر اس کو مردے کے رکھنے کے بعد اینٹ یا پائس وغیرہ سے بند کر دیا جاتا ہے اور شق یہ ہوتا ہے کہ قبر کھودنے کے بعد اسکے درمیان میں ایک گڑھا کھود دیا جاتا ہے اس کے بعد میت کو اس میں رکھ کر بند کر دیا جاتا ہے حدیث کے پیش نظر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بغلی ہی زیادہ بہتر اور افضل ہے لیکن اگر زمین نرم ہو یا برسات کا موسم ہو یا کوئی ایسی جگہ ہو کہ جہاں پر بغلی کھودی ہی نہیں جاسکتی تو اس جگہ شق میں کوئی حرج نہیں۔

من جهة القبلة: کما ادخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر ممکن ہو تو جنازہ کو قبلہ کی طرف سے رکھا جائے اور اس کو اٹھانے والے بھی قبلہ رخ ہوں اور اسے قبلہ کی طرف سے قبر میں داخل کیا جائے لیکن حضرت امام شافعی کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ قبلہ کی طرف سے نہیں داخل کیا جائے گا۔ (فائزہ) بہتر یہ ہے کہ قبر میں اتارنے والے نیک ہوں مضبوط ہوں اور قوی ہوں اور تعداد میں تین ہوں یا طاق ہوں۔ (مراتی الفلاح)

يقول واضعه: ثمس الاثمة سرخسی نے لکھا ہے کہ یہ پڑھے بسم اللہ وضعنا وعلى ملة رسول الله سلمناك اور ظہیر یہ میں ہے کہ جب اسکو رکھا جائے اس وقت یہ کہا جائے باسم اللہ وباللہ وفي اللہ وعلى ملة رسول الله (مراتی الفلاح) طحاوی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب وہ ایک میت کو دفن کر رہے تھے یہ ہدایت فرمائی کہ اسکو قبلہ رخ کرو اور بسم اللہ وعلى ملة رسول الله کہتے رہو اور کروٹ پر لٹاؤ نہ اوندمے منہ لٹاؤ نہ بل کر کے لٹاؤ پھر علامہ طحاوی نے نقل کیا ہے کہ حلبی میں یہ تحریر ہے کہ مٹی جیسی چیز کا سہارا میت کی کمر سے لگا دیا جائے تاکہ وہ کروٹ سے پلٹ نہ جائے بہر حال ہمارے یہاں یہ صورت متروک ہے بلکہ کمر کے بل چت لٹا دیا جاتا ہے اور وہ صرف اتنا کیا جاتا ہے کہ قبر میں لٹا کر چہرہ داہنی کروٹ پر قبلہ کی طرف کر دیتے ہیں۔ (ایضاح الاصباح) کرہ الاجر: اس لئے کہ کچی اینٹوں سے زینت مقصود ہوتی ہے اور یہاں پر زینت نہیں کرنا چاہئے لیکن اگر اس وجہ سے رکھا جائے تاکہ درندے وغیرہ وہاں تک نہ جاسکیں تو کوئی کراہت نہیں۔ (مرافی)

وَيَحْرُمُ الْبِنَاءُ عَلَيْهِ لِلزَّيْنَةِ وَيَكْرَهُ لِلْإِحْكَامِ بَعْدَ الدَّفْنِ وَلَا بَأْسَ بِالْكِتَابَةِ عَلَيْهِ لِئَلَّا يَذْهَبَ الْأَثَرُ وَلَا يُمْتَهَنُ وَيَكْرَهُ الدَّفْنُ فِي الْبُيُوتِ لِاخْتِصَاصِهِ بِالْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَيَكْرَهُ الدَّفْنُ فِي الْفُسَاقِي وَلَا بَأْسَ بِدَفْنِ أَكْثَرِ مَنْ وَاحِدٍ فِي قَبْرِ لِلضَّرُورَةِ وَيُحْجَزُ بَيْنَ كُلِّ اثْنَيْنِ بِالثَّرَابِ وَمَنْ مَاتَ فِي سَفِينَةٍ وَكَانَ الْبَرُّ بَعِيدًا أَوْ خِيفَ الضَّرَرُ غَسِلَ وَكُفِّنَ وَصَلَّى عَلَيْهِ وَآلَقَى فِي الْبَحْرِ وَيَسْتَجِبُ الدَّفْنُ فِي مَحَلِّ مَاتَ بِهِ أَوْ قُتِلَ فَإِنْ نَقِلَ قَبْلَ الدَّفْنِ قَدَرُ مِيلٍ أَوْ مِيلَيْنِ لَا بَأْسَ بِهِ وَكَرِهَ نَقْلُهُ لِأَكْثَرِ مِنْهُ وَلَا يَجُوزُ نَقْلُهُ بَعْدَ دَفْنِهِ بِالْإِجْمَاعِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ الْأَرْضُ مَغْصُوبَةً أَوْ أُخِذَتْ بِالشُّفْعَةِ وَإِنْ دُفِنَ فِي قَبْرِ حَفِيرٍ لَغَيْرِهِ ضَمِنَ قِيمَةَ الْحَفْرِ وَلَا يُخْرَجُ مِنْهُ وَيُبَشُّ لِمَتَاعِ سَقَطَ فِيهِ وَلَكِنْ مَغْصُوبٍ وَمَالَ مَعَ النَّيْتِ وَلَا يُبَشُّ بِوَضْعِهِ لِغَيْرِ الْقَبِيلَةِ أَوْ عَلَى يَسَارِهِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ :- اور زینت کے لئے قبر پر تعمیر حرام ہے، اور مضبوطی کے لئے تعمیر کرنا مکروہ ہے اور اس خوف

سے کہ اس قبر کا نشان نہ مٹ جائے۔ اور وہ ذلیل نہ کی جائے کتبہ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور گھر میں دفن کرنا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے اور فساقی میں دفن کرنا مکروہ ہے اور ضرورت کے وقت ایک قبر میں ایک سے زائد دفن کرنا کوئی حرج نہیں ہے اور ہر ایک کے درمیان مٹی رکھ کر فاصلہ کر دیا جائے گا، اور جس کا کشتی میں انتقال ہو گیا ہو اور خشکی دور ہو، یا نقصان کا خطرہ ہو تو اس کو غسل دے کر کفن پہنا دیا جائے گا اور اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور سمندر میں ڈال دیا جائے گا اور جس جگہ انتقال ہوا ہو یا جہاں قتل کیا گیا ہو اسی جگہ دفن کرنا بہتر ہے اور اگر دفن کرنے سے قبل ایک میل یا دو میل منتقل کیا گیا تو کوئی حرج نہیں اور اس سے زیادہ دور لے جانا مکروہ ہے اور دفن کے بعد بالا جماع منتقل نہیں کیا جاسکتا، مگر جب کہ زمین غصب کردہ ہو یا شفعہ سے لے لی گئی ہو اور اگر کسی ایسی قبر میں دفن کر دیا گیا جو دوسرے کے لئے کھودی گئی تھی تو اس کی کھدائی کی اجرت کا ضامن ہو گا اور اس سے نکالا نہیں جائے گا اور قبر کھودی جاسکتی ہے اس سامان کی وجہ سے جو اس میں گر گیا ہے یا کفن غصب کیا ہوا تھا یا میت کے ساتھ کوئی مال رہ گیا تھا، اور اگر اس کو غیر قبلہ پر لٹا دیا گیا اسکے بائیں پہلو پر لٹا دیا ہو تو اب قبر کو نہیں کھودا جائے گا۔

تشریح و مطالب :- | بحرم: قبر کے اوپر زیب و زینت کے لئے تعمیر کرنی حرام ہے اس لئے کہ قبر پر زیب و زینت سے حضور ﷺ نے بہت سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے اس پر زیب و زینت کرنے سے لوگ اس کی پرستش کرنے لگیں گے جیسا کہ آج کل یہ حرام کام خوب ہو رہا ہے۔

لاحکام: مضبوطی کے لئے اس وجہ سے بنایا جاتا ہے کہ زیادہ دنوں تک باقی رہ سکے حالانکہ قبر ختم ہونے کے لئے ہوتی ہے اور صاحب نوازل نے لکھا ہے کہ اگر اس قبر کو مٹی سے لپ دیا جائے تو اس کے اندر کوئی حرج نہیں، اس لئے کہ مٹی سے لینے میں ابقاء مقصود نہیں ہوتا اور اسی پر فتویٰ بھی ہے۔ (مراقی الفلاح)

لاباس: یعنی دفن کرنے کے بعد کسی پتھر وغیرہ کو گاڑ دینا تاکہ اس کا نام و نشان نہ ختم ہو جائے یا اسی طرح اگر یہ خوف ہو کہ لوگ اس کی بے حرمتی کریں گے اور جب اس جگہ کوئی نشان لگا دیا جائے گا تو لوگ اس کی بے حرمتی نہیں کریں گے تو اب اس صورت میں کوئی پتھر وغیرہ گاڑ دینا مکروہ نہیں۔ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ کسی پتھر پر نام لکھوا کر گاڑنا مکروہ ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر بقبر ابنہ ابراہیم فرأى حجرا فداہ وقال من عمل عملاً فلیتقہ (ح۔ ۱) مراقی

الدفن فی البیوت: کمال الدین نے ارشاد فرمایا کہ جس گھر میں انتقال ہوا خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا مرد ہو یا عورت اس کو اس جگہ دفن نہ کیا جائے بلکہ قبرستان میں لے جایا جائے اس لئے کہ یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی

ح۔ ۱۔ ایک مسئلہ اس جگہ اور ہے کہ کیا قرآن کا قبر پر پڑھنا مکروہ ہے یا نہیں؟ تو اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے اور بعض حضرات کی رائے ہے کہ مکروہ نہیں، امام اعظم ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ مکروہ نہیں اور مختار مذہب بھی یہی ہے مکروہ نہیں، لیکن آج کل جو طریقہ اس ہندوپاک میں رائج ہے اس میں بلاشبہ کراہیت ہے اس لئے کہ اس میں بعض صورتیں ایسی ہیں کہ جن کا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

خصوصیت ہے کہ جس جگہ ان کی روح پرواز کرتی ہے اسی جگہ ان کو دفن کر دیا جاتا ہے چنانچہ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی حجرہ مبارک میں سپرد خاک کیا گیا۔

فلسافی: بند کو ٹھری کی طرح گنبد دار ہوتا ہے اس میں دفن کرنا چار وجہ سے مکروہ ہے (۱) لحد کا نہ ہونا (۲) بلا ضرورت ایک قبر میں چند لوگوں کا دفن کرنا (۳) مردوں اور عورتوں کے درمیان کسی کا حائل ہونا (۴) پختہ چوٹے کا ہونا۔ کراہت کا یہ چوتھا سبب تھا۔ (حاشیہ شرح نقایہ شیخ الادب مولانا اعزاز علی)

فی قبر واحد: لیکن یہ حکم ضرورت کے وقت ہے مثلاً قبر کھودنے والے موجود نہ ہوں یا زمین وغیرہ نہ ہو تو اس وقت ایک قبر میں ایک سے زائد کو دفن کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن اگر بلا ضرورت کے ایسا کیا گیا تو یہ ٹھیک نہیں اور ہر ایک کے درمیان میں مٹی رکھ دی جائے تاکہ فاصلہ ہو جائے غزوات میں اسی طرح دفن کئے جانے کا حضور پاک ﷺ نے حکم دیا تھا اور اگر مٹی نہ رکھی گئی بلکہ مٹی خود سے مل گئی تو اب دوسرے کو اسی قبر میں دفن کیا جاسکتا ہے لیکن اس طرح دفن کرنے میں کسی کی ہڈی وغیرہ نہ توڑی جائے گی اگرچہ وہ لوگ ذمی ہی کیوں نہ ہوں۔

فی سفینۃ: یعنی کسی کا انتقال دریا میں ہو گیا، اب خشکی دور ہے اور اس بات کا اندیشہ ہے کہ میت کی حالت متغیر ہو جائے گی تو اب اس کو غسل دیا جائے گا اور کفن دے کر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کے بعد سمندر میں ڈال دیا جائے گا لیکن اگر اس کی حالت کے متغیر ہونے کا خطرہ نہ ہو تو اب اگرچہ خشکی دور ہو تو اب اس کو سمندر میں نہیں ڈالا جائے گا بلکہ خشکی پر پہنچ کر اس کو دفن کیا جائے گا۔

لا یموت منہ: یعنی جس جگہ انتقال ہوا ہے اس جگہ سے ایک میل یا دو میل تک میت کو لے جانے میں کوئی کراہت نہیں ہے لیکن اگر دو میل سے زیادہ جانا ہو تو اب مکروہ ہے، صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب تجنیس میں اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ عموماً قبرستان اتنا دور ہوتا ہے اس لئے اس میں کراہت نہیں اور شمس الاممہ سرخسی اور اسی طرح امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ایک شہر سے دوسرے شہر تک منتقل کرنا مکروہ ہے، جس شہر میں انتقال ہوا ہے اسی شہر کے قبرستان میں چھوڑ دینا چاہئے اس لئے کہ حضرت عائشہؓ نے جس وقت عبدالرحمن بن ابوبکرؓ کی قبر کو دیکھا اس وقت فرمایا کہ اگر اس کا معاملہ میرے سپرد ہوتا تو میں وہاں سے منتقل نہ کرتی بلکہ وہیں دفن کئے جانے کا حکم دیتی اس لئے کہ ان کا انتقال شام میں ہوا تھا اور وہاں سے ان کی میت کو لایا گیا تھا (مراقی الفلاح) اور صاحب ہدایہ نے اپنی ایک دوسری تصنیف تجنیس میں لکھا ہے کہ اگر ایک شہر سے دوسرے شہر لایا گیا تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا انتقال مصر میں ہوا تھا اور ان کی میت کو شام لایا گیا اور شام میں دفن کیا گیا، اور اسی طرح سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تابوت کو ایک مدت کے بعد مصر سے لایا گیا اور ان کے والد کے بغل میں ان کو رکھا گیا، لیکن اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ بہت سی باتیں پہلی شریعت میں جائز تھیں اور اب وہ جائز نہ رہیں۔ (فتح القدیر)

لغیرہ: یعنی قبرستان میں ایک قبر کھودی ہوئی تھی اور اسے اس میں دفن کر دیا گیا تو اب اس کی اجرت دے دی

جائے گی، اور یہ قیمت جو ادا کی جائے گی میت کے ترکہ میں سے ہوگی، اور اگر اس نے مال نہیں چھوڑا ہے تو بیت المال سے ادا کیا جائے گا اور اگر بیت المال سے نہ دیا گیا تو اب تمام مسلمان مل کر اس کی قیمت ادا کریں گے جیسا کہ یہ مسئلہ پہلے گذر چکا ہے۔ اور اگر قبرستان بڑا ہو اور وہاں پر اور کوئی قبر نہ ہو تو اس جگہ دفن کرنا مکروہ ہے اور اگر زمین کم ہے تو بلا کسی کراہیت کے درست ہے، زندگی میں اپنے لئے قبر بنالینا جائز ہے اور یہی حکم کفن کا بھی ہے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ اور ربیع بن خثعمؓ نے اپنی زندگی میں قبر تیار کرائی تھی۔ (مراتی)

مغصوبہ: یعنی زمین کسی اور کی تھی یہ اس کا مالک نہیں تھا اور جس کی زمین تھی اس سے اجازت بھی نہیں لی گئی تھی بلا اس کی اجازت کے دفن کر دیا گیا تھا اب اس صورت میں مالک زمین کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو قبر کو کھدوا سکتا ہے اور اس کو اس بات کا حق ہے کہ اس کو برابر کر کے زمین بنا کر اپنے کام میں لائے۔ (مراتی الفلاح)

بالشفعة: مثلاً بکرنے زید سے ایک زمین خریدی تھی اور بکرنے اس زمین کے اندر مردے کو دفن کر دیا اب اسکے بعد عمر نے شفیعہ کا دعویٰ کر دیا اور قانون شفیعہ کے بموجب اس کو وہ زمین مل گئی تو اب اس کو اختیار ہے کہ قبر سے مردے کو نکلوادے اور اسکو اس بات کا بھی اختیار ہے کہ اس زمین کو برابر کر کے اپنے استعمال میں لائے۔ (مراتی الفلاح)

لکفن مغصوب: یعنی اس کو کسی کا کپڑا زبردستی چھین کر کفن دے دیا گیا تھا اب اس کا مالک اس کی قیمت لینے پر تیار نہ ہو تو اب اس مردے کو نکال کر اس کا کپڑا واپس کیا جائے گا اور اگر وہ قیمت لینے پر راضی ہو جائے تو اب قبر کو نہیں کھدوا جائے گا بلکہ اس کی قیمت ادا کر دی جائے گی۔ (مراتی بتصرف)

آخری بات:- فقہاء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ مردے کو دفن کرنے کے بعد اس کے گھر لوگ جمع نہ ہوں بلکہ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو جائیں اس لئے کہ جمع ہونے کی صورت میں اس کا کافی نقصان ہے اور یہ جاہلیت میں طریقہ تھا کہ جب کوئی مر جاتا اور اس کو دفن کر دیا جاتا تو لوگ اس کے گھر جمع ہوتے اس لئے حضور نے اس سے منع فرمایا، اسی طرح مسجد میں اکٹھا ہونا، اسی طرح سے اہل میت کی ضیافت بھی مکروہ ہے اس لئے کہ ضیافت خوشی کے وقت میں کی جاتی ہے اور یہ وقت رنج و غم کا ہے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا لا عقر فی الاسلام اور عقر یہ ہے کہ قبر کے پاس گائے یا بکری ذبح کی جائے لیکن اسکے پڑوسیوں اور رشتہ داروں کے لئے مستحب ہے کہ وہ لوگ اس کے گھر کھانا بھیج دیں جو ایک دن اور ایک رات کے لئے کافی ہو اس لئے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اصنعوا لآل جعفر طعاما فقد جاء هم مایشغلهم ویلح علیهم فی الاکل لان الحزن یمنعهم واللہ ملہم البصر ومعوض الاجر۔ اسی طرح سے مرد اور عورت دونوں کے لئے اس کی تعزیت مستحب ہے لیکن عورتیں اس قسم کی نہ ہوں کہ جن کی وجہ سے فتنہ کا اندیشہ ہو، تعزیت کے بارے میں حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے من عزالی اخاہ فی مصیبة کساہ اللہ من حلل الکرامة یوم القیمة۔ اسی طرح حضور ﷺ کا ایک ارشاد ہے من عزی مصاباً فله مثل اجرہ ان تمام احادیث کے پیش نظریہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ تعزیت میں اجر ہے اور تعزیت سنت میں داخل ہے۔ (مراتی الفلاح)

﴿فصل فی زیارۃ القبور﴾

نَدَبَ زِيَارَتُهَا لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ عَلَى الْأَصَحِّ وَيَسْتَجِبُ قِرَاءَةُ يَسِّ كَمَا وَرَدَ أَنَّهُ مَنْ دَخَلَ الْمَقَابِرَ وَقَرَأَ يَسَّ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْهُمْ يَوْمَئِذٍ وَكَانَ لَهُ بِعَدَدِ مَا فِيهَا حَسَنَاتٌ وَلَا يَكْرَهُ الْجُلُوسُ لِلْقِرَاءَةِ عَلَى الْقَبْرِ فِي الْمُخْتَارِ وَكَرَهُ الْقُعُودُ عَلَى الْقَبْرِ لِغَيْرِ قِرَاءَةٍ وَوَطْئُهَا وَالتَّوَمُّ وَقَضَاءُ الْحَاجَةِ عَلَيْهَا وَقُلْعُ الْحَشِيشِ وَالشَّجَرِ مِنَ الْمَقْبَرَةِ وَلَا بَأْسَ بِقُلْعِ الْيَابِسِ مِنْهُمَا.

ترجمہ:- صحیح مذہب کے مطابق زیارت قبور مردوں اور عورتوں کے لئے مستحب ہے اور سورہ یٰسین کا پڑھنا مستحب ہے اس لئے کہ وارد ہوا ہے کہ جو قبرستان میں گیا اور سورہ یٰسین کی تلاوت کی تو اللہ تعالیٰ اس دن عذاب میں تخفیف کر دے گا اور پڑھنے والے کے لئے اس مقدار میں نیکیاں ملیں گی کہ جتنے مردے اس قبرستان میں مدفون ہیں اور مذہب مختار کے بموجب قبر پر بیٹھ کر قرآن کی تلاوت مکروہ نہیں اور تلاوت نہ کرنی ہو تو بیٹھنا مکروہ ہے اور قبر کو پامال کرنا اور قبر پر سونا اور قبر پر قضائے حاجت کرنا اور قبرستان کی گھاس اور اسکے درختوں کو اکھاڑنا مکروہ ہے اور سوکھا ہوا گھاس اور سوکھے درخت کے اکھاڑنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

تشریح و مطالب :- ابھی تک مصنفؒ یہ بیان کر رہے تھے کہ کس طرف دفن کیا جائے وہ کون کون سی وجوہات ہیں کہ جن کی وجہ سے قبر دوبارہ کھودی جائے گی اب جبکہ ان تمام چیزوں کو بیان کر چکے تو اب اس کے بعد یہ بیان کر رہے ہیں کہ جب مردے کو دفن کر دیا گیا تو اب کیا کیا جائے اس کو اب کس طرح ایصالِ ثواب کیا جائے، قبرستان میں کس طرح جلیا جائے۔

زیارت تھا: زیارت قبور کا اصل منشاء یہ ہے کہ موت کی یادگاری ہو اور دنیا کی بے ثباتی کا تصور دل میں قائم ہو مردوں کے لئے دعا کی جائے اور ان کی موجودہ اور گزشتہ حالت سے عبرت پکڑی جائے جیسا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور فزوروا فانھا مذکرة للآخرة۔ (ترجمہ) میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا اب حکم یہ ہے کہ تم زیارت کر سکتے ہو اس لئے کہ وہ آخرت کو یاد دلاتی ہے۔ اب قبروں پر جانے کا مقصد یہ ہو اور اس پر عمل ہو تو یہ صرف جائز نہیں بلکہ مسنون ہے، اور بظاہر یہی حکمت ہے کہ عیدین اور جمعہ کے دن جو شرعی اعتبار سے مسرت کے دن ہیں ان میں زیارت قبور مسنون ہے تاکہ مسرت کے ساتھ موت اور آخرت کو یاد دلاتی رہے۔ لیکن عصر حاضر میں زیارت قبور کا مقصد الگ ہے اور اس کے برعکس ہے یعنی قبروں سے حاجات طلب کرنا، اہل قبور کو راضی کرنا، قبروں کا بوسہ دینا، سجدہ کرنا، قولی سنتا، یا مردوں کو یاد کر کے رونا، اس طرح کی باتوں کو زیارت قبور کا مقصد مان لیا گیا ہے اور یہی وہ چیزیں ہیں جن کی وجہ سے ابتدائے اسلام میں زیارت قبور سے ممانعت کر دی گئی تھی چنانچہ حدیث مذکور سے ہمیں دونوں سبق حاصل ہوتے ہیں یعنی اگر وجوہات ممانعت موجود ہوں تو اس وقت زیارت قبور ممنوع ہوگا اور اگر وجوہات جواز موجود ہوں تو جائز اور مستحب ہوگا، ترمذی شریف میں ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم زائرات القبور والمتخذین علیہ المساجد والسرج یعنی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر اور ان پر جو قبروں پر مساجد بناتے ہیں اور چراغ رکھتے ہیں۔ چونکہ اس قسم کی چیزیں عورتوں میں بہت زیادہ پائی جاتی ہیں لہذا دوسری حدیث میں بھی ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوآرات القبور یعنی بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (ماخوذ از ایضاح الاصحاح)

النساء: جس طرح مردوں کے لئے زیارت قبور جائز ہے اسی طرح عورتوں کے لئے بھی جائز ہے، لیکن بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ بعض مصالح کی بنا پر اس کے کرنے سے منع کر دیا جاتا ہے اسی طرح عورتوں کا مسئلہ ہے کہ اب ان کو روک دیا گیا ہے، اسی لئے بعض علماء فرماتے ہیں کہ عورتوں کے لئے زیارت قبور حرام ہے لیکن مصنفؒ کی عبارت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان کے لئے رخصت ہے بلکہ ان کی عبارت سے تو مستحب کا پتہ چلتا ہے علماء متاخرین میں سے اکثر کی رائے یہ ہے کہ عورتوں کے لئے زیارت قبور مکروہ تحریمی ہے۔

حسنات: عن انسؓ انه سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله! انا نصديق عن موتانا ونحج عنهم وندعوا لهم فهل يصل ذالك اليهم فقال نعم انه ليصل ويفرحون به كما يفرح احدكم بالطبق اذا اهدى اليه (راواه ابو الحفص العبري) ترجمہ: حضرت انسؓ ابن مالکؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ہم اپنے مردوں کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں اور ان کی طرف سے حج کرتے ہیں اور ان کیلئے دعائیں کرتے ہیں تو کیا یہ ان تک پہنچتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں بالیقین یہ ان تک پہنچتا ہے اور وہ اس طرح خوش ہوتے ہیں جس طرح جب تم میں سے کسی کو ایک طبق ہدیہ کیا جاتا ہے اور وہ خوش ہوتا ہے۔

اسی طرح حضرت علیؓ کی ایک روایت ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من مر علی القبر فقرا قل هو الله احد احدى عشرة مرة ثم وهب اجرها للاموات اعطى من الاجر بعد الاموات (دار قطنی) غرضیکہ ان تمام روایات سے یہی پتہ چلتا ہے کہ مردے کیلئے جو کچھ بھی کیا جائے اس کا ثواب اس کو مل جاتا ہے۔ (مراتی) کرہ القعود علی القبر: لان النبی ﷺ قال لان یجلس احدکم علی جمر فتحرق ثیابه فتخلص الی جلد بدنہ خیر له من ان یجلس علی القبر۔ یعنی اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان کسی انگارے پر بیٹھے گا تو اس وقت صرف اس کا کپڑا جلے گا بدن بچ جائے گا اس لئے اس کے قریب بیٹھنا بہتر ہے بمقابل قبر پر بیٹھنے کے کہ اس میں صرف کپڑا ہی نہیں جلتا بلکہ اس کا بدن بھی جل جائیگا۔ (مراقی الفلاح بتصرف)

الشجر من المقبرة: اس لئے کہ جب تک یہ خشک نہیں ہوتا اس وقت تک ذکر اللہ کرتے رہتے ہیں اور میت کو اس سے انس ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے کی وجہ سے رحمت خداوندی نازل ہوتی ہے جس سے مردے کو راحت و آرام ملتا ہے لیکن جب یہ خشک ہو جائیں تو اس سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا اس لئے اسکے کاٹنے میں کوئی حرج نہیں۔ (مراقی الفلاح)

﴿بَابُ أَحْكَامِ الشَّهِيدِ﴾

الْمَقْتُولُ مَيِّتٌ بَاجِلِهِ عِنْدَنَا أَهْلُ السُّنَّةِ وَالشَّهِيدُ مَنْ قَتَلَهُ أَهْلُ الْحَرْبِ أَوْ أَهْلُ الْبَغْيِ أَوْ قَطَاعُ الطَّرِيقِ أَوْ اللَّصُوصُ فِي مَنْزِلِهِ لَيْلًا وَلَوْ بِمَقْتُلٍ أَوْ وَجَدَ فِي الْمَعْرَكَةِ وَبِهِ أَثَرٌ أَوْ قَتَلَهُ مُسْلِمٌ ظُلْمًا عَمْدًا بِمُحَدَّدٍ وَكَانَ مُسْلِمًا بِالْعَاقِلِ خَالِيًا عَنْ حَيْضٍ وَنَفَاسٍ وَجَنَابَةٍ وَلَمْ يَرْتَثْ بَعْدَ انْقِضَاءِ الْحَرْبِ فَيَكْفَنُ بِدَمِهِ وَيُيَابَهُ وَيُصَلَّى عَلَيْهِ بِلَا غُسْلٍ وَيَنْزَعُ مَا لَيْسَ صَالِحًا لِلْكَفْنِ كَالْفَرَّ وَالْحَشْوِ وَالسَّلَاحِ وَالذَّرْعِ وَيُزَادُ وَيُنْقَصُ فِي يَابِهِ وَكُرَّةِ نَزْعٍ جَمِيعُهَا.

ترجمہ:- مقتول ہمارے نزدیک یعنی اہل سنت کے نزدیک اپنی موت سے مرتا ہے اور شہید وہ ہے جسے اہل حرب نے قتل کیا ہے میا بغیوں نے قتل کیا ہو یا ڈاکوؤں نے قتل کیا ہو میا چوروں نے رات کو اسکی منزل میں مار ڈالا ہو اگرچہ کسی بھاری چیز سے مارا ہو یا میدان جنگ میں پایا گیا اور اس پر نشانات ہوں یا کسی مسلمان نے ظلماً جان بوجھ کر کسی دھاردار چیز سے مار ڈالا ہو اور وہ مسلمان ہو بالغ ہو حیض و نفاس اور جنابت سے پاک ہو اور جنگ ختم ہونے کے بعد وہ پرانا نہ پڑ گیا ہو تو اسی خون اور کپڑے میں کفن دے دیا جائے گا اور بلا غسل کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی اور جس میں کفن بننے کی صلاحیت نہیں ہے اسے اتار لیا جائے گا جیسے پوستین، روئی کے کپڑے، ہتھیار، زرہ اور اس کپڑے میں زیادتی کی جائیگی اور تمام کپڑوں کا نکالنا مکروہ ہے۔

ابھی تک مصنف عام مردوں کے ساتھ جو معاملہ کیا جاتا ہے اسکو بیان کر رہے تھے اب جبکہ **تشریح و مطالب:-** اسکو بیان کر چکے تو اب شہداء کے احکامات کو بیان کر رہے ہیں حالانکہ اسکے اعتبار سے انہیں

بھی احکام الجنائز میں بیان کرنا چاہئے تھا لیکن اس کیلئے ایک مستقل باب قائم کیا اسکی وجہ یہ ہے کہ لگے احکام اور مردوں کے مقابل میں الگ ہیں اسلئے کہ اور مردوں کو غسل دیا جاتا ہے اور انہیں کفن دیا جاتا ہے، لیکن شہید کونہ غسل دیا جاتا ہے اور نہ انہیں الگ سے کفن دیا جاتا ہے، اسی طرح اور مردوں کے مقابل میں انکا مقام اعلیٰ ہے اسلئے انکا الگ ایک باب قائم کر کے بیان کیا۔

الشہید:- اسے شہید اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ دنیا ہی میں اس کو جنت الفردوس کی خوشخبری مل جاتی ہے۔

باجلہ:- اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ مقتول اپنی موت سے مرتا ہے اور قصاص اس وجہ سے لیا جاتا

ہے تاکہ اجتماعی امن وامان باقی رہے جیسا کہ خود خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَوةٌ يَا اُولٰٓئِیْ لَا لِبَابٍ لِّیْکِن مَّعْزِلَةً کَا عَقِیْدَہِ یہ ہے کہ ابھی اس کی حیات باقی تھی اس نے اسے قتل کر کے اسے پہلے ختم کر دیا اور نہ ابھی اس کا رزق باقی تھا۔ (مرآتی الفلاح)

شہید کی دو صورتیں ہیں ایک دنیوی احکام دوسری اخروی لحاظ سے، تو اب یہاں دنیوی لحاظ سے جو شہید مانے جاتے ہیں ان کا تذکرہ ہو گا باقی عند اللہ شہید کون کون ہو گا اس کو صحیح علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور اسکے اسباب و وجوہات بھی بہت سے ہیں جو یہاں ذکر کئے گئے ہیں ان کے اندر ہی منحصر نہیں۔

الحرب:- جنگ جس سے بھی ہو خواہ بغیوں سے ہو یا اہل حرب سے، ڈاکوؤں سے ہو یا چوروں سے سب کا حکم یہی ہے۔

بمشکل :- یعنی ان لوگوں نے جس سے اسے مارا ہے اگرچہ وہ دھاردار چیز نہ ہو تب بھی اسے شہید کہا جائیگا مثلاً اس کے جسم پر کوئی زخم ہو یا اسکا کوئی عضو ٹوٹ گیا ہے یا اسکی ناک پھوٹ گئی ہے اس طرح کے اثرات اگر اسکے جسم پر موجود ہوں گے تو اب اسے شہید کہا جائے گا، اس بات کا پتہ نہیں لگایا جائے گا کہ یہ زخم دھاردار چیز سے لگا ہو۔ (مراقی بزیادۃ)

ظلماً :- مصنف نے اس قید سے اس طرف اشارہ کر دیا کہ اسے قصاص کے طور پر قتل کیا گیا ہے تو وہ شہید نہ ہو گا اس لئے کہ اس میں ایک قاعدہ کلیہ ہے کہ اس قتل میں محض مال واجب نہ ہوتا ہو، اس لئے کہ اگر ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کو خطاۃً قتل کر دیا تو مقتول کو شہید نہیں کہا جائے گا اس لئے کہ اس کے قتل پر قاتل کے اوپر مال واجب ہوتا ہے، اسی طریقہ سے اگر کسی مسلمان نے مارا ہے تو اس میں دھاردار چیز ہونی چاہئے، لہذا اگر کسی نے لاشی سے مارا اور وہ مر گیا تو اب شہید نہیں کہا جائے گا اس لئے کہ اس میں دھاردار نہیں پائی گئی۔

لم یوتث :- یہاں اصل لفظ لم یوتث ہے اور یہ ارتثاٹ سے ماخوذ ہے، ارتثاٹ کا مادہ رث ہے رث اصل میں ہر پرانی چیز کو کہا جاتا ہے اور ارتثاٹ کے معنی پرانا پڑ جانا، اور شہادت میں ارتثاٹ کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ زخمی ہو جانے کے بعد وہ اتنا زندہ رہا کہ کوئی دنیاوی حکم اس پر نافذ ہو چکا ہو مثلاً ایک نماز کا وقت اس کے اوپر گزر چکا کوئی دنیاوی نفع اس نے حاصل کر لیا مثلاً دوا پی لی یا وصیت کی یا کافی دیر تک گفتگو کی وغیرہ ایسے شخص کو اصطلاح فقہ میں موتث کہا جاتا ہے ایسا شخص اگرچہ خدا کے نزدیک شہید ہے اور بہت ممکن ہے کہ اس میدان میں سب سے افضل اور اعلیٰ شہید وہی ہو مگر دنیاوی اعتبار سے اس پر شہید کے احکام نافذ نہ ہوں گے لہذا اسکو غسل دیا جائے گا اور باقاعدہ کفن بھی دیا جائیگا۔ (ماخوذ از طحاوی)

یکفن بدمہ :- لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال زملوہم بدمانہم فانہ لیس کلمۃ تکلم فی سبیل اللہ الا تاتی یوم القیامۃ قدمی لونہ لون الدم والریح ریح المسک۔ (ترجمہ) حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شہداء کو انکے خون سمیت دفن کر دو کیونکہ راہ خدا میں جو زخم لگتا ہے قیامت کے دن اس سے خون بہہ رہا ہو گا اس خون کا رنگ خون جیسا ہو گا مگر اس کی خوشبو مشک جیسی ہوگی۔ (مراقی الفلاح بتصرف)

ینزع عنه :- اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء اُحد کے بارے میں حکم فرمایا کہ انکے ہتھیاروں کو اتار لیا جائے اور ان کے کپڑوں اور خونوں میں ان کو دفن کر دیا جائے لیکن یہ قید ہے کہ ان کے پاس ان کے بدن پر دوسری چیزیں موجود ہوں جو کفن کی صلاحیت رکھتی ہوں ورنہ ان تمام چیزوں کے ساتھ انہیں دفن کر دیا جائے گا ان کے بدن پر سے کچھ اتار انہیں جائے گا، امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہر صورت میں کچھ نہیں اتارا جائے گا۔

وَيُغْسَلُ إِنْ قُتِلَ صَبِيًّا أَوْ مَجْنُونًا أَوْ حَائِضًا أَوْ تَفْسَاءً أَوْ جُنُبًا أَوْ ارْتَثَ بَعْدَ انْقِضَاءِ الْحَرْبِ بَانَ أَكَلَ أَوْ شَرَبَ أَوْ نَامَ أَوْ تَدَاوَى أَوْ مَضَى وَقْتُ الصَّلَاةِ وَهَمْ يَعْقِلُ أَوْ نُقِلَ مِنَ الْمَعْرَكَةِ لِالْخَوْفِ وَطُيَ الْخَيْلِ أَوْ أَوْصَى أَوْ بَاعَ أَوْ اشْتَرَى أَوْ تَكَلَّمَ بِكَلَامٍ كَثِيرٍ وَإِنْ وَجَدَ مَا ذَكَرَ قَبْلَ انْقِضَاءِ الْحَرْبِ لَا يَكُونُ مَرْتَنًا وَيُغْسَلُ مَنْ قُتِلَ فِي الْمَصْرِ وَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّهُ قُتِلَ ظُلْمًا أَوْ قُتِلَ بِحَدٍّ أَوْ قُوْدٍ وَيُصَلَّى عَلَيْهِ.

ترجمہ :- اور غسل دیا جائے گا اگر بچہ یا مجنون کو یا حیض و نفاس والی عورت کو یا جنبی مرد کو قتل کیا گیا، جنگ ختم ہونے کے بعد پرانا پڑ گیا تھا مثلاً کھایا، پیایا، یا سو یا یادوا کیا یا ایک وقت نماز کا گزر گیا اور اسکے ہوش و حواس درست تھے اور اسے بغیر گھوڑوں کے چکلنے کے خوف سے میدان جنگ سے منتقل کر دیا گیا اسی طرح سے وصیت کی اور بیچ کی یا بہت سی باتیں کیں ان تمام صورتوں میں مرجانے کے بعد غسل دیا جائے گا اور اگر یہ تمام چیزیں جنگ کے ختم ہونے سے قبل پائی گئیں تو وہ مرتٹ نہیں کہلائے گا، اور جو شخص شہر کے اندر قتل کیا گیا اور یہ بات معلوم نہیں ہے کہ اسے ظلماً قتل کیا گیا ہے یا کسی حد میں قتل کیا گیا ہے یا قصاص میں قتل کیا گیا ہے تو اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

تشریح و مطالب :- | يغسل جنبا :- اگر کوئی حالت جنابت میں قتل کیا گیا تو حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک اسے غسل دیا جائے گا اور حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اسے غسل نہیں دیا جائے گا، اور یہ حضرات دلیل یہ دیتے ہیں کہ جنابت سے جو غسل واجب ہوا تھا وہ اس صورت میں ساقط ہو گیا اس لئے کہ اب یہ غسل کرنے کا مکلف ہی نہیں رہا لہذا اب اس پر غسل واجب نہیں، اور امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ شہید ہونے کی وجہ سے وہ غسل تو ساقط ہو گیا جو میت کو دیا جاتا ہے لیکن جو غسل پہلے سے واجب ہو وہ ساقط نہیں ہو گا چنانچہ اگر شہید کے کپڑے پر نجاست لگ جائے تو اسکو دھویا جائے گا (ہدایہ) امام صاحبؒ کی ایک دلیل وہ واقعہ بھی ہے کہ غزوہ احد میں حضرت حنظلہؓ شہید ہو گئے اور وہ حالت جنابت میں تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انی رأیت الملائکۃ تغسل حنظلۃ بن ابی عامر بین السماء والارض بماء المزن فی صحائف الفضۃ۔ حضرت اسیدؒ کا بیان ہے کہ یہ ارشاد سن کر ہم ان کے پاس گئے تو دیکھا کہ ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیوی سے دریافت کر لیا تو معلوم ہوا کہ وہ بلا غسل کے چلے گئے تھے (مراتی الفلاح) اور یہی اختلاف بچہ اور مجنون کے بارے میں ہے کہ امام صاحب کے نزدیک اسے غسل دیا جائے گا اور حضرت امام شافعیؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک غسل نہیں دیا جائے گا، امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ غسل اس سے ساقط ہوتا ہے جس پر گناہ ہو اور یہ لوگ تو اس طرح ہیں کہ ان سے ابھی کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا ہے، لہذا ان کو غسل دیا جائے گا اور وہ حضرات فرماتے ہیں کہ جب بڑوں کو یہ عظمت دی جا رہی ہے تو بچے اور مجنون اس کے زیادہ مستحق ہیں۔

وقت الصلوٰۃ :- نماز کا وقت آیا اور وہ اس کے ادا کرنے پر قادر بھی تھا اگر وقت آیا اور وہ اس پر قادر نہیں تھا تو اس پر شہید کے دنیاوی احکام نافذ ہوں گے یعنی اس کو غسل و کفن نہیں دیا جائے گا۔ مراتی الفلاح

اوصی :- اس کے بارے میں اختلاف ہے کہ وصیت کس نوعیت کی ہو امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اس وصیت میں دنیا اور آخرت دونوں کی وصیت شامل ہے لہذا اگر دنیا کے بارے میں وصیت کی ہو یا آخرت کے بارے میں وہ شہید نہیں ہو گا۔ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر امور آخرت کی وصیت کی تو اسے وصیت کرنے والا نہیں شمار کیا جائے گا اور امور دنیا کے بارے میں اختلاف ہے، اور فقیہ ابو جعفرؒ فرماتے ہیں کہ مرتٹ اس وقت کہلائے گا جب اس کی

و صیت دو کلموں سے زیادہ پر مشتمل ہو، بہر حال اگر ایک کلمہ ہے یا اسی طرح دو کلمہ ہے تو یہ شہید ہی ہوگا۔

(ف) اگر کسی جگہ مسلمان اور کافر دونوں ہوں اور ان کی میت ایک دوسرے میں مل گئی ہو تو اب اگر ان کو الگ نہیں کیا جاسکتا اور پہچان میں نہیں آتے کہ کون مسلم ہے تو اگر اکثریت مسلمانوں کی ہو تو ان پہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی ورنہ نہیں ہاں اگر کسی کو پہچان لیا گیا کہ یہ مسلمان ہے تو اس پر نماز پڑھی جائے گی۔ (موافی الفلاح)

﴿کِتَابُ الصَّوْمِ﴾

هُوَ الْإِمْسَاكُ نَهَارًا عَنْ ادْخَالِ شَيْءٍ عَمْدًا أَوْ خَطَا بَطْنًا أَوْ مَالَةً حُكْمُ الْبَاطِنِ وَعَنْ شَهْوَةِ الْفَرْجِ بَيْنَهُ مِنْ أَهْلِهِ وَسَبَبٌ وَجُوبٌ رَمَضَانَ شَهْرُذُ جُزْءٍ مِنْهُ وَكُلُّ يَوْمٍ مِنْهُ سَبَبٌ لَوْجُوبِ آدَاتِهِ وَهُوَ قَرَضٌ آدَاءٌ وَقَضَاءٌ عَلَى مَنْ اجْتَمَعَ فِيهِ أَرْبَعَةُ أَشْيَاءَ الْإِسْلَامَ وَالْعَقْلَ وَالْبُلُوغَ وَالْعِلْمَ بِالْوُجُوبِ لِمَنْ أَسْلَمَ بِدَارِ الْحَرْبِ أَوْ الْكُونِ بِدَارِ الْإِسْلَامِ وَيَشْتَرِطُ لَوْجُوبِ آدَاتِهِ الصَّحَّةُ مِنْ مَرَضٍ وَحَيْضٍ وَنَفَاسٍ وَالْإِقَامَةُ وَيَشْتَرِطُ لِصِحَّةِ آدَاتِهِ ثَلَاثَةُ النَّيَةِ وَالْخُلُوعُ عَمَّا يَنَافِيهِ مِنْ حَيْضٍ وَنَفَاسٍ وَعَمَّا يَفْسِدُهُ وَلَا يَشْتَرِطُ الْخُلُوعُ عَنِ الْجَنَابَةِ وَرُسْنُهُ الْكَفُّ عَنْ قَضَاءِ شَهْوَتِي الْبَطْنِ وَالْفَرْجِ وَمَا لِحَقِّ بِهِمَا وَحُكْمُهُ سَقُوطُ الْوَاجِبِ عَنِ الذَّمَّةِ وَالْثَوَابُ فِي الْآخِرَةِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ:- دن میں کسی چیز کا جان بوجھ کر یا غلطی سے پیٹ یا جوار کے حکم میں ہے داخل کر لینا اور خواہش فرج سے دن میں رکنا روزہ کہلاتا ہے ایسے شخص کی نیت جو روزہ کا اہل ہو اور اسکے وجوب کا سبب رمضان کے کسی حصہ کا آجانا ہے اور ہر دن اسکی فرضیت کا سبب ہے اور وہ شخص جس میں یہ چار چیزیں جمع ہو جائیں اس پر اداء اور قضاء فرض ہے، مسلمان ہونا، عاقل ہونا اور بالغ ہونا، اور جو شخص دار الحرب میں اسلام لایا ہو اسکو رمضان کے وجوب کا جانتا یا دار الاسلام میں ہونا، اور اسکے ادا کے واجب ہونے کیلئے مرض سے صحیح و سالم ہونا، اور حیض و نفاس سے پاک و صاف ہونا اور مقیم ہونا، اور ادائے روزہ کے صحیح ہونے کیلئے تین چیزیں شرط ہیں (۱) نیت کا ہونا، اور ان تمام چیزوں سے خالی ہونا جو روزہ کے منافی ہیں مثلاً حیض و نفاس، اور اس چیز سے خالی ہونا جو مفسد صوم ہو اور جنابت سے خالی ہونا شرط نہیں، اور روزہ کا رکنا شہوت بطن اور فرج دونوں سے رکنا اور جو ان دونوں کے ساتھ لاحق مانی جاتی ہیں، اور اس کا حکم واجب کاظمہ سے ساقط ہو جاتا ہے اور آخرت میں ثواب اس کا اخروی حکم ہے۔ واللہ اعلم

تشریح و مطالب:- جیسا کہ مصنف نے شروع میں خود بیان کر دیا تھا کہ یہ رسالہ عبادات پر مشتمل ہے اس لئے اس میں عبادات کا بیان ہو گا اس لئے مصنف نے سب سے پہلے نماز کا ذکر کیا اس لئے

کہ کلمہ شہادت کے بعد سب سے پہلے فرض نماز ہے اس لئے کہ اس میں کسی زمانہ کی شرط نہیں بلکہ وہ دن اور رات میں پانچ مرتبہ فرض ہوتی ہے چونکہ نماز کیلئے طہارت شرط ہے بلا طہارت کے نماز نہیں ہوتی اس لئے شروع میں کتاب الطہارت کو بیان کیا اسکے بعد کتاب الصلوٰۃ کو بیان کیا اور لحد تک کے احکامات کو اس کے اندر ذکر کر دیا نماز چونکہ ایک بدنی عبادت ہے اور روزہ بھی بدنی عبادت ہے اس لئے دونوں بدنی عبادتوں کو ایک دوسرے کے بعد بیان کیا روزہ ارکان اسلام کا تیسرا رکن

ہے اور باعتبار عبادت کے دوسرا شمار کیا جاتا ہے، بعض فقہاء مثلاً صاحب ہدایہ اور صاحب قدوری وغیرہ نے کتاب الصلوٰۃ کے بعد کتاب الزکوٰۃ کو بیان کیا ہے اس لئے کہ قرآن میں نماز کے بعد زکوٰۃ کا بیان ہے اس کی مطابقت کیلئے اس طرح کیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اقموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ واقروضوا اللہ قرضاً حسناً۔ لیکن امام محمدؒ نے بھی جامع صغیر میں کتاب الصلوٰۃ کے بعد کتاب الزکوٰۃ کو بیان کیا ہے اس کے بعد لانے کی وجہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔

(فائدہ) رمضان کے روزے کی فرضیت اس آیت سے ہے کتب علیکم الصیام الخ۔ روزہ امت محمدیہ سے قبل بھی مشروع تھا اور جیسا کہ قرآن پاک سے ظاہر ہوتا ہے کما کتب علی الذین من قبلکم۔ اس کی فرضیت میں عظیم فوائد پوشیدہ ہیں روزہ رکھنے سے نفس امارہ کو سکون ملتا ہے اسلئے کہ روزہ رکھنے سے آنکھ، کان، ناک، فرج وغیرہ کمزور ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے گناہ کم ہونے لگتے ہیں اور روزہ رکھنے سے یہ بات بھی معلوم ہو جاتی ہے اور اس کا اندازہ لگ جاتا ہے کہ غریب مفلس کس طرح بھوکے رہ کر زندگی گزارتے ہوں گے اور اس سے سکون قلب صفائی و پاکی حاصل ہوتی ہے اور اس کا ایک سب سے بڑا فائدہ تو یہی ہے جو مسلمانوں کا اصل سرمایہ اور اصل مقصد ہے کہ روزہ رکھنے سے نزولِ رحمت ہوتی ہے اور فقراء پر خرچ کرنے اور ان کی امداد و اعانت کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ (فتح القدیر)

ہو :- اب یہاں سے روزہ کی تعریف کر رہے ہیں کہ روزہ کسے کہا جاتا ہے لغت میں صوم تو مطلقاً رکنے کو کہا جاتا ہے چنانچہ اہل لغت کہتے ہیں صام عن الکلام یعنی بات کرنے سے رک گیا، لیکن مصنفؒ یہاں سے شرعی تعریف کر رہے ہیں اس لئے کہ اس روزہ کے اندر چند منٹ کیلئے رکنا نہیں ہوتا۔

نہاراً :- دن، رات کی ضد ہے اور نہار فجر صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کو کہا جاتا ہے لہذا روزہ دار فجر صادق سے لیکر غروب آفتاب تک رک رہے تو اسے روزہ دار کہا جائے گا ورنہ نہیں۔

ادخال الشنی :- ادخال کی قید لگا کر یہ بتلانا مقصود ہے کہ غبار خود داخل ہو جاتا ہے لہذا اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا ہاں اگر اتنا ہی گرد پھانک لے تو روزہ ٹوٹ جائے گا اس لئے کہ اب ادخال پایا گیا خواہ جس چیز کو داخل کیا ہے وہ عادتاً کھائی جاتی ہو یا نہ کھائی جاتی ہو، اگر ادخال پایا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (مراقی الفلاح بتصرف)

خطا :- اس سے نسیان کو نکالنا مقصود ہے اور اسی طرح ایک شخص روزہ کی حالت میں وضو کر رہا تھا اور کلی کی حالت میں پانی اس کے اندر چلا گیا تو اس کو خطا مخفی کہا جائے گا۔

من اہلہ :- اس قید سے احتراز کرنا ہے حیض و نفاس والی عورت سے اور اسی طرح کافر سے اس لئے کہ ان لوگوں کے اندر اہلیت نہیں ہوتی لہذا ان کے اوپر روزہ فرض نہیں ہوتا اور اسی طرح مجنون کو بھی نکالنا مقصود ہے اس لئے کہ وہ حالت جنون میں امور شرعیہ کا مکلف نہیں ہوتا۔ (مراقی الفلاح)

الفرج :- جماع یا صرف چھیڑ چھاڑ ہو کہ جس سے انزال ہو جائے ان سے بھی رکنا ضروری ہے۔ (مراقی)

سبب وجوبہ :- مثلاً کوئی آدمی پندرہ رمضان المبارک کو مسلمان ہوا یا کوئی لڑکا ابھی تک نابالغ تھا اور وہ کچھ

رمضان گزرنے پر بالغ ہو گیا تو جب وہ مسلمان ہوا ہے اور نابالغ جب بالغ ہوا ہے اس وقت اس کے اوپر رمضان کے روزے فرض ہوں گے اس سے قبل کے روزے اس پر فرض نہ ہوں گے۔

الاسلام :- اس قید سے کافر کو نکالنا ہے اسلئے کہ اسکے اندر اہلیت صوم ہی نہیں ہے۔ وہ صوم کا اہل اس وقت ہو گا جب وہ اسلام لے آئے اس لئے کہ صوم اسلام کا تیسرا رکن ہے اور ابھی اس نے پہلے کو بھی قبول نہیں کیا ہے العقل :- اس قید سے نابالغ اور مجنون اور پاگل اور دیوانے کو نکالنا ہے اس لئے کہ اسلام کے احکامات عاقل اور بالغ سے متعلق ہوتے ہیں اور ان لوگوں کے اندر ابھی تک وہ صلاحیت نہیں ہے۔

العلم بالوجوب :- اگر کوئی دار الحرب میں اسلام لایا تو اب اس کے اوپر اس وقت لازم ہو گا، جب اس کو فرضیت صوم معلوم ہو جائے، جب تک اس کو اس کا علم نہیں ہو گا اس وقت تک اس پر لازم نہیں ہو گا اب اگر وہ نابالغ آدمی یا ایک مرد اور دو عورتیں یا ایک عادل شخص اس کو یہ بتلا دے تو اب اس کو روزہ رکھنا لازم ہو گا۔ (موافق الفلاح)

(ف) ہندوستان اگرچہ دار الحرب ہے مگر چونکہ یہاں مسائل سے واقفیت کے ذرائع اتنے وسیع ہیں کہ بہت سی اسلامی حکومتوں میں بھی یہ وسعت اور ایسی سہولت میسر نہیں، لہذا ہندوستان میں کسی کی کسی مسئلہ سے عدم واقفیت کی کوئی عذر نہیں مانی جائے گی البتہ ایسے دار الحرب میں کہ جہاں مسائل اسلام سے واقفیت ناممکن ہو عدم واقفیت کا عذر مسوع ہو سکتا ہے، چنانچہ اگر کوئی نو مسلم ایسے دار الحرب میں فرضیت صوم سے بے خبر ہے تو اس پر رمضان شریف کے روزے فرض نہیں ہوں گے اور رمضان کے روزوں کی فرضیت کے علم کے بعد فوت شدہ روزوں کی قضاء اس شخص پر لازم آئے گی اور طلاق وغیرہ کے احکام میں بھی یہ ہی حکم ہے۔ (ماخوذ از ایضاح الاصابح)

لوجوب اداانہ :- یعنی وجوب ادا کیلئے صحت کا ہونا ضروری ہے اسلئے کہ مریض پر روزہ نہیں بلکہ وہ صحت یاب ہونے کے بعد ادا کرے گا اور اسی طرح حیض و نفاس کا نہ ہونا اسلئے کہ اس حالت میں روزہ کی ممانعت ہے اور اسی طرح اس روزہ دار کا مقیم ہونا اسلئے کہ مسافر کو اجازت ہے اگر چاہے تو حالت سفر میں رکھے اور اگر چاہے تو اقامت کے بعد ان روزوں کی قضا کرے۔

لصحة اداانہ :- یعنی جب روزہ فرض ہو گیا تو اب کون کون سی چیزیں ہیں کہ ان کا پایا جانا ضروری ہے بغیر اسکے صحیح نہیں ہو گا مصنف نے اس کے لئے تین چیزیں بیان کیں

(۱) النية :- اس لئے کہ ہر دن کے روزہ کیلئے علیحدہ نیت کا ہونا ضروری ہے لہذا صرف رمضان کے ایک روزہ کی نیت کر لینا کافی نہ ہو گی کہ صرف شروع رمضان میں نیت کی کہ میں پورے رمضان روزہ رکھوں گا اسلئے کہ یہ بات پہلے معلوم ہو چکی ہے کہ ہر روزے کے وجوب کا سبب ہر دن رمضان کا ہے لہذا ہر سبب کے بدلنے کے بعد مسبب کیلئے ہر روز نئی نیت کی ضرورت ہو گی اسلئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے لا صیام لمن لم ینو الصیام من اللیل۔

(۲) حیض و نفاس سے پاک ہونا (۳) کوئی ایسی حرکت نہ پائی جائے جو منافی صوم ہو۔

الجنابة :- یعنی جنابت سے پاک ہونا ضروری نہیں، چنانچہ اگر دن میں سوتے وقت انزال ہو جائے یا ایک شخص رات میں حالت جنابت میں تھا اور ان سے غسل نہیں کیا اور اسی طرح سونے والے کو احتلام ہو گیا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔
حکمہ :- یعنی دنیا میں چونکہ اس کے اوپر روزہ فرض تھا اس لئے جب اس نے روزہ رکھ لیا تو اب دنیا کے اعتبار سے اس کا فرض ساقط ہو گیا اور آخرت کے اعتبار سے ثواب اس وجہ سے ہے کہ خدائے تعالیٰ کے احکام کو بجا لانے والا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو ثواب دے گا۔

فصل۔ يَنْقَسِمُ الصَّوْمُ إِلَى سِتَّةِ أَقْسَامٍ فَرَضٌ وَوَاجِبٌ وَمَسْنُونٌ وَمَنْدُوبٌ وَنَفْلٌ وَمَكْرُوهٌ أَمَّا الْفَرَضُ فَهُوَ صَوْمُ رَمَضَانَ آدَاءً وَقَضَاءً وَصَوْمُ الْكُفَّارَاتِ وَالْمَنْدُورِ فِي الْأَظْهَرِ وَأَمَّا الْوَاجِبُ فَهُوَ قَضَاءُ مَا أَفْسَدَهُ مِنْ صَوْمٍ نَفَلَ وَأَمَّ الْمَسْنُونُ فَهُوَ صَوْمُ عَاشُورَاءَ مَعَ التَّاسِعِ وَأَمَّا الْمَنْدُوبُ فَهُوَ صَوْمُ ثَلَاثَةِ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَيَتَدَبُّ كَوْنُهَا الْأَيَّامَ الْبَيْضُ وَهِيَ الثَّلَاثُ عَشَرَ وَالرَّابِعُ عَشَرَ وَالْخَامِسُ عَشَرَ وَصَوْمُ يَوْمِ الْإِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ وَصَوْمُ سِتِّ مِنْ شَوَّالٍ ثُمَّ قِيلَ الْأَفْضَلُ وَصَلَّاهَا وَقِيلَ تَفْرِيفُهَا وَكُلُّ صَوْمٍ نَبَتْ طَلَبُهُ وَالْوَعْدُ عَلَيْهِ بِالسَّنَةِ كَصَوْمِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا وَهُوَ أَفْضَلُ الصِّيَامِ وَآجِبُهُ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى وَأَمَّا النَّفْلُ فَهُوَ مَا سِوَى ذَلِكَ مِمَّا لَمْ يَنْبُتْ كَرَاهِيَتُهُ.

ترجمہ :- روزہ چھ قسموں پر منقسم ہوتا ہے فرض اور واجب اور مسنون اور مندوب اور نفل اور مکروہ۔ فرض روزے تو وہ رمضان کے ہیں ادا ہوں یا قضا ہوں اور کفارات کے روزے اور ظاہر مذہب کے بموجب نذر کے روزے اور بہر حال واجب روزے تو وہ ہیں کہ جسے نفل روزہ سے توڑ دیا ہو اور بہر حال سنت روزے تو وہ دسویں تاریخ کے ساتھ نویں کاروزہ ہے اور بہر حال مستحب روزے تو وہ ہر مہینہ کے تین دن ہیں، اور مستحب ہے کہ وہ روزے لیام بیض کے ہوں اور یہ ۱۳/۱۴/۱۵ کے روزے ہیں اور دو شنبہ اور پنجشنبہ کے روزے ہیں اور شوال کے چھ روزے ہیں۔
پھر کہا گیا ہے کہ افضل یہ ہے کہ ان دونوں کو ملا کر رکھا جائے اور کہا گیا ہے کہ الگ الگ رکھا جائے اور ہر وہ روزہ کہ جس کا طلب اور جس پر ثواب کا وعدہ سنت سے ثابت ہو جیسے صوم داؤدی۔ حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور روزوں میں یہ سب سے افضل ہے اور خدا کے نزدیک پسندیدہ ہے اور بہر حال نفل روزے تو وہ ہیں جو اسکے علاوہ ہیں اور اس میں کراہیت ثابت نہیں ہے۔

تشریح و مطالب :- ابھی اجمالاً یہ بیان کر رہے تھے کہ روزہ کون کون سے رکھ سکتے ہیں اور اسکے لئے کیا ضروری ہے اب جب اسے بیان کر چکے تو اب یہاں سے اسکی تفصیل بیان کر رہے ہیں۔
سنة :- مصنف نے یہ تعداد تقریباً کی بیان کی ہے انحصار کی نہیں اس لئے روزوں کی کل آٹھ قسمیں ہیں۔

الفرض :- یعنی رمضان المبارک کا روزہ رکھنا خواہ وہ ادا ہو مثلاً اگر بیمار نہیں ہے اور مسافر نہیں ہے عورت حیض و نفاس سے پاک ہے تو اب جو روزہ رکھا جائے گا وہ ادا کہلائے گا اور اگر رمضان کے مہینہ میں کوئی سفر میں تھا اور

اس نے حالت سفر میں رخصت پر عمل کیا یا کوئی رمضان المبارک میں بیمار تھا اور اس نے روزہ نہیں رکھا اب جبکہ یہ لوگ بعد میں رکھیں گے تو اسے قضا کہا جائے گا تو یہ دونوں روزے فرض ہیں اسی طرح صوم کفارہ اور نذریہ بھی فرض ہیں اس لئے کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے ولوفوا نذورہم۔ اور کفارے کا روزہ جیسے کفارہ ظہار، کفارہ قتل خطاء، اور کفارہ یمین کہ ان سے جو روزے آتے ہیں ان کا رکھنا فرض ہے۔

الواجب :- مثلاً ایک آدمی نے نفل روزے رکھے اور اسکے بعد اس کو پورا نہیں کیا بلکہ توڑ دیا تو اس توڑنے کے بعد اس پر واجب ہے کہ اس کو پورا کرے اس لئے کہ پہلے اس پر واجب نہیں تھا لیکن جب اس نے شروع کر دیا تو اب اس کا پورا کرنا واجب ہو گا اور اس نے اپنے ذمہ لازم کر لیا لہذا اب توڑنے کے بعد اس کا پورا کرنا واجب ہو گا۔

المسنون :- روزے کی تیسری قسم سنت ہے جیسے کی دسویں محرم الحرام کا روزہ رکھنا لیکن اس کے ساتھ ایک اور ملنا، اس لئے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لئن بقیت الی قابل لا صوم من التاسع۔ اصل واقعہ یوں پیش آیا کہ حضور پاک جب مدینہ تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا کہ یہود مدینہ دس محرم الحرام کو روزہ رکھتے ہیں جب آپ نے ان سے اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے بتلایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے اسی دن نجات پائی تھی تو آپ نے فرمایا کہ میں اس کا زیادہ حقدار ہوں لیکن یہود صرف دس کو روزہ رکھتے تھے اور یہود و نصاریٰ کی مخالفت ضروری تھی اس وجہ سے آپ نے فرمایا کہ اسکے ساتھ ایک اور ملایا جائے۔

المندوب :- مستحب روزے یہ ہیں کہ ہر مہینہ میں تین روزہ رکھا جائے اور اس مہینہ میں بہتر یہ ہے کہ لیام بیض میں رکھا جائے، بیض سفید اور روشن کو کہا جاتا ہے چونکہ ۱۳/۱۴/۱۵ میں چاند پورا ہو جاتا ہے اسلئے ان تاریخوں کو بیض سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور ثواب کے متعلق امت مسلمہ کو یہ قاعدہ بتلایا گیا ہے کہ کل حسنة بعشر امثالها۔ یعنی ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہے تو اس طرح تینوں روزوں کی تعداد تیس ہو جائے گی اور صرف تین روزے رکھ لینے سے پورے مہینے کا ثواب مل جائے گا، اسی لئے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم خاص طور پر انکی ہدایت فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ صوم دہر یعنی ہمیشہ روزہ رکھنے کے برابر ہے۔ (مراتی الفلاح) حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یامرنا ان نصوم البیض ثلاث عشرة واربع عشرة وخمس عشرة قال وقال هو کھینۃ الدھر ای کصیام الدھر۔ (ابوداؤد) اور اسی طرح سے دو شنبہ اور پنجشنبہ کو اس لئے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے تعرض الاعمال یوم الاثنين والخمیس فاحب ان یعرض عملی وانا صائم۔ اسلئے کہ ان لیام میں بندوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور ظاہری بات ہے کہ آدمی جب اس دن روزہ سے ہو گا تو اس سے خدائے پاک بھی خوش ہو گا۔ (مراتی بزیادہ)

ست من شوال :- لقوله علیہ السلام من صام رمضان فاتبعہ ستا من شوال کان یصام الدھر۔ اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ ان کے اندر تفریق ہو یا وصل ہو فاتبعہ سے تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ فصل نہ ہو لیکن اہل کتاب نے چونکہ فرض روزوں میں زیادتی کی تھی اور اس کو متابعت رکھتے تھے اس لئے ان کی مخالفت کے پیش نظر یہ کہا ہے کہ فصل افضل ہے۔ (مراتی)

کصوم داؤد علیہ السلام :- لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم احب الصیام الی اللہ صیام داؤد واحب الصلوۃ الی اللہ صلوۃ داؤد کان یصوم نصفه ویقوم ثلثه وینام سدسه وکان یفطر یوماً ویصوم یوماً (ابوداؤد) اسی لئے صوم داؤدی افضل ہے کیونکہ جب آدمی ایک دن کھالے گا اور اس سے اسکے اندر ایک قوت آجائے گی اور دوسرے دن روزہ رکھے گا تو اسکو کوئی نقصان نہ ہوگا اور تمام لوگوں کے حقوق بھی اس طرح سے ادا ہو جائیں گے۔

النفل :- ابھی تک جو قسمیں بیان کی گئیں اگر انکے علاوہ روزہ رکھا جائے تو وہ نفل ہوگا اور اسکے رکھنے میں اس کو اختیار ہے جب وہ رکھے گا تو اسکو اس رکھنے پر ثواب ملے گا اور نہ رکھنے پر وعید وغیرہ نہیں ہے اسی طرح کسی موسم اور دن کی تعیین بھی نہیں جب چاہے رکھ سکتا ہے لیکن ایک بات یاد رہے اگر رکھ کر پورا نہیں کیا بلکہ چھوڑ دیا تو اب اسکی قضا واجب ہو جائیگی۔

وَأَمَّا الْمَكْرُوهُ فَهُوَ قِسْمَانِ مَكْرُوهٌ تَنْزِيهًا وَمَكْرُوهٌ تَحْرِيمًا الْأَوَّلُ كَصَوْمِ عَاشُورَاءَ مُنْفَرِداً عَنِ النَّاسِ وَالثَّانِي يَوْمَ الْعِيدَيْنِ وَأَيَّامِ التَّشْرِيقِ وَكُرْهٌ إِفْرَادُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَإِفْرَادُ يَوْمِ السَّبْتِ وَيَوْمِ النَّيْزُورِ وَالْمَهْرَجَانِ إِلَّا أَنْ يُوَافِقَ عَادَتَهُ وَيَكُرْهُ يَوْمُ الْوِصَالِ وَلَوْ يَوْمَيْنِ وَهُوَ أَنْ لَا يَفْطِرَ بَعْدَ الْغُرُوبِ أَصْلًا حَتَّى يَتَّصِلَ صَوْمُ الْفَدْلِ بِالْأَمْسِ وَكُرْهُ صَوْمِ الذَّهْرِ.

ترجمہ :- اور بہر حال مکروہ تو اس کی دو قسمیں ہیں مکروہ تنزیہی اور مکروہ تحریمی۔ مکروہ تنزیہی جیسے صرف محرم کی دس کو روزہ رکھنا، اور مکروہ تحریمی جیسے عیدین اور ایام تشریق میں روزہ رکھنا اور صرف جمعہ اور سنیچر کو روزہ رکھنا مکروہ ہے اور نیروز و مہرجان کا روزہ رکھنا مکروہ ہے لیکن جب اس کی عادت ہی پڑ گئی ہو اور صوم وصال بھی مکروہ ہے اگرچہ دو ہی دن ہو اور صوم وصال یہ ہے کہ غروب آفتاب کے بعد بالکل افطار نہ کیا جائے یہاں تک کہ گزرے ہوئے کل کا روزہ آج کے روزے سے مل جائے اور صوم دہر مکروہ ہے۔

تشریح و مطالب :- صوم العیدین :- اسلئے کہ اس دن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہمان نوازی ہوتی ہے اب ظاہر ہی بات ہے کہ جو اس دن روزہ سے رہے گا وہ اس میں شرکت نہیں کر سکے گا اور اللہ تعالیٰ تو اسکو حکم دیتا ہے کہ اس دن کھانا مکروہ روزہ رکھتا ہے تو گویا کہ یہ اللہ کی ضیافت سے اعراض کر رہا ہے اسلئے مکروہ تحریمی ہے۔ ایام التشریق :- علامہ ابن ہمام نے اپنی کتاب برہان میں اس کی تصریح کی ہے کہ اس دن روزہ رکھنا حرام ہے اس لئے کہ اس پر نہی وارد ہوئی ہے اور اس کی وجہ وہی ہے جو عیدین میں ہے۔

یوم الجمعة :- لقوله صلی اللہ علیہ وسلم لا تَخْصُوا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ سَنَنِ بَيْنَ اللَّيَالِي وَلَا تَخْصُوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِنْ بَيْنِ الْأَيَّامِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ فِي صَوْمٍ يَصُومُهُ أَحَدُكُمْ. (مسلم) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جمعہ کی رات کو قیام اور نوافل کیلئے اور جمعہ کے دن کو روزے کیلئے مخصوص نہ کرو کہ فقط جمعہ کی رات کو قیام ہو اور باقی راتوں میں نہ ہو یا صرف جمعہ کے دن روزہ ہو باقی دنوں میں نہ ہو اور ہفتہ بھر خالی رہے، یہ اس لئے ہے کہ جب شریعت نے اس کے بارے میں کچھ تصریح نہیں کی تو تم کیوں اس کو خاص کرتے ہو کہ صرف اسی دن روزہ رکھو اور باقی ایام میں وہ فضیلت نہ سمجھو حالانکہ دن تو تمام کے تمام برابر ہیں۔

یوم السبت :- لقوله عليه الصلوة والسلام لاتصوموا يوم السبت الا فيما افترض عليكم فان لم يجد احدكم الا لحاء عنبه او عود شجرة فليمضغه. (رواه احمد) اور اسکے خاص کرنے میں ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہودی اسی دن عبادت کرتے تھے دوسرے دن انکے یہاں فرصت رہتی ہے اور جب ایک مسلم اسی دن کو ایک عبادت یعنی روزہ کیلئے خاص کرے گا تو یہ ان کے ساتھ مشابہت لازم آجائے گی حالانکہ انکی مخالفت کرنی چاہئے جیسا کہ معلوم ہو چکا۔

یوم النیروز :- اس کی اصل نوروز تھی جب یہ کلام عرب کے اوزان پر نہیں آ رہا تھا لہذا اس میں تعلیل کردی اور واؤ کو یا کر دیا اور یہ فصل ربیع کے آخر میں ہوتا ہے۔ اور مہر جان یہ خریف کے آخری یام میں ہوتا ہے یہ دونوں دن ایرانیوں کے تہوار تھے جیسے ہندوؤں کی ہولی دیوالی وغیرہ، ان دنوں کے اندر وہ اس وجہ سے روزے رکھتے تھے کہ ان ہی سے موسم بدلتا تھا اور وہ لوگ اس دن کی تعظیم میں روزہ رکھتے تھے اس لئے ان کو منع کر دیا گیا۔

الان یوافق :- مثلاً ایک شخص اتوار کے دن ہر مہینہ میں روزہ رکھا کرتا تھا اب اتفاق سے ایک مرتبہ اسی دن نیروز ہو گیا یا اسی طرح سے مہر جان ہو گیا تو اب اس صورت میں کراہیت نہیں میا اسی طرح سے ایک آدمی ہر مہینہ کی ۲۰ کو روزے رکھا کرتا تھا اسلئے کہ اسکو اسی دن فرصت رہتی ہے اب اتفاق سے ۲۰ کو جمعہ پڑ گیا یا سنجر آ گیا تو اس میں بھی کراہت نہیں۔

صوم الدھر :- اسلئے کہ برابر روزے رکھنے سے دوسرے کے حقوق ادا نہیں ہو سکتے حالانکہ اسکے ذمہ دوسروں کے حقوق بھی ہیں جنکا اکرنا ضروری ہے اور اس طرح روزہ رکھنے سے یہ شخص کمزور ہو جائے گا چنانچہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ صوم دہر نہ رکھا جائے بلکہ ایک دن افطار کیا جائے اور ایک دن روزہ رکھا جائے۔

(ف) عورت بلا اپنے شوہر کی اجازت کے نفل روزہ نہ رکھے اس لئے کہ معلوم نہیں اس کو کب جماع کی ضرورت پیش آجائے اور جب اس سے جماع کرے گا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور نفل شروع کرنے کی وجہ سے اس کا پوار کرنا واجب ہو گا لیکن اگر اس کے اوپر قضا روزہ ہے تو اب اس کو اجازت کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق۔ اس لئے اس وقت اجازت ضروری نہیں۔ (طحطاوی)

فصل۔ فِیْمَا یُسْتَرْطُ تَبِیْتُ النِّیَّةِ وَتَعِیْنُهَا فِیْهِ وَمَا لَا یُسْتَرْطُ۔ اَمَّا الْقِسْمُ الَّذِی لَا یُسْتَرْطُ فِیْهِ تَعِیْنُ النِّیَّةِ وَلَا تَبِیْتُهَا فَهُوَ اَدَاءُ رَمَضَانَ وَالنَّذْرُ الْمُعِیْنُ زَمَانَهُ وَالنَّفْلُ فِیْصَحُّ بِنِیَّةٍ مِنَ اللَّیْلِ اِلَى مَا قَبْلَ نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰی الْاَصْحَ وَنِصْفُ النَّهَارِ مِنْ طُلُوعِ الْفَجْرِ اِلَى وَقْتُ الضُّحْوَةِ الْكُبْرٰی وَیَصَحُّ اَيْضًا بِمُطْلَقِ النِّیَّةِ وَبِنِیَّةِ النَّفْلِ وَلَوْ كَانَ مُسَافِرًا اَوْ مَرِیضًا فِی الْاَصْحَ وَیَصَحُّ اَدَاءُ رَمَضَانَ بِنِیَّةٍ وَاجِبٍ اٰخَرَ لَمَنْ كَانَ صَحِیْحًا مُقِیْمًا بِخِلَافِ الْمُسَافِرِ فَانَّهُ یَقَعُ عَمَّا نَوَاهُ مِنَ الْوَاجِبِ۔

ترجمہ :- وہ روزے کی جس میں رات سے نیت شرط ہے اور وہ روزے کہ جن میں رات سے نیت شرط نہیں، روزہ کی وہ قسم کہ جس میں رات سے نیت شرط نہیں وہ رمضان شریف کا روزہ ہے اور وہ نذر کہ جس کا زمانہ متعین ہو اور نفل روزہ اور ان میں صحیح قول کے مطابق رات سے لیکر نصف النہار تک نیت کر لینی صحیح ہے۔ اور نصف النہار فجر

سے لیکر ضحوة کبریٰ تک ہے اور یہ روزے صرف نیت کر لینے سے بھی صحیح ہو جاتے ہیں اور نفل کی نیت سے بھی صحیح قول کے مطابق اگرچہ وہ مسافر یا مریض ہو، اور جو تندرست مقیم ہو وہ کسی دوسرے واجب کی نیت کرے تب بھی رمضان المبارک کی ادا صحیح ہو جائے گی بخلاف مسافر کے اسلئے کہ وہ جس واجب کی نیت کرے گا وہی ادا ہوگا۔

تشریح و مطالب :- بیان کیا اب جب اس کو بیان کر چکے تو اب یہاں سے یہ بیان کر رہے ہیں کہ کون کون

سے روزے ایسے ہیں کہ ان میں رات سے نیت کر لینی ضروری ہے اور کون کون سے روزے وہ ہیں جو صرف رکھ لینے سے ادا ہو جاتے ہیں اور کن میں کب تک نیت کی جاسکتی ہے۔

النبة :- یہ بات پہلے بھی عرض کی جا چکی ہے کہ نیت کے معنی صرف ارادہ کرنے کے ہیں اور دل سے ارادہ کر لیز کافی مانا جاتا ہے اگر زبان سے کہہ لیا جائے تو ٹھیک ہے ورنہ ضروری نہیں، ہاں نذر میں قسم میں یا طلاق میں صرف ارادہ کافی نہیں ہوتا اس لئے اس میں زبان سے کہنا ضروری ہے ورنہ وہ نہ نذر ہو گا نہ طلاق اور نہ قسم۔ واللہ اعلم

اداء رمضان :- چاہے رات کو نیت کی ہو یا نہ کی ہو اگر رمضان کے مہینہ میں روزہ رکھ رہا ہے اور وہ مقیم ہے تندرست ہے اور تمام شرطیں اس کے اندر موجود ہیں تو اب اس کا وہ روزہ رکھنا رمضان کا ہو گا اس لئے کہ اس وقت اس کے اوپر وہی فرض ہے دوسرا ادا نہیں کیا جاسکتا اگرچہ وہ دوسرے روزہ کی نیت کر لے۔

النذر المعین :- جیسے کسی نے کہا کہ اگر میرا فلاں کام پورا ہو گیا تو میں جمعرات کو روزہ رکھوں گا اور اس کا کام ہو گیا اور اس نے جمعرات کو روزہ رکھا تو اب اس کا روزہ ہو جائے گا رات سے نیت کرنی ضروری نہیں اور اس کی نذر پوری ہو جائے گی۔ (مراۃ الفلاح)

نصف النهار :- صبح صادق کے طلوع سے غروب آفتاب تک نہار شرعی یعنی شرعی دن مانا جاتا ہے اس کا نصف، نصف النهار شرعی اور طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک نہار عرفی ہے اس کا نصف ضحوة کبریٰ ہے جس کے فوراً بعد زوال آفتاب یعنی آفتاب ڈھلنا شروع ہو جاتا ہے مثلاً صبح صادق ساڑھے پانچ بجے ہوتی ہے اور ساڑھے پانچ بجے ہی غروب آفتاب ہوتا ہے تو نہار شرعی بارہ گھنٹے کا ہوا جس کا نصف چھ گھنٹے ہوا، صبح صادق یعنی ساڑھے پانچ سے چھ گھنٹے بعد یعنی ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے نصف النهار ہو گا طلوع آفتاب فرض کیجئے کہ اس روز سوا سات بجے ہو تو نہار عرفی سوا دس گھنٹے کا ہوا جس کا نصف پانچ گھنٹے ساڑھے سات منٹ ہو اور طلوع آفتاب یعنی سوا سات بجے سے پانچ گھنٹے ساڑھے سات منٹ بعد بارہ بج کر ساڑھے بائیس منٹ پر ضحوة کبریٰ ہو گا اور پھر اسی وقت سے آفتاب ڈھلنا شروع ہو جائے گا اس صورت پر نصف النهار ضحوة کبریٰ سے ساڑھے باون منٹ قبل ہو اور ضروری ہے کہ زیادہ حصہ میں روزہ کی نیت اور ارادہ موجود ہو اور وہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ وہ نصف النهار تک ارادہ کر لے۔ (ماخوذ از ایضاح الاصابح)

علی الاصح :- قدوری کی ظاہر عبارت سے احتراز مقصود ہے۔ (مراۃ الفلاح)

الضحوۃ الکبریٰ :- یہاں ضحوۃ کبریٰ سے کچھ دیر پہلے مراد ہے کیونکہ نہار یعنی صبح صادق سے لیکر غروب آفتاب تک کا نصف بسا اوقات ضحوۃ کبریٰ سے پہلے ہوتا ہے جیسا کہ پہلے حاشیہ میں گذر چکا ہے۔

واجب آخر :- یعنی اگر تندرست مقیم رمضان کے مہینہ میں کسی دوسرے روزے کی نیت کر لے تب بھی وہ رمضان ہی کا روزہ ہو گا اس کی نیت کا اعتبار نہیں ہو گا اور کوئی دوسرا روزہ اس نیت سے ادا نہ ہو گا جیسا کہ اسکی تفصیل پہلے گذر چکی۔

من الواجب :- مسافر اگر کسی دوسرے روزے کی نیت کرے تو وہ رمضان کا روزہ ہو گا یا نہیں؟ اس میں امام اعظمؒ کی دو روایتیں ہیں ایک تو یہ ہے کہ دوسرا روزہ ہو جائے گا اور رمضان کا روزہ نہیں ہو گا اور ایک روایت یہی ہے کہ اس نیت کا اعتبار نہیں ہو گا بلکہ وہ رمضان کا روزہ شمار کیا جائے گا لیکن امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ رمضان ہی روزہ شمار کیا جائے گا۔ (مراقی)

وَ اٰخِلْفَ التَّرْجِيْحُ فِي الْمَرِيضِ اِذَا نَوَى وَ اَجِبًا اٰخَرُ فِي رَمَضَانَ وَلَا يَصِحُّ الْمُنْدُوْرُ الْمَعِيْنُ زَمَانُهُ بَيِّنَةٌ وَ اَجِبٌ غَيْرُهُ بَلْ يَقَعُ عَمَّا نَوَاهُ مِنَ الْوَاْجِبِ فِيْهِ وَ اَمَّا الْقِسْمُ الثَّانِي وَ هُوَ مَا يَشْتَرَطُ فِيْهِ تَغْيِيْنُ النِّيَّةِ وَ تَبَيُّنُهَا فَهُوَ قَضَاءُ رَمَضَانَ وَ قَضَاءُ مَا اَفْسَدَهُ مِنْ نَفْلِ وَ صَوْمِ الْكَفَّارَاتِ بِاَنْوَاعِهَا وَ الْمُنْدُوْرُ الْمَطْلُوْقُ كَقَوْلِهِ اِنْ شَفَى اللّٰهُ مَرِيضِيْ فَعَلَيْ صَوْمِ يَوْمٍ فَحَصَلَ الشَّفَاءُ.

ترجمہ :- اور مریض جب رمضان میں کسی دوسرے روزے کی نیت کر لے تو ترجیح کے بارے میں اختلاف ہے اور وہ نذر روزہ کہ جس کا زمانہ متعین ہو دوسرے واجب کی نیت سے صحیح نہیں ہوتا بلکہ اس میں جس واجب کی نیت کی جائے وہی ادا ہو گا۔ اور دوسری قسم وہ ہے کہ جس میں تعین کرنا اور رات سے نیت کرنی ضروری ہے اور وہ رمضان کے قضاء روزے ہیں اور نفل سے جس روزہ کو توڑ دیا گیا ہو اور کفارہ کے تمام روزے، مطلق نذر کے روزے مثلاً یہ کہنا کہ اگر خدا میرے مریض کو شفا دیدے تو میرے اوپر ایک دن کا روزہ ہے اور وہ شفا یاب ہو گیا۔

تشریح و مطالب :- | اختلاف :- کچھ علماء کے نزدیک رائج یہ ہے کہ رمضان کا روزہ ہو گا جیسا کہ مقیم اور تندرست کا اور دوسرے حضرات کے نزدیک رائج یہ ہے کہ جس روزے کی نیت کرے گا وہ ہو گا البتہ نفل کی نیت ہر ایک کے نزدیک لغو ہے اور اگر اس نے واجب کے بجائے نفل روزے کی نیت کی ہے تو اب رمضان ہی کا روزہ ہو گا نفل نہیں ہو گا اس صورت میں کسی کا اختلاف نہیں ہے صاحب ہدایہ اور اکثر علماء بخارا کی یہی رائے ہے کہ وہ چونکہ قادر نہیں ہے اور رمضان کے روزے میں قدرت ضروری ہے اسلئے جب شرط نہیں پائی گئی تو اب جس کی نیت کریگا وہی روزہ ہو گا اور فخر الاسلام اور شمس الائمہ کا قول یہ ہے کہ رمضان ہی کا ہو گا اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ (مراتی الفلاح)

من الواجب :- جب کسی نے کوئی نذر مانی اور اس کے روزے کو ایک دن کیلئے خاص کر دیا اب اس نے اس دن روزہ رکھا اور کسی دوسرے واجب کی نیت کر لی تو اب اس صورت میں یہ نذری روزہ جس کے لئے یہ دن متعین کیا گیا اس کے ذمہ باقی رہ جائے گا۔ (مراقی الفلاح)

القسم الثانی :- اب یہاں سے اس قسم کو بیان کر رہے ہیں کہ جس میں تعین یعنی جس کیلئے روزہ رکھا جا رہا ہے اس کا متعین کرنا ضروری ہے اور اسی طرح جس میں رات ہی سے نیت کرنی لازم ہے بلارات ہی سے نیت کئے وہ روزہ صحیح نہیں ہوتا۔

قضاء رمضان :- یعنی کسی نے رمضان کے روزے چھوڑ دیئے تھے یا مریض تھا اس لئے نہیں رکھا تھا یا اسی طرح مسافر تھا اور اس نے رخصت پر عمل کیا تھا اب جبکہ وہ روزہ کی قضاء کرے گا تو اب ضروری ہے کہ یہ کہے کہ میں رمضان کے روزوں کی قضا کر رہا ہوں اور اسی طرح نیت رات سے کرنی ضروری ہے ادا کی طرح نصف النہار تک نیت نہیں کر سکتا اگرچہ یہ اسی کی قضاء ہے۔

من النفل :- ایک شخص نے بنیت نفل روزہ رکھا اور اس کو پورا نہیں کیا بلکہ افطار سے قبل ہی توڑ دیا تو اب یہ روزہ واجب ہو گیا لیکن جب اس روزہ کی قضا کرے گا تو اب یہ ضروری ہے کہ یہ کہے کہ میں اس نفل روزہ کی قضا کر رہا ہوں جس کو میں نے توڑ دیا تھا اور اسی طرح رات سے نیت ضروری ہے اس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

بانواعها :- جیسے کفارۃ ظہار، کفارۃ یمین یا کفارۃ قضاء رمضان وغیرہ (مراتی) ان روزوں میں بھی تعین اور رات سے نیت کا ہونا ضروری ہے۔

المطلق :- یعنی کسی نے یہ کہا کہ اگر خدا نے شفا دیدیا تو میں روزہ رکھوں گا اس لئے کہ اس نے دن متعین نہیں کیا لہذا جب روزہ رکھے گا تو یہ کہے گا کہ میں نذر کاروزہ رکھ رہا ہوں۔

(ف) زبان سے ان الفاظ کا کہنا ضروری نہیں بلکہ ارادہ کافی ہے اسکی مکمل تفصیل گذر چکی ہے۔

فصل۔ فِيمَا يَثْبُتُ بِهِ الْهَلَالُ وَفِي صَوْمِ يَوْمِ الشُّكِّ وَغَيْرِهِ. يَثْبُتُ رَمَضَانُ بِرُؤْيَا هَلَالِهِ أَوْ بَعْدَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ إِنْ غُمَّ الْهَلَالُ وَيَوْمُ الشُّكِّ هُوَ مَا يَلِي التَّاسِعَ وَالْعِشْرِينَ مِنْ شَعْبَانَ وَقَدْ اسْتَوَى فِيهِ طَرَفُ الْعِلْمِ وَالْجَهْلِ بَانَ غُمُّ الْهَلَالِ وَكُرِّهَ فِيهِ كُلُّ صَوْمٍ إِلَّا صَوْمَ نَفْلِ جَزَمَ بِهِ بِلَا تَرْدِيدٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ صَوْمٍ آخَرَ وَإِنْ ظَهَرَ أَنَّهُ مِنْ رَمَضَانَ أَجْرًا عَنْهُ مَا صَامَهُ وَإِنْ رَدَّدَ فِيهِ بَيْنَ صِيَامٍ وَفِطْرٍ لَا يَكُونُ صَائِمًا وَكُرِّهَ صَوْمُ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ مِنْ آخِرِ شَعْبَانَ وَلَا يَكُرُّهُمَا مَا قَوْفَهُمَا وَيَأْمُرُ الْمُفْتَى الْعَامَّةُ بِالتَّلَوُّمِ يَوْمَ الشُّكِّ ثُمَّ بِالْإِفْطَارِ إِذَا ذَهَبَ وَقْتُ النِّيَّةِ وَلَمْ يَتَّعِينَ الْحَالَ وَيَصُومُ فِيهِ الْمُفْتَى وَالْقَاضِي وَمَنْ كَانَ مِنَ الْخَوَاصِّ وَمَنْ هُوَ يَتِمَكَّنُ مِنْ ضَبْطِ نَفْسِهِ عَنِ التَّرْدِيدِ فِي النِّيَّةِ وَمُلَاحَظَةِ كَوْنِهِ عَنِ الْقَرَضِ.

ترجمہ :- وہ چیزیں جن سے چاند کا ثبوت ہوتا ہے اور یوم شک میں روزہ وغیرہ کا بیان۔ رمضان کے چاند دیکھ لینے سے یا اگر بدلی ہو تو شعبان کے تیس شمار کر لینے سے اور یوم شک وہ ہے جو شعبان کی ۲۹ سے ملا ہوا ہو اور اس میں علم اور جہل دونوں پہلو برابر ہوں اور اس طور پر کہ چاند چھپا رہا ہو اور اس میں ہر روزہ مکروہ ہے مگر وہ نفل روزہ کہ جس کا پختگی سے ارادہ کیا گیا ہو، اور اگر یہ بات معلوم ہو گئی کہ یہ رمضان کی تاریخ تھی تو وہ رمضان کے لئے کافی ہو جائے گا اور اگر اس

میں روزہ اور افطار کے درمیان تردد ہو گیا تو اس کا روزہ نہیں ہو گا اور شعبان کے آخر میں ایک دن یا دو دن روزہ رکھنا مکروہ ہے اور اس سے زیادہ میں کراہیت نہیں، اور شک کے دن میں مفتی عام لوگوں کو انتظار کا حکم دے گا اور جب حالت متعین نہ ہو سکی اور نیت کا وقت ختم ہو گیا تو اب افطار کا حکم دے گا اور اس دن قاضی اور مفتی روزہ رکھیں گے اور خواص وہ لوگ ہیں جو نیت میں تردید سے اپنے نفس کو قابو میں رکھ سکیں اور اس کا لحاظ رکھ سکیں کہ یہ فرض بھی ہو سکتا ہے۔

تشریح و مطالب :- ابھی تک مصنفؒ روزہ کے احکام اور اقسام کو بیان کر رہے تھے اب جبکہ اس سے فارغ ہو گئے تو اب یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ کب روزہ رکھا جائے گا اور یہاں سے صرف فرائض کو

بیان کر رہے ہیں اس لئے کہ رمضان کے علاوہ اور روزوں میں چاند کا دیکھنا ضروری نہیں۔ فرائض میں صرف رمضان ہی ایسا ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھا جاتا ہے اور اسی طرح یہ بھی بیان کریں گے کہ اگر چاند نہ ہو اور شک ہو کہ چاند ہوا ہے یا نہیں ہوا ہے تو اب کیا کیا جائے انہی تمام احکام کی تفصیل بیان کر رہے ہیں۔

الہلال : مسلمانوں پر واجب ہے کہ ۲۹ کو کچھ آدمی چاند دیکھیں اسلئے کہ کبھی کبھی ۲۹ شعبان کو چاند ہو جاتا ہے اور نہ دیکھنے کی وجہ سے غفلت میں رمضان گزر جاتا ہے اسلئے چند آدمیوں کا چاند کو دیکھنا فرض کفایہ ہے۔ (مراقی بزیادۃ)

ہلالہ : لقوله عليه الصلوة والسلام صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته فان غم عليكم فأكملوا عدة شعبان ثلاثين یعنی رمضان المبارک کا روزہ چاند دیکھ کر رکھا جائے اور چاند دیکھ کر چھوڑا جائے اور اگر بدلی کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو پھر شعبان کی تیس تاریخ پوری کی جائے اسلئے کہ جب تیس تاریخ ہو گئی تو اب چاند ہو گیا ہو گا خواہ نظر آئے یا نہ آئے۔

(ف) و افطروا لرؤيته : بعض جہلاء یہ مسئلہ نکالتے ہیں کہ رمضان کی تیس تاریخ ہو گئی اور عموماً تیس کو چاند غروب آفتاب سے قبل ہوتا ہے تو وہ چاند دیکھ کر افطار کر لیتے ہیں، یہ غلط ہے حضور پاک ﷺ کے ارشاد کا منشاء اور یہ مطلب ہر گز نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب چاند نظر آجائے اس کے بعد اب دوسرے دن روزہ نہ رکھو اور اب دوسرے دن افطار کرو، کھاؤ اور پیو اور عید کی خوشی مناؤ۔

يوم الشك : یوم شک یعنی شعبان کی ۳۰ کو روزہ رکھنے کے متعلق نیت کی چند صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) قطعی طور پر نفل کی نیت کی یہ جائز ہے اور اسی صورت کو یہاں بیان کیا گیا ہے اس صورت میں اگر رمضان شریف ہو گیا، تو یہ رمضان شریف کا روزہ ہو جائے گا ورنہ نفل ہو گا۔

(۲) قطعی طور پر رمضان کے روزے کی نیت کی یہ شکل مکروہ تحریمی ہے۔ اب اگر رمضان کا ثبوت ہو گیا تو رمضان کا روزہ ہو گا ورنہ نفل ہو گا مگر کراہت تحریمی کے ساتھ اور رمضان نہ ہونے کی صورت میں اگر توڑ دے گا تو اس توڑنے کی وجہ سے اس پر قضاء واجب نہ ہوگی۔

(۳) قطعی طور پر کسی واجب کی نیت کی ہو یہ بھی مکروہ تحریمی ہے اس صورت میں اگر رمضان کی پہلی تاریخ ہو گئی تو یہ روزہ رمضان کا ہو جائے گا اور اگر رمضان کی پہلی تاریخ نہ ہوئی تو اس کے بارے میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ

جس واجب کی نیت کی ہے وہ واجب ادا ہو جائے گا دوسرا قول یہ ہے کہ یہ نفل ہو گا مگر مکروہ تحریمی۔
(۴) مشکوک طور پر نیت کی کہ اگر رمضان ہو گیا تو روزہ سے رہوں گا ورنہ روزہ نہیں رکھوں گا کیونکہ قطعی طور پر نیت نہ پائی گئی اس لئے روزہ نہ ہو گا خواہ رمضان ہو یا رمضان نہ ہو۔

(۵) یہ نیت کی کہ اگر رمضان ہو تو روزہ رمضان کا ورنہ فلاں واجب یا فلاں قضا کا یہ صورت بھی مکروہ تحریمی کی ہے لیکن اگر رمضان کا ثبوت ہو گیا کہ آج پہلی رمضان ہے تو یہ رمضان کا روزہ ہو جائے گا اور اگر رمضان کا نہ ہو تو یہ روزہ نفل ہو جائے گا جس قضا یا واجب کی نیت کی ہے وہ لائن ہو گا اس لئے کہ قضاء اور واجب کیلئے تعین ضروری ہے اور یہاں کوئی ایک متعین نہیں۔
(۶) یہ نیت کی کہ اگر رمضان ہو گیا تو یہ رمضان کا روزہ ہے ورنہ نفل کا یہ بھی مکروہ کی صورت ہے اس لئے کہ نیت غیر مشکوک طور پر قطعی اور یک طرفہ ہونی چاہئے لیکن اگر رمضان شریف کا ثبوت ہو گیا تو یہ رمضان شریف کا روزہ مانا جائے گا ورنہ نفل ہو گا۔ ہدایہ وغیرہ

صوم یوم او یومین: لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقدموا الشهر بیوم ولا بیومین الا رجل کان یصوم صوما فی صومہ۔ (بخاری و مسلم) یعنی حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ ماہ رمضان کو ایک دو دن آگے نہ بڑھاؤ البتہ وہ شخص جو ان تاریخوں میں روزہ رکھنے کا عادی تھا تو یہ شخص روزہ رکھ سکتا ہے اس حدیث شریف سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ با احترام رمضان شریف رمضان سے پہلے روزے رکھنے ممنوع ہیں اور علماء کا فتویٰ ہے کہ اس نیت سے ایک دو دن یا اس سے زائد ہو ہر حالت میں مکروہ ہو گا عیسائیوں نے اسی احترام میں بڑھاتے بڑھاتے تیس کے چالیس روزے کر لئے تھے اور یہ دین میں تحریف ہے۔ (مراقی الفلاح)

ما فوقہا: یعنی اگر دو دن سے زائد ہو مثلاً تین دن ہو یا چار دن ہو تو صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ اب کراہیت نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شعبان میں روزے رکھ سکتا ہے اور جب کئی دن ہوں گے تو وہ رمضان کے احترام میں نہیں ہوں گے اور کراہیت اسی وجہ سے ہے لہذا اب جبکہ یہ علت نہیں پائی گئی تو کراہیت بھی نہیں ہوگی۔

النیۃ: یہ بات ابھی گزر چکی ہے کہ مشکوک طور پر نیت کرنا مکروہ ہے اور یہ بھی مکروہ ہے کہ رمضان کے روزے کی نیت کریں اور اب جو شخص مکروہ اور ناجائز صورتوں سے اجتناب کر سکے اس کے لئے روزہ رکھنا جائز ہو گا ورنہ مکروہ ہو گا اور چونکہ اس کا بھی لحاظ ہے کہ بڑوں کو دیکھ کر چھوٹے غلط سلط روزے نہ رکھ لیں، لہذا ان خواص کے لئے لازم ہے کہ وہ روزہ رکھیں تو پوشیدہ طور پر تاکہ غلط طریقہ بھی قائم نہ ہو اور اگر روزہ کی ممانعت کو عام لوگ نفس پروری سمجھیں تو ان کو جواب دینے کی عملی گنجائش موجود ہو۔ (ایضاح الاصحاح)

وَمَنْ رَأَى هِلَالَ رَمَضَانَ أَوْ الْفِطْرَ وَحَدَّهُ وَرَدَّ قَوْلَهُ لِرِمَّةِ الصَّيَّامِ وَلَا يَجُوزُ لَهُ الْفِطْرُ بَتَقِيهِ هِلَالُ شَوَّالٍ وَإِنْ أَفْطَرَ فِي الْوَقْتَيْنِ قَضَى وَلَا كَفَّارَةٌ عَلَيْهِ وَلَوْ كَانَ فِطْرُهُ قَبْلَ مَرَدَّةِ الْقَاضِي فِي الصَّحِيحِ وَإِذَا كَانَ بِالسَّمَاءِ عِلَّةٌ مِنْ غَيْمٍ أَوْ غُبَارٍ أَوْ نَحْوِهِ قَبْلَ خَبَرِ وَاحِدٍ عَدَلٍ أَوْ مُسْتَوْرٍ فِي الصَّحِيحِ وَلَوْ شَهِدَ عَلَى شَهَادَةٍ وَاحِدٍ مِثْلِهِ

وَلَوْ كَانَ أَنتَیْ أَوْ رَقِیْقًا أَوْ مَحْدُوْدًا فِیْ ذَلِکَ تَابَ لِرَمَضَانَ وَلَا یُسْتَرْطُ لَفْظُ الشَّهَادَةِ وَلَا الدَّعْوَى.

ترجمہ:- اور جس نے تہار رمضان کا چاند یا عید الفطر کا چاند دیکھا اور قاضی نے اس کے قول کو لوٹا دیا تو اس کے ذمہ روزہ لازم ہو گا اور اس کے لئے افطار اس یقین سے کہ شوال کا چاند ہے جائز نہیں اور اگر ان دونوں وقتوں میں افطار کر لیا تو اب قضاء کرے گا اور اس کے اوپر کفارہ نہیں ہو گا اگرچہ اس کا افطار قاضی کے لوٹانے سے قبل ہو صحیح مذہب کے مطابق اور اگر آسمان میں بادل ہو یا غبار ہو اسی طرح کی کوئی اور چیز ہو تو ایک عادل شخص کی خبر قبول ہو سکتی ہے صحیح مذہب کے مطابق اگرچہ اپنے جیسے کسی ایک شخص کی شہادت کی بناء پر اس نے شہادت دی ہو اگرچہ وہ عورت ہو یا غلام ہو یا جس کو تہمت کی وجہ سے سزا ملی ہو اور اب اس نے توبہ کر لی ہو۔ اور لفظ شہادت اور نہ پہلے سے دعویٰ شرط ہے۔

تشریح و مطالب: من دای:- یعنی کسی ایک آدمی نے صرف رمضان کا چاند دیکھا یا اسی طرح عید الفطر کا چاند نظر آیا اور ایک ہی نے اس کو دیکھا اور قاضی نے اسکی شہادت کو قبول نہ کیا تو اب یہ جس نے دیکھا ہے اس کے اوپر روزہ رکھنا واجب ہے اسلئے کہ باری تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے فمن شهد منکم الشهر فلیصمه اور یہاں پر کوئی تعداد نہیں ہے تو جب اس نے چاند دیکھ لیا تو اب وہ روزہ رکھے گا (مراتی الفلاح بتعرف) لیکن عید الفطر کی صورت میں یہ شخص روزہ رکھے گا افطار نہیں کرے گا اس لئے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے صومکم یوم تصومون وفطرکم یوم تفطرون اور چونکہ لوگ اس دن افطار نہیں کرتے اس لئے یہ بھی افطار نہیں کرے گا (مراتی) اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ صورت اول میں روزہ کا رکھنا واجب ہے یا مستحب ہے (کذا فی الدر المختار) بدائع میں ہے کہ اسکے وجوب پر علماء کی کوئی روایت نہیں ملتی ہے کہ انہ یصوم۔ مطلب یہ ہے کہ جو روزہ رکھے گا اسے استحباب پر محمول کیا جائے گا اور صاحب تحفہ ارشاد فرماتے ہیں کہ یجب علیہ الصوم یعنی اس پر روزہ رکھنا واجب ہے اور مبسوط کی یہ عبارت ہے کہ علیہ صوم ذالک الیوم۔ اور علامہ شامی ارشاد فرماتے ہیں کہ یہاں پر وجوب سے مراد وجوب اصطلاحی ہے، فرض نہیں ہے اور فرض اس لئے نہیں ہے کہ اس کا رمضان المبارک میں سے ہونا قطعی نہیں، لہذا اگر نہ رکھا تو صرف قضا لازم آئے گی کفارہ نہیں ہو گا۔

فی الصحیح: اس سے ان لوگوں کی تردید مقصود ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان دونوں صورتوں میں بھی کفارہ ہو گا لہذا مصنفؒ نے یہ عبارت لا کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ وہ قول صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یہی ہے کہ صرف قضا ہو گی۔
عدل: عادل وہ ہے کہ جس کی اچھائیاں برائیوں کے مقابل زیادہ ہوں اور عدل ایک روحانی قوت کا نام ہے جو انسان کو تقویٰ اور مروت پر آمادہ کرتی رہتی ہے جس میں یہ قوت موجود ہے وہ عادل ہے
مستور: مستور کے لغوی معنی ہیں پوشیدہ اور اصطلاحاً ایسے شخص کو کہا جاتا ہے کہ جس کی حالت پوشیدہ ہونہ تو اس کا تقویٰ نمایاں ہو اور نہ اس کا فسق و فجور۔

(ف) اگر کسی عادل کو چاند نظر آگیا تو اس کے اوپر لازم ہے کہ اسی وقت جا کر قاضی کو بتلائے اور اسے شہادت

دے، نیز مردوں کی طرح عورتوں پر بھی یہ عائد ہوتا ہے کہ اگر وہ چاند دیکھ لیں تو فوراً قاضی یا امام کو اس بات کی خبر دیدیں اس کی پردہ نشینی اس حالت میں مانع نہیں ہو سکتی اور اگر اس کیلئے قاضی یا امام کے یہاں جانا پڑے تو اس کیلئے شوہر کی اجازت بھی ضروری نہیں اسلئے کہ یہ فرض ہے اور فرض کیلئے شوہر کی اجازت ضروری نہیں۔ (مراقی الفلاح)

علی شہادۃ احد: یعنی خود تو قاضی کی عدالت میں نہ جاسکا اور کسی کے سامنے اس سے شہادت دی تاکہ یہ جا کر قاضی کی عدالت میں شہادت دے سکے تو اب اس وقت دو شاہد ضروری ہو گئے مطلب یہ ہے کہ شاہد کی طرف سے دو گواہ ضروری ہیں لیکن رمضان کے چاند میں ایک بھی کافی ہے دو ضروری نہیں۔

محدوداً: یعنی اس نے کسی کو تہمت لگائی تھی یعنی اس نے کسی کو زانی کہا تھا اب اگر اس نے جس پر تہمت لگائی تھی دعویٰ کر دیا تو اب تک حرمت کی وجہ سے اسی کوڑے مدے جائیں گے، ہاں اگر یہ شخص اب توبہ کر لے تو دینی امور میں اس کی خبر یا روایت قبول کی جائیگی چونکہ رمضان کا چاند بھی دینی امور میں سے ہے اور اس نے اب توبہ کر لی ہے، لہذا اب اسکی شہادت قبول ہوگی۔

وَشَرَطُ لَيْلَالِ الْفِطْرِ إِذَا كَانَ بِالسَّمَاءِ عِلَّةٌ لَفْظُ الشَّهَادَةِ مِنْ حُرَيْنِ أَوْ حُرٍّ وَحُرَّتَيْنِ بِلَا دَعْوَى وَإِنْ لَمْ يَكُنْ بِالسَّمَاءِ عِلَّةٌ فَلَا بُدَّ مِنْ جَمْعٍ عَظِيمٍ لِرَمَضَانَ وَالْفِطْرِ وَمِقْدَارُ الْجَمْعِ الْعَظِيمِ مُقَوَّضٌ لِرَأْيِ الْإِمَامِ فِي الْأَصَحِّ وَإِذَا تَمَّ الْعَدْدُ بِشَهَادَةِ فَرْدٍ وَلَمْ يَزَلْ هَلَالُ الْفِطْرِ وَالسَّمَاءُ مُصْحِيَّةً لَا يَجِلُّ لَهُ الْفِطْرُ وَاخْتِلَافُ التَّرْجِيحِ فِيمَا إِذَا كَانَ بِشَهَادَةِ عَدْلَيْنِ وَلَا خِلَافٍ فِي حِلِّ الْفِطْرِ إِذَا كَانَ بِالسَّمَاءِ عِلَّةٌ وَلَوْ ثَبَتَ رَمَضَانُ بِشَهَادَةِ الْفَرْدِ وَهَلَالُ الْأَضْحَى كَالْفِطْرِ وَيَشْتَرِطُ لِبَقِيَةِ الْأَهْلِ شَهَادَةُ رَجُلَيْنِ عَدْلَيْنِ أَوْ حُرٍّ وَحُرَّتَيْنِ غَيْرِ مُحَدِّذَيْنِ فِي قَدَفٍ وَإِذَا ثَبَتَ فِي مَطْلَعِ فِطْرٍ لَزِمَ سَائِرُ النَّاسِ فِي ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى وَاکْثَرُ الْمَشَائِخِ وَلَا عِبْرَةَ بِرُؤْيَا الْهَلَالِ نَهَارًا سِوَاءَ كَانَ قَبْلَ الزَّوَالِ أَوْ بَعْدَهُ وَهُوَ اللَّيْلَةُ الْمُسْتَقْبَلَةُ فِي الْمَخْتَارِ.

ترجمہ:- اور جب آسمان پر گرد و غبار ہو تو عید الفطر کے چاند کے لئے لفظ شہادت ضروری ہے جو دو آزاد یا ایک آزاد مرد اور دو آزاد عورتیں دیں، اس میں دعویٰ شرط نہیں اور اگر آسمان صاف ہو تو رمضان اور عید الفطر کے چاند کے واسطے ایک بڑی جماعت کا ہونا ضروری ہے اور جماعت کثیرہ صحیح مذہب کے مطابق امام کی رائے پر موقوف ہے اور جب ایک شخص کی شہادت کے بموجب عدد پورا ہو جائے اور آسمان صاف ہونے کے باوجود چاند نظر نہ آئے تو افطار جائز نہیں اور دو عادل کی شہادت کے ترجیح کے بارے میں اختلاف ہے اور اگر آسمان صاف نہ ہو تو افطار کے بارے میں اختلاف نہیں اگرچہ رمضان کا ثبوت ایک کی شہادت پر ہو اور عید الاضحیٰ کا چاند عید الفطر کی طرح ہے ان کے علاوہ باقی چاندوں کے لئے دو عادل کی شہادت یا ایک آزاد مرد اور دو آزاد عورتوں کی شہادت شرط ہے جو محدود فی القذف نہ ہوں اور جب کسی علاقہ میں چاند کا ثبوت ہو گیا تو ظاہر مذہب کے اعتبار سے سب پر افطار لازم ہو گیا اور اسی پر فتویٰ ہے اور اکثر مشائخ کا یہی مسلک ہے اور دن میں چاند دیکھے جانے کا کوئی اعتبار نہیں ہے خواہ زوال سے قبل ہو یا زوال کے بعد مختار مذہب میں آنے والی رات کا چاند مانا جائے گا۔

تشریح و مطالب :- لہلال الفطر : مطلب یہ ہے کہ رمضان کے چاند میں گواہی دینے والوں کے لئے لفظ شہادت ضروری نہیں لیکن جب آسمان پر غبار ہو اور معاملہ عید الفطر کے چاند کا ہو تو اب لفظ شہادت کا کہنا ضروری ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ یہ لوگ دعویٰ کریں، لیکن یہ کہیں گے میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے چاند دیکھا ہے۔

حرمین : یہ صورت جو یہاں بیان کی گئی ہے ایسے وقت کی ہے کہ وہاں قاضی اور مفتی موجود ہو، اب اگر ایک جگہ ایسی ہے کہ جہاں نہ قاضی ہے اور نہ مفتی اور نہ حاکم اسلام ہے تو وہاں پر اگر معتبر پابند شرع انسان رمضان کے چاند کی خبر دیدے تو مسلمانوں کو وہاں پر روزہ رکھ لینا چاہئے اور عید کے وقت اگر مطلع صاف نہ ہو تو اب اگر اسی قسم کے دو آدمی خبر دیں تو اظہار کر لینا چاہئے۔ (مراقی الفلاح)

ولایبشترط : اگر کوئی شخص بادشاہ یا حاکم کے پاس شہادت دے رہا تھا اور ایک دوسرے شخص نے حاکم کے پاس خبر سنی اور یہ گواہی دینے والا عادل ہے تو اب اس پر روزہ رکھنا واجب ہے اس لئے کہ اس نے ایک عادل سے خبر سنی ہے اور یہ ضروری نہیں کہ حاکم نے اس کی شہادت قبول کی ہو۔ (طحطاوی)

بلا دعویٰ : قاضی کے پاس یعنی جج کی عدالت میں کوئی شہادت اس وقت پیش ہوئی ہے جبکہ اس سے پہلے کوئی دعویٰ ہوا ہو اب یہاں پر دعویٰ ہوا نہیں ہے کہ یہ لوگ جا کر شہادت دیں تو اس کی ایک شکل نکالی جاسکتی ہے کہ زید قاضی کے یہاں جا کر یہ دعویٰ کر دے کہ بکر نے میرا قرض ابھی تک ادا نہیں کیا حالانکہ اس نے وعدہ کیا تھا کہ چاند کے بعد دے دوں گا اب اس صورت میں چاند بھی ہونا چاہئے اور تمام لوگوں نے چاند کو دیکھا بھی نہیں ہے اور عدالت میں چاند دیکھنے کے شاہد ہونے چاہئے جو باضابطہ عدالت میں ہو سکتے ہوں اور یہاں یہی بتایا جا رہا ہے کہ عید یا بقر عید کے چاند کے ثبوت کیلئے اس طرح کے دعویٰ کی ضرورت نہیں بلکہ بلا کسی دعویٰ کے شہادت دیں گے۔

جمع عظیم : اس لئے کہ جب آسمان صاف ہے اس پر کوئی علت نہیں ہے اور تمام جگہ ایسا ہی ہے تو اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک دو آدمی دیکھ لیں اور لوگ نہ دیکھ سکیں اس لئے اس میں ایک جماعت کثیرہ کی مقدار ضروری ہے اس لئے کہ لوگ دیکھ بھی رہے ہیں اور سب کی آنکھیں بھی صحیح ہیں، اس دیکھنے میں شہری اور دیہاتی کے درمیان ظاہر روایت کے مطابق کوئی فرق نہیں ہے۔ (مراقی الفلاح)

لراى الامام : ظاہر روایت میں مجمع کثیر کی کوئی مقدار متعین نہیں ہے لیکن ایک روایت حضرت ابو یوسفؒ سے یہ ہے کہ شہادت دینے والے پچاس کی تعداد میں ہوں اور خلف ابن ابوب کا قول یہ ہے کہ ایک سو پچاس آدمی ہونے چاہئیں اس سے کم کو جماعت کثیرہ نہیں کہا جائے گا اور بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ ہر مسجد سے ایک یا دو جماعت ہونی چاہئے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ لوگ خبر متواتر کی حد تک ہوں اس سے کم کو مجمع کثیر نہیں کہا جائے گا اور ہر چہار سمت سے یہ خبر آرہی ہے کہ چاند دیکھا گیا۔ (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادب)

لا یحل: اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ اسکے لئے افطار جائز نہیں جیسا کہ شمس الائمہ نے بیان کیا ہے اور قاضی کو حق ہو گا کہ اس پر مقدمہ چلائے اور اس کو سزا دے اور علامہ زلیعی فرماتے ہیں کہ اگر آسمان صاف ہو تو اب افطار نہ کرے اس لئے کہ اس کی غلطی ظاہر ہو گئی ہے کہ کسی اور نے نہیں دیکھا ہے اور اگر بادل ہو آسمان صاف نہ ہو تو چونکہ اس کی غلطی ظاہر نہیں لہذا روزہ افطار کر لیا جائیگا اور صاحب تجنیس فرماتے ہیں کہ اگر شوال کا چاند نہ دیکھا گیا تو اب ایک دن اور روزہ رکھا جائے اور افطار نہ کیا جائے۔ (مراقی الفلاح بتصرف)

التوجیح: اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ عید مان لی جائے یا نہ مان لی جائے اس میں ایک قول یہ ہے کہ عید مان لی جائیگی اور دوسرا قول یہ ہے کہ عید نہیں مان لی جائے گی اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ رائج کون سا ہے عید مان لی جائے یا نہیں۔
 بشہادۃ عدلین: یعنی رمضان المبارک کی ۳۰ تاریخ پوری ہو گئی اور اس کے باوجود شوال کا چاند نظر نہیں آیا، حالانکہ آسمان پر کوئی گرد و غبار اور بادل وغیرہ بھی نہیں تھا تو صاحب درایہ اور صاحب خلاصہ اور بزاز یہ تمام لوگ یہ فرماتے ہیں کہ افطار جائز ہے اسلئے کہ جب دو آدمیوں کی شہادت قبول کر لی گئی تو یہ بمنزلہ یحییٰ کے ہو گیا اور مجمع النوازل میں یہ لکھا ہے کہ وہ لوگ اسکے بعد بھی افطار نہ کریں گے اور اسی کو سیدنا صرالدین نے بھی صحیح قرار دیا ہے اسلئے کہ بادل نہ ہونے کے وقت چاند کا نہ دیکھنا ان کی شہادت غلط ہے اس وجہ سے انکی شہادت باطل ہو جائے گی۔ (مراقی الفلاح)
 لا خلاف: یعنی اگر تمہیں کے پورا ہونے کے بعد ایک آدمی شہادت دیدے اور آسمان پر بادل ہو تو بالاتفاق افطار کیا جائے گا۔

کالفطر: یعنی جو باتیں اور جو رعایتیں عید الفطر کے بارے میں ہیں وہی وہی عید الاضحیٰ کے بارے میں بھی ہیں جن صورتوں میں اس کا چاند ثابت ہوتا ہے انہی صورتوں میں عید الاضحیٰ کا بھی ثابت ہو جائے گا۔
 بشرط: مصنف نے اسے مطلق فرمایا ہے حالانکہ یہ مقید ہے کہ جب آسمان پر بادل ہو اور اگر آسمان پر بادل نہ ہو اس وقت مجمع کثیر کا ہونا ضروری ہے۔ (شیخ الادب)

اذابت: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جب ایک شہر والوں نے چاند دیکھا تو دوسرے شہر والے بھی روزہ رکھیں لیکن اس میں علماء کا کچھ اختلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ جو لوگ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کرتے ہیں انکے نزدیک روزہ ہو جائے گا اور جو لوگ اختلاف مطالع کا اعتبار کرتے ہیں وہ لوگ فرماتے ہیں کہ انتظار کیا جائے گا اس میں قدرے تفصیل ہے۔

فی المختار: یعنی یہی قول امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد کا ہے اور صاحب بدائع نے لکھا ہے کہ وہ دن رمضان کا نہیں مانا جائے گا اور حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اگر زوال کے بعد ہے تو یہ دن رمضان کا نہیں مانا جائے گا اور قبل زوال چاند نظر آگیا تو یہ دن رمضان کا تسلیم کر لیا جائے گا اور یہی اختلاف شوال کے چاند کے بارے میں بھی ہے۔ حضرات طرفین کے نزدیک آنے والی رات کا چاند مانا جائے گا اور اگر قبل زوال چاند نظر آگیا تو حضرت امام ابو یوسف کے نزدیک اسی دن کا ہو گا۔ (حاشیہ شیخ الادب باختصار)

﴿بَابُ مَا لَا يُفْسِدُ الصَّوْمَ﴾

وَهُوَ أَرْبَعَةٌ وَعِشْرُونَ شَيْئًا مَا لَوْ أَكَلَ أَوْ شَرَبَ أَوْ جَامَعَ نَاسِيًا وَإِنْ كَانَ لِلنَّاسِي قُدْرَةٌ عَلَى الصَّوْمِ يَذْكُرُهُ بِهِ مَنْ رَأَاهُ يَأْكُلُ وَكُرْهُ عَدَمُ تَذْكُرِهِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ قُوَّةٌ فَلَا وَلِيَّ عَدَمُ تَذْكُرِهِ أَوْ أَنْزَلَ بِنَظَرٍ أَوْ فِكَرٍ وَإِنْ أَدَامَ النَّظَرَ وَالْفِكَرَ أَوْ أَذْهَنَ أَوْ اكْتَحَلَ وَلَوْ وَجَدَ طَعْمَهُ فِي حَلْقِهِ أَوْ احْتَجَمَ أَوْ اغْتَابَ أَوْ نَوَى الْفِطْرَ وَلَمْ يَفْطُرْ أَوْ دَخَلَ حَلَقَهُ دُخَانٌ بِلَا صُنْعِهِ أَوْ غَبَارٌ وَلَوْ غَبَارُ الطَّاحُونِ أَوْ ذُبابٌ أَوْ أَثَرُ طَعْمِ الْأَذْوِيَةِ فِيهِ وَهُوَ ذَاكِرٌ لَصَوْمِهِ أَوْ أَصْبَحَ جُنُبًا وَلَوْ اسْتَمَرَّ يَوْمًا بِالْجَنَابَةِ.

ترجمہ :- باب جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اور وہ چودہ چیزیں ہیں اگر بھول کر کھالے یا پی لے یا جماع کر لے، اور اگر بھولنے والے کو روزہ رکھنے پر قدرت ہو تو جو شخص اس کو کھاتے ہوئے دیکھے اسے یاد دلادے اور یاد نہ دلانا مکروہ ہے، اور اگر اس کے اندر روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو یاد نہ دلانا بہتر ہے، یاد دیکھنے کی وجہ سے انزال ہو جائے یا خیال کرنے کی وجہ سے انزال ہو جائے اگرچہ برابر دیکھتا یا خیال کرتا رہا ہو، یا تیل یا سرمہ لگایا، اگرچہ اس کا مزہ حلق میں پائے، یا پچھتا لگو لیا یا غیبت کرے، یا افطار کا ارادہ کرے اور افطار نہ کرے یا بلا اس کی حرکت کے اس کی حلق میں دھواں یا غبار چلا گیا اگرچہ وہ غبار چکی کا ہو، یا کبھی چلی گئی یا دواؤں کا مزہ اس کے منہ میں چلا گیا اور اسے اپنا روزہ یاد ہو یا حالت جنابت میں صبح کی اگرچہ پورے دن حالت جنابت میں رہا ہو۔

تشریح و مطالب :- یہ جان لینا ضروری ہے کہ وہ کون کون سی وجوہات ہیں اور کون کون سے مواقع ہیں کہ جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا، عدم مفسدات کو مفسدات پر مقدم کیا اسلئے کہ پہلے ثبوت ضروری ہے اور فساد ایک عارض ہے اور یہ چیزیں جو اس میں بیان کر رہے ہیں بظاہر ان میں بعض صورتیں ایسی ہیں کہ صرف انکی طرف نظر کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ مفسدات صوم ہوں گی اسلئے بھی انکو پہلے بیان کرنا ضروری ہوا۔

اربعة وعشرون: اسی تعداد میں انحصار نہیں یہ تعداد تقریباً کی ہے لہذا اس سے زائد چیزیں بھی ہو سکتی ہیں۔

مالواکل :- لقوله عليه السلام اذا اكل الصائم ناسياً أو شرب ناسياً فانما هو رزق ساقه الله اليه فلا قضاء عليه یعنی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کا منشاء یہ ہے کہ اگر روزہ دار بھول کر کھالے یا پی لے تو گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے یہ رزق بھیج دیا تھا اور اس پر قضا نہیں ہوگا۔

او جامع :- اس کا مطلب یہ ہے کہ روزہ کی حالت میں بھول کر جماع کر رہا تھا اب جیسے ہی یاد آیا تو فوراً اپنے ذکر کو نکالے اور اگر کچھ دیر تک روکے رکھا اور فوراً اس سے نہیں نکالا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اس لئے کہ اب بھول کر نہیں رہا اور جان بوجھ کر جماع کرنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور اگر یاد آ جانے کے بعد حرکت تو دی مگر اسے نکالا نہیں یا اس وقت تو نکال لیا پھر بعد میں داخل کر دیا تو اب اس کو کفارہ بھی دینا ہوگا صرف قضاء سے کام نہیں چلے گا اور ایک صورت یہ

ہے کہ رات کو جماع کر رہا تھا اب اسے اندیشہ ہوا کہ طلوع فجر ہو جائے گی اور اس نے نکال لیا اور فجر کے بعد منی نکلی تو یہ نہ صورتِ جماع ہے اور نہ معنایہذا اسکے روزے میں کوئی نقص نہیں آئے گا۔ (مراقی الفلاح بتصرف)
 ناسیاً :- مصنفؒ یہ عبارت لا کر خطی کو نکالنا چاہتے ہیں اور خطی وہ ہے کہ اس کا ارادہ کھانے اور پینے کا نہیں تھا مگر کھا اور پی لیا تو اب اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

کمرہ عدم تذکیرہ :- یعنی اگر کسی نے روزہ دار کو دیکھا کہ وہ بھول کر کھا رہا ہے یا پی رہا ہے تو اس کو یاد نہ دلانا مکروہ ہے اسی کو صاحب در مختار اور فتح القدیر نے بیان کیا ہے اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ جو رمضان کے مہینہ میں کسی کو بھول کر کھاتے ہوئے دیکھے تو اسے نہ بتلائے اسلئے کہ اس کھانے کی وجہ سے اس کا روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ اور اگر بھولنے والے کو کہا گیا کہ تو روزہ دار ہے اور اس کو یاد نہ آیا تو مذہب مختار کے مطابق اس کو قضاء کرنی ہوگی۔ (مراقی الفلاح)
 فان لم یکن له قوة :- یعنی اگر بھول کر کھانے والے میں روزہ کی طاقت نہ ہو خواہ وہ جوان ہو یا بوڑھا تو اس صورت میں بہتر یہی ہے کہ اس کو کھانے اور پینے دیا جائے اور اس کو اس رزق سے روکا نہ جائے جیسا کہ ابھی حدیث شریف سے معلوم ہوا۔

بنظر :- خولہ عورت کی فرج کی طرف نظر کی ہو یا صرف اوپر کی طرف دیکھ لیا دونوں صورتوں میں روزہ فاسد نہ ہوگا۔
 او فکھر :- یعنی کسی کے بارے میں خیال کیا اور برابر خیال کرتا رہا اور اب انزال ہو گیا تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا اسلئے کہ نہ صورتِ جماع کیا گیا اور نہ معنایہذا مطلب یہ ہے کہ مباشرۃ کی وجہ سے انزال ہوتا (مراقی الفلاح) نیز اگر بوسہ لیا اور یہ شہوت کے ساتھ تھا اور اس بوسہ لینے کی وجہ سے انزال ہو گیا تو اب اس صورت میں روزہ فاسد ہو جائے گا اس لئے کہ اب اس وقت معنی جماع پایا گیا اور معنی جماع سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور اگر بوسہ تو لیا مگر انزال نہیں ہوا تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ (بحر)

استحیل :- یعنی سرمہ لگانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹا اور اسی طرح سے ایک بات اور معلوم ہو گئی کہ روزہ کی حالت میں خوشبو وغیرہ کے استعمال میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں ہے۔ (مراقی الفلاح)
 بلا صناعہ :- اسلئے کہ اس کو روکنے پر قادر نہیں ہے اور خود سے داخل بھی نہیں کر رہا ہے اور مفسدات صوم میں وہ ہے کہ جان بوجھ کر پیٹ میں کوئی چیز داخل کی جائے تو یہ ایسا ہی ہو گیا کہ جیسے مضمضہ کے بعد حلق میں تری باقی رہ جاتی ہے اور یہاں پر اگر منہ بند کر لے گا تو دھواں ناک سے چلا جائے گا نیز اس قید سے اس طرف اشارہ مقصود ہے کہ اگر دھوئیں کو جان بوجھ کر جس طرح بھی ہو داخل کر لیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ (مراقی بالا اختصار)
 طعم الادویۃ :- یعنی اس کے حلق میں دوا کا مزہ باقی ہے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا اس لئے کہ اس سے بچنا ممکن نہیں۔ (مراقی)

ذاکر :- اس سے یہ اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر بھول کر ایسا ہو گیا تو بدرجہ اولیٰ کچھ نہیں ہوگا، اس لئے کہ

جب یاد ہونے کی صورت میں روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

أَوْ صَبَّ فِي أَحْلِيلِهِ مَاءٌ أَوْ دُهْنًا أَوْ خَاضَ نَهْرًا قَدْ خَلَّ الْمَاءُ أَذْنَهُ أَوْ حَكَّ أَذْنَهُ بَعُوْدَ فَحْرَجَ عَلَيْهِ
دَرْنٌ ثُمَّ أَدْخَلَهُ مِرَارًا إِلَى أَذْنِهِ أَوْ دَخَلَ أَنْفَهُ مَخَاطٌ فَاسْتَشْشَقَهُ عَمْدًا أَوْ ابْتَلَعَهُ وَيَنْبَغِي الْقَاءُ التُّخَامَةِ حَتَّى لَا
يَفْسُدَ صَوْمُهُ عَلَى قَوْلِ الْإِمَامِ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ أَوْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ وَعَادَ بَغَيْرِ صَنْعِهِ وَلَوْ مَلَأَ فَاهُ فِي
الصَّحِيحِ أَوْ اسْتَقَاءَ أَقْلٌ مِنْ مِلَأٍ فِيهِ عَلَى الصَّحِيحِ وَلَوْ أَعَادَهُ فِي الصَّحِيحِ أَوْ أَكَلَ مَا بَيْنَ أَسْنَانِهِ وَكَانَ
دُونَ الْجُمُصَةِ أَوْ مَضَغَ مِثْلَ سِمْسِمَةٍ مِنْ خَارِجٍ فَمِهِ حَتَّى تَلَأَشَتْ وَلَمْ يَجِدْ لَهَا طَعْمًا فِي حَلْقِهِ.

ترجمہ:- سیا اپنی پیشاب گاہ میں پانی یاد واپس لیا نہ میں گیا اور اسکے کان میں پانی چلا گیا یا اپنے کان کو کسی لکڑی سے کھجلیا
تو اس سے میل نکلی پھر اسے دوبارہ اپنے کان میں داخل کر لیا اسی طرح اس کی ناک میں سینک آیا اور اس نے اسے قصد آجان بوجھ
کر اوپر چڑھا لیا یا نگل گیا اور اسے کھنکار کر باہر پھینک دینا زیادہ بہتر ہے، تاکہ امام شافعی کے قول کے مطابق روزہ فاسد نہ ہو اور اگر
قئی آئی مگر خود سے لوٹ گئی اگرچہ منہ بھر کر ہو صحیح قول کے مطابق مفسد صوم نہیں مگر منہ بھر سے کم آئی ہو اور اس کو اپنے فعل
سے لوٹا دیا ہو صحیح قول کے مطابق، یا اس کے کھانے سے جو اس کے دانتوں کے درمیان تھی اور وہ چنے کے دانے سے کم مقدار
میں تھی یا منہ کے باہر سے تل کے دانے کے برابر چیلیا یہاں تک کہ وہ تل مل گئی اور اسکے مزے کو منہ میں نہیں پایا۔

فی احلیلہ:- اگر کسی نے اپنے ذکر میں پانی یا تیل یاد و غیرہ ڈال لیا تو اس میں اختلاف ہے
تشریح و مطالب:- کہ اس کا روزہ فاسد ہوا کہ نہیں، حضرت امام اعظمؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس کا روزہ
فاسد نہیں ہو گا اور حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر مثلاً تک دو اہم بونچ گئی تو اس وقت اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا
لیکن جب تک ذکر کے قصبہ میں رہے گا اس وقت تک ان کے نزدیک بھی روزہ فاسد نہیں ہو گا اصل اختلاف اس بارے میں
ہے کہ جوف کہاں سے شروع ہوتا ہے اور اصل یہی ہے کہ مثلاً اس کا منہ نہیں ہے اسلئے کہ پیشاب ٹپک ٹپک کر اس جگہ
جمع ہوتا ہے اطباء کا یہی کہنا ہے (زیلعی مرقی وغیرہ) سورخ ذکر کی قید احترازی ہے اسلئے کہ اگر دربر میں پانی بہلایا تو مفسد صوم
ہو گا اسکے بارے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور اسی طرح اگر کوئی عورت کرے گی تو اس کا روزہ ٹوٹ جائیگا۔ (طحاوی)

الامام الشافعی: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر نگل گیا اور اسے کھنکھار کر تھوکا نہیں تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے
گا اس لئے اختلاف سے بچنے کیلئے یہ کرنا چاہئے کہ جب ایسی صورت پیش آجائے تو اس وقت کھنکھار کر تھوک دے تاکہ
کوئی اختلاف بھی نہ رہ جائے اور کھنکھار کر تھوکنے میں امام اعظمؒ کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے۔

اقل من ملأ فیہ:- یعنی اگر منہ بھر سے کم ہے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا لیکن امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ روزہ ٹوٹ
جائے گا اور امام محمدؒ کا قول ظاہر روایت پر ہے۔ (مرقی الفلاح)

فی الصحيح:- امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اس کا روزہ اس کے لوٹانے سے نہیں ٹوٹے گا جیسا کہ محیط میں
لکھا ہے اس لئے کہ حکماً خروج نہیں پایا گیا اور جب حکماً نہیں پایا گیا تو روزہ کے لئے بھی ناقض نہیں ہو گا۔ اور کمال بن ہمام

نے فرمایا کہ یہی مختار ہے اور ظاہر روایت کے مطابق امام محمد کا قول یہ ہے کہ یہ باقض صوم ہے اور امام ابو یوسف کی بھی ایک یہی روایت ہے اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ذرعه القنی وهو صائم فلیس علیہ القضاء وان استسقاء عمداً فلیقض، اسی روایت سے امام محمد دلیل پکڑتے ہیں۔ (مراتی الفلاح)

دون الحمصة :- اس لئے کہ جو پنے کے دانے سے کم ہو گا وہ تھوک کے تابع ہوگا، اور اس مقدار سے احتراز ممکن بھی نہیں ہے اس لئے کہ عادتاً اس مقدار میں چیزیں دانتوں میں رہ جاتی ہیں یا اگر اس سے بچا جائے تو دشواری ہوگی۔ اور کمال بن ہام نے قلیل اور کثیر کے درمیان اس طرح فرق کیا ہے کہ اگر اس کے اندر داخل کرنے میں تھوک سے مدد لینی پڑے تو وہ کثیر ہے اور اگر بلا تھوک کے اندر چلی جائے تو وہ قلیل ہے۔ (مراتی الفلاح)

بَابُ مَا يَفْسُدُ بِهِ الصَّوْمُ وَتَجِبُ بِهِ الْكَفَّارَةُ مَعَ الْقَضَاءِ

وَهُوَ اثْنَانِ وَعِشْرُونَ شَيْئاً إِذَا فَعَلَ الصَّائِمُ شَيْئاً مِنْهَا طَائِعاً مُتَعَمِّداً غَيْرَ مُضْطَرٍّ لَزِمَهُ الْقَضَاءُ وَالْكَفَّارَةُ وَهِيَ الْجَمَاعُ فِي أَحَدِ السَّيْلَيْنِ عَلَى الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُولِ بِهِ وَالْأَكْلُ وَالشُّرْبُ سَوَاءٌ فِيهِ مَا يُتَغَذَّى بِهِ أَوْ يُتَدَاوَى بِهِ وَابْتِلَاغُ مَطَرٍ دَخَلَ إِلَى فِيهِ وَآكَلُ اللَّحْمِ النَّيِّ إِلَّا إِذَا دَوَّدَ وَآكَلُ الشَّحْمِ فِي اخْتِيَارِ الْفَقِيهِ أَبِي اللَّيْثِ وَقَدِيدُ اللَّحْمِ بِالِاتِّفَاقِ وَآكَلُ الْحِنْطَةِ وَقَضْمُهَا إِلَّا أَنْ يَمْضَعَ فَمِنْهُ فَتَلَأَسَتْ وَابْتِلَاغُ حَبَّةٍ حِنْطَةٍ وَابْتِلَاغُ حَبَّةٍ سَمْسِمَةٍ أَوْ نَحْوِهَا مِنْ خَارِجِ فَمِهِ فِي الْمُخْتَارِ.

ترجمہ :- باب وہ چیز جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضا کے ساتھ کفارہ بھی لازم ہوتا ہے اور ان کی تعداد ۲۲ ہے، جب روزہ دار بلا کسی اضطراب کے جان بوجھ کر ان میں سے کوئی کام کرے، تو اس کے ذمہ قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوگا، اور وہ سبیلین میں سے کسی ایک میں جماع کرنا ہے تو قضا اور کفارہ فاعل اور مفعول دونوں پر ہوگا کھانا اور پینا خواہ اس سے غذا حاصل کی جاتی ہو یا وہ بطور دوا کے استعمال ہوتی ہو۔ اور جو بارش اس کے منہ میں چلی گئی ہے اس کا نگل لینا اور کچے گوشت کا کھالینا، مگر جب اس میں کیڑا پڑ گیا ہو، اور چربی کا کھالینا، فقہیہ ابو الیث کے مطابق، اور باتفاق سوکھے گوشت اور گیہوں کے کھالینے سے اور اس کے چبا لینے سے، مگر جب وہ رمل مل جائے، گیہوں کا ایک دانہ نگل لینے سے اور مختار مذہب کے مطابق تل کے دانے جیسی چیز کے نگل لینے سے جو منہ کے باہر ہو۔

تشریح و مطالب :- مصنفؒ ابھی تک ان چیزوں کے احکامات کو بیان کر رہے تھے کہ جس کے کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا جب اسے بیان کر چکے تو اب ان چیزوں کا تذکرہ کر رہے ہیں کہ جس کے

کرنے سے نہ صرف قضا لازم ہوتی ہے بلکہ کفارہ بھی دینا پڑے گا اس لئے کہ بعض جرم اس قدر سخت ہوتے ہیں کہ ان میں نرمی سے کام نہیں چلتا بلکہ اس میں سختی کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے ان صورتوں کو مقدم کیا کہ جس میں دونوں لازم ہو اور جس میں صرف قضا ہوتی ہے اس کو بعد میں بیان کر رہے ہیں چونکہ بعض صورتیں اس میں آگئی ہیں اس لئے قضا کو کہہ دیا اور نہ قضا کے لئے ایک مستقل باب ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

انسان و عشرون شیئاً :- یہ تعداد انحصار کیلئے نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں مگر یہاں تقریباً کی تعداد بیان کرنی ہے کل کی نہیں۔ (مراقی الفلاح)

الصائم :- کفارہ واجب ہونے کے لئے چند صورتیں ہیں جسے یہاں بیان کیا جا رہا ہے (۱) رمضان شریف ہو (۲) یہ شخص مکلف ہو (۳) رمضان شریف کا روزہ ہو چنانچہ اگر مسافر نے رمضان شریف میں روزہ رمضان کے بجائے قضاء کا روزہ رکھا اور اس کو توڑ دیا تو کفارہ واجب نہ ہوگا (۴) یہ توڑنا اس کی مرضی اور اختیار سے ہو اس لئے کہ اگر مرض وغیرہ یا کسی کے جبر واکراہ کے باعث مضطر ہو کر روزہ توڑا تو کفارہ نہیں ہوگا مگر جبر واکراہ سے مراد یہ ہے کہ جان ضائع ہونے یا مثلاً ناک کان وغیرہ کسی عضو کے کٹنے کا خطرہ ہو ایسا اگر عورت کی جانب سے پایا گیا تب بھی کفارہ نہیں۔ (مراقی الفلاح)

طاعتاً :- یہ قید لگا کر مکروہ کو نکالنا مقصود ہے اگرچہ عورت کو اس کا شوہر ہی مجبور کرتا ہو اگر عورت کو ابتداء میں جماع میں اکراہ کی صورت نہیں ہوئی یا شروع میں اکراہ کی صورت ہوئی پھر اس کے بعد رضامند ہو گئی تب بھی کفارہ نہیں کیونکہ ابتداء جماع میں روزہ ٹوٹ چکا تھا۔ (مراقی الفلاح)

غیر مضطر :- لہذا اگر کوئی شخص مجبور ہے تو اس پر کفارہ نہیں آئے گا بلکہ صرف قضاء ہوگی۔ (مراقی الفلاح)

وہی :- اب یہاں سے ان صورتوں کو بیان کر رہے ہیں کہ جنگی وجہ سے قضاء اور کفارہ دونوں لازم آتا ہے۔

احد :- اس سے مراد یہ ہے کہ زندہ کی سیبیلین میں ہو، مردے کی سیبیلین کا اعتبار نہیں ہوگا اگرچہ ادخال سیبیلین میں انزال بھی نہ ہوا ہو اس لئے کہ کمال جنابت پائی گئی اور حد اس وجہ سے جاری نہ ہوگا کہ حقیقتہً زنا نہیں پایا گیا اور حد اس وقت جاری کی جاتی ہے کہ جب زنا کا صدور حقیقتاً ہو۔ (مراقی الفلاح)

یتغذى به :- غذا کی ایک تصریح تو یہ ہے کہ ما یعیل الطبع الی اکله وتنقضی شهوة بطن به یعنی ایسی چیز جس کے کھانے کو طبیعت میں رغبت ہو اور پیٹ کی خواہش اس سے پوری ہو اور اس کی دوسری تصریح یہ ہے کہ ما یعود نفعه الی اصلاح البدن یعنی جس سے اصلاح بدن حاصل ہو، ان دونوں تعریفوں میں اختلاف کا نتیجہ اس وقت معلوم ہوگا کہ جب چبائے ہوئے لقمہ کو دوبارہ کھا جائے تو تشریح اول کی ہو تو اس صورت میں کفارہ واجب نہ ہوگا اس لئے کہ کسی کو چبا کر اگل دینے کے بعد اس کو کھانے میں طبیعت کی رغبت نہیں ہوتی، لیکن تشریح اول کو ہی صحیح قرار دیا گیا ہے اس لئے کہ اس صورت میں کفارہ واجب نہ ہوگا لیکن اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ اس کے کھانے میں اس کو کراہیت نہیں ہوتی تو اس پر بھی کفارہ لازم ہوگا اس لئے کہ اس کی طبیعت اس طرف رغبت کرتی ہے اور اسی طرح پان تمباکو، بیڑی، سگریٹ وغیرہ اور ہر ایسی چیز جس میں بدن کی اصلاح نہیں ہوتی البتہ طبیعت راغب ہوتی ہے اس سے تغیر اول کے بموجب کفارہ واجب ہو جائے گا فتویٰ اسی پر ہے اسی طرح تمباکو نوشی موجب کفارہ ہے۔ (طحاوی، مراقی)

ابتلاع مطر :- یعنی ایک شخص بارش میں کھڑا تھا اور اس نے منہ کو اٹھا کر اوپر کی طرف کھول دیا اور بارش کا قطرہ منہ میں آگیا تو اب اگر اس کو نگل جائے تو اس کی وجہ سے قضاء اور کفارہ لازم آتا ہے۔ (مراقی بزیادہ)

بند اوی :- دوا سے مراد ایسی دوا ہے کہ جس سے بدن کی اصلاح ہوتی ہو، علامہ طحاوی فرماتے ہیں کہ چونکہ دوا کی تفسیر یہ کی گئی ہے لہذا غذا کی تشریح دوئم صحیح نہیں۔

اللحم النسی :- مطلقاً کچے گوشت کے کھانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوتا ہے اس سے بحث نہیں کہ گوشت حلال جانور کا ہے یا حرام کا مثلاً جھٹکے کا گوشت ہو یا ذبیحہ شرعی کا ہر صورت میں کھانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور کفارہ اور اسی طرح قضا دونوں لازم ہوگی۔

فتلاشت :- اس لئے کہ یہ چبانے سے ختم ہو جاتا ہے اور اس کا مزہ وغیرہ باقی نہیں رہ جاتا اس وجہ سے یہ مفید صوم نہیں ہوگا۔ جیسا کہ اس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

وَأَكْلُ الطَّيْنِ الْارْمَنِ مُطْلَقًا وَالطَّيْنُ غَيْرُ الْارْمَنِ كَالطَّفْلِ إِنْ اعْتَادَ أَكْلَهُ وَالْمِلْحُ الْقَلِيلُ فِي الْمُخْتَارِ وَإِبْتِلَاحُ بُرَاقِ زَوْجَتِهِ أَوْ صَدِيقِهِ لَا غَيْرَ هُمَا وَأَكْلُهُ عَمْدًا بَعْدَ غِيَةِ أَوْ بَعْدَ حِجَامَةٍ أَوْ بَعْدَ مَسٍّ أَوْ قُبْلَةٍ بِشَهْوَةٍ أَوْ بَعْدَ مُضَاجَعَةٍ مِنْ غَيْرِ انْزَالٍ أَوْ بَعْدَ دَهْنِ شَارِبِهِ طَائِنًا أَنَّهُ أَفْطَرَ بِذَلِكَ إِلَّا إِذَا أَفْتَاهُ فَقِيَهُ أَوْ سَمِعَ الْحَدِيثَ وَلَمْ يَعْرِفْ تَأْوِيلَهُ عَلَى الْمَذْهَبِ وَإِنْ عَرَفَ تَأْوِيلَهُ وَجَبَتْ عَلَيْهِ الْكُفَّارَاتُ وَتَجِبُ الْكُفَّارَةُ عَلَى مَنْ طَاوَعَتْ مُكْرَهًا.

ترجمہ :- اور ارمنی مٹی کا مطلقاً کھالینا اور ارمنی مٹی کے علاوہ اور مٹی کھالینا مثلاً ”طفل“ کا کھالینا اور اگر اسکے کھانے کا عادی ہو اور مذہب مختار کے بموجب تھوڑا سا نمک کھالینا اپنی بیوی یا دوست کا تھوک نگل جانا ان دونوں کے علاوہ میں نہیں، اور غیبت کے بعد جان بوجھ کر کھالینا پیچھے لگوانے کے بعد یا شہوت کے ساتھ چھو لینے کے بعد یا شہوت کے ساتھ بوسہ لینے کے بعد یا بلا انزال کے ہم بستری کے بعد یا مونچھ پر تیل لگانے کے بعد اور یہ گمان کرتے ہوئے کہ اس کا افطار ہو گیا روزہ ٹوٹ جائے گا، اور کفارہ لازم ہوگا مگر کسی فقیہ کے فتویٰ کے بعد، یا حدیث کو سنا ہو مگر اس کی تاویل نہ سمجھا جو اسکے مذہب کے موافق بیان کی گئی ہے اور اگر اس کی تاویل معلوم تھی تو اب کفارہ لازم ہوگا اور اس عورت پر بھی کفارہ لازم ہوگا جس نے ایسے شخص کی موافقت کی ہو جس کو جماع پر مجبور کیا گیا ہو۔

الطین الارمنی :- اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ گل ارمنی جو ایک قسم کی مٹی ہے جسے دواء استعمال کیا جاتا ہے اسکے کھالینے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضاء کے ساتھ

ساتھ کفارہ بھی ہوگا خواہ اسکی عادت ہو یا اس کی عادت نہ ہو گل ارمنی کے بارے میں عادت کا اعتبار نہیں کیا جائیگا۔ ان اعتداد اکلہ :- یعنی اگر گل ارمنی کے علاوہ اور مٹی کھالی تو اب یہ دیکھا جائے گا کہ اس کی عادت مٹی کھانے کی ہے یا نہیں اگر اس کی عادت ہے تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضاء کے ساتھ کفارہ بھی ہوگا۔

الملح القلیل :- اس لئے کہ نمک آدمی کم ہی استعمال کرتا ہے اور زیادہ استعمال کرنے کی طرف نہ اس کی رغبت ہوتی ہے اور نہ زیادہ نمک دواء استعمال کیا جاتا ہے۔

لا غیر ہما :- مطلب یہ ہے کہ اگر بیوی یا دوست کا تھوک نگل گیا تو اس وقت روزہ ٹوٹ جائے گا اور کفارہ ہوگا اس

لئے کہ انسان ان دونوں کے تھوک ننگے میں کراہیت محسوس نہیں کرتا اسلئے کہ دونوں کا دل ملا ہوا ہوتا ہے ہاں اگر میاں بیوی یا دوستوں کے درمیان اس قدر بے تکلفی اور دل لگی نہ ہو اور وہ اس میں کراہیت محسوس کرتے ہوں تو اس وقت روزہ نہیں ٹوٹے گا اسلئے کہ جو علت ہے وہ مفقود ہے اور ان دونوں کے علاوہ میں روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضاء کے ساتھ کفارہ بھی ہو گا اسلئے کہ انسان دوسرے کے تھوک ننگے میں کراہیت محسوس کرتا ہے اور یہاں مفسد صوم علت نہیں پائی جاتی۔

بعد غیبة: غیبت اس کو کہا جاتا ہے کہ آدمی کسی کی برائی کرے اور وہ اس کو ناپسند کرے اس میں ضروری نہیں کہ یہ بات اس تک پہنچی ہو اور یہ اسلئے ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے الغیبة تفسر الصائم بلغ اولم يبلغه، لیکن اس حدیث شریف میں علماء نے تاویل کی ہے اور امام محمدؒ اور امام اوزاعیؒ اس حدیث کے ظاہر پر عمل کرتے ہیں۔ الا اذا افناه :- یہاں فقیہ سے مراد فقیہ مجتہد ہے جیسے کہ کوئی حنبلی مفتی تھا یا اہل حدیث تھا اور اس نے یہ فتویٰ دے دیا کہ سینکڑیاں لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ شخص جاہل ہو اس لئے کہ جاہل پر سوال کرنا ضروری ہے اور اس نے اس کے بارے میں سوال کیا اور اس کے اوپر ضروری ہے کہ مفتی کے قول پر عمل کرے لہذا اس وجہ سے اس پر کفارہ نہیں ہوگا۔ (کذا فی البرہان)

سمع الحديث :- اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے افطر الحاجم والمحجوم، یعنی سینگ لگانے والے کا اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے، چونکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مفتی کے فتویٰ سے بڑھا ہوا ہے اس وجہ سے اس پر عمل کرنے کے بعد کفارہ لازم نہیں ہو گا اور اسی طرح حدیث شریف میں ہے کہ غیبت روزہ توڑ دیتی ہے جیسا کہ ابھی اوپر حدیث گذر چکی۔ علمائے کرام نے ان حدیثوں کے معنی عموماً یہی بیان فرمائے ہیں کہ روزہ کا مقصد فوت ہو جاتا ہے یہ نہیں کہ فرض بھی ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا۔ اب اگر کسی نے ان احادیث کو دیکھ لیا مگر ان کے معانی دریافت نہ کر سکا یا کسی ایسے عالم نے فتویٰ دیا جو حنفی نہیں تھا جیسا کہ ابھی اوپر بیان کیا گیا کہ جس کی بناء پر اس شخص نے یہ خیال کر کے کہ اب روزہ ٹوٹ گیا قصد اکھاپی لیا تو اب اس صورت میں اس پر کفارہ نہیں ہوگا۔

طاواعت :- اس کی یہ صورت ہوگی کہ عمر کو مجبور کیا گیا کہ وہ جماع کرے اور ہندہ اس پر بخوشی تیار ہو گئی یعنی ہندہ پر جبر نہیں کیا گیا تو ہندہ پر کفارہ واجب ہو گا اور عمر کو واجب نہیں ہو گا اسلئے کہ کفارہ کا سبب افساد صوم ہے نہ کہ نفس وقوع اور وہ پایا گیا اسلئے کہ ہندہ نے اپنے اوپر قابو دے دیا کہ اس سے جماع کیا جائے۔ (مرآۃ الفلاح بتصرف)

(فصل فی الکفارة وما یسقطها عن الذمة) تَسْقُطُ الْكَفَّارَةُ بِطَرَوْ حَيْضٍ أَوْ نَفَاسٍ أَوْ مَرَضٍ مُبِیحٍ لِلْفِطْرِ فِي يَوْمِهِ وَلَا تَسْقُطُ عَنْ سَوْفَرِهِ كُرْهًا بَعْدَ لُزُومِهَا عَلَيْهِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَالْكَفَّارَةُ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ وَكَوْكَانَتْ غَيْرَ مُؤْمِنَةٍ فَإِنْ عَجَزَ عَنْ صَامِ شَهْرَيْنِ مُتَابَعَيْنِ لَيْسَ فِيهِمَا يَوْمٌ عِيدٍ وَلَا أَيَّامُ التَّشْرِيقِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الصَّوْمَ أَطْعَمَ سِتِّينَ مِسْكِينًا يُغْدِيهِمْ وَيُعَشِّيهِمْ غَدَاءً وَعِشَاءً مُشْبِعِينَ أَوْ غَدَاتَيْنِ أَوْ عِشَاءَتَيْنِ أَوْ عِشَاءً وَسُحُورًا أَوْ يُعْطَى كُلَّ فَقِيرٍ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ أَوْ ذَقِيقَةٍ أَوْ سَوِيقَةٍ أَوْ صَاعَ تَمْرٍ أَوْ

شَعِيرٍ أَوْ قِيمَتَهُ وَكَفَّتْ كَفَّارَةً وَاحِدَةً عَنْ جَمَاعٍ وَأَكْلُ مُتَعَدِّدٍ فِي أَيَّامٍ لَمْ يَتَخَلَّه تَكْفِيرٌ وَلَوْ مِنْ رَمَضَانَيْنِ عَلَى الصَّحِيحِ فَإِنَّ تَحْلُلَ التَّكْفِيرِ لَا تَكْفِي كَفَّارَةً وَاحِدَةً فِي ظَاهِرِ الرَّوَايَةِ.

ترجمہ :- فصل - کفارہ اور جو چیزیں کفارہ کو ذمہ سے ساقط کر دیتی ہیں۔ کفارہ ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے جس دن افطار کیا ہے اسی دن حیض و نفاس کے شروع ہو جانے سے یا کسی ایسے مرض کے لاحق ہو جانے سے جو افطار کو مباح کر دے اور اس شخص کے ذمہ سے ساقط نہیں ہو گا جسے زبردستی سفر میں لے جایا گیا ہے اور کفارہ لازم ہو گیا تھا ظاہر روایت کے مطابق۔ اور کفارہ ایک غلام کا آزاد کرنا ہے اگرچہ وہ مسلمان نہ ہو، تو اگر اس سے عاجز ہو تو دو ماہ پے در پے روزہ رکھے اور ان روزوں کے درمیان میں نہ عید کا دن آئے اور نہ لیام تشریق ہو اور اگر روزوں کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے صبح کو صبح کا کھانا اور شام کو شام کا کھانا اور پیٹ بھر کر ہو یا دو دن صبح کو صبح کا کھانا کھلا دے یا دو دن رات کا کھانا کھلا دے یا شام کا اور سحری کا کھلا دے یا ہر ایک فقیر کو نصف صاع گیہوں یا اس کا آٹیاں ستودیدے یا ایک صاع کھجور یا جو یا اس کی قیمت دیدے اور ایک ہی کفارہ کئی جماع کیلئے کافی ہو جائے گا کئی بار کھالینے سے لیکن درمیان میں کفارہ نہ ادا کیا ہو اگرچہ یہ کام دور مضانوں میں کیا ہو صحیح مذہب کے مطابق۔ اور اگر درمیان میں ایک کفارہ دیا تھا تو ظاہر روایت کے مطابق ایک کفارہ کافی نہ ہو گا۔

تشریح و مطالب :- ابھی تک اس کو بیان کر رہے تھے کب اور کن صورتوں میں کفارہ واجب ہوتا ہے جب اسے بیان کر چکے تو اب یہاں سے ان صورتوں کو بیان کر رہے ہیں کہ کب کفارہ ساقط ہو

جاتا ہے اور کفارہ کس طرح ادا ہو گا چونکہ یہ پہلے بیان کرنا ضروری تھا کہ کفارہ کب واجب ہوتا ہے اس لئے کہ جب نماز فرض ہوتی ہے اور اس کا وقت آجاتا ہے اس وقت ادا کرنا ذمہ میں لازم ہوتا ہے اس سے پہلے نہیں اسی طرح یہاں پر جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ اب کفارہ لازم ہو گیا تو اب یہ بھی جان لینا ضروری ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ کفارہ کس طرح ادا ہو گا اس میں کیا کرنا ہو گا کفارہ واجب پہلے ہوتا ہے بعد میں ذمہ سے ساقط کیا جاتا ہے اس لئے اسے مؤخر کیا۔ واللہ اعلم

تسقط :- یعنی وہ کفارہ جو اسکے ذمہ میں واجب ہوا تھا جس کا ادا کرنا ضروری تھا وہ ساقط ہو جائے گا۔

مرض مبیح :- یعنی یہ مرض اس نے خود پیدا نہ کیا ہو اس لئے کہ اگر کسی نے اپنے جسم کو زخمی کر لیا یا اسی طرح سے کسی اونچی جگہ سے گر لیا یا اسی طرح کوئی دوا استعمال کر لی یا اسی طرح زیادہ چلا اور اس سے شدید پیاس لگ گئی تو اس صورت میں اگر وہ افطار کرے گا تو کفارہ اسکے ذمہ سے ساقط نہ ہو گا۔

لا تسقط :- یعنی کسی نے روزہ کو توڑ دیا اب اسکے بعد سفر میں جاتا ہے یا کوئی اسے مجبور کر کے لے جاتا ہے دونوں صورتوں میں کفارہ واجب ہو گا، ہاں اگر سفر میں جانے کے بعد خواہ خود سے گیا ہو یا کوئی مجبور کر کے لے گیا ہو افطار کیا تو اب ان دونوں صورتوں میں کفارہ واجب نہ ہو گا اس لئے کہ سفر کی حالت میں اختیار ہے اور یہ شخص سفر میں ہے۔ (طحاوی)

او عشاء وسجوداً :- مگر یہ تمام صورتیں جو بیان کی گئی ہیں کہ یا تو دو دن صبح کو کھلا دے یا دو دن شام کو کھلا دے یا اسی طرح ایک دن شام کو کھلا دے اور ایک وقت سحری میں کھلا دے ان تمام صورتوں میں شرط یہ ہو گی کہ دوسرے دن جن ساٹھ فقیروں کو کھلائے گا وہی فقیر ہوں کہ جن کو پہلے دن کھلایا تھا اگر یہ بات نہ ہوئی بلکہ دوسرے

وقت اور فقیر ہو گئے تو کفارہ ادا نہ ہوگا، البتہ یہ صورت درست ہے کہ ایک ہی فقیر کو دو دو وقت ساٹھ دن تک کھلاتا رہے لیکن اگر کسی نے اسی پر قیاس کر کے ایک فقیر کو دو دو وقت کے حساب سے خوراک دیدی تو کفارہ ادا نہ ہوگا۔ اگر کھانا کھلایا اور اس میں گیسوں کی روٹیاں ہیں تو اب اس میں سالن شرط نہیں اگر بلا سالن کے کھلادیا تو درست ہے لیکن اگر کھانے میں جو کی روٹی تھی تو اب سالن ضروری ہے اور اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ جن کو کھانا کھلایا جا رہا ہے وہ بھوکے بھی ہوں اگر کسی ایسے کو کھلادیا جو کھانا کھائے ہوئے تھا اور اس نے اس مقدار میں کھانا بھی کھالیا جس مقدار میں ایک بھوکا کھاتا ہے تب بھی کفارہ ادا نہ ہوگا۔ (مراتی الفلاح)

من بر :- گیسوں کے علاوہ میں تمام غلے ایک صاع دیئے جائیں گے خواہ وہ جس نوعیت کے ہوں۔ (مراتی الفلاح)
(ف) غلام میں کوئی عیب نہیں ہونا چاہئے مثلاً وہ اندھ نہ ہو، بہر نہ ہو یا سیرح اور کوئی عیب نہ ہو جسے عیب کہا جاتا ہو۔

بَابُ مَا يُفْسِدُ الصَّوْمَ مِنْ غَيْرِ كَفَّارَةٍ وَيُوجِبُ الْقَضَاءَ

وَهُوَ سَبْعَةٌ وَخَمْسُونَ شَيْئًا إِذَا أَكَلَ الصَّائِمُ أَرْزَاقِيًّا أَوْ عَجِينًا أَوْ دَقِيقًا أَوْ مِلْحًا كَثِيرًا دَفْعَةً أَوْ طِينًا غَيْرَ إِرْمَنِي لَمْ يَعُدْ أَكْلَهُ أَوْ نَوَاءً أَوْ قُطْنًا أَوْ كَاعْذًا أَوْ سَفَرَجَلًا وَلَمْ يُطْبَخْ أَوْ جَوْزَةً رَطْبَةً أَوْ ابْتَلَعَ حَصَاةً أَوْ حَلِيدًا أَوْ تَرَابًا أَوْ حَجَرًا أَوْ احْتَقَنَ أَوْ اسْتَعَطَّ أَوْ أَجَرَ بِصَبِّ شَيْءٍ فِي حَلْقِهِ عَلَى الْأَصَحِّ أَوْ أَقْطَرَ فِي أُذُنِهِ ذَهْنًا أَوْ مَاءً فِي الْأَصَحِّ أَوْ دَاوَى جَانِفَةً أَوْ أَمَةً بِلَوَاءٍ وَوَصَلَ إِلَى جَوْفِهِ أَوْ دِمَاعِهِ أَوْ دَخَلَ حَلْقَهُ مَطَرًا أَوْ تَلَجَّ فِي الْأَصَحِّ وَلَمْ يَتَلَعَهُ بِصَنْعِهِ.

ترجمہ :- وہ چیزیں جو روزہ کو توڑ دیتی ہیں اور قضاء واجب ہوتی ہے اور کفارہ واجب نہیں ہوتا، اور وہ ستاون چیزیں ہیں، جب روزہ دار کچا چاول یا گوندھا ہوا آٹا، یا آٹا یا بہت زیادہ نمک ایک ہی مرتبہ میں کھاجائے یا ارمنی مٹی کے علاوہ جس کے کھانے کی عادت نہ ہو یا گھٹلیاں یا روٹی یا کاغذ یا سفرجل اور وہ پکائی ہوئی نہ ہو، یا ہر اخروٹ یا کنکر یا یالو یا مٹی یا پتھر نگل جائے، یا حقنہ لے یا ناک میں دوا ڈالے، یا کسی چیز کو حلق میں ڈال کر اندر پہنچائی صحیح مسلک کے بموجب یا کان میں تیل یا پیانی پٹکا یا صحیح مذہب میں یا پیٹ کے زخم میں یا ناک کے زخم میں دوا لگائی اور وہ اس کے پیٹ تک یا دماغ تک پہنچ گئی یا اس کے حلق میں بارش یا برف چلی گئی صحیح مذہب کے مطابق، اور اسے اپنے فعل سے نہیں لگلا۔

مصنف نے اس سے قبل یہ بیان کیا کہ کب کفارہ ساقط ہو جاتا ہے اور کفارہ میں کیا کیا تشریح و مطالب :- جاتا ہے، اب اس کے بعد یہ بیان کر رہے ہیں کہ کون کون صورتیں ہیں جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور صرف قضاء کرنی پڑتی ہے، کفارہ سے بری ہو جاتا ہے کیونکہ کفارہ کی صورت میں سزا زائد ہوتی ہے اس لئے اسے مقدم کیا اور صرف قضاء کرنے میں سزا کم ہوتی ہے اس لئے اسے بعد میں ذکر کیا۔ واللہ اعلم

هو مبعوثو خمسون :- اسی میں انحصار نہیں بلکہ تعدد تقریباً کی ہے، اس سے زائد چیزیں بھی ہو سکتی ہیں۔ (مراتی)
ارز :- اس لئے کہ عادۃ کچا چاول نہیں کھایا جاتا اور اگر پکا ہو چاول ہوگا تو کفارہ بھی واجب ہوگا اور مصنف اسی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

عجیناً و دقیقاً :- مطلب یہ ہے کہ صرف آٹا ہی ہو اس لئے کہ گوندھا ہوا آٹا یا خشک آٹا انسان نہیں کھاتا لیکن گھی میں ملا ہوا ہوا اسی طرح شکر ملی ہوئی تھی اور اس کو کھالیا تو اب صرف قضاء سے کام نہ چلے گا بلکہ اس کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہو جائے گا۔ (مراتی الفلاح)

ملحاً کثیراً :- کم نمک کا حکم تو گذر گیا، اب اگر کسی نے بہت زیادہ نمک ایک مرتبہ میں کھالیا تو چونکہ زیادہ نمک انسان کھانے کا عادی نہیں ہوتا اسلئے صرف قضاء ہوگی کفارہ واجب نہیں ہو گا اور کم کی صورت میں کفارہ واجب ہو گا۔

کاغذ :- اس لئے کہ یہ بھی انسان عادتاً کھایا نہیں کرتا اس لئے کفارہ واجب نہ ہو گا۔

مفرجل :- اس سے مراد وہ پھل ہے جو پکنے سے قبل نہیں کھایا جاتا اور اسکے لغوی معنی ہیں بھی دانہ۔ (مراتی)

جوز قرطبة :- اس سے مراد یہ ہے کہ اس میں کب نہ ہو۔

حصاة وحیداً :- یا اسی طرح سے سونا اور چاندی، رانگا، پیتل وغیرہ۔

احتقن :- حقنہ پاخانے کے راستہ سے دوا لہو نچانے کو کہا جاتا ہے۔

استعط :- اور اگر ناک میں دوا ڈالی جائے تو اس کو سحوط کہا جاتا ہے۔

علی الاصح :- یہ حقنہ اور اسکے مابعد سے متعلق ہے اور امام ابو یوسفؒ کے قول سے احتراز ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک کفارہ لازم ہو جاتا ہے۔

فی الاصح :- یعنی ایک قطرہ تیل یا پانی کان میں چلے جانے سے صرف قضاء کرنی ہوگی کفارہ لازم نہیں ہوگا اسلئے کہ اس سے بدن کی اصلاح نہیں ہوتی، قاضیوں نے فرمایا اور اسکی توضیح کمال الدین نے بھی کی ہے اور محیط میں بھی ایسا ہی ہے کہ ایک قطرہ سے دماغ کو نقصان ہوتا ہے فائدہ نہیں پہنچتا، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، نہ تو صورتاً اور نہ معنئاً۔
او داوی :- جو دوا پیٹ کے زخم پر لگا رہا ہے خواہ وہ خشک ہو یا تر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

أَوْ أَفْطَرَ خَطَأً سَبَقَ مَاءُ الْمَضْمُضَةِ إِلَى جَوْفِهِ أَوْ أَفْطَرَ مُكْرَهًا وَلَوْ بِالْجَمَاعِ أَوْ أَكْرَهَتْ عَلَى الْجَمَاعِ أَوْ أَفْطَرَتْ خَوْفًا عَلَى نَفْسِهَا مِنْ أَنْ تَمْرُضَ مِنَ الْخِدْمَةِ أَمَّا كَانَتْ أَوْ مَنُكُوْحَةً أَوْ صَبَّ أَحَدٌ فِي جَوْفِهِ مَاءً وَهُوَ نَائِمٌ أَوْ أَكَلَ عَمْدًا بَعْدَ أَكْلِهِ نَاسِيًا وَلَوْ عَلِمَ الْخَبَرَ عَلَى الْأَصَحِّ أَوْ جَامَعَ نَاسِيًا ثُمَّ جَامَعَ عَامِدًا أَوْ أَكَلَ بَعْدَ مَا نَوَى نَهَارًا وَلَمْ يُبَيِّتْ لَيْلَتَهُ أَوْ أَصْبَحَ مُسَافِرًا فَتَرَى الْإِقَامَةَ ثُمَّ أَكَلَ أَوْ سَافَرَ بَعْدَ مَا أَصْبَحَ مُقِيمًا فَأَكَلَ أَوْ أَمْسَكَ بِلَايَةٍ صَوْمٍ وَلَا يَبِيَّةٍ فِطْرٍ أَوْ تَسَحَّرَ أَوْ جَامَعَ شَاكًا فِي طُلُوعِ الْفَجْرِ وَهُوَ طَالِعٌ أَوْ أَفْطَرَ بَطْنِ الْغُرُوبِ وَالشَّمْسُ بَاقِيَةٌ أَوْ أَنْزَلَ بِوُطْنِي مَيْتَةً أَوْ بَهِيمَةً أَوْ بَتَّطِينَ أَوْ قُبْلَةً أَوْ لَمَسَ أَوْ أَفْسَدَ صَوْمَ غَيْرِ آدَاءِ رَمَضَانَ أَوْ وَطَّنَتْ وَهِيَ نَائِمَةٌ أَوْ أَفْطَرَتْ لِرَجْعِهَا عَلَى الْأَصَحِّ.

ترجمہ :- مضمضہ میں حلق کے اندر پانی چلے جانے کی وجہ سے افطار کر لیا ہو، یا حالتِ اکراہ میں افطار کیا ہو اگرچہ جماع ہی سے ہو، یا عورت کو جماع کرانے پر مجبور کیا گیا خواہ باندی ہو یا مکوہ اس کو خدمت کی وجہ سے اپنے اوپر

مرض کا ڈر ہو گیا اور افطار کر لیا، یا کسی کے پیٹ کے اندر پانی ڈال دیا گیا اور وہ سو رہا تھا، یا بھول کر کھانے کے بعد جان بوجھ کر کھالیا، صبح مسلک کے مطابق اگرچہ وہ حدیث کو جانتا ہو، یا بھول کر جماع کرنے کے بعد جان کر جماع کر لیا یا رات سے نیت نہیں کی تھی اور دن میں نیت کر کے کھالیا، یا صبح کی مسافر کی حالت میں پھر اقامت کی نیت کر لی اور پھر کھالیا، یا صبح کو مقیم تھا پھر سفر شروع کر دیا اور کھالیا اور بلا افطار اور روزہ کی نیت کے رک رکھایا یا جماع کیا اور اس کو طلوع فجر میں شک تھا یا یہ گمان کرتے ہوئے افطار کر لیا کہ سورج غروب ہو گیا ہو گا اور آفتاب ابھی باقی تھا یا مردے یا جانور کے ساتھ یا ران یا پیٹ سے مس کرنے یا بوسہ لینے اور چھونے سے انزال ہو جانے کی وجہ سے یا رمضان کے علاوہ کسی روزہ کو فاسد کر دیا یا طی کیا اور عورت سورہی تھی یا عورت نے اپنی شرمگاہ میں کوئی چیز پٹکالی۔

تشریح و مطالب :- المضمضة: اس لئے کہ پانی خود سے پہونچا ہے اس کو پہنچایا نہیں گیا ہے اس لئے صرف قضا ہوگی کفارہ نہیں۔

بالجماع :- یعنی اپنی بیوی ہو، اور اگر صرف آلہ میں انتشار ہوا تھا اور جماع نہیں کر لیا گیا تھا تو صرف انتشار سے روزہ نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ اس میں نہ تو صورت جماع ہے اور نہ معنا۔

الجماع :- یعنی کسی عورت کو مجبور کیا گیا اور اس سے جماع کیا گیا تو اس پر بھی کفارہ واجب نہیں ہوگا اس لئے کہ اگر کوئی کام حالت اکراہ میں کیا جائے تو اس سے کفارہ لازم نہیں آتا بلکہ صرف قضاء کیا جائے گا، اور اسی پر فتویٰ ہے اگرچہ یہ عورت دخول ذکر کے بعد اب راضی ہو گئی ہو اس لئے کہ اب تو روزہ فاسد ہو ہی گیا لہذا جب پہلے قضاء لازم ہو گئی تو اب کفارہ نہیں ہوگا اور خود سے توڑنا نہیں پایا گیا۔

او صب احمد :- یعنی زید سو رہا تھا اور وہ روزے سے تھا، اب کسی نے اسی حالت میں اسکے پیٹ کے اندر پانی پہونچا دیا تو اب اس پر کفارہ نہیں ہوگا، اور یہ ایسا ہی ہے کہ کوئی سو رہا تھا اور اسی حالت میں پانی پی لیا اس کا حکم ناسی کا حکم نہیں ہوگا اسلئے کہ جو بھولا ہوا ہے اسے اپنے ذبح کئے جانے کی خبر ہوتی ہے اور سونے والے کو اس کی بھی خبر نہیں ہوتی۔ (مراتی)

ولو علم الخبر :- اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من نسی و هو صائم فاکل او شرب فلیتم صومہ امام شافعی کے نزدیک فرض روزہ کیلئے رات سے نیت کرنا ضروری ہے انکے یہاں اس شخص کا روزہ نہیں ہوا جس نے رات سے نیت نہیں کی اور دن میں کی، امام شافعی کے اس فتویٰ کی بناء پر ایک شبہ اور افطار کے جرم میں کمزوری آگئی اس کمزوری کی بناء پر کفارہ کا حکم نہیں دیا جائے گا اس لئے کہ کفارہ کا لگانا اور اس کا واجب ہونا ایک سزا ہے اور سزا شبہ کی صورت میں لازم نہیں ہوتی۔

علی الاصح :- اس لئے کہ یہ خبر واحد ہے اور خبر واحد سے علم واجب نہیں ہوتا تو اس پر عمل کرنا واجب ہو گیا اور وہ عمل کرنا قضاء ہے نہ کہ کفارہ اور ظاہر روایت سے صرف قضا کا ثبوت ہوتا ہے اور قاضی خاں نے بھی اسی کو صحیح کہا ہے۔ (موافی الفلاح)

اصبح مسافراً :- اور اسکے اندر شرط یہ ہے کہ رات ہی کو سفر کی نیت کر لی ہو اور اس کا وہ ارادہ ختم نہ ہوا ہو اور اگر افطار کے بعد سفر کی نیت کی تو اس وقت قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوگا۔

فنوی الاقامة :- یعنی ایک شخص صبح کے وقت مسافر شرعی تھا اور اسکے بعد وہ مقیم ہو گیا تو اب اقامت کے بعد اس کا کھانا پینا حرام ہے لیکن اس کے کھانے پر کفارہ واجب نہ ہوگا۔ (مراتی)

فاکل :- اس میں شرط یہ ہے کہ آبادی سے باہر جا کر کھایا ہو، اگر آبادی کے اندر کھایا تو اس صورت میں کفارہ واجب ہو جائے گا اس لئے کہ ابھی یہ مسافر نہیں ہوا ہے اسی وجہ سے آبادی کے اندر نمازوں میں قصر نہیں کیا جاتا۔

بلانیۃ صوم :- یعنی رمضان شریف کے مہینہ میں کسی دن روزہ نہ رکھنے کا ارادہ کیا اور پورے دن بلا کچھ کھائے پئے گزار دیا تو اس صورت میں بھی اس دن کی قضاء لازم ہوگی۔ (مواقی الفلاح)

اوجامع شاکا :- یعنی سحری کے بعد کسی نے اپنی بیوی سے جماع کیا اور اس کو یہ شک تھا کہ ابھی فجر طلوع نہیں ہوئی ہے حالانکہ سحری کا وقت ختم اور طلوع فجر ہو گئی تھی تو اب اس صورت میں صرف قضاء کرنی پڑے گی کفارہ واجب نہ ہوگا اس لئے کہ شک کی حالت میں کفارہ واجب نہیں ہوتا جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے اس لئے کہ اصل رات کا باقی رہنا ہے لہذا یہ بات شک کی وجہ سے زائل نہیں ہو سکتی۔ اور امام ابو حنیفہ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ آپ فرماتے تھے جس نے شک کی حالت میں کھانا کھایا اس نے برا کیا، جب کی اس کی آنکھ میں کوئی عیب ہو یا رات چاندنی تھی اور صبح کا پتہ نہ لگ سکا یا اسی طرح رات بہت تاریک تھی یا اسی طرح کسی ایسے مکان میں تھا کہ وہاں پر کچھ اندازہ ہی نہیں لگتا تھا اس لئے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے دع ما یریک الی مالا یریک اور جب یہ بھی متعین نہ ہوتا ہو کہ صبح ہو گئی تھی یا رات ہی تھی، تو اس صورت میں اس پر قضاء بھی نہیں ہوگی۔ (مواقی الفلاح بتقدیم و تاخیر)

بطن الغروب :- یعنی ظن غالب ہو اگر صرف شک ہو گا تو کفارہ بھی واجب ہو جائے گا، اس لئے کہ اصل دن کا باقی رہنا تو صرف شک کا ہونا کفارہ کو ساقط کرنے کے لئے کافی نہ ہوگا، اور اگر غروب آفتاب میں شک ہو اور کوئی جہت متعین نہ ہوتی ہو تو اس وقت لزوم کفارہ میں دو روایتیں ہیں، فقہیہ ابو جعفر فرماتے ہیں کہ کفارہ لازم ہوگا اور جب اس کو غالب ظن ہو کہ آفتاب ابھی چھپا نہیں ہے، اور اس نے کھایا تو اس پر کفارہ ہوگا چاہے یہ بات ثابت ہو کہ غروب آفتاب سے پہلے کھایا ہے یا نہ کھایا ہو اس لئے کہ اصل یہی ہے کہ ابھی دن ہے اور غلبہ ظن کا مقام یقین کی طرح ہے۔ (مراتی)

بوطنۃ میتۃ :- اس لئے کہ جماع کے اندر نقصان پایا جاتا ہے جماع کا مطلب حاصل نہیں ہوتا۔

غیر اداء رمضان :- اس لئے کہ جو ثواب و اجر رمضان کے روزہ میں ہے وہ دوسرے روزوں میں نہیں ہے اس وجہ سے اس میں صرف قضاء ہوگی کفارہ نہیں ہوگا تاکہ رمضان کی ایک امتیازی شان ہو جائے۔

أَوْ أَدْخَلَ إَصْبَعَهُ مَبْلُوءَةً بِمَاءٍ أَوْ دُهْنٍ فِي دُبُرِهِ أَوْ أَدْخَلَتْهُ فِي فَرْجِهَا الدَّخِيلُ فِي الْمُخْتَارِ أَوْ أَدْخَلَ قُطْنَةً فِي دُبُرِهِ أَوْ فِي فَرْجِهَا الدَّخِيلَ وَغَيْرِهَا أَوْ أَدْخَلَ حَلْفَهُ دُخَانًا بِصَنْعِهِ أَوْ اسْتَقَاءَ وَلَوْ دُونَ مِلِّ الْفَمِ فِي ظَاهِرِ

الرَّوَايَةُ وَشَرَطَ أَبُو يُوسُفَ مِلَّ الْقَمِّ وَهُوَ الصَّحِيحُ أَوْ أَعَادَ مَا ذَرَعَهُ مِنَ الْقَيِّ وَكَانَ مِلَّ الْقَمِّ وَهُوَ ذَا كِبَرٍ لِيُصَوِّمَهُ
أَوْ أَكَلَ مَا بَيْنَ أَسْنَانِهِ وَكَانَ قَدَرُ الْحِمِصَةِ أَوْ نَوَى الصَّوْمَ نَهَارًا بَعْدَ مَا أَكَلَ نَاسِيًا قَبْلَ إِيْحَادِ نِيَّتِهِ مِنَ النَّهَارِ أَوْ
أَغْمَى عَلَيْهِ وَلَوْ جَمِيعَ الشَّهْرِ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَقْضَى الْيَوْمَ الَّذِي حَدَّثَ فِيهِ الْإِغْمَاءُ أَوْ حَدَّثَ فِي لَيْلَتِهِ أَوْ جُنَّ غَيْرُ
مُتَّبِعِ جَمِيعِ الشَّهْرِ وَلَا يَلْزَمُهُ قَضَاءُ مَا بَقِيَ لَيْلًا أَوْ نَهَارًا بَعْدَ قَوَاتٍ وَقَتِ النِّيَّةِ فِي الصَّحِيحِ.

ترجمہ :- یا اپنی ترانگی کو جو پانی یا تیل میں لگی ہوئی تھی اس کو پاخانہ کے مقام میں داخل کر دیا یا عورت نے
اپنے فرج کے اندرونی حصہ میں داخل کر لیا مذہب مختار کے مطابق یا مرد نے روئی کو اپنے پاخانہ کے مقام میں داخل
کر کے یا عورت نے اپنی شرمگاہ میں داخل کر کے چھالیا، یا اپنے حلق میں دھواں کو داخل کر لیا یا خود سے قے کی اگرچہ وہ
منہ بھر سے کم ہی ہو ظاہر روایت کے مطابق اور امام ابو یوسفؒ نے منہ بھر کی قید لگائی ہے اور یہی صحیح ہے، یا اسے اپنا
روزہ یاد تھا اور جوتے آرہی تھی اسے واپس لوٹا دی اور وہ بھر کر تھی یا جو چیز دانتوں کے درمیان تھی اسے کھالیا اور وہ چنے
کے دانے کے برابر تھی یا دن میں روزہ کی نیت کی اور اس کے بعد کچھ بھول کر کھالیا تھا اس سے قبل کہ دن کو تجدید نیت
کرے، یا اس پر بے ہوشی طاری ہو گئی اگرچہ یہ حالت پورے مہینہ رہی ہو لیکن جس دن یا جس شب میں یہ بے ہوشی
طاری ہوئی ہے اس کی قضاء نہیں کرے گا یا پاگل ہو گیا مگر تمام مہینہ نہیں رہا اور صحیح مذہب کے مطابق نہیں قضا کرے
گارات یا دن میں ہوش آ جانے کے بعد جب وقت نیت نکل گیا ہو۔

تشریح و مطالب :- اہی دہرہ :- اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ کسی چیز کا داخل میں یا جو حکم داخل میں چلا
جانا مفید صوم ہے اور در داخل کے حکم میں ہے اس لئے روزہ ٹوٹ جائیگا لیکن اس
طرح عادتاً نہیں کیا جاتا اور کمال وصول با عیاد ہن نہیں پایا گیا اس لئے قضاء کے ساتھ کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

غیبا :- لیکن اگر تمام روئی اندر نہیں گئی بلکہ کچھ حصہ باہر رہ گیا تو اب اس صورت میں یہ مفید صوم نہیں ہوگا
اسلئے کہ کسی چیز کے پورے حصہ کا داخل نہ ہونا اسکے کل کے کل داخل ہونے کے حکم میں ہے۔ (مراقی بتصرف)
ادخل :- اس لئے کہ یہاں پر ادخال خود پایا جا رہا ہے اور اس سے کچھ سکون ملتا ہے، اس لئے روزہ تو فاسد ہو
جائے گا، قضا واجب ہوگی لیکن کفارہ واجب نہیں ہوگا اس لئے کہ اس سے کمال متمتع نہیں ہوتا لیکن اگر کسی نے عود اور
عنبر کا دھواں یا تمباکو کا دھواں داخل کر لیا تو اس سے کفارہ واجب ہو جائیگا اس لئے کہ اس پر تدای کی تعریف صادق آتی
ہے اور ان چیزوں کی طرف طبیعت کو بھی رغبت ہوتی ہے۔ (مراقی الفلاح)

ظاہر الروایۃ :- لقولہ علیہ السلام من استقاء عمداً فلیقض اور اس حدیث شریف میں کوئی قید نہیں
ہے کہ منہ بھر کر ہو یا منہ بھر سے کم ہو۔

ہو الصحیح :- یعنی حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ناقض صوم قے اس وقت ہوگی جبکہ وہ منہ بھر کر
ہو اس لئے کہ اس سے کم پر حکماً کالعدم ہے اور اسی لئے اس سے کم میں وضو بھی نہیں ٹوٹتا۔ (مراقی)

او اعاد :- یعنی تے جو آرہی تھی وہ منہ بھر کر تھی اور اسے خود سے لوٹا دیا تو اب اس کا روزہ ٹوٹ جائیگا اور اس روزہ کی قضا ہوگی کفارہ نہیں ہوگا اور اگر اس سے کم ہو اور اس کو لوٹا دیا ہے تو اب اس میں روایتیں ہیں۔

الذی حدث فیہ :- اس صورت میں شرط یہ ہے کہ اس دن بے ہوشی کی حالت میں اس کو کوئی پیر نہ خلائی گئی ہو تو چونکہ رمضان میں ہر آدمی کا ارادہ روزہ رکھنے کا ہوتا ہے لہذا نیت بھی پائی گئی اور روزے کے دونوں جزء پورے ہو گئے البتہ اگر اس کو یاد ہے کہ اس دن روزہ کا ارادہ نہیں کیا تھا تو اس وقت لامحالہ اس دن کی قضا لازم ہوگی۔ (مراتی) فی الصحیح :- یعنی اگر رات میں افاقہ ہو گیا تو اس پر قضا نہیں ہوگی اس لئے کہ رات میں قضا روزہ نہیں رکھا جاتا اور اسی پر فتویٰ ہے اور اسی طرح اگر زوال کے بعد ٹھیک ہو گیا تو چونکہ زوال کے بعد نیت نہیں کی جاسکتی اسی طرح مجموع النوازل میں ہے اور تجبئی اور نہایہ میں بھی یہی مسئلہ ہے اور اسی کو ٹمس الائمہ نے اختیار کیا ہے اور علامہ ابن ہام نے یہ لکھا ہے کہ اس پر قضا لازم ہوگی جس وقت بھی اسے افاقہ ہو۔ اور فی الصحیح کہہ کر اسی قول کی تردید مقصود ہے۔

(ف) جنون کی کئی صورتیں ہیں (۱) سارا رمضان اس حالت میں ختم ہو گیا اور اس کو آرام نہیں ہوا تو اب اس صورت میں اس پر قضا نہیں ہوگا اس لئے کہ وہ اس جنون کی وجہ سے غیر مکلف ہو گیا اب اگر اس کو رمضان کے آخری دن زوال کے بعد جب کہ نیت کا وقت ختم ہو گیا اس وقت آرام ہوا تو اس وقت بھی اس پر قضا لازم نہیں ہوگی (۲) رمضان کے آخری دن میں زوال سے پہلے یا اس سے بھی پہلے اس کو آرام ہو گیا تو اس صورت میں اس پر ان تمام روزوں کی قضا لازم ہوگی جن میں وہ پاگل رہا البتہ اگر وہ بیمار ہو گیا اور اس کی یہ بیماری پورے دن رہی تو اس پر یہ لازم نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

يَجِبُ الْإِمْسَاكُ بِقِيَّةِ الْيَوْمِ عَلَى مَنْ فَسَدَ صَوْمُهُ وَعَلَى حَائِضٍ وَنَفْسَاءٍ طَهَّرَتَا بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ وَعَلَى صَبِيٍّ بَلَغَ وَكَافِرٍ أَسْلَمَ وَعَلَيْهِمُ الْقَضَاءُ إِلَّا الْأَخِيرَيْنِ.

ترجمہ :- جس نے رمضان شریف کے مہینے میں روزہ کو توڑ دیا یا حیض والی عورت یا نفاس والی عورت طلع فجر کے بعد پاک ہو گئی تو بقیہ دن کھانے سے رک کر ہنا واجب ہے اور اس بچہ پر جو بالغ ہوا ہو اور اس کا فر پر جو اسلام لایا اور پہلے والوں پر قضا ہے مگر بعد والوں پر نہیں۔

تشریح و مطالب :- مصنفؒ ابھی تک ان احکامات کو بیان فرما رہے تھے جو کفارہ اور قضا کے وقت کئے جاتے ہیں، نیز کب کفارہ واجب ہوتا ہے اور کب قضا اور کب دونوں واجب ہوتے ہیں اور ان کے تفصیلی احکامات بیان کر رہے تھے۔ جب اسے بیان کر چکے اور ان کا مقدم کرنا ضروری تھا اب اسکے بعد ان احکام کو بیان کر رہے ہیں کہ وہ کون سی چیزیں ہیں اور کیسے کیسے وقت ہیں کہ جب وہ پیش آجاتے ہیں تو اس کے بعد رمضان کے مہینہ میں کھانے سے رکنا واجب ہو جاتا ہے اور اس میں کون سی ایسی صورت ہے کہ اس میں قضا ہے۔

فسد :- اس کو مطلق ذکر کر کے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر عذر زائل ہو گیا ہو جیسے دشمن سے لڑائی کر رہا تھا لیکن بعد میں لڑائی ختم ہو گئی یا اسی طرح سے سخت بخار تھا اور بعد میں ختم ہو گیا، لہذا ان لوگوں پر بھی بقیہ دن کھانے پینے سے رک کر ہنا واجب ہے۔

طہر تا:- یہ قید اس وجہ سے لگانے کی ضرورت پیش آئی کہ جب یہ بات معلوم ہو کہ حیض اور نفاس ابھی باقی ہے تو اس میں کھانے سے رکنا اور روزہ رکھنا حرام ہے، لیکن مریض جب ٹھیک ہو گیا اور مسافر جب مقیم ہو گیا تو ان لوگوں کے اوپر کھانے سے رکنا واجب نہیں ہے اسلئے کہ ان کیلئے افطار جائز ہے لیکن یہ لوگ چھپ کر کھائیں علانیہ نہیں۔

الاخیرین :- اس لئے کہ جب تک بچہ بالغ نہیں ہوا تھا اور اسی طرح کافر مسلمان نہیں ہوا تھا تو یہ دونوں طلوع فجر کے وقت مخاطب نہیں تھے اس لئے ان پر قضا واجب نہیں، لیکن اگر پاگل افاتہ پا گیا تو اب اس پر قضا واجب ہو گی یا نہ ہو گی اس کے بارے میں اختلاف ہے۔

فَصْلٌ فِيمَا يَكْرَهُ لِلصَّائِمِ وَفِيمَا لَا يَكْرَهُ وَمَا يَسْتَحِبُّ

كُرْهُ لِلصَّائِمِ سَبْعَةُ أَشْيَاءَ ذَوْقُ شَيْءٍ وَمَضْغُهُ بِلَا عَذْرِ وَمَضْغُ الْعِلْكِ وَالْقُبْلَةُ وَالْمُبَاشَرَةُ إِنْ لَمْ يَأْمَنْ فِيهِمَا عَلَى نَفْسِهِ الْإِنْزَالُ أَوْ الْجَمَاعُ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَجَمْعُ الرِّيقِ فِي الْقَمِّ ثُمَّ إِبْتِلَاعُهُ وَمَا طَنَ أَنَّهُ يُضَعِّفُهُ كَالْفَصْدِ وَالْحَجَامَةِ وَتَسْعَةُ أَشْيَاءَ لَا تَكْرَهُ لِلصَّائِمِ الْقُبْلَةُ وَالْمُبَاشَرَةُ مَعَ الْأَمْنِ وَدَهْنُ الشَّارِبِ وَالْكُحْلُ وَالْحَجَامَةُ وَالْفَصْدُ وَالسَّوَاكُ آخِرُ النَّهَارِ بَلْ هُوَ سُنَّةٌ كَأَوَّلِهِ وَلَوْ كَانَ رَطْبًا أَوْ مَبْلُولًا بِالنَّمَاءِ وَالْمُضْمَضَةُ وَالِاسْتِنْشَاقُ بِغَيْرِ وُضْوءٍ وَالْإِغْتِسَالُ وَالتَّلَفُّفُ بِثَوْبٍ مُبْتَلٍ لِلتَّبَرُّدِ عَلَى الْمُفْتَى بِهِ وَيَسْتَحِبُّ لَهُ ثَلَاثَةُ أَشْيَاءَ السُّحُورُ وَتَاخِيرُهُ وَتَعْجِيلُ الْفِطْرِ فِي غَيْرِ يَوْمِ غَيْمٍ.

ترجمہ :- فصل۔ وہ کام جو روزہ دار کے لئے مکروہ ہے اور جو کام مکروہ نہیں ہے اور وہ امور جن کا کرنا مستحب ہے۔ روزہ دار کے لئے سات چیزیں مکروہ ہیں، کسی چیز کا چکھنا اور بلا عذر کے اس کا چبانا، مصطک کا چبانا اور بوسہ لینا اور معانقہ کرنا اگر اپنے اوپر جماع اور انزال کا خطرہ ہو، ظاہر روایت کے بموجب اور تھوک کا منہ میں اکٹھا کر کے اس کا نگل جانا اور ہر وہ کام کہ جس سے خیال ہو کہ روزہ کو کمزور کر دیا جیسے فصد یا حجامت یعنی سینگ لگوانا۔ اور نو چیزیں روزہ دار کے لئے مکروہ نہیں ہیں بوسہ لینا اور معانقہ کرنا اگر اپنے اوپر مامون ہو، اور مونچھوں میں تیل لگانا اور سرمہ لگانا، پچھنے لگوانا اور فصد کھلوانا، اور آخری دن میں مسواک کرنا بلکہ وہ اول دن کی طرح سنت ہے اگرچہ وہ تر ہو یا پانی سے بھیگی ہوئی ہو، وضو کے علاوہ مضمضہ اور استنشاق کرنا اور غسل کرنا قول مفتی بہ کے مطابق ترک پڑے کاسر پر لپیٹنا۔ روزہ دار کے لئے تین چیزیں مستحب ہیں، سحری کھانا اور اسکو آخری وقت میں کھانا اور بدلی کے دن کے علاوہ افطار میں جلدی کرنا۔

ابھی تک مصنف مفصلات صوم اور اس کے قضاء کے طریقے اور کب رکنا چاہئے وغیرہ تشریح و مطالب :- کے احکامات بیان کر رہے تھے، اب جبکہ اسے بیان کر چکے تو اب یہاں سے ان چیزوں کو بیان کرنا چاہ رہے ہیں کہ کون کون سے افعال اس طرح کے ہیں کہ روزہ دار کو نہیں کرنا چاہئے۔ اور اسکے کرنے میں روزہ مکروہ ہوتا ہے، اسی طرح ان احکام کو بھی بیان کر رہے ہیں جو روزہ میں کراہیت نہیں لاتا اور جو کام روزہ دار کے لئے مستحب کا درجہ رکھتا ہے چونکہ فرائض واجبات اور سنن کا درجہ مقدم ہے اس لئے اسے پہلے بیان کیا ہے اسی طرح

مفسد کی مضرت مکروہ کے مقابل میں زائد ہے اس لئے اسے بھی مکروہ سے پہلے بیان کیا۔

بلا عذر :- یعنی اگر بلا عذر کے ایسا کیا تو یہ مکروہ ہے مثلاً ایک عورت ہے اور وہ اپنے بچے کو کھانے والی چیز چبا کر کھلاتی ہے اب اگر اسکے پاس کوئی ایسی عورت ہے جو حالت حیض میں ہے تو اب وہ چبا کر دے سکتی ہے لہذا اس وقت عورت کا چبانا مکروہ ہے اور اگر کوئی چیز خرید کر دے رہا ہے اور اسکے غلط ہونے کا خطرہ ہے اب وہ چبا کر اسے دیکھے یا نہ دیکھے اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے اور اسی طرح اگر کسی عورت کا شوہر بد خلق ہے کہ وہ نمک وغیرہ زائد ہو جانے پر بگڑتا ہے تو اس کے ٹھکنے کے بارے میں اختلاف ہے، لیکن اگر شوہر خوش اخلاق ہے تو اس صورت میں بالاتفاق حلال نہیں اور یہی حکم باندی اور اجیر کا بھی ہے۔ (موافی الفلاح)

مضغ العلك :- علك کا ترجمہ معطلی ہے یا کندر، بہر حال چونکہ اسکے ریزے طلق میں نہیں جاتے اس لئے روزہ تو نہیں ٹوٹتا ہے مگر دیکھنے والے کو روزہ نہ ہونے کا دھوکہ ہوتا ہے اور اس پر روزہ نہ ہونے کی تہمت لگائی جاسکتی ہے اس قسم کے اتہامات سے بچنا ضروری ہے، سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے ایاک وما یسبق الی العقول انکارہ واذا کان عندک اعتذارہ یعنی ہر ایسی چیز سے بچو جس سے دوسروں کی عقلوں میں انکار پیدا ہو اگرچہ تمہارے پاس عذر موجود ہو، اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے اتقوا مواضع التہم . او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم، یعنی تہمت کے مواقع سے بچو اور روزہ کے علاوہ دنوں میں عورتوں کیلئے بہتر ہے لیکن مردوں کیلئے مکروہ ہے، مگر خلوت کے اندر مکروہ نہیں۔ اور بعض لوگوں نے فرمایا ہے کہ روزہ کے علاوہ مردوں کیلئے بھی مکروہ نہیں۔ (مراتی)

ظاہر الروایۃ :- اس لئے کہ اس طرح کرنے سے بظاہر روزہ سے انحراف ہے اور اس طرح کرنے سے خوف ہے کہ کہیں روزہ فاسد ہی نہ ہو جائے بایں طور کہ جماع کی نوبت آجائے، اور تقبیل فاحش مکروہ ہے مثلاً عورت کے ہونٹوں کا بوسہ لینا اس کا کاشا وغیرہ۔ (ظہیریہ)

مع الامن :- یعنی اس کو اس بات کا خوف نہ ہو کہ جماع ہو جائے یا اسی طرح وہ انزال سے مامون ہو اس لئے کہ حضرت عائشہ کی روایت ہے انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کان یقبل ویبشر وهو صائم (بخاری و مسلم) اور یہ ظاہر روایت ہے اور امام محمد کا قول یہ ہے کہ تقبیل فاحش مکروہ ہے اور حضرت حسن نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ یہ فتنہ سے خالی نہیں ہے اور کہا گیا ہے کہ مباشرت بھی مکروہ ہے اگرچہ وہ مامون ہو اور مباشرت فرج سے فرج کو مس کرنے کو کہا جاتا ہے۔ (موافی الفلاح)

الکحل :- انہ علیہ السلام اکتحل وهو صائم اور اگر سرمہ لگانے سے زینت کا ارادہ کیا ہے تو یہ بھی مکروہ ہے۔ (حاشیہ شیخ الادب)

آخر النهار :- آخر دن کا تذکرہ اس وجہ سے کیا کہ اس کے اندر اختلاف ہے اور اول وقت میں کسی کا اختلاف نہیں ہے حضورؐ نے روزہ دار کی مسواک کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے ومن خیر خلال الصائم السواک۔ اور صاحب

کفایہ نے لکھا ہے کہ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یستاک اول النهار و آخره وهو صائم۔ اور سیوطی نے جامع صغیر میں لکھا ہے کہ مسواک سنت ہے تو تم جس وقت چاہو مسواک کرو اور دلیل میں حضور کا یہ ارشاد نقل کیا ہے صلوٰۃ بسواک الفضل من سبعین صلوٰۃ بلا سواک۔ اور یہ عام ہے لہذا جب روزہ دار عصر کی نماز کے لئے وضو کرے گا اس وقت وہ کر سکتا ہے اس میں کسی وقت کے لئے قید نہیں ہے۔ (فتح القدیر، مراقی)

علی المفتی بہ :- یہی مسلک امام ابو حنیفہؒ کا بھی ہے لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صب علی رأسه الماء وهو صائم من العطش او من الحر (ابوداؤد) اور حضرت ابن عمرؓ بھی بھیگے کپڑے کو سر پر لپیٹ لیا کرتے تھے اس لئے کہ اس طرح عبادت میں مدد ملتی ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مکروہ ہے اس لئے کہ عبادت کرنے کے لئے اس میں اظہار ضعف ہے۔ (مراقی الفلاح)

السحور :- لقوله عليه الصلوة والسلام تسحروا فان في السحور بركة۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سحری چند چھوڑے ہو کر تھی ہمارے سحری جن کو کھانے کے بعد دوپہر تک سستی رہتی ہے اور قوت شہوانی میں کمی کے بجائے اور اضافہ ہوتا ہے ایسا کرنا یقیناً خلاف سنت ہے۔

تاخیرہ :- لقوله عليه السلام ثلاث من اخلاق المرسلين تعجيل الافطار وتاخير السحور ووضع اليمين على الشمال في الصلوة۔ (مراقی الفلاح)

یوم غیم :- اس لئے کہ بدلی کے دنوں میں پتہ نہیں لگتا کہ سورج غروب ہوا ہے یا نہیں اس لئے کہ روزہ کو فساد سے بچانے کے لئے تاخیر کی جاتی ہے، افطار میں جلدی مستحب ہے تاکہ روزہ عملی طور پر صحیح حدود میں باقی رہے افطار کے وقت تاخیر مکروہ یہ ہے کہ تارے نظر آنے لگیں۔

فصل فی العوارض۔ لِمَنْ خَافَ زِيَادَةَ الْمَرَضِ أَوْ بَطْءَ الْبُرْءِ وَلِخَامِلٍ وَمُرْضِعٍ خَافَتْ نَقْصَانُ الْعَقْلِ وَالْهَلَاكُ أَوْ الْمَرَضُ عَلَى نَفْسِهَا نَسَبًا كَانَ أَوْ رِضَاعًا وَالْخَوَافُ الْمُعْتَبَرُ مَا كَانَ مُسْتَبْدًا لِغَلْبَةِ الظَّنِّ بِتَجَرُّبَةٍ أَوْ إِخْبَارِ طَبِيبٍ مُسْلِمٍ حَازِقٍ عَدْلٍ وَلِمَنْ حَصَلَ لَهُ عَطَشٌ شَدِيدٌ أَوْ جُوعٌ يُخَافُ مِنْهُ الْهَلَاكُ وَلِلْمُسَافِرِ الْفِطْرُ وَصَوْمُهُ أَحَبُّ إِنْ لَمْ يَضُرَّهُ وَلَمْ تَكُنْ عَامَّةً رَفَقَتَهُ مُفْطِرِينَ وَلَا مُشْتَرِكِينَ فِي النَّفَقَةِ فَإِنْ كَانُوا مُشْتَرِكِينَ أَوْ مُفْطِرِينَ فَلَا فَضْلَ فِطْرُهُ مُوَافَقَةً لِلْجَمَاعَةِ.

ترجمہ :- فصل عوارض کے بیان میں۔ روزہ نہ رکھنا جائز ہے اس شخص کے لئے کہ اسے مرض کے بڑھ جانے کا خوف ہو، یا صحت کے دیر میں آنے کا خوف ہو، اور حاملہ عورت کے لئے اور اس عورت کے لئے جو کسی بچہ کو دودھ پلا رہی ہو اور اسے نقصان عقل یا ہلاک یا بیمار ہو جانے کا اندیشہ ہو، یہ دودھ پینے والا بچہ نسبی ہو یا رضاعی۔ اور اس خوف کا اعتبار کیا جائے گا جو غلبہ ظن سے حاصل ہو، تجربہ کی بناء پر یا مسلم، حاذق، عادل طبیب کی خبر دینے پر اور اس کو جسے خوب سخت پیاس لگ گئی ہو یا بہت زور کی بھوک لگ گئی ہو جس کی وجہ سے ہلاک ہونے کا خطرہ ہے اور مسافر کے

لئے افطار جائز ہے لیکن اسکو روزہ رکھنا مستحب ہے اگر اس سے اس کو تکلیف نہ ہو اور اسکے عام ساتھی افطار کرنے والے نہ ہوں، اور مصارف سفر میں شریک نہ ہو اب اگر وہ لوگ شریک مصارف ہیں یا وہ لوگ افطار کرنے والے ہیں تو اس وقت افضل اس کا افطار کرنا ہے تاکہ ساتھیوں کی موافقت ہو جائے۔

تشریح و مطالب: ابھی تک مستحبات صوم اور مکروہات روزہ کو بیان کر رہے تھے اور اس سے قبل ان چیزوں کو بیان کیا تھا جس کی وجہ سے کفارہ یا قضا لازم ہوتی تھی اس کے بیان کے بعد اب ان

عوارضات کو بیان کر رہے ہیں کہ جن کے پیش آجانے کے بعد افطار کر لینا جائز ہو جاتا ہے خواہ وہ عارض مرض کی وجہ سے ہو یا سفر کی وجہ سے یا اسی طرح اگر لہ کے سبب ہو یا حمل کی وجہ سے، غرضیکہ جس طرح بھی یہ عارض پیش آئے اس روزہ دار کے لئے کھانا جائز ہو جاتا ہے چونکہ روزہ رکھ کر بلا کسی عذر کے توڑنا یا بے احتیاطی کی بناء پر فاسد کر دینا زیادہ بڑا جرم ہے اور اسی بناء پر اس میں سزا بھی ہے اسے پہلے بیان کیا اور اس وقت جبکہ کسی عذر کی بناء پر روزہ ٹوٹ جائے یہ ہلکا ہے اس لئے کہ شریعت میں عذر کا اعتبار کیا جاتا ہے اس لئے اسے بعد میں بیان کیا۔ واللہ اعلم

زیادۃ مرض :- مطلب یہ ہے کہ ایک شخص مریض ہے اور اس وقت وہ روزہ تو رکھ سکتا ہے لیکن اسے اس بات کا خوف ہے کہ اگر میں روزہ رکھتا ہوں تو مرض اور بڑھ جائے گا جیسے پیٹ وغیرہ کے درد کے وقت ایسا ہوتا ہے تو اس وقت اگرچہ اسکے پاس عذر نہیں ہے لیکن پیدا ہونے کا اندیشہ ہے تو اب یہ روزہ چھوڑ سکتا ہے، اسلئے کھانا جائز ہے۔

بطء البرء :- یعنی اگر روزہ رکھتا ہے تو زیادہ دیر میں صحت یاب ہو گا اس لئے اس کو افطار کر لینا جائز ہے اس لئے کہ بسا اوقات اس سے جان چلی جاتی ہے لہذا اس سے بچنا واجب ہے اسی طرح سے غازی جب اسے یقینی طور پر معلوم ہو یا غلبہ ظن سے اس کو یہ بات معلوم ہو کہ قتل ہو گا اور اس کو خوف ہے کہ اگر میں روزہ رکھتا تو دشمن کے مقابلہ میں کمزور پڑ جاؤں گا اور یہ اگرچہ مسافر بھی نہ ہو تب بھی لڑائی چھڑنے سے قبل افطار جائز ہے، اور اسی طرح اگر طبلے کی آواز آئی اور دیہاتیوں نے افطار کر لیا اور بعد میں یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ طبلہ جو نگر رہا تھا وہ عید کے لئے نہیں تھا تو اس وقت ان کے اوپر کفارہ نہیں ہو گا لیکن شرط یہ ہے کہ واقعہ تیس کو پیش آیا ہو۔ (مراقی الفلاح)

مرض :- لقوله عليه السلام ان الله وضع عن المسافر الصوم و شطر الصلوة وعن الحبلی والمرضع الصوم۔ (مراقی)

اخبار طبیب :- وہ طبیب جو اس کی ہدایت کر رہا ہے یہ خبر دے رہا ہے کہ اگر روزہ رکھا تو اس سے نقصان ہو گا اس کا مسلمان ہونا اور اسی طرح سے حاذق ہونا اور عادل ہونا ضروری ہے، صاحب برہان نے یہ تین شرطیں لگائی ہیں اور کمال بن ہمام فرماتے ہیں مسلم حاذق ہو اور اس کا فسق ظاہر نہ ہو اور یہ ضروری نہیں کہ اس کا عادل ہونا ظاہر ہو گیا ہو اور وہ اپنی عدالت میں مشہور ہو، اور بعض حضرات نے عادل ہونے کو ضروری قرار دیا ہے۔ (فتح القدیر)

بخاف آمنه الهلاك :- یا اسی طرح سے زوال عقل یا کسی اور حس کے زوال کا خطرہ ہو۔ لیکن شرط یہ ہے کہ

پیارا بھوک کی یہ شدت خود اپنی جانب سے کسی ایسے کام میں مصروفیت کا باعث نہ ہو جو بھوک اور پیاس بڑھاویں، اگر خود اپنی جانب سے ایسا فعل کیا مثلاً شکار کے لئے گیا اور وہاں شکار کے پیچھے بھاگا دوڑا جس کی وجہ سے اس درجہ بھوک پیاس لگ گئی تو اس صورت میں روزہ توڑنے پر کفارہ لازم ہوگا، اور بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ اگرچہ یہ بات خود اس کے فعل سے ہو مگر کفارہ لازم نہ ہوگا۔ (مراقی بزیاۃ، طحطاوی)

للمسافر :- اس کیلئے ضروری ہے کہ طلوع فجر سے قبل سفر کا ارادہ کر لیا ہو اور مسافر ہو گیا ہو اور صبح تک سفر کا ارادہ نہیں کیا تو یہ بات نہیں ہوگی بخلاف اس صورت کے کہ صبح کو روزہ کا ارادہ کیا تھا اور دن میں مرض لاحق ہو گیا تو اس مرض کی وجہ سے جو روزہ افطار کرے گا اس میں کفارہ نہیں ہوگا اسلئے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ۔ احب :- اسلئے کہ ارشاد باری ہے اَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ اِذَا كُنْتُمْ اَعْيَانًا۔ اگر مسافر روزہ رکھتا ہے تو بہتر ہے اور رخصت کی اسے اجازت ہے۔

لم يضره :- یہاں ضرر سے مراد ایسا ضرر ہے کہ جس میں ہلاک ہونے کا خطرہ نہ ہو اس لئے کہ اگر ہلاک کا خوف ہوگا تو اس وقت افطار کرنا واجب ہوگا نہ یہ کہ وہ روزہ رکھنا افضل ہوگا۔

وَلَا يَجِبُ الْإِنصَاءُ عَلَىٰ مَنْ مَاتَ قَبْلَ زَوَالِ عُذْرِهِ بِمَرَضٍ أَوْ سَفَرٍ وَنَحْوِهِ كَمَا تَقَدَّمَ وَقَضَوْا مَا قَدَرُوا عَلَىٰ قَضَائِهِ بِقَدْرِ الْإِقَامَةِ وَالصَّحَّةِ وَلَا يَشْتَرِطُ التَّابِعُ فِي الْقَضَاءِ فَإِنْ جَاءَ رَمَضَانُ آخِرُ قَدَمٍ عَلَى الْقَضَاءِ وَلَا فِدْيَةٌ بِالتَّأَخِيرِ إِلَيْهِ وَيَجُوزُ الْفِطْرُ لِشَيْخٍ فَإِنْ وَعَجُوزٍ فَإِنَّهُمَا الْفِدْيَةُ لِكُلِّ يَوْمٍ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ كَمَنْ نَذَرَ صَوْمَ الْأَبَدِ فَضَعُفَ عَنْهُ لَاشْتِغَالِهِ بِالْمَعِيشَةِ يُفْطِرُ وَيَفْدِي فَإِنْ لَمْ يَقْدِرْ عَلَى الْفِدْيَةِ لِعُسْرَتِهِ يَسْتَغْفِرُ اللَّهُ تَعَالَى وَيَسْتَقِيلُهُ۔

ترجمہ :- اور اس شخص پر وصیت لازم نہیں ہے جو مرض کے عذر کے زائل ہونے سے قبل مر گیا یا سفر اور اسکے مثل عذر زائل ہونے سے قبل مر گیا ہو جیسا کہ پہلے گزر چکا، اور وہ لوگ قضا کریں گے اقامت کی جس مقدار اور صحت جس مقدار پر قادر ہوں، اور قضا کے اندر لگاتار روزے رکھنا شرط نہیں چنانچہ اگر کوئی دوسرا رمضان آجائے تو اس کو قضا پر مقدم کیا جائے گا اور اس میں تاخیر کی وجہ سے فدیہ لازم نہیں ہوگا، اور شیخ فانی اور عجوز فانیہ کے لئے افطار جائز ہے اور ان کے لئے ہر دن کے بدلے میں نصف صاع گیہوں فدیہ دینا لازم ہوگا جیسے وہ شخص کہ جس نے ہمیشہ روزہ رکھنے کی منت مان لی تھی، پھر معاش میں مشغول ہونے کی وجہ سے کمزور ہو گیا تو اس وقت افطار کرے گا اور فدیہ دے گا اور اگر اپنی تنگ دستی کے باعث فدیہ نہ دے سکے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور درگزر کرنے کی استدعاء کرے۔

تشریح و مطالب :- یعنی جب کسی مریض نے یا کسی مسافر نے اعذار مباحہ کے وقت افطار کر لیا اور اس عذر کے ختم ہونے سے قبل ہی اس کا انتقال ہو گیا تو اس پر یہ واجب نہیں کہ وہ اپنی اولاد کو اس بات کی وصیت کرے کہ وہ اس افطار کرنے کا کفارہ ادا کریں اسلئے کہ اسکے اوپر اس کی قضاء ابھی تک واجب نہیں ہوئی، جب وہ سفر سے

لوٹ آتا میری صحت یاب ہو جاتا اس وقت قضا واجب ہوتی، اور یہ بات یہاں پائی نہیں گئی لہذا وصیت بھی واجب نہیں ہوگی۔
 مافقدروا :- یہاں پر مناسب یہ تھا کہ ایام منہی سے استثناء کر دیتے اس لئے کہ ان ایام میں شرعاً قضا کرنے سے عاجز ہے، اس کا فائدہ اس وقت ظاہر ہو گا کہ ایک شخص صحت یاب ہو اور وہ دن عید الاضحیٰ کا تھا اب وہ صرف پانچ دن تک صحت یاب رہا اس کے بعد اس کا انتقال ہو گیا، تو اب اس وقت صرف دو دن کا کفارہ دیا جائے گا، اس لئے کہ یہ تین دن شرعاً منع ہے، اس میں روزہ نہیں رکھا جائے گا اس لئے کہ وہ ان تینوں دنوں میں شرعاً قادر نہیں۔ اور یہ فدیہ اسکے ترکہ میں سے ٹمٹ میں جاری ہو گا، اور اس میں شرط یہ ہے کہ یہ مرنے والا کسی کا قرض دار نہ ہو، لہذا اگر قرض دار ہو گا تو قرض کے ادا کرنے کے بعد ٹمٹ میں سے کفارہ دیا جائے گا اس لئے کہ حقوق العباد جب تک ادا نہ کئے جائیں معاف نہیں ہوتے اور کفارہ حق اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے گا۔ (طحطاوی بحذف)

(ف) اور اگر کسی نے یہ نذر مانی کہ اگر میں ٹھیک ہو گیا تو ایک ماہ تک روزہ رکھوں گا پھر وہ ایک دن صحت یاب ہو گیا تو اس صورت میں کیا اس پر کفارہ تمام مہینہ کا ہو گیا صرف ایک دن کا؟ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے حضرت امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ پورے مہینہ کے کھانا کھلانے کی وصیت لازم ہوگی اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جس قدر تندرست ہو اے اسی مقدار کی، اس مسئلہ کی تفصیل اصول فقہ میں ملاحظہ کریں۔

التابع :- مثلاً اگر زید کے دس روزے قضا ہوئے تھے اور وہ ان دس روزوں کی قضا اس طرح کر رہا ہے کہ ایک ماہ میں صرف دو روزے رکھتا ہے تو یہ قضا ٹھیک ہے اور ذمہ سے ساقط ہو جائے گی ہاں یہ بات ضرور ہے کہ مستحب یہ ہے کہ جب موقع ملے لگاتار قضا کرے درمیان میں وقفہ نہ کرے اسلئے کہ بھلائی کا کام کر رہا ہے اور اس طرح کرنے سے جلدی ذمہ سے ساقط ہو جائے گا البتہ تنایح کی شرط اس وجہ سے نہیں لگائی جاتی کہ قرآن میں مطلق ہے فعدة من ایام آخر۔

رمضان آخر :- یعنی ایک رمضان کے روزے قضا ہو گئے تھے اور ابھی تک ادا نہیں کر سکا تھا اور دوسرا رمضان آگیا تو اب جو رمضان آیا ہے اسکے روزے رکھے جائیں گے اور اگر اس رمضان میں قضا کی نیت کرے گا تو وہ قضا کے روزے نہیں ہوں گے بلکہ یہ اس رمضان کے روزے ہوں گے اس کی تفصیل گزر چکی ہے، البتہ یہ بات ضرور ہے کہ اس تاخیر کی وجہ سے کفارہ وغیرہ لازم نہیں ہو گا۔

شیخ فان :- اسے فانی اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ فنا کے قریب ہے یعنی اب ختم ہی ہونے والا ہے، یا اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس کی قوت ختم ہو گئی اور وہ اب روزہ وغیرہ کے ادا پر قادر نہیں ہے خواہ مرد اس عمر کو پہنچا ہو یا عورت اس عمر کو پہنچ گئی ہو تو دونوں صورتوں میں حکم یہ ہے کہ ہر ایک دن کے روزہ کے بدلہ میں نصف صاع گیہوں دیں گے اور قضا اس وجہ سے ان کے اوپر نہیں ہے کہ اب ان سے یہ امید ہی نہیں ہے کہ یہ زندہ رہیں گے۔

صوم الابد :- یعنی ایک شخص نے اس بات کی منت مانی کہ میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور اب وہ معاش میں اس قدر مشغول ہو گیا کہ اب وہ قادر ہی نہیں ہے تو اب دو صورتیں ہوں گی ایک یہ کہ وہ اس بات پر قادر ہو گا کہ فدیہ

سکے یا نہیں، اگر وہ قادر ہے تو اس سے کہا جائے گا کہ ہر دن کے بدلہ فدیہ دے اور اگر وہ قادر نہیں ہے تو اب استغفار کرے گا اس لئے کہ یہ حق اللہ ہے اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔

وَلَوْ وَجِبَتْ عَلَيْهِ كَفَّارَةُ يَمِينٍ أَوْ قَتْلٌ فَلَمْ يَجِدْ مَا يَكْفُرُ بِهِ مِنْ عَتَقٍ وَهُوَ شَيْخٌ فَإِنْ أَوْ لَمْ يَصُمْ حَتَّى صَارَ لَهَا يَأْجُوزُ لَهُ الْفِدْيَةُ لِأَنَّ الصَّوْمَ هُنَا بَدَلٌ عَنْ غَيْرِهِ وَيَجُوزُ لِلْمُتَطَوِّعِ الْفِطْرُ بِلَا عَذْرَ فِي رِوَايَةٍ وَالضِّيَافَةُ عَذْرٌ عَلَى الْأَظْهَرِ لِلضَّيْفِ وَالْمُضَيَّفِ وَلَهُ الْبَشَارَةُ بِهَذِهِ الْفَائِدَةِ الْجَمِيلَةِ وَإِذَا أَفْطَرَ عَلَى أَيْ حَالٍ عَلَيْهِ الْقَضَاءُ إِلَّا إِذَا شَرَعَ مُتَطَوِّعًا فِي خَمْسَةِ أَيَّامٍ يَوْمَى الْعِيْنَيْنِ وَأَيَّامِ التَّشْرِيقِ فَلَا يَلْزَمُهُ قَضَاؤُهَا بِإِفْسَادِهَا فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ:۔ اور اگر اس پر قسم کا یا قتل کا کفارہ واجب تھا اور اس نے کوئی چیز نہ پایا کہ آزاد کر کے کفارہ کو ادا کرے اور وہ بوڑھا ہے یا اس نے روزہ نہیں رکھا یہاں تک کہ وہ بوڑھا ہو گیا تو اسکے لئے فدیہ جائز نہیں اس لئے کہ یہاں پر روزہ اپنے غیر کا بدلہ ہے اور ایک روایت کے مطابق نفل روزہ دار کے لئے بلا عذر کے بھی افطار جائز ہے اور ضیافت مہمان اور میزبان دونوں کے لئے عذر ہے اور اس بڑے فائدے پر اس کے لئے بشارت ہے، اور جب افطار کر لیا جس حالت پر بھی تھا تو اس کے لئے قضا ہے مگر جب نفل روزہ کی ابتداء کی عید کے دو دن میں اور ایام تشریق میں تو اسکے فاسد کر دینے کی وجہ سے قضا لازم نہیں ہو گا ظاہر روایت کے مطابق۔

تشریح و مطالب:- قتل: اور یہ وہ قتل ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وما کان لمؤمن ان

یقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَاً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا فِثْرَتُهُ ثَمَنَةٌ وَدِيَةٌ مُسْلِمَةٌ اِلَى اَهْلِهِ الْخ تشریح مسئلہ کے لئے یہ بتانا ضروری ہے کہ ادائیگی کفارہ میں شریعت نے یہ ترتیب قائم کی ہے کہ اولاً غلام آزاد کیا جائے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو روزے رکھے جائیں اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو کھانا کھلایا جائے اب ایک شخص ایسا ہے کہ اس پر کفارہ واجب ہو اور وہ غلام آزاد کرنے پر قادر تھا مگر اس کے باوجود اس نے غلام آزاد نہیں کیا یا غلام کے آزاد کرنے پر قادر نہیں تھا مگر اس کے اندر روزہ رکھنے کی طاقت تھی اور اس نے روزے نہیں رکھے حتیٰ کہ وہ اب روزہ بھی رکھنے سے معذور ہو گیا، تو ایسے شخص کے لئے جائز نہیں کہ روزوں کے قائم مقام فدیہ ادا کرے یا اسی طرح ادائیگی فدیہ کی وصیت کر دے بلکہ اس کو غلام آزاد کرنے کی وصیت کرنی ہوگی، اب اگر اس کا ترکہ اتنا ہے کہ اسکے ایک تہائی سے غلام خریداجا سکتا ہے تو اب وارثوں پر اس کی تعمیل فرض ہے اور اگر ترکہ اس مقدار نہیں تھا، اور اس نے وصیت کر دی تھی یا سرے سے اس نے وصیت ہی نہیں کی تو وارثوں کا اس پر احسان ہو گا اگر ان لوگوں نے کفارہ ادا کر دیا۔ (مواقی الفلاح بزیاۃ)

لا تَجُوزُ لَهُ الْفِدْيَةُ:- اس لئے کہ روزہ یہاں پر دوسرے کے بدلہ میں رکھا جا رہا ہے اور وہ غیر یہ ہے کہ وہ مال سے فدیہ ادا کرنے پر قادر تھا اسی وجہ سے اس وقت تک روزہ سے کفارہ ادا نہیں ہو تا جب تک کہ مال سے کفارہ ادا کیا جاسکتا ہو اور فدیہ کے اندر رکھانے کا مباح کر دینا جائز ہے۔ (مراتی)

فی روایۃ:- یعنی حضرت امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے کہ بلا عذر کے نفل روزہ توڑا جاسکتا ہے مسلم

شریف کی ایک روایت ہے عن عائشةؓ قالت دخل النبي صلى الله عليه وسلم ذات يوم فقال هل عندكم شئ فقلنا لا فقال انى اذن صائم ثم اتى فى يوم آخر فقلنا يا رسول الله اهدى الينا حيس فقال ارنيه فلقد اصبحت صائماً فاكل اور نسائی میں ایک اور لفظ آیا ہے ولكن اصوم يوماً مكانه۔ اور کرنی اور ابو بکر نے فرمایا کہ اس کے لئے بہتر نہیں ہے، تو بلا عذر کے افطار کرے اور دلیل میں یہ روایت پیش کرتے ہیں اور یہی ظاہر روایت ہے انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قال اذا دعى احدكم الى طعام فليجب فان كان مفطراً فلياكل وان كان صائماً فليصل۔ یعنی اسے چھوڑ دے اس حدیث کے ذیل میں علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ اگر افطار کرنا جائز ہوتا تو افطار افضل ہوتا اس لئے کہ یہاں پر دعوت کے قبول کرنے کا موقع ہے۔

(ف) ایک بات یہ جان لینی ضروری ہے کہ خواہ نفل روزہ ہو یا نماز شروع کر دینے کے بعد اس کا توڑنا مکروہ ہے حرام نہیں اس لئے کہ ان دونوں کے حرمت پر کوئی نص موجود نہیں ہے اگرچہ توڑ دینے کی وجہ سے قضاء لازم ہوتی ہے اور اگر نفل روزہ یا نماز کسی عذر کی بناء پر ان دونوں کو توڑا تو بالاتفاق مباح ہے۔ (مراقی الفلاح)

البشارة :- صاحب تجنیس نے لکھا ہے کہ اگر کوئی کسی کے پاس جائے اور یہ جانے والا روزہ دار ہو اور جس کے پاس گیا ہے وہ اس سے کھانے کے لئے کہتا ہے تو اب اسکے روزہ توڑ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے من افطر لحق اخيه يكتب له ثواب صوم الف يوم ومتى قضى يوماً يكتب له ثواب صوم الفی يوم۔ اس بشارت کے پیش نظر افطار کر لینا چاہئے۔

بَابُ مَا يَلْزَمُ الْوَفَاءُ بِهِ مِنْ مَنذُورِ الصَّوْمِ وَالصَّلَاةِ وَنَحْوِهِمَا

اِذَا نَذَرَ شَيْئاً لِّزَمَهُ الْوَفَاءُ بِهِ اِذَا اجْتَمَعَ فِيهِ ثَلَاثَةٌ شُرُوطٌ اَنْ يَكُونَ مِنْ جَنْسِهِ وَاجِبٌ اَنْ يَكُونَ مَقْصُوداً وَاَنْ يَكُونَ لَيْسَ وَاجِباً فَلَا يَلْزَمُ الْوُضُوْءُ بِنَذَرِهِ وَلَا سَجْدَةُ التَّلَاوَةِ وَلَا عِيَادَةُ الْمَرِيضِ وَلَا الْوَاجِبَاتُ بِنَذَرِهَا وَيَصِحُّ بِالْعَتَقِ وَالْإِعْتِكَافِ وَالصَّلَاةِ غَيْرِ الْمَقْرُوضَةِ وَالصَّوْمِ فَإِنْ نَذَرَ مُطْلَقاً أَوْ مُعَلَّقاً بِشَرْطٍ وَوُجِدَ لَزِمَهُ الْوَفَاءُ بِهِ وَصَحَّ نَذَرُ صَوْمِ الْعِيْدَيْنِ وَأَيَّامِ التَّشْرِيقِ فِي الْمُخْتَارِ وَيَجِبُ فِطْرُهَا وَقَضَاءُهَا وَإِنْ صَامَ أَجْزَاءَهُ مَعَ الْحُرْمَةِ وَالْفَيْنَا تَعْيِينَ الزَّمَانِ وَالْمَكَانِ وَالذَّرْهَمِ وَالْفَقِيرِ فَيَجْزِيهِ صَوْمٌ رَجَبٍ عَنْ نَذَرِهِ صَوْمُ شَعْبَانَ وَيَجْزِيهِ صَلَاةٌ رَكْعَتَيْنِ بِمِصْرٍ نَذَرُ آدَاءِ هُمَا بِمَكَّةَ وَالتَّصَدُّقُ بِدِرْهَمٍ عَنْ دِرْهَمٍ عَيْنَهُ لَهُ وَالصَّرْفُ لِزَيْنِ الْفَقِيرِ بِنَذَرِهِ لِعَمْرٍو وَإِنْ عَلَّقَ النَّذْرَ بِشَرْطٍ لَا يَجْزِيهِ عَنْهُ مَا فَعَلَهُ قَبْلَ وَجُودِ شَرْطِهِ۔

ترجمہ :- وہ نذر روزے نماز اور اس جیسی چیزیں جس کا پورا کرنا ضروری ہے۔

جب کسی کی نذر مان لی تو اس کا پورا کرنا ضروری ہے، جب اس میں تین شرطیں جمع ہو جائیں کہ وہ اس کی جنس کی کوئی واجب عبادت ہو، وہ مقصود ہو، اور وہ واجب نہ ہو چنانچہ وضو کی نذر مان لینے سے اس کا پورا کرنا لازم نہیں۔ اور حج ہے نذر آزاد کرنے کی اور اعتکاف کرنے کی اور ان نمازوں اور روزوں کی جو فرض نہیں ہیں، تو اگر مطلق نذر مان لی یا کسی

شرط کے ساتھ معلق کر دیا اور وہ شرط پائی گئی تو اس کا پورا کرنا لازم ہے اور صحیح ہے عیدین کے دن اور ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی نذر مختار مذہب میں اور اس پر افطار کرنا واجب ہے اور اس کی قضاء، اور اگر روزہ رکھ لیا تو حرمت کے ساتھ کافی ہو جائے گا اور ہم لغو قرار دیتے ہیں زمانے کی تعیین کو، مکان کی تعیین، درہم و فقیر کی تعیین چنانچہ رجب کی نذر سے شعبان کا روزہ ادا ہو جائے گا اور مکہ میں دور کعت کی نذر مصر میں پڑھ لینے سے ادا ہو جائے گی اور کسی درہم کے ادا کر دینے سے متعین کے بدلے اور عمرو نامی فقیر پر خرچ کرنے کی نذر کی تھی اس کے بجائے زید نامی فقیر کو ادا کر دینے سے ادا ہو جائے گی اور اگر نذر کو کسی شرط پر معلق کر دیا اور اس کے شرط سے قبل جو کچھ کیا ہے وہ کافی نہ ہوگا۔

تشریح و مطالب :- ابھی تک مصنف "فرائض اور واجبات کو بیان کر رہے تھے کہ جن کا ادا کرنا ضروری ہے خواہ فی نفسہ ان کا ادا کرنا ضروری ہو یا شروع کرنے کے بعد توڑ دینے کی وجہ سے، جب

اسے بیان کر چکے تو اب نذر روزوں اور نمازوں وغیرہ کا تذکرہ کر رہے ہیں ویسے نفل کا بیان کچھ کر چکے ہیں لیکن یہاں سے ان نذروں کا بیان کر رہے ہیں کہ جن کا ادا کرنا ضروری ہے اور اسی طرح ان نذروں کا تذکرہ کریں گے کہ جن کا کسی متعین جگہ رکھنا اور ادا کرنا ضروری ہے اور جن کا اس جگہ ادا کرنا ضروری نہیں۔

نذر :- یاد رکھنا چاہئے کہ نذر طلاق یا قسم کی یعنی ہر ایسے کام کی جو صرف بولنے پر موقوف ہو، ان کے لئے نذر زبان سے طلاق وغیرہ کے الفاظ ادا کرنا ضروری ہے ان میں صرف زبان سے ارادہ اور دل میں خیال کرنا کافی نہیں۔

لزمہ الوفاء بہ :- یعنی اگر نذر مانی ہے تو اس کا پورا کرنا لازم ہے اس لئے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ولوفوا نذورہم یعنی چاہئے کہ وہ لوگ اپنی نذروں کو پوری کریں اور اسی طرح حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی فرمان ہے من نذر ان بطیع اللہ فلیطعہ ومن نذر ان یعصی اللہ فلا یعصہ (بخاری) اس بات پر تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ نذر کا پوری کرنا ضروری ہے نہ لو ا کرنے کی صورت میں تارک واجب ہو گا اور وجوب کا کفارہ ہو گا اور بعض حضرات نے اس کے فرض ہونے کو کہا ہے کہ نذر مان لینے کے بعد اس کا پورا کرنا فرض ہو جاتا ہے اور ان لوگوں کی دلیل یہی قرآنی آیت اور حدیث شریف ہے۔

اجتماع فیہ :- یعنی نذر مان لینے سے اس کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے ہر ایک کے لئے، بلکہ اس کے لئے کچھ شرطیں ہیں کہ جب وہ نذر ماننے والے میں اکٹھا ہو جائیں اس وقت واجب ہوگی۔

ثلاثۃ شروط :- یعنی نذر ماننے والے کے اندر اور جس چیز کی نذر مان رہا ہے تین چیزیں موجود ہو جائیں اس وقت واجب ہوگی (۱) جو نذر کی جنس سے کوئی اور واجب ہو، اگر اس نذر کی جنس سے کوئی عبادت واجب نہ ہوگی بلکہ وہ سنت یا نفل ہوگی تو اس چیز کی نذر پوری کرنا واجب ہوگی، (۲) اس نذر کی ہم جنس عبادت مقصود اصلی بھی ہو یعنی وہ صرف کسی واجب کے لئے ہی نہ ہو (۳) یہ نذر ایسی ہو کہ اگر اس کی نذر نہ مانی جاتی تو وہ بذات خود واجب نہ ہوتی۔

الوضوء بندرہ :- اگر کسی نے یہ نذر مانی کہ میں وضو کروں گا تو اس کا پورا کرنا واجب نہیں اس لئے کہ وضو بذات خود مقصود نہیں ہے بلکہ ادائیگی نماز کے لئے فرض ہو جاتا ہے۔

مسجدة التلاوة :- اس لئے کہ یہ شریعت کی جانب سے خود واجب ہے اب اگر کوئی نذر مانے کہ میں سجدہ تلاوت کروں گا تو اس سے اس کا پورا کرنا ضروری نہیں ہوگا اس لئے کہ جب وہ تلاوت کرے گا تو اس کی وجہ سے خود سجدہ تلاوت واجب ہو جاتا ہے۔

عیادة المريض :- اسلئے کہ یہ جنس واجب سے نہیں ہے اگرچہ مزاج پر سی پر بہت ثواب ملتا ہے، جیسا کہ خود حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے عائد المريض علیٰ مخارف الجنة حتیٰ یوجع۔ مگر یہ فرض نہیں ہے ایک بات اور ہے کہ نذر ایسی عبادتوں میں ہونی چاہئے جو حقوق اللہ میں سے ہوں اور مزاج پر سی حقوق العباد میں سے ہے۔ (مراتی) یصح بالعق :- اس لئے کہ بعض صورتیں ایسی ہیں کہ ان میں غلام آزاد کرنا صراحتہ معلوم ہوتا ہے لہذا یہ جنس فرض میں سے ہے اس وجہ سے اگر کسی نے نذر مان لی کہ میں غلام آزاد کروں گا تو غلام کا آزاد کرنا واجب ہوگا۔ الاعتکاف :- اس لئے کہ اس کے جنس سے واجب ہے اور وہ قعدہ اخیرہ ہے اور نماز کے لئے بیٹھ کر انتظار کرنا گویا کہ نماز ہی ہے اس وجہ سے اس کی نذر صحیح ہے، عورت اور غلام کا اعتکاف صحیح ہے لیکن اگر عورت کے شوہر نے یا غلام کے مولیٰ نے اعتکاف سے روک دیا تو یہ آزاد ہونے کے بعد اور عورت الگ ہونے کے بعد اس کی قضاء کرے گی، لیکن مولیٰ اپنے مکاتب کو نہیں روک سکتا۔ (مراتی)

﴿بَابُ الْإِعْتِكَافِ﴾

هُوَ الْإِقَامَةُ بَيْنَهُ فِي مَسْجِدٍ تَقَامُ فِيهِ الْجَمَاعَةُ بِالْفِعْلِ لِلصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ فَلَا يَصِحُّ فِي مَسْجِدٍ لَا تَقَامُ فِيهِ الْجَمَاعَةُ لِلصَّلَاةِ عَلَى الْمُخْتَارِ وَلِلْمَرَأَةِ الْإِعْتِكَافُ فِي مَسْجِدٍ بَيْنَهَا وَهُوَ مَحَلٌّ عَيْنُهُ لِلصَّلَاةِ فِيهِ وَالْإِعْتِكَافُ عَلَى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ وَاجِبٌ فِي الْمَنْدُورِ وَسَنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ فِي الْعَشْرِ الْأَخِيرِ مِنْ رَمَضَانَ وَمُسْتَحَبٌّ فِيمَا سِوَاهُ وَالصَّوْمُ شَرْطٌ لَصِحَّةِ الْمَنْدُورِ فَقَطْ وَأَقْلَهُ نَفْلًا مُدَّةٌ يَسِيرَةٌ وَلَوْ كَانَ مَاشِيًا عَلَى الْمَفْتَى بِهِ وَلَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا لِحَاجَةٍ شَرْعِيَّةٍ كَالْجُمُعَةِ أَوْ طَبِيعِيَّةٍ كَالْبَوْلِ أَوْ ضَرُورِيَّةٍ كَالنَّهْدَامِ الْمَسَاجِدِ أَوْ إِخْرَاجِ ظَالِمٍ كَرَهَا أَوْ تَفَرُّقِ أَهْلِهِ وَخَوْفِ عَلَى نَفْسِهِ أَوْ مَتَاعِهِ مِنَ الْمُكَابِرِينَ فَيَدْخُلُ مَسْجِدًا غَيْرَهُ مِنْ سَاعَتِهِ فَإِنْ خَرَجَ سَاعَةً بَلَا عَذْرَ فَسَدَ الْوَاجِبُ وَانْتَهَى بِهِ غَيْرُهُ.

ترجمہ :- باب اعتکاف کے بیان میں۔ کسی ایسی مسجد میں جس کے اندر بالفعل پانچوں نمازیں ہوتی ہوں اعتکاف کی نیت سے ٹھہرنا، تو ایسی مسجد میں کہ جس کے اندر پانچوں نمازیں نہ ہوتی ہوں اعتکاف کرنا مذہب مختار کے بموجب صحیح نہیں ہے، اور عورت کے لئے اعتکاف کی نیت سے ٹھہرنا اس کے گھر کی مسجد میں اور گھر کی مسجد وہ جگہ ہے جسے اس نے نماز کے متعین کر لیا ہے اور اعتکاف کی تین قسمیں ہیں، واجب جبکہ نذر مان لی ہو سنت کفایہ مؤکدہ رمضان کے دس اخیر میں اور اس کے علاوہ میں مستحب ہے اور روزہ صرف نذر کے اعتکاف کے صحیح ہونے کے واسطے شرط ہے اور نفلی اعتکاف کی مقدار کم سے کم ہے اگرچہ قول مفتی بہ کے مطابق چلتے ہوئے ہو، اور مسجد سے شرعی

ضرورت کے علاوہ باہر نہ نکلے، مثلاً جمعہ کی نماز کے واسطے یا طبعی ضرورت کی وجہ سے جیسے پیشاب کے لئے، یا اضطراری ضرورت کے لئے جیسے مسجد کا گر جانا، یا کسی ظالم کے زبردستی نکال دینے کی وجہ سے یا مسجد کے لوگوں کا منتشر ہو جانا یا اپنی جان و مال کا ظالموں کی طرف سے خطرہ ہونا تو اسی وقت دوسری مسجد میں چلا جائے تو اگر بلا کسی عذر کے ایک گھڑی کے لئے نکلا تو اس کا واجب فاسد ہو جائے گا اور جو واجب نہ ہو اس نکلنے کے بعد ختم ہو جائے گا۔

تشریح و مطالب :- مصنفؒ ابھی تک ان چیزوں کو بیان کر رہے تھے کہ نذر کب واجب ہوگی اور اسی طرح اور دیگر احکامات بیان کر رہے تھے جب اسے بیان کر چکے تو اب یہاں سے اعتکاف کے

احکام کو بیان کر رہے ہیں، کتاب الصوم میں اس کے بیان کرنے کی مختلف وجہیں ہو سکتی ہیں اس لئے کہ بعض اعتکاف تو ایسے ہیں کہ ان میں روزہ شرط نہیں ہے بلکہ بلا روزہ رکھے اعتکاف کیا جاتا ہے اور اعتکاف صحیح ہو جاتا ہے۔ لیکن ایک مناسبت تو یہ ہے کہ ایک اعتکاف ایسا ہے کہ بلا روزہ کے صحیح نہیں ہوتا مثلاً اگر کسی نے منت مانی تو اب اس پر جو اعتکاف ہو گا وہ بلا روزہ کے صحیح نہیں ہو گا ایک مناسبت تو یہ ہو گئی، دوسری بات یہ ہے کہ جو اعتکاف سنت مؤکدہ ہے یعنی محلّہ میں سے کسی ایک کا اعتکاف کرنا ضروری ہے ورنہ تمام لوگ تارک سنت ہوں گے اور اس کا گناہ ہو گا۔ وہ رمضان المبارک کے دس اخیر دنوں میں ہوتا ہے، لہذا جب واجب اور سنت میں روزہ پایا گیا تو اس لئے اس کو کتاب الصوم میں بیان کر دیا اور اسی طرح ایک دوسری مناسبت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ روزہ میں بھی لبث پایا جاتا ہے اور اعتکاف میں بھی اس کے علاوہ بہت سی مناسبتیں ہو سکتی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

الاعتکاف :- اسکے لغوی معنی رکنے ٹھہرنے اور کسی کام پر مداومت کرنے کے ہیں، اسے اعتکاف اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ مسجد میں ٹھہرا جاتا ہے اور خواہشات نفسانی کو رد کا جاتا ہے۔ (مراتی)

بیت :- یعنی صرف مسجد میں ٹھہر جانے سے اعتکاف نہیں ہو جائے گا بلکہ اس ٹھہرنے کیلئے اعتکاف کی نیت ضروری ہے چنانچہ اگر کوئی مسجد میں ایک دن ٹھہرا اور تمام چیزوں سے رکارہا تو اسے محکف نہیں کہا جائے گا اسلئے کہ نیت نہیں پائی گئی۔

فی مسجد :- یعنی ہر ایک مسجد میں اعتکاف کی نیت سے ٹھہر جانے کی وجہ سے اعتکاف صحیح نہ ہو گا بلکہ جس میں اعتکاف کی نیت سے ٹھہر رہا ہے وہ مسجد ایسی ہو کہ جس وقت وہ اعتکاف کے لئے اس میں بیٹھ رہا ہے اس وقت اس میں نماز پنجگانہ ہوتی ہو اس لئے کہ حضرت علیؑ اور حضرت حذیفہؓ کا فرمان ہے لا اعتکاف الا فی مسجد جماعۃ اسلئے کہ جب اس مسجد میں ٹھہرے گا جس میں جماعت ہوتی ہے تو اس میں جماعت کا انتظار اکمل طریقہ پر ہو گا۔

علی المختار :- کہہ کر اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اسکے علاوہ اور بھی اقوال ہیں چنانچہ حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ واجب اعتکاف تو اس مسجد کے علاوہ میں صحیح نہ ہو گا کہ جس میں نماز پنجگانہ ہوتی ہو، اگر کوئی ایسی مسجد ہے کہ جس میں نماز پنجوقتہ نہیں ہوتی تو ان کے نزدیک اعتکاف واجب تو صحیح نہ ہو گا لیکن فرماتے ہیں کہ نفلی اعتکاف اس میں جائز ہے۔ (مراتی الفلاح)

للمرأة الاعتكاف في مسجد بيتها :- اب یہاں سے عورت کے احکامات کو بیان کر رہے ہیں، اسلئے کہ عورت تو مسجد میں جا نہیں سکتی اس لئے اس کے احکامات الگ ہیں، عورت اعتکاف کی نیت سے گھر ہی میں ٹھہرے گی اور گھر کے اس حصہ میں اعتکاف کرے گی جس میں وہ نماز ادا کرتی ہے اور جب وہ اس جگہ اعتکاف کی نیت سے ٹھہر جائے گی تو اب بلا کسی عذر شرعی کے اس جگہ سے ہٹ جانے پر اعتکاف واجب فاسد ہو جائے گا، ہاں اگر نفل ہے تو اب فاسد ہو جانے کی وجہ سے واجب نہیں ہوگا، صاحب نہایہ نے لکھا ہے کہ اگر عورت مسجد میں اعتکاف کرے گی تو یہ مکروہ تنزیہی ہے، اور اگر گھر کے اندر کوئی جگہ متعین نہیں ہے تو اب اسکے لئے اعتکاف صحیح نہیں ہوگا۔

(ف) اعتکاف کا رکن ٹھہرنا ہے اور اعتکاف کے شرائط میں سے وہ مسجد مخصوص ہے اور اعتکاف کی نیت اور نذر کا اعتکاف ہے تو روزہ بھی شرط ہے اور اعتکاف کی نیت کے صحیح ہونے کے واسطے اسکا مسلمان ہونا، عاقل ہونا، بالغ ہونا شرط ہے، بلا ان چیزوں کے نیت صحیح نہ ہوگی۔

ثلاثا قسام :- یعنی جو اعتکاف شرعاً مطلوب ہے اسکی تین قسمیں ہیں ایک واجب اور یہ اس وقت ہے کہ جس کسی نے نذر مانی ہو اور اس واجب اعتکاف کی صحت کیلئے روزہ کا ہونا ضروری ہے خواہ نذر کے اندر روزہ کی شرط لگائی ہو یا نہ لگائی ہو۔
سنة :- لاعتكافه صلى الله عليه وسلم العشر الاواخر من رمضان حتى توفاه الله پھر آپ کے تشریف لے جانے کے بعد آپ کی ازواج مطہرات نے بھی اعتکاف کیا اور اس کی وجہ احادث میں یہ آئی ہے لہذا اعتكف النبي صلى الله عليه وسلم العشر الاوسط اتاه جبرئيل عليه السلام فقال ان الذي تطلب اقامك يعني ليلة القدر فاعتكف العشر الاخير۔ اور اسی وجہ سے بعض حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ شب قدر رمضان المبارک کے اخیر دس راتوں میں ہے اب اس بارے میں اختلاف ہو گیا کہ کن راتوں میں ہے، بعض کا قول ہے ۱۲ویں رات میں بعض کا قول ہے کہ ۱۷ویں رات میں، اور صحیح تو یہ ہے کہ اخیر کی دس راتوں میں ہے اور طاق راتوں میں زیادہ گمان ہے امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ رمضان کی راتوں میں ہے لیکن صحیح یہ نہیں اس لئے کہ وہ ادھر ادھر ہوتی رہتی ہے۔ اور حضرات صاحبین بھی فرماتے ہیں کہ رمضان میں ہے لیکن وہ فرماتے ہیں کہ ہر سال ایک ہی رات میں ہوتی ہے، ادھر ادھر نہیں ہوتی، اور امام اعظمؒ کی طرف مشہور یہ ہے کہ پورے سال میں ہوتی ہے کوئی مہینہ متعین نہیں ہے، بعض حضرات نے تو یہ کہا ہے کہ رمضان کی پہلی رات میں ہے اور حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ ۲۳ویں رات کو ہوتی ہے اور حضرت عکرمہؒ کا قول ہے کہ ۲۵ویں رات کو۔ (واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم)

مستحب :- یہ اعتکاف کی تیسری قسم ہے کہ جب چاہے اعتکاف کرے اس کے اندر کسی وقت اور روزہ وغیرہ کی ضرورت اور شرط نہیں ہے۔

فقط :- یعنی صرف نذر اعتکاف کی صحت کے لئے روزہ شرط ہے اسکے علاوہ نہیں لقولہ علیہ السلام لبس علی المعتكف صيام الا ان يجعله علی نفسه۔ لہذا اس حدیث کے پیش نظر صرف منذور کے لئے روزہ شرط ہے۔

مدۃ سیرۃ :- یعنی نفل اعتکاف کیلئے ذرا سی دیر اعتکاف کی نیت سے ٹھہر جانا صحیح ہے اور اس ٹھہر جانے کو اعتکاف کہا جائیگا۔
علی المفتی : بہ :- اسلئے کہ اس کا ہر ایک جزء ایک الگ حکم رکھتا ہے لہذا جس نے مسجد سے گزرتے ہوئے اعتکاف کی نیت کی اور کچھ توقف کر لیا بیٹھا نہیں تو یہ بھی اعتکاف ہو گیا۔

لا یخرج :- یعنی جس مسجد میں اعتکاف کی نیت سے ٹھہرا ہوا ہے اس جگہ سے نہ نکلے اگر کسی عذر شرعی کی بناء پر نکلا ہے تو ٹھیک ہے اور اگر بلا عذر شرعی کے نکلا ہے تو اعتکاف ختم ہو گیا، عذر شرعی جیسے جمعہ کی نماز کے لئے، عیدین کے لئے ایسے وقت نکلے گا کہ اسکے پانے کی امید ہو نیز اس قدر پہلے نکلے کہ پہلے سنتوں کو بھی پالے اور اسی طرح جمعہ کے بعد والی سنتوں کو پڑھ کر واپس ہو اور اگر جامع مسجد میں اعتکاف کیا تو یہ اعتکاف تو صحیح ہو جائے گا لیکن جامع مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جگہ لوگ جمع ہوتے ہیں، ہر وقت لوگ آتے جاتے ہیں جس سے عبادت میں خلل ہو گا اور اسی لئے مسجد میں پردہ لگادیا جاتا ہے تاکہ خلوت میں عبادت کا لطف آئے۔

او طبعیہ :- جیسے کہ پیشاب پاخانہ کے لئے نکلنا، اور جنابت کو دھلنے کے لئے باہر جانا، غسل جنابت کے لئے مسجد سے باہر آنا، مطلب یہ ہے کہ جب سونے کے بعد احتلام ہو گیا نہ کہ جماع کے بعد کا غسل جنابت۔ لانه علیہ السلام کان لا یخرج من معتکفہ الا لحاجة الانسان اور حاجت انسانی میں یہ چیزیں داخل ہیں اس لئے کہ جنابت اور ناپاکی کی حالت میں اور اسی طرح پیشاب کی حالت میں مسجد میں نہیں ٹھہرنا چاہئے۔

وَاکُلُّ الْمُعْتَكِفِ وَشُرْبُهُ وَنَوْمُهُ وَعَقْدُهُ الْبَيْعَ لِمَا يَحْتَاجُهُ لِنَفْسِهِ أَوْ عِيَالِهِ فِي الْمَسْجِدِ وَكُرْهُ احْتِضَارِ الْمَيْعِ فِيهِ وَكُرْهُ عَقْدِ مَا كَانَ لِلتَّجَارَةِ وَكُرْهُ الصَّمْتِ إِنْ اعْتَقَدَهُ قُرْبَةً وَالتَّكَلُّمُ إِلَّا بِخَيْرٍ وَحَرَمُ الْوُطْئِ وَدَوَائِعِهِ وَبَطْلُ بَوَاطِنِهِ وَبِالْإِنْزَالِ بِدَوَائِعِهِ وَكَرْمَتُهُ اللَّيَالِي أَيْضًا بِنَذْرِ اعْتِكَافِ أَيَّامٍ وَكَرْمَتُهُ الْأَيَّامُ بِنَذْرِ اللَّيَالِي مُتَابَعَةً وَإِنْ لَمْ يَشْتَرِطِ السَّابِقُ فِي ظَاهِرِ الرُّوَايَةِ وَكَرْمَتُهُ لَيْلَتَانِ بِنَذْرِ يَوْمَيْنِ وَصَحَّ يَثُ الثُّهْرُ خَاصَّةً ذَوْنَ اللَّيَالِي وَإِنْ نَذَرَ اعْتِكَافَ شَهْرٍ وَنَوَى الثُّهْرَ خَاصَّةً أَوْ اللَّيَالِي خَاصَّةً لَا تَعْمَلُ نِيَّتُهُ إِلَّا أَنْ يُصْرَحَ بِالِاسْتِثْنَاءِ

ترجمہ :- اور معتکف کا کھانا اور اس کا پینا اور اس کا سونا اور بیع کرنا جسکی اسے خود ضرورت ہو یا اسکے عیال کی ضرورت ہو مسجد میں ہوگی اور بیع کا مسجد میں حاضر کرنا مکروہ ہے اور جو چیزیں تجارت کی ہیں انکا عقد کرنا مکروہ ہے اور اگر خاموش رہنے کو قربت کا سبب خیال کرتا ہو تو یہ مکروہ ہے اور اچھی باتوں کے علاوہ مکروہ ہیں، اور مجامعت اور جو اس مجامعت کی محرکات ہوں وہ سب حرام ہیں اور وطی کرنے سے، اور اسکے کرنے سے جو اس کیلئے محرک ہوں حرام ہیں، اور دن میں اعتکاف کی نیت سے راتوں کو بھی ضروری ہو جائے گا اور راتوں کی نیت کرنے سے دن بھی لازم ہو جائے گا ظاہر روایت میں اگرچہ لگاتار کی شرط نہ کی تھی اور دور راتوں کی نیت کرنے سے دو دن بھی لازم ہو جائیں گے لیکن اگر استثناء کی صراحت کر دے۔

تشریح و مطالب :- اکل المعتکف :- یعنی اعتکاف کی حالت میں معتکف مسجد میں کھانا کھائے گا اسی طرح مسجد ہی میں سوئے گا اور جن اشیاء کی خود اس کو ضرورت ہوگی یا اسکے اہل و عیال کی ضرورت

ہوگی اور کوئی دوسرا نہیں ہوگا تو ان کو مسجد ہی سے خرید بھی سکتا ہے اگر ان کیلئے مسجد سے باہر جائیگا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا ان چیزوں کو مسجد میں رہ کر کرنے سے کوئی حرج نہیں ہوگا، چونکہ غسل جنابت یا اسی طرح سے ازالہ نجاست مسجد میں کرنے سے مسجد نپاک ہو جاتی ہے اس وجہ سے اس کیلئے باہر جانا ہے لیکن کھانے پینے وغیرہ سے یہ خرابی نہیں ہوتی۔
 ظہر یہ میں ہے کہ اگر مغرب کے بعد مسجد سے کھانے کے واسطے چلا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (مراتی الفلاح)
 کرہ احضار المبیع :- اس لئے کہ مسجد کو حقوق العباد سے بچانا چاہئے، یہ صرف حق اللہ کے لئے بنائی گئی ہے، لہذا اس میں اس کو لا کر دکان کی طرح نہ بنایا جائے۔

ماکان للتجارة :- اس لئے کہ جب آدمی مسجد میں رہ کر خرید و فروخت کرے گا اور اس طرح سے تجارت کریگا تو اس کی وجہ سے اللہ کی طرف سے توجہ ہٹ جائے گی اور ذکر ختم ہو جائیگی حالانکہ یہ مسجد میں اس وجہ سے ٹھہرا تھا کہ ذکر اللہ کرتا اسی لئے مسجد میں بیٹھ کر سلائی وغیرہ کرنا مکروہ ہے یہ مسئلہ تو ان لوگوں کے لئے تھا جو اس میں محکف ہوں اگر اعتکاف نہ ہو تو مطلقاً مسجد کے اندر خرید و فروخت مکروہ ہے۔ (مراتی)
 الصمت :- خاموش رہنا اس وقت مکروہ ہے جب یہ اعتقاد ہو کہ اس پر ثواب ملے گا لیکن اگر یہ خیال نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

التکلم :- یعنی محکف جو بات کرے وہ بھلی بات ہو اس لئے کہ ادھر ادھر کی باتوں سے تو تمام لوگوں کو منع کیا گیا ہے چہ جائیکہ یہ حالت اعتکاف میں ہے اس لئے کہ یہ عبادت کے لئے بیٹھا ہوا ہے اور اس کو چاہئے کہ اعتکاف کی حالت میں قرآن کی تلاوت کرے اور اسی طرح ذکر اللہ کرے اور قرآن وحدیث کا درس دے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک اور نبیوں کے قصص کا تذکرہ کرے۔

حرم الوطنی :- لقوله تعالى ولا تبشورهن وانتم عاكفون فی المساجد اس لئے جو اس کے لئے محرکات ہوں گے ان کا بھی حکم ہوگا اس لئے کہ بسا اوقات بعض چیزیں حرام تو نہیں ہوتیں مگر وہ سبب بن جاتی ہیں لہذا جو حکم مسبب کا ہوتا ہے وہی سبب کا ہو جاتا ہے۔

بطل بوطنه :- خواہ یہ جان بوجھ کر ہو یا بھول کر یا کسی کے مجبور کرنے کی وجہ سے ہو اسی طرح سے خواہ دن میں ہو یا رات میں ہر ایک صورت میں اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

وَالْإِعْتِكَافُ مَشْرُوعٌ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَهُوَ مِنْ أَشْرَفِ الْأَعْمَالِ إِذَا كَانَ عَنِ الْإِخْلَاصِ وَمِنْ مَحَاسِنِهِ أَنْ فِيهِ تَفْرِغُ الْقُلُوبِ مِنْ أُمُورِ الدُّنْيَا وَتَسْلِيمُ النَّفْسِ إِلَى الْمَوْلَى وَمُلَازِمَةُ عِبَادَتِهِ فِي بَيْتِهِ وَالتَّحَصُّنُ بِحَصْنِهِ. وَقَالَ عَطَاءٌ رَحِمَهُ اللَّهُ مَثَلُ الْمُعْتَكِفِ مِثْلُ رَجُلٍ يَخْتَلِفُ عَلَى بَابٍ عَظِيمٍ لِحَاجَةٍ فَالْمُعْتَكِفُ يَقُولُ لَا أَبْرَحُ حَتَّى يَغْفِرَ لِي وَهَذَا مَا تَسَّرَ لِلْعَاجِزِ الْحَقِيرِ بَعْنَايَةِ مَوْلَاهُ الْقَوِيِّ الْقَدِيرِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْ لَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ

الْأَنْبِيَاءَ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَذُرِّيَّتِهِ وَمَنْ وَالَاهُ وَتَسْتَلُّ اللَّهُ سُبْحَانَهُ مُتَوَسِّلِينَ أَنْ يَجْعَلَهُ خَالِصًا لِرُوحِهِ اللَّهُ الْكَرِيمُ وَأَنْ يُنْفَعَ بِهِ النَّفْعُ الْعَظِيمُ وَيَجْزَلَ بِهِ الثَّوَابُ الْحَسِيمُ.

ترجمہ:۔ اور اعتکاف کا ثبوت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ہے، اور یہ اشرف اعمال میں سے ہے جب کہ یہ اخلاص کے ساتھ ہو اور اس کی خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دل امور دنیا سے فارغ ہو جاتا ہے اور نفس مولا کے سپرد ہو جاتی ہے اور اس کی عبادت خود اسی کے گھر میں ہوتی ہے اور خود مولائے کریم کے قلعہ میں بند ہو جاتا ہے اور حضرت عطاء فرمایا کرتے تھے کہ معتکف کی مثال اس آدمی جیسی ہے کہ جو اپنی ضرورت کی وجہ سے کسی بڑے آدمی کے دروازے پر جا کر پڑا رہتا ہے اور معتکف یہ کہتا ہے کہ میں یہاں سے ہٹ نہیں سکتا جب تک کہ میری مغفرت نہ ہو جائے گی یہ وہ کچھ ہیں جو عاجز بندے کو مولائے قوی کی طرف سے ملی ہیں، حمد صرف اسی اللہ کے لئے ہے جس نے مجھ کو اس کی ہدایت کی اگر خدائے تعالیٰ میری رہنمائی نہ کرتے تو یہ بات ناممکن تھی کہ ہم کو راستہ مل جاتا اور درود نازل ہو ہمارے سردار اور مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کہ نبیوں کے خاتم ہیں اور آپ کی آل پر اور آپ کے اصحاب پر اور ان تمام لوگوں پر جنہوں نے آپ کی مدد کی ہے اور اللہ سبحانہ تعالیٰ سے درخواست ہے کہ اس رسالہ کو مخصوص طور پر اپنے لئے قرار دے اور اس کے ذریعہ عام نفع پہنچائے اور بہت بڑا ثواب عطا فرمائے۔ آمین!

تشریح و مطالب:- | مشروع بالكتاب: اسلئے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ولا تباشروهن وانتم عاكفون فی المساجد اس آیت سے اعتکاف کی مشروعیت کتاب اللہ سے ظاہر ہوتی ہے۔

السنة: حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عائشہؓ دونوں کی روایت ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعتکف فی العشر الاواخر من رمضان منذ قدم المدينة الی ان توفاه اللہ تعالیٰ، لہذا اس عمل شریف سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اعتکاف سنت ہے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کیا ہے۔ حضرت امام زہری کا بیان ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ لوگ کس طرح اعتکاف کو ترک کرتے ہیں حالانکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اور فرائض و واجبات کے علاوہ میں یہ عمل تھا کہ کبھی کبھی ترک بھی فرمادیا کرتے تھے لیکن اعتکاف کو آخری وقت تک ترک نہیں فرمایا۔ (مراقی الفلاح)

التحصن بحصنه:- یعنی مسجد جو اللہ تعالیٰ کا قلعہ ہے اس میں رہ کر عبادت کی جاتی ہے اور ظاہر سی بات ہے کہ آدمی قلعہ اسی لئے بناتا ہے کہ اس میں رہ کر اپنی حفاظت کرے اور مسجد اللہ تعالیٰ کا قلعہ ہے جب انسان اس کے اندر رہ کر عبادت کرے گا تو شیطان وغیرہ نہیں آسکیں گے اس لئے کہ جب ایک دنیاوی بادشاہ اس قدر کرتا ہے کہ جب کوئی اس کے قلعہ کے اندر چلا جاتا ہے تو وہ اس کی حفاظت کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ جو تمام قلعوں کا مالک ہے جب آدمی اپنے آپ کو اس کے قلعہ میں ڈال دے گا تو وہ ضرور بانصر و اس کی مدد کرے گا اور اس کو دشمن سے بچائے گا۔

قال:- یعنی عطاء بن ابی رباح جو امام مجتہد اور تابعی ہیں اور حضرت ابن عباسؓ کے تلمیذ ہیں اور حضرت امام اعظمؒ کے استاذ ہیں امام ابو حنیفہؒ اکثر انہی کی روایت لیتے ہیں، حضرت امام اعظمؒ فرماتے تھے مارأیت افقه من حماد

ولا اجمع للعلوم من عطاء بن ابی رباح. آپ کی وفات ۱۵ھ میں ہوئی آپ حضرت ابن عباسؓ کے علاوہ حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت عائشہؓ کے شاگرد ہیں۔ (مرآۃ الفلاح)

(ف) مصنفؒ نے سب سے پہلے کتاب الصلوٰۃ اور کتاب الصوم کو لکھا جب اس کو لکھ چکے تو اس کے بعد ارادہ کیا کہ لاؤ اب اور عبادتوں کا تذکرہ کریں تاکہ پانچوں عبادتیں ہو جائیں اس کے بعد پھر کتاب الزکوٰۃ کو شروع کیا۔

کِتَابُ الزَّكَاةِ

هِيَ تَمْلِكُ مَالٍ مَخْصُوصٍ لِشَخْصٍ مَخْصُوصٍ فَرَضَتْ عَلَى حُرٍّ مُسْلِمٍ مُكَلَّفٍ مَالَهُ لِنَصَابٍ مِنْ نَقْدٍ وَلَوْ تَبْرًا أَوْ حَلِيقًا أَوْ آتِيَةً أَوْ مِثْلَ قِيمَتِهِ مِنْ غُرُوضٍ تِجَارَةً فَارِغٍ عَنِ الدَّيْنِ وَعَنْ حَاجَتِهِ الْأَصْلِيَّةِ نَامٍ وَلَوْ تَقْدِيرًا وَشَرْطُ وَجُوبِ آدَائِهَا حَوْلَانُ الْحَوْلِ عَلَى النَّصَابِ الْأَصْلِيِّ وَأَمَّا الْمُسْتَفَادُ فِي إِثْنَاءِ الْحَوْلِ فَيُضَمُّ إِلَى مَجَانِسِهِ وَيُزَكَّى بِتِمَامِ الْحَوْلِ الْأَصْلِيِّ سَوَاءً اسْتَفِيدَ بِتِجَارَةٍ أَوْ مِيرَاثٍ أَوْ غَيْرِهِ وَلَوْ عَجَلَ ذُو نَصَابٍ لِسِنِينَ صَحَّ وَشَرْطُ صِحِّهِ آدَائُهَا نِيَّةً مُقَارَنَةً لِآدَائِهَا لِلْفَقِيرِ أَوْ وَكَيْلِهِ أَوْ لِعَزَلٍ مَا وَجِبَ وَلَوْ مُقَارَنَةً حُكْمِيَّةً.

ترجمہ :- کتاب الزکوٰۃ۔ زکوٰۃ مخصوص مال کا مالک بنانا ہے مخصوص شخص کو، زکوٰۃ کا دینا آزاد مسلمان مکلف پر جو مالک نصاب ہو نقد کا خواہ سونا ہو یا زیور ہو یا برتن ہو یا وہ سامان تجارت کی کوئی چیز ہو جو نصاب کی قیمت کے برابر ہو، فاضل ہو قرض سے اور اس کی حاجت اصلیہ سے بڑھنے والا ہو اگرچہ وہ بڑھنا نقد پر ہو اور اس کی ادائیگی کے وجوب کے لئے سال کا گزرنہ شرط ہے نصاب اصلی پر اور جو سال کے درمیان میں بڑھا ہے اسے اس کی جنس کے ساتھ ملا دیا جائے گا اور پورے سال کی زکوٰۃ دی جائیگی خواہ وہ مال تجارت سے حاصل ہو ہو یا میراث سے یا اس کے علاوہ سے اور اگر صاحب نصاب دو سال کی زکوٰۃ پہلے دے دے تو صحیح ہے اور اس کی ادائیگی کے صحیح ہونے کیلئے نیت کا فقیر کو دینے وقت یا اس کے وکیل کو یا جو مقدمہ واجب ہوتی ہے اس کے جدا کرنے کے وقت ملا ہونا ضروری ہے۔

تشریح و مطالب :- مصنفؒ جب دونوں عبادتوں کو بیان کر چکے تو اب اس کے بعد کتاب الزکوٰۃ کو شروع کر رہے ہیں اسے مؤخر کرنے کی وجہ گزر چکی، یہ اسلام کا اہم رکن ہے، اور مسلمان پر فرض ہے مگر اس کی فرضیت کے لئے کچھ شرائط ہیں اسلام نے اس کو ایک اہمیت دی ہے چنانچہ باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ اور ایک دوسری جگہ ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے مَنْ يَقْرَضَ اللَّهُ قَرْضًا حَسَنًا اور اِی طَرَحَ حَضْرَ پَاک صَلَّی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے بَنِی الْاِسْلَامَ عَلٰی خَمْسٍ شَہَادَةِ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ وَاَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللہ وَاَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَا زَكَاةً۔ اس لئے اس کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہو گا اور اس سے قتال جائز ہو گا جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ خلافت اور حضور پر نور صَلَّی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تو حضرت ابو بکرؓ نے ان سے جنگ کی اور ان سے قتل و قتال کو جائز قرار دیا۔

مال مخصوص :- یہاں پر مال مخصوص سے مراد وہ مقدمہ ہے کہ جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور جس کو

بہ نیت زکوٰۃ مال سے الگ کیا جاتا ہے۔

لشخص مخصوص :- اس لئے کہ زکوٰۃ ہر ایک کو نہیں دی جاسکتی بلکہ اس کیلئے قرآن نے چند آدمیوں کو مخصوص کر دیا ہے جس کی تفصیل ابھی آگے آرہی ہے۔

فروضت علی حق :- زکوٰۃ کے واجب ہونے کے لئے آزاد ہونا شرط ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک غلام آزاد نہیں ہو تا کامل طور پر مالک نہیں ہوتا جو کچھ اس کے پاس ہوتا ہے وہ اس کے آقا کا ہوتا ہے اور آزاد شخص کا جو مال ہوتا ہے وہ اس کا کامل طور پر مالک ہوتا ہے۔ (ہدایہ)

مسلم :- اس لئے کہ زکوٰۃ ایک عبادت ہے اور کافر کی عبادت قبول نہیں ہوتی اس وجہ سے جب اسکے اندر ابھی اہلیت نہیں ہے تو اس پر زکوٰۃ کا ادا کرنا بھی فرض نہیں۔

مالك النصاب :- اسلئے کہ حضور پاک ﷺ نے اسکی مقدار متعین کر دی ہے چنانچہ آپکا ارشاد ہے لیس فیما دون خمس اواق صدقة و لیس فیما دون خمس ذود من الابل صدقة و لیس فیما دون خمسة اوسق صدقة، اسلئے مال پر زکوٰۃ واجب ہونے کے واسطے نصاب کا ہونا شرط قرار دیا گیا کہ اگر اس مقدار سے کم مال ہو گا تو زکوٰۃ نہ ہوگی۔

ولو تبرأ :- خداوند قدوس نے سونے اور چاندی کو زینت کے لئے نہیں بنایا ہے بلکہ اس لئے بنایا ہے کہ ان کے ذریعہ تبادلوں ہو سکے چنانچہ شریعت مطہرہ نے سونے اور چاندی کو ثمن قرار دیا ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس کو کاروبار میں لگایا جائے تاکہ اس سے مالک کو بھی فائدہ ہو اور دوسرے کام کرنے والوں کا بھی، ایک ہزار روپیہ کو زمین میں داب دینے سے اس کو بیکار کر دینا ہے خداوند عالم کی اتنی بڑی نعمت کا ضائع کر دینا مخلوق الہی پر ظلم و زیادتی ہے، ایک ہزار کاروبار میں لگایا جائے اگر ایک شخص بھی اس سلسلے میں نوکر رہے تو ایک ہی کا کام چلے حالانکہ جو کاروبار ہو اس کا فائدہ ایک تک محدود نہیں رہتا، اگر آپ کتابوں کی تجارت کرتے ہیں تو اس سے کتابوں، کاغذ بنانے والوں، کاغذ فروخت کرنے والوں، جلد بنانے والوں وغیرہ کو اور غرضیکہ مختلف سلسلوں کے سینکڑوں انسانوں کو تھوڑا بہت نفع پہنچتا ہے اور اس سے بڑھ کر ظلم یہ ہے کہ اس عظیم الشان نعمت کو محض چہرہ اور بدن کی دل کشی کیلئے استعمال کی جائے یا عشرت کدوں کی زیبائش کر دیا جائے، لہذا شریعت مطہرہ نے ان تمام غیر وضعی چیزوں کو نظر انداز کر کے ہر صورت میں سونے اور چاندی پر زکوٰۃ مقرر کی ہے خواہ وہ مشکوک ہو یا غیر مشکوک، زیور کی شکل میں ہو یا برتن کی صورت میں اب اگر اپنی بچت مقصود ہے تو مالک اپنا روپیہ لا محالہ کاروبار میں لگا دے ورنہ پھر شریعت کے قانون کے بموجب یہ دولت رفتہ رفتہ فقیروں اور مسکینوں کے پاس پہنچادی جائے گی جو اسکے حاجت مند ہوں جب رقم کا چالیسواں حصہ ہر سال زکوٰۃ میں خرچ کر دیا جائے گا تو ظاہر ہے کہ چالیس پچاس سال میں وہ تمام رقم فقراء کے پاس پہنچ جائے گی، یہ ہے اسلامی سوشلزم (ماخوذ از ایضاح الاصابح)

نام :- اسکے معنی تو لفظ یہ ہیں کہ بڑھنے والا۔ اب تجارت کا مال اور موسیقی تو حقیقتاً بڑھتے ہیں اس لئے کہ مال خرید و فروخت میں نفع سے زیادہ ہوتا ہے اور اسی طرح موسیقی جب بچہ دیتے ہیں تو ان کی تعداد بڑھ جاتی ہے اور اسی

طرح سونا چاندی بھی بڑھنے والے ہیں اس لئے کہ یہ بھی تجارت کے لئے ہیں خواہ ان کو تجارت میں لگا کر بڑھایا جائے یا زمین وغیرہ میں رکھ کر انکو محدود کر دیا جائے اور تقدیراً بڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو بڑھنے والا کہہ دیا گیا ہو، خواہ اس میں درحقیقت اضافہ ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو۔

حولان الحول :- لقوله عليه السلام لازكوة في مال حتى يحول عليه الحول اس لئے کہ بڑھوتری کے لئے ایک مدت پوری ہے کہ اتنے دنوں تک مال میں زیادتی ہوتی رہی، چونکہ تجارت و کاروبار وغیرہ میں ایسا ہوتا ہے کہ پہلے نفع ہونے لگتا ہے پھر بعد میں نقصان ہو جاتا ہے، لہذا شریعت یہ نہیں چاہتی کہ بس جب آدمی مالدار ہو اس وقت اس سے لے اور غریب کر کے اسکو چھوڑ دے، بلکہ شریعت کا منشاء یہ ہے کہ غریبوں کو دیدے اور جب وہ خود غریب ہو گیا تو اب اس کو دینا چاہئے نہ لینا۔

المستفاد :- جو مال درمیان سال میں ملا ہے وہ دو حال سے خالی نہیں ہو سکتا، یا تو وہ اس مال کے جنس سے ہو گا جو پہلے سے اس کے پاس موجود تھا یا اس مال کے ہم جنس نہ ہو گا بلکہ اس مستفاد کی جنس الگ ہو گی اب ان دو صورتوں میں دو حالت ہو گی ایک یہ مال جو حاصل ہوا ہے وہ پہلے مال کی وجہ سے ہو گا یا علیحدہ سے پہلے مال سے اس کا تعلق نہ ہو گا، اب یہ دیکھا جائیگا کہ اگر اس مال کے ہم جنس ہے اور اسی کا ثمرہ بھی ہے مثلاً بکری تھی لہذا اسکو بچہ پیدا ہو گیا اسی طرح ایک صورت اور ہو سکتی ہے کہ پہلے مال کے ہم جنس تو ہو مگر اسکے ثمرہ میں نہ حاصل ہوا ہو بلکہ الگ سے ملا ہو جیسے کسی کے پاس پہلے سے بکریاں موجود تھیں اور اب اسکے بعد اس کو ترکہ وغیرہ میں اور بکریاں مل گئیں، ان دونوں صورتوں میں اس مال مستفاد کو پہلے مال کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ اس کی تیسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اس مال کے ہم جنس تو نہیں لیکن اسی کا ثمرہ کہا جاسکتا ہو، مثلاً کسی کے پاس بہت ساری گائیں تھیں، اور وہ سب کی سب مر گئیں، اب اس نے ان گایوں کی کھال نکالوائی اور اس کو بیچ کر اسی پیسے سے تجارت شروع کر دی۔ اور اس کی چوتھی صورت یہ ہے کہ نہ تو وہ مال مستفاد اسکے ہم جنس ہے اور نہ اس کا ثمرہ ہے مثلاً کسی کے پاس پہلے سے مال موجود تھا اور اس کو کسی نے بکریاں بہہ کر دیں اور ان بکریوں کی تعداد انصاف کی مقدار ہے تو اب ان دونوں صورتوں میں اس حاصل شدہ مال کی زکوٰۃ الگ سے ادا کی جائے گی۔

شرط :- یعنی جس وقت مال ادا کیا جائے اور فقیر وغیرہ کو دیا جائے اس وقت یہ نیت ہونی ضروری ہے اور بلا نیت کے زکوٰۃ صحیح نہ ہو گی۔

وکیلہ :- یعنی ایک آدمی نے کسی کو اپنا وکیل بنادیا کہ تم یہ زکوٰۃ کا مال لے جاؤ اور اسکے مستحق کو دے دو تو اب اس میں اس وقت نیت ضروری ہے کہ جب وہ مال زکوٰۃ وکیل کے سپرد کر دے اس وقت ضروری ہیں اور شرط نہیں جب کہ وکیل مستحق کو دے۔

لعزل :- یعنی اگر کوئی مال کو نکال کر الگ کر رہا ہے مثلاً بکس وغیرہ میں رکھ رہا ہے تو اس وقت جب الگ کرنے لگے اس وقت نیت کرے۔

كَمَا لَوْ دَفَعَ بِلَا نِيَّةٍ ثُمَّ نَوَى وَالْمَالُ قَائِمٌ بِيَدِ الْفَقِيرِ وَلَا يُشْتَرَطُ عِلْمُ الْفَقِيرِ أَنَّهَا زَكَاةٌ عَلَى الْأَصَحِّ حَتَّى لَوْ أَعْطَاهُ شَيْئًا وَسَمَّاهُ هِبَةً أَوْ قَرْضًا وَنَوَى بِهِ الزَّكَاةَ صَحَّتْ وَلَوْ تَصَدَّقَ بِجَمِيعِ مَالِهِ وَلَمْ يَنْوِ الزَّكَاةَ سَقَطَ عَنْهُ فَرَضُهَا وَزَكَاةُ الَّذِينَ عَلَى أَقْسَامٍ فَإِنَّهُ قَوِيٌّ وَوَسْطٌ وَضَعِيفٌ فَالْقَوِيُّ وَهُوَ بَدَلُ الْقَرْضِ وَمَالُ التَّجَارَةِ إِذَا قَبْضَهُ وَكَانَ عَلَى مُقَرَّرٍ وَلَوْ مُفْلِسًا أَوْ عَلَى جَاحِدٍ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ زَكَاةٌ لِمَا مَضَى وَيَتَرَاخَى وَجُوبُ الْأَدَاءِ إِلَى أَنْ يَقْبِضَ أَرْبَعِينَ يَوْمًا فَفِيهَا دِرْهَمٌ لِأَنَّهُ مَا دُونَ الْخُمْسِ مِنَ النَّصَابِ عَقْفٌ لَا زَكَاةَ فِيهِ وَكَذَلِكَ فِيمَا زَادَ بِحِسَابِهِ.

ترجمہ :- جیسا کہ اگر بلا نیت کے دیدیا پھر اس کے بعد نیت کی اور مال ابھی تک فقیر ہی کے ہاتھ میں تھا اور صحیح ترمذی کے مطابق فقیر کا یہ جاننا ضروری نہیں کہ زکوٰۃ ہے چنانچہ کوئی چیز دی اور اسے بہہ کہہ کر دیا یا قرض کہہ کر اس کے سپرد کر دیا اور زکوٰۃ کی نیت کی تو صحیح ہے اور اگر تمام مال کو صدقہ کر دیا اور زکوٰۃ کی نیت نہیں کی تو اس سے اس کا قرض ساقط ہو جائے گا، اور قرض کی زکوٰۃ چند قسموں پر ہے ایک قرض قوی دوسرا قرض متوسط تیسرا قرض ضعیف۔ قرض قوی وہ قرض ہے جو قرض کا بدلہ ہو یا مال تجارت کا بدلہ ہو اس کا حکم یہ ہے کہ جب اس پر قبضہ کرے تو گزشتہ دنوں کی بھی زکوٰۃ دے گا، بشرطیکہ وہ ایسے شخص پر ہو جو اس کا اقرار کرتا ہو اگرچہ وہ مفلس ہو یا ایسے انکار کرنے والے پر کہ اس پر بینہ ہو اس قسم کے قرض کی زکوٰۃ کی ادائیگی کا وجوب چالیس درہم کی وصولیابی تک ملتوی رہے گا اور اس میں ایک درہم ہو گا اس لئے کہ نصاب کے پانچویں حصہ تک زکوٰۃ معاف ہے اور اسی طرح جو اس میں زیادہ ہو گا اسی حساب سے زکوٰۃ ہوگی۔

تشریح و مطالب :- لایشتراط یعنی زکوٰۃ دینے والے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی نیت تو یہ ہو کہ میں زکوٰۃ ادا کر رہا ہوں لیکن لینے والے کیلئے ضروری نہیں کہ اس کو معلوم ہو کہ میں زکوٰۃ لے رہا ہوں اگر فقیر کو یہ کہہ کر دیا گیا کہ یہ بہہ ہے اور دینے والے کی نیت زکوٰۃ کی تھی تو وہ زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

بجميع ماله :- اگر کوئی ایسا ہے کہ اس نے اپنا تمام مال صدقہ کر دیا لیکن دینے وقت زکوٰۃ کی نیت نہیں کی تو اب اسکی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی اسلئے کہ اب اسکے پاس مال ہی نہیں بچا اسی طرح جب اسکے پاس مال ہو جائے گا تو اب وہ اسکو نہیں دے گا، لیکن اگر تمام مال صدقہ نہیں کیا بلکہ آدھلا تہائی مال دیا تو اگر زکوٰۃ کی نیت نہیں کی تو زکوٰۃ اسکے ذمہ باقی رہے گی۔

سقط عنه فرضها :- یعنی اس کے ذمہ جو زکوٰۃ فرض تھی وہ ساقط ہو جائے گی لیکن اگر کسی اور واجب کی نیت کر لی مثلاً منت اور نذر کے سلسلہ میں تمام رقم صرف کر دی تو اب زکوٰۃ ادا نہ ہوگی بلکہ وہ زکوٰۃ تو اب اسکے ذمہ باقی رہے گی۔

زكوة الدين :- اب یہاں سے ایک مسئلہ یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کسی کا قرض ہے تو اب کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ مصنفؒ نے یہ بیان کیا کہ مال مقروض ایک ہی طرح کا نہیں ہوتا ہے بلکہ تین طرح کا ہوتا ہے ایک قرض قوی دوسرا قرض اوسط تیسرا قرض سقیم۔

زكاه لما مضى :- قرض قوی کے اندر دو شرطیں ہیں (۱) قرض دار کو قرض کا اقرار ہو (۲) اگر مدیون منکر ہے لیکن قرض خولہ کے پاس گولہ موجود ہوں اگر قرض دار اقرار کرتا ہے تو اب اگرچہ وہ بھی مفلس ہو جائے تب بھی زکوٰۃ واجب ہو جائیگی۔

لازکوۃ فیہ :- اس لئے کہ جب تک پانچواں حصہ وصول نہ ہو جائے اس وقت تک زکوۃ واجب نہ ہوگی، اب یہ سمجھئے کہ اس عبارت کا ظاہر مفہوم کیا ہے، اس کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ مثلاً ۶۰ درہم وصول ہوئے تو ڈیڑھ درہم اور اگر ستر وصول ہوئے تو پونے دو درہم واجب ہو جائیں گے چنانچہ صاحبین کا مسلک یہی ہے، مگر امام صاحب کے نزدیک چالیس سے کم میں معاف ہے یعنی اس سے کم میں زکوۃ نہیں، لہذا اس عبارت کا مفہوم یہ ہوا کہ چالیس درہم سے زیادہ پر بھی یہی حکم ہوگا کہ جب مزید چالیس درہم وصول ہو جائیں گے تو ایک درہم زکوۃ واجب ہوگی۔ (المطاولی)

وَالْوَسْطُ وَهُوَ بَدَلُ مَا لَيْسَ لِلتَّجَارَةِ كَثَمَنِ ثِيَابِ الْبِدْلَةِ وَغَدِ الْخِدْمَةِ وَدَارِ السُّكْنَى لَا تَجِبُ الزَّكَاةُ فِيهِ مَا لَمْ يَقْبُضْ نَصَابًا وَيُعْتَبَرُ لِمَا مَضَى مِنَ الْحَوْلِ مِنْ وَقْتِ لَزُومِهِ لِلذِّمَّةِ الْمُشْتَرَى فِي صَحِيحِ الرِّوَايَةِ وَالضَّعِيفُ وَهُوَ بَدَلُ مَا لَيْسَ بِمَالٍ كَالْمَهْرِ وَالْوَصِيَّةِ وَبَدَلُ الْخُلْعِ وَالصَّلَاحِ عَنْ دَمِ الْعَمْدِ وَالذِّبَةِ وَبَدَلُ الْكِتَابَةِ وَالسَّعَايَةِ لَا تَجِبُ فِيهِ الزَّكَاةُ مَا لَمْ يَقْبُضْ نَصَابًا وَيَحْوُلْ عَلَيْهِ الْحَوْلُ بَعْدَ الْقَبْضِ وَهَذَا عِنْدَ الْإِمَامِ وَأَوْجَبًا عَنْ الْمَقْبُوضِ مِنَ الدِّيُونِ الثَّلَاثَةِ بِحِسَابِهِ مُطْلَقًا.

ترجمہ :- اور قرض متوسط وہ ہے جو تجارت کے بدلہ واجب نہ ہو جیسے استعمال شدہ کپڑوں کی قیمت اور خدمت کے غلام، اور رہنے کا گھرانہ میں زکوۃ واجب نہیں ہوتی جب تک کہ نصاب کے مقدار کو نہ پالے اور گزرے ہوئے میں سال کے گزرنے کا اعتبار ہوگا اس وقت سے جب سے مشتری کے ذمہ واجب ہوا ہے صحیح مذہب کے مطابق۔ اور قرض ضعیف وہ ہے جو ایسی چیز کے بدلہ میں ہو جو مال نہ ہو جیسے مہر اور وصیت اور بدل خلع یا قتل عمد کی صورت میں جو مال واجب ہوتا ہے، یادیت کی رقم اور بدل کتابت کی رقم ان تمام میں اس وقت تک زکوۃ واجب نہ ہوگی جب تک کہ نصاب کی مقدار پر قبضہ نہ ہو جائے اور قبضہ کے بعد سال نہ گزر جائے اور یہ مسلک امام اعظم کا ہے اور صاحبین نے مقبوض پر تینوں صورتوں میں مطلقاً زکوۃ کی مقدار پر زکوۃ کو واجب کہا ہے۔

تشریح و مطالب :- ثياب البدلة: ایک شخص کے پاس پرانے استعمال شدہ کپڑے تھے اس نے اسے فروخت کر دیا اور جو قیمت اس کے بدلہ میں ملی وہ نصاب کے مقدار تھی، اور ایک سال گزر بھی گیا اور ابھی تک مشتری نے اس کی قیمت بھی ادا نہیں کی، یا اسی طرح سے اسکے پاس خدمت کا غلام تھا جس سے وہ خدمت لیتا تھا اسے فروخت کرنے کیلئے نہیں خریدا تھا، اور اسے بیچ ڈالا اور جو اس کی قیمت ہوتی وہ نصاب کے مقدار تھی اور ابھی تک اس کی قیمت کو وصول نہیں پایا، یا اسی طرح سے اس کے پاس ایک رہائش کا مکان تھا جس میں وہ خود رہتا تھا کرایہ وغیرہ پر نہیں چلاتا تھا اور اسے فروخت کر دیا اور اس کی بھی قیمت نصاب کے مقدار ہو گئی اور ایک سال تک مشتری نے ادا نہیں کیا ان تمام صورتوں میں جب نصاب کی مقدار وصول پائے گا اس وقت زکوۃ ادا کرنی ہوگی اور اس میں سال کا آغاز اس وقت سے شمار کیا جائے گا جس وقت اس نے ان کو فروخت کیا ہے چنانچہ اگر کسی نے مئی ۱۹۰۸ء میں اپنا مکان فروخت کیا اور اس کو مئی ۱۹۰۹ء میں سو روپیہ وصول ہوا تو اب اسی وقت سال گذشتہ کے ڈھائی روپیہ ادا کرنے ہوں گے اس لئے کہ اب سال گزر

کیا، یہ نہیں کہا جائے گا کہ وصولیابی کے وقت سے سال کو شمار کیا جائے گا۔ (مطلوای و حاشیہ شیخ الادب)

فی صحیح الروایۃ :- دین متوسط کے بارے میں دو روایت ہے، اصل روایت تو یہ ہے کہ اس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور ادا کرنی لازم نہیں ہوتی، جب تک کہ دوسو درہم نہ پالے اور جب دوسو درہم پالے گا تو اب زکوٰۃ ادا کرے گا اور ایک روایت ابن ساعد کی حضرت امام ابو حنیفہؒ سے یہ ہے کہ جب تک اس پر قبضہ نہ کر لیا جائے اور سال نہ گزر جائے اس وقت تک اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ (شامی ملخصاً)

کالمہر :- یعنی مہر جو ہوتا ہے وہ کسی مال کے بدلہ نہیں ہوتا بلکہ بضعہ کے بدلہ ایک مال واجب ہوتا ہے جو شوہر کے اوپر ہوتا ہے اور نکاح کے بعد وطی سے قبل شوہر اپنی منکوہہ کو دیتا ہے اس میں اس وقت زکوٰۃ واجب ہوگی کہ جب وہ اس پر قبضہ کر لے اور قبضہ کے وقت سے لے کر سال گزرنے تک اسکے پاس رہے۔

الوصیۃ :- یعنی جب زید کا انتقال ہونے لگا اس وقت اس نے وصیت کی کہ میرے مال میں سے ایک ہزار درہم بکر کو دیدیا جائے اور یہ رقم ایک مدت تک بکر کو نہیں دی گئی تو اس صورت میں بھی اسی وقت زکوٰۃ واجب ہوگی جب مہر کے مال میں واجب ہوتی ہے۔

بدل الخلع :- ایک شوہر اپنی بیوی کو طلاق نہیں دے رہا تھا اور بیوی نے اس سے کہا کہ تم مجھ سے ایک ہزار درہم لے لو اور مجھے طلاق دیدو تو جو رقم طلاق کے بدلہ میں مل رہی ہے اسے بدل خلع کہا جاتا ہے اور ایک سال تک اس رقم کو ادا نہیں کیا تو اس وقت زکوٰۃ واجب ہوگی جب قبضہ کے بعد ایک سال گزر جائے۔

دم العمد :- اگر کسی نے کسی آدمی کو جان بوجھ کر دھاوا دار آلہ سے مار دیا اور وہ مر گیا تو شریعت نے اس کے بارے میں یہ حکم دیا ہے کہ اس کو بھی اسکے بدلہ میں قتل کر دیا جائے اور شریعت کی اصطلاح میں اسکو قصاص کہا جاتا ہے، لیکن ایک اور راستہ شریعت نے نکال دیا ہے کہ اگر مقتول کے ورثاء قاتل سے صلح کر لیں اور اس کو قتل کرنے کے بجائے کچھ مال لے لیں تو یہ جائز ہے، اور اسے خون بہا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

الدبۃ :- اگر جان بوجھ کر قتل نہیں کیا، مثلاً وہ شکار کر رہا تھا اور گولی چلائی اور وہ گولی اس کو لگ گئی اور اسکی وجہ سے وہ مر گیا یا پتھر وغیرہ پھینک رہا تھا اور اسے لگ گیا یا لاشی سے مارا اور اس کا رلوہ مارنے کا نہیں تھا لیکن وہ اتفاقاً مر گیا تو اسکو قتل خطا کہا جاتا ہے اس صورت میں مارنے والے کو قتل نہیں کیا جاتا بلکہ اس سے ایک رقم لی جاتی ہے جسے شریعت میں دیت کہا جاتا ہے۔

بدل الکتابۃ :- ایک غلام تھا اور زید نے اس کو خرید لیا اور خریدنے کے بعد یہ کہہ دیا کہ جب تم ایک ہزار درہم دیدو گے اس وقت تم آزاد ہو جاؤ گے تو اس کو بدل کتابت کہا جاتا ہے۔

السعیۃ :- زید و عمر نے مل کر ایک غلام خرید اور اس کے بعد زید نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو اب غلام مزدوری کر کے بکر کی قیمت ادا کر دے گا اور اسی کو بدل سعیۃ کہا جاتا ہے۔

(ف) ان تمام صورتوں میں زکوٰۃ اسی وقت واجب ہوگی جب یہ مقدار زکوٰۃ کو پہنچ رہی ہو، اور اسی طرح اس میں بھی سال کا گزرنہ ضروری ہے لیکن اس میں سال کا آغاز اس وقت ہوگا جب روپیہ کو اپنے قبضہ میں کر لے گا اس

وقت سے نہیں شمار کیا جائے گا جب سے اسکی رقم ان لوگوں پر واجب ہوئی ہے۔

ہذا عند الامام :- یعنی یہ مسائل جو بیان کئے گئے یہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کا مسلک تھا، یہ کہنے کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ اس مسئلہ میں صاحبین کا اختلاف ہے جیسا کہ اس کے آگے خود مصنفؒ نے بیان کیا ہے۔

بحسابہ مطلقاً :- یعنی حضرت امام ابو یوسفؒ اور حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جس قدر رقم وصول ہوتی رہے اس کی زکوٰۃ ادا کرتا رہے، خواہ وصول ہونے والی رقم زکوٰۃ کی مقدار ہو یا نہ ہو، اور اسی طرح خواہ وہ پانچواں حصہ وصول ہوا ہو یا اس سے کم ہی وصول ہوا ہو۔

لیکن علامہ نجیم مصری صاحب بحر الرائق کی روایت کے بموجب صاحبین کے نزدیک بھی کتابت، سعایت اور دیت کی رقم مستثنیٰ ہے یعنی ان تینوں میں اس وقت زکوٰۃ واجب ہوگی جبکہ وصول شدہ مال زکوٰۃ کے نصاب کے برابر ہو اور وصول ہونے کے بعد ایک سال گزر جائے۔

وَإِذَا قَبِضَ مَالُ الضَّمَارِ لَاتَجِبُ زَكَاةُ السَّنِينَ الْمَاضِيَةِ وَهُوَ كَأَبَقِ وَمَفْقُودٍ وَمَغْصُوبٍ لَيْسَ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ وَمَالٌ سَاقِطٌ فِي الْبَحْرِ وَمَدْفُونٌ فِي مَفَاذٍ أَوْ دَارٍ عَظِيمَةٍ وَقَدْ نَسِيَ مَكَانَهُ وَمَا خُوذَ مُصَادَرَةً وَمَوْذِعٍ عِنْدَ مَنْ لَا يَعْرِفُهُ وَذَيْنَ لَا بَيِّنَةَ عَلَيْهِ وَلَا يَجْزِي عَنْ الزَّكَاةِ ذَيْنَ أُبْرِيَ عَنْهُ فَقِيرٌ بَيْنَتُهَا وَصَحَّ دَفْعُ عَرُوضٍ وَمَكِيلٍ وَمَوْزُونٍ عَنْ زَكَاةِ النَّقْدَيْنِ بِالْقِيَمَةِ وَإِنْ آدَى مِنْ عَيْنِ النَّقْدَيْنِ فَالْمُعْتَبَرُ وَزَنَهُمَا آدَاءُ كَمَا اعْتَبِرَ وَجُوبًا وَتَضُمُّ قِيَمَةُ الْعَرُوضِ إِلَى الثَّمَنِ وَالذَّهَبِ إِلَى الْفِضَّةِ قِيَمَةً.

ترجمہ :- اور جب مال ضمار پر قبضہ ہو گیا تو گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، اور یہ اس بھاگا ہوا غلام اور گمشدہ مال اور ایسا مغضوب کہ جس پر بیئہ نہ ہو، اور اس مال کی طرح ہے جو دریا میں گر گیا ہو اور اس مال کی طرح جو کسی جنگل میں دفن کر دیا گیا ہو یا کسی بڑے گھر میں دبا دیا گیا ہو اور پھر اس کی جگہ بھول گیا ہو یا اس مال کی طرح ہے جو تادان میں اس سے لیا گیا تھا، اور اس کی طرح ہے کہ جس کے پاس رکھ دیا اور اسکو پہچانتا نہیں اور اس قرض کی طرح ہے کہ جس پر کوئی گواہ نہیں ہے اور کافی نہیں ہے وہ قرض کہ جس سے فقیر کو بری کر دیا گیا ہو اس کی نیت سے اور صحیح ہے عرض اور مکیل اور موزون کا دینا دو نقدوں کے بدلے قیمت کے برابر، اور اگر خالص نقدین سے ادا کرتا ہے تو اس میں ان دونوں کے وزن کا اعتبار کیا جائے گا اور اسی طرح ادائے زکوٰۃ میں بھی وزن کا اعتبار کیا جائے گا جس طرح وجوب زکوٰۃ میں ان کا اعتبار ہے اور عروض کی قیمت کو ہر دو ثمن اور سونے کی قیمت چاندی کے ساتھ شامل کر دی جائے گی۔

تشریح و مطالب :- مال الضمار : اس سے ہر وہ مال مراد ہے کہ جس کی وصولیابی دشوار ہو یہ دشواری جس طریقے سے بھی ہو۔ (طحاوی)

ہو کا بقی :- اب یہاں سے مال مغضوب کی مثال دے رہے ہیں کہ خواہ وہ اس طور سے ہو کہ غلام خرید کر لایا تھا یا جانور اور وہ بھاگ گیا یا اسی طرح سے اس کے پاس مال موجود تھا اور وہ مقدار نصاب بھی تھا لیکن وہ گم ہو گیا یا اسی طرح اس کے پاس جو کچھ تھا اس کو کسی نے غصب کر لیا اور اسکے پاس کوئی شہادت دینے والا بھی موجود نہیں ہے کہ اس

پر جا کر شہادت دیدے کہ یہ اس کا مال تھا اور اس نے غصب کر لیا ہے یا اسی طرح دریا میں سفر کر رہا تھا اور اس کا مال دریا میں گر گیا یا اسی طرح سے اس نے جنگل و بیابان میں یا کسی بڑے مکان میں دفن کر دیا اور اب اس کو جگہ بھی معلوم نہیں ہے کہ کہاں دفن کیا تھا، لیکن اگر چھوٹا مکان ہو گا تو اس کا یہ حکم نہیں ہو گا اس لئے کہ اس کو کھودا جاسکتا ہے۔

ماخوذ مصادرة :- ایک آدمی پر حاکم نے کسی طرح کا جرم نامہ لگا دیا اور پھر اپیل کے بعد اس کو واپس کر دیا یا اسی طرح بد معاشوں نے کسی عزیز کو اغوا کر کے اس کی رقم لے لی پھر بعد میں اس کو واپس کر دیا تو جس عرصہ تک اس کے پاس سے وہ مال چلا گیا تھا اس وقت تک کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی اس لئے کہ اسے امید نہیں تھی کہ وہ واپس کر دے گا۔

دین ابری عنہ :- یعنی جس وقت قرض دے رہا تھا اس وقت زکوٰۃ کی نیت نہیں تھی بعد میں زکوٰۃ کی نیت کر لی تو اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی بلکہ پھر دوبارہ ادا کرنی ہوگی اس لئے کہ نیت کا ملا ہونا ضروری ہے۔

عین النقدين :- یعنی اگر سونے کی زکوٰۃ دے رہا ہے تو سونے کا اعتبار کیا جائے گا، یا اگر چاندی کی زکوٰۃ دے رہا تھا تو اب چاندی کے وزن کا اعتبار ہوگا۔

وَنَقْصَانُ النَّصَابِ فِي الْحَوْلِ إِنْ كَمَلَ فِي طَرَفِهِ فَإِنْ تَمَلَّكَ عَرَضًا بَيْنِيَّةِ التِّجَارَةِ وَهُوَ لَا يَسَاوِي نَصَابًا وَلَيْسَ لَهُ غَيْرُهُ ثُمَّ بَلَغَتْ قِيَمَتُهُ نَصَابًا فِي آخِرِ الْحَوْلِ لَا تَجِبُ زَكَاةُ لِذَلِكَ الْحَوْلِ. وَنَصَابُ الذَّهَبِ عِشْرُونَ مِثْقَالًا وَنَصَابُ الْفِضَّةِ مِائَتَا دِرْهَمٍ مِنَ الدَّرَاهِمِ الَّتِي كُلُّ عَشْرَةٍ مِنْهَا وَزَنُ سَبْعَةِ مِثْقَالٍ وَمَا زَادَ عَلَى نَصَابٍ وَبَلَغَ خَمْسًا زَكَاةُ بِحِسَابِهِ وَمَا غَلَبَ عَلَى الْغَيْشِ فَكَالْخَالِصِ مِنَ النَّقْدَيْنِ وَلَا زَكَاةُ فِي الْجَوَاهِرِ وَاللَّائِلِي إِلَّا أَنْ يَتَمَلَّكَهَا بَيْنِيَّةِ التِّجَارَةِ كَسَائِرِ الْعُرُوضِ.

ترجمہ :- اگر سال کے دونوں جانب نصاب پورا ہوا ہو تو درمیان سال میں نصاب کے کم ہونے سے کچھ نقصان نہیں ہوتا اگر کوئی شخص کسی مال پر بنیت تجارت مالک ہو اور نصاب کی مقدار نہیں تھا اور اسکے پاس اور مال نہیں تھا پھر اس مال کی مقدار اخیر سال میں نصاب کی مقدار ہو گیا تو اب اس سال کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، اور سونے کا نصاب ۲۰ مثقال ہے اور چاندی کا نصاب دو سو درہم ہے ان درہموں میں سے کہ جس کے ہر دس درہم سات مثقال کے ہوں اور جو نصاب کے پانچویں حصہ کے برابر ہو جائے تو اس کی زکوٰۃ اسی کے حساب سے دی جائے گی اور جو کھوٹے پر غالب ہو تو اس کو سونے اور چاندی کے خالص کی طرح مانا جائے گا۔ اور جو اہر و موتیوں میں زکوٰۃ نہیں، مگر جب کہ تجارت کی نیت سے اس کا مالک ہو جائے جیسا کہ دوسرے سامانوں میں ہوتا ہے۔

نقصان النصاب :- یعنی ایک آدمی شروع سال میں اس مقدار کا مالک تھا کہ وہ نصاب زکوٰۃ کے مقدار تھا اور درمیان سال میں اسکے اندر کمی آگئی لیکن سال کے ختم ہونے سے قبل وہ پھر نصاب کا مالک ہو گیا تو اب اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی اسلئے کہ وجوب اور حوالان حول میں اس کا اعتبار کیا جاتا ہے کہ دونوں طرف برابر ہو۔ لایساوی نصاب :- اب یہاں سے دوسری شق بیان کر رہے ہیں کہ اگر کسی کے پاس جس وقت اس نے

تجارت شروع کی تھی نصاب کی مقدار مال نہیں تھا لیکن آخر سال میں اسکے پاس نصاب کی مقدار مال ہو گیا تو اب اس پر اس سال کی زکوٰۃ واجب نہ ہو گی اس لئے کہ سال کے شروع میں وہ نصاب زکوٰۃ کا مالک نہیں تھا۔

نصاب الذهب عشرون مثقالاً :- سونے کا نصاب بیس مثقال ہے یعنی ساڑھے سات تولے، اور چاندی کا نصاب دو سو درہم کے وزن کے برابر ہے، جو ہندوستان کے وزن کے اعتبار سے ۵۲ تولہ ہوتا ہے، اب زکوٰۃ ادا کرنے میں اگر چاندی کی زکوٰۃ میں چاندی دی جا رہی ہے تو وزن کے لحاظ سے چالیسواں حصہ دیا جائے گا اب اگر کسی کے پاس سو تولہ چاندی ہے تو اسکی زکوٰۃ میں ڈھائی تولہ چاندی دی جائے گی جیسا کہ ابھی اس سے قبل لکھا جا چکا ہے۔

(ف) ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے اس حساب سے بیس مثقال کے نوے ماشہ یعنی ساڑھے سات تولے ہوئے۔ الدرہم :- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں تین طرح کے درہم رائج تھے ایک تو وہ تھا جو ایک مثقال کے برابر ہوتا تھا دوسرا ایک درہم وہ تھا جو ایک نصف مثقال کے برابر ہوتا تھا، اور تیسری قسم وہ درہم تھے کہ دس درہم چھ مثقال کے برابر ہوتے تھے، حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں بھی یہی رائج رہے لیکن حضرت عمرؓ نے جب زمام حکومت سنبھالی تو اس بارے میں اختلاف ہوا کہ کس کو مقدار زکوٰۃ کہا جائے، اس وقت ان تینوں کے درمیان تناسب نکالا گیا یعنی تینوں قسم کے درہم دس دس کا وزن ۲۱ مثقال کا ہوتا تھا ان کو تین پر تقسیم کر دیا گیا اب اسکے بعد ایک ایسی قسم نکل گئی جسکے دس درہم سات مثقال کے برابر ہونے لگے اور اسی کو اصطلاح فقہاء میں ”سبعہ“ کہا جاتا ہے۔

علی الغش :- یعنی اگر کوئی سامان تیار کیا گیا اور اس میں کسی اور چیز کی آمیزش ہے تو اب یہ دیکھا جائے گا کہ کون سی چیز زائد ہے اگر سونا اور چاندی زائد ہے تو اسی کا حکم ہو گا اور اگر دھات زائد ہے تو اب اسی کا حکم ہو گا، غرضیکہ زیادتی کا اعتبار کیا جائے گا۔

وَلَوْ تَمَّ الْحَوْلُ عَلَى مَكِيلٍ أَوْ مَوْزُونٍ فَغَلَا سِعْرُهُ أَوْ رَخَصَ فَادَى مِنْ عَيْنِهِ رُبْعُ عَشْرَةَ أَجْزَاءً وَإِنْ آدَى مِنْ قِيَمَتِهِ تَعْتَبَرُ قِيَمَتُهُ يَوْمَ الْوُجُوبِ وَهُوَ تَمَامُ الْحَوْلِ عِنْدَ الْإِمَامِ وَقَالَا يَوْمَ الْإِدَاءِ لِمَصْرَفِهَا وَلَا يَضْمَنُ الزَّكَاةُ مَقْرَظٌ غَيْرُ مُتْلَفٍ فَهَلَاكُ الْمَالِ بَعْدَ الْحَوْلِ يُسْقِطُ الْوَجِبَ وَهَلَاكُ الْبَعْضِ حَصَّتْهُ وَيُصْرَفُ الْهَالِكُ إِلَى الْغَفْرِ فَإِنْ لَمْ يُجَاوِزْهُ فَالْوَجِبُ عَلَى حَالِهِ وَلَا تَوْخَذَ الزَّكَاةُ جَبْرًا وَلَا مِنْ تَرْكِهِ إِلَّا أَنْ يُوصَىٰ بِهَا فَتَكُونُ مِنْ ثَلَاثِهِ وَيُجْزَىٰ أَبُو يُوسُفَ الْحَيْلَةَ لِدَفْعِ وَجُوبِ الزَّكَاةِ وَكَرِهَهَا مُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَىٰ.

ترجمہ :- اور اگر مکیل یا موزون چیز پر سال گزر گیا، اب اس کا نرخ گراں ہو گیا یا ارزاں ہو گیا، تو اس میں سے دسویں کا چوتھائی ادا کر دیا تو صحیح ہے اور اگر اس کی قیمت میں سے ادا کیا ہے تو واجب ہونے کے دن کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا اور وہ امام صاحب کے نزدیک سال کا پورا ہونا ہے، اور صاحبین فرماتے ہیں کہ مصرف زکوٰۃ کو جس روز ادا کر رہا ہے اس دن کا اعتبار ہو گا، مصرف جو متلف نہ ہو وہ مال کے ضائع ہو جانے پر ضامن نہ ہو گا جب کہ سال گزر گیا ہو تو زکوٰۃ کا وجوب ساقط ہو جائے گا اور بعض حصہ کا ہلاک ہو جانا اسی کی مقدار ساقط ہو گا اور ضائع ہونے والے حصہ کو اولاً معافی حصہ کی

طرف منصرف کر دیا جائے گا، تو اگر وہ آگے نہیں گیا تو واجب اپنے حال پر باقی رہے گا اور زکوٰۃ جبراً وصول نہیں کی جائے گی اور نہ ترکہ میں سے لی جائے گی مگر جب کہ مرنے والے نے وصیت کی ہو تو اس وقت اسکے ٹمٹ میں سے لے لی جائے گی اور وجوب زکوٰۃ کو ختم کرنے کے لئے امام ابو یوسفؒ حیلہ کو جائز قرار دیتے ہیں اور امام محمدؒ نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔

تشریح و مطالب :- | اعلیٰ منکیل: منکیل ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کا لین دین بیانہ سے ہوتا ہے جیسے مٹی کا تیل، عرق وغیرہ کہ جن کو ناپ کر لیا دیا جاتا ہے۔

فغلا سمره :- یعنی ایک سامان جس وقت خرید اتھا اس وقت اس کی قیمت کم تھی لیکن اب اس کی قیمت زائد ہو گئی یا اسی طرح جس وقت خرید اتھا اس وقت وہ چیز گراں تھی لیکن اب وہ سستی ہو گئی تو اب اگر وہ عین شئی میں زکوٰۃ دے رہا ہے اور چالیسواں حصہ دیا تو دونوں صورتوں میں زکوٰۃ درست ہے، لیکن اگر عین مال کے بجائے قیمت دے رہا ہے تو اب اس وقت اس قیمت کا اعتبار کیا جائے گا جس دن اس پر زکوٰۃ واجب ہوئی تھی مثلاً اگر اس دن دس روپیہ کیلو گئے ہوں تھا اور پانچ روپیہ کیلو ہو گیا تو دس روپیہ کا اعتبار کر کے دیا جائے گا پانچ کا نہیں۔

قال يوم الاداء :- اب یہاں سے یہ بیان فرما رہے ہیں کہ اس مسئلہ میں حضرات صاحبین کا اختلاف ہے وہ دونوں حضرات ارشاد فرماتے ہیں کہ جس دن ادا کرے گا اس دن کا اعتبار ہو گا وجود کے دن کا نہیں۔

لا یضمن :- اگر کسی کے اوپر زکوٰۃ واجب ہو گئی تھی اور اس کے پاس کوئی عذر بھی نہیں تھا اور اس نے زکوٰۃ کو ادا نہیں کیا اور تمام مال گم ہو گیا تو اس سے زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی اور زکوٰۃ کا ضمان نہیں ہو گا لیکن اگر یہ صورت ہو کہ خود سے ہلاک کر دے تو اس وقت وجوب ساقط نہیں ہو گا بلکہ اسکے ذمہ باقی رہے گا اور جب اسکے پاس مال ہو جائے گا اس وقت وہ ادا کرے گا۔

مفرط :- راء کی تشدید کے ساتھ سستی کرنے والا اور اگر راء کی تخفیف کے ساتھ ہو گا تو اس وقت اس کے معنی ہوں گے زیادتی کرنے والا، یعنی وہ شخص جو زکوٰۃ کی نیت کے بغیر سارا مال فقراء کو لٹا دیتا ہے۔ اور اس جگہ دونوں طرح پڑھا جاسکتا ہے اس لئے کہ اگر سال ختم ہونے پر سستی کی وجہ سے زکوٰۃ ادا نہیں کی یہاں تک کہ وہ سارا مال ہلاک ہو گیا تو زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی اگرچہ اس قدر تاخیر کرنے کی وجہ سے گنہگار ہو گا، اسی طرح اگر سارا مال بلا زکوٰۃ کی نیت کے فقیر کو دینا تو اس صورت میں بھی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ (طحاوی)

یصرف الهالك :- سونے چاندی میں نصاب کامل کے بعد زائد رقم پر زکوٰۃ اس وقت واجب ہو گی جبکہ نصاب کے پانچویں حصہ کے برابر مثلاً چاندی کا نصاب دو سو درہم ہے پھر اگر چالیس درہم زائد ہو جائیں گے تو ایک درہم واجب ہو گا اس سے کم ۳۹ درہم تک عفو کہلاتا ہے مسئلہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر رقم ضائع ہو جائے تو اگر وہ عفو سے زائد ہے تب تو نصاب میں سے منہا کی جائے گی ورنہ عفو میں سے ہی منہا کی جائے گی اور نصاب پر زکوٰۃ بدستور باقی رہے گی مثلاً کسی کے پاس دو سو ۳۹ درہم تھے اب اگر ۳۹ درہم ضائع ہو جائیں تو یہی مانا جائے گا کہ عفو ضائع ہو گیا، عفو کو نظر انداز کر کے دو سو درہم میں سے منہا نہیں کیا جائے گا، لیکن اگر چالیس درہم ضائع ہو جائیں تو اس وقت ۳۹ درہم

غفو کے اور ایک درہم نصاب میں سے منہا مانا جائے گا اور زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی یا مثلاً نو سو پچاس درہم میں سے چار سو چالیس درہم ضائع ہو گئے تو اول ایک سو پچاس درہم منہا کئے جائیں گے پھر وہ نصاب جو چھ سو سے زائد آٹھ سو تک کا ہے منہا کئے جائیں گے پھر باقی نوے درہم چھ سو والے تین نصابوں سے منہا کئے جائیں گے اب باقی رہے پانچ سو دس ان میں سے چار سو اسی پردس درہم باقی تیں غفو۔ واللہ اعلم

للدفع وجوب الزکوٰۃ :- مطلب یہ ہے کہ ابھی سال ختم نہیں ہوا تھا کہ اس نے اس کو بدل لیا مثلاً کچھ روپے تھے اس سے کوئی سامان خرید لیا یا اسی طرح سے کسی دوسرے کو دیدیا، اس کے بعد اس سے لے لیا تو امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا مکروہ نہیں، اس لئے کہ ایسا کرنے میں کسی کا حق ضائع نہیں ہوتا، بلکہ وجوب زکوٰۃ سے ایک طرح سے بچاؤ کیا اس لئے اگر سال گذر جانے کے بعد خود سے ضائع کرتا تو اس کی زکوٰۃ باقی رہتی اور صاحب محیط نے لکھا ہے کہ یہی مسئلہ صحیح ہے۔ لیکن حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہ مکروہ ہے اس وجہ سے کہ ایسا کرنے میں فقیر کا حق ضائع ہوتا ہے اگر سال گذر جاتا تو زکوٰۃ ادا ہوتی اور نکالی جاتی جس نے فقیر اور دیگر مستحقین کو فائدہ ہوتا اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔

﴿بَابُ الْمَصْرَفِ﴾

هُوَ الْفَقِيرُ وَهُوَ مَنْ يَمْلِكُ مَالًا يَبْلُغُ نَصَابًا وَلَا قِيَمَتَهُ مِنْ أَىِّ مَالٍ كَانَ وَلَوْ صَحِيحًا مُكْتَسَبًا، وَالْمُسْكِينُ وَهُوَ مَنْ لَا شَيْءَ لَهُ، وَالْمَكْتَابُ وَالْمَدْيُونُ الَّذِي لَا يَمْلِكُ نَصَابًا وَلَا قِيَمَتَهُ فَاضِلًا عَنْ ذِيهِ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَهُوَ مُنْقَطِعُ الْفَرَاةِ أَوْ الْحَاجُّ، وَابْنُ السَّبِيلِ وَهُوَ مَنْ لَهُ مَالٌ فِي وَطَنِهِ وَلَيْسَ مَعَهُ مَالٌ وَالْعَامِلُ عَلَيْهَا يُعْطَى قَدْرَ مَا يَسَعُهُ وَأَعْوَانُهُ.

ترجمہ :- باب، زکوٰۃ کے مصارف۔ مصرف زکوٰۃ وہ فقیر ہے اور وہ ایسا شخص ہے کہ ایسے مال کا مالک ہو جو نصاب کی مقدار کو نہ پہنچے اور جو مال بھی ہو اس کی قیمت نصاب کی مقدار کو نہ پہنچے اگرچہ وہ تندرست کمانے والا ہو۔ اور مسکین اور وہ ایسا شخص ہے کہ جس کے پاس مال بھی نہ ہو، اور مکاتب اور مدیون کہ جو نصاب کی مقدار کا مالک نہ ہو اور اسکے پاس اس قدر قیمت ہو کہ جو قرض سے زائد ہو، اور فی سبیل اللہ یعنی وہ شخص جو غازیوں یا حاجیوں سے الگ رہ گیا ہو، اور ابن سبیل وہ ایسا شخص ہے کہ اس کے وطن میں اس کے پاس مال موجود ہے لیکن اسکے ساتھ مال نہیں ہے، اور عامل زکوٰۃ اس کو اس کی اور اسکے مددگاروں کے لئے کافی ہو۔

تشریح و مطالب :- مصنف ابھی تک یہ بیان فرما رہے تھے کہ کن لوگوں پر اور کب زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، جب اسے بین کر چکے تو اب یہاں سے یہ بیان کرنا چاہ رہے ہیں کہ جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ زکوٰۃ کیا ہے اور کس پر ہے تو اب یہ بھی معلوم کر لینا چاہئے کہ کس کو دیا جائے اور کس کو نہیں، اسی کو یہاں سے بیان کر رہے ہیں۔ قرآن پاک نے جن لوگوں کو زکوٰۃ دی جائے ان لوگوں کو بیان کر دیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے انما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملین علیہا والمؤلفۃ قلوبہم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فربضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم۔ (پارہ ۱۰، سورہ توبہ)

الفقیہ :- مصارف زکوٰۃ میں سب سے پہلے فقیر ہے، مصنف نے فقیر کی یہ تعریف کی ہے کہ جس کے پاس مال ہو لیکن بعض حضرات نے اس کے خلاف تعریف کی ہے۔

المسکین :- مسکین وہ جس کے پاس مال نہ ہو، بعض حضرات نے اس کی تعریف یہ کی ہے کہ جس کے پاس ایک وقت کھانے کا ہو اور دوسرے وقت کے لئے نہ ہو۔

المکاتب :- ایسا غلام جس نے اپنے آقا سے یہ طے کر لیا ہو کہ میں اتنا مال دیدوں گا اس کے بعد آزاد ہو جاؤں گا تو اس کی بھی مدد کرنی چاہئے۔

المدیون :- یعنی ایک شخص قرضدار ہے اور اسکے پاس اس مقدار میں مال نہ ہو تو اسے زکوٰۃ کا مال دیا جاسکتا ہے۔
فی سبیل اللہ :- مثلاً ایک قافلہ جارہا تھا یا ایک لشکر جارہا تھا ایک آدمی اس سے جدا ہو گیا تو اسے فی سبیل اللہ کہا جائے گا۔

ابن السبیل :- وہ شخص ہے کہ اسکے پاس اس وقت تو مال نہیں ہے لیکن اسکے گھر میں اسکے پاس مال موجود ہے تو اس حالت میں اسے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ چونکہ مالدار ہے اس لئے زکوٰۃ نہ دی جائے کیونکہ کلام پاک میں صراحت کر دی گئی ہے۔

والعامل علیہا :- یعنی جو زکوٰۃ کو وصول کر رہا ہے اسکو صرف اس مقدار میں دی جائیگی کہ جو اسکے ساتھیوں کیلئے کافی ہو۔

وَلِلْمُزْكِيِّ الدَّفْعُ إِلَى كُلِّ الْأَصْنَافِ وَلَهُ الْاِقْتِصَارُ عَلَىٰ وَاحِدٍ مَّعَ وَجُودِ بَاقِي الْأَصْنَافِ وَلَا يَصِحُّ دَفْعُهَا لِلْكَافِرِ وَغَنِيٍّ يَمْلِكُ نَصَابًا أَوْ مَا يُسَاوِي قِيَمَتَهُ مِنْ أَىِّ مَالٍ كَانَ فَاضِلٌ عَنْ حَوَائِجِهِ الْأَصْلِيَّةِ وَطِفْلٍ غَنِيٍّ وَبَنِي هَاشِمٍ وَمَوَالِيهِمْ وَاخْتَارَ الطَّحَاوِيُّ جَوَازَ دَفْعِهَا لِبَنِي هَاشِمٍ وَأَصْلِ الْمُزْكِيِّ وَقَرَعَهُ وَزَوَّجَتْهُ وَمَمْلُوكِهِ وَمَكَاتِبِهِ وَمُعْتَقٍ بَعْضِهِ وَكَفَنٍ مَيِّتٍ وَقَضَاءٍ دَيْنِهِ وَتَمَنٍّ قَبْلَ نَعْتِ.

ترجمہ :- اور زکوٰۃ دینے والے کو جائز ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو دے اور اس کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ باقی لوگوں کی موجودگی میں ایک ہی پر اقتصار کرے اور کافر کو دینا صحیح نہیں ہے اور ایسے مال دار کو کہ جو صاحب نصاب ہو یا اس چیز کا مالک ہو کہ اس کی قیمت نصاب کے برابر ہو جس مال سے بھی ہو کہ وہ اس کی ضرورت اصلیہ سے فاضل ہو اور نہیں جائز ہے مالدار کے بچے کو اور ہاشمی کی اولاد کو اور ان کے موالی کو دینا، اور امام طحاوی نے اختیار کیا ہے کہ بنی ہاشم کو دینا جائز ہے اور زکوٰۃ دینے والے کے اصل اور اسکے فرع کو اور اس کی بیوی اور اسکے مملوک کو اور اسکے مکاتب کو اور اس غلام کو کہ جس کا بعض حصہ آزاد ہو گیا اور میت کے کفن میں اور اسکے قرض کی ادائیگی میں اور ایسے غلام کی قیمت میں جس کو زکوٰۃ صرف نہیں کی جاتی جائز نہیں ہے۔

تشریح و مطالب :- للمزکی :- یعنی زکوٰۃ ادا کرنے والے کو اس کا اختیار کلی حاصل ہے کہ ان لوگوں میں سے جس کو چاہے دیدے اگر صرف ایک کو ادا کر دیا تو بھی درست ہے، لیکن حضرت امام

شافعی فرماتے ہیں کہ تمام لوگوں پر خرچ کرنا لازمی ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ صرف ایک کو دیدے اور یہ کافی ہو جائے۔
 لا یصح دفعها لکافر :- اب یہاں سے ان لوگوں کو بیان کر رہے ہیں کہ جن کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی، اس بارے میں ایک قاعدہ کلیہ یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن نے جن لوگوں کے بارے میں کہا ہے ان کے علاوہ کو نہیں دیا جاسکتا اس لئے کہ قرآن میں جس چیز کے بارے میں صراحت ہوتی ہے اس کے خلاف عمل نہیں کیا جاسکتا کافر کو اس لئے نہیں دیا جاسکتا کہ حدیث شریف میں آتا ہے خذھا عن اغنیانھم وردھا علی فقرانھم۔

یملک نصابا :- یعنی اس کو دیا جاسکتا ہے جو مالک نصاب ہو مگر وہ مال نامی نہ ہو یعنی جس پر شرعاً زکوٰۃ فرض نہیں ہے یا مالک تو ہو مگر اس کے اوپر قرض ہو، اس کی تفصیل گزر چکی۔

طفل :- اسکے اندر لڑکا اور لڑکی دونوں داخل ہیں اور اس سے وہ بچے مراد ہیں کہ جن کا خرچہ باپ کے اوپر ہے اور وہ نابالغ ہیں، وہ لوگ اس میں داخل نہیں کہ جن کا خرچہ باپ کے اوپر نہ ہو چنانچہ اگر بڑے بچے کو دیدیا اور وہ غریب تھا تو درست ہے اس لئے کہ وہ باپ کے تابع نہیں ہے باپ کا مال اس کا مال نہیں ہے۔

بنی ہاشم :- حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کا نام عبد اللہ تھا اور ان کا سلسلہ نسب اس طرح ہے عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف اب بنو ہاشم میں وہی لوگ داخل ہوں گے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب رہے، ابو لہب ابن عبد المطلب کی اولاد اسمیں داخل نہیں اس لئے کہ ان لوگوں نے حضور ﷺ سے قرابت کو ختم کر لیا تھا، اس موقع پر بنو ہاشم میں صرف حضرت علیؑ حضرت جعفرؑ حضرت عقیلؑ حضرت عباسؑ حضرت حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہم کی اولاد داخل ہیں۔ (نہایہ بتصرف، ہدایہ)

وموالیہم :- اس لئے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابورافع نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ کیا میرے لئے صدقہ جائز ہے تو اس پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا انت مولانا۔

اصل المزکی :- یعنی زکوٰۃ دینے والے کی اصل مال باپ، داد، دلاوی وغیرہ کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی اسلئے کہ مال کا نفع ان لوگوں کے درمیان ملا ہوا رہتا ہے لہذا یہ شخص بھی استعمال کر سکتا ہے اسلئے انکے دینے میں خود اپنا استعمال ہو جائے گا اور اسی طرح زکوٰۃ دینے والا اپنے فروغ کو بھی نہیں دے سکتا، اور فروغ میں اسکے بیٹے، بیٹی، پوتے، پوتی وغیرہ ہیں اور اسی طرح اپنی بیوی کو بھی نہیں دے سکتا۔ مصنفؒ نے شوہر کا تذکرہ نہیں کیا اس لئے کہ شوہر کے دینے جانے کے بارے میں اختلاف ہے، حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ بیوی کے لئے اپنے شوہر کو دینا جائز نہیں اور صاحبین فرماتے ہیں کہ جائز ہے اسی طرح بیوی کو عدت میں بھی نہیں دیا جاسکتا اس لئے کہ من وجہ ابھی وہ الگ نہیں ہے۔

کفن میت :- یعنی مردے کو زکوٰۃ کے پیسہ سے کفن دینا جائز نہیں ہے، اس میں دونوں صورتیں برابر ہیں کہ میت قریبی ہو کہ جس کو حیات میں بھی جائز نہ ہو یا قریبی نہ ہو کہ زندگی میں اس کے لئے لینا جائز رہا ہو، اور یہ جائز اس لئے نہیں ہے کہ زکوٰۃ میں تملیک ضروری ہے اور مردے کو مالک بنایا نہیں جاسکتا، اس کی ایک شکل علماء نے یہ بیان

کی ہے کہ اگر اسکے پاس مال موجود نہ ہو کہ جس سے اسے کفن دیا جاسکے تو ایک صورت یہ نکالی جائے گی کہ کسی فقیر کو یہ زکوٰۃ دے دی جائے اور وہ اس کا کفن دے دے اور اس صورت میں ثواب دونوں کو ملے گا۔ (ماخوذ از حاشیہ)

قضاء دین :- یہاں پر میت کے کفن کے ساتھ اس وجہ سے خاص کیا کہ اگر زندہ آدمی کا قرض ادا کر دیا جائے تو جائز ہے خواہ قرض دار نے کہا ہو یا نہ کہا ہو دونوں صورتوں میں جائز ہے اور جو شخص زکوٰۃ کو لیکر اس کا قرض ادا کرے گا اسے اس کا دلیل خیال کیا جائے گا۔ (بحر)

وَلَوْ دَفَعَ بِتَحَرٍّ لِمَنْ ظَنَّهُ مَصْرُفًا فَظَهَرَ بِخِلَافِهِ أَجْزَاؤُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ عَبْدُهُ وَمُكَاتَبُهُ وَكُرَّةُ الْإِعْنَاءِ وَهُوَ أَنْ يُفْضَلَ لِلْفَقِيرِ نَصَابٌ بَعْدَ قَضَاءِ دَيْنِهِ وَبَعْدَ اعْطَاءِ كُلِّ فَرْدٍ مِنْ عِيَالِهِ دُونَ نَصَابٍ مِنَ الْمَدْفُوعِ إِلَيْهِ وَالْأَفْلَاكُ يَكْرَهُ، وَتَدْبُ إِعْنَائُهُ عَنِ السُّؤَالِ وَكُرَّةُ نَقْلِهَا بَعْدَ تَمَامِ الْحَوْلِ لِبَلَدٍ آخَرَ لِغَيْرِ قَرِيبٍ وَأَحْوَجَ وَأَوْزَعَ وَانْفَعَ لِلْمُسْلِمِينَ بِتَعْلِيمٍ وَالْأَفْضَلُ صَرَفُهَا لِلْأَقْرَبِ فَلَا اقْرَبَ مِنْ كُلِّ ذِي رَحِمٍ مَحْرُومٍ مِنْهُ ثُمَّ لِحَبِيرَانِهِ ثُمَّ لِأَهْلِ مَحَلَّتِهِ ثُمَّ لِأَهْلِ حَرْفَتِهِ ثُمَّ لِأَهْلِ بَلَدَتِهِ، وَقَالَ الشَّيْخُ أَبُو حَفْصٍ الْكَبِيرُ رَحِمَهُ اللَّهُ لَا تُقْبَلُ صَدَقَةُ الرَّجُلِ وَقَرْبَتُهُ مَحَاوِجٌ حَتَّى يَبْدَأَ بِهِمْ فَيَسُدُّ حَاجَتَهُمْ.

ترجمہ :- اور اگر کسی کو یہ خیال کر کے دیا کہ وہ مصرف زکوٰۃ ہے اور وہ اسکے الٹا تھا تو یہ کافی ہو جائے گا مگر جبکہ وہ اس کا غلام ہو اور مکاتب ہو تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اور فقیر کو مالدار بنانا مکروہ ہے اور مالدار بنانا اس طرح ہے کہ قرض کے چکا دینے کے بعد اور اپنے اہل و عیال کے ہر فرد کو دینے کے بعد اس کے پاس نصاب کی مقدار تک باقی رہے اور اگر یہ صورت نہ پیدا ہو تو مکروہ نہیں ہے، اور مستحب ہے ان کو سوال سے بے نیاز کر دینا اور سال کے ختم ہونے کے بعد کسی دوسرے شہر میں قریبی لوگوں کے علاوہ یا زیادہ محتاج کے علاوہ یا زیادہ متقی کے علاوہ یا تعلیم کے سلسلہ میں زیادہ نفع بخش نہ ہو مکروہ ہے۔ اور افضل یہ ہے کہ اس کو قریبی لوگوں پر خرچ کیا جائے پھر اس سے بھی زیادہ لوگوں پر جو ذی رحم محرم ہوں پھر پڑوسیوں کے اوپر پھر اسکے بعد اہل محلہ کے اوپر پھر اپنے ہم پیشہ والوں پر پھر اپنے شہر والوں پر۔ شیخ ابو حفص کبیر نے فرمایا کہ اس شخص کا صدقہ اس وقت تک قبول ہی نہیں ہو تا جب تک کہ وہ ان کی حاجتوں کو پوری نہ کرے۔

ولو دفع :- یعنی ایک شخص نے کسی کو زکوٰۃ دیا اور اس کا خیال یہ تھا کہ وہ زکوٰۃ کا مستحق تشریح و مطالب :- ہے اور اسی خیال سے دیا بھی تھا، لیکن دینے کے بعد یہ بات معلوم ہوئی کہ وہ تو مستحق زکوٰۃ

نہ تھا تو اب اس کی زکوٰۃ ساقط ہو گئی، اب دوبارہ واجب نہیں ہو گا لیکن اگر دینے کے بعد یہ بات معلوم ہوئی کہ وہ تو میرا غلام تھا یا وہ میرا بادل کتابت کا غلام تھا تو اب زکوٰۃ ادا نہ ہوگی بلکہ دوبارہ دینی پڑے گی، مصنفؒ نے بتجو کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اگر بلا تحری کے دیدیا اور وہ خطا ثابت ہو گیا یعنی وہ مستحق زکوٰۃ نہیں تھا تو اس وقت زکوٰۃ ادا نہ ہوگی تو اس مسئلہ کی تین صورتیں نکلیں (۱) یہ ہے کہ زکوٰۃ دینے والے نے تحری کیا اور اس کا غالب گمان یہ ہوا کہ یہ مصرف زکوٰۃ ہے اور اسے دیدیا تو اس وقت خواہ اس کی تحری ٹھیک ہو یا غلط دونوں صورتوں میں زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ لیکن یہ مسلک تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا ہے حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر غلطی ثابت ہو گئی تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، دوسری صورت یہ

ہے کہ اس کے بارے میں اس نے کچھ سوچا بھی نہیں کہ وہ مصرف زکوٰۃ ہے یا نہیں تو اگر یہ بات معلوم ہو گئی کہ وہ مصرف زکوٰۃ نہ تھا تو اب زکوٰۃ ہوا نہ ہوگی، تیسری صورت یہ ہے کہ اس کو دے تو دیا مگر اس کو شک تھا اور اس نے تحری بھی نہیں کی یا تحری تو اس نے کی تھی مگر اس کو کوئی بات معلوم نہ ہو سکی یا اسکو غالب گمان تھا کہ یہ مصرف زکوٰۃ نہیں ہے تو اس صورت میں اس وقت زکوٰۃ ہوا ہوگی جب یہ معلوم ہو جائے کہ مصرف زکوٰۃ تھا۔ (حاشیہ شیخ الادب)

کروہ الاغناء :- خلاصہ یہ ہے کہ اتنی مقدار ایک فقیر کو دیدنی مکروہ ہے کہ قرضوں کی ادائیگی اور اہل و عیال میں سے ہر ایک کو نصاب کامل سے کم دینے کے بعد فقیر کے پاس نصاب بچ جائے اور مختصر یہ ہے کہ نصاب کامل اسکے پاس نہ بچے نہ جن لوگوں نے اس کو دیا ہے ان کے پاس نصاب بچنا چاہئے۔

ندب اغنائه عن السؤال :- مستحب یہ ہے کہ جس کو دے رہا ہے اسے اس مقدار میں دیدے کہ اس دن وہ دوسرے سے سوال نہ کرے اور اسی طرح سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ جس کو دے رہا ہے اس کے قرض اور اہل و عیال کا خیال کر کے دے اس لئے کہ ایک فقیر کی حاجت پوری کر دینا متعدد فقیروں کو دینے سے بہتر ہے۔ (طحاوی)

﴿بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ﴾

تَجِبُ عَلَىٰ حُرِّ مُسْلِمٍ مَّا لَكَ لِيَصَابَ أَوْ قِيَمَتُهُ وَإِنْ لَمْ يَحُلْ عَلَيْهِ الْحَوْلُ عِنْدَ طُلُوعِ فِجْرِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَلَمْ يَكُنْ لِلتَّجَارَةِ فَارِغٌ عَنِ الدِّينِ وَحَاجَتِهِ الْأَصْلِيَّةِ وَحَوَائِجِ عِيَالِهِ وَالْمُعْتَبَرُ فِيهَا الْكِفَايَةُ لَا التَّقْدِيرُ وَهِيَ مَسْكَنُهُ وَآثَلُهُ وَثِيَابُهُ وَفَرَسُهُ وَسِلَاحُهُ وَعَبِيدُهُ لِلْعِدْمَةِ فَيُخْرِجُهَا عَنْ نَفْسِهِ وَأَوْلَادِهِ الصَّغَارِ الْفُقَرَاءِ وَإِنْ كَانُوا أَغْنِيَاءَ يُخْرِجُهُمْ مِنْ مَالِهِمْ.

ترجمہ :- باب صدقہ فطر کے بیان میں۔ صدقہ فطر آزاد مسلمان جو نصاب کامل ہو یا اس کی قیمت کا اس پر واجب ہوتا ہے اگرچہ اس پر سال نہ گزرا ہو، عید الفطر کے دن طلوع آفتاب کے وقت واجب ہوتا ہے اگرچہ وہ مال تجارت کیلئے نہ ہو قرض اور اس کی ضرورت اصلیہ اور اہل و عیال کی ضرورت سے زائد ہو اور اس میں اعتبار کافی کا ہو گا فرض کر لینے کا نہیں اور وہ اسکے رہنے کا گھر اور اس کا سامان اور اسکے کپڑے اور اسکے گھوڑے اور اسکے اسلحے اور خدمت کا غلام لازمی ہے تو اس کو اپنی طرف سے نکالے گا اور چھوٹے لڑکوں محتاجوں کی طرف سے اور اگر وہ غنی ہوں تو انکے مال سے نکالے گا۔

تشریح و مطالب :- مصنفؒ ابھی تک عام زکوٰۃ کو بیان کر رہے تھے کہ اس پر جب حولان حول ہو جائے اور وہ تمام شرائط موجود ہوں تو زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے اسکی کسی مہینہ کی شرط نہیں ہے چونکہ وہ عام ہے اس لئے اسے پہلے بیان کیا اور اسکے بعد اب ایک خاص قسم کو بیان کر رہے ہیں، بعض حضرات نے اس کو کتاب الصوم میں بیان کیا ہے اور ان کے بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ روزہ کے مہینہ میں واجب ہوتا ہے اس لئے اس کو کتاب الصوم میں بیان کیا، لیکن جن لوگوں نے کتاب الزکوٰۃ میں بیان کیا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ بھی ایک طرح کی مالی عبادت ہے اس لئے کتاب الزکوٰۃ سے مناسبت ہے نیز جو شرطیں زکوٰۃ کے وجوب کے واسطے ہیں وہی اس میں بھی

داخل ہیں اس لئے اس کو اس میں بیان کیا تاکہ ان شرائط کو بار بار ذکر نہ کرنا پڑے۔

تجب علی حر مسلم :- لقوله عليه السلام فى خطبته ادوا عن كل مسلم حر وعبد صغير وكبير نصف صاع من بر او صاعا من شعير. حریت کی قید اس وجہ سے لگائی تاکہ تملیک صحیح ہو جائے اور اس قید سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ غلام پر واجب نہیں ہے اور مسلمان کی قید اس وجہ سے ہے کہ یہ ایک عبادت ہے اور کافر کے اوپر بحالت کفر عبادت نہیں ہوتی لہذا اس قید سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ کافر پر صدقہ فطر واجب نہیں ہے۔

مالك لنصاب :- نصاب کی تین قسمیں ہیں (۱) ایک وہ کہ جس میں نماز شرط ہے، زکوٰۃ اور مال نامی کا تعلق اسی قسم کے نصاب سے ہوتا ہے (۲) وہ نصاب جس کی وجہ سے چار حکم ثابت ہو جائیں (۱) زکوٰۃ لینا حرام ہو جائے (۲) وجوب قربانی (۳) صدقہ فطر واجب ہو جائے (۴) قریبی رشتہ داروں کا نفقہ واجب ہو جائے۔ اور اس میں تجارت کی وجہ سے نمو اور حولان حول ضروری نہیں (طحاوی بزیادۃ) قسم اول اور دوم کے نصاب کی مقدار دو سو درہم چاندی یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونایا اس کی قیمت کی چیزیں ہیں اور تیسری قسم کے نصاب کی مقدار بعض علماء کے نزدیک تو یہ ہے کہ اسکے پاس ایک دن کی روزی ہو اور بعض علماء نے ۵۰ درہم بیان فرمائی ہے یعنی نصاب زکوٰۃ کی چوتھائی چاندی سونایا اس کی قیمت کی چیزیں اگر اس کی ملک میں ہیں تو اسکے لئے سوال کرنا حرام ہے۔

عند طلوع الفجر :- اب یہاں سے وجوب کا اول وقت بیان فرما رہے ہیں کہ یہ صدقہ فطر واجب کب ہوتی ہے لہذا اگر کوئی شخص اس سے پہلے مر گیا، یا اسی طرح ایک شخص طلوع فجر کے بعد مشرف باسلام ہو یا اسی طرح کوئی عید کے دن طلوع فجر کے بعد پیدا ہو تو اس پر صدقہ فطر واجب نہ ہو گا البتہ اگر کسی نے رمضان کے مہینہ میں ادا کر دیا تو جائز ہے۔

الكفاية :- اصول فقہ کے اعتبار سے بعض عبادتوں میں تو صرف امکان شرط ہوتا ہے مثلاً زکوٰۃ کے نصاب میں نمو اور افزائش مال کا امکان شرط ہے، یعنی یہ کہ سونا چاندی ہو یا دیگر سامان ہو تو اس میں تجارت کی نیت ہو اس میں ضروری نہیں کہ فی الواقع زیادتی ہو، یا مثلاً سفر میں فرض کر لیا گیا ہے کہ تکلیف ضروری ہے یہ ضروری نہیں کہ حقیقت میں تکلیف ہو، راحت و آرام سے سفر کرنے والا بھی اسی طرح قصر کرے گا اور رمضان کا روزہ نہ رکھنے کا اختیار رکھے گا اور بعض امور میں قدرت میسرہ شرط ہے یعنی یہ کہ اس وقت اس کے پاس وہ سہولت موجود ہو یہاں امکان کافی نہیں اسی اصول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ یہاں پر بھی یہ شرط ہے کہ اس کے پاس اتنا مال ہو کہ وہ بال بچوں کی ضرورت کے لئے کافی ہو رہا ہو صرف کافی ہو سکنے کا امکان کافی نہیں۔ (ماخوذ)

عن نفسه :- لحديث ابن عمر قال فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم زکوٰۃ الفطر على الذكر والانثى یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کو ہر مذکر و مؤنث پر فرض قرار دیا ہے (بخاری و مسلم)

اغنياء :- مثلاً ان کو کسی نے وصیت کر دی تھی کہ میرے مال سے اس مقدار میں ان کو دے دیا جائے، تو اب اس صورت میں ان کے مال سے صدقہ فطر ادا کی جائے گی۔

وَلَا تَجِبُ عَلَى الْجَدِّ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَأَخْيَرُ أَنَّ الْجَدَّ كَالَابِ عِنْدَ فَقْدِهِ أَوْ فَقْرِهِ وَعَنْ مَمَالِكِهِ لِلْخِدْمَةِ وَ
مَدْبَرِهِ وَأُمِّ وَلَدِهِ وَكَوْثَرًا لَا عَنْ مَكَاتِبِهِ وَلَا عَنْ وَلَدِهِ الْكَبِيرِ وَزَوْجَتِهِ وَقِنْ مُشْتَرَكٍ وَأَبْقِ إِلَّا بَعْدَ عَوْدِهِ وَكَذَا الْمَغْضُوبُ
وَالْمَأْسُورُ وَهِيَ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ أَوْ دَقِيقَةٍ أَوْ سَوِيْقَةٍ أَوْ صَاعٍ ثَمَرٍ أَوْ ذَيْبٍ أَوْ شَعِيرٍ وَهُوَ ثَمَانِيَةُ أَرْطَالٍ بِالْعِرَاقِيِّ.

ترجمہ :- اور ظاہر روایت کے مطابق پوتوں کا صدقہ فطر دادا پر واجب نہیں ہوتا اور اختیار یہ کیا گیا ہے
کہ باپ کے نہ ہونے کے وقت دادا باپ کی طرح ہے یا باپ کے غریب ہو جانے کے وقت اور اپنے خدمت کے
غلاموں اور مدبرہ اور ام ولد کی طرف سے فطرہ نکالنا ہو گا اگرچہ یہ کافر ہی کیوں نہ ہوں مگر جبکہ مکاتب ہو، نہ بڑے
لوگوں کی طرف سے نہ اپنی بیوی کی جانب سے نہ اس غلام کی جانب سے جو مشترک ہونہ بھاگے ہوئے غلام کی طرف
سے مگر جب کہ لوٹ آیا ہو یہی حکم چھپے ہوئے غلام اور قیدی غلام کا ہے، اور یہ صدقہ فطر نصف صاع گیہوں میں سے یا
اس کے آٹے میں سے یا اسکے ستوں میں سے یا ایک صاع چھوہارے اور کشمش یا جو میں سے اور یہ آٹھ رطل عراقی ہے۔

تشریح و مطالب :- فی ظاہر الروایۃ : یعنی ظاہر روایت میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر باپ نہ ہو اور پوتے چھوٹے ہوں
تو اس صورت میں اس کا صدقہ فطر دلا پر واجب نہ ہو گا اس لئے کہ دلا کی ولایت مطلق نہیں ہوتی۔

اختیار :- لیکن مختار مذہب یہ ہے کہ دادا مثل باپ کے ہے خواہ باپ موجود ہی نہ ہو یا اسی طرح سے باپ تو ہو
لیکن وہ غریب ہو ہر صورت میں باپ کا قائم مقام اور اسکے مثل دادا کو مانا جاتا ہے۔

للخدمة :- یہ قید لگا کر اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر غلام تجارت کے لئے ہے تو اس کا یہ حکم نہیں
ہے، لیکن اگرچہ غلام مدیون ہو، مستاجر ہو، یا مرہون ہو، ہر ایک کے ہونے کے وقت مولا پر صدقہ فطر واجب ہو گا۔

مدبرہ :- اس غلام کو کہا جاتا ہے جس کو اس کے مولانے یہ کہہ دیا ہو کہ میرے مرنے کے بعد یا اسی طرح
غلام کام کے ہو جانے کے بعد تو آزاد ہے تو اس کا صدقہ فطر بھی مولا کے اوپر ہے، اور اس کو ادا کرنا واجب ہے۔

ام ولدہ :- جس سے مولا کے صحبت کے بعد اولاد پیدا ہو گئی ہو اس کا حکم یہ ہے کہ مولا کے مرنے کے بعد
یہ باندی خود آزاد ہو جائے گی۔

ثمانیۃ اربطال :- علامہ طحاوی فرماتے ہیں کہ ایک رطل ایک سو پانچ درہم کا ہوتا ہے اور آٹھ رطل ایک ہزار
چالیس درہم کا، اور جبکہ ایک درہم تقریباً ساڑھے تین ماشہ کا ہوتا ہے تو ایک ہزار چالیس درہم تقریباً تین سو تین
تولے کے ہونگے (طحاوی) لیکن شیخ مخدوم ہاشم بن عبدالغفور سندھی کی تحقیق یہ ہے کہ ایک صاع ایک سو سترہ تولہ کا
ہوتا ہے اور حضرت علامہ انور شاہ کشمیری نے اسی کو ترجیح دی ہے لیکن صدقہ فطر اگر زیادہ دیدیا جائے تو بہتر یہی ہے۔

وَيَجُوزُ دَفْعُ الْقِيَمَةِ وَهِيَ أَفْضَلُ عِنْدَ وَجْدَانٍ مَا يَحْتَاجُهُ لِأَنَّهَا أَسْرَعُ لِقَضَاءِ حَاجَةِ الْفَقِيرِ وَإِنْ كَانَ
زَمَنُ شِدَّةٍ فَالْجَنَظَةُ وَالشَّعِيرُ وَمَا يُؤْكَلُ أَفْضَلُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَوَقْتُ الْوُجُوبِ عِنْدَ طُلُوعِ فَجْرِ يَوْمِ الْفِطْرِ فَمَنْ
مَاتَ أَوْ افْتَقَرَ قَبْلَهُ أَوْ اسْلَمَ أَوْ اغْتَسَى أَوْ وُلِدَ بَعْدَهُ لَا تَلْزَمُهُ وَيَسْتَحِبُّ إِخْرَاجُهَا قَبْلَ الْخُرُوجِ إِلَى الْمُصَلَّى

وَصَحَّ لَوْ قَلَمَ أَوْ آخَرَ وَالتَّأخِيرُ مَكْرُوهٌ وَيَدْفَعُ فِطْرَتَهُ لِفَقِيرٍ وَاحِدٍ وَاخْتَلَفَ فِي جَوَازِ تَفْرِيقِ فِطْرَةٍ وَاحِدَةٍ عَلَى أَكْثَرٍ مِنْ فَقِيرٍ وَيَجُوزُ دَفْعُ مَا عَلَى جَمَاعَةٍ لِوَاحِدٍ عَلَى الصَّحِيحِ وَاللَّهُ الْمُؤَقِّقُ لِلصَّوَابِ.

ترجمہ:- اور قیمت کا ادا کرنا جائز ہے جبکہ فقیر کو جس چیز کی ضرورت ہو وہ مل سکے اسلئے کہ قیمت فقیر کی ضرورت کو جلدی پوری کر سکتی ہے اور اگر قسط سالی ہو تو گیہوں اور جو چیز کھائی جاتی ہے افضل ہے دراہم سے۔ اور اسکے واجب ہونے کا وقت عید کے دن طلوع فجر کے وقت ہے، چنانچہ جو مر گیا یا محتاج ہو گیا اس سے قبل میاں دار ہو گیا یا اسلام لایا یا اسکے بعد پیدا ہوا تو اس پر واجب نہیں اور عید گاہ کی طرف جانے سے قبل نکال دینا افضل ہے اور اگر اس سے قبل ادا کر دیا اس کے بعد نکالا تو صحیح ہے اور تاخیر کرنی مکروہ ہے۔ ایک شخص اپنا فطرہ ایک ہی شخص کو دے اور ایک فطرہ کو ایک فقیر سے زائد کو دینے میں جواز کے بارے میں اختلاف ہے اور صحیح مذہب کے مطابق ایک جماعت کا فطرہ ایک فقیر کو دینا جائز ہے۔

تشریح و مطالب:- ادفع القیمة: قیمت کا دینا اس وجہ سے افضل کہا گیا ہے کہ اسکی وجہ سے فقیر کو آسانی ہوتی ہے وہ جو چاہیں گے خرید لیں گے اور گیہوں وغیرہ دینے سے یہ بات حاصل نہیں ہوتی۔

وان كان زمن شدة: لیکن اگر وہ ایسا زمانہ ہو کہ اس میں قسط سالی ہو لوگوں کو غلہ کی زیادہ ضرورت ہو تو اس وقت نقد دینا افضل نہ ہو گا بلکہ اس وقت غلہ دینا زیادہ افضل ہو گا اس لئے کہ اصل مقصود اس میں یہ ہوتا ہے کہ جس میں غریبوں کو آسانی ہو، اور اس زمانہ میں زیادہ آسانی غلہ ہی میں ہوگی۔

عند طلوع الفجر: حنفیہ کے نزدیک تو اس کے وجوب کا وقت عید کے دن طلوع فجر سے ہے لیکن حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ رمضان کے غروب سے شروع ہوتا ہے۔

يستحب اخراجها: اس لئے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ تشریف لے جانے سے قبل نکال دیا کرتے تھے اس لئے کہ اس وقت نکالنے سے ایک فائدہ یہ ہو گا کہ عید گاہ جانے سے قبل فقیروں کو مل جائے گا اور اس کے مانگنے میں مشغول ہو کر اپنی نماز دو گانہ کو نہیں چھوڑیں گے۔

يدفع: ایک شخص کے صدقہ فطر کو ایک فقیر کے حوالہ کر دینا چاہئے، یہ زیادہ بہتر ہے لیکن اگر تمام لوگوں کے فطرہ کو ایک فقیر کے حوالہ کر دیا جائے تو اس کے درست ہونے کے بارے میں اختلاف ہے۔

﴿كِتَابُ الْحَجِّ﴾

هُوَ زِيَارَةُ بَقَاعٍ مَخْصُوصَةٍ بِفِعْلِ مَخْصُوصٍ فِي أَشْهُرِهِ وَهِيَ سُؤَالٌ وَذُو الْقَعْدَةِ وَعَشْرُ ذِي الْحِجَّةِ فَرَضَ مَرَّةً عَلَى الْفَرَسِ فِي الْأَصَحِّ وَشُرُوطُ فَرَضِيَّتِهِ ثَمَانِيَةٌ عَلَى الْأَصَحِّ الْإِسْلَامُ وَالْعَقْلُ وَالْبُلُوغُ وَالْحُرِّيَّةُ وَالْوَقْتُ وَالْقُدْرَةُ عَلَى الزَّادِ وَلَوْ بِمَكَّةَ بِخَفَّةٍ وَسَطٍ وَالْقُدْرَةُ عَلَى رَاحِلَةٍ مُخْتَصَّةٍ بِهِ أَوْ عَلَى شَيْءٍ مَحْمَلٍ بِالْمَلِكِ وَالْإِجَارَةُ لَا الْإِبَاحَةَ وَالْإِعَارَةَ لِغَيْرِ أَهْلِ مَكَّةَ وَمَنْ حَوْلَهُمْ إِذَا امْكَنَهُمُ الْمَشْيُ بِالْقَدَمِ وَالْقُوَّةُ بِلَا مَشَقَّةٍ وَإِلَّا فَلَا بُدَّ مِنَ الرَّاحِلَةِ مُطْلَقًا.

ترجمہ:- کتاب الحج۔ حج چند مخصوص جگہوں کی زیارت کرنی ہے، فعل مخصوص کے ساتھ، حج کے مہینوں میں، اور حج کا مہینہ شوال ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن ہیں، علی الفور ایک مرتبہ فرض ہے صحیح مذہب کے مطابق حج فرض ہونے کی آٹھ شرطیں ہیں صحیح مذہب کے مطابق: مسلمان ہونا، عاقل ہونا، اور بالغ ہونا اور آزاد ہونا اور وقت کا ہونا اور متوسط توشہ پر قادر ہونا اگرچہ مکہ تک ہی ہو اور سواری پر قادر ہونا جو اسکی ملکیت ہو یا محمل کے ایک کنارے پر قادر ہونا، خواہ بطور اجارہ کے ہو اور اباحت و عاریت کے طور پر قادر ہونے کا اعتبار نہیں ہے یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو مکہ میں نہیں رہتے اور جو لوگ اس کے پاس رہتے ہیں جب ان کے لئے پیدل چل کر بلا کسی مشقت کے حج کرنا ممکن ہو اس وقت فرض ہے، ورنہ سواری مطلق ضروری نہیں۔

تشریح و مطالب:- مصنفؒ ابھی اسلام کے تینوں احکام کو بیان کر رہے تھے، جب ان کو بیان کر چکے اور ان کے احکامات کو ذکر کر چکے تو اب یہاں سے کتاب الحج کو شروع کر رہے ہیں، حج اسلام کا ایک رکن ہے اس کی فرضیت قرآن پاک سے ثابت ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مِنْ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا۔ حج کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

مصنفؒ نے اس کو چند وجوہوں سے مؤخر کیا، اول حدیث پاک کی اتباع کیلئے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی الاسلام علی خمس الفخ میں سب سے بعد میں حج کو ذکر کیا ہے اسلئے مصنفؒ نے کمال اتباع میں مؤخر کیا، ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حج زندگی میں صرف ایک بار فرض ہوتا ہے بخلاف دوسری عبادتوں کے کہ بعض تو دن رات میں پانچ مرتبہ بعض سال میں ایک مرتبہ نیز حج میں مالی اور بدنی عبادت دونوں شامل ہیں اسلئے دونوں کو ذکر کرنے کے بعد اسکے مجموعہ کو بیان کر رہے ہیں۔

(ف) حج کرنے والے کیلئے زیادہ مناسب ہے کہ اگر اسکے والدین باحیات ہوں تو ان سے اجازت لے لیکن اگر ان کو اسکی خدمت کی ضرورت تھی اور اسکے باوجود اس نے اجازت طلب نہیں کی تو یہ گنہگار ہو گا اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ مکہ رہے اور داد اور دلاوی جس وقت کہ باپ نہ ہو ان سے اجازت حاصل کی جائے گی اور باپ کو اس بات کی اجازت حاصل ہوگی کہ اگر لڑکا خوبصورت ہے اگرچہ بالغ ہو اس کو نکلنے سے منع کر دے یہاں تک کہ اسے داڑھی نکل جائے اسلئے کہ یہ لڑکے اور لڑکیوں دونوں کے مشابہ ہوتے ہیں اور لڑکیوں کے بالمقابل اس میں فتنہ زیادہ ہے اور اگر حج کرنے والا قرض دار ہو تو اس سے اجازت حاصل کر لینی بہتر ہے، اسی طرح ارلہ کے بعد استغفار زائد کرنی ضروری ہے۔ (حاشیہ شیخ الادب)

بقاع مخصوص: بادشاہوں اور سلاطین کے یہاں حاضر ہونے اور شرف ملاقات پانے کے لئے کچھ احکامات اور آداب ہوتے ہیں، مخصوص لباس ہوتا ہے، سلام کرنے اور نذرانہ پیش کرانے کے قواعد ہوتے ہیں، بیٹھنے اور اٹھنے اور گفتگو کرنے کا ایک طریقہ ہوتا ہے، یہ نہیں کہ آپ اپنے گھر میں شب خوابی کے لباس میں لمبوس ہیں اور اگر بادشاہ نے آپ کو طلب کیا تو اسی لباس میں آپ چلے جائیں لہذا احرام کا باندھنا رب البیت کی بارگاہ جلال کیلئے مخصوص فعل اور لباس ہے اور یہ بھی ایک خاص مہینہ میں کہ شوال سے لے کر ذی الحجہ تک حج کیا جاسکتا ہے اس

لئے بادشاہوں سے ملاقات کرنے کے چند مخصوص اوقات ہوتے ہیں۔

علی الفور: اس کا مطلب یہ ہے کہ جس سال حج فرض ہوتا ہے اسی سال ادا کیا جانا چاہئے اگر اس سال ادا نہ کیا اور دوسرے سال کیا تب بھی قضاء نہیں ہوگا اس لئے کہ اس کی مدت تمام عمر تک ہے لہذا جب بھی ادا کرے گا ادا ہو جائے گا لیکن یہ بات ضرور ہے کہ اس تاخیر کی وجہ سے گنہگار ضرور ہوگا اس لئے کہ ایک فرض تھا جسے وہ اسی وقت ادا کر سکتا تھا لیکن قدرت کے باوجود ایک فرض کو مؤخر کیا۔

فی الاصح: اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ کب واجب ہوتا ہے امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ علی الفور واجب ہوتا ہے اور امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک علی التراخی واجب ہوتا ہے۔ امام اعظمؒ سے کسی نے اس کے بارے میں سوال کیا کہ ایک شخص کے پاس مال ہے اور اس نے ابھی تک نکاح بھی نہیں کیا ہے تو کیا وہ اب پہلے نکاح کرے یا پہلے حج کرے تو آپ نے جواب دیا کہ پہلے حج کرے۔ (حاشیہ ہدایہ)

الاسلام: اس قید سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ مسلمان ہونا فرضیت حج کے لئے ضروری ہے لہذا اسکے علاوہ جو لوگ بھی ہیں ان پر حج فرض نہیں، لہذا اس سے ایک بات اور معلوم ہو گئی کہ اگر کافر مالدار تھا اور وہ اسلام لے آیا اور اسکے بعد غریب ہو گیا تو اس مالدار کی وجہ سے اس پر واجب نہ ہوگا بخلاف اس صورت کے کہ ایک مسلمان مالدار تھا اس پر حج فرض ہو چکا تھا اور اس نے حج نہیں کیا یہاں تک کہ وہ غریب ہو گیا تو اب اسکے ذمہ حج باقی رہے گا۔ (مطحاوی)

العقل: اس سے ایک بات یہ معلوم ہو گئی کہ بچے اور مجنون پر حج فرض نہیں۔

الحرية: لقوله عليه السلام ايما عبد حج عشر حجج ثم اعتق فعليه حجة الاسلام اور اسکے اندر مدبر، ماذون، مکاتب وغیرہ سب داخل ہیں کسی پر بھی حج فرض نہیں۔

البلوغ: لقوله عليه الصلاة والسلام ايما صبي حج عشر حجج ثم بلغ فعليه حجة الاسلام اسلئے کہ حج فرض ہے اور نابالغ پر اسلام نے کسی چیز کو واجب نہ فرض نہیں کیا ہے بلکہ صرف اپنے والدین کے تابع ہوتے ہیں۔

الوقت: یعنی عرفات میں قیام کرنے اور طواف زیارت کا وقت جو ۹ رزی الحج کے دو پہر سے ۱۱ رزی الحج تک ہوتا ہے اور اسکے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اتنا وقت ملے کہ وہ حج کے موقع پر پہنچ سکے، یہ مختلف مقامات کے لحاظ سے مختلف ہوگا پس اگر یکم رزی الحج کو مصارف وغیرہ کے جملہ شرائط مہیا ہو گئے مگر وہ مکہ معظمہ نہیں پہنچ سکا تو اس پر اس سال حج فرض نہیں ہے اگر وہ بالفرض وفات بھی پا جائے تو اس کی وجہ سے وہ گنہگار نہیں ہوگا اسلئے کہ اسے وقت نہیں ملا۔ واللہ اعلم بالصواب

القدرة: یعنی جن چیزوں کی انسان کو ضرورت ہو انکا مہیا ہونا ضروری ہے اگر وہ چیزیں نہ ہوں گی تو اس پر حج فرض نہ ہوگا اب یہ چیزیں ہر آدمی کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہیں لہذا ہر آدمی کو اسکی ضرورت کے مطابق سامان، ونا ضروری ہوگا۔

راحلة: یعنی سواری ہونی چاہئے کہ جس پر سوار ہو کر وہ وہاں تک پہنچ سکے لہذا اگر تمام شرائط موجود ہوں اور وہ سواری پر قادر نہ ہو تو اس پر حج فرض نہ ہوگا۔

لاالاباحۃ :- اگر لڑکے کے پاس سواری ہے اور اس نے اپنے باپ کیلئے مباح کر دیا تو اس کی وجہ سے اس پر حج فرض نہ ہوگا اسی طرح اگر کسی نے اس قدر مال ہبہ کر دیا کہ اس سے وہ حج کر سکتا ہے تو اس کا قبول کرنا واجب نہیں۔

وَتِلْكَ الْقُدْرَةُ فَاصِلَةٌ عَنْ نَفَقَتِهِ وَنَفَقَةِ عِيَالِهِ إِلَى حِينَ عَوْدِهِ وَعَمَّا لَا بُدَّ مِنْهُ كَالْمَنْزُولِ وَأَثَائِهِ
وَالْآتِ الْمُحْتَزِّينَ وَقَضَاءِ الدِّينِ وَيَشْتَرِطُ الْعِلْمُ بِفَرْضِيَةِ الْحَجِّ لِمَنْ أَسْلَمَ بَدَارِ الْحَرْبِ أَوْ الْكَوْنِ بَدَارِ
الْإِسْلَامِ وَشُرُوطُ وَجُوبِ الْأَدَاءِ خَمْسَةٌ عَلَى الْأَصَحِّ صِحَّةُ الْبَدَنِ وَزَوَالُ الْمَانِعِ الْحَسِيِّ عَنِ الذَّهَابِ
لِلْحَجِّ وَأَمْنُ الطَّرِيقِ وَعَدَمُ قِيَامِ الْعِدَّةِ وَخُرُوجُ مُحْرَمٍ وَلَوْ مِنْ رِضَاعٍ أَوْ مُصَاهَرَةٍ وَمُسْلِمٌ مَأْمُونٌ عَاقِلٌ بَالِغٌ
أَوْ زَوْجٌ لَامْرَأَةٍ فِي سَفَرٍ وَالْعَبْرَةُ بِغَلْبَةِ السَّلَامَةِ بَرًّا وَبَحْرًا عَلَى الْمُفْتَى بِهِ.

ترجمہ :- اور یہ قدرت فاضل ہوا اسکے خرچہ سے اور اسکے عیال کے خرچہ سے اسکے لوٹنے تک اور ان چیزوں سے بھی زائد ہو جس کی اس کو ضرورت ہو، مثلاً گھر، گھر کا سامان اور پیشہ والوں کے آلات اور قرض کی ادائیگی۔ اور جو شخص دار الحرب میں اسلام لایا اس کو اس کی فرضیت کا معلوم ہونا ضروری ہے، یا اس کا دار الاسلام میں ہونا، اور وجوب ادا کے شرائط پانچ ہیں صحیح مذہب کے مطابق۔ بدن کا صحیح ہونا، اور حج کیلئے جانے سے مانع حسی کا ختم ہونا، راستہ کا پر امن ہونا، اور عورت کی واسطے عدت کا نہ رہنا، اور محرم کے ساتھ ٹکنا خواہ وہ رضاعت یا سرالی رشتہ کی وجہ سے ہو، اور وہ مسلمان عاقل بالغ مامون ہو، یا عورت کا شوہر سفر میں ہو، اور غلبہ سلامت کا اعتبار کیا جائے گا دریا اور جنگل کے راستہ میں مفتی بہ قول کے مطابق۔

تشریح و مطالب :- نفقۃ عیالہ : یعنی جن لوگوں کا خرچہ لوار کرنا اسکے اوپر ضروری ہے اس کی مقدار اسکے پاس ہو کہ اس کو اتنے دنوں تک دینے کے بعد اسکے پاس حج کی مقدار بچ جائے اسلئے کہ حق عبد حق شرع پر مقدم ہے۔

کالمنزل :- اس میں بوسیدہ مکان کی مرمت بھی داخل ہے اسی طرح اس کے پاس زائد مکان ہے تو اس کا فروخت کرنا ضروری نہیں۔

قضاء الدین :- اگر اسکے اوپر قرض ہے تب بھی اس پر حج فرض نہیں اس لئے کہ اس کی ضرورت سے فاضل نہیں، اس لئے کہ یہاں پر دو قرض ہے ایک اللہ تعالیٰ کا اور ایک بندہ کا اور پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ حق العباد حق اللہ پر مقدم ہے لہذا پہلے قرض کا ادا کرنا ضروری ہے۔

بدار الحرب :- یعنی اگر کوئی دار الحرب میں ہے اور اس کو یہ معلوم نہیں ہے کہ اسلام کا ایک رکن حج بھی ہے تو اگرچہ وہ مالدار ہو لیکن اس پر حج نہ کرنے کا گناہ نہ ہوگا، لیکن اگر دار الاسلام میں ہے اور اس کو اس کا علم نہیں ہے تو اس کا یہ نہ جاننا اس کی کوتاہی کی وجہ سے ہے، اس ہندوستان کو دار الاسلام کا حکم دیا گیا ہے، یہاں دینی علوم حاصل کرنے کے لئے وہ اسباب اور ذرائع موجود ہیں جو بہت سی اسلامی حکومتوں میں نہیں، مولوی ہونا فرض نہیں ہے، لیکن دین کے ضروری مسکوں کا جاننا اور اپنے زیر اثر لوگوں کو سکھانا تو ضروری ہے اس صورت میں جو لوگ نہیں جانتے یہ ان کی غفلت ہے، خدا مسلمانوں کو اس مہلک غفلت سے محفوظ رکھے۔ (محمد میاں)

وجوب الاداء :- گذشتہ شرطیں فرضیت حج کی تھیں، یعنی جب وہ چیزیں پائی جائیگی اس وقت حج فرض ہوگا، اب یہ سوال باقی رہ گیا تھا کہ لو اگر ناکب فرض ہوگا اور اسکے لئے کیا کیا شرطیں ہونگی اسی کو اب یہاں سے بیان کر رہے ہیں کہ لو اگر ناکب اس وقت فرض ہوگا کہ جب اسکے اندر پانچ شرطیں موجود ہوں، اگر یہ پانچ شرطیں موجود نہ ہوں گی تو اس پر حج فرض نہ ہوگا۔

صحة البدن :- یعنی بدن کا صحیح و سالم ہونا ضروری ہے، لہذا اگر وہ مفلوج ہو یا اسی طرح سے اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہو تو اس پر حج کا لو اگر ناکب فرض نہیں۔ اب اگر کوئی ناپیتا ہے تو اس پر حج کا لو اگر ناکب فرض ہے یا نہیں؟ اسکے بارے میں علماء کا اختلاف ہے حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ اسکے پاس کوئی مدد کرنے والا اور اسی طرح سے زور لہ اور سواری وغیرہ موجود ہو لیکن پھر بھی اس پر لو اگر ناکب فرض نہیں اور حضرت امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر یہ چیزیں موجود ہوں تو اس پر لو اگر ناکب فرض ہے، اور اسی طرح اگر کوئی کنگھا ہے تو امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ اس پر لو اگر ناکب فرض ہے اس لئے کہ وہ بلا کسی مدد کے جاسکتا ہے، لیکن حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس پر واجب نہیں اس لئے کہ وہ خود لو کرنے پر قادر نہیں۔ (ہدایہ، طحاوی)

المانع الحسی :- مانع حسی مثلاً قید خانہ میں محبوس ہے یا کسی ظالم حکومت کا کوئی آرڈی ننس نافذ ہے۔ امن الطريق :- یعنی جس راستہ سے جا رہا ہے اس کا اکثر حصہ مامون ہے اور اکثر لوگ صحیح و سلامت لوٹ کر چلے آتے ہیں اگرچہ اس میں رشوت دینی پڑتی ہے البتہ دریائی سفر کے بارے میں اختلاف ہے کہ اسے مانع وجوب کہا جائے یا نہیں کہا جائے، علامہ کرمانی کی رائے یہ ہے کہ اس میں بھی یہی دیکھا جائے کہ اکثر راستہ مامون ہے یا نہیں اگر اکثر راستہ مامون ہے تو واجب ہے ورنہ نہیں۔ (حاشیہ شیخ الادب ملخصاً)

عدم قیام العدة :- مطلب یہ ہے کہ اگر شوہر مر گیا یا اسی طرح اس نے طلاق دیدی ہے تو جب تک یہ اس عدت میں رہے گی حج کا لو اگر ناکب فرض نہیں ہوگا اس لئے کہ عدت کے زمانے میں خواہ طلاق رجعی ہو یا بائن ہر صورت میں باہر نکلتا درست ہے، اور اسی طرح اگر اسے کوئی ایسا نہ ملتا ہو کہ جس سے نکاح کرنا ہمیشہ کیلئے حرام ہو تو اس نے ملنے کی صورت میں بھی لو اگر ناکب فرض نہیں ہوگا، اسلئے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے لا تحجن امراة الا ومعها محرم۔

وَيَصِحُّ اَدَاءُ فَرَضِ الْحَجِّ بِارْبَعَةِ اَشْيَاءَ لِلنَّحْرِ الْاِحْرَامِ وَالْاِسْلَامِ وَهُمَا شَرْطَانِ ثُمَّ الْاِثْنَانِ بِرُسْكِيَّتِهِ وَهُمَا الْوُقُوفُ مُحْرَمًا بِعَرَفَاتٍ لِحِظَّةٍ مِنْ زَوَالِ يَوْمِ النَّاسِعِ اِلَى فَجْرِ يَوْمِ النَّحْرِ بِشَرْطِ عَدَمِ الْجَمَاعِ قَبْلَهُ مُحْرَمًا وَالرُّسْكُنُ الثَّانِي هُوَ اَكْثَرُ طَوَافِ الْاِفَاضَةِ فِي وَقْتِهِ وَهُوَ مَا بَعْدَ طُلُوعِ فَجْرِ يَوْمِ النَّحْرِ۔

ترجمہ :- اور حج فرض کا لو اگر ناکب چار چیزوں کی وجہ سے صحیح ہے جبکہ یہ آرا میں موجود ہوں احرام اور اسلام اور یہ دونوں شرط ہیں، پھر اسکے بعد دونوں رکوں کا لو اگر ناکب اور وہ دونوں حالت احرام میں عرفات کے اندر ایک لمحہ کیلئے نویں ذی الحجہ کے زوال کے وقت سے یوم النحر کی صبح صادق کے وقت تک ٹھہر جانا ہے اس شرط کی بات تھ کہ حالت احرام میں جماع نہ کیا ہو اور دوسرا کن طواف افاضہ کا اکثر حصہ اسکے وقت کیا جائے اور وہ یوم النحر کی طلوع فجر کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔

تشریح و مطالب :- یصح اداء الفروض یعنی فریضہ حج اس وقت لو ہوگا جبکہ اسکے اندر یہ چار چیزیں موجود ہوں گی اگر اسکے اندر چار چیزیں جو مصنف نے بیان کی ہیں موجود نہ ہوں گی تو اس کا لو اگر ناکب درست نہ ہوگا

الاحرام :- حج عشق و سرمستی اور بندگی و نیاز مندی کی ایک عبادت ہے جس میں حاجی کا سوز و گداز قلبی شورش و وار فکلی اور خلوص و دردمندی اس کی سب سے بڑی دولت ہے اللہ رب العزت حج میں آنے والے مسلمانوں کی ریسانہ لباس اور اعلیٰ درجہ کے پوشاکوں اور امیرانہ ٹھاٹ باٹ میں نہیں دیکھنا چاہتا ہے بلکہ وہ پسند فرماتا ہے کہ عشاق کے گروہ کے گروہ دامن دریدہ، چاک گریباں، سر برہنہ، چہروں پر عشق الہی کا نور، زبانیں ذکر خدا سے تر، دل و دماغ ایک ہی فکر میں مصروف یہ گروہ کے گروہ صرف اسکے بن کر اسکے بندے اسکے عاشق اور اسکے فدائی بن کر دربار خداوندی میں حاضر ہوں ان وارفہ دل عشاق کے دامن میں ایک بھی تار نہ ہو شاعر نے اس وار فکلی دل عشاق کی طرف اشارہ کیا ہے :-

از گریباں چند تارے ماندہ است اے جنوں دستے کہ کارے ماندہ است

احرام کا باندھنا حج کی تیاری ہے۔

الاسلام :- اس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں آچکی۔

عدم الجماع :- اگر اس نے جملہ کر لیا تو اس کا حج فاسد ہو جائے گا اور اب وہ اس سال حج کے اور تمام کام کرے گا لیکن دوسرے سال پھر حج کرنا ضروری ہو گا اس لئے کہ جماع کی وجہ سے اس کا حج فاسد ہو گیا تھا، اب اس بارے میں اختلاف ہے کہ دوسرے سال بیوی کو لائے یا نہ لائے اس میں تفصیل ہے، جو بڑی بڑی کتابوں میں مذکور ہے۔

اکثر :- جس کی مقدار چار ہے اور باقی تین واجب ہے، لہذا اگر یہ ترک ہو گیا تو اس کو دم کے ساتھ پورا کرنا ممکن ہے، اس کی وجہ سے حج فاسد نہیں ہو گا۔ واللہ اعلم

طواف :- طواف کے معنی مطلقاً گھومنے کے آتے ہیں، لیکن اصطلاح شرع میں طواف خانہ کعبہ کے ارد گرد سات مرتبہ چکر لگانے کو کہا جاتا ہے اور ایک مرتبہ گھومنے کو شوط کہا جاتا ہے۔

الافاضة :- طواف افاضہ کا آخری وقت ساری عمر ہے لیکن واجب یہ ہے کہ ایام نحر میں ۱۰، ۱۱، ۱۲ تاریخ میں کر لیا جائے اگر ان دنوں سے تاخیر کی تو دم لازم آئے گا اور اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

وَوَاجِبَاتُ الْحَجِّ انْشَاءُ الْاِحْرَامِ مِنَ الْمِيقَاتِ وَمَدُّ الْوُقُوفِ بِعَرَفَاتٍ اِلَى الْغُرُوبِ وَالْوُقُوفُ بِالْمَزْدَلِفَةِ فِيمَا بَعْدَ فَجْرِ يَوْمِ النَّحْرِ وَقَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَرَمْيُ الْجِمَارِ وَذَبْحُ الْقَارِنِ وَالْمُتَمَتُّعُ وَالْحَلْقُ وَتَخْصِيصُهُ بِالْحَرَمِ وَاَيَّامُ النَّحْرِ وَتَقْدِيمُ الرَّمْيِ عَلَى النَّحْرِ وَالْقَارِنِ وَالْمُتَمَتُّعُ بَيْنَهُمَا وَاَيْقَاعُ طَوَافِ الزِّيَارَةِ فِي اَيَّامِ النَّحْرِ وَالسَّعْيُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فِي اشْهُرِ الْحَجِّ وَحُصُولُهُ بَعْدَ طَوَافٍ مُعْتَدٍ بِهِ وَالْمَشْيُ فِيهِ لِمَنْ لَا عَذْرَ لَهُ وَبِدَايَةُ السَّعْيِ مِنَ الصَّفَا وَطَوَافُ الْوَدَاعِ وَبِدَايَةُ كُلِّ طَوَافٍ بِالنَّبْتِ مِنَ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ وَالتَّيَامُنُ وَالْمَشْيُ فِيهِ لِمَنْ لَا عَذْرَ لَهُ وَالطَّهَارَةُ مِنَ الْحَذَائِنِ وَسِتْرُ الْعَوْرَةِ وَاَقْلُ الْاَشْوَاطِ بَعْدَ فِعْلِ الْاَكْثَرِ مِنْ طَوَافِ الزِّيَارَةِ وَتَرْكُ الْمُحْظُورَاتِ كُلِّبَسِ الرُّجُلِ الْمَخِيطُ وَسِتْرُ رَاسِهِ وَوَجْهِهِ وَسِتْرُ الْمَرْأَةِ وَجْهَهَا وَالرَّقْفُ وَالْفُسُوقُ وَالْجِدَالُ وَقَتْلُ الصَّيْدِ وَالْاِشَارَةُ اِلَيْهِ وَالْاِشَارَةُ اِلَيْهِ وَالْاِشَارَةُ اِلَيْهِ

ترجمہ :- اور واجبات حج میقات سے احرام کا شروع کرنا، عرفات میں قیام کو غروب تک دراز کرنا اور

مزدلفہ میں ٹھہرے رہنا یوم النحر کی فجر کے بعد اور طلوع شمس تک۔ اور رمی جمار اور قرآن کرنے والے کا ذبح کرنا اور تمتع کرنے والے کا قربانی کرنا اور سر کا منڈانا اور تمتع کرنا ان دونوں کے درمیان اور طواف زیارت کا ایام نحر میں کرنا اور صفا و مروہ کے درمیان عاشورہ حج میں دوڑنا اور اس سعی کا طواف اس کے بعد کرنا جس کا اعتبار کیا گیا ہے اور اس میں چلنا ایسے شخص کے لئے جسے کوئی عذر نہ ہو، اور سعی کا صفا سے شروع کرنا، اور طواف وداع کا اور ہر طواف کا بیت اللہ کے حجر اسود سے شروع کرنا اور اس میں دائیں طرف سے شروع کرنا اور دائیں ہی چلنا اس شخص کا جس کے لئے کوئی عذر نہ ہو اور حدث اصغر اور اکبر سے پاک ہونا، ستر عورت کا ہونا اور اقل شوط طواف زیارت کے بعد سے کم کرنا اور سلعے ہوئے کپڑوں کا چھوڑ دینا جیسے مرد کے لئے سلعے ہوئے کپڑوں کا پہننا اور سر کا چھپانا اور عورت کو اپنے چہرے کا ڈھکنا اور رنٹ اور فسوق اور جھگڑے لڑائی اور شکار کا مارنا اور اس کی طرف اشارہ کرنا اور اسکی طرف رہنمائی کرنا یہ سب ممنوع ہے۔

تشریح و مطالب :- المیقات میقات اس جگہ کو کہا جاتا ہے جہاں سے آفاقی بلا احرام کے نہیں جاتا، اب یہ معلوم ہو جانا ضروری ہے کہ میقات کتنے ہیں اور کس کس ملک کیلئے کون سی میقات ہے فقہاء اسلام نے تصریح کر دی ہے کہ ذو الحلیفۃ اہل مدینہ کیلئے الجحفہ اہل شام کیلئے قرن المنازل اہل نجد کیلئے یلملم اہل یمن کیلئے، ذات عرق عراق کیلئے میقات ہیں۔ جن علاقوں کیلئے جو میقات مقرر کی گئی ہے یہ حج و عمرہ کا ارادہ کرنے والے انہی تمام علاقوں کے باشندے ہوں یا انہی سمتوں میں دور یا نزدیک کسی بھی جگہ کے ہوں، بارادہ حج و عمرہ جس کا بھی ان مواقت میں سے کسی میقات میں سے یا اسکے محاذات میں سے گذر ہو گا اس کیلئے اس سے آگے جانا بغیر احرام کے جائز نہ ہو گا۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مواقت ان علاقوں کے باشندوں کیلئے ہیں اور اس کیلئے بھی ہیں جو اس سے گذر جائے اور حج و عمرہ کا ارادہ بھی ہو۔

القارن :- میقات سے حج اور عمرہ کیلئے ایک ساتھ احرام باندھنا قارن کہلاتا ہے، اگر حاجی نے حج سے پہلے عمرہ کر لیا ہے تو ابھی احرام نہیں کھولے گا اور اسے فراغت حج تک احرام پوش رہنا پڑے گا۔
من الصفا :- سعی بین الصفا والمروۃ میں صفا سے ابتداء کیا جائے گا، اگر کسی شخص نے مروہ سے ابتداء کر لی تو صحیح مسلک کے مطابق اسے شوط اول شمار نہ کیا جائے گا۔ صفا اور مروہ پہلے دو پہاڑیاں تھیں اور اب ان کی شکل صرف ٹیلے کی رہ گئی ہے اس میں طریقہ یہ ہو گا کہ پہلے رمی جمار پھر ذبح پھر حلق کر لیا جائے۔

طہارۃ :- اس وقت حدث اصغر اور اکبر دونوں سے پاک ہونا ضروری ہے اس لئے کہ پہلے ہی یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ یہ ایک عبادت ہے اور عبادت میں طہارت ضروری ہو ا کرتی ہے۔

الرفث :- رفث کے معنی جماع کے ہیں اور ویسے رفث فحش کلام کو بھی کہا جاتا ہے لیکن حضرت ابن عباسؓ حج میں رفث اس وقت فرماتے ہیں جب عورتوں کی موجودگی میں کوئی بات کی جائے۔

الفسوق :- فسق کے معنی معاصی کے ہیں اور ایسا کرنا احرام کے علاوہ میں بھی درست نہیں اس وجہ سے نالت احرام میں بدرجہ اولیٰ ایسا کرنا بہتر نہ ہو گا۔

الصید :- یہاں صید سے مراد شکار ہے خواہ احرام باندھنے والا خود ہی یہ کام کرتا ہو یا اس کی طرف اشارہ کرتا ہو، یا اس موقع تک جا کر شکاری کی رہنمائی کرتا ہو۔

المحظورات :- حج ایک ایسی عبادت ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیوانگی کی حالت میں دیکھنا چاہتا ہے لیکن حج میں اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں سے منع کرتا ہے اور بندوں کو اپنے عشق میں مجنون دیکھنا چاہتا ہے، اس لئے انہیں سلے ہوئے کپڑوں سے منع کرتا ہے اور صرف دو چادروں میں ملبوس دیکھنا چاہتا ہے، اسی طریقہ سے عورت کو بھی اس بات سے منع کرتا ہے کہ وہ اپنے چہروں کو ڈھکے۔

وَسَنُّ الْحَجِّ مِنْهَا الْغِسَالُ وَلَوْ لِحَائِضٍ وَنَفْسَاءٍ أَوْ الْوُضُوءُ إِذَا أَرَادَ الْإِحْرَامَ وَلَكِنَّ إِذَا وَرَدَ أَجْدِيدَيْنِ أَبْيَضَيْنِ وَالتَّطْيِبُ وَصَلَاةُ رَكْعَتَيْنِ وَالْإِكْتَارُ مِنَ الثَّلَاثَةِ بَعْدَ الْإِحْرَامِ رَافِعًا بِهَا صَوْتَهُ مَتَى صَلَّى أَوْ عَلَا شَرَفًا أَوْ هَبَطَ أَوْ أَدْبَا أَوْ لَقِيَ رَكْبًا بِالْأَسْحَارِ وَتَكْرِيرُهَا كُلَّمَا أَخَذَ فِيهَا وَالصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُؤَالُ الْجَنَّةِ وَصُحْبَةُ الْأَبْرَارِ وَالْإِسْتِعَاذَةُ مِنَ النَّارِ وَالْفُسْلُ لِدُخُولِ مَكَّةَ وَدُخُولِهَا مِنْ بَابِ الْمُعْلَاةِ نَهَارًا وَالتَّكْبِيرُ وَالتَّهْلِيلُ تَلْقَاءُ النَّبِيِّ الشَّرِيفِ وَالِدُعَاءُ بِمَا أَحَبَّ عِنْدَ رُؤْيَيْهِ وَهُوَ مُسْتَجَابٌ.

ترجمہ :- سنن حج - منجملہ حج کی سنتوں میں غسل کرنا ہے اگرچہ عورت حالت حیض و نفاس میں ہو، یا وضوء کا کرنا جبکہ احرام باندھنے کا ارادہ ہو، اور دونی سفید چادروں کا پہننا، خوشبو لگانا اور دو رکعت نماز پڑھنا، احرام کے بعد تلبیہ کا زیادہ کہنا، جس وقت نماز پڑھے یا جس وقت بلند جگہ پر چڑھے یا جس وادی میں اترے یا جب کسی سوار سے ملے بلند آواز سے کہے، جس وقت بھی تلبہ کہنا شروع کرے تو اسے بار بار کہے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک بھیجنا، اور جنت کا سوال کرنا، اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کی دعاء کرنا، اور جہنم سے پناہ مانگنا، اور مکہ میں داخل ہونے کیلئے غسل کرنا، اور دن میں باب معلّٰی سے داخل ہونا، اور تکبیر و تہلیل کا جس وقت بیت اللہ شریف کو دیکھے اس وقت کہنا اور بیت اللہ کو دیکھنے کے وقت جو چیز محبوب ہو اسکی دعاء کرنا اور یہ وقت دعاء مستجاب کا ہوتا ہے۔

تشریح و مطالب :- **اب یہاں سے مصنف حج کے سنن کو بیان کر رہے ہیں تاکہ یہ حج سنت طریقہ پر لا کیا جاسکے۔** **الاغتسال :-** سنن حج میں سے ایک تو غسل کرنا ہے اور یہ غسل احرام باندھنے سے قبل ہونا چاہئے اور یہ غسل عورت اور مرد دونوں کیلئے سنت ہے خواہ عورت حالت حیض و نفاس ہی میں کیوں نہ ہو، لیکن اگر حاجی غسل نہ کر سکتا ہو تو وہ وضوء کر لے اور یہ سنت وضوء کی وجہ سے ادا ہو جائے گی۔

ازار :- اور اسکے بعد دو چادروں کو پہنے، ایک سے تو ستر چھپائے گا اور دوسری چادر سے مونڈھوں کو اس لئے کہ اگر ان کو چھپایا نہ جائے تو نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔

جدیدین :- تاکہ مردے کے کفن کے مشابہ ہو جائے اور ان چادروں کا نیا ہونا ننگے دھوئے ہونے سے بہتر ہے۔
ابیضین :- ان چادروں کا سفید ہونا ان کے دوسرے رنگ سے بہتر ہے اور یہ نیا ہونا اور سفید ہونا صرف سنت ہے اگر ان کے علاوہ اور کوئی رنگ کی چادر ہو تب بھی صحیح ہے۔

التطیب :- یہ خوشبودن میں لگائی جائیگی کپڑے میں نہیں لیکن امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ خوشبو نہ لگائی جائے۔
صلوٰۃ رکعتیں :- یہ دو رکعت احرام کی نیت سے پڑھے گا اور ان دونوں رکعتوں میں سورہ کافرون اور سورہ اخلاص پڑھنی سنت ہے اور نماز کے بعد یہ دعا پڑھے اللھم انی ارید الحج او العمرة فیسرهما لی وتقبلھما منی۔ (مخطاوی)
الاکثار :- یعنی احرام کے بعد تلبیہ کا زیادہ پڑھنا سنت ہے اس لئے جب کسی اونچی جگہ پر چڑھے اسی طرح جب کسی وادی میں اترے یا کسی سوار سے ملاقات کرے یا جب نماز سے فارغ ہو تو بلند آواز سے تلبیہ کہے اس کہنے میں سنت پر عمل ہو گا اور زیادہ سے زیادہ ذکر اللہ حاصل ہو گا۔

الصلوٰۃ علی النبی :- یعنی جس طرح اور جگہ درود پاک کا پڑھنا سنت اور باعث اجر و ثواب ہے اسی طرح حاجی کیلئے بھی سنت ہے کہ حالت احرام میں درود پاک پڑھے اور اس لئے بھی کہ اب وہ دیار محبوب سے قریب ہے اور دیار محبوب میں محبوب کو یاد کرنا زیادہ لائق و مناسب ہے۔

سوال الجنة :- اس لئے کہ یہ وقت ایسا ہوتا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے قاعدہ کے مطابق تمام اعمال کرتا ہے اور اسکے عشق میں مجنون و دیوانہ رہتا ہے اور اس حالت میں اگر وہ جنت کا سوال کرے تو زیادہ امید ہے کہ اسکی یہ دعاء مقبول ہو جائے گی اور اس کی مراد بر آئے گی۔

صحبة الابرار :- یعنی جب جنت کا سوال کیا تو اسی طرح اس بات کا بھی سوال کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے جنت میں نیک لوگوں کے ساتھ رکھے، اس لئے کہ محبت کا اثر انسان کے اوپر ضرور ہوتا ہے۔
التکبیر :- یعنی جس وقت بیت اللہ اسے نظر آئے اس وقت وہ تکبیر کہے اس کی تعظیم کیلئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک نعمت عظمیٰ سے نوازا ہے اس خوشی میں وہ تکبیر و تہلیل کہے۔

الدعاء :- نیز جو چیز اسے پسند ہو اس کی دعا کرے اس لئے کہ یہ وقت مستجاب ہوتا ہے اور جو دعاء اس وقت کی جاتی ہے وہ مقبول ہوتی ہے لیکن ایک بات کا خیال رہے کہ اس وقت ایسی دعائیں نہ کی جائیں جس سے کسی کو نقصان پہونچے بلکہ اس وقت ایسی دعائیں کی جائیں جس میں آخرت کے متعلق سوال ہو تو بہتر ہے۔

وَطَوَافُ الْقُدُومِ وَلَوْ فِي غَيْرِ أَشْهَرِ الْحَجِّ وَالْإِضْطِبَاقِ فِيهِ وَالرَّمْلُ إِنْ سَعَى بَعْدَهُ فِي أَشْهَرِ الْحَجِّ وَالنَّهْرُ وَلَهُ فِيمَا بَيْنَ الْمَيْلَيْنِ الْأَخْضَرَيْنِ لِلرَّجَالِ وَالْمَشْيُ عَلَى هَيْئَةٍ فِي بَاقِي السَّعْيِ وَالْإِكْتَارُ مِنَ الطَّوَافِ وَهُوَ أَفْضَلُ مِنْ صَلَوةِ النَّفْلِ لِلْآفَاقِي وَالْخُطْبَةُ بَعْدَ صَلَوةِ الظُّهْرِ يَوْمَ سَابِعِ الْحَجَّةِ بِمَكَّةَ وَهِيَ خُطْبَةٌ وَاحِدَةٌ بَلَا جُلُوسٍ يُعْلَمُ الْمَنَاسِكَ فِيهَا وَالْخُرُوجُ بَعْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ مِنْ مَكَّةَ لِمَنْى وَالْمَيْتُ بِهَاتِمِ الْخُرُوجِ مِنْهَا بَعْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ يَوْمَ عَرَفَةَ إِلَى عَرَفَاتٍ فَيُخْطَبُ الْإِمَامُ بَعْدَ الزَّوَالِ قَبْلَ صَلَوةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ مَجْمُوعَةً جَمَعَ تَقْدِيمَ مَعَ الظُّهْرِ خُطْبَتَيْنِ يَجْلِسُ بَيْنَهُمَا.

ترجمہ :- اور طواف قدوم اگر چہ حج کے مہینہ کے علاوہ میں ہو اور طواف میں اضطباع، اگر اس کے بعد حج کے مہینوں میں سعی کرنی ہو تو رمل بھی مسنون ہے اور مردوں کے لئے تیزی کے ساتھ چلنا میلین اخضرین کے

درمیان، اور باقی سعی میں اپنی ہیئت پر چلنا اور طواف کا زیادہ کرنا، اور آفاقی کیلئے طواف کا زیادہ کرنا نفل نماز سے افضل ہے اور ساتویں ذی الحجہ کو مکہ میں نماز ظہر کے بعد خطبہ کا کہنا اور یہ ایک خطبہ ہو گا بلادر میان میں بیٹھے ہوئے امام اس میں حج کے مناسک کو بتائے، تو وہ کے دن طلوع شمس کے بعد مکہ معظمہ سے منیٰ کی طرف نکلتا اور وہاں پر رات گزارنا پھر یوم عرفہ کو طلوع شمس کے بعد عرفات کی جانب نکلتا تو امام ظہر و عصر سے قبل زوال کے بعد خطبہ دے اس حال میں کہ ظہر اور عصر کو جمع تقدیم کے طور پر ظہر کے ساتھ ادا کرے اور دو خطبہ دے اور ان دونوں کے درمیان بیٹھے گا۔

تشریح و مطالب :- طواف القدوم : یہ طواف قدوم اس شخص کیلئے ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو، اور یہ طواف قدوم ہر مہینہ کیلئے ہے اس میں یہ تخصیص نہیں ہے کہ حج کے مہینہ میں ہو، لہذا جب بھی غیر مکی جائے گا تو اسکے لئے طواف قدوم سنت ہو گا۔

الاضطباع :- اسکی تفسیر یہ ہے کہ چادر کو داہنے ہاتھ کے نیچے سے یعنی داہنی بغل میں سے نکال کر بائیں موڑھے پر ڈال لے اور اس طرح سے کرنا سنت ہے۔ (طحاوی)

الرمل :- اور رمل یہ ہے کہ خوب تیزی کے ساتھ چھوٹے چھوٹے قدم رکھ کر چلے اور تین چکروں میں سینہ نکال کر چلے اور اگر تین اول میں بھول گیا یا چھوڑ دیا تو باقی میں نہیں کرے گا اور اگر بہت زیادہ بھڑھو ہو تو رکارہ بنا چاہئے جب یہ ختم ہو جائے اس وقت رمل کرنا چاہئے۔ (طحاوی)

ان سعی بعده :- اس عبارت سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ طواف قدوم میں رمل صرف اسی کے لئے ہے جو اسکے بعد سعی کا ارادہ رکھتا ہو، اور جو اسکے بعد سعی کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو اسکے لئے یہ نہیں ہے اسکی مکمل تفصیل ابھی دوسری فصل میں بیان کی جائے گی۔

للرجال :- اس عبارت سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ یہ رمل عورتوں کے لئے نہیں ہے بلکہ صرف مردوں کے لئے ہے لہذا اگر اس طرح عورتوں نے بھی کیا تو یہ سنت نہ کہلائے گا۔

هو افضل :- یعنی طواف کا زیادہ سے زیادہ کرنا غیر ملکی کیلئے بالقابل نفل نماز پڑھنے کے زیادہ افضل ہے اسلئے کہ بیت اللہ کو دیکھنا بھی ایک عبادت ہے اور طواف ایک عبادت ہے لہذا دو عبادتیں ایک جگہ جمع ہو جائیں گی۔ واللہ اعلم

الخطبة :- یہ خطبہ صرف امام یا اسکے نائب کیساتھ خاص ہے ان دونوں کے علاوہ اور کوئی خطبہ نہیں دے سکتا۔ بعد صلوٰۃ الظہر :- یعنی ساتویں ذی الحجہ کو نماز ظہر کے بعد خطبہ دینا سنت ہے لیکن اگر نماز سے پہلے یہ خطبہ دیا گیا تو صحیح تو ہو جائے گا لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (طحاوی)

یوم الترویہ :- ذی الحجہ کی آٹھ تاریخ کو یوم الترویہ کہا جاتا ہے اس کے بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ اپنے بیٹے کی قربانی کرو اسکے بعد سے آپ نے غور و فکر شروع کیا کہ آیا یہ امر من جانب اللہ ہے یا شیطان کی جانب سے دوسوہ ہے اس لئے اس کا نام یوم الترویہ رکھا گیا اور اسکے بعد حضرت ابراہیم نے پھر دوسری رات یہی خواب دیکھا اب آپ کو معلوم ہو گیا کہ یہ من جانب اللہ ہے اس وجہ سے

۹ رذی الحجہ کو عرفہ کہا جائے گا اور اسکے بعد جب تیسری رات آپ نے خواب دیکھا اور اس کے بعد ذبح کے بارے میں غور و فکر کیا اس لئے اس کا نام یوم النحر رکھا گیا۔ اور بعض علماء اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس دن لوگ پیاس کی شدت کی وجہ سے پانی کو دیکھتے ہیں اور پانی کے بارے میں فکر کرتے ہیں اور پانی کو عرفات و منیٰ کیلئے لے جاتے ہیں۔

اور یوم عرفہ کو اس لئے عرفہ کہا جاتا ہے کہ اس دن میں حضرت جبریلؑ نے حضرت ابراہیمؑ کو احکام حج سکھائے تھے اور اس سکھانے اور بتلانے کے بعد حضرت جبریلؑ نے فرمایا تھا اعرفت، تو اسکے جواب میں حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا عرفت۔

مع الظہر :- حاصل یہ ہے کہ اس روز ظہر اور عصر کی نمازیں ساتھ ساتھ پڑھی جائیں گی اور ظہر کی نماز سے قبل امام دو خطبہ پڑھے۔

خطبتین :- ان دونوں خطبوں میں مناسک حج اور قربانی اور مزدلفہ اور منیٰ وغیرہ میں قیام کا طریقہ بتلائے گا اور یہاں سے کب کوچ کیا جائے اور کس طرح حلق کر لیا جائے اور کس طرح ذبح کیا جائے وغیرہ کے احکامات کو بیان کرے گا۔

وَالْإِجْتِهَادُ فِي التَّضَرُّعِ وَالْخُشُوعِ وَالْبُكَاءِ بِالدُّمُوعِ وَالِدُّعَاءِ لِلنَّفْسِ وَالْوَالِدَيْنِ وَالْإِخْوَانِ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا شَاءَ مِنْ أَمْرِ الدَّارَيْنِ فِي الْجَمْعَيْنِ وَالِدَّفْعِ بِالسَّكِينَةِ وَالْوَقَارِ بَعْدَ الْغُرُوبِ مِنْ عَرَفَاتٍ وَالتَّزَوُّلِ بِمَزْدَلِفَةَ مُرْتَفِعًا عَنْ بَطْنِ الْوَادِي بِقُرْبِ جَبَلِ قَرْحٍ وَالْمَبِيتِ بِهَا لَيْلَةَ النَّحْرِ وَبِمَنْىَ أَيَّامٍ مَنِىَ بِجَمِيعِ أَمْنِيَّتِهِ وَكُرْهَ تَقْلِيدِهِ تَقْلِيدِهِ إِلَى مَكَّةَ إِذْ ذَاكَ وَيَجْعَلُ مَنِىَ عَنْ يَمِينِهِ وَمَكَّةَ عَنْ يَسَارِهِ حَالَةَ الْوُقُوفِ لِرُمَى الْجِمَارِ وَكَوْنَهُ رَاكِبًا حَالَةَ رُمَى جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ فِي كُلِّ أَيَّامٍ مَا شِئِيَ فِي الْجَمْرَةِ الْأُولَى الَّتِي تَلِي الْمَسْجِدَ وَالْوَسْطَى وَالْقِيَامِ فِي بَطْنِ الْوَادِي حَالَةَ الرَّمْيِ.

ترجمہ :- اور ان دونوں مجموعوں میں تضرع اور خشوع اور آنسوؤں کے ساتھ رونے میں اور اپنے لئے اور اپنے والدین کے واسطے اور تمام مسلمان بھائیوں کے لئے دین اور دنیا میں جس کی آرزو ہو دعا کرنے میں کوشش کرنا، اور عرفات سے غروب آفتاب کے بعد وقار اور سکون کے ساتھ روانہ ہو جانا اور مزدلفہ میں بطن وادی سے ہٹ کر جبل قرح کے پاس ٹھہرنا، ذی الحجہ کی دسویں رات کو مزدلفہ میں گزارنا اور منیٰ میں ان کے لیام میں اپنے تمام سامانوں کے ساتھ گزارنا، اور مکہ میں اپنے سامانوں کو ان دنوں سے پہلے بھیج دینا مکروہ ہے اور رمی جمار کیلئے ٹھہرنے کی حالت میں منیٰ کو دائیں اور مکہ کو اپنے بائیں رکھنا سنت ہے، اور جمرہ عقبہ کو سوار ہو کر کرنا تمام لیام میں اور جمرہ اولیٰ اور جمرہ وسطیٰ پر رمی کرنے کے وقت پیادہ ہونا اور جمرہ اولیٰ وہ ہے جو مسجد خیف کے قریب ہے۔ اور رمی کی حالت میں بطن وادی میں کھڑا ہونا۔

تشریح و مطالب :- الاجتہاد یعنی عرفات میں جس وقت وہ ٹھہرا ہوا ہو اس وقت خوب گریہ و زاری کے ساتھ دعا کرنی چاہئے اور آنکھوں سے آنسو نکلنا چاہئے نیز اسی طرح خود اپنے لئے دعا کرے اور اسی طرح اوروں کیلئے بھی دعا کرے اور اس مقام پر پہنچ کر والدین کے لئے بھی دعا کرنی چاہئے اس دعا میں کسی بات کی تخصیص نہیں ہے کہ صرف اسی کیلئے دعا کرے بلکہ اس میں ہر ایک چیز کے متعلق جو اس کو پسند ہو دعا کرے۔

بعد الغروب :- یعنی عرفات سے اس وقت کوچ کرے جب غروب آفتاب ہو جائے اور اس چلنے کے اندر

بھاگ دوڑ دھم دھکا اور شور و غوغا نہیں ہونی چاہئے بلکہ سکون و وقار کیساتھ اس جگہ سے کوچ کرنا چاہئے۔ واللہ اعلم
النزول بمزدلفة:- اب جبکہ عرفات سے غروب آفتاب کے بعد چلا تو اب جا کر مزدلفہ میں ٹھہرے اور اس میں
اس جگہ ٹھہرے جہاں پر جبل قزح ہے اور وادی سے ذرا ہٹ کر ٹھہرنا سنت ہے اور دسویں ذی الحجہ کی رات کو وہیں پر گزار دے۔
امتعتہ:- مصنف کی اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اس عبارت سے ایک
بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ خود عرفات کے لئے روانہ ہو جائے اور اپنے تمام سامانوں کو مکہ ہی میں چھوڑ دے۔

التی تلی المسجد:- منی کے میدان میں تین کھجے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو حجرہ کہا جاتا ہے اور ان
کے نام یہ ہیں حجرہ اولیٰ:- وہ حجرہ ہے جو مسجد خیف کے قریب ہے اور اسکے بعد کے حجرہ کا نام حجرہ وسطیٰ ہے یعنی درمیان
کا حجرہ اور آخری حجرہ کا نام حجرہ عقبیٰ ہے اور عقبیٰ کے معنی اخیر کے ہیں۔

وَكُونُ الرَّمْيِ فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ فِيمَا بَيْنَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَزَوَالِهَا وَفِيمَا بَيْنَ الزَّوَالِ وَغُرُوبِ الشَّمْسِ
فِي بَاقِي الْأَيَّامِ وَكَرَّهَ الرَّمْيُ فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ وَالرَّابِعِ فِيمَا بَيْنَ طُلُوعِ الْفَجْرِ وَالشَّمْسِ وَكَرَّهَ فِي اللَّيَالِي الثَّلَاثِ
وَصَحَّ لِأَنَّ اللَّيَالِي كُلَّهَا تَابِعَةٌ لِمَا بَعْدَهَا مِنَ الْأَيَّامِ إِلَّا الَّتِي تَلِيَ عَرَفَةَ حَتَّىٰ صَحَّ فِيهَا الْوُقُوفُ بِعَرَفَاتٍ وَهِيَ لَيْلَةُ
الْعِيدِ وَلَيَالِي الرَّمْيِ الثَّلَاثِ فَإِنَّهَا تَابِعَةٌ لِمَا قَبْلَهَا وَ الْمُبَاحُ مِنْ أَوْقَاتِ الرَّمْيِ مَا بَعْدَ الزَّوَالِ إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ
مِنْ الْيَوْمِ الْأَوَّلِ وَبِهَذَا عَلِمَتْ أَوْقَاتُ الرَّمْيِ كُلَّهَا جَوَازًا وَكَرَاهَةً وَاسْتِحْبَابًا.

ترجمہ:- اور پہلے دن کی رمی طلوع شمس سے زوال آفتاب تک کے درمیان میں ہونا اور باقی ایام میں زوال
آفتاب سے غروب شمس کے درمیان میں ہونا اور پہلے اور چوتھے دن طلوع فجر سے طلوع شمس کا رمی کو مکروہ مانا گیا ہے، اور ان
تینوں راتوں میں بھی رمی کو مکروہ مانا گیا ہے اور اگر رمی کر لی جائے تو صحیح ہو جائے گا اس لئے کہ ہر ایک رات اپنے آنے والے
دن کے تابع ہوتی ہے مگر وہ رات جو یوم عرفہ کے متصل ہے، یہاں تک کہ اس رات کے اندر عرفات میں ٹھہرنا صحیح ہو جاتا
ہے اور یہی عید کی رات ہے اور ان تینوں راتوں میں رمی کرنا صحیح ہے اس لئے کہ یہ اپنے ماقبل کے تابع ہیں اور یوم اول میں مباح
وقت زوال کے بعد سے غروب آفتاب تک ہے اور اس بیان سے رمی کے جائز اور مکروہ اور مستحب اوقات معلوم ہو گئے۔

القیام: یعنی رمی جمار کی حالت میں بطن وادی میں کھڑا رہنا اور کھڑے ہو کر رمی کرنا سنت
تشریح و مطالب:- ہے اور اسی طرح قیام سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ اس وقت حاجی کو زمین پر ہونا چاہئے۔

اوقات الرمی: رمی کے اوقات کل چار ہیں ایک تو یوم النحر اور تین دن اسکے بعد اول دن وقت مکروہ طلوع
فجر کے بعد سے آفتاب کے نکلنے کے وقت تک ہے اور مسنون وقت طلوع شمس سے زوال تک ہے اور اس میں وقت
مباح زوال آفتاب سے لیکر غروب شمس تک ہے اور اس غروب آفتاب سے لیکر طلوع فجر تک مکروہ ہے۔ اور
دوسرے اور تیسرے دن طلوع شمس سے زوال آفتاب تک جائز ہی نہیں ہے اور زوال آفتاب سے غروب آفتاب تک
مسنون ہے، اور مغرب کے بعد سے لیکر طلوع فجر تک مکروہ ہے، اب اگر کسی نے رات کے وقت طلوع فجر سے قبل رمی
کر لیا تو جائز ہے اور رات میں کرنے کی وجہ سے اس پر کوئی تاوان نہ ہوگا۔

اور چوتھے دن کب سے کب تک سنت ہے؟ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے، امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ طلوع شمس سے لے کر غروب آفتاب تک ہے مگر زوال سے قبل مکروہ ہے اور اسکے بعد مسنون ہے۔

اور حضرات صاحبین فرماتے ہیں کہ اس کا وقت زوال آفتاب کے بعد ہے اور اس سے قبل صحیح نہیں ہے اور صاحبین اس چوتھے دن کو دوسرے یا تیسرے دن پر قیاس کرتے ہیں کہ جس طرح ان دونوں دنوں میں زوال سے قبل جائز نہیں ہے اسی طرح چوتھے دن بھی زوال سے قبل جائز نہ ہوگا۔

اور امام ابو حنیفہؒ اس کو پہلے دن پر قیاس کرتے ہیں کہ جس طرح اس دن طلوع شمس سے غروب آفتاب تک جائز ہے اسی طرح اس میں بھی طلوع آفتاب سے غروب تک جائز ہوگا، اب جبکہ چوتھے دن رمی جمار نہ کر سکا اور سورج غروب ہو گیا تو اب رات میں رمی جمار نہیں کر سکتا اس لئے کہ رمی کا وقت ختم ہو گیا تو اب اس سے یہ فعل ساقط ہو گیا اور اسکے اوپر اس رمی جمار کے چھوڑنے کی وجہ سے دم لازم آئے گا۔

وَمِنَ السَّنَةِ هَذِي الْمَفْرُودِ بِالْحَجِّ وَالْأَكْلُ مِنْهُ وَمِنَ هَذِي النُّطُوعِ وَالْمُنْعَةِ وَالْقِرَانَ فَقَطُّ وَمِنَ السَّنَةِ الْخُطْبَةُ يَوْمَ النَّحْرِ مِثْلَ الْأَوَّلَى يُعْلَمُ فِيهَا بَقِيَّةُ الْمَنَاسِكِ وَهِيَ ثَالِثَةُ خُطْبِ الْحَجِّ وَتَعْجِيلُ النَّفَرِ إِذَا أَرَادَهُ مِنْ مَنَى قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ مِنَ الْيَوْمِ الثَّانِي عَشَرَ وَإِنْ أَقَامَ بِهَا حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ مِنَ الْيَوْمِ الثَّانِي عَشَرَ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ وَكَذَلِكَ أَسَاءَ.

ترجمہ:۔ اور من جملہ سنن میں سے ایک سنت یہ بھی ہے کہ مفرد باحج قربانی کرے اور اس میں سے کھائے اور نفلی قربانی سے کھائے اور متعہ کی قربانی اور قران کی قربانی میں سے کھانا جائز ہے اس کے علاوہ میں سے نہیں اور سنت میں سے یہ بھی ہے کہ یوم النحر کو خطبہ دے پہلے کی طرح اور اس میں بقیہ مناسک حج کو بتلائے اور حج کے درمیان کا تیسرا خطبہ ہے اور بارہویں تاریخ کو منیٰ سے غروب آفتاب سے قبل کوچ کرنے کا ارادہ کرے اور اگر وہاں پر ٹھہر رہا یہاں تک کہ غروب آفتاب ہو گیا تو اس ٹھہرنے کی وجہ سے اس پر کچھ نہ ہوگا، ہاں یہ برا کرنے والا سمجھا جائے گا۔

تشریح و مطالب:- ہدی المفرد حج افراد کو کہا جاتا ہے کہ میقات سے حج کے اخیر تک کیلئے احرام باندھا جائے اور آپس حاجی کیلئے ضروری ہے کہ میقات سے احرام باندھے اور اس میں عمرہ شامل نہیں ہوگا۔

یہ دیکھئے کہ مصنفؒ کیا بیان کرنا چاہ رہے ہیں فرماتے ہیں کہ حج افراد کرنے والوں کے لئے ایک سنت یہ بھی ہے کہ وہ قربانی کرے اور اس کا گوشت کھائے۔

فقط:- یہ لفظ فقط لا کر اس طرف اشارہ کرنا چاہ رہے ہیں کہ قران اور تمتع کے علاوہ جو جانور ذبح کئے جاتے ہیں مثلاً جو جانور خطا یا جنایت وغیرہ کے سلسلہ میں واجب ہوتے ہیں ان میں سے کھانا جائز نہیں ہے۔

الخطبة:- یعنی قربانی کے دن خطبہ کا دینا بھی سنت ہے اور اس میں باقی احکامات حج بتلائے جائیں گے اور حج کے درمیان میں جو خطبہ ہوتا ہے وہ یہ تیسرا خطبہ ہے دو کا بیان اس سے قبل ہو چکا ہے۔

تعجيل النفر:- نون کے فتح کے ساتھ اور فاء کے سکون کے ساتھ اور اسکے معنی لوٹنے کے ہیں یعنی منیٰ سے غروب آفتاب سے قبل لوٹ آنا سنت ہے اور اگر غروب آفتاب تک وہیں ہی ٹھہر رہا اور وہاں سے کوچ نہیں کیا تو اس میں

کوئی حرج نہیں ہے اور اس ٹھہرنے کی وجہ سے اس پر کوئی تاوان نہ ہو گا ہاں یہ بات ضرور ہے کہ یہ خلاف ادب ہے۔ پہلے دن کو یوم النحر کہا جاتا ہے اسلئے کہ لوگ اس میں قربانی کرتے ہیں اور دوسرے دن کو یوم النفر کہا جاتا ہے اسلئے کہ لوگ اس دن کوچ کرتے ہیں، اور تیسرے دن کو نفراول اور چوتھے دن کو نفراثنی اور چوتھان وہ ۱۳ ارذی الحجہ ہے۔ (جوہرہ: تہذیب)

وَأَن أَقَامَ بِمَنَى إِلَى طُلُوعِ فَجْرِ الْيَوْمِ الرَّابِعِ لِرَمَةِ رَمِيَّةٍ وَمِنَ السَّنَةِ النَّزُولُ بِالْمُحَصَّبِ سَاعَةً بَعْدَ اِرْتِحَالِهِ مِنْ مَنَى وَشَرَبُ مَاءٍ زَمْزَمَ وَالتَّضَلُّعُ مِنْهُ وَاسْتِقْبَالُ الْبَيْتِ وَالنَّظَرُ إِلَيْهِ قَائِمًا وَالصَّبُّ مِنْهُ عَلَى رَأْسِهِ وَسَائِرُ جَسَدِهِ وَهُوَ لِمَا شَرِبَ لَهُ مِنْ أُمُورِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ السَّنَةِ التَّزَامُ الْمُلْتَزِمُ وَهُوَ أَنْ يَضَعَ صَدْرَهُ وَوَجْهَهُ عَلَيْهِ وَالتَّشَبُّثُ بِالْأَسْتَارِ سَاعَةً دَاعِيًا بِمَا أَحَبَّ وَتَقْبِيلُ عَثْبَةِ الْبَيْتِ وَذُخُولُهُ بِالْأَدَبِ وَالتَّعْظِيمِ.

ترجمہ:۔ اور اگر ۱۳ ارذی الحجہ تک منی میں ٹھہرا ہوا تو اس دن کی رمی کرنا ہوگی اور سنت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ منی سے کوچ کرنے کے بعد مقام محصب میں کچھ دیر کیلئے ٹھہر جائے، اور زمزم کا پانی پینا بھی سنت ہے اور کفین کو خوب بھر کر پینا اور استقبال قبلہ کرنا اور کھڑے ہو کر اسکی طرف دیکھنا اور اس میں سے تھوڑا پانی سر پر اور تمام جسم پر بہالینا، اور آب زمزم جس مقصد کیلئے بھی ہو یا وہ دنیاوی امور میں سے ہو یا اخروی میں سے۔ اور سنت میں سے یہ بھی ہے کہ ملتزم کا التزام کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے چہرے اور سینہ کو اس پر رکھ دے اور نیز مسنون ہے خانہ کعبہ کے پردہ کو تھامنا تھوڑی دیر کیلئے اور جس چیز کیلئے چاہے دعا کرے اور بیت اللہ کی چوکھٹ کا بوسہ دینا اور بیت اللہ میں ادب و تعظیم کے ساتھ داخل ہونا۔

تشریح و مطالب:۔ | الیوم الرابع: یعنی اگر منی میں ۱۳ ارذی الحجہ تک ٹھہرا ہوا تو اس ٹھہرنے کی وجہ سے اس کے اوپر رری لازم ہوگی۔

المحصب: ایک مقام کا نام ہے جو کہ مکہ اور منی کے درمیان میں واقع ہے اور اس جگہ کو اب بھی کہا جاتا ہے اس جگہ اترنا سنت کفایہ ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے کہ جب حضور پائ صلی اللہ علیہ وسلم حج سے واپس ہوئے تو ۱۳ ارذی الحجہ کو آپ نے محصب میں قیام فرمایا اور اسی جگہ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا فرمائیں اور اسکے بعد رات کے وقت مکہ میں داخل ہوئے اور اسکے بعد طواف وداع فرمایا (عمدۃ الراعی) طواف سے فارغ ہونے کے بعد آب زمزم پر تشریف لائے اور کھڑے ہو کر قبلہ کی جانب منہ کر کے پانی نوش فرمایا۔ (آخر جہ احمد)

شرب ماء زمزم: اس کا طریقہ یہ ہے کہ زمزم کے قریب آئے اور خود سے اس پانی کو پئے اور اس پانی کے پینے کے وقت وہ قبلہ رخ ہو اور اسکے درمیان میں سانس لے اور ایک مرتبہ جب سانس لے اپنی نگاہ کو آسمان کی طرف کرے اور بیت اللہ کو دیکھے اور اپنے سر اور چہرے پر ملے اور اپنے بدن پر لگائے اور اگر پانی حاصل ہو جائے تو اپنے بدن پر ڈال لے اور اس پانی کے استعمال کے وقت جو بھی نیت کی جائے گی وہ انشاء اللہ ضرور پوری ہوگی، چنانچہ علماء کرام نے بڑے بڑے کام کیلئے اس زمزم کو استعمال کیا اور ان کا مطلب حل ہو گیا۔

التشبث:۔ یعنی خانہ کعبہ کے پردے کو چٹ کر رونے کی شکل بنائے، یہ اس صورت میں ہے کہ جب اس کا پکڑنا ممکن ہو اور اگر اس کا پکڑنا ممکن نہ ہو تو اپنے ہاتھوں کو اپنے سر کے اوپر کھول کر رکھے اور جو دعا چاہئے کرے۔

واپس ہونے کے وقت مستحسن یہ ہے کہ خانہ کعبہ کی طرف پشت نہ ہو اور اسکی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ رخصت ہونے کے وقت اس طرح اسکی طرف زیادہ سے زیادہ رخ ہو گا اور اس کو دیکھے گا اور اس دیکھنے میں خانہ کعبہ کی تعظیم ہوگی۔

ثُمَّ لَمْ يَقْ عَلَيْهِ إِلَّا أَعْظَمُ الْقُرْبَاتِ وَهِيَ زِيَارَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ فَيَنْوِيهَا عِنْدَ خُرُوجِهِ مِنْ مَكَّةَ مِنْ بَابِ سَبِيكَةِ مِنَ الثَّيِّبَةِ السُّفْلَى وَتَسْتَدْكُرُ لِلزِّيَارَةِ فَصَلَا عَلَى حَدِيثِهِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.

ترجمہ:۔ اور اب اسکے بعد کوئی فریضہ حج باقی نہیں رہا البتہ ایک باقی رہ گیا جو سب سے بڑی قربت ہے اور وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزارات متبرکہ، چنانچہ اسے چاہئے کہ زیارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت کرے جس وقت کہ وہ باب سبیکہ سے ہو کر منیہ سفلی سے گزرتا ہو انکہ معظمہ سے نکلے اور زیارت نبی کے متعلق ہم ایک الگ مستقل فصل ذکر کر رہے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ۔

فصل فی کیفیت ترکیب افعال الحج إذا أراد الدُّخُولَ فِي الْحَجِّ أَحْرَمَ مِنَ الْمَيْمَنَاتِ كَرَابِغٍ فَيَغْتَسِلُ أَوْ يَتَوَضَّأُ وَالْغُسْلُ وَهُوَ أَحَبُّ لِلتَّطْيِيفِ فَتَغْتَسِلُ الْمَرْأَةُ الْحَائِضُ وَالنَّفْسَاءُ إِذَا لَمْ يَصْرُهَا وَيَسْتَجِبُ كَمَالُ النَّظَافَةِ بِقَصِّ الظُّفْرِ وَالشَّارِبِ وَتَنْفِ الْإِبْطِ وَحَلْقِ الْغَانَةِ وَجَمَاعِ الْأَهْلِ وَالذَّهْنِ وَكُلِّ مُطْيَبٍ وَيَلْبَسُ الرَّجُلُ إِزَارًا وَرَدَاءَ جَدِيدَيْنِ أَوْ غَسِيلَيْنِ وَالْجَدِيدُ الْإَبْيَضُ أَفْضَلُ وَلَا يَزِرُهُ وَلَا يَعْقِدُهُ وَلَا يَخْلُلُهُ فَإِنْ فَعَلَ كَرِهَ وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ وَتَطْيَبُ وَصَلَّ رَكَعَتَيْنِ وَقُلْ اللَّهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ الْحَجَّ فَيَسِّرْهُ لِي وَتَقَبَّلْهُ مِنِّي.

ترجمہ:۔ افعال حج کو ترکیب دینے کی صورت اور حج کرنے کا طریقہ۔ جب حج کرنے کا ارادہ کرے تو میمقات سے حج کا احرام باندھے جیسے رابغ تو غسل کرے یا وضو کرے اور غسل کرنا پاکی حاصل کرنے کے لئے زیادہ افضل ہے چنانچہ حیض و نفاس والی عورت اگر اس کو اس سے نقصان نہ ہو تو غسل کرے اور مستحب ہے کمال نظافت کا حاصل کرنا ناخن کو کاٹ کر، اور مونچھوں کو کتر واکر، بغل کے بال صاف کر کے، اور زیر ناف کو صاف کر کے، اپنے اہل سے جماع کر کے، اور تیل لگا کر کے اگرچہ وہ تیل خوشبودار ہو۔

اور مرد ایک تہہ بند اور ایک چادر پہنے گا جو دونوں نے ہوں یا دھلے ہوئے ہوں اور نئے سفید رنگ کے بہتر ہیں اور چادر میں نہ گڈھی لگائے، نہ اسکو باندھے اور نہ اس کو پھاڑ کر گلے میں ڈالے، اور اگر ایسا کر لیا تو مکروہ ہے اور اس کی وجہ سے اس پر کوئی تاوان نہیں ہوگا۔ اور خوشبودار اور دور کعت نماز پڑھ اور کہہ (ترجمہ) اے اللہ! میں حج کا ارادہ کرتا ہوں خداوند تو اس کو میرے لئے آسان کر دے اور قبول فرما۔

ابھی تک مصنف "فرائض حج کو بیان کر رہے تھے اور یہ بتلا رہے تھے کہ حج کن لوگوں پر فرض ہے اور کون کون چیزیں اس میں واجب ہیں اور کیا کیا سنن ہیں۔ جب اس کو بیان کر چکے تو اب

یہاں سے ترکیب حج کو مفصلاً بیان کرنا چاہتے ہیں کہ کون فعل کس طرح کیا جائے اور کب کیا جائے ان تمام چیزوں کی مفصل بحث اب لارہے ہیں۔

المیمقات:۔ وہ جگہ جہاں سے بلا احرام باندھے آگے جانا جائز نہ ہو اسکی تفصیل گزر چکی ہے۔

کراہیغ :- حرمین کے قریب ایک وادی ہے اسے رابع کہا جاتا ہے بحر سے کچھ قریب ہے جحفہ سے پہلے ہے جو مکہ جاتا ہے اسکے بائیں جانب پڑتا ہے۔

العسل :- یہ غسل صفائی اور ستھرائی کیلئے ہے ناپاکی کو دور کرنے کے واسطے نہیں، اسی لئے یہ حیض و نفاس والی عورت کیلئے بھی سنت ہے۔

کمال النظافۃ :- یعنی اس طرح سے ہو کہ میل و پکیل دور ہو جائے اور صفائی و ستھرائی حاصل ہو جائے۔
نتف الابط :- یعنی بغل کا بال اکھاڑنا، اس میں مستحب یہی ہے کہ اس مقام کا بال اکھاڑا جائے لیکن اگر اس میں دشواری ہو تو کسی آلہ سے صاف کرنا چاہئے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

جماع الاہل :- یعنی اپنی بیوی سے جماع کر لے تاکہ درمیان حج میں کوئی ایسی صورت نہ پیش آجائے کہ جس کی وجہ سے جماع کرنے پر مجبور ہو جائے اور حج فاسد ہو جائے اسلئے پہلے جماع کر لینی چاہئے تاکہ اس جماع کی وجہ سے کچھ دنوں تک جماع کی خواہش نہ ہو۔

تطیب :- حج اور عمرہ دونوں کے احرام میں خوشبو لگا سکتا ہے لیکن ایک بات ذہن نشین رہنا چاہئے کہ یہ سنن زوائد میں سے ہے لہذا اگر اسکے پاس خوشبو نہ ہو تو دوسرے سے نہ مانگے۔

صل رکعتین :- اسلئے کہ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت جابرؓ راوی ہیں کہ حضرت ﷺ نے ذوالحلیفہ میں احرام باندھا اور دو رکعت نماز ادا فرمائی، اب اسکے بارے میں دو قول ہیں کہ یہ سنت ہے یا مستحب؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ سنت ہے اور بعض حضرات کے نزدیک مستحب لیکن یہ ایسے وقت نہ ہو کہ وہ وقت مکروہ ہو اور ان دونوں رکعتوں میں اسکو اختیار ہے جو سورت چاہئے پڑھے لیکن اگر پہلی رکعت میں قل یا ایہا الکافرون اور دوسری رکعت میں قل ہو اللہ احد پڑھے تو یہ افضل ہے۔

وَلَبِ دُبْرَ صَلَوتِكَ تَنَوُّیْ بِهَا الْحَجَّ وَهِيَ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ وَالْمُلْكَ لَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ وَلَا تَقْصُ مِنْ هَذِهِ الْاَلْفَاظِ شَيْئًا وَزِدْ فِيْهَا لَبَّيْكَ وَسَعْدِيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ لَدَيْكَ لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَىٰ اِلَيْكَ وَالزِّيَادَةُ سُنَّةٌ فَاِذَا لَبَّيْتَ نَاوِيًا فَقَدْ اَحْرَمْتَ فَاتَّقِ الرِّقَّتَ وَهُوَ الْجَمَاعُ وَقِيلَ ذِكْرُهُ بِحَضْرَةِ النَّسَاءِ وَالْكَلَامِ الْفَاجِشِ وَالْفُسُوقِ وَالْمَعَاصِي وَالْجِدَالَ مَعَ الرُّفَقَاءِ وَالْخَلْدَمِ وَقَتْلَ صَيْدِ الْبَرِّ وَالْاِشَارَةَ وَالِدَّلَالَۃَ عَلَيْهِ وَلَبَسَ الْمَخِيْطَ وَالْعِمَامَةَ وَالْخَفِيْنَ وَتَغْطِيَةَ الرَّاسِ وَالْوَجْهَ وَمَسَّ الطَّيْبَ وَحَلَقَ الرَّاسَ وَالشَّعْرَ.

ترجمہ :- اور نماز کے بعد تلبیہ کہو اس حال میں کہ اس سے حج کا ارادہ کر رہے ہو اور تلبیہ یہ ہے (ترجمہ) حاضر ہوتا ہوں میں اے اللہ میں حاضر ہوتا ہوں، نہیں ہے کوئی تیرا شریک حاضر ہوتا ہوں، بیشک حکم اور ملک اور نعمت تیرے ہی لئے ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔ اور ان الفاظ میں سے کچھ بھی کم نہ کرے، اور ان میں بڑھائے (ترجمہ) حاضر ہوتا ہوں اور موافقت کرتا ہوں میں تیری اے خداوند عالم تمام بھلائی تیرے ہاتھوں میں ہے حاضر ہوتا ہوں اور تمام آرزو و تمنا تیری طرف ہے اور ان الفاظ کا زیادہ کرنا سنت ہے، اب جبکہ تم نے اس نیت سے تلبیہ کہہ لیا تو اب تو محرم ہو گیا تو اب رفٹ سے بچ اور وہ جماع کرنا ہے اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ رفٹ وہ جماع کا ذکر کرنا ہے عورتوں کے سامنے اور فحش کلام کرنے

سے، اور فسوق اور گناہ کی بات کرنے سے اور دوستوں اور نوکروں کے ساتھ لڑائی جھگڑا کرنے سے اور خشکی کے شکار کو قتل کرنے سے اور اس کی اطلاع اور خبر دینے سے اور اسکی طرف اشارہ کرنے سے اور سلعے ہوئے کپڑے پہننے اور عمامہ باندھنے اور موزہ پہننے سے، اور سر اور چہرہ چھپانے سے اور خوشبو لگانے اور سر اور بال کے مونڈوانے سے احتراز کرے۔

تشریح و مطالب :- لب دبر صلوٰۃ : لب یہ صیغہ امر ہے تلبیہ سے، یعنی نماز کے بعد زبان سے تلبیہ کہے اور دل خداوند تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو، کیوں کہ اگر زبان سے دعا کے الفاظ ادا ہوں اور قلب غافل ہو تو اس سے دعا کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

تنوی بہا الحج :- یہ کمال کو بیان کرنے کے واسطے ہے ورنہ صرف مطلق نیت کر لینے سے حج صحیح ہو جاتا ہے اگرچہ دل ہی سے ہو، صاحب نہر ارشاد فرماتے ہیں کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس دعاء یعنی اللھم انی الخ سے حج کی نیت حاصل ہوتی ہے اسلئے کہ نیت ایک دوسرا فعل ہے اور وہ قصد و ارادہ کے بعد ہوتی ہے اور نیت کے معنی آتے ہیں کسی چیز پر عزم کرنا، مشائخ فرماتے ہیں کہ زبان سے بھی نیت کرے تاکہ قلب کے مطابق ہو جائے۔ (شامی)

ولا تنقص :- یعنی یہ دعاء جو بتلائی گئی ہے اس میں کسی طرح کی نہ کی جائے اور نہ اس میں کوئی لفظ بڑھایا جائے البتہ ان الفاظ کی زیادتی درست ہے لبیک وسعدیک والخیر کلہ بیدیک لبیک والرغبی الیک۔ اور ان الفاظ کا زیادہ کرنا سنت سے ثابت ہے، لہذا ان الفاظ کو زیادہ کر لینا چاہئے تاکہ ایک سنت پر عمل ہو جائے، البتہ جو دعائے ماثورہ بیان کی گئی ہے اس سے زیادہ پڑھنی مکروہ تحریمی ہے اور اس دعاء کو بار بار پڑھنا سنت ہے اور اسی طرح سے بلند آواز سے پڑھنا افضل ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب یہ سنت ہے تو اس کا تارک تارک سنت ہو گا۔

فقد احرمت :- مصنف کی اس عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے قبل وہ محرم نہیں تھا اور جب اسے کر لیا تو اب حالت احرام میں ہو گیا اور بہت سی مباح چیزیں اب اس کیلئے حرام ہو گئیں اور اب ان کا ترک کر دینا لازم و واجب ہو گیا۔

الرفث :- لقولہ تعالیٰ فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج اس آیت سے ان چیزوں کی ممانعت ثابت ہو گئی کہ حج میں ان افعال کو نہ کیا جائے، اب رفث کسے کہا جائے اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ رفث جماع کرنے کو کہا جاتا ہے، اور بعض حضرات رفث کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ عورتوں کی موجودگی میں جماع کی باتیں کرنا، اب ان حضرات کے نزدیک اگر عورتیں موجود نہ ہوں اور جماع کی باتیں کی جائیں تو یہ رفث نہیں ہو گا۔

وَيَجُوزُ الْإِغْتِسَالُ وَالِاسْتِظْلَالُ بِالْخِيْمَةِ وَالْمَحْمِلِ وَغَيْرِهِمَا وَشَدُّ الْهَيْمَانِ فِي الْوَسْطِ وَكَثِيرُ التَّلْبِيَةِ مَتَى صَلَّيْتَ أَوْ عَلَوْتَ شَرْفًا أَوْ هَيِطْتَ وَادِيًا أَوْ لَقِيتَ رَكْبًا وَبِالْأَسْحَارِ رَافِعًا صَوْتَكَ بِلا جَهْدٍ مُضِرٍّ وَإِذَا وَصَلْتَ إِلَى مَكَّةَ يَسْتَحِبُّ أَنْ تَغْتَسِلَ وَتَدْخُلَهَا مِنْ بَابِ الْمُعَلَى لِتَكُونَ مُسْتَقْبِلًا فِي دُخُولِكَ بَابَ الْبَيْتِ الشَّرِيفِ تَعْظِيمًا وَيَسْتَحِبُّ أَنْ تَكُونَ مُلَبِّيًا فِي دُخُولِكَ حَتَّى تَأْتِيَ بَابَ السَّلَامِ فَتَدْخُلَ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ مِنْهُ مَتَوَاضِعًا خَاشِعًا مُذْنِبًا مُلَاحِظًا جَلَالََةَ الْمَكَانِ.

ترجمہ :- اور جائز ہے غسل کرنا اور سایہ حاصل کرنا خیمہ اور کجاوہ تلے اور ان دونوں کے علاوہ، اور ہیمان کا

کمر میں باندھنا جائز ہے، اور تو تلبیہ کو زیادہ کہے جس وقت کہ نماز پڑھے یا کسی اونچی جگہ پر چڑھے یا کسی وادی میں اترے یا کسی سوار سے ملے، اور ہر صبح کو تو اپنی آواز کو بلند کرے بلا کسی ایسی مشقت کے جو نقصان دہ ہو۔ اور جب تو مکہ میں پہنچ جائے تو مستحب ہے کہ غسل کرے اور باب معلیٰ سے داخل ہو تاکہ باعتبار تعظیم کے بھی تو داخل ہوتے وقت بیت اللہ شریف کا استقبال کرنے والا ہو اور یہ بھی مستحب ہے کہ داخل ہوتے وقت تلبیہ کہتا رہے یہاں تک کہ باب سلام کے پاس آجائے تو اسی سے مسجد حرام کے اندر داخل ہو عاجزی کرتے ہوئے، خشوع و خضوع کرتے ہوئے، لبیک لبیک کہتے ہوئے، اور اس مکان کی عظمت اور جلال کا دل میں پورے طور سے لحاظ رکھتے ہوئے۔

تشریح و مطالب :- | الاغتسال: یعنی حالت احرام میں حاجی کیلئے غسل کرنا جائز ہے اس میں کوئی مضائقہ اور تاوان نہیں۔

الاستظلال: اسی طریقہ سے سایہ میں کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے خواہ وہ سایہ خیمہ سے حاصل ہو رہا ہو یا کجاوہ وغیرہ سے لیکن اس میں ایک بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ اس سایہ حاصل کرنے میں اس کے سر سے کوئی چیز نہ لگے بایں طور کہ اس کا سر چھپ جائے اگر اسکے سر یا چہرے کو کوئی چیز چھپالے گی تو یہ مکروہ ہو گا اور یہ ایسا ہی ہو گا جیسے کہ وہ کپڑے یا اور کسی چیز سے چھپاتا اور اس کو اس کی وجہ سے تاوان لازم آتا۔

الہمیان :- ہمیان اسے کہا جاتا ہے جس میں دراہم و دنانیر وغیرہ رکھ کر کمر میں باندھ لیا جاتا ہے اور مصنفؒ نے اسے مطلق استعمال کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس میں ضروری نہیں ہے کہ اس کا خرچہ ہو بلکہ اگر کسی غیر کا نفقہ اس میں ہو تب بھی اس کا باندھنا جائز ہے اسکا حکم سلع ہوئے لباس کا ہر گز نہ ہو گا اور نیز مصنفؒ کی عبارت سے ایک بات اور معلوم ہو گئی کہ بٹے تلوار وغیرہ کا باندھ لینا مکروہ نہیں ہے۔ (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادبؒ)

متی صلیت: یعنی نماز کے بعد تلبیہ کہی جائے مصنفؒ نے صلیت کو مطلق استعمال کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ وہ نماز جس طرح کی بھی ہو خواہ نفل ہو یا فرض ہر ایک نماز کے بعد تلبیہ کہی جائے اور اسی طرح سے جب بھی کسی بلند جگہ پر چڑھے یا اسی طرح کسی وادی میں اترے یا کسی سوار سے ملاقات کرے یا جب وہ صبح کرے اس وقت تکبیر کہے اور ہر وقت ذکر خدا میں غرق اور یاد خدا میں سرشار رہے۔

رافعا: تلبیہ کا بلند آواز سے کہنا سنت ہے لیکن اس قدر بلند آواز سے نہیں کہ جس سے اس کو خود تکلیف ہوتی ہو جیسا کہ بعض عوام خوب بلند آواز سے کہتے ہیں اور اس قدر بلند آواز نکالنے میں خود ان کو تکلیف ہوتی ہے اور مصنفؒ بلا جہد مضرت لاکر اسی طرف اشارہ کرنا چاہ رہے ہیں۔

تغسل: یہ بات پہلے عرض کی جا چکی ہے کہ غسل صرف صفائی کے لئے ہے پاکی حاصل کرنے کے لئے نہیں اسی لئے اس کو وہ عورت بھی کرے گی جو حالت حیض یا ایام نفاس میں ہو، اور مصنفؒ نے دخول مکہ کو مطلق بیان کیا کسی وقت کے ساتھ خاص نہیں کیا اس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ رات اور دن دونوں اوقات میں داخل ہو سکتا ہے، بہر حال مکہ میں داخل ہونے کا وقت مستحب وہ دن ہے۔ (ماخوذ از حاشیہ)

باب المعلى: اس سے داخل ہونے میں حکمت یہ ہے کہ بیت اللہ شریف سامنے ہو گا اور اسکے دیکھنے میں اس کی تعظیم ہے اگر اور دوسرے دروازے سے داخل ہو گا تو اس کی یہ بات حاصل نہ ہو گی اور بیت اللہ کبھی پیچھے پڑ جائے گا اور کبھی اور سمت۔ واللہ اعلم

مصلیاً: یعنی جس وقت داخل ہو اس وقت تکبیر کہہ رہا ہو اور اسی طرح سے تواضع و انکساری کے ساتھ اس میں داخل ہو اور مسجد حرام میں باب السلام سے داخل ہونا چاہئے۔

مُكِبْرًا مُهْلِلًا مُصَلِّيًا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَلَطِّفًا بِالْمَزَاحِمِ دَاعِيًا بِمَا أَحْبَبْتَ فَإِنَّهُ مُسْتَجَابٌ عِنْدَ رُؤْيَةِ الْبَيْتِ الْمُكْرَمِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ مُكْبِرًا مُهْلِلًا رَافِعًا يَدَيْكَ كَمَا فِي الصَّلَاةِ وَضَعَهُمَا عَلَى الْحَجَرِ وَقَبْلَهُمَا بِلَا صَوْتٍ فَمَنْ عَجَزَ عَنْ ذَلِكَ إِلَّا بِإِذْنِ تَرْكِهِ وَمَسَّ الْحَجَرَ بِشَيْءٍ وَقَبْلَهُ أَوْ أَشَارَ إِلَيْهِ مِنْ بَعِيدٍ مُكْبِرًا مُهْلِلًا حَامِدًا مُصَلِّيًا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ طَفَّ آخِذًا عَنْ يَمِينِكَ مِمَّا يَلِي الْبَابَ مُضْطَجِعًا وَهُوَ أَنْ تَجْعَلَ الرِّدَاءَ تَحْتَ الْإِبْطِ الْأَيْمَنِ وَتُلْقِي طَرْفِيهِ عَلَى الْأَيْسَرِ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ دَاعِيًا فِيهَا بِمَا شِئْتَ وَطَفَّ وَرَاءَ الْحِطِيمِ

ترجمہ:۔ اور کبھی تو اللہ اکبر کہتے ہوئے اور کبھی لا الہ الا اللہ کہتے ہوئے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہوئے اور جو تم سے مزاحم ہو اس سے نرمی کرتے ہوئے، جو چیز تم کو پسند ہو اسکی دعاء کرتے ہوئے اس لئے کہ بیت مکرم کے دیکھنے کے وقت دعا قبول ہوتی ہے پھر حجر اسود کا استقبال کرے، تکبیر و تہلیل کہتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے جس طرح نماز میں اٹھایا جاتا ہے اب ان دونوں ہاتھوں کو حجر اسود پر رکھے اور بلا آواز کے اس کو بوسہ دے اور جو اس سے عاجز ہو مگر لوگوں کو تکلیف دے کر تو حجر اسود کے بوسہ دینے کو ترک کر دے اور اس حجر اسود کو کسی چیز سے چھوئے اور اس کو بوسہ دے لے یا دور سے اسکی طرف اشارہ کرے تکبیر کہتے ہوئے، تہلیل کہتے ہوئے، حمد بیان کرتے ہوئے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہوئے پھر اپنی داہنی طرف سے طواف کو شروع کرے اور ابتداء اس طرف سے کرے جو دروازے سے ملا ہوا ہو اور اضطباع کی صورت میں طواف کرے، اور اضطباع یہ ہے کہ اپنی چادر کو داہنی جانب سے نکال لے اور اس کے کناروں کو بائیں جانب ڈال لے اور سات چکر لگائیں اور جس چیز کی تمنا ہو اس کی دعاء کریں اور حطیم کے احاطہ کے باہر طواف کریں۔

تشریح و مطالب :- | مصلیاً: یعنی کہ جس وقت کہ یہ تکبیر و تہلیل کہے اس وقت حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک بھیجئے۔

المزاحم :- یعنی اگر اس وقت بھیڑ بھاڑ ہو جائے، لوگوں کی کثرت اور ازدحام ہو جائے تو اس وقت لوگوں سے نرمی کیساتھ ملا جائے سختی اور تندروی کو چھوڑ دیا جائے اگر اس وقت کسی سے کوئی تکلیف بھی پہنچ جائے تو اسے نرمی کے ساتھ چھوڑ دے۔

داعیاً :- حدیث عطاء سے یہ بات معلوم ہوتی ہے انہ علیہ الصلاة والسلام قال اذا لقي البيت اعوذ برب الناس من الدين والفقر ومن ضيق الصدر وعذاب القبر۔ مناقب امام ابو حنیفہؒ میں یہ بات لکھی ہے کہ آپ نے ایک آدمی کو وصیت کی تھی جبکہ وہ بالارادہ حج مکہ کو جا رہا تھا کہ جس وقت وہ بیت اللہ شریف کا مشاہدہ کرے اس

وقت جو دعا کرے گا وہ قبول کی جائے گی۔ (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادب)

الابا یذاء :- یعنی اگر حجر اسود کو بلا کسی کو تکلیف پہنچائے بوسہ دینا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں کسی کو تکلیف نہیں پہنچائے گا بلکہ اس وقت تکلیف پہنچانا حرام ہوگا، البتہ اس وقت استیلام کرے اور وہ اس طور پر کہ کسی چیز کو حجر اسود سے مس کر دے اور اس مس شدہ چیز کو بوسہ دے لے، یا اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو دور سے اس کی طرف اشارہ کرے اور اس کے بعد تکبیر و تہلیل اور درود پاک پڑھے۔

مضطرباً :- اضطرب جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ چادر کو داہنی جانب سے نکال کر بائیں جانب ڈال لیا جاتا ہے۔
حطیم :- یہ بات جان لینی ضروری ہے کہ حطیم کے تین نام ہیں (۱) حطیم (۲) خطیر (۳) حجر، یہ وہ مقام ہے جو جانب غرب میں واقع ہے اور اسکے اور بیت اللہ کے درمیان ایک خلاء ہے اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ پہلے بیت اللہ میں شامل تھا اور اسی جگہ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمعیل علیہ السلام کی قبر ہے۔ (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادب)

وَإِنْ أَرَدْتَ أَنْ تَسْعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ عَقِبَ الطَّوَافِ فَارْمِلْ فِي الثَّلَاثَةِ الْأَشْوَاطِ الْأُولَى وَهُوَ الْمَشْيُ بِسُرْعَةٍ مَعَ هَذِهِ الْكُفَّيْنِ كَالْمَبَارِزِ يَتَخَتَرُ بَيْنَ الصَّفَيْنِ فَإِنْ زَحِمَهُ النَّاسُ وَقَفَ فَإِذَا وَجَدَ فُرْجَةً رَمَلَ لَأَنَّهُ لَا بُدَّ لَهُ مِنْهُ فَيَقِفُ حَتَّى يُقِيمَهُ عَلَى الْوَجْهِ الْمَسْنُونِ بِخِلَافِ اسْتِیْلَامِ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ لِأَنَّهُ بَدَلًا وَهُوَ اسْتِقْبَالُهُ وَيَسْتَلِمُ الْحَجَرَ كُلَّمَا مَرَّ بِهِ وَيَخْتِمُ الطَّوَافَ بِهِ وَبِرَكَعَتَيْنِ فِي مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَوْ حَيْثُ تَسَرَّ مِنَ الْمَسْجِدِ ثُمَّ عَادَ فَاسْتَلِمَ الْحَجَرَ وَهَذَا طَوَافُ الْقُدُومِ وَهُوَ سَنَةٌ لِلْآفَاقِ ثُمَّ تَخْرُجُ إِلَى الصَّفَا فَتَصْعَدُ وَتَقُومُ عَلَيْهَا حَتَّى تَرَى أَلَيْتَ فَتَسْتَقْبِلُهُ مُكْبِرًا مُهَلِّلًا مُصَلِّيًا دَاعِيًا تَرْفَعُ بِدُنْيِكَ مَبْسُوطَتَيْنِ ثُمَّ تَهَيِّطُ نَحْوَ الْمَرْوَةِ عَلَى هَيْئَةٍ

ترجمہ :- اور اگر تو چاہے کہ طواف کے بعد صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے تو پہلے کے تین چکر میں رمل کرے اور رمل وہ تیزی کے ساتھ چلنا ہے اس حال میں کہ مونڈھے ملتے ہوئے ہوں جیسے کہ وہ شخص جو صفوں کے درمیان مقابلہ کیلئے اکڑ کر چلتا ہے، تو اگر بھیڑ ہو جائے تو رک جائے اور جب کشادگی ہو جائے تو اب رمل کرے اور رمل کرنا اس کیلئے ضروری ہے تو یہ ٹھہرا ہے کہ وجہ مسنون پر رمل کر سکے، بخلاف حجر اسود کے بوسہ دینے کے اسلئے کہ اسکے بدلہ میں ایک دوسری چیز ہے اور وہ اسکا استقبال ہے اور جب جب وہاں سے گزرے حجر اسود کو بوسہ دے اور طواف کو وہیں پر ختم کرے اور دو رکعت نماز ادا کرے مقام ابراہیم پر یا جس جگہ اسکو آسانی ہو مسجد میں پھر لوٹے تو حجر اسود کو بوسہ لے اور یہ طواف قدوم ہے اور یہ آفاقی کے واسطے سنت ہے، اسکے بعد تو صفا کی جانب نکلے اور اس پر چڑھ جائے اور اس پر کھڑا ہو جائے یہاں تک کہ بیت اللہ کو دیکھ لے تو اس وقت اس کا استقبال کرے تکبیر و تہلیل کہتے ہوئے، درود پاک پڑھتے ہوئے اور دعاء کرتے ہوئے اور تو اپنے ہاتھ کو اٹھائے اور ان کو پھیلانے ہوئے ہو پھر وہاں سے اتر کر مروہ کی جانب اطمینان و سکون کے ساتھ چلے۔

تشریح و مطالب :- المبارز : یعنی جس طرح جنگ و جدال اور قتل و قاتل کے وقت اپنے دشمن کو دکھلانے کے واسطے آدمی اکڑ کر سینہ نکال کر چلتا ہے تاکہ دشمن یہ جان جائے کہ میرا مقابل پہلوان ہے اس کے اندر طاقت و قوت ہے اسی طرح ان پہلے کے تین چکروں کے اندر سینہ نکال کر چلے اس کی اصل

وجہ یہ ہے کہ جب صحابہ کرام مدینہ سے آئے تو مکہ والوں نے کہا کہ یہ لوگ لاغر ہو گئے ہیں اب ان کے اندر اس قدر طاقت نہیں ہے کہ سینہ نکال کر چلیں اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ وہ لوگ سینہ نکال کر چلیں یہی ایک ایسی جگہ ہے کہ جہاں پر اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ سینہ نکال کر اور اگر کر چلا جائے۔

یختم :- یعنی حجر اسود کے پاس جا کر طواف کو ختم کرے اور دو رکعت طواف کے بعد پڑھ کر یہ دعا کرنی مستحب

ہے اللھم انک تعلم سرّی وعلانیّی فاقبل معذرتی وتعلم حاجتی فاعطنی اللھم انی اسألك ایمانا یبشر قلبی وبقینا صادقاً تحتی اعلم انه لا یصیبنی الا ما کتبت علی والرضاء بما قسمت جب آدم علیہ السلام نے یہ دعا مانگی تو وحی آئی کہ میں نے تیرے گناہوں کو معاف کر دیا اور تیری اولاد میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا جو یہ دعا مانگے گا اور اسکے گناہ نہ معاف کر دیئے جائیں اور اسکے غم کو دور کر دیں گے اور اسکے فقر کو ختم کر دیں گے۔ (ماخوذ از حاشیہ)

فی مقام ابراہیم علیہ السلام :- یہ وہ پتھر ہے کہ جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام اس وقت اونٹ پر سوار ہوتے تھے اور اترتے تھے، جبکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ہاجرہ کے پاس آتے تھے۔

قاضی نے اپنی تفسیر کے اندر یہ لکھا ہے کہ اس پر آپ کے قدموں کے نشانات باقی ہیں جس وقت کہ اس پر کھڑے ہو کر لوگوں کو حج کے لئے بلایا تھا اور علماء نے لکھا ہے کہ مقام ابراہیم تمام کا تمام حرم کے اندر داخل ہے۔

من المسجد :- یعنی بہتر تو یہ ہے کہ مقام ابراہیم میں نماز ادا کرے لیکن اگر اس جگہ نہ پڑھ سکتا ہو تو مسجد میں جس جگہ اس کو سہولت ہو اس جگہ پڑھ لے۔

طواف القدوم :- یہ بات جان لینی ضروری ہے تاکہ کہیں کبھی اشتباہ نہ ہو کہ اس کے چار نام ہیں (۱) طواف قدوم (۲) طواف تحیہ (۳) طواف لقاء (۴) طواف اول الہجد۔ (عناویہ)

داعیاً :- اور اس دعا کے اندر یہ الفاظ ادا کرے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ المملک ولہ الحمد یحییٰ ویمیت وهو حی لا یموت بیدہ البخیر وهو علیٰ کل شئی قذیر لا الہ الا اللہ لانعبد الا ایاہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون۔ اور اس کو تین مرتبہ کہے۔ (زیلعی)

الوادئ :- پہاڑوں کے نیچے ہموار زمین جس میں پہاڑوں کا پانی آکر گرتا ہے وادی کہلاتا ہے بطن درمیانی حصہ کو کہا جاتا ہے، اب بطن وادی کے معنی ہوئے وادی کا درمیانی حصہ۔

المیلین :- میل۔ جتنے حصے میں دوڑا جاتا ہے اسکے کنارے سبز رنگ کے کھمبے ہیں جن کو میلین اخضرین کہتے ہیں۔

فَإِذَا وَصَلَ بَطْنَ الْوَادِی سَمِعَ بَيْنَ الْمِیلِیْنِ الْأَخْضَرِیْنِ سَعِیًا حَیثُ فَإِذَا تَجَاوَزَ بَطْنَ الْوَادِی مَشَى عَلَى هِنَئِهِ حَتَّى یَأْتِی الْمَرْوَةَ فِیصْعَدُ عَلَیْهَا وَیَفْعَلُ کَمَا فَعَلَ عَلَى الصَّفَا یَسْتَقْبِلُ الْبَیْتُ مُکَبِّرًا مُهَلِّلًا مُلَبِّيًا مُصَلِّيًا دَاعِیًا بِأَسْطَ یَدِیْهِ نَحْوَ السَّمَاءِ وَهَذَا شَوْطٌ ثُمَّ یَعْرِی قَاصِدًا الصَّفَا فَإِذَا وَصَلَ إِلَى الْمِیلِیْنِ الْأَخْضَرِیْنِ سَمِعَ ثُمَّ مَشَى عَلَى هِنَئِهِ حَتَّى یَأْتِی الصَّفَا فِیصْعَدُ عَلَیْهَا وَیَفْعَلُ کَمَا فَعَلَ أَوَّلًا وَهَذَا شَوْطٌ ثَانٍ فِیَطُوفُ سَبْعَةً أَشْوَاطٍ یَبْدَأُ بِالصَّفَا وَیَخْتِمُ بِالْمَرْوَةِ وَیَسْعَى فِی بَطْنِ الْوَادِی فِی كُلِّ شَوْطٍ مِنْهَا ثُمَّ یَقِیمُ بِمَكَّةَ مُحَرَّمًا وَیَطُوفُ بِالْبَیْتِ کَلَّمَا بَدَأَ لَهُ

وَهُوَ أَفْضَلُ مِنَ الصَّلَاةِ نَفْلًا لِلْآفَاقِ فَإِذَا صَلَّى الْفَجْرَ بِمَكَّةَ ثَامِنَ ذِي الْحِجَّةِ تَأَهَّبَ لِلْخُرُوجِ إِلَى مِنَى فَيَخْرُجُ مِنْهَا بَعْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَيَسْتَجِبُ أَنْ يُصَلِّيَ الظُّهْرَ بِمِنَى وَلَا يَتْرُكُ التَّلْبِيَةَ فِي أَحْوَالِهَا كُلِّهَا إِلَّا فِي الطَّوَافِ.

ترجمہ:۔ اور جب وادی کے درمیان میں پہنچ جائے تو میلین اخضرین کے درمیان سعی کرے تیزی کے ساتھ اور جب بطن وادی سے گزر جائے تو پھر اپنی ہیئت پر چلے یہاں تک کہ مردہ پر آجائے تو اس پر چڑھ جائے اور اس پر وہی افعال کرے جو صفا پر کئے تھے یعنی بیت اللہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو، تکبیر کہتا ہو لا الہ الا اللہ کہتا ہو، درود پاک پڑھتا ہو، دعائیں کہتا ہو، اور آسمان کی جانب ہاتھ پھیلانے ہوئے ہو، یہ ایک شوط ہو گیا پھر صفا پر جانے کے ارادہ سے چلے تو جب میلین اخضرین کے پاس پہنچ جائے تو دوڑ لگائے پھر اسکے بعد اپنی چال چلے یہاں تک کہ صفا پر آجائے تو اس پر چڑھ جائے اور وہاں بھی ویسا ہی کرے جیسا کہ پہلے مرتبہ کیا تھا اور یہ دوسرا شوط ہو، تو سات شوط کرے صفا سے شروع کرے اور مردہ پر ختم کرے اور ہر ایک شوط کے اندر بطن وادی میں دوڑ لگائے پھر مکہ میں حالت احرام کے ساتھ ٹھہرا رہے اور جب بھی اسکی طبیعت چاہے خانہ کعبہ کا طواف کرے اور طواف کا کرنا آفاقی کے لئے نفل نماز سے بہتر ہے تو جب مکہ میں ۸ ذی الحجہ کی فجر کی نماز پڑھ لے تو منی چلنے کی تیاری شروع کر دے، تو مکہ مکرمہ سے آفتاب طلوع ہو جانے کے بعد نکل جائے، اور مستحب ہے کہ ظہر کی نماز منی کے اندر ادا کر لے، اور طواف کی حالت کے علاوہ تلبیہ کسی حالت میں بھی ترک نہ کرے۔

تشریح و مطالب:۔ **یفعل:** یعنی جس طرح اس نے صفا پر کیا تھا، جس طرح اس پر جا کر چڑھا تھا اور اس پر کھڑا ہو کر اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہتا تھا، اور تمام افعال کو اسی طرح کرے جس طرح

اس نے صفا پر کیا تھا۔

یستقبل:۔ یہ اس وقت تھا جبکہ عمارتیں نہیں تھیں، لیکن اب عمارتیں بن گئی ہیں جس کی بناء پر وہاں سے بیت اللہ اب نظر نہیں آتا، لہذا اس وقت صرف اس کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو جانا کافی ہے، یہ ضروری نہیں کہ وہ اب نظر نہیں آتا تو اب اس کی طرف رخ بھی نہ کیا جائے۔ (طحاوی)

هذا شوط:۔ صاحب طحاوی فرماتے ہیں کہ صفا سے مردہ کی جانب جانا اور وہاں سے پھر واپس آنا ایک شوط ہے اور وہ اسے طواف پر قیاس کرتے ہیں، اس لئے کہ اس میں حجر اسود سے ایک شوط شمار کیا جاتا ہے اور فتاویٰ ظہیریہ میں اسکے خلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے علماء کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ صفا سے مردہ جانا ایک شوط ہے۔

اب اسے کس میں شمار کیا جائے کہ جب مردہ سے صفا کی طرف لوٹتے ہیں کیا اسے دوسرا شوط شمار کیا جائے یا اسی پہلے میں شمار کیا جائے، صاحب طحاوی تو فرماتے ہیں کہ اسکا اعتبار نہیں کیا جائے گا، لیکن صحیح بات تو یہی ہے کہ اسے ایک دوسرا شوط شمار کیا جائے اب اگر کوئی شخص یہ سوال کر دے کہ طواف اور سعی کے درمیان فرق ہے یا نہیں تو اسکا یہ جواب دیا جائے گا کہ جی ہاں طواف ایک چکر لگانا ہے اور اس میں حرکت ضروری ہوتی ہے تو اس لئے ضرورت کی بنا پر اسکا مبداء اور منتهی ایک کر دیا گیا اور سعی تو اس میں بھی ایک طرح سے چلنا ہوتا ہے مگر اس میں اطمینان اور سکون کے ساتھ ہوتا ہے اور اس وجہ سے اس میں یہ ضروری ہے، یہ ضروری نہیں ہے کہ جہاں سے شروع کیا وہیں دوبارہ لوٹ کر آئے۔ (حاشیہ شیخ الادب)

وَيَمْكُثُ بِمَنْى إِلَى أَنْ يُصَلِّيَ الْفَجْرَ بِهَا بَعْلَسَ وَيَنْزِلُ بِقُرْبِ مَسْجِدِ الْخَيْفِ ثُمَّ بَعْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ يَذْهَبُ إِلَى عَرَافَاتٍ فَيَقِيمُ بِهَا فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ يَأْتِي مَسْجِدَ نَمِرَةَ فَيُصَلِّيَ مَعَ الْإِمَامِ الْأَعْظَمِ أَوْ نَائِبِهِ الظَّهْرَ وَالْعَصْرَ بَعْدَ مَا يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ يَجْلِسُ بَيْنَهُمَا وَيُصَلِّيُ الْفَرَضَيْنِ بِأَذَانٍ وَأَقَامَتَيْنِ وَلَا يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا إِلَّا بِشَرْطَيْنِ الْإِحْرَامِ وَالْإِمَامِ الْأَعْظَمِ وَلَا يَفْصِلُ بَيْنَ الصَّلَوَتَيْنِ بِنَاقِلَةٍ وَأَنْ لَمْ يَذْكُرِ الْإِمَامُ الْأَعْظَمُ صَلَى كُلِّ وَاحِدَةٍ فِي وَقْتِهَا الْمُعْتَادِ فَإِذَا صَلَى مَعَ الْإِمَامِ يَتَوَجَّهُ إِلَى الْمَوْقِفِ وَعَرَافَاتٍ كُلُّهَا مَوْقِفٌ إِلَّا بَطْنَ عَرَفَةَ وَيَقْتَسِلُ بَعْدَ الزَّوَالِ فِي عَرَافَاتٍ لِلْوُقُوفِ وَيَقِفُ بِقُرْبِ جَبَلِ الرَّحْمَةِ مُسْتَقْبِلًا مُكَبِّرًا مُهَلَّلًا مُلَيًّا دَاعِيًا مَا دَا يَدِيهِ كَالْمُسْتَطْعِمِ وَيَجْتَهِدُ فِي الدُّعَاءِ لِنَفْسِهِ وَوَالِدَيْهِ وَأَخْوَانِهِ وَيَجْتَهِدُ عَلَى أَنْ يَخْرُجَ مِنْ عَيْنِيهِ قَطْرَاتٌ مِنَ الدَّمْعِ فَإِنَّهُ دَلِيلُ الْقَبُولِ وَيَلْحُظُ فِي الدُّعَاءِ مَعَ قُوَّةِ رَجَاءٍ الْإِجَابَةِ.

ترجمہ:۔ اور منیٰ میں ٹھہرا رہے یہاں تک کہ صبح کی نماز منیٰ میں اندھیرے میں پڑھے اور مسجد خیف کے قریب اتر جائے پھر طلوع شمس کے بعد عرفات جائے اور وہاں قیام کرے پس جب سورج ڈھل جائے تو مسجد نمرہ چلا آئے اور امام اعظم یا اس کے نائب کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز ادا کرے اس کے بعد امام دو خطبہ دے اور ان دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھے اور پڑھائے دونوں فرض نمازوں کو ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ اور نہیں جمع کرے دو فرضوں کو مگر دو شرطوں کے پائے جانے کے وقت (۱) احرام (۲) امام اعظم، اور ان دونوں نمازوں کے درمیان نفل نماز پڑھ کر فصل نہ کرے، اور اگر نہ پائے امام اعظم کو تو ہر ایک نماز کو اس کے معتاد اور مقررہ وقت میں ادا کرے، پس جس امام کے ساتھ نماز ادا کر لے تو اپنے ٹھہرنے کی جگہ میں آئے۔ اور تمام عرفات موقوف ہے سوائے بطن عرفہ کے اور زوال کے بعد عرفات میں غسل کرے ٹھہرنے کیلئے اور جبل رحمت کے قریب ٹھہرے اس حالت میں کہ استقبال کئے ہوئے ہو اور کبھی لا الہ الا اللہ کہتا ہو اور کبھی تلبیہ پڑھتا ہو اور کبھی دعا مانگتا ہو، اس کیفیت سے کہ جیسے کھانا مانگنے والا دونوں ہاتھوں کو پھیلانے ہوئے ہو اور دعا کرنے میں کوشش کرے اپنے لئے اور اپنے والدین کیلئے اور اپنے تمام بھائیوں کیلئے اور اس بات کی بھی کوشش کرے کہ نکل جائیں اسکے آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرات کیونکہ یہ قبولیت کی دلیل ہے اور اصرار کرے دعائیں قبولیت دعاء کی قوی امید کے ساتھ۔

تشریح و مطالب:۔ منیٰ: منیٰ ایک بستی کا نام ہے اور اس میں تین گلیاں ہیں مکہ سے ایک فرسخ کی دوری پر واقع ہے۔ عرفات:۔ اور یہ ٹھہرنے کی ایک جگہ کا نام ہے جہاں پر حاجی حضرات جا کر قیام کرتے ہیں اس کی مکمل تفصیل پہلے ہی گزر چکی ہے۔

العصر:۔ ظہر کے بعد عصر کا تذکرہ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ ظہر کی سنتیں نہیں پڑھی جائیں گی اور یہ وہ سنت ہے جو ظہر کے بعد پڑھی جاتی ہے اور صحیح مذہب یہی ہے تو جب سنت کے بارے میں یہ مسئلہ ہے تو نفل نہ پڑھنا بدرجہ اولیٰ ثابت ہو گیا اور اگر کسی نے ایسا کر لیا تو یہ مکروہ ہو گا اور عصر کے لئے اذان دوبارہ کہی جائے گی اس لئے کہ ان دونوں کے درمیان انفصال ہو گیا تو ایسا ہی ہو گیا جیسے ان دونوں نمازوں کے درمیان کسی اور کام میں مشغول ہو گیا۔

وَلَا يَقْصُرُ فِي هَذَا الْيَوْمِ إِذْ لَا يُمْكِنُهُ تَدَارُكُهُ سِيمَا إِذَا كَانَ مِنَ الْآفَاقِ وَالْوُقُوفُ عَلَى الرَّاحِلَةِ أَفْضَلُ
وَالْقَائِمُ عَلَى الْأَرْضِ أَفْضَلُ مِنَ الْقَاعِدِ فَإِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ أَقْضَى الْإِمَامُ وَالنَّاسُ مَعَهُمْ عَلَى هَيْئَتِهِمْ وَإِذَا وَجَدَ
فَرْجَةً يَسْرَعُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُؤْذِيَ أَحَدًا وَيَتَحَرَّزُ عَمَّا يَفْعَلُهُ الْجَهْلَةُ مِنَ الْإِشْتِدَادِ فِي السَّيْرِ وَالْإِزْدِحَامِ وَالْإِيْدَاءِ
فَإِنَّهُ حَرَامٌ حَتَّى يَأْتِيَ مُزْدَلِفَةَ فَيَنْزِلُ بِقُرْبِ جَبَلِ قَرْحٍ وَيَرْتَفِعُ عَنْ بَطْنِ الْوَادِي تَوْسِيعَةً لِلْمَارِّينَ وَيُصَلِّيَ بِهَا
الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بَاذَانَ وَاحِدٍ وَأَقَامَةً وَاحِدَةً وَلَوْ تَطَوَّعَ بَيْنَهُمَا وَتَشَاغَلَ أَعَادَ الْإِقَامَةَ وَلَمْ تَجْزِ الْمَغْرِبُ فِي
طَرِيقِ الْمَزْدَلِفَةِ وَعَلَيْهِ إِعَادَتُهَا مَا لَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ.

ترجمہ :- اور اس دن کو تاہی نہ کرے کیونکہ اس کیلئے اس کا عوض ملنا ممکن ہے بالخصوص جبکہ مکہ کے علاوہ
دوسری جگہ کارہنے والا کوئی شخص ہو اور راحلہ پر کھڑا ہونا افضل ہے، اور کھڑا ہونا زمین پر بیٹھنے والے کے مقابل میں
افضل ہے، پس جب غروب ہو جائے آفتاب تو لوٹے امام اور اسکے ساتھ تمام لوگ سکون و اطمینان کے ساتھ اور جب
کشادگی پائیں تو تیزی کرے مگر شرط یہ ہے کہ کسی کو تکلیف نہ پہونچائے اور ان تمام باتوں سے جسے جہال کرتے ہیں
پر ہیز کرے، یعنی چلنے میں تیزی کرنا دھکم دھکا کرنا اور دوسروں کو تکلیف پہونچانا، کیونکہ یہ حرام ہے یہاں تک کہ
مزدلفہ آئے اور جبل قرح کے قریب اترے اور بطن وادی سے کچھ اوپر کی جانب ٹھہرے گزرنے والوں کیلئے کشادگی
کے خیال سے اور یہیں مغرب اور عشاء کی نماز ایک اذان اور ایک اقامت سے ادا کریں اور اگر ان دونوں فرضوں کے
درمیان نفل نماز پڑھ لیا کسی کام میں مشغول ہو گیا تو اعادہ کرے اقامت کا، اور مغرب کا مزدلفہ کے راستہ میں ادا کرنا
جائز نہیں ہے اور پڑھنے والے کے اوپر اعادہ واجب ہے صبح صادق طلوع ہونے تک۔

اداعیا: حضرت ابن عباسؓ گامیان ہے کہ میں نے حضور پاک ﷺ کو عرفات میں دعا کرتے
تشریح و مطالب :- ہوئے دیکھا اور آپ اس طرح سے اپنے دست مبارک کو اٹھائے ہوئے تھے جس طرح کہ

مسکین کسی سے کھانا طلب کرتا ہے اور اسکے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے (رواہ ابو ذر) اور یہ دعائیں اللھم اجعل فی بصری
نوراً وسمعی نوراً واجعلنی ممن تناہی بہ ملاحتک اللھم اشرح لی صدري ولیری امری اللھم انک تسمع
کلامی وتری مکانی وتعلم سری وعلائی لا یخفی علیک شئی من امری انا البائس الفقیر المستغیث
المستجیر المفرور اسالک سالة المسکین وابتعل الیک ابتعال المذهب الذلیل وادعوک دعاء الخالف الحقیق
ومن خضعت لک رقبة وفاضت لک عیناه ورغم لک انفه ولا تجعلنی بدعائک رب شقیاً وکن بی روفاً احیاً
باخیر مسؤل ویا اکرم ماحول اور اسکے علاوہ بھی جو دعا چاہے کرے یہ دعا ضروری نہیں لیکن یہ دعا نہایت ہی جامع ہے۔

وَيُسَنُّ الْمَيْتُ بِالْمَزْدَلِفَةِ فَإِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى الْإِمَامُ بِالنَّاسِ الْفَجْرَ بَعْلَسَ ثُمَّ يَقِفُ وَالنَّاسُ مَعَهُ وَالْمَزْدَلِفَةُ
كُلُّهَا مَوْقِفٌ إِلَّا بَطْنَ مُحَسَّرٍ وَيَقِفُ مُجْتَهِدًا فِي دُعَائِهِ وَيَدْعُو اللَّهَ أَنْ يُتِمَّ مُرَادَهُ وَسُؤَالَهُ فِي هَذَا الْمَوْقِفِ كَمَا
أَتَمَّهُ لِسَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا اسْفَرَ جَدًّا أَقْضَى الْإِمَامُ وَالنَّاسُ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ فَيَأْتِي إِلَى مَنَى
وَيَنْزِلُ بِهَا ثُمَّ يَأْتِي جَمْرَةَ الْعَقْبَةِ فَيَرْمِيهَا مِنْ بَطْنِ الْوَادِي بِسَبْعِ حَصِيَّاتٍ مِثْلَ الْحَزَفِ وَيَسْتَحِبُّ اخْتِذَ

الْجَمَارِ مِنَ الْمَزْدَلِفَةِ أَوْ مِنَ الطَّرِيقِ وَيَكْرَهُ مِنَ الَّذِي عِنْدَ الْجَمْرَةِ وَيَكْرَهُ الرَّمْيُ مِنْ أَعْلَى الْعُقْبَةِ لِإِيْذَانِهِ النَّاسِ.

ترجمہ:۔ اور مزدلفہ میں رات گزارنا مسنون ہے، پھر جب صبح صادق طلوع ہو جائے تو امام لوگوں کو صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھاوے پھر امام اور اس کے ساتھ تمام لوگ ٹھہرے رہیں اور مزدلفہ تمام کا تمام موقف ہے سوائے بطن مُحَسَّر کے اور اپنی دعاء میں انتہائی کوشش اور توجہ کے ساتھ ٹھہرا رہے اور دعاء مانگے اللہ تعالیٰ سے کہ پوری کر دے اسکی تمام مراد اور اس کے تمام سوال کو اسی جگہ میں، جیسا کہ پوری کی تھی ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء کو۔ پھر جب خوب روشنی ہو جائے تو آفتاب نکلنے سے قبل امام اور تمام آدمی روانہ ہو جائیں، پس منیٰ کی طرف آکر اتر جائے، پھر آئے جمرہ عقبہ پر اور جمرہ عقبہ پر کنکری پھینکنے بطنِ ولوی سے کھڑے ہو کر سات کنکری، اور وہ کنکری گھڑے کی ٹھیکری کی کنکریوں جیسی ہوں اور کنکریوں کا مزدلفہ یا مزدلفہ کے راستہ میں لینا مستحب ہے اور جو جمرہ کے پاس پڑی ہوتی ہے اسے اٹھانا مکروہ ہے اور جمرہ عقبہ کے اوپر کی جانب سے کنکری پھینکنا مکروہ ہے کیونکہ اس سے لوگوں کو تکلیف پہنچے گی۔

تشریح و مطالب :- ایسن المیت: یعنی مزدلفہ میں رات گزارنا مسنون ہے اور اس رات میں دو عظیم چیزیں اس کو ملی ہوئی ہیں ایک فرق مکان اور دوسرے یہ رات بھی بڑی مبارک ہوتی ہے اسلئے حاجیوں کو چاہئے کہ اس رات خوب نمازیں پڑھیں اور اسی طرح سے دعائیں کریں اور خوب گریہ و زاری کریں اور تلاوت کلام پاک کریں اسلئے کہ ایسے اوقات زندگی میں بار بار نہیں آیا کرتے، لہذا اس سے خوب فائدہ اٹھالینا چاہئے۔

اذا طلع الفجر :- یعنی مزدلفہ کے اندر فجر کی نماز اول وقت میں اواکی جائے اور نماز کے بعد تمام لوگ وہاں پر ٹھہرے رہیں۔ مُحَسَّر :- یہ اصل میں میم کے ضمہ کے ساتھ اور حاء مہملہ کے فتح کے ساتھ ہے اور اسی طرح سین مہملہ کے کسرے اور تشدید کے ساتھ ہے اسکی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اصحابِ نبیل اس جگہ محبوس تھے اور یہ جگہ منیٰ اور مزدلفہ سے ایک الگ مقام پر واقع ہے اور واقعہ نے بیان کیا ہے کہ وادیِ محسر پانچ سو ذراع ہے۔

دعائہ :- اور اس دعا کے اندر یہ الفاظ کہ اللھم انت خیر مطلوب وخیر مرغوب اللھم ان لکل وفد جائزۃ وقری فاجعل قری فی هذا المكان قبول ذنبی وتجاوز عن خطیبتی وان تجمع علی الھدی امری اللھم حجت لك الاصوات بالحاجات وانت تسعھا ولا یشفلك شان عن شان وحاجتی ان لاتضع تعبی ونصبی وان لاتجعلنی من المحرومین اللھم لاتجعلہ اخو العہد من هذا الموقف الشریف وارزقنی ذالك ابدأ ما بقیتنی فانی لا اريد الا رحمتك ولا ابتغی الا رضاک واحشرنی فی زمرة المخبتین لامرک والعاملین بفرائضک التي جاء بها کتابک وحث علیھا اسو لک علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ (زر قانی)

فاذا اسفر جداً :- یعنی اس قدر سفیدی پھیل جائے کہ اب صرف دو رکعت پڑھنے کا وقت رہ جائے کہ اتنے وقت میں دو رکعت نماز پڑھی جاسکتی ہے اگر اس سے زیادہ پڑھی جائے تو آفتاب طلوع ہو جائے۔ جمرہ عقبہ :- جمار اصل میں چھوٹے چھوٹے پتھروں کو کہا جاتا ہے اور اس جگہ کو بھی کہا جانے لگا جس جگہ یہ کنکریاں پھینکی جاتی ہیں۔

فیرمیہا :- یہ بات معلوم کر لینی نہایت ضروری ہے کہ رمی کب اور کن کن دنوں میں ہوتی ہے؟ عنایہ میں لکھا ہے کہ یہ کل ۱۲ جگہ ہیں (۱) اس کا وقت یوم النحر کا دن ہے اور تین دن یوم النحر کے بعد (۲) دوسری بات رمی کی جگہ کہاں ہے؟ تو اسکی جگہ وہ بطن وادی ہے یعنی نیچے سے اوپر کی طرف (۳) تیسری بات یہ ہے کہ کن کن مقامات پر رمی کی جائے؟ تو وہ مقامات کل تین ہیں جمرۃ العقبہ اور مسجد خیف اور مسجد وسطیٰ (۴) چوتھی بات یہ ہے کہ ان کنکریوں کی تعداد کیا ہو؟ تو ان کی تعداد ہر جمرہ کے وقت سات ہے (۵) پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ کس قدر بڑے ہوں تو ان کا وزن یہ ہے کہ وہ خذف کی کنکریوں کی طرح ہوں (۶) چھٹا مسئلہ یہ ہے کہ کس طرح پھینکا جائے تو اسکے پھینکنے کا طریقہ تو وہی ہے جو بیان کیا جا چکا ہے لیکن بعض حضرات نے یہ بیان کیا ہے کہ اسکو ابہام اور سبابہ کے کناروں سے پکڑے (۷) ساتواں مسئلہ یہ ہے کہ رمی کی مقدار کیا ہو؟ تو اسے کتاب میں بیان کیا جا چکا (۸) آٹھواں مسئلہ یہ ہے کہ اس رمی کی صفت کیا ہو آیا وہ سوار ہو یا پیدل؟ تو اس بارے میں اس بات کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے خواہ وہ سوار ہو یا زمین پر کھڑا ہو (۹) نواں مسئلہ یہ ہے کہ کس جگہ کنکری جا کر پڑے؟ (۱۰) دسواں مسئلہ یہ ہے کہ کس جگہ سے کنکریوں کو لایا جائے (۱۱) گیارہواں مسئلہ یہ ہے کہ کس کو پھینکا جائے؟ تو ہر اس چیز کو پھینکا جاسکتا ہے جو زمین کی جنس سے ہو (۱۲) بارہواں مسئلہ یہ ہے کہ پہلے دن صرف جمرہ عقبہ میں کنکری کو پھینکے، اور اس کے علاوہ دنوں میں ہر جگہ پھینک سکتا ہے اور یہ کتاب میں بیان کیا جا چکا ہے۔ (حاشیہ شیخ الادب)

وَيَلْقَظُهَا الْتِقَاطًا وَلَا يَكْسِرُ حَجَرًا حِمَارًا وَيَغْسِلُهَا لِيَتَقَنَّ طَهَارَتَهَا فَإِنَّهَا يُقَامُ بِهَا قُرْبَةٌ وَلَوْ رَمَى بِنَجَسٍ أَوْ أَجْزَاءٍ وَكُرْهُ وَيَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ مَعَ أَوَّلِ حَصَاةٍ يَرْمِيهَا وَكَيْفِيَّةُ الرَّمْيِ أَنْ يَأْخُذَ الْحَصَاةَ بِطَرَفِ إِبْهَامِهِ وَسَبَابِئِهِ فِي الْأَصْحِ لِأَنَّهُ أَيْسَرُ وَأَكْثَرُ إِهَانَةً لِلشَّيْطَانِ وَالْمَسْنُونُ الرَّمْيُ بِالْيَدِ الْيُمْنَى وَيَضَعُ الْحَصَاةَ عَلَى ظَهْرِ إِبْهَامِهِ وَيَسْتَعِينُ بِالْمُسَبَّحَةِ وَيَكُونُ بَيْنَ الرَّاْمِي وَمَوْضِعِ السَّقُوطِ خَمْسَةُ أَذْرُعٍ وَلَوْ وَقَعَتْ عَلَى رَجُلٍ أَوْ مَحْمَلٍ وَثَبَّتْ أَعَادَهَا وَإِنْ سَقَطَتْ عَلَى سُنْبِهَا ذَلِكَ أَجْزَاءُ.

ترجمہ :- اور ان کنکریوں کو کہیں سے چن لے اور ان کنکریوں کے لئے کوئی پتھر کو نہ توڑے اور ان کنکریوں کو دھولے تاکہ ان کی طہارت کا یقین ہو جائے کیونکہ اس سے ایک ثواب کی چیز اور عبادت ادا کی جاتی ہے اور اگر کوئی ناپاک کنکری پھینک دے تو کافی ہوگی مگر مکروہ ہوگا اور ختم کر دے تلبیہ کو پہلی ہی کنکری کے ساتھ یعنی جس وقت اسے پھینکے، اور اس کی صورت یہ ہے کہ کنکری کو انگوٹھے اور شہادت کی پھونگل سے پکڑے، صحیح مذہب کے بموجب، کیونکہ یہ آسان ہے اور کنکری کا اس طرح پھینکنا شیطان کو ذلیل کرنے کے اعتبار سے بہت زیادہ ہے اور کنکری کا دانے یا تھ سے پھینکنا مسنون ہے اور رکھے کنکری کو اپنے انگوٹھے کی پشت پر ناخن کی جانب اور سبابہ انگلی سے مدد لے اور کنکری پھینکنے والے اور کنکری گرنے کے درمیان پانچ ہاتھ کا فاصلہ ہونا چاہئے، اور اگر وہ کنکری کسی آدمی یا کسی کجاوے پر گر کر ٹھہر گئی تو پھر دوبارہ پھینکے، اور اگر اپنی اسی رفتار پر چلتے ہوئے گر گئی تو کافی ہوگی۔

التقاطاً: یعنی ان کنکریوں کو کہیں سے لے آئے اس میں ضروری نہیں ہے کہ کسی خاص مقام سے انکو لائے لیکن ایک بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ ان کیلئے کسی پتھر کو نہیں توڑا جائیگا۔

تشریح و مطالب :-

يفسلهما :- یعنی ان کنکریوں کو دھولے تاکہ ان کنکریوں کی طہارت کا یقین حاصل ہو جائے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے ایک طرح سے عبادت کی جاتی ہے اور عبادت کے لئے پاک ہونا ضروری ہے۔
 علیٰ رجل :- یعنی اگر پھینکنے والے کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ کنکری کسی کے پیر پر جا کر گری ہے یا کسی کے محل میں گر گئی ہے تو اب وہ اس کنکری کو دوبارہ پھینکے۔

وَيُكَبِّرُ بِكُلِّ حَصَاةٍ ثُمَّ يَذْبَحُ الْمُفْرَدُ بِالْحَجِّ إِنْ أَحْبَبَهُ ثُمَّ يَحْلِقُ أَوْ يَقْصُرُ وَالْحَلْقُ أَفْضَلُ وَيَكْفِي فِيهِ رُبْعُ الرَّاسِ وَالْقَصِيرُ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ رُؤُوسِ شَعْرِهِ مِقْدَارَ الْأَنْمِلَةِ وَقَدْ حُلَّ لَهُ كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا النَّسَاءَ ثُمَّ يَأْتِي مَكَّةَ مِنْ يَوْمِهِ ذَلِكَ أَوْ مِنَ الْغَدِ أَوْ بَعْدَهُ فَيَطُوفُ بِالنَّبِيِّ طَوَافَ الزِّيَارَةِ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ وَحَلَّتْ لَهُ النَّسَاءُ وَأَفْضَلُ هَذِهِ الْأَيَّامِ أَوَّلُهَا وَإِنْ أَخَّرَهَا عَنْهَا لَزِمَهُ شَأْنٌ لِتَأْخِيرِ الْوَاجِبِ ثُمَّ يَعُودُ إِلَى مَنَى فَيَقِيمُ بِهَا فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ مِنَ الْيَوْمِ الثَّانِي مِنَ أَيَّامِ الثَّعْرَةِ رَمَى الْجِمَارَ الثَّلَاثَ يَذْأُ بِالْحِمْرَةِ الَّتِي تَلِي الْمَسْجِدَ الْخَيْفَ فَيَرْمِيهَا بِسَبْعِ حَصَيَّاتٍ مَاشِيًا يُكَبِّرُ بِكُلِّ حَصَاةٍ

ترجمہ :- اور ہر ایک کنکری کے ساتھ تکبیر کہتا رہے، پھر ذبح کرے مفرد باحج اگر مناسب سمجھے، پھر سر منڈائے یا قصر کرے اور سر کا منڈانا افضل ہے، اور چوتھائی سر کا منڈانا بھی کافی ہو جائے گا، اور قصر کرانے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے بال کے سرے سے انگلیوں کے پوروں کی مقدار کتر وادے، اور اب عورتوں کے علاوہ اس کے لئے تمام چیزیں حلال ہونگئیں، پھر اسی روز یا اگلے دن یا اسکے بعد مکہ آئے اور طواف زیارت کرے سات شوط، اسکے بعد اس کیلئے عورتیں بھی حلال ہو جائیں گی اور ان دنوں میں افضل پہلادان ہے اور اگر طواف زیارت کو ان دنوں سے مؤخر کرے تو ایک بکری اس پر لازم ہوگی واجب کے مؤخر کرنے کی وجہ سے، پھر طواف سے فارغ ہو کر منی کی طرف لوٹے اور وہاں قیام کرے، پھر جب لیام نحر کے دوسرے دن آفتاب ڈھل جائے تو تینوں حرموں کی رمی کرے اور شروع کرے اس حرم سے جو مسجد خیف کے متصل ہے، پس اس پر سات کنکریوں سے رمی کرے اس حالت میں کہ وہ پیادہ ہو اور ہر ایک کنکری کے ساتھ تکبیر کہتا ہوا ہو۔

تشریح و مطالب :- کبیر بکل حصاة :- یعنی ہر ایک کنکری کے پھینکنے کے وقت وہ تکبیر کہتا رہے۔
 المفرد بالحق :- یہاں پر مفرد کے ساتھ حج کی قید اس وجہ سے لگائی پڑی کہ مفرد پر قربانی کا کرنا واجب نہیں ہے اور قربانی قارن اور متمتع پر واجب ہے۔

افضل :- یعنی بمقابلہ سر کے بال کٹوانے سے اس کا منڈوالینا زیادہ بہتر اور زیادہ افضل ہے اس لئے کہ یہ اقرب الی السنۃ ہے۔

سبعة اشواط :- اگر طواف قدوم کے اندر رمل کر چکا ہے تو اب رمل نہیں کرے گا اور اسکے بعد صفا و مردہ کے درمیان سعی کرے گا اور اگر طواف قدوم کے اندر رمل نہیں کیا تھا تو اب اس میں رمل کر سکتا ہے۔

لتأخیر الواجب :- یعنی افضل تو یہ تھا کہ انہی ایام میں کرتا لیکن جب ان ایام میں نہیں کیا تو اس نے ایک واجب کو اسکے مقام سے ہٹا دیا اس وجہ سے ایک بکری اب لازم ہو جائے گی۔

ثم يعود :- یعنی اب اسکے بعد وہ منی کی طرف چلا جائے اور وہاں پر یوم النحر کے دوسرے دن زوال شمس تک

ٹھہرا رہے اور جب زوال آفتاب ہو جائے تو اب جمار شروع کرے۔
 یکبر :- جس طرح یہ بات پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ رمی جمار کے وقت وہ تکبیر کو ختم نہ کرے بلکہ ہر ایک کنکری کے وقت وہ تکبیر کہتا رہے۔

ثُمَّ يَقِفُ عِنْدَهَا دَاعِيًا بِمَا أَحَبَّ حَامِدًا لِلَّهِ تَعَالَى مُصَلِّيًا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ وَيَسْتَغْفِرُ لَوَالِدَيْهِ وَأَخْوَانِهِ الْمُؤْمِنِينَ ثُمَّ يَرْمِي الثَّانِيَةَ الَّتِي تَلِيهَا مِثْلَ ذَلِكَ وَيَقِفُ عِنْدَهَا دَاعِيًا ثُمَّ يَرْمِي جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ رَاكِبًا وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا فَإِذَا كَانَ الْيَوْمَ الثَّلَاثُ مِنْ أَيَّامِ النَّحْرِ رَمَى الْجَمَارَ الثَّلَاثَ بَعْدَ الزَّوَالِ كَذَلِكَ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَتَعَجَّلَ نَفَرًا إِلَى مَكَّةَ قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ وَإِنْ أَقَامَ إِلَى الْغُرُوبِ كَرِهَ وَلَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَإِنْ طَلَعَ الْفَجْرُ وَهُوَ بَمِنًى فِي الرَّابِعِ لَزِمَهُ الرَّمْيُ وَجَازَ قَبْلَ الزَّوَالِ وَالْأَفْضَلُ بَعْدَهُ.

ترجمہ :- پھر اسکے پاس ٹھہر جائے اس حال میں کہ دعا کرے اس چیز کی جو اسے محبوب ہو اور اللہ کی حمد بیان کرے اور درود بھیجے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اپنے ہاتھوں کو دعا میں اٹھائے رکھے اور اپنے والدین اور مسلمان بھائیوں کے لئے دعا و استغفار کرے۔ پھر اسی طرح دوسرے جمرہ کی رمی کرے جو اس سے متصل ہو، اور اسکے نزدیک بھی اس حال میں ٹھہرا رہے کہ دعا مانگتا ہو اور اسکے بعد جمرہ عقبی کی رمی کرے اس حال میں کہ سوار ہو، اور اسکے نزدیک نہ ٹھہرے، پھر جب ایام نحر کا تیسرا دن ہو جائے تو زوال کے بعد تینوں جمروں کی اسی طرح رمی کرے اور اگر ارادہ جلدی کا ہے تو کوچ کر جائے مکہ سے غروب شمس سے قبل ہی اور اگر غروب آفتاب تک ٹھہرا ہوا تو اسکے بعد کوچ کرنا مکروہ ہو جائے گا اور اسکے اوپر کوئی چیز واجب نہ ہوگی اور اگر چوتھے دن صبح صادق ہو جائے اس حالت میں کہ وہ ابھی تک منیٰ ہی میں موجود ہے تو اس پر رمی کرنا لازم ہو گا اور اس روز زوال سے قبل بھی رمی کرنا جائز ہے مگر زوال کے بعد رمی کرنا افضل ہے۔

تشریح و مطالب :- اثم يقف عندها: یعنی کنکری مارنے کے بعد اسی جمرے کے پاس ٹھہر جائے اور وہاں پر ٹھہر کر اپنے لئے جس چیز کی چاہئے دعا کرے اور ساتھ ہی ساتھ اللہ کی حمد بھی بیان کرتا رہے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھی بھیجتا رہے اور دعاء کے اندر وہ ہاتھ بھی اٹھائے گا اور اس دعاء کے اندر اپنے والدین اور تمام مسلمانوں کیلئے استغفار کرے۔

جمرة العقبة راکباً :- پہلے تو تمام کو اجمالاً بیان کر دیا تھا اب یہاں سے ایک خاص بات بیان کرنا چاہ رہے ہیں وہ یہ کہ جمرہ عقبہ میں سوار ہو کر کنکری مارے گا اور وہ ایک بات اور کرے گا اور جمرات کی طرح یہاں پر نہیں ٹھہرے گا۔
 فاذا :- یعنی جب ایام نحر کے تیسرے دن زوال ہو جائے تو اب پھر یہ رمی جمار کرے گا، اور تینوں کو اسی طرح کرے گا جس طرح دوسرے دن کیا تھا۔

وهو بمنى :- یعنی اگر منیٰ میں ٹھہرا ہوا اور چوتھے دن طلوع آفتاب ہو گیا تو اب اسکے اوپر رمی کا کرنا لازم ہو جائے گا اس لئے کہ یہ اتنی دیر تک یہاں ٹھہرا ہوا اگر کوچ کر جاتا تو اس پر لازم نہ ہوتا البتہ اگر رات کو ٹھہرا ہوا مگر طلوع فجر سے قبل ہی یہاں سے روانہ ہو گیا تو اب بھی اس پر رمی لازم نہ ہوگی ہاں ایسا کرنا مکروہ ہے۔

وَكُرَّةٌ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَكُلُّ رَمِي بَعْدَهُ رَمِي تَرْمِيهِ مَاشِيًا لِيَدْعُو بَعْدَهُ وَالْأَرَاكِيا لِيَذْهَبَ عَقَبَهُ بِلَا دُعَاءٍ وَكُرَّةٌ الْيَمِينُ بِغَيْرِ مَنِي لِيَأْتِيَ الرَّمِي ثُمَّ إِذَا رَحَلَ إِلَى مَكَّةَ نَزَلَ بِالْمُحَصَّبِ سَاعَةً ثُمَّ يَدْخُلُ مَكَّةَ وَيَطُوفُ بِالْبَيْتِ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ بِلَا رَمَلٍ وَسَعْيٍ إِنْ قَدَّمَهُمَا وَهَذَا طَوَافُ الْوَدَاعِ وَيُسَمَّى أَيْضًا طَوَافُ الصَّدْرِ وَهَذَا وَاجِبٌ إِلَّا عَلَى أَهْلِ مَكَّةَ وَمَنْ أَقَامَ بِهَا وَيُصَلِّي بَعْدَهُ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ يَأْتِي زَمْزَمَ فَيَشْرَبُ مِنْ مَائِهَا وَيَسْتَخْرِجُ الْمَاءَ مِنْهَا بِنَفْسِهِ إِنْ قَدَرَ وَيَسْتَقْبِلُ الْبَيْتَ وَيَتَضَلَّعُ مِنْهُ وَيَتَنَفَّسُ فِيهِ مِرَارًا وَيَرْفَعُ بَصَرَهُ كُلَّ مَرَّةٍ يَنْظُرُ إِلَى الْبَيْتِ وَيَصُبُّ عَلَى جَسَدِهِ إِنْ تيسَّرَ وَالْأَيْمَنُ بِهِ وَجْهَهُ وَرَأْسَهُ وَيَتَوَيَّ بِشْرِبِهِ مَا شَاءَ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِذَا شَرِبَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَرِزْقًا وَاسِعًا وَشِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ.

ترجمہ:۔ طلوع شمس سے قبل رمی کرنا مکروہ ہے اور ہر رمی جو اسکے بعد کی جائے گی وہ پیدل چل کر کی جائے گی تاکہ اسکے بعد دعاء کی جائے ورنہ سوار ہو کر تاکہ اسکے بعد فوراً ہی بغیر دعاء مانگے چلا جائے اور رمی کی راتوں کے علاوہ میں منی کے اندر رات کا گزارنا مکروہ ہے پھر جب مکہ کی طرف کوچ کرے تو محصب میں تھوڑی دیر کیلئے اتر جائے، پھر اسکے بعد مکہ میں داخل ہو اور بلارمل کے سات چکر بیت اللہ کا طواف کرے اور اگر ان کو مقدم کیا ہے تو دوڑ لگائے اور یہ طواف وداع ہے، اور اسے نیز طواف صدر بھی کہتے ہیں اور یہ اہل مکہ کے علاوہ پر واجب ہے، اور جو شخص وہاں پر ٹھہرا رہا اور اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھی پھر بنو زمر پر آئے اور اس کا پانی پئے اور اس کا پانی خود نکالے اگر نکالنے پر قادر ہو، اور بیت اللہ کی طرف چہرہ کرے اور خوب سیر ہو کر کفین کو بھر کر اس سے پانی پئے اور اس پینے کے درمیان بار بار سانس لے اور ہر مرتبہ اپنی نگاہ کو بیت اللہ کی طرف کرے اور اپنے بدن پر بھی اس پانی کو ڈال لے اگر ڈالنا ممکن ہو، ورنہ تو اسے اپنے چہرے اور اپنے سر پر مل لے اور پینے کے وقت جس چیز کی بھی چاہے نیت کرے اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ جب آب زمر کو پیتے تھے اس وقت یہ دعاء مانگتے تھے (ترجمہ) اے اللہ میں تجھ سے نفع دینے والے علم اور وسیع اور فراخ رزق اور ہر بیماری سے شفا کا سوال کرتا ہوں۔

تشریح و مطالب:- مکہ: یعنی آفتاب کے نکلنے سے قبل رمی کرنا مکروہ ہے، لہذا جب آفتاب نکل جائے تو شروع کرے اس میں اس مقدار کار ہنا ضروری نہیں کہ وقت مکروہ ختم ہو جائے۔

ترمیمہ:- یہ تو افضلیت کو بیان کرنے کے واسطے ہے اور اس کا جواز تو وہ جس طرح بھی ہو، ہو جائے گی اس لئے کہ اصل مقصد رمی کرنا ہے ہر طرح سے کی جاسکتی ہے اور پہلا قول جو بیان کیا گیا وہ حضرت امام ابو یوسفؒ کا ہے اسلئے کہ اس کو ابن جراح نے بیان کیا ہے، اور یہ عطاء بن ابی رباح کے بڑے تلامذہ میں سے ہیں اور ابو رباح حضرت ابن عباسؓ کے تلامذہ میں ہیں انکا بیان ہے کہ میں حضرت امام ابو یوسفؒ کے پاس اس وقت حاضر ہوا جب آپ پر بے ہوشی طاری تھی اور جب بے ہوشی ختم ہوئی اور انہوں نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے کہ اے ابوابراہیم اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے کہ حاجی رمی جمار پیدل کریں یا سوار ہو کر میں نے عرض کیا کہ پیدل ہو کر اور چل کر تو حضرت امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ تم نے غلط بتلایا تو اسکے

بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت آپکی کیا رائے ہے تو آپ نے فرمایا کہ جس رمی کے بعد کوئی رمی ہو تو اس میں پیدل چل کر رمی کی جائے گی اور جس رمی کے بعد اور رمی نہ ہو تو اس میں سوار ہو کر رمی کی جائے گی ان کا بیان ہے کہ جب میں انکے گھر سے باہر آیا تو لوگوں کے رونے کی آواز آئی جب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت امام ابو یوسف انتقال کر گئے۔ یہ تھے ہمارے امام کہ مرتے وقت تک علم کے اس قدر حریص تھے، اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو بھی انہی لوگوں میں بنادے۔ (آمین)

ہذا واجب :- یعنی طواف صدر غیر کی کیلئے واجب ہے، لیکن حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ غیر کی کیلئے بھی سنت ہے اور اسی طرح سے اس کیلئے بھی واجب نہیں ہے جس کا ارادہ مکہ میں قیام کرنے کا ہو اس لئے کہ اگرچہ وہ مکہ کا رہنے والا ہیچ نہیں ہے، لیکن اس ٹھہرنے کی وجہ سے اسے مکہ کی حکم میں شمار کر لیا جاتا ہے۔

وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شَرِبَ لَهُ وَيَسْتَحِبُّ بَعْدَ شَرْبِهِ أَنْ يَأْتِيَ بَابَ الْكَعْبَةِ وَيَقْبِلُ الْغَتَبَةَ ثُمَّ يَأْتِيَ إِلَى الْمُلتَزِمِ وَهُوَ مَابَيْنَ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ وَالْبَابِ فَيَضَعُ صَدْرَهُ وَوَجْهَهُ عَلَيْهِ وَيَتَشَبَّثُ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ سَاعَةً يَتَضَرَّعُ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى بِالْإِدْعَاءِ بِمَا أَحَبَّ مِنْ أُمُورِ الدَّارَيْنِ وَيَقُولُ اللَّهُمَّ إِنَّ هَذَا بَيْتُكَ الَّذِي جَعَلْتَهُ مُبَارَكًا وَهَدَيْتَهُ لِلْعَالَمِينَ اللَّهُمَّ كَمَا هَدَيْتَنِي لَهُ فَتَقَبَّلْ مِنِّي وَلَا تَجْعَلْ هَذَا آخِرَ الْعَهْدِ مِنْ بَيْتِكَ وَارْزُقْنِي الْعَوْدَ إِلَيْهِ حَتَّى تَرْضَى عَنِّي بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ.

ترجمہ :- اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ زمزم کا پانی اس مقصد کیلئے جسکے ارادے سے پیا جائے اور زمزم کے پینے کے بعد مستحب یہ ہے کہ کعبہ کے دروازے پر آئے اور کعبہ کی چوٹ کو بوسہ دے پھر ملتزم کے پاس آئے اور وہ حجر اسود اور خانہ کعبہ کے دروازہ کے درمیان ہے تو اس پر اپنے چہرے اور سینے کو رکھ دے اور خانہ کعبہ کے پردے کو تھوڑی دیر پکڑ لے اور اللہ تعالیٰ سے گریہ و زاری کر کے دعاء کرے، دین کے معاملات میں سے جس چیز کی بھی تمنا ہو اور کہے (ترجمہ) اے اللہ تیرا یہ مکان ہے جس کو تو نے مبارک اور تمام عالموں اور جہانوں کیلئے ہدایت بنایا ہے اے اللہ! جیسے تو نے مجھے اس خانہ کعبہ کی رلہ دکھائی ہے اور یہاں تک پہنچایا ہے، اب قبول بھی فرمائے اور اپنے بیت مبارک سے میری اس ملاقات کو آخری ملاقات نہ بنا اور جھکود دوبارہ آنے کی توفیق عطا فرما۔ اے ارحم الراحمین اپنی رحمت کے صدقہ تو مجھ سے راضی ہو جا۔

تشریح و مطالب :- قال صلی اللہ علیہ وسلم: یعنی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ زمزم کے اندر یہ تاثیر ہے کہ جس مقصد کیلئے بھی اسے استعمال کیا جائے وہ مقصد پورا ہو جاتا ہے چنانچہ علماء کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ ان لوگوں نے جس مقصد کیلئے اس کو پیا تھا وہ مقصد ان حضرات کو حاصل ہو گیا، چنانچہ حاکم کا بیان ہے کہ انھوں نے زمزم کو اس لئے پیا تھا کہ ان کی تصانیف مقبول ہو جائیں اور ایسا ہی دیکھا بھی گیا ہے کہ ان کے ہم عصروں میں انکی تصانیف سب سے زیادہ مقبول ہوئیں قاضی القضاۃ شہاب الدین عسقلانی شافعی کا بیان ہے کہ اس عدد کو شمار نہیں کیا جاسکتا کہ کتنے علماء نے اس کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کیا ہے اور کامیاب بھی ہوئے ہیں۔ خود اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت میں نے طلب حدیث شروع کیا تھا اس وقت

زمزم کو پینے کے بعد اس بات کی دعاء کی تھی کہ اے اللہ حفظ حدیث میں مجھے ذہبی کا ہم پلہ بنادے اور خود آگے ذکر کرتے ہیں کہ اسکے تقریباً بیس سال کے بعد میں نے دوبارہ حج کیا تو میں نے اپنے کو اس سے زیادہ آگے پایا۔

یستحب بعد شربہ :- یعنی جب آب زمزم کو نوش کر لیا تو اب اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ خانہ کعبہ کے دروازے پر آئے اور اس کی چوکھٹ کو بوسہ دے اور اس بوسہ دینے کے بعد وہ ملتزم پر آئے اور ملتزم حجر اسود اور خانہ کعبہ کے دروازے کے درمیان ہے چنانچہ جب وہاں پر آجائے تو اب اس کو چاہئے کہ اس پر اپنا سینہ اور سر کو رکھ دے اور اسی طرح خانہ کعبہ کے پردے سے چمٹ کر بارگاہ ایزدی میں خوب گریہ وزاری کرے اور اس وقت جس بات کی بھی تمنا ہو اسکی دعاء کرے اور اس وقت بیت اللہ کے وسیلہ سے بارگاہ ایزدی میں درخواست پیش کرے۔

وَالْمُلْتَزِمُ مِنَ الْأَمَاكِينِ الَّتِي يُسْتَجَابُ فِيهَا الدُّعَاءُ بِمَكَّةَ الْمُشْرِقَةِ وَهِيَ خَمْسَةٌ عَشْرَ مَوْضِعًا نَقَلَهَا الْكَمَالُ بْنُ الْهَمَامِ عَنْ رَسُولِ الْحَسَنِ الْبَصَرِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ بِقَوْلِهِ فِي الطَّوَافِ وَعِنْدَ الْمُلْتَزِمِ وَتَحْتَ الْمِيزَابِ وَفِي الْبَيْتِ وَعِنْدَ زَمْزَمَ وَخَلْفَ الْمَقَامِ وَعَلَى الصَّفَا وَعَلَى الْمَرْوَةِ وَفِي السَّعْيِ وَفِي عَرَافَاتٍ وَفِي مَنَى وَعِنْدَ الْجُمُرَاتِ. (انتہی)

ترجمہ :- اور ملتزم مکہ مکرمہ کے ان جگہوں میں سے ہے جن میں توبہ قبول ہوتی ہے اور وہ پندرہ جگہیں ہیں جن کو حسن بصریؒ کے رسالہ سے کمال ابن ہمامؒ نے نقل کیا ہے، ان کا قول یہ ہے (۱) طواف میں (۲) ملتزم کے پاس (۳) میزاب کے نیچے (۴) اور بیت خدا میں (۵) اور زمزم کے پاس (۶) اور مقام ابرہیم کے پیچھے (۷) اور صفا پر (۸) اور مروہ پر (۹) اور سعی میں (۱۰) اور عرافات میں (۱۱) اور منیٰ میں (۱۲) اور حجرہ اولیٰ میں (۱۳) اور حجرہ ثانیہ میں (۱۴) اور حجرہ ثالثہ کے تمام رمیوں میں (۱۵) دوسرے تیسرے اور چوتھے دن کی رمی میں۔

تشریح و مطالب :- | الملتمزم : یعنی مکہ مکرمہ میں ملتزم ان جگہوں میں سے ہے کہ وہاں پر جو دعا کی جاتی ہے وہ قبول ہی کی جاتی ہے اس سے ملتزم کی اہمیت بتلانا مقصود ہے کہ وہاں پر ضرور دعا کرنی چاہئے، اسکو خاص کرنے کی ضرورت اسوجہ سے پیش آئی اور جگہوں پر بھی بتلا چکے ہیں کہ وہاں پر دعا کرنی چاہئے، لہذا لوگ یہ نہ سمجھ لیں کہ اس کی بھی وہی اہمیت ہے جو دوسرے مقامات کی ہے۔

خمسة عشر :- یعنی مکہ مکرمہ میں پندرہ مقامات ایسے ہیں کہ اگر وہاں پر دعا کی جائے تو قبول کی جاتی ہے اور ان کو علامہ کمال الدین ابن ہمام صاحب فتح القدیر نے اس کو بیان کیا ہے اور علامہ ابو بکر بن حسن نقاش نے ان کو اشعار کی لڑی میں اس طرح پرودیا ہے ۔

قد ذكر النقاش في المناسك	وهو لعمرى عدة المناسك
ان الدعاء في خمسة وعشرة	بمكة يقبل ممن ذكره
وهي المطاف مطلقا والملتزم	وتحت ميزاب له وقت السحر
بنصف ليل فهو شرط ملتزم	وهكذا خلف المقام المفتخر

و داخل البيت بوقت العصر	وعند بير زمزم شرب الفحول
بين يدي جذعيه فاستقر	اذا دنت شمس النهار للاحول
ثم الصفا والمروة والمسمى	وقد روى هذا الوقوف طوا
بوقت عصر فهو قيد يرعى	من غير تقييد بما قدموا
كذا منى في ليلة البدر اذا	بحر العلوم الحسن البصرى عن
تنصف الليل فخذ ما يحتذى	خير الورى ذاتا وصفا وسنن
ثم لدى الجمار والمزدلفة	صلى الله عليه ثم سلما
عند طلوع الشمس ثم عرفه	وانه والصحب ما غيث هما
بوقت عند غروب الشمس قل	ثم لدى السدرة ظهرا وكمل

وَالْجَمَرَاتُ تُرْمَى فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ يَوْمَ النَّحْرِ وَثَلَاثَةِ بَعْدَهُ كَمَا تَقَدَّمَ وَذَكَرْنَا اسْتِجَابَتَهُ أَيْضًا عِنْدَ رُؤْيَةِ الْبَيْتِ الْمُكَرَّمِ وَيَسْتَحِبُّ دُخُولُ الْبَيْتِ الشَّرِيفِ الْمُبَارَكِ إِنْ لَمْ يُوْذِ أَحَدًا وَيَنْبَغِي أَنْ يَقْصُدَ مُصَلَّى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ وَهُوَ قِبْلَ وَجْهِهِ وَقَدْ جَعَلَ الْبَابَ قِبْلَ ظَهْرِهِ حَتَّى يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الَّذِي قِبْلَ وَجْهِهِ قُرْبُ ثَلَاثَةِ أَذْرُعٍ ثُمَّ يُصَلِّي فَإِذَا صَلَّى إِلَى الْجِدَارِ يَضَعُ خَدَّهُ عَلَيْهِ وَيَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَيَحْمَدُهُ ثُمَّ يَأْتِي الْأَرْكَانَ فَيَحْمَدُ وَيَهْلِلُ وَيُسَبِّحُ وَيُكَبِّرُ وَيَسْأَلُ اللَّهَ تَعَالَى مَا شَاءَ.

ترجمہ :- اور جمرات کی رمی چار دن ہوتی ہے، یوم النحر میں اور تین دن اس کے بعد جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا اور بیت اللہ پر نظر پڑنے کے وقت قبولیت دعاء کا بھی ہم نے تذکرہ کر دیا ہے، اور مستحب ہے بیت اللہ میں داخل ہونا اگر کسی کو تکلیف نہ ہو اور مستحب یہ ہے کہ بیت اللہ میں جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ کا قصد کیا جائے اور وہ جگہ چہرے کی طرف ہوگی جس وقت کی دروازے کو کمر کے پیچھے کر کے کہ اسکے درمیان اور اس دیوار کے درمیان جو اسکے منہ کے سامنے ہے تقریباً تین گز کا فاصلہ رہ جائے پھر نماز پڑھے دیوار کی طرف اپنے رخسار کو اس پر رکھ دے، اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور اسکی حمد بیان کرے پھر ارکان کو لائے پس اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے اور جہلیل کرے اور سبحان اللہ کہے اور اللہ اکبر کہے اور اللہ تعالیٰ سے جو چاہے سوال کرے۔

تشریح و مطالب :- الجمرات : یعنی جن ایام میں ننگری ماری جاتی ہے وہ چار دن ہیں ایک تو یوم النحر ہے اور تین یوم النحر کے بعد وہ تین دن کون کون سے ہیں اس کا بیان پہلے ہو چکا، اور وہاں

پر تفصیل سے اسے بیان کر دیا گیا۔

ذکر نا الخ :- یعنی حضرت عطاء بن ابی رباح کی روایت جو بیان کی گئی ہے کہ جب بیت اللہ کو دیکھے اس وقت دعا کرے اسلئے کہ حضور پاک ﷺ جس وقت اسے دیکھتے تھے تو آپؐ یہ دعا کرتے تھے اعوذ برب البيت من الکفر والفقر

وَمِنْ ضَيْقِ الصَّلَاةِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ. اور دعا کے وقت اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے اور خاص طور پر اس بات کی دعا کرتے کہ اے اللہ اسے بلا حساب و کتاب کے جنت میں داخل کر دے اسلئے کہ دیکھنے کے وقت جو دعاء بھی کی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے۔

یستحب :- بیت اللہ میں داخل ہونا مستحب ہے اسلئے کہ حضور اکرم ﷺ بھی داخل ہوتے تھے اور حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کا یہ قول ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا من دخل البيت دخل في حسنة وخرج من سينة مغفورا له لیکن اس میں ایک بات کا خیال رہے کہ اسکے داخل ہونے کی وجہ سے کسی کو تکلیف نہ پہونچے اسی طریقہ سے داخل ہونے والے کیلئے زیادہ مناسب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جس جگہ نماز ادا فرمائی ہے اس جگہ نماز پڑھنے کی کوشش کرے۔

یسال :- اسکے بعد باری تعالیٰ سے جس چیز کی بھی چاہے دعا کرے اسلئے کہ مسجد حرام میں جو دعاء بھی کی جاتی ہے وہ مقبول بارگاہ ہوتی ہے جیسا کہ اس کے دیکھنے کے وقت جو دعا کی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے۔

وَيَلْزَمُ الْأَدَبَ مَا اسْتَطَاعَ بَظَاهِرِهِ وَبَاطِنِهِ وَلَيْسَتْ الْبَلَاطَةُ الْخَضِرَاءُ الَّتِي بَيْنَ الْعُمُودَيْنِ مُصَلًى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا تَقَوْلُهُ الْعَامَّةُ مِنْ أَنَّهُ الْعُرْوَةُ الْوُثْقَىٰ وَهُوَ مَوْضِعُ عَالٍ فِي جِدَارِ الْبَيْتِ بَدْءَةُ بَاطِلَةٍ لَا أَصْلَ لَهَا وَالْمِسْمَارُ الَّذِي فِي وَسْطِ الْبَيْتِ يُسَمُّونَهُ سُرَّةَ الدُّنْيَا يَكْشِفُ أَحَدَهُمْ عَوْرَتَهُ وَسُرَّةُ وَيَضَعُهَا عَلَيْهِ فَعِلٌ مَنْ لَا عَقْلَ لَهُ فَضْلًا عَنْ عِلْمٍ كَمَا قَالَ الْكَمَالُ وَإِذَا أَرَادَ الْعَوْدَ إِلَىٰ أَهْلِهِ يَنْهَىٰ أَنْ يُنْصَرَفَ بَعْدَ طَوَافِهِ لِلْوَدَاعِ وَهُوَ يَمْشِي إِلَىٰ وَرَائِهِ وَوَجْهَهُ إِلَىٰ الْبَيْتِ بَاطِلًا أَوْ مُتَبَاكِيًا مُتَحَسِّرًا عَلَىٰ فِرَاقِ الْبَيْتِ حَتَّىٰ يَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ وَيَخْرُجُ مِنْ مَكَّةَ مِنْ بَابِ بَنِي شَيْبَةَ مِنَ الشَّيْبَةِ السُّفْلَىٰ.

ترجمہ :- اور ظاہر و باطن سے جس قدر بھی ممکن ہو ادب کو ہاتھ سے نہ جانے دے اور سبز فرش جو کہ دو ستونوں کے درمیان ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ نہیں ہے، اور جو عام لوگ کہتے ہیں کہ وہ عروہ و مٹی ہے وہ ایک اونچی جگہ ہے جو بیت اللہ کی دیوار میں ہے اور ایسا کہنا ایک بدعت ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں اور وہ مسمار جو بیت اللہ کے بیچ میں ہے جس کو سرہ دنیا کہا جاتا ہے جس پر لوگ شرم گاہ اور ناف کو کھول کر رکھتے ہیں یہ کوئی علم کی بات نہیں ہے، ایسا وہی لوگ کرتے ہیں جو علم سے بالکل کورے ہوتے ہیں اور ایسا ہی علامہ کمال نے کہا ہے کہ جب اپنے اہل کی طرف لوٹنے کا ارادہ کرے تو مناسب یہ ہے کہ طواف وداع کے بعد لوٹے اور وہ چلے پیچھے کی طرف مگر اس کا چہرہ بیت اللہ کی طرف ہو، روتا ہوا اور رونے کی شکل بنائے ہوئے ہو، بیت اللہ کی جدائیگی پر حسرت کا اظہار کر رہا ہو، اور اسی حالت میں مسجد سے نکلے اور مکہ سے واپسی کے وقت باب شیبہ سے شیبہ سفلی سے ہو کر نکلے۔

تشریح و مطالب :- یلزم : اس کے اندر جانے کے بعد ظاہر و باطن ہر اعتبار سے ادب کے جامہ کو ہاتھ سے نہ جانے دے اسلئے کہ یہ مقام ادب ہے اگر یہاں پر بے ادبی کی تو اس سے گنہگار ہوگا۔

لیست :- مصنفؒ یہاں سے ان لوگوں کا رد کرنا چاہ رہے ہیں جن لوگوں کا یہ گمان ہے اور جیسا کہ عام لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ سبز فرش جو دو کھمبوں کے درمیان ہے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ ہے یہ غلط ہے

اس کا ثبوت حدیث اور آثار صحابہ سے نہیں ہے بلکہ لوگوں کی اپنی رائے ہے، اسی طریقہ سے عروہ و مثنیٰ عام لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ جگہ ہے جو بیت اللہ کی دیوار میں ہے، یہ بھی صحیح نہیں اس کا ثبوت بھی حدیث اور آثار صحابہ سے نہیں۔

المسما:۔ عام لوگوں کا خیال یہ ہے کہ یہ بیت اللہ کے درمیان میں ہے جس کو سرۃ دنیا کہتے ہیں اور اس پر بیونج کر عام لوگ اپنی شرم گاہ اور اپنی ناف کو کھول کر رکھ دیتے ہیں یہ بالکل بدعت ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے بلکہ ایسا کام وہی لوگ کر سکتے ہیں جو زے جاہل ہوں جنہیں علم سے کوئی واسطہ نہ ہو، اسلئے کہ جب ایسا کرنا بیت اللہ کے باہر جائز نہیں کہ اپنی شرم گاہ کو کھول کر کسی جگہ رکھی جائے تو بیت اللہ میں کیوں کر جائز ہو سکتا ہے صاحب فتح القدیر نے اس پر کافی کلام کیا ہے اگر کسی کو زیادہ معلومات کی تمنا ہو تو فتح القدیر کی طرف رجوع کریں۔

یمنی:۔ یعنی حاجی جو تمام افعال کو کر کے اپنے گھر آنے کا ارادہ کرے تو اس کیلئے یہ بات مناسب ہے اور یہی زیادہ لائق ہے کہ وہ طواف و دایع کے بعد لوٹے اور اس طریقہ پر لوٹے کہ اس کا چہرہ بیت اللہ کی طرف ہو اور وہ یا تورو رہا ہو یا اگر آنسو نہ آ رہا ہو تو کم از کم رونے کی شکل ہی بنا لے اس لئے کہ یہاں پر بیت اللہ سے اس کی جدا ہو رہی ہے۔ (ف) اس طریقہ سے کسی جگہ سے نکلنا کہ اس کی پشت اس جانب نہ ہو یہ صرف بیت اللہ کے لئے خاص ہے کسی اور جگہ ایسا کرنا جائز نہیں جو لوگ مزاروں پر اس طرح کی ہیئت بنا کر نکلتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، یہ ایک بدعت ہے جس کی وجہ سے ایسا کرنے والا گنہگار ہو گا اس لئے کہ ایسا کرنے میں بیت اللہ کی مشابہت لازم آتی ہے حالانکہ بیت اللہ تو وہ جگہ ہے جیسا کہ ابھی بیان کیا جا چکا ہے کہ اس جگہ دعائیں قبول ہوتی ہیں، اور مزاروں پر ہر گز یہ بات نہیں یہ فقط لوگوں کی من گھڑت عادت ہے جس کا چھوڑنا اور اس کا ترک کرنا لازم و ضروری ہے۔

وَالْمَرْأَةُ فِي جَمِيعِ أَفْعَالِ الْحَجِّ كَالرَّجُلِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا تَكْشِفُ رَأْسَهَا وَتَسْدُلُ عَلَى وَجْهِهَا شَيْئًا تَحْتَهُ عِيْدَانٌ كَالْقَبَةِ تَمْتَعُ مَسَّهُ بِالْغِطَاءِ وَلَا تَرْفَعُ صَوْتَهَا بِالتَّلْبِيَةِ وَلَا تَرْمُلُ وَلَا تَهْرُولُ بَيْنَ الْمِيلَيْنِ الْأَخْضَرَيْنِ بَلْ تَمْشِي عَلَى هَيْئَتِهَا فِي جَمِيعِ السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَا تَخْلُقُ وَتَقْصُرُ وَتَلْبَسُ الْمَخِيطَ وَلَا تَزَاجِمُ الرَّجَالَ فِي اسْتِلَامِ الْحَجَرِ وَهَذَا تَمَامُ حَجِّ الْمَفْرُودِ وَهُوَ دُونَ الْمُتَمَتِّعِ فِي الْفَضْلِ وَالْقِرَاءَانِ أَفْضَلُ مِنَ التَّمَتُّعِ.

ترجمہ:۔ اور عورت حج کے تمام افعال میں مرد کے مثل ہے مگر یہ کہ وہ اپنے سر کو نہیں کھولے گی اور اپنے چہرے پر کسی چیز کو لٹکالے گی کہ جسکے نیچے دو لکڑیاں ہوں اور وہ قبہ کی طرح ہو جائے اور اس کو چہرے سے چھونے نہ دے اور تلبیہ کے وقت اپنی آواز کو بلند نہ کرے اور نہ میلین اخضرین کے درمیان دوڑے بلکہ اپنے طریقہ پر تمام سعی کے درمیان چلے اور حلق نہ کرے بلکہ کچھ بال کٹوائے اور سلا ہو الباس پہنے اور مردوں سے حجر اسود کے چومنے کے وقت مزاحمت نہ کرے، اور یہ حج مفرد کے بیان کا اختتام ہے، حج مفرد تمتع سے فضیلت میں کم ہوتا ہے اور قرآن تمتع سے افضل ہوتا ہے۔

المراة: عورت افعال حج کو مرد ہی کی طرح ادا کرے گی لیکن جس طریقہ سے بعض چیزیں تشریح و مطالب:۔ اور جگہوں پر اس کیلئے مخصوص ہیں کہ جس میں اس کو سہولت و آسانی دی جاتی ہے اسی طریقہ

سے حج میں بھی اس کو بعض چیزیں ایسی ملتی ہیں کہ جس کی وجہ سے ان افعال میں وہ مردوں سے جداگانہ حکم رکھتی ہے۔

لا تکشف :- عورت اپنے چہرے کو نہیں کھولے گی بلکہ اسکو ڈھکے رہے گی اور چہرے کو اس طرح چھپائے گی کہ اس کے اوپر کپڑا نہ مس کر تا ہو جیسا کہ اسکی ترکیب پہلے بیان کی جا چکی، اسی سے ایک بات یہ معلوم ہو گئی کہ برقع کا پہننا مکروہ ہے اس لئے کہ برقع پہننے کی صورت میں وہ چہرہ سے مس کرتا ہے۔

لا ترفع :- اسی طرح سے عورت تلبیہ کے وقت اپنی آواز کو بلند نہ کرے گی بلکہ تلبیہ اس طور پر کہے گی کہ وہ خود اسے سن لے اور دوسرے لوگ اسے نہ سن سکیں جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ عورت کی آواز میں فتنہ ہے اسی لئے ایسے مواقع پر آواز کو بلند کرنے سے روک دیا جائیگا۔

لا ترمل :- اسی طریقہ سے عورت سعی کے درمیان دوڑ نہ لگائے گی بلکہ اپنی چال پر چلے گی کیونکہ اسکے دوڑنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے اور ایسے مقامات پر جہاں فتنہ وغیرہ کا اندیشہ ہو ایسے کاموں سے روک دیا جاتا ہے۔

ولا تحلق :- اسی طریقہ سے عورت حلق نہیں کرائے گی بلکہ اپنے بالوں کو کٹوالے گی حالانکہ مردوں کے لئے افضل یہی ہے کہ وہ حلق کرائیں، اسی طریقہ سے چوتھائی حصہ سے کم بال کٹوائے گی۔

لا تراحم :- اسی طریقہ سے حجر اسود کے بوسہ دینے کے وقت عورت مرد سے مزاحمت نہ کرے گی اس لئے کہ اس کے مردوں کے ساتھ ملنے سے قوی اندیشہ ہے کہ لوگ فتنہ میں پڑ جائیں جس کی وجہ سے انکا حج فاسد ہو جائے۔ مصنفؒ نے عورت کا بعض مخصوص چیزوں کو تو بیان کیا مگر اس ایک مخصوص حکم کو نہیں بیان کیا جو اس کے فرضیت حج کیلئے ضروری ہے اور وہ یہ کہ بغیر محرم کے وہ حج کا سفر نہ کرے، مصنفؒ پر اس کا اعتراض نہ کیا جائے اس لئے کہ اولاً تو یہ بات ثابت ہے کہ فرضیت حج کے موقع پر مصنفؒ نے اس حکم کو بیان کر دیا ہے لہذا اسے دوبارہ لانے کی ضرورت محسوس نہ کی، اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ صرف حج کیلئے یہ بات خاص نہیں ہے بلکہ ہر ایک سفر میں عورت بلا محرم کے ساتھ کے نہیں نکل سکتی اس وجہ سے اسے چھوڑ دیا۔

تیسری بات یہ ہے کہ مصنفؒ تمام افعال کے کرنے کے بعد کے احکام کو بیان کر رہے ہیں لہذا اس تخصیص کی ضرورت کو محسوس نہیں کیا اسی طریقہ سے اس بات کو بھی بیان نہیں کیا کہ حالت حیض میں طواف صدر کو ترک کر دے گی اور حیض صرف عورتوں کے ساتھ خاص ہے، مردوں کو حیض نہیں آتا اس وجہ سے جس طرح سے اور مواقع پر حیض کی وجہ سے احکام بدل جاتے ہیں اسی طریقہ سے یہاں پر بھی اس کا حکم بدل جائیگا۔

دون التمتع :- مصنفؒ یہاں سے حج مفرد، قرآن اور تمتع کے درمیان افضلیت میں فرق کرنا چاہ رہے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ مفرد کا درجہ تمتع سے کم ہے اور اسی طریقہ سے قرآن کی افضلیت تمتع سے زائد ہے۔

فصل۔ القرآن هو أن يجمع بين إحرام الحج والعمرة فيقول بعد صلاة ركعتي الإحرام اللهم اني أريد الحج والعمرة فيسرنهما لي وتقبلهما مني ثم يلبس إذا دخل مكة بدأ بطواف العمرة سبعة أشواط يرمل

فِي الثَّلَاثَةِ الْأَوَّلِ فَقَطُّ ثُمَّ يُصَلِّي رَكَعَتَي الطَّوَافِ ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الصَّفَا وَيَقُومُ عَلَيْهِ دَاعِيًا مُكَبِّرًا مُهْلًا مَلِيًّا مُصَلِّيًا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَهْبِطُ نَحْوَ الْمَرْوَةِ وَيَسْعَى بَيْنَ الْمِيلَيْنِ فَيَتِمُّ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ وَهَذِهِ أَفْعَالُ الْعُمْرَةِ وَالْعُمْرَةُ سَنَةٌ ثُمَّ يَطُوفُ طَوَافَ الْقُدُومِ لِلْحَجِّ ثُمَّ يَتِمُّ أَفْعَالُ الْحَجِّ كَمَا تَقَدَّمَ فَإِذَا رَمَى النَّحْرَ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ وَجَبَ عَلَيْهِ ذَبْحُ شَاةٍ أَوْ سَبْعُ بَدَنَةِ فَإِذَا لَمْ يَجِدْ فَصِيَامَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ قَبْلَ مَجْيِ يَوْمِ النَّحْرِ مِنْ أَشْهُرِ الْحَجِّ وَسَبْعَةِ أَيَّامٍ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنَ الْحَجِّ وَلَوْ بِمَكَّةَ بَعْدَ مَضَى أَيَّامِ التَّشْرِيقِ وَلَوْ فَرَّقَهَا جَازًا.

ترجمہ:۔ قرآن یہ ہے کہ حج اور عمرہ دونوں کا احرام ایک ہی ساتھ باندھے چنانچہ احرام کی دونوں رکعتوں کے بعد کہے (ترجمہ) اے اللہ میں حج اور عمرہ کا روادہ رکھتا ہوں تو تو ان دونوں کو میرے لئے آسان کر دے اور میری طرف سے ان دونوں کو قبول فرما، پھر لبیک کہے پھر جب مکہ میں داخل ہو تو طواف عمرہ سے شروع کرے اور سات چکر لگائے صرف پہلے تین چکروں میں دوڑے پھر دور رکعت طواف کی نیت سے پڑھے پھر صفا کی جانب نکل جائے اور اس پر کھڑا ہو جائے، دعا کرے تکبیر کہے اور لا الہ الا اللہ کہے، حضور پاک ﷺ پر درود بھیجے پھر اس سے اتر کر مروہ کی جانب چلے اور میلین کے درمیان سعی کرے اسکے بعد سات چکر کو پورا کرے اور یہ عمرہ کے افعال ہیں اور عمرہ کرنا سنت ہے، پھر طواف قدوم کرے حج کیلئے پھر حج کے افعال کو پورا کرے جس طرح کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، پس جب یوم النحر کے دن رمی کرے گا تو اسکے اوپر ذبح کرنا بکری کا یا بدنہ کا ساتواں حصہ واجب ہے اور جب اسے نہ پاسکے تو تین دن کا روزہ رکھے اشہر حج کے اندر اندر یوم النحر کے آنے سے پہلے اور سات دن حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ ہی میں رہے اور اگر انکے درمیان تفریق کر دیتا تب بھی جائز ہے۔

القرآن: ابھی تک مصنف "مطلق احکام کو بیان کر رہے تھے جب تمام احکام اور ادا کئے جانے کے طریقے کو بیان کر چکے تو اب یہاں سے ہر ایک کا الگ الگ تذکرہ کر رہے ہیں چنانچہ

سب سے پہلے قرآن کو بیان کیا، اس کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ کون افضل ہے، حنفیہ کے نزدیک تو قرآن کا درجہ افراد اور تمتع سے افضل ہے، لیکن حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ افراد افضل ہے اور حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ تمتع افضل ہے اور حضرت امام مالکؒ کی دلیل یہ ہے کہ تمتع کا تذکرہ قرآن میں موجود ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ جَسَ كَاتِذْ كَرَهُ قَرَأَن مِّن مَّوْجُودِہِ اس کی اہمیت بڑھی ہوئی ہوتی ہے اور حضرت امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ القرآن رخصۃ اور ایک وجہ یہ ہے کہ افراد کے اندر تلبیہ زیادہ ہوتی ہے اور اسی طرح سے سفر بھی ہوتا ہے اور حلق بھی کرائی جاتی ہے اور اسی طرح سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد یہ بھی ہے کہ افراد بالاحج۔ اور حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آل محمد اھلوا بحجۃ وعمرۃ معا۔ اور اس میں ایک بات اور بھی پائی جاتی ہے کہ دو عبادتیں ایک جگہ جمع ہو جاتی ہیں۔

ان یجمع:۔ مصنف نے اسے مطلق ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ خواہ یہ جمع ہیئت ہو یا حکماً دونوں صحیح ہے مطلب یہ ہے کہ پہلے عمرہ کا احرام باندھا ہو پھر حج کا یا اسکے برعکس کیا ہو کہ پہلے حج کیلئے احرام باندھا پھر

اسکے بعد عمرہ کیلئے مگر اس صورت میں طواف سے قبل باندھ لینا چاہئے۔

فیقول :- جب احرام باندھنے کے بعد دو رکعت احرام کی نیت سے پڑھ لے اس کے بعد یہ الفاظ کہے لیکن اس جگہ مراد یہ ہے کہ اس کی نیت ہو یہ ضروری نہیں کہ ان الفاظ کو زبان سے ادا کرے۔

العمرة :- یہاں پر عمرہ کو حج پر اس وجہ سے مقدم کیا کہ واوتر تیب کیلئے ہے اس وجہ سے احرام میں بھی عمرہ کے احرام کو مقدم کیا جائے گا۔

بداء بطواف العمرة :- یعنی قرآن کے اندر طواف عمرہ کو مقدم کرنا واجب ہے اور طواف حج کو مؤخر کیا جائے۔
وجب علیہ :- یہاں پر ذبح کے ساتھ اس کو اس وجہ سے مقید کیا کہ اگر اس سے قبل ذبح کر دیا گیا تو جائز نہ ہو گا اس لئے کہ اس میں ترتیب کا لحاظ رکھنا واجب ہے۔

بدنة :- اسے مطلق ذکر کیا لہذا اس میں اونٹ اور گائے دونوں کے بدنہ داخل ہوں گے اور جس کو بھی ذبح کر دیا جائے گا صحیح ہو جائے گا۔

فصل. التَّمَتُّعُ هُوَ أَنْ يُحْرِمَ بِالْعُمْرَةِ فَقَطْ مِنَ الْمِيقَاتِ فَيَقُولُ بَعْدَ صَلَاةِ رَكْعَتَيِ الْإِحْرَامِ اللَّهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ الْعُمْرَةَ فَيَسْرُهَا لِي وَتَقْبَلَهَا مِنِّي ثُمَّ يَلْبِي حَتَّى يَدْخُلَ مَكَّةَ فَيَطُوفُ لَهَا وَيَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ بِأَوَّلِ طَوَافِهِ وَيَوْمَلُ فِيهِ ثُمَّ يَصَلِّي رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ ثُمَّ يَسْعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ بَعْدَ الْوُقُوفِ عَلَى الصَّفَا كَمَا تَقْدَمُ سَبْعَةُ أَشْوَاطٍ ثُمَّ يَحْلِقُ رَأْسَهُ أَوْ يَقْصُرُ إِذَا لَمْ يَسُقِ الْهَدْيَ وَحَلَّ لَهُ كُلُّ شَيْءٍ مِنَ الْجَمَاعِ وَغَيْرِهِ وَيَسْتَمِرُّ حَلَالًا وَإِنْ سَاقَ الْهَدْيَ لَا يَتَحَلَّلُ مِنْ عُمْرَتِهِ فَإِذَا جَاءَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ يُحْرِمُ بِالْحَجِّ مِنَ الْحَرَمِ وَيَخْرُجُ إِلَى مِئَةِ فَإِذَا رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَةِ يَوْمَ النَّحْرِ لَرَمَهُ ذَبْحُ شَاةٍ أَوْ سَبْعَ بَدَنَةِ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ صَامَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ قَبْلَ يَوْمِ النَّحْرِ وَسَبْعَةَ إِذَا رَجَعَ كَالْفَارِغِ فَإِنْ لَمْ يَصُمْ الثَّلَاثَةَ حَتَّى جَاءَ يَوْمُ النَّحْرِ تَعَيَّنَ عَلَيْهِ ذَبْحُ شَاةٍ وَلَا يُجْزِئُهُ صَوْمٌ وَلَا صَدَقَةٌ.

ترجمہ :- فصل۔ تمتع، اور وہ یہ ہے کہ صرف عمرے کا احرام باندھا جائے میقات سے اور احرام کی رکعتوں کے بعد یہ کہے (ترجمہ) اے اللہ میں عمرہ کا ارادہ رکھتا ہوں اسے میرے لئے آسان کر دے اور اسے میری طرف سے قبول فرما پھر اسکے بعد تلبیہ کہے یہاں تک کہ مکہ میں داخل ہو جائے پس طواف کرے اور تلبیہ کو ختم کر دے اپنے پہلے ہی طواف سے اور اس طواف میں رمل کرے پھر طواف کی دو رکعتیں پڑھے پھر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے، صفا پر ٹھہرنے کے بعد جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا کہ سات شوط کرے اور اپنے سر کو منڈوائے یا بالوں کو چھوٹا کرے اور اگر قربانی کے جانور کو نہیں ہنکایا تھا اور اس کیلئے ہر ایک چیز حلال ہو گئی جماع وغیرہ میں سے اور وہ اسی حالت میں ٹھہرا رہے اور اگر قربانی کا جانور ہانکا تھا تو اپنے عمرے سے حلال نہ ہو گا چنانچہ جب تلبیہ کا دن آجائے تو حرم سے حج کا احرام باندھ لے اور منیٰ کی طرف نکل جائے تو جب جمرہ عقبی کی رمی کر لی یوم النحر کے دن تو اس کے اوپر ایک بکری کا یا ایک بدنہ کا ذبح کرنا لازم ہو گیا، پس اگر نہ پائے تو تین دن یوم النحر سے قبل روزہ رکھے اور سات روزے جبکہ واپس آئے جس

طرح قارن رکھتا ہے اور اگر روزہ نہ رکھا یہاں تک کہ یوم النحر آگیا تو اب اسکے اوپر بکری کا ذبح کرنا متعین ہو گیا، اور اس کے لئے نہ روزہ رکھنا اور نہ صدقہ کرنا کافی ہو سکتا ہے۔

تشریح و مطالب :- چونکہ مصنف "حنفی المسلک" ہیں اس لئے یہ اسی ترتیب سے بیان کریں گے جس ترتیب سے اس میں افضلیت ہوگی چنانچہ قرآن حنفیہ کے نزدیک افضل تھا لہذا اسے مقدم کیا جب

اس کو بیان کر چکے تو اب تمتع کو بیان کر رہے ہیں۔

التمتع :- یہ جان لینا ضروری ہے کہ تمتع کے کتنے اقسام ہیں، صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ تمتع دو طرح کا ہوتا ہے ایک تو وہ جس میں قربانی کا جانور چلایا جاتا ہے اور دوسرے وہ کہ جس میں قربانی کے جانور کو نہیں چلایا جاتا۔

ان یحرم :- اب یہاں سے یہ بیان کرنا چاہ رہے ہیں کہ اس کی صفت کیا ہو اور کہاں سے اور کس کیلئے احرام باندھا جائے تو مصنف نے آگے خود ہی بیان کر دیا کہ اس میں صرف عمرہ کیلئے احرام باندھا جاتا ہے اس کے بعد جب مکہ میں داخل ہو طواف کرے اور عمرہ کیلئے سعی کرے۔

ثم یحلق :- یعنی اب اسکے بعد حلق کرائے اسلئے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور وہ اس طرح سے ہے کہ ۶ھ میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے احرام باندھا اور بغرض عمرہ مکہ کی جانب روانہ ہوئے لیکن مقام حدیبیہ میں پہنچے ہی تھے کہ اہل مکہ نے آپ کو روک دیا اور آپ حدیبیہ ہی میں قربانی کر کے واپس چلے آئے اور آپ نے وہاں پر حلق بھی کر لیا، اور حلق کر لینے کے بعد عمرہ کے تمام ارکان پورے ہو جاتے ہیں اور اس کو دو باتوں کا اختیار ہوتا ہے اگر وہ چاہے تو حالت احرام میں رہے گا اور اگر چاہے تو احرام کھول دے لیکن یہ اس کیلئے ہے جس نے قربانی کا جانور نہیں ہنکایا ہے اور اگر اس نے قربانی کا جانور ہنکا دیا ہے تو اب اسکے لئے ضروری ہے کہ وہ رکاز ہے اور اگر اس نے حلق کر لیا تو اب اس کی وجہ سے اس پر دم لازم آئے گا۔

او یقصر :- شیخ الاسلام نے مبسوط میں لکھا ہے کہ ان دونوں کے درمیان اس وقت اختیار ہے کہ اسکا بال لپٹا ہو انہ ہو اور اسی طرح اسکا بال گوندھنا گیا ہو اور اگر ایسا نہیں ہے تو اسکے لئے حلق ضروری ہے قصر سے اسکا کام نہیں چلے گا۔

فإذا جاء :- یعنی جس نے قربانی کے جانور کو ہانکا تھا وہ یوم الترویہ تک رکاز رہے اور جب یوم الترویہ آجائے تو حرم پاک سے احرام باندھے اور اگر اسکے آنے سے قبل ہی احرام باندھ لیا تو بھی صحیح ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور افضل یہی ہے کہ پہلے باندھ لے اسلئے کہ اس میں مساعت الی الخیر ہے اور یہ افضل ہے اور جب احرام باندھ لیا تو منیٰ وغیرہ جائے اور وہاں پر ان افعال کو کرے جنہیں وہاں کیا جاتا ہے اور جب جمرہ عقبہ میں یوم النحر کو رمی کر لے گا تو اب اسکے اوپر ضروری ہو جائیگا کہ ایک بکری ذبح کرے لیکن اگر کوئی ایسا ہو کہ اسکے پاس طاقت نہ ہو کہ ایک بکری کو ذبح کرے تو اسکے لئے ضروری ہے کہ یوم النحر کے آنے سے قبل تین روزہ رکھ لے اور سات دن اس وقت جب کہ وہ لوٹ کر آئے لیکن اگر ایسی صورت پیش آگئی کہ ابھی روزہ نہیں رکھا تھا کہ یوم النحر آگیا تو اب اسکے لئے قربانی ہی ضروری ہوگی روزہ رکھنا اور صدقہ کرنا کافی نہ ہوگا۔

فصل۔ العُمْرَةُ سَنَةٌ وَتَصِحُّ فِي جَمِيعِ السَّنَةِ وَتَكْرَهُ يَوْمَ عَرَفَةَ وَيَوْمَ النَّحْرِ وَأَيَّامَ التَّشْرِيقِ وَكَيْفِيَّتُهَا أَنْ يُحْرِمَ لَهَا مِنْ مَكَّةَ مِنَ الْحِلِّ بِخِلَافِ إِحْرَامِهِ لِلْحَجِّ فَإِنَّهُ مِنَ الْحَرَمِ وَأَمَّا الْآفَاقِي الَّذِي لَمْ يَدْخُلْ مَكَّةَ فَيُحْرِمُ إِذَا أَفْضَلَهَا مِنَ الْمِيقَاتِ ثُمَّ يَطُوفُ وَيَسْمَى لَهَا ثُمَّ يَحْلِقُ وَقَدْ حَلَّ مِنْهَا كَمَا بَيَّنَّاهُ بِحَمْدِ اللَّهِ

تنبیہ:۔ اَفْضَلُ الْاَيَّامِ يَوْمَ عَرَفَةَ اِذَا وَاَفَقَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ اَفْضَلُ مِنْ سَبْعِينَ حَجَّةً فِي غَيْرِ جُمُعَةٍ رَوَاهُ صَاحِبُ مِعْرَاجِ الدَّرَايَةِ بِقَوْلِهِ وَقَدْ صَحَّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ اَفْضَلُ الْاَيَّامِ يَوْمَ عَرَفَةَ اِذَا وَاَفَقَ جُمُعَةٍ وَهُوَ اَفْضَلُ مِنْ سَبْعِينَ حَجَّةً ذِكْرُهُ فِي تَجْرِيدِ الصَّحَاحِ بَعْلَامَةُ الْمُوطَا وَكَذَا قَالَهُ الزَّيْلَعِيُّ شَارِحُ الْكَنْزِ وَالْمُجَاوِرَةُ بِمَكَّةَ مَكْرُوهَةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى لِعَدَمِ الْقِيَامِ بِحُقُوقِ الْبَيْتِ وَالْحَرَمِ وَنَفْيِ الْكَرَاهَةِ صَاحِبَاهُ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى

ترجمہ:- فصل۔ عمرہ کرنا سنت ہے اور عمرہ پورے سال کرنا صحیح ہے عرفہ کے دن اور یوم النحر کے دن اور ایام تشریق کے دن کرنا مکروہ ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ مکہ کے علاقے سے جو حل ہے وہاں سے احرام باندھے، بخلاف حج کے احرام کے اس لئے کہ وہ حرام سے باندھا جاتا ہے اور بہر حال آفاقی کے لئے جو کہ داخل ہی نہ ہوا ہے وہ احرام باندھے جبکہ اسکا ارادہ کرے میقات ہی سے پھر طواف کرے اور طواف کیلئے سعی کرے پھر سر منڈوائے اور اب یہ عمرہ سے فارغ ہو گیا جیسا کہ ہم نے بحمد اللہ اسے بیان کر دیا ہے۔

تنبیہ:- سب دنوں سے افضل عرفہ کا دن ہے جبکہ جمعہ کے دن سے موافقت کر جائے اور یہ غیر جمعہ کے علاوہ ستر حجوں سے بہتر ہے، صاحب معراج الدرایہ کے مصنف کا قول ہے اور یہ بات صحیح طور پر حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا بہترین دن عرفہ کا دن ہے جب جمعہ کے روز ہو اور وہ ستر حجوں سے افضل ہے تجرید صحاح میں موطا کی علامت سے ذکر کیا ہے اور اسی کو صاحب زیلعی شارح کنز نے لکھا ہے، اور مکہ کی مجاورت حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مکروہ ہے اسلئے کہ بیت اللہ کا احترام اور حرم کے حقوق کو بجالانا ممکن نہیں، اور حضرات صاحبین نے کراہت کی نفی کی ہے۔

تشریح و مطالب:- ابھی تک مصنف قرآن اور تمتع کو بیان کر رہے تھے جب ان دونوں کو بیان کر چکے تو اب یہاں سے عمرہ کو بیان کر رہے ہیں، چونکہ ان دونوں کے مقابل میں اس کا درجہ کم ہے

اس لئے اسکو بعد میں بیان کیا گیا۔

العمرہ سنة:- عمرہ کرنا سنت ہے اگر ایک مرتبہ بھی عمرہ کر لیا تو اس نے سنت کو ادا کر لیا اور عمرہ میں صرف احرام باندھا جاتا ہے اور سعی بین الصفا والمروہ کیا جاتا ہے اور اسی طریقہ سے حلق یا قصر کیا جاتا ہے اور اسکے لئے کوئی زمانہ اور وقت بھی متعین نہیں جب اسکو موقع ملے اسی وقت کر سکتا ہے لیکن افضل یہ ہے کہ رمضان میں کرے۔

تکروہ:- یعنی عمرہ کیلئے احرام باندھنا عرفہ کے دن اور اسی طرح سے یوم النحر اور ایام تشریق میں مکروہ ہے اور اگر باندھ لیا خواہ عرفہ کے زوال سے قبل ہو یا بعد ہر صورت میں مکروہ ہے اور اس باندھنے کی وجہ سے اس پر دم لازم آئیگا۔

الحل :- حرم وہ ہے جسکے اندر شکار وغیرہ کھیلنا اور جانوروں کو مارنا حرام ہے اور اسکے علاوہ تمام روئے زمین حل ہے اب ان دونوں مسئلوں کا خلاصہ یہ ہے کہ عمرہ کا احرام حل میں آکر باندھنا ہو گا اور حج کا احرام حرم سے باندھنا ہو گا۔
 اما لا فاقی :- یعنی غیر کی کیلئے جب وہ میقات سے قبل اسکا ارادہ رکھتا ہو تو اس کیلئے ضروری ہے کہ حرم میں داخل ہونے سے قبل احرام باندھ لے لیکن اگر پہلے سے ارادہ نہ تھا بلکہ بعد میں ارادہ ہو گیا تو اب بلا احرام کے داخل ہونا جائز ہے۔
 تنبیہ :- اب یہاں سے مصنف ایک خاص بات بیان کر رہے ہیں اس لئے اس کا عنوان بھی قائم کیا، یعنی یہ بطور نوٹ کے بیان کر رہے ہیں۔

وقد صرح :- مصنف نے یہ لکھا ہے کہ یوم عرفہ جب جمعہ کے دن پڑ جائے تو وہ ستر حجوں سے بہتر ہے اور اس سلسلہ میں ایک حدیث بھی ذکر کی گئی ہے، یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت بھی ہے لیکن منادیؓ نے بعض حفاظ حدیث سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے اسکی کوئی اصل نہیں ہے اور نہ یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اور امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں بھی اس واقعہ کو بیان کیا ہے کہ بعض سلف نے یہ کہا ہے کہ جب یوم عرفہ یوم جمعہ میں پڑ جائے تو تمام اہل عرفہ کو بخش دیا جاتا ہے اور یہ دن دنیا کے لیام سے افضل ہے اور اسی دن حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع فرمایا اور اسی دن یہ آیت اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی نازل ہوئی، اہل کتاب کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو وہ کہنے لگے کہ اگر ہمارے لئے ایسا کیا گیا ہو تا تو ہم اس دن کو اپنے لئے عید بنا لیتے، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آج کے دن دو عید اتاری گئیں ایک یوم عرفہ اور ایک یوم جمعہ (شامی)

﴿بَابُ الْجَنَایَاتِ﴾

هِيَ عَلَى قِسْمَيْنِ جَنَایَةٌ عَلَى الْاِحْرَامِ وَجَنَایَةٌ عَلَى الْحَرَمِ وَالثَّانِيَّةُ لَا تَخْتَصُّ بِالْمُحْرَمِ وَجَنَایَةُ الْمُحْرَمِ عَلَى اَقْسَامٍ مِنْهَا مَا يُوجِبُ دَمًا وَمِنْهَا مَا يُوجِبُ صَدَقَةً وَهِيَ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ وَمِنْهَا مَا يُوجِبُ دُونَ ذَلِكَ وَمِنْهَا مَا يُوجِبُ الْقِيَمَةَ وَهِيَ جِزَاءُ الصَّيْدِ وَيَتَعَدَّدُ الْجِزَاءُ بِتَعَدُّدِ الْقَاتِلِينَ الْمُجْرِمِينَ فَالَّتِي تُوجِبُ دَمًا هِيَ مَا لَوْ تَطَيَّبَ مُحْرَمٌ بِالْغُضُوِّ أَوْ خَضَبَ رَأْسَهُ بِجَنَاءٍ أَوْ اَذْهَنَ بِرَيْنٍ وَتَحَوَّهَ أَوْ لَبَسَ مَخِيطًا أَوْ سَتَرَ رَأْسَهُ يَوْمًا كَامِلًا أَوْ حَلَقَ رُبْعَ رَأْسِهِ أَوْ مَحْجَمَهُ أَوْ أَحْدَ اِبْطِيهِ أَوْ عَاتَنَهُ أَوْ رَقَبَتَهُ أَوْ قَصَّ اَظْفَارَ يَدَيْهِ وَرَجَلَيْهِ بِمَجْلِسٍ أَوْ يَدًا أَوْ رَجُلًا أَوْ تَرَكَ وَاجِبًا مِمَّا تَقَدَّمَ بَيَانُهُ وَفِي أَحَدِ شَارِبِهِ حَكْمَةً.

ترجمہ :- حج کی غلطیاں۔ یہ غلطیاں دو قسم کی ہوں گی ایک جنایت علی الاحرام اور دوسری جو محرم کے ساتھ خاص نہیں ہے، حرم کی جنایات مختلف اقسام پر ہے ان میں سے بعض وہ ہیں جو صدقے کو واجب کرتی ہیں اور یہ نصف صاع گیہوں ہے اور اس میں جو اس سے کم کو واجب کرتی ہیں اور اس میں سے بعض وہ ہیں جو قیمت کو واجب کرتی ہیں اور یہ شکار کا بدلہ ہے اور احرام باندھنے والے قاتلوں کے متعدد ہو جانے سے جزاء بھی متعدد ہو جاتی ہے، اور وہ

جنایت جس سے دم لازم آتا ہے یہ محرم کا خوشبو لگانا یا اپنے سر کو مہندی لگانا یا تھون کے تیل لگانے سے یا اسکے مثل یا سلے ہوئے کپڑے پہن لینے سے، یا پورے دن اپنے سر کو چھپالینے سے یا اپنے سر کے چوتھائی کا منڈوالینے سے، یا بچھنا لگوانے کی جگہ یا دونوں بغلوں میں سے ایک کو یا زیر ناف کو یا گردن کو یا اپنے ہاتھوں کے ناخن کو کاٹنے سے اور پیر کے ایک ہی مجلس میں یا ایک پیر یا ایک ہاتھ کے ناخن کو کاٹنے کی وجہ سے یا ان واجبات کو چھوڑ دینے کی وجہ سے جنک بیان پہلے ہو چکا ہے یا موٹھوں کے ترشوانے میں ایک عادل شخص کے فیصلے کا اعتبار کیا جائے گا۔

تشریح و مطالب :- ابھی تک مصنف عام احکامات کو بیان کر رہے تھے کہ حج کب فرض ہوگا اور کن کن لوگوں پر فرض ہوگا اور کون کس سے افضل ہے اور کس طرح ادا کیا جائے گا جب ان تمام باتوں کو بیان کر چکے اور ان کے احکامات کو ذکر کر چکے تو اب یہ ضروری تھا کہ ان چیزوں کو بھی بتلاتے کہ جن کے چھوٹ جانے سے یا جن میں کمی کی وجہ سے کچھ تاوان واجب ہوتا ہے لہذا اب انہی چیزوں کو یہاں سے بیان کر رہے ہیں کہ کن کاموں کے کرنے کی وجہ سے کیا تاوان لازم آتا ہے۔

الجنایات :- یہ جنایت کی جمع ہے ویسے اسکے معنی معصیت کے ہیں لیکن یہاں پر جنایت اسے کہا جاتا ہے جو احرام یا حرم کی بے حرمتی کی وجہ سے ہو تو اس کی وجہ سے کبھی تو دو دم لازم ہوتے ہیں اور کبھی ایک اور کبھی روزہ رکھنا واجب ہوتا ہے اور کبھی صرف صدقہ کرنا کافی ہوتا ہے اور جنکی وجہ سے دم لازم آتا ہے وہ کل سات ہیں جسے اس شعر میں بیان کیا گیا ہے۔

محرم الاحرام ترك واجب ازالة الشعر وقص ظفر
واللبس والوطی مع الدواعی والطیب والدهن وصید البر

یعنی اس کا مطلب یہ ہوا کہ احرام باندھنے والے کا کسی واجب کو ترک کر دینا اور بال و ناخن کا کاٹنا اور سلا ہوا کپڑا پہننا، و طی کرنا اور خوشبو لگانا اور تیل لگانا اور خشکی کا شکار کرنا اور اسی طرح سے حرم کے درخت وغیرہ کاٹنا۔ (در مختار شامی بقرف) مایوجب دما :- یہ عام ہے اور ایک بکری کا ذبح کر دینا کافی ہو جائے گا لہذا جہاں پر بھی دم کو مطلق ذکر کر دیا جائے وہاں پر بکری کا ذبح کرنا کافی ہو جائے گا، لیکن دو جگہیں ایسی ہیں کہ وہاں پر بکری کافی نہیں ایک تو یہی ہے کہ وقوف عرفہ کے بعد اور حلق سے پہلے جب جماع کر لیا ہو اور دوسری جگہ وہ ہے کہ طواف زیارت کو حالت جنابت یا حالت حیض میں کر لیا ہو تو ان دونوں جگہوں میں بکری کا ذبح کرنا کافی نہ ہو گا بلکہ بدنہ ذبح کرنا ہو گا۔

مایوجب صدقة :- یعنی حالت احرام میں جنایت کی وجہ سے جو صدقہ واجب ہوتا ہے وہ نصف صاع ہوتا ہے اور ہر جگہ نصف صاع ہی دیا جائے گا، لیکن اگر ٹڈی جو وغیرہ کو مار دیا تو اس وقت جتنا چاہے کھلا دے اس میں مقدار متعین نہیں۔ بتعدد الجزاء :- مثلاً آیت شکار کو در محرموں نے قتل کیا تو اب یہاں پر دو جزاء لازم آئے گی اس لئے کہ یہاں پر ان دونوں کا فعل پایا گیا لیکن اگر غیر محرم نے مل کر حرم کے جانور کو قتل کر دیا تو اس وقت ایک ہی جنایت پائی گئی اس لئے کہ مکان متحد ہے اس لئے ایک ہی دم لازم آئے گا۔ (وہکذا قال صاحب التئویر و شارحہ)

طیب :- مصنف نے اسے مطلق ذکر کیا لہذا اس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ خواہ جان بوجھ کر خوشبو لگائی ہو یا بھول کر یا اسے یہ بات معلوم ہی نہ تھی ہر صورت میں اس کے اوپر دم لازم آئے گا۔
محرم :- اس سے اس شخص کو نکالنا مقصود ہے کہ جس نے حالت احرام کے علاوہ میں خوشبو لگائی اور اسکے بعد احرام باندھ لیا اور وہ خوشبو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو گئی تو اسکی وجہ سے اس پر کچھ واجب نہ ہوگا۔

وَالَّتِي تُوجِبُ الصَّدَقَةَ بِنِصْفِ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ أَوْ قِيمَتِهِ هِيَ مَالُو تَطْيَبَ أَقْلٌ مِنْ عُضْوٍ أَوْ لِبَسٍ مَخِطًا أَوْ غَطًى رَأْسَهُ أَقْلٌ مِنْ يَوْمٍ أَوْ حَلَقٍ أَقْلٌ مِنْ رُبْعِ رَأْسِهِ أَوْ قَصٍّ ظَفَرًا وَكَذَا لِكُلِّ ظَفَرٍ نِصْفُ صَاعٍ إِلَّا أَنْ يُلْغَ الْمَجْمُوعُ دَمًا فَيَنْقُصُ مَا شَاءَ مِنْهُ كَخَمْسَةِ مُتَفَرِّقَةٍ أَوْ طَافَ لِلْقُدُومِ وَلِلصَّدْرِ مُحْدِثًا وَتَجِبُ شَاةٌ وَلَوْ طَافَ جُنْبًا أَوْ تَرَكَ شَوْطًا مِنْ طَوَافِ الصَّدْرِ وَكَذَا لِكُلِّ شَوْطٍ مِنْ أَقْلِهِ أَوْ حَصَاةٍ مِنْ إِحْدَى الْجِمَارِ وَكَذَا لِكُلِّ حَصَاةٍ فِيمَا لَمْ يُلْغَ رَمَى يَوْمٍ إِلَّا أَنْ يُلْغَ دَمًا فَيَنْقُصُ مَا شَاءَ أَوْ حَلَقَ رَأْسَ غَيْرِهِ أَوْ قَصَّ أَظْفَارَهُ وَإِنْ تَطْيَبَ أَوْ لَبَسَ أَوْ حَلَقَ بَعْدَ تَخْيِيرِ بَيْنِ الذَّبْحِ أَوْ التَّصَدُّقِ بِثَلَاثَةِ أَصْوُعٍ عَلَى سِتَّةِ مَسَاكِينٍ أَوْ صِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ.

ترجمہ :- اور وہ جن باتیں جو صدقہ کو واجب کرتی ہیں نصف صاع گیہوں میں سے یا اسکی قیمت، وہ عضو سے کم میں خوشبو لگانا ہے یا سلا ہو اکپڑا پہننا ہے یا ایک دن سے کم سر کو ڈھکنا ہے یا ربیع راس سے کم سر کو منڈولنا ہے یا ناخن کا ترشولنا ہے اور اسی طریقہ سے ہر ناخن کیلئے نصف صاع ہے مگر جبکہ ان تمام کا مجموعہ ایک دم کو پہنچ جائے تو جتنا بھی چاہے اس میں سے کم کر دے جیسا کہ پانچ متفرق ناخنوں میں یا طواف قدوم کیا یا طواف صدر کیا ہو حدث کی حالت میں اور بکری واجب ہوتی ہے اگرچہ حالت جنابت میں طواف کیا ہو، یا طواف صدر میں سے کسی شوط کو چھوڑ دیا ہو اور اسی طریقہ سے ہر رمی کے بدلہ میں نصف صاع واجب ہوتا ہے گا اس مقدار میں کہ ایک دن کی رمی کی مقدار کو پہنچ جائے مگر یہ کہ ایک دم کو پہنچ جائے تو اس میں جتنا چاہے کم کر دے یا دوسرے کے سر کو موٹا دیا دوسرے کے ناخن کو کاٹ دیا اور اگر خوشبو یا سلا ہو اکپڑا یا حلق کسی وجہ سے کیا ہے تو اسکو اختیار ہے ذبح کرنے میں یا تین صاع کے صدقہ کرنے میں چھ مسکینوں پر یا تین دن کے روزہ رکھنے میں۔

تشریح و مطالب :- **التي توجب الصدقة :-** اب یہاں سے اس صورت کو بیان کرنا چاہ رہے ہیں کہ جس کی وجہ سے صدقہ واجب ہوتا ہے چونکہ وہ جنابت بڑھی ہوئی ہوتی ہے جس میں دم لازم ہوتا ہے اس لئے اس کو پہلے بیان کیا۔

بنصف صاع :- یعنی یہ صدقہ جو کیا جائے گا اس کی مقدار نصف صاع گیہوں سے یا اسکی قیمت ہے لہذا اس مقدار کے دے دینے سے صدقہ ادا ہو جائے گا۔
تجب شاة :- یعنی یہ نصف صاع اس وقت واجب ہوتا ہے کہ جب طواف حالت حدث میں کیا ہو لیکن اگر طواف حالت جنابت میں کیا ہے تو اس وقت ایک بکری واجب ہوگی۔

و کذا کل شوط :- یعنی اگر اقل طواف سے بھی ایک شوط کو ترک کر دیا اور اس کی اقل مقدار تین ہے تو اس پر بھی نصف صاع گے ہوں یا اس کی قیمت واجب ہے۔

او حصاة :- اور اگر رمی جمار کے وقت کنکری کو چھوڑ دیا ہو تو بھی صدقہ سے کام چل جائے گا لیکن یہ مسئلہ اس وقت ہے کہ جب اس کی مقدار اس حد تک پہنچی ہو کہ جو ایک دن کے رمی کے برابر ہو جائے۔

او حلق راس غیرہ :- مصنف نے اسے مطلق ذکر کیا ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ غیر محرم ہو یا محرم ہر ایک صورت میں اس پر صدقہ واجب ہوگا، بخلاف اس صورت کے کہ اگر کسی غیر کے عضو پر خوشبو لگادیا، یا کسی کو سلا ہوا کپڑا پہنادیا تو اس وقت اس پر کچھ واجب نہ ہوگا۔

بعلو :- یہاں پر عذر کی قید اس وجہ سے لگائی کہ اگر یہ حلق بلا کسی عذر کے کیا تو اس صورت میں دمیا صدقہ لازم ہوگا۔

وَالَّتِي تُوجِبُ أَقْلًا مِنْ نِصْفِ صَاعٍ فَهِيَ مَا لَوْ قُتِلَ قُمْلَةً أَوْ جَرَادَةً فَتَصَدَّقُ بِمَا شَاءَ وَالَّتِي تُوجِبُ الْقِيَمَةَ فَهِيَ مَا لَوْ قُتِلَ صَيْدًا فَيَقُومُهُ عَدْلَانِ فِي مَقْتَلِهِ أَوْ قَرِيبٍ مِنْهُ فَإِنْ بَلَغَتْ هَدْيًا فَلَهُ الْخِيَارُ إِنْ شَاءَ إِشْتَرَاهُ وَذَبْحَهُ أَوْ اشْتَرَى طَعَامًا وَتَصَدَّقَ بِهِ لِكُلِّ فَقِيرٍ نِصْفَ صَاعٍ أَوْ صَامَ عَنْ طَعَامِ كُلِّ مُسْكِينٍ يَوْمًا وَإِنْ فَضَّلَ أَقْلًا مِنْ نِصْفِ صَاعٍ تَصَدَّقَ بِهِ أَوْ صَامَ يَوْمًا وَتَجِبُ قِيَمَةُ مَا نَقَصَ وَتَنْفِ رِشْبِهِ الَّذِي لَا يَطِيرُ بِهِ وَقَطَعَ عَضْوٍ لَا يَمْنَعُهُ الْإِمْتِنَاعُ بِهِ وَتَجِبُ الْقِيَمَةُ بِقَطْعِ بَعْضِ قَوَائِمِهِ وَتَنْفِ رِشْبِهِ وَكَسْرُ بَيْضِهِ وَلَا يَجَاوِزُ عَنْ شَاةٍ بِقَتْلِ السَّيِّعِ وَإِنْ صَالَ لَا شَيْءَ بِقَتْلِهِ وَلَا يَجْزِي الصَّوْمُ بِقَتْلِ الْحَلَالِ صَيْدِ الْحَرَمِ وَلَا بِقَطْعِ حَشِيشِ الْحَرَمِ وَالشَّجَرِ الثَّابِتِ بِنَفْسِهِ وَلَيْسَ مِمَّا يُنْبِئُهُ النَّاسُ بَلِ الْقِيَمَةُ وَحَرْمُ رَعْيِ حَشِيشِ الْحَرَمِ وَقَطْعُهُ إِلَّا الْإِذْخَرُ وَالْكُمَاةُ.

ترجمہ :- اور وہ جنابت جس کی وجہ سے نصف صاع سے کم واجب ہوتا ہے تو وہ یہ ہے کہ جوں یا مڈی کو مار دے، تو اس میں جو چاہے صدقہ کرے اور وہ جنابت جو قیمت کو واجب کر دیتی ہے تو وہ اس وجہ سے ہے کہ اگر شکار کو قتل کر دیا ہو تو دو عادل آدمی اس شکار کے قتل کئے جانے کی جگہ میں قیمت کا اندازہ لگائیں گے، یا وہ جگہ جو اس سے قریب ہو، تو اگر اس کی قیمت ہدی کے جانور کی مقدار کو پہنچ جائے تو اسے اس بارے میں اختیار ہے کہ اگر چاہے تو اسے خریدے اور ذبح کرے یا کھانا خریدے اور ہر فقیر کو نصف صاع دیدے یا ہر مسکین کے کھانے کے بدلے ایک دن روزہ رکھے، اور اگر نصف صاع سے کم بچ جائے تو اسے صدقہ کر دے یا ایک دن روزہ رکھے، اور واجب ہوگی اتنی قیمت جو کم ہو گئی ہے پرند کے ان پروں کے اکھاڑنے سے جس سے وہ اڑتا نہیں تھا اور اس کے نوچنے سے اور کسی عضو کے کاٹ دینے سے جو حفاظت یہ جانور کر سکتا تھا اور اس کاٹنے کی وجہ سے اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی، اور اسکے قوائم میں سے کسی ایک کے کاٹ دینے سے اور اسکے پروں کے اکھاڑ دینے کی وجہ سے اور اسکے انڈے پھوڑ دینے سے قیمت واجب ہوگی اور یہ درند کے قتل کے عوض بکری کی قیمت سے تجاوز نہ کیا جائے گا، اور اگر حملہ کرے تو اس کے قتل کر دینے

کی وجہ سے کوئی دم لازم نہ آئیگا اور اگر کسی حلال شخص نے حرم کے شکار کو قتل کر دیا ہے تو اسکے لئے روزہ رکھنا کافی نہ ہوگا اور حرم کی گھاس کاٹنے سے اور اس درخت کے کاٹنے سے جو بذات خود اگتا ہے اور وہ ان میں سے ہے جسے لوگ بوتے نہیں، بلکہ قیمت لازم ہوگی اور حرم کی گھاس کا چرانا اور اس کا کاٹنا حرام ہے مگر اذخر اور کماۃ کا۔

تشریح و مطالب :- اقل من نصف صاع :- اب یہاں سے اس صورت کو بیان کرنا چاہ رہے ہیں کہ جس کی وجہ سے نصف صاع سے بھی کم صدقہ واجب ہوتا ہے اسے مؤخر اس وجہ سے کیا کہ اس کے جنایت کا درجہ کم ہے ان دونوں کے مقابل میں۔

قملہ :- اسے مطلق ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ تمام صورتوں کو شامل ہے کہ اگر وہ خود اپنے کپڑے سے نکال کر اسے مارے یا زمین پر گر گیا اور اسے مار ڈالا یا اسی طرح اپنے کپڑے کو دھوپ میں اس وجہ سے ڈال دیا تاکہ یہ مرجائیں تو ان تمام کا بھی حکم ہے۔

بمشاء :- یعنی اگر ان جانوروں میں سے کسی کو مار ڈالا تو اس وقت اس کو اختیار ہے جو چاہے صدقہ کر دے اس میں کسی مقدار کی قید نہیں ہے۔

مانقص :- یعنی ایک جانور جس وقت صحیح سالم تھا اس وقت اسکی قیمت پانچ روپیہ تھی اور جب اس نے اس کے اندر نقص پیدا کر دیا تو اس نقص کی وجہ سے جو قیمت میں کمی ہوگی اتنی مقدار میں صدقہ کرے گا مثلاً وہ نقص اتنی مقدار میں ہے کہ اس کی وجہ سے ۲ روپیہ کم ہو جاتا ہے تو اب دو روپیہ اس پر واجب ہوگا۔

السبع :- اس سے مراد وہ جانور ہیں کہ جو کھائے نہیں جاتے اگرچہ وہ خنزیر اور ہاتھی ہی کیوں نہ ہوں کہ ان کے قتل پر ایک بکری سے زیادہ واجب نہ ہوگا۔

ولا یجزئ :- یعنی اگر ایک آدمی نے جو حالت احرام میں نہیں تھا اور اس نے حرم پاک کے جانور کو قتل کر دیا تو اب اس پر اس جانور کی قیمت واجب ہوگئی اب اس کو چاہئے کہ اسے فقیروں اور مسکینوں پر تقسیم کر دے اور اس صورت میں اگر وہ چاہے کہ روزہ رکھ کر اس کو قہم کر دے تو یہ روزہ رکھنا اس کیلئے کافی نہ ہوگا۔

حشیش الحرم :- اولاً یہ بات جان لینی ضروری ہے کہ حرم میں جو درخت ہوتے ہیں انکی چار قسمیں ہیں، تین تو ان میں سے وہ ہیں کہ جن کا کاٹنا جائز ہے اور اس سے بلا کسی جزا کے فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے، لیکن ایک وہ ہے کہ انکے کاٹنے اور اس سے نفع حاصل کرنے میں جزا لازم ہوتی ہے، وہ تین درخت کہ جنکی وجہ سے جزا لازم ہوتے ہیں وہ یہ ہیں (۱) وہ درخت جسے لوگ بوتے اور اگاتے ہوں، لیکن وہ اس جنس سے ہو کہ لوگ اسے اگاتے ہوں (۲) وہ درخت اور پودہ کہ جسے لوگ اگاتے ہوں اور وہ اسی جنس سے بھی ہو (۳) وہ درخت یا پودہ جو خود اگ گیا ہو اور وہ اس جنس سے ہو کہ لوگ اسے اگاتے ہوں۔ اب رہ گئی یہ بات کہ وہ کون سا درخت ہے جس پر جزا واجب ہوتی ہے تو وہ ایسا درخت ہے کہ جو خود اگ گیا ہو

اور اسے لوگ اگاتے اور لگاتے نہ ہوں۔

فصل۔ وَلَا شَيْءٌ يَقْتُلُ غُرَابٍ وَحِدَةً وَعَقْرَبٍ وَفَارَةً وَحَيَّةٍ وَكَلْبٍ عَقُورٍ وَبَعُوضٍ وَنَمْلٍ وَبُرْغُوثٍ وَقِرَادٍ وَسُلْحَفَاءَ وَمَا لَيْسَ بِصَيْدٍ.

ترجمہ:۔ اور کوئی چیز واجب نہیں ہوتی کوا، چیل، بچھو، چوہا، سانپ، پاگل کتے، بچھر، چوٹی، پتو، چپڑی اور کچھوا کے مارنے سے اور ان جانوروں کے مارنے سے جو شکار نہیں کئے جاتے۔

اب اس فصل میں ان جانوروں کا تذکرہ کر رہے ہیں کہ جن کے قتل کر دینے پر جزاء تشریح و مطالب:- واجب نہیں ہوتی اس لئے کہ حدیث پاک میں صراحت موجود ہے کہ آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قتل المحرم الفارة والغراب والحدأة والعقرب والحیة والكلب العقور (بخاری) مصنف نے یہاں پر لیس فی قتل المحرم نہیں کہا اس لئے کہ ان جانوروں کے قتل کرنے میں خواہ وہ حرم میں ہوں یا باہر ہوں کچھ واجب نہیں ہوتا۔

فصل۔ الْهَدْيُ أَدْنَاهُ شَاةٌ وَهُوَ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَمَا جَازَ فِي الضَّحَايَا جَازَ فِي الْهَدَايَا وَالشَّاةُ تَجُوزُ فِي كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا فِي طَوَافِ الرُّكْنِ جَنْبًا وَوُطِىَ بَعْدَ الْوُقُوفِ قَبْلَ الْحَلْقِ فَقِي كُلٌّ مِنْهُمَا بَدَنَةً وَخَصَّ هَدْيَ الْمُتَعَةِ وَالْقِرَانَ بِيَوْمِ النَّحْرِ فَقَطْ وَخَصَّ ذَبْحَ كُلِّ هَدْيٍ بِالْحَرَمِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ تَطَوُّعًا وَتَعَيَّبَ فِي الطَّرِيقِ فَيَنْحَرُ فِي مَحَلِّهِ وَلَا يَأْكُلُهُ غَنًى وَفَقِيرُ الْحَرَمِ وَغَيْرُهُ سَوَاءٌ وَتَقْلَدُ بَدَنَةُ التَّطَوُّعِ وَالْمُتَعَةِ وَالْقِرَانِ فَقَطْ وَيَتَصَدَّقُ بِجَلَالِهِ وَخِطَامِهِ وَلَا يُعْطَى أَجْرُ الْجَزَارِ مِنْهُ وَلَا يَرْكَبُهُ بِلَا ضَرُورَةٍ وَلَا يَحْلُبُ لَبَنُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ بَعْدَ الْمَجْلِ فَيَتَصَدَّقُ بِهِ وَيَتَضَعُ صِرْعَهُ إِنْ قُرِبَ الْمَجْلُ بِالنَّقَاحِ وَلَوْ نَذَرَ حَجًّا مَاشِيًا لَزِمَهُ وَلَا يَرْكَبُ حَتَّى يَطُوفَ لِلرُّكْنِ فَإِنْ رَكِبَ أَرَاقَ دَمًا وَلَفْضَلُ الْمَشْيِ عَلَى الرُّكُوبِ لِلْقَادِرِ عَلَيْهِ وَقَفْنَا اللَّهَ تَعَالَى بِفَضْلِهِ وَمَنْ عَلَيْنَا بِالْعَوْدِ عَلَى أَحْسَنِ حَالٍ إِلَيْهِ بِجَاهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ:۔ ہدی کی کم سے کم مقدار ایک بکری ہے اور اصل میں یہ لفظ اونٹ گائے بکری کیلئے ہے، اور وہ جانور کہ جن کا قربانی میں ذبح کرنا جائز ہے وہ جانور ہدی میں بھی جائز ہوتا ہے اور بکری ہر ایک چیز میں جائز ہے مگر جبکہ طواف رکن کو حالت جنابت میں کیا ہو اور وقوف عرفہ کے بعد حلق سے قبل وحلی کر لینے پر تو ان میں سے ہر ایک میں ایک بدنہ ہے اور خاص ہے متعہ اور قرآن کی ہدی فقط یوم نحر کے ساتھ اور ہر ہدی کا ذبح کرنا حرم کے ساتھ خاص ہے مگر یہ کہ نفلی ہو، اور راستہ میں عیب لگ گیا ہو تو اسے اسی جگہ پر ذبح کر دیا جائے گا اور غنی اس میں سے نہیں کھائے گا۔ اور حرم میں رہنے والا فقیر اور غیر حرم کا فقیر برابر ہیں، اور فقط نفل اور تمتع اور قرآن کے بدنہ کو قلاوہ پہنایا جائیگا اور ذبح کے بعد اس کی جھول اور مہار کو صدقہ کر دے اور قصاب کی اجرت اس میں سے نہ دی جائے، اور بلا ضرورت اس پر سوار بھی نہ ہو اور نہ اس کا دودھ دوا جائے گا، مگر ہاں اس

صورت میں کہ وہ مقام بہت دور ہو، تو اس صورت میں دودھ کا صدقہ کر دے اور اگر مقام قریب ہو تو اس کے تھنوں پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مار دے اور اگر پیدل حج کرنے کی منت مانی تھی تو اس پر پیدل حج کرنا لازم ہو جائے گا اور جب تک طواف رکن ادا نہ کرے سوار نہیں ہو سکتا پس اگر سوار ہو جائے تو خون بہائے اور جو شخص کہ پیدل چلنے پر قادر ہو اس کے حق میں پیدل چلنے کو سوار ہونے پر فضیلت دی گئی ہے، خداوند عالم ہم کو اپنے فضل و کرم سے توفیق عنایت فرمائے اور بہترین حالت میں دوبارہ حج کیلئے جانے کا ہم پر احسان فرمائے، ہمارے سردار افضل المرسلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے واسطے سے۔ (آمین)

تشریح و مطالب :- ابھی تک مصنفؒ ان کو بیان کر رہے تھے کہ جن میں جزاء واجب ہوتی ہے اور الگ الگ احکامات کو بھی بیان کر دیا، تو اب یہاں سے یہ بیان کرنا چاہ رہے ہیں کہ ہدی میں کون کون جانور لئے جاسکتے ہیں۔

من الابل :- یعنی اگر یہ ہدی اونٹ ہو تو یہ ضروری ہے کہ وہ چار سال کا ہو اس سے کم میں گنجائش نہیں اور اگر گائے ہو تو اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ دو سال کی ہو اور زیادہ بہتر تو یہی ہے کہ اس عمر سے زائد ہی ہو تاکہ شہدہ وغیرہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔

جائز :- یعنی ہر وہ جانور جس کی قربانی جائز ہے اس جانور کا ہدی بھی جائز ہے۔

تجوذھی کل شنی :- مصنفؒ کی اس عبارت سے یہ شہدہ ہوتا ہے کہ بکری کو ہر ایک میں ذبح کیا جاسکتا ہے اور ہر جنابت میں بکری کافی ہو جائے گی لیکن یہ بات نہیں اس سے تمہیم مراد ہر گز نہ ہوگی اس لئے کہ مصنفؒ اس سے قبل خود ہی یہ بیان کر چکے ہیں کہ بکری دو جگہ کافی نہ ہوگی ایک جگہ تو یہ ہے کہ کسی نے بدنہ کی نذر مانی تھی اور دوسری جگہ یہ ہے کہ کسی نے حالت جنابت میں طواف کر لیا ہو، یا اسی طرح سے وقوف عرفہ کے بعد اور حلق سے قبل جب جماع کر لیا ہو تو اس میں بدنہ کا ذبح کرنا ضروری ہے۔

القران نیوم النحر فقط :- یعنی قرآن میں جو جانور ذبح کیا جائے گا وہ یوم النحر کے ساتھ خاص ہے اسے دوسرے دن ذبح نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ جانور کو ایک خاص مکان میں ذبح کرنا موقت ہے اب یہ جانور خواہ شکریہ کے طور پر ہو یا جنابت کی وجہ سے واجب ہو، لہذا اس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ دو ہی جانور یعنی تمتع اور قرآن کے ایسے ہیں جو زمان و مکان کے ساتھ خاص ہیں۔

کل :- یعنی ہر جانور خواہ وہ نذر کا ہو یا اور کسی طرح کا تمام کے تمام کا ذبح کرنا حرم کے ساتھ خاص ہے لیکن اس میں نذر بدنہ شامل نہیں ہے اس لئے کہ وہ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک حرم کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

اجو :- اس کی فیدلگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر اس کے گوشت میں سے کچھ صدقہ اسے بھی دیدے تو صحیح ہے اس لئے کہ وہ صدقہ کرنے کا اہل ہے۔

لا یورکبہ :- اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ اس پر سوار نہ ہو جائے اسی طرح اس

پر سامان وغیرہ بھی نہ لاداجائے اگر اس کی وجہ سے کچھ نقص آگیا تو یہ اس کا ضامن ہوگا۔

فصل. فی زیارة النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی سبیل الاختصار تبعاً لما قال فی الاختیار لما كانت زیارة النبی صلی اللہ علیہ وسلم من افضل القرب و احسن المستحبات بل تقرب من درجۃ ما لزم من الواجبات فانه صلی اللہ علیہ وسلم حرّض علیہا وبالع فی الثدب الیہا فقال من وجد سعة ولم یزرنی فقد جفانی وقال صلی اللہ علیہ وسلم من زار قبری وجبت له شفاعتی وقال صلی اللہ علیہ وسلم من زارنی بعد مماتی فکأنما زارنی فی حیاتی الی غیر ذلک من الاحادیث ومما هو مقرر عند المحققین انه صلی اللہ علیہ وسلم حی یرزق ممتع بجمیع الملاذ والعبادات غیر انه حجب عن ابصار القاصرین عن شریف المقامات.

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مختصر طریقہ پر ”اختیار“ کی اتباع کرتے ہوئے۔

جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت افضل عبادات میں شامل ہے اور تمام مستحب چیزوں میں بہتر ہے بلکہ واجب چیزوں کے درجہ میں ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف ترغیب دلائی ہے اور اسکے مستحب ہونے کے بارے میں مبالغہ فرمایا ہے اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے پاس گنجائش تھی اور اس شخص نے میری زیارت نہیں کی تو اس شخص نے میرے اوپر ظلم و زیادتی کی اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی تو میرے اوپر اس شخص کی شفاعت واجب ہوگئی، اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی اس شخص نے گویا کہ زندگی میں میری زیارت کی اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث ہیں اور نیز محققین کے نزدیک یہ بات طے شدہ ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم باحیات ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے صرف یہ کہ ان لوگوں کی نگاہوں سے محبوب ہیں جو مقامات عالیہ سے قاصر ہیں۔

تشریح و مطالب:- مصنف نے پہلے ہی وعدہ کیا تھا کہ میں زیارت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ایک مستقل فصل قائم کروں گا اسی وعدہ کے مطابق یہاں پر اس فصل کو لائے ہیں چونکہ حضور پاک

ﷺ کے احسانات اس امت پر بہت ہیں جس کا تقاضا ہے کہ محسن کے احسان کو مانا جائے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی موجود ہے کہ اس کے بارے میں بہت سے فضائل وارد ہیں جیسا کہ اس کا تذکرہ ابھی انشاء اللہ آگے چل کر کیا جائیگا۔

زیارۃ:- علماء نے لکھا ہے کہ اگر حج فرض ہو تو اس کو زیارت میں مقدم کیا جائے لیکن اگر فرض نہ ہو تو اس وقت اس کو اختیار ہے اگر چاہے تو پہلے زیارۃ النبی کرے اور بعد میں حج۔

یہ بات یاد رہے کہ تین ہی مقامات ایسے ہیں کہ جن کے لئے سفر کیا جاسکتا ہے اس کے علاوہ کیلئے سفر کر کے زیارت قبور کے لئے جانا جائز نہیں ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ان تینوں مقامات کو بیان کر دیا گیا ہے، فرمان رسول ہے

لا تشد الرحال الا لثلاثة مساجد مسجد الحرام ومسجدی هذا والمسجد الاقصی (بخاری ومسلم)

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں جہاں نی زائر اُلا تعلّمہ حاجتہ الا زیارتی کان حقاً علی ان اکون شفیعاً لہ یوم القیامۃ۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت نہ کرنے والوں کے بارے میں ارشاد فرمایا میں وجد سعة ولم یزدنی فقد جفانی اور اسی طرح سے ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا میں زار قبری وجبت لہ شفاعتی یہاں پر شفاعت سے مراد مقام محمود کے علاوہ کی شفاعت ہے اس لئے کہ اس جگہ کی شفاعت عام ہوگی (طحاوی) اور ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں زارنی بعد مماتی فکانما زارنی فی حیاتی۔

حیٰ یوزق :- حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مزار مبارک میں باحیات ہیں لیکن آپ کی مثال بالکل ایسی ہے کہ چراغ کو جلا کر ایک کمرے میں رکھ دیا جائے اور اس کے تمام دروازوں کو بند کر دیا جائے جس کی وجہ سے اس کی روشنی باہر نہ آسکے لیکن اس کی اندر رہے، اور یہی وجہ ہے امہات المؤمنین ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح حرام ہونے کا اور اسی طرح سے آپ کے مال میں میراث کے جاری نہ ہونے کا، کہ یہ چیزیں دوسروں کی طرف مرنے کے بعد منتقل کی جاتی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ سب نہیں ہے۔

وَلَمَّا رَأَيْنَا أَكْثَرَ النَّاسِ غَافِلِينَ عَنْ آدَاءِ حَقِّ زِيَارَتِهِ وَمَا يَسُنُّ لِلزَّائِرِينَ مِنَ الْكَلِمَاتِ وَالْجُزْئِيَّاتِ أَحْبَبْنَا أَنْ نَذْكُرَ بَعْدَ الْمَنَاسِكِ وَأَدَائِهَا مَا فِيهِ نُبْذَةٌ مِنَ الْأَدَابِ تَتِمِّمُ لِفَائِدَةِ الْكِتَابِ فَنَقُولُ يَنْبَغِي لِمَنْ قَصَدَ زِيَارَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُكْثِرَ مِنَ الصَّلَاةِ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ يَسْمَعُهَا وَتَبْلُغُ إِلَيْهِ وَفَضْلُهَا أَشْهُرُ مِنْ أَنْ يَذْكُرَ فَإِذَا غَايَنَ حِطَّانَ الْمَدِينَةِ الْمُنَوَّرَةِ يُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُمَّ هَذَا حَرَمٌ نَبِيكَ

ترجمہ :- اور جب ہم نے اکثر لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے حق سے غافل پایا اور ان چیزوں سے جو کہ سنت ہے کلیات اور جزئیات میں سے تو ہم نے بہتر سمجھا کہ ہم فائدہ کتاب کو مکمل کرنے کی غرض سے مناسک حج اور اس کی لواٹنگی کے ذکر کے بعد ایسی یادداشت پیش کر دیں جس میں کچھ آداب آجائیں تو ہم کہتے ہیں کہ مناسب ہے کہ اس شخص کیلئے جو حضور ﷺ کا ارادہ کرے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر زیادہ سے زیادہ درود بھیجے کیونکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بنفس نفیس سنتے ہیں اور آپ کے پاس وہ درود پہونچا دیا جاتا ہے اور درود پاک کی فضیلت اس بات سے زیادہ ہے کہ اسے بیان کیا جائے پس جب مدینہ منورہ کی دیواروں کو دیکھے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے، پھر یہ دعا پڑھئے۔

لَمَّا رَأَيْنَا :- اب یہاں سے مصنف یہ بیان کرنا چاہا ہے ہیں کہ اس کے بیان کرنے اور اسکے تشریح و مطالب :- طریقہ کو ذکر کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی جبکہ حدیث پاک ﷺ میں اسکے فضائل اور اسکے ترک پر وعیدیں موجود ہیں، تو کہنے ہیں کہ میں نے اکثر لوگوں کو اس سے غافل پایا کہ وہ لوگ اسکی کچھ اہمیت ہی نہیں سمجھتے تھے یا سمجھتے تو تھے مگر آداب نہیں بجالاتے تھے اس وجہ سے مناسب خیال کیا کہ اسکے جزئیات و کلیات کو بیان کر دیا جائے۔

الکلیات :- یہاں پر کلیات لا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اسی میں تحیۃ المسجد کے بھی احکامات

بیان کئے جائیں گے۔

الجزئیات :- اس سے مراد خاص وہ احکامات ہیں جو زیارت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہیں کہ وہاں پر جا کر کس طرح کھڑا ہوا جائے، جو ابھی آئندہ صفحات میں آ رہا ہے۔ (طحاوی)
تبلیغ :- احادیث میں آتا ہے کہ جب کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے تو فرشتے اس کو حضور تک پہنچاتے ہیں اور کچھ فرشتے ان کیلئے مامور ہیں۔ (طحاوی)

اللَّهُمَّ هَذَا حَرَمُ نَبِيِّكَ وَمَهْبِطُ وَحْيِكَ فَاثْمَنُ عَلَى الدُّخُولِ فِيهِ وَاجْعَلْهُ وَقَايَةً لِي مِنَ النَّارِ وَأَمَانًا مِنَ الْعَذَابِ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْفَائِزِينَ بِشِفَاعَةِ الْمُصْطَفَى يَوْمَ الْمُنَابِ وَيَغْتَسِلُ قَبْلَ الدُّخُولِ أَوْ بَعْدَهُ قَبْلَ التَّوَجُّهِ لِلزِّيَارَةِ إِنْ أَمَكْنَهُ وَيَتَطَيَّبُ وَيَلْبَسُ أَحْسَنَ ثِيَابِهِ تَعْظِيمًا لِلْقُدُومِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَدْخُلُ الْمَدِينَةَ الْمُنُورَةَ مَا شَاءَ إِنْ أَمَكْنَهُ بِلَا ضَرُورَةٍ بَعْدَ وَضْعِ رُكْبِهِ وَأَطْمِئْنَانِهِ عَلَى حَشَمِهِ أَوْ أَمْتَعِهِ مُتَوَاضِعًا بِالسَّكِينَةِ وَالْوَقَارِ مَلَا حِظًا جَلَالَةَ الْمَكَانِ قَائِلًا بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَلْنِي مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِيرًا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ إِلَى آخِرِهِ وَاعْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ.

ترجمہ :- اے اللہ یہ تیرے مقدس نبی کا حرم محترم ہے اور تیری وحی کے اترنے کی مبارک جگہ ہے تو اے اللہ مجھ پر احسان فرما کہ میں اس میں داخل ہوں اور اے اللہ اسکو میرے لئے دوزخ سے حفاظت اور عذاب سے امن بنا اور لوٹنے کے دن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے ساتھ کامیاب ہونے والے لوگوں میں بنا اور مکہ میں داخل ہونے سے قبل غسل کرے یا داخل ہونے کے بعد زیارت نبی کے جانے سے پہلے اگر یہ بات اسے ممکن ہو اور خوشبو لگائے اور بہترین کپڑا پہنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تعظیم کی وجہ سے بھر مدینہ منورہ میں چل کر داخل ہو اس حالت میں کہ سیکنہ اور وقار کے ساتھ ہو تواضع کر رہا ہوں جلالت مکان اور عظمت مقام کا لحاظ رکھتے ہوئے اور یہ کہتا ہوں (ترجمہ) شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام پر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت پر اے اللہ جھکو سچے مقام میں داخل فرما اور سچے راستہ سے نکال اور اے اللہ میرے لئے اپنی جانب سے ایک باقوت صاحب اقتدار مددگار عطا فرما، اے اللہ ہمارے رسول ﷺ پر اور آپ کی اولاد پر اور اصحاب پر رحمت نازل فرما اور اے اللہ میرے گناہوں کو معاف فرما اور میرے لئے اپنی رحمت اور فضل کا دروازہ کھول دے۔
تشریح و مطالب :- یعنی بہتر یہ ہے کہ زیارت النبی کیلئے جب جایا جائے تو اس سے قبل اگر غسل کرنا ممکن ہو تو وہ غسل کر لے۔

بتطیب :- اور اسی طرح خوشبو لگالے اور اسکے کپڑوں میں جو کپڑا بہترین ہو اسکو پہن لے اسلئے کہ کسی معمولی آدمی کے یہاں نہیں جا رہا ہے بلکہ فخر الرسل ﷺ کے یہاں جا رہا ہے اسلئے انکی تعظیم میں یہ سب افعال کئے جائیں۔

ماشیا :- اور اسی طریقہ سے بہتر یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں پیدل چل کر داخل ہوا جائے اس لئے کہ جب آدمی کسی بڑے دربار میں جاتا ہے تو اس کے سامنے سوار ہو کر نہیں جاتا بلکہ دور ہی سے سواری پر سے نیچے اتر جاتا ہے اور اسی وجہ سے مدینہ کو منورہ کہا جاتا ہے کہ تمام کا تمام حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے نورانیت سے بھرا ہوا ہے لہذا اس کا بھی تقاضا یہی ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے۔

رکبہ :- یعنی جس جگہ سامان وغیرہ رکھ رہا ہے اس جگہ کسی کو بٹھادے یا کوئی نشان جان لے تاکہ واپس آنے کے بعد اس کو کوئی پریشانی نہ ہو۔

قائلا :- یعنی جس وقت داخل ہو تو وقار و سکون کے ساتھ ہو کسی قسم کی بے ادبی اور سوء ادبی اس میں نہ ہو اور داخل ہونے کے بعد یہ دعا جو متن میں مذکور ہے اسے پڑھے۔

ثُمَّ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ الشَّرِيفَ فَيُصَلِّيُ تَحِيَّتَهُ عِنْدَ مَنبَرِهِ وَكَعْتَيْنِ وَيَقِفُ بِحَيْثُ يَكُونُ عُمُودُ الْمَنبَرِ الشَّرِيفِ بِحِذَاءِ مَنْكِبِهِ الْاَيْمَنِ فَهُوَ مَوْقِفُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا بَيْنَ قَبْرِهِ وَمَنْبَرِهِ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ كَمَا أَخْبَرَنَا بِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ مَنبَرِي عَلَى حَوْضِي فَتَسْجُدُ شُكْرًا لِلَّهِ تَعَالَى بِأَدَاءِ رَكَعَتَيْنِ غَيْرِ تَحِيَّةِ الْمَسْجِدِ شُكْرًا لِمَا وَلَقَّكَ اللَّهُ تَعَالَى وَمَنْ عَلَيْكَ بِالْوُصُولِ إِلَيْهِ ثُمَّ تَدْعُو بِمَا شِئْتَ ثُمَّ تَنْهَضُ مُتَوَجِّهًا إِلَى الْقَبْرِ الشَّرِيفِ فَتَقِفُ بِمَقْدَارِ أَرْبَعَةِ أَذْرُعٍ بَعِيدًا عَنِ الْمَقْصُورَةِ الشَّرِيفَةِ بِغَايَةِ الْأَدَبِ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ مُحَاذِيًا لِرَأْسِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَجْهَهُ الْأَكْرَمَ مُلَاحِظًا نَظْرَةَ السَّعِيدِ إِلَيْكَ وَسَمَاعَهُ كَلَامَكَ وَرَدَّهُ عَلَيْكَ سَلَامَكَ وَتَأْمِينَهُ عَلَى دُعَاكَ.

ترجمہ :- پھر اسکے بعد مسجد شریف میں داخل ہو تو منبر کے پاس کھڑے ہو کر دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے اور کھڑا ہے یاں طور کہ منبر شریف کے کعبے اسکے دائیں موڑھے کی طرف ہوں اس لئے کہ یہی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے، اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر اور قبر کے درمیان ہے وہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے جیسا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے بارے میں خبر دی ہے، آپ نے خبر دی ہے کہ میرا منبر حوض پر ہے تو اس کا شکر ادا کرنے کیلئے پڑ جانا چاہئے، تاکہ دو رکعتیں ادا ہو جائیں جو تحیۃ المسجد کے علاوہ ہوں اس شکر یہ کے بدلے میں کہ اللہ تعالیٰ نے جس کی توفیق دی ہے اور احسان فرمایا ہے اس مقام تک پہنچا کر پھر دعا کرے جس چیز کی بھی چاہے، پھر اٹھے اور قبر شریف کی طرف متوجہ ہو، اس طرح کہ قبر مبارک سے جو کہ گھرا ہوا ہے چار گز کی مقدار دوری پر ہو، نہایت ادب کے ساتھ قبلہ کی طرف پشت ہو، اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور اور سر مبارک کے مقابل میں ہو، اور تصویر یہ کر رہا ہو کہ حضور پاک کی نظریں تجھے دیکھ رہی ہیں اور حضور پاک تمہارے کلام کو سن رہے ہیں اور تمہارے سلام کا جواب دے رہے ہیں اور تم جس چیز کی دعا کر رہے ہو اس پر حضور پاک آمین فرما رہے ہیں۔

وَتَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدِي يَا رَسُولَ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيبَ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ الرَّحْمَةِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَفِيعَ الْأُمَّةِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِينَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَاتَمَ النَّبِيِّينَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُرْمَلُ السَّلَامِ عَلَيْكَ يَا مُدَثِّرُ السَّلَامِ عَلَيْكَ وَعَلَى أَصُولِكَ الطَّيِّبِينَ وَأَهْلِ بَيْتِكَ الطَّاهِرِينَ الَّذِينَ أَذْهَبَ اللَّهُ عَنْهُمْ الرِّجْسَ وَطَهَّرَهُمْ تَطْهِيراً جَزَاكَ اللَّهُ عَنَّا أَفْضَلَ مَا جَزَى نَبِيّاً عَنْ قَوْمِهِ وَرَسُولاً عَنْ أُمَّتِهِ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ قَدْ بَلَغْتَ الرِّسَالَةَ وَأَذِيتَ الْأَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْأُمَّةَ وَأَوْضَحْتَ الْحُجَّةَ وَجَاهَدْتَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ وَأَقَمْتَ الدِّينَ حَتَّى آتَاكَ الْيَقِينُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَى أَشْرَفِ مَكَانٍ تَشْرَفُ بِحُلُولِ جِسْمِكَ الْكَرِيمِ فِيهِ صَلَوةٌ وَسَلَامٌ دَائِمِينَ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ عَدَدَ مَا كَانَ وَعَدَدَ مَا يَكُونُ بِعِلْمِ اللَّهِ صَلَوةٌ لَا انْقِضَاءَ لَهَا

ترجمہ: اس کے بعد یہ کہے (ترجمہ) اے میرے آقا اے اللہ کے رسول آپ پر سلام ہو، اے اللہ کے نبی آپ پر سلام ہو، اے اللہ کے حبیب آپ پر سلام ہو، اے رحمت والے نبی آپ پر سلام ہو، اے رسولوں کے سردار آپ پر سلام ہو، اے امت کے شفیع آپ پر سلام ہو، اے تمام نبیوں کے آخری نبی آپ پر سلام ہو، اے کملی میں لپٹنے والے نبی آپ پر سلام ہو، آپ پر سلام اور آپ کے پاکیزہ اور مقدس بزرگوں پر اور آپ کے گھر والوں پر سلام ہو جو پاک ہیں اور جن سے اللہ تعالیٰ نے نجاست کو دور کیا، اور ان کو ہر طرح سے پاک و صاف کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے بہترین بدلہ عنایت فرمائے جو ہر اس بدلہ سے کہیں بڑھا ہوا ہو جو کسی نبی کو اس کی قوم کی طرف سے اور کسی رسول کو اس کی امت کی طرف سے کبھی دیا گیا ہو، میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ نے سفارت الہیہ کو پوری طرح پہنچا دیا جو مقدس امانت تھی وہ آپ نے ادا کر دی آپ نے امت کی خیر خواہی فرمائی آپ نے حجت اور برہان خداوندی کو خوب واضح کر کے پیش کر دیا، آپ نے اللہ کے راستہ میں انتہائی اور کامل کوشش کا حق ادا کر دیا آپ نے دین الہی کو قائم کیا اور قائم کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین آگیا اے نبی آپ کے اوپر اللہ کی رحمت ہو اور اس بابرکت مقدس جگہ میں جو آپ کے جسم اطہر کے نزول سے مشرف ہوئی رب العالمین کا صلوة و سلام ہمیشہ ہمیشہ رہے جتنی چیزیں عالم میں آچکیں ان کی شمار کے برابر اور جتنی چیزیں عالم کون میں آنے والی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں ان سب کے برابر صلوة و سلام ہو ایسا صلوة و سلام کہ نہ جسکی انتہا ہو اور نہ اختتام ہو۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ نَحْنُ وَفَدُوكَ وَزَوَّارُ حَرَمِكَ تَشْرَفُنَا بِالْحُلُولِ بَيْنَ يَدَيْكَ وَقَدْ جَنَنَّاكَ مِنْ بِلَادِ شَاسِعَةٍ وَأَمَكِنَةٍ بَعِيدَةٍ نَقْطَعُ السَّهْلَ وَالْوَعْرَ بِقَصْدِ زِيَارَتِكَ لِنَفُوزَ بِشِفَاعَتِكَ وَالنَّظَرَ إِلَى مَا بَرَكَ وَمَعَاهِدِكَ وَالْقِيَامَ بِقَضَاءِ بَعْضِ حَقِّكَ وَالِاسْتِشْفَاعَ بِكَ إِلَى رَبَّنَا فَإِنَّ الْخَطَايَا قَدْ قَصَمَتْ ظُهُورَنَا وَالْأَوْزَارُ قَدْ انْقَلَبَتْ كَوَاهِلَنَا وَأَنْتَ الشَّافِعُ الْمُشَفَّعُ الْمَوْعُودُ بِالشَّفَاعَةِ الْعَظْمَى وَالْمَقَامُ الْمَحْمُودُ وَالْوَسِيلَةُ وَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاؤَكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّاباً رَحِيماً

وَقَدْ جَنَّاتِكَ ظَالِمِينَ لَأَنْفُسِنَا مُسْتَغْفِرِينَ لِدُنُوبِنَا فَاشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ وَاسْأَلْهُ أَنْ يُمِيتَنَا عَلَى سُنَّتِكَ وَأَنْ يُحْشِرَنَا فِي زُمْرَتِكَ وَأَنْ يُورِدَنَا حَوْضَكَ وَأَنْ يُسْقِيَنَا بِكَاسِكَ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامَى.

ترجمہ:- اے اللہ کے رسول ہم آپ کے پاس وفد بن کر آئے ہیں اور ہم آپ کے حرم کی زیارت کی غرض سے حاضر ہوئے ہیں اور ہم دور دور از شہروں سے آئے ہیں اور بہت دور دراز مکان سے حاضر ہوئے ہیں اور نرم و سخت زمین کو طے کر کے آئے ہیں تاکہ آپ کی زیارت کریں اور آپ کی شفاعت سے کامیاب ہوں اور آپ کے عظیم فضائل اور آپ کے عظیم الشان کارناموں پر نظر کریں اور آپ کے بعض حقوق کو ادا کرنے کے واسطے اور آپ کے ذریعہ سے اپنے پروردگار کے دربار میں شفاعت طلب کرنے کے واسطے اس لئے کہ ہماری خطائیں اس قدر ہیں کہ جس کی وجہ سے ہماری کمرٹوٹ رہی ہے اور ہمارے بوجھوں نے ہم کو زیادہ بوجھل بنادیا اور آپ شفاعت کرنے والے ہیں اور آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور آپ سے وعدہ کیا گیا ہے شفاعت عظیمہ اور مقام محمود کی اور آپ کے وسیلہ کا وعدہ کیا گیا ہے چنانچہ باری تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے (ترجمہ) بے شک جبکہ انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اگر آپ کے پاس آئیں اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مغفرت کی دعا کر دیں تو یقیناً وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا بہت رحم والا پائیں گے، اور یقیناً آج ہم اپنے نفس پر ظلم کر کے اپنے گناہوں کو معاف کرانے کے واسطے آئے ہوئے ہیں تو اپنے رب کے دربار میں میری مغفرت کر دیجئے اور اپنے پروردگار سے اس بات کا سوال کر دیجئے کہ آپ کی سنت پر ہماری موت ہو اور میدان حشر میں ہم آپ ہی کے ساتھ اٹھیں اور یہ کہ ہم کو حوض کوثر پر لادے اور آپ کے جام کوثر سے سیراب کر دے بلا کسی شرمندگی و ندامت کے۔

الشَّفَاعَةُ الشَّفَاعَةُ الشَّفَاعَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَقُولُهَا ثَلَاثًا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَإِخْوَانَنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ وَتَبْلُغُهُ سَلَامٌ مَنْ أَوْصَاكَ بِهِ فَقَوْلُ السَّلَامِ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مِنْ فَلَانِ بْنِ فَلَانٍ يَشْفَعُ بِكَ إِلَى رَبِّكَ فَاشْفَعْ لَهُ وَلِلْمُسْلِمِينَ ثُمَّ تُصَلِّيُ عَلَيْهِ وَتَدْعُوهُ بِمَا شِئْتَ عِنْدَ وَجْهِهِ الْكَرِيمِ مُسْتَدِيرَ الْقَبِيلَةِ ثُمَّ تَحْوُلُ قَلْبُكَ ذِرَاعٍ حَتَّى تَحَاذِيَ رَأْسَ الصِّدِّيقِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَتَقُولُ السَّلَامَ عَلَيْكَ يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّلَامَ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللَّهِ وَأَنْبِيَا فِي الْفَارِ وَرَفِيقَهُ فِي الْأَسْفَارِ وَأَمِينَهُ عَلَى الْأَسْرَارِ جَزَاكَ اللَّهُ عَنَّا أَفْضَلَ مَا جَزَى.

ترجمہ:- یا رسول اللہ شفاعت میاں رسول اللہ شفاعت میاں رسول اللہ شفاعت اس کو تین مرتبہ کہے اچھ پھر اسکے بعد یہ پڑھے (ترجمہ) اے ہمارے رب ہماری مغفرت کر دے اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گزر چکے، اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کی طرف سے کوئی کینہ مت رکھ جو ایمان لائے، اے ہمارے پروردگار آپ بڑے مہربان اور رحم والے ہیں اسکے بعد ان لوگوں کے سلام پہونچا جن لوگوں نے سلام پہونچانے کیلئے کہا ہے اور اسکو پہونچانے کا طریقہ یہ

ہے کہ کہے اللہ کے رسول آپ کی بارگاہ میں سلام عرض ہے فلاں بن فلاں کی طرف سے، وہ آپ سے اس بات کی درخواست کرتا ہے کہ آپ اپنے رب کی بارگاہ میں اس کی شفاعت کر دیں اور تمام مسلمانوں کی، پھر اسکے بعد آپ کے چہرہ انور کے پاس جا کر قبلہ کی طرف پشت کر کے درود پڑھے اور جو دعاء چاہے کرے پھر اسکے بعد ایک ذراع ہٹ جائے اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سر کے مقابل میں کھڑا ہو جائے اور ہاں یہ کہے (ترجمہ) اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ آپ پر سلام، اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق اور غار میں آپ کے مونس اور سفروں میں آپ کے ساتھی، اور راز کی باتوں میں رسول اللہ ﷺ کے امانت دار آپ پر سلام ہو، آپ کو اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔

إِمَامًا عَنْ أُمَّةٍ نَبِيٍّ فَلَقَدْ خَلَفْتُهُ بِأَحْسَنِ خَلْفٍ وَسَلَكْتَ طَرِيقَهُ وَمِنْهَاجَهُ خَيْرَ مَسْلَكٍ وَقَاتَلْتَ أَهْلَ الرِّدَّةِ وَالْبِدْعِ وَمَهَّدْتَ الْإِسْلَامَ وَشَدَّدْتَ أَرْكَانَهُ فَكُنْتَ خَيْرَ إِمَامٍ وَوَصَلْتَ الْأَرْحَامَ وَلَمْ تَزَلْ قَائِمًا بِالْحَقِّ نَاصِرًا لِلدِّينِ وَلِأَهْلِهِ حَتَّى آتَاكَ الْيَقِينُ سَلَّ اللَّهُ سُبْحَانَهُ لَنَا دَوَامَ حَبْلِكَ وَالْحَشْرَ مَعَ حِزْبِكَ وَقَبُولَ زِيَارَتِنَا السَّلَامَ عَلَيْكَ وَرَحْمَةَ اللَّهِ وَبَرَكَاتِهِ ثُمَّ تَنَحَّوْا مِثْلَ ذَلِكَ حَتَّى تُحَاذِيَ رَأْسَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَمْرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقُولُ السَّلَامَ عَلَيْكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ السَّلَامَ عَلَيْكَ يَا مَظْهَرَ الْإِسْلَامِ السَّلَامَ عَلَيْكَ يَا مُكَسِّرَ الْأَصْنَامِ جَزَاكَ اللَّهُ عَنَّا أَفْضَلَ الْجَزَاءِ لَقَدْ نَصَرْتَ الْإِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِينَ وَفَتَحْتَ مُعْظِمَ الْبِلَادِ بَعْدَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَكَفَلْتَ الْإِيْتَامَ وَوَصَلْتَ الْأَرْحَامَ وَقَوَّى بِكَ الْإِسْلَامَ وَكُنْتَ لِلْمُسْلِمِينَ إِمَامًا مَرْضِيًّا وَهَادِيًا مَهْدِيًّا جَمَعْتَ شَمْلَهُمْ وَأَعْنَتَ فَقِيرَهُمْ وَجَبَرْتَ كَسِيرَهُمُ السَّلَامَ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ.

ترجمہ:- آپ نبی کی طرف سے انکی امت کیلئے امام تھے آپ بہترین خلیفہ رہے اور آپ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر بہت خوبی کے ساتھ چلے ہیں اور آپ نے قتال کیا اہل ارتداد اور بدعتیوں سے، اور آپ اسلام کے مددگار رہے اور اسکے ارکان کو آپ نے بلند کیا اور آپ بہترین امام رہے آپ نے صلہ رحمی کی اور آپ حق ہی پر قائم رہے اور دین کی برابر مدد کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کو موت آگئی، آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا کیجئے کہ آپ کے ساتھ ہماری محبت ہمیشہ رہے اور آپ کے گروہ کے ساتھ ہم قیامت میں انھیں اور ہماری یہ زیارت قبول ہو، السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پھر گھوم جائے اور پھر جائے یہاں تک کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سر کے مقابل ہو جائے، تو وہاں جا کر کہے اے امیر المؤمنین آپ پر سلام ہو اے اسلام کے ظاہر کرنیوالے سلام، اے بتوں کے توڑنے والے اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے بہترین جزائے خیر عطا فرمائے، یقیناً آپ نے اسلام اور مسلمانوں کی مدد کی اور آپ نے بڑے بڑے شہروں کو فتح کیا سید المرسلین کے بعد، اور آپ نے یتیموں کی کفالت کی اور آپ نے صلہ رحمی کی اور آپنی وجہ سے اسلام کو قوت حاصل ہوئی اور آپ مسلمانوں کے پسندیدہ امام اور ہدایت کرنے والے اور ہدایت یافتہ تھے آپ نے متفرق گروہوں کو جمع کیا اور آپ نے غریبوں کی مدد کی اور آپ نے متفرق لوگوں کو متحد کیا، السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ثُمَّ تَرْجِعُ قُلُوبَ نَصَفِ ذِرَاعٍ فَقُولِ السَّلَامَ عَلَيْكُمَا يَا ضَجِيعِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَرَفِيقِيهِ وَوَزِيرِيهِ وَمُشِيرِيهِ وَالْمُعَاوِنِينَ لَهُ عَلَى الْقِيَامِ بِالْدِّينِ وَالْقَائِمِينَ بَعْدَهُ بِمَصَالِحِ الْمُسْلِمِينَ جَزَاكُمَا اللَّهُ
أَحْسَنَ الْجَزَاءِ جِنَّا كَمَا نَتَوَسَّلُ بِكُمَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَشْفَعَ لَنَا وَيَسْأَلَ اللَّهَ رَبَّنَا أَنْ يَقْبَلَ
سَعْيَنَا وَيُحْيِيَنَا عَلَى مِلَّتِهِ وَيُمِيتَنَا عَلَيْهَا وَيَحْشُرَنَا فِي زُمْرَتِهِ ثُمَّ يَدْعُو لِنَفْسِهِ وَلِوَالِدَيْهِ وَلِمَنْ أَوْصَاهُ بِالْدُّعَاءِ
وَلِكُلِّ مِجْمَعِ الْمُسْلِمِينَ ثُمَّ يَقِفُ عِنْدَ رَأْسِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَالأَوَّلِ وَيَقُولُ االلَّهُمَّ إِنَّكَ قُلْتَ وَقَوْلُكَ
الْحَقُّ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا وَقَدْ
جِنَّاكَ سَامِعِينَ قَوْلِكَ طَائِعِينَ أَمْرَكَ مُسْتَشْفِعِينَ بِنَبِيِّكَ إِلَيْكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا
الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ

ترجمہ :- پھر نصف ذراع ہٹ جائے اور کہے (ترجمہ) سلام آپ پر اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
مدفن کے ساتھیو، اور آپ کے دونوں رفیقو اور آپ کے دونوں وزیر و اور مشیر و اور آپ کے دونوں معاونو، اور دین
کے قائم کرنے میں مددگارو، اور آپ کے بعد مسلمانوں کی مصلحتوں کو قائم کرنے والو، آپ دونوں حضرات کو اللہ تعالیٰ
بہترین جزائے خیر عطا فرمائے ہم آپ کے پاس آئے ہیں اور آپ دونوں حضرات کے وسیلہ سے حضور ﷺ کی بارگاہ
رسالت میں، تاکہ وہ ہماری شفاعت کر دیں، اور آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے سوال فرمادیں کہ وہ ہماری کوشش کو
قبول کر لے اور ہمیں آپ کی ملت پر زندہ رکھ اور آپ ہی کی ملت پر موت آئے اور ہمیں آپ کے زمرے میں اٹھائے، پھر
اسکے بعد اپنے لئے دعا کرے اور اپنے والدین کیلئے اور ان لوگوں کے لئے کہ جنہوں نے دعا کیلئے کہا تھا اور تمام مسلمانوں
کیلئے، پھر اسکے بعد حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے پاس پہلی مرتبہ کی طرح جا کر کھڑا ہو اس کے بعد یہ
کہے (ترجمہ) اے اللہ آپ نے فرمایا تھا اور آپ کا فرمان حق تھا (ارشاد باری تعالیٰ ہے) ترجمہ :- جب انہوں نے اپنی
جانوں پر ظلم کیا ہے اگر وہ آپ کے پاس آئیں اور اللہ سے مغفرت چائیں اور رسول اللہ بھی ان کیلئے مغفرت مانگیں تو وہ
اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا پائیں گے، اے اللہ ہم آپ کی بات سن کر آپ کی اطاعت کرنے کیلئے
حاضر ہوئے ہیں، آپ کے نبی سے شفاعت کی درخواست کرتے ہیں اے اللہ ہمیں معاف کر دے اور ہمارے آباء کو اور
ہماری ماؤں کو اور اے اللہ ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ایمان کے ساتھ ہم سے پہلے گذر چکے اور ان مسلمانوں کی
طرف سے ہمارے دلوں میں کینہ مت رکھ، اے ہمارے رب آپ مہربان رحم کرنے والے ہیں۔

رَبَّنَا إِنَّا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةٌ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ
وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَيَزِيدُ مَا شَاءَ وَيَدْعُو بِمَا حَضَرَهُ وَيُوقِفُ لَهُ بِفَضْلِ اللَّهِ ثُمَّ
يَأْتِي اسْطَوَانَةَ أَبِي لُبَابَةَ الَّتِي رُبَّطَ بِهَا نَفْسُهُ حَتَّى تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَهِيَ الْقَبْرِ وَالْمِنْبَرِ وَيَصَلِّي مَا شَاءَ نَفْلًا

وَيَتَوَبُّ إِلَى اللَّهِ وَيَدْعُوهُ بِمَا شَاءَ وَيَتْلَى الرَّوضَةَ فَيُصَلِّي مَا شَاءَ وَيَدْعُوهُ بِمَا أَحَبَّ وَيُكْثِرُ مِنَ التَّسْبِيحِ وَالتَّهْلِيلِ
وَالْتَّائِبِ وَالِاسْتِغْفَارِ ثُمَّ يَأْتِي الْمَنْبِرَ فَيَضَعُ يَدَهُ عَلَى الرَّمَامَةِ الَّتِي كَانَتْ بِهِ تَبَرُّكًا بِاتِّرَاسِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَمَكَانِ يَدِهِ الشَّرِيفَةِ إِذَا خَطَبَ لِنَيْلِ بَرَكَتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَسْأَلُ اللَّهَ مَا شَاءَ.

ترجمہ:- اے ہمارے رب ہم کو دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور اے خدا ہم کو
دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ، تمہارا رب جو بڑی عزت و شان والا ہے بہت پاکیزہ اور بالا ہے ان چیزوں سے جو اس کے
دلوں میں ہے اور سلام ہو تمام مرسلین پر اور تمام تعریفیں دونوں جہانوں کے پروردگار کی ہیں اور اس دعا میں جو چاہے زیادہ
کرے اور جو اسے یاد ہو اس کی دعا کرے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جس کی توفیق دی جائے، پھر اسکے بعد اسطوانہ لبی لبابہ پر
آئے اور یہ وہ ہے کہ جس سے حضرت لبابہ نے اپنے آپ کو باندھ لیا تھا اور اس وقت تک اپنے آپ کو باندھے رکھا جب
تک کہ ان کی دعا قبول نہ ہوئی اور یہ وہ جگہ ہے جو مزار مبارک اور منبر کے درمیان ہے اور جو نفل چاہے پڑھے اور اللہ تعالیٰ کی
طرف رجوع کرے اور جس چیز کی خواہش ہو دعا کرے اسکے بعد روضہ پر آئے اور وہاں جو چاہے نماز پڑھے اور جو چیز پسند ہو
اس کی دعا کرے اور تسبیح و تہلیل اور ثناء و استغفار خوب کرے پھر منبر مبارک کے پاس آئے اور اپنے ہاتھ کو رمانہ پر رکھے جو
منبر پر ہے جہاں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبے کے درمیان دست مبارک رکھتے تھے۔ وہاں پر زیارت کرنے والا برکت
کیلئے ہاتھ رکھے، اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے جو چاہے مانگے۔

ثُمَّ يَأْتِي أُسْطَوَانَةَ الْحَنَانَةِ وَهِيَ الَّتِي فِيهَا بَقِيَّةُ الْجَذَعِ الَّذِي حَنَّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حِينَ تَرَكَهُ وَخَطَبَ عَلَى الْمَنْبِرِ حَتَّى نَزَلَ فَاحْتَضَنَهُ فَسَكَنَ وَيَتَبَرَّكُ بِمَا بَقِيَ مِنَ الْأَثَارِ النَّبَوِيِّ وَزِيَارَتِهِ فِي
عُمُومِ الْأَوْقَاتِ، وَيَسْتَحِبُّ أَنْ يُخْرَجَ إِلَى الْبَقِيعِ فَيَأْتِيَ الْمَشَاهِدَ وَالْمَزَارَاتِ خُصُوصًا قَبْرَ سَيِّدِ الشُّهَدَاءِ
حَمْزَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ثُمَّ إِلَى الْبَقِيعِ الْآخَرِ فَيَزُورُ الْعَبَّاسَ وَالْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ وَبَقِيَّةَ آلِ الرَّسُولِ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمْ وَيَزُورُ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَأَبِرَاهِيمَ بْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَأَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَمَّتَهُ وَصَفِيَّةَ وَالصَّحَابَةَ وَالتَّابِعِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ.

ترجمہ:- پھر اس کھجے کے پاس آئے جسکو حننہ کہا جاتا ہے اور حننہ اس کھجے کا نام ہے جہاں اسکا کچھ حصہ دفن ہے
جبکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھوڑ دیا تھا اس وقت وہ روایا تھا جب کہ آپ منبر پر خطبہ دینے لگے تھے یہاں تک
کہ آپ اتر کر نیچے تشریف لائے اور اسکو آغوش میں لے لیا تو وہ چپ ہو گیا، اور اسکے بعد آثار نبویہ اور اماکن شریفہ سے
برکت حاصل کرے اور وہاں قیام کے درمیان راتوں کو جاگنے کا اہتمام کرے اور تمام اوقات میں آپ کی زیارت اور حاضری کو
غنیمت خیال کرے اور مستحب ہے کہ جنت البقیع کی جانب جائے، مشاہدات اور مزارات پر حاضر ہو خاص کر کے حضرت حمزہ
رضی اللہ عنہ کی قبر پر، پھر دوسرے بقیہ میں جائے تو وہاں پر حضرت عباس اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہم کی زیارت

کرے اور اسی طرح بقیہ آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی، اور امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی اور ابراہیم بن نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ازواج النبی ﷺ کی اور آپکی پھوپھی صفیہ کی اور صحابہ کی اور تابعین رضی اللہ عنہم کی۔

تشریح و مطالب :- الجذع الذی حن الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم :- ڈارمی میں عبد اللہ بن بریدہ سے روایت ہے اور وہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ اول اول جب تک منبر

نہیں بنا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے اور تقریر کرنے کے وقت ایک کھمبہ پر ٹیک لگالیا کرتے تھے ورنہ اسکے پاس کھڑے ہو کر تقریر کیا کرتے تھے جب منبر بنایا گیا تو آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور اس کھمبہ سے علیحدہ ہو گئے تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا، رحمت عالم منبر سے نیچے تشریف لائے اور دست شفقت اس پر رکھا اور فرمایا کہ تجھ کو اس جگہ گاڑ دیا جائے یا جنت میں کہ اس کی نہروں اور چشموں سے تو سیراب ہوتا رہے اور تیرے پھل اولیاء اللہ کھایا کریں، اس مریض درد محبت نے مسیحاء عالم کے یہ الفاظ سنے تو جنت میں گاڑے جانے کو پسند کیا (دارمی وغیرہ) بہت ممکن ہے کہ سائنس کے حواس باختہ لوگ اس میں شک کریں اور اسے تعجب کی نظر سے دیکھیں۔

وَيَزُورُ شُهَدَاءَ أَحَدٍ وَإِنْ تَيْسَّرَ يَوْمَ الْخَمِيسِ فَهُوَ أَحْسَنُ وَيَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ وَيَقْرَأُ آيَةَ الْكُرْسِيِّ وَالْإِخْلَاصِ إِحْدَى عَشْرَ مَرَّةً وَسُورَةَ يَسَ إِنْ تَيْسَّرَ وَيَهْدِي ثَوَابَ ذَلِكَ لِجَمِيعِ الشُّهَدَاءِ وَمَنْ بَجَّوَاهِهِمْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، وَيَسْتَجِبُ أَنْ يَأْتِيَ مَسْجِدَ قَبَاءَ يَوْمَ السَّبْتِ أَوْ غَيْرَهُ وَيُصَلِّيَ فِيهِ وَيَقُولُ بَعْدَ دُعَائِهِ بِمَا أَحَبَّ يَا صَرِيحَ الْمُسْتَغْرِخِينَ يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيثِينَ يَا مُفْرَحَ كَرْبِ الْمَكْرُوبِينَ يَا مُجِيبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّينَ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاكْشِفْ كَرْبِي وَخُزْنِي كَمَا كَشَفْتَ عَنْ رَسُولِكَ حُزْنَهُ وَكَرْبَهُ فِي هَذَا الْمَقَامِ يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ يَا كَثِيرَ الْمَعْرُوفِ وَالْإِحْسَانِ يَا ذَا نِعَمِ النِّعَمِ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ وَصَلِّ اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلِّمْ تَسْلِيمًا دَائِمًا أَبَدًا يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ آمِينَ.

ترجمہ: اور تمام شہدائے احد کی زیارت کرے اور اگر جمعرات کا دن مل جائے تو یہ زیادہ بہتر ہے اور کہے (ترجمہ) آپ حضرات نے جو صبر کیا اسکے عوض میں آپ پر سلام اور آخرت کا مقام بہت اچھا ہے اور آیت الکرسی اور سورہ اخلاص گیارہ مرتبہ پڑھے اور اگر ممکن ہو تو سورہ یس پڑھے اور اس کا ثواب تمام شہدائے احد اور جو مسلمان ان کے بغل میں ہیں پہونچا دے، اور مستحب یہ ہے کہ مسجد قباء سنچر کے دن آئے یا اسکے علاوہ کسی اور روز اور اس میں نماز ادا کرے اور جو دعا پسند ہو اسکے مانگنے کے بعد کہے!

اے پکارنے والے کی پکار سننے والے، اے دہائی دینے والوں کی فریاد رس، اے مصیبت زدوں کی مصیبت کھولنے والے، اے بے قراروں کی دعاؤں کو قبول کرنے والے رحمت کاملہ نازل فرما ہمارے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر اور میرے رنج اور غم کو دور کر دے جیسے کہ خداوند اتونے اپنے رسول کے غم کو اور ان کی

مصیبت کو اس مقام پر دور فرمایا تھا، اے حنان اے منان، اے بہت بھلائی اور احسان کرنے والے، اے ہمیشہ نعمت کرنے والے، اے ارحم الراحمین اور ہمیشہ ہمیشہ اللہ کی رحمتیں نازل ہوں ہمارے سید و آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر آمین! یا رب العالمین

قد تم بعون اللہ سبحانہ و تعالیٰ یوم الخمیس من اثنان وعشرين

ربیع الاول ۱۴۱۵ھ فی الثانیۃ من اللیل

وسیم

